

رياضُ القُدس

جلد دوم

مؤلفہ

آقائے صدرالدین قزوینی

ریاض القُدس

جلد دوم

مؤلف

آقائی صدر الدین واعظ القزوينی

مترجم

مولانا سید سید حسنین زیدی سرسوی مرحوم

ناشر

نظامی پریس بک ڈپو، وکٹوریہ سٹریٹ، کھنؤ

حیدر کا مرکز تبلیغات اسلامیہ
کتب خانہ

۱۵/۱۲ مرزا علی اسٹریٹ، امام بازار روڈ، ممبئی - ۴۰۰ ۰۰۹

Tel: 374 3445 Resl.: 371 1929 Fax No. 372 9541 (Attn. Haideri)

عرض ناشر

خدا کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ نظامی پریس بکڈ پوٹ ریاض القدس کی دوسری جلد اپنے وعدہ کے مطابق پیش کر رہا ہے۔ ریاض القدس جلد دوم کے مؤلف آقائی صدر الدین واعظ القزوینی ہیں۔ اور اس کے مترجم مولانا سیّد ظلّ حسین زیدی سرسوی مرحوم ہیں۔ عمدہ گپ اپ اور صاف ستھری طباعت سے مزین ہے۔

اس جلد میں روز عاشورہ کے شہداء کا مکمل تعارف اور ان کے صبر و ضبط کے بلند معیار کے سامنے انبیاء کرام کے واقعات کی تفصیل بہ شہید کا تفصیل کے ساتھ سوانح حیات اور جنگ کا مکمل خاکہ اور پھر شہادت کیسے اور کیونکر ہوئی۔ شہادت امام مظلوم کے بعد شام غریبان تاراجی خیم حسین۔ اہلحرم کا مقید ہونا۔ شہداء کے لاشوں کے درمیان سے اہلحرم کو لے جانا۔ راہ کوفہ و شام کی مصیبتوں اور مظالم کی تفصیل اور سر حسین کے معجزات۔ یہاں تک کہ خانہ شہریں کے سامنے اہلحرم کا پہنچنا۔ تفصیل میں جناب شہر بانو کی پہلی اسیری کا ذکر۔ جس کو میر انیس نے اپنی بیت میں جناب شہر بانو کی زبانی نظم کیا ہے۔



(قیمت مجلد)

200 روپے

﴿ناشر﴾

نظامی پریس بکڈ پوٹ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

فون 267964

مطبوعہ نظامی پریس لکھنؤ

OCTOBER 2,000

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	دیباچہ از مؤلف -	۲۱	۱	جنگ پھٹانا اور رخصت کرنا	۳۲
۲	مجلس در مقدمہ شہادت جوانان محمدی و مرتضوی اور خود امام حسینؑ کا برائے کارزار تیار ہونا یکسں جوانوں کا سبق کرنا -	۲۳	۲	اس بائے میں کہ حضرت علی اکبرؑ پہلے شہید ہیں -	۳۲
۳	روز عاشورا جوانان ہاشمی میں اول شہید کا اذن جہاد طلب کرنا -	۲۶	۳	حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت علی اکبرؑ کی صوری و معنوی مشابہت -	۴۱
۴	شہد اکبرؑ میں اول شہید علی اکبرؑ اور زیارت حضرت امام جعفر صادقؑ علیہ السلام -	۳۰	۴	حضرت علی اکبرؑ کی جنگ اور شجاعت -	۴۲
۵	حضرت علی اکبرؑ کا اذن جہاد طلب کرنا اور امام حسینؑ کا لباس	۳۴	۵	محمد خفیفہ جنگ صفین میں اور معرکہ کربلا میں علی اکبرؑ -	۴۵
			۶	دنیا میں نعمت بابرہشتی کے نمونے اور تصیف شامل و خصال پیغمبر خدا -	۴۷

پہلے ہوئی اسیر تو یہ آبرو نہ تھی
شہزادی تھی عجم کی علیؑ کی بہو نہ تھی

”منازل راہ شام کے تفصیلی واقعات اور اہلیت کا شام میں درود“
میں اپنی اس کاوش کو اپنی اس شہزادی کے نام سے منسوب کرتا ہوں۔ جن کے تسبیح گزار ہاتھ چپے پیستے رنگین ہو جاتے تھے اور جس کی خاموش آہوں سے آج بھی عرش الہی لرز جاتا ہے۔
رسول اعظم کی اٹھوتی بیٹی میری اس پیشکش کو دامن قبولیت میں جگہ عنایت فرمائیں۔ اور پروردگار بہ وسیلہ شہزادی کو نین مادر حسینؑ، فخر مریم و سارا۔ تاجدار ہصل اتی میرے والد مرحوم سید نجم الحسن صاحب کے درجات بلند فرمائے۔

حقیر و فقیر
سید وصی ظہیر نقوی

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۱	مجلس دربارہ معرفت علی اکبر اور تعریف شکل و شمائل۔	۵۰	۱۶	عقاب نامی گھوڑے کا نسب اور آنحضرت کا اس پر سوار ہونا۔	۶۹
۱۲	برہنہ حیدری لشکر باطل پر حضرت علی اکبر کے حملے۔	۵۱	۲۰	شہادت برادر غور در لاش حضرت علی اکبر علیہ السلام۔	۷۳
۱۳	بروایت شیخ طریحی حضرت علی اکبر کا میدان کارزار میں جانا۔	۵۴	۲۱	اولاد حضرت امام حسین علیہ السلام۔	۷۵
۱۴	نسب حضرت علی اکبر علیہ السلام اور آپ کے زخموں کی کیفیت۔	۵۶	۲۲	شہادت عبداللہ بن مسلم بن عقیلؓ۔	۷۷
۱۵	ثواب عیادت۔	۵۹	۲۳	روز عاشورا محرم شہادت اولاد جناب عقیلؓ۔	۸۰
۱۶	حضرت علی اکبر کا مرکب عقاب سے زمین پر گرنا اور امام حسین کا پہنچنا۔	۶۰	۲۴	روز عاشورا محرم شہادت اولاد جناب جعفر بن ابی طالبؓ۔	۸۳
۱۷	حضرت یعقوب کا اپنے فرزند یوسف سے ملنا اور امام حسین کا لاش پسر پر پہنچنا۔	۶۳	۲۵	عروسی اور شہادت حضرت قاسم ابن امام حسن علیہ السلام۔	۸۶
۱۸	لاش علی اکبر و امام حسین کی پریشانی کی حالت۔	۶۶	۲۶	حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کا قتل مذہب میں۔	۸۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۷	جنات سے جنگ کرنا۔	۳۳	۲۸	تحقیقات ضروری برائے رفع بعض شبہات اور حکایت داؤد علیہ السلام۔	۶۸
۲۸	حضرت قاسم کا میدان جنگ میں جانا اور کمالہ عروس و قاسم نوشاہ۔	۶۸	۲۹	شہادت حضرت قاسم کی شہادت کے بارے میں اختلاف اور پانمانی قاسم کی تحقیق۔	۷۲
۲۹	میدان قتال میں جمال قاسم نوشاہ کے نظامے۔	۱۰۵	۳۰	شہادت عبداللہ اکبر بن الحسن علیہ السلام۔	۱۲۲
۳۰	حضرت قاسم کا لشکر کو دشنام کو موغظہ و نصیحت کرنا۔	۱۰۶	۳۱	شہادت احمد بن الحسن ابو بکر بن الحسن۔	۱۲۴
۳۱	حضرت قاسم کی ازرق شامی کے چار بیٹوں سے جنگ اور ان کو قتل کرنا۔	۱۰۹	۳۲	احوال من مثنیٰ بن الحسن علیہ السلام۔	۱۲۵
۳۲	حضرت قاسم کی ازرق شامی کے ساتھ جنگ اور اس کو قتل کرنا۔	۱۱۱	۳۳	فرزندان حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی جنگ اور علیہ السلام۔	۱۳۱
۳۳	حضرت عباس علیہ السلام کا اپنے بھائیوں کو شوق شہادت دلانا۔	۱۱۱	۳۴	حضرت عباس علیہ السلام کا اپنے بھائیوں کو شوق شہادت دلانا۔	۱۳۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۰	آغاز داستان شیریں شہزادہ	۱۳۵	۵۵	شہادت -	
	عباس علیہ السلام			عباد بن حصین بن منذر قاشی	۱۹۹
	بروز قیامت -			اور شہادت ابو العرفاء بن علی -	
۴۱	شہادت ابن ابی علیہ السلام	۱۳۸	۵۶	عبد اللہ بن بدیل بن رقا خراہی	۲۰۱
۴۲	شہادت محمد بن عباس بن	۱۳۹		کاجنگ صفین میں عمار ہونا	
	علی علیہ السلام			اور شہادت -	
۴۳	یزید بن زبیر بن عوف	۱۴۳	۵۷	جنگ جمل میں مسلم جاشعی کی	۲۰۶
	ام البنین مادر سرت عباس -			شہادت -	
۴۴	نساء بن رقیب حضرت عباس	۱۴۸	۵۸	حکایت غلام امیر المومنین	۲۰۶
	عمار علیہ السلام			علیہ السلام -	
۴۵	بروایت مرحوم درندی حضرت	۱۵۱	۵۹	واقعہ صفین اور گفتگوئے	۲۱۱
	عباس کی جنگ اور شہادت -			امیر المومنین علیہ السلام باعداء	
۴۶	مناصب امیر المومنین بعد از	۱۶۰		اور غلام حریت کا قتل ہونا -	
	رسول خدا اور مناصب بن			واقعہ بیثرباات العلم -	
	بعطلے سید الشہداء علیہ السلام			روز عاشورا زعفر جن کا	
۴۷	قیامت میں حضرت علی علیہ السلام	۱۶۳	۶۰	نصرت امام حسین علیہ السلام	
	اور حضرت عباس کے منصب			کے لیے پہنچنا -	
۴۸	تقریف لواد الحمد و حال علم او	۱۶۶	۶۱	روز عاشورا حضرت امام حسین	۲۲۰
	امیر المومنین کی جنگ صفین میں			ثواب گریہ اور عزاداری	۲۵۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۵۵	شہادت -			کا تنہا رہ جانا اور عازم میدان	
	عباد بن حصین بن منذر قاشی	۱۹۹		قتال ہونا -	
۵۶	عبد اللہ بن بدیل بن رقا خراہی	۲۰۱	۶۲	حضرت امام حسین کا حضرت	۲۲۲
	کاجنگ صفین میں عمار ہونا			سید سجاد سے رخصت ہونا	
۵۷	جنگ جمل میں مسلم جاشعی کی	۲۰۶	۶۳	احوال شہادت حضرت	۲۲۶
	شہادت -			علی اصغر علیہ السلام -	
۵۸	حکایت غلام امیر المومنین	۲۰۶	۶۴	جلس شہادت حضرت	۲۳۱
	علیہ السلام -			علی اصغر علیہ السلام -	
۵۹	واقعہ صفین اور گفتگوئے	۲۱۱	۶۵	محبت اولاد -	۲۳۷
	امیر المومنین علیہ السلام باعداء		۶۶	قوم جن ملائکہ اور ارواح	۲۴۰
۶۰	روز عاشورا زعفر جن کا	۲۱۵		انبیاء کا نصرت امام حسین کے	
	نصرت امام حسین علیہ السلام			کے لیے پہنچنا -	
۶۱	روز عاشورا حضرت امام حسین	۲۲۰	۶۷	واقعہ بیثرباات العلم -	۲۴۲
	ثواب گریہ اور عزاداری	۲۵۸	۶۸	روز عاشورا زعفر جن کا	۲۵۶
	نصرت امام حسین علیہ السلام			کے لیے پہنچنا -	
	کے لیے پہنچنا -			ثواب گریہ اور عزاداری	۲۵۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۸۲	روز عاشورا جنگ و قتال	۳۱۱	۸۳	امام حسین اور شجاعت کا مظاہرہ	۳۱۱
۸۴	بروایت حمید بن مسلم	۳۱۱	۸۵	تحقیق شجاعت و شجاعت	۳۲۰
۸۶	زخموں کی وجہ سے منع	۳۲۴	۸۷	اور امام حسین علیہ السلام کا جہاں سے ہاتھ روکنا	۳۲۴
۸۸	حضرت امام حسین علیہ السلام کی	۳۲۴	۸۹	الہم سے رخصت آخر	۳۲۴
۹۰	حضرت امام حسین علیہ السلام کا	۳۲۴	۹۱	مقتل سے ذوالجناح کا	۳۲۴
۹۲	درخیمہ اہلبیت پر پہنچنا	۳۲۴	۹۳	حضرت سید الشہداء علیہ السلام	۳۲۴
۹۴	خاک پر گرنا اور زخموں سے	۳۲۴	۹۵	پھور چھو ہونا	۳۲۴
۹۶	روز عاشورا شہادت عبداللہ	۳۲۴	۹۷	بن الحسین علیہ السلام	۳۲۴
۹۸	حضرت امام حسین علیہ السلام کا	۳۲۴	۹۹	سے زمین پر گرنا اور لشکر اعداد	۳۲۴
۱۰۰	کسی ضربت سے امام حسین	۳۲۴	۱۰۱	کا بصورت تماشا فی جمع ہونا	۳۲۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۰۱	آمین علیہ السلام	۲۸۵	۱۰۲	روز عاشورا ایک سید درویش	۲۸۵
۱۰۳	کا وارڈ کرنا ہونا	۲۸۵	۱۰۴	جناب فاطمہ صغریٰ کا دینہ سے	۲۸۵
۱۰۵	اپنے پدر بزرگوار امام حسین کو	۲۸۵	۱۰۶	نامہ بھیجنا	۲۸۵
۱۰۷	حضرت امام حسین علیہ السلام کا	۲۸۵	۱۰۸	الہم سے دو مرتبہ رخصت	۲۸۵
۱۰۹	ہونا	۲۸۵	۱۱۰	احوال جناب شہر بانو دختر	۲۸۵
۱۱۱	بزدل و بزدل بادشاہ عجم	۲۸۵	۱۱۲	روز عاشورا محرم حضرت امام	۲۸۵
۱۱۳	حسین علیہ السلام کا جناب زینب	۲۸۵	۱۱۴	خاتون کو وصیتیں کرنا	۲۸۵
۱۱۵	حضرت امام حسین علیہ السلام کا	۲۸۵	۱۱۶	عازم میدان کا رزار ہونا اور حضرت	۲۸۵
۱۱۷	زینب خاتون کا مکالمہ	۲۸۵	۱۱۸	کی مبارز طلبی و ریز خوانی	۲۸۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۹۰	شرح احوال جمال نصرانی -	۳۷۷	۱۰۰	پر اثر -	۳۷۷
۹۱	قتل گاہ میں امام حسین علیہ السلام	۳۸۵	۱۰۱	روح حضرت سید الشہداء	۳۸۵
	پر لشکر اعداد کا ہجوم -			علیہ السلام کا عرش خدا کی	
۹۸	جنگ خندق میں خوات بن	۳۸۷		طرف خروج -	
	جبریل کی بیہوشی اور قتل گاہ		۱۰۵	لشکر عمر بن سعد کا باس	۳۸۷
	میں حضرت امام حسین علیہ السلام			حضرت امام حسین علیہ السلام	
	کی بیہوشی -			غارت کرنا اور احوال و الجلیح	
۹۹	اختلاف اقوال درباره قتل	۳۹۱	۱۰۶	تاراجی خیام اہلبیت -	۳۹۱
	حضرت سید الشہداء علیہ السلام -		۱۰۷	خطبہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام	۳۹۱
۱۰۰	روایات درباره قتل امام حسین	۳۹۳		دربارہ فضیلت جہاد اور	
	علیہ السلام با جماع -			حالت سید سجاد وقت	
۱۰۱	بروایت اہلبیت کی موجودگی	۳۹۵		تاراجی خیام -	
	میں سر امام حسین کا قطع ہونا -		۱۰۸	سر باد شہداء کے ساتھ ساتھ	۳۹۵
۱۰۲	تحقیقات درباره قطع سر مطہر	۴۰۰		اہل حرم کا قتل سے گزرتا -	
	امام حسین علیہ السلام -		۱۰۹	حضرت امام حسین کی لاش	۴۰۰
۱۰۳	قتل امام حسین علیہ السلام کی	۴۰۳		مطہر کی نگہبانی کے لیے شیر	
	خبر کا منتشر ہونا اور کائنات			کا آنا -	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۱۰	تحقیقات اہل تواریخ و شعر	۴۲۲	۱۲۰	ابن زیاد کو پیش کرنا -	۴۲۲
	دربارہ پانٹالی لاش بار شہداء -			شکر عمر ابن سعد کی کربلا سے	۴۲۲
۱۱۱	بکوتروں کا خیر شہادت نامہ	۴۲۸		کوفہ روانگی اور تقسیم	
	علیہ السلام منتشر کرنا -			سر باد شہداء -	
۱۱۲	خون امام حسین کے قطرے	۴۲۹	۱۳۱	عمر ابن سعد ملعون اور لشکر	۴۲۹
	سے یہودی لڑکی کا بیٹا ہونا -			بیدین کی کربلا سے روانگی	
۱۱۳	مخمر کی گیارہویں شب کے	۴۳۱		اور اسیری اہل حرم -	
	حالات -		۱۳۲	اسیر ہو کر اہل حرم کا قتل شہداء	۴۳۱
۱۱۴	حکایت جمال ملعون -	۴۳۲		سے گزرتے ہوئے گریز زاری	
۱۱۵	آنحضرتؐ اور نبیاء و مرسلین	۴۳۴		کرنا -	
	کا قتل گاہ میں وارد ہونا -		۱۳۳	جبریل امین کا صحیفہ سماویہ	۴۳۴
۱۱۶	خواجہ جناب ام المومنین ام سلمہؓ	۴۳۸		لے کر خدمت رسول خدا ص	
۱۱۷	فرزند ان جعفر طیار کا لشکر عمر	۴۴۰		ماضی ہونا -	
	سعد سے فرار کر جانا -		۱۴۵	عزیز نشینی امر مستحسن	۴۴۰
۱۱۸	شمر و لہ الحرام یا خولی ملعون کا	۴۴۱		ہے -	
	سر امام حسین کو قہر بجانا -		۱۴۶	اہلبیت کا کربلا سے گزرتے	۴۴۱
۱۱۹	خولی امحی ملعون کا سلام حسین	۴۴۶		ہوئے قتل شہداء سے گزرتا -	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۲۷	کیفیت دفن اجساد شہداء	۴۶۲	۱۳۵	عمر ابن سعد ملعون کو قتل	۴۸۵
	کمرلا۔			امام حسین کا این زیاد سے	
۱۲۸	تحقیقات درباره دفن حضرت	۴۶۵		صلوات ملنا۔	
	سید الشہداء علیہ السلام۔		۱۳۶	قید خانہ سے اہلبیت اطہار	۴۸۷
۱۲۹	اہلبیت اطہار کا کوفہ میں داخلہ	۴۷۰		کی دربار ابن زیاد میں ملے۔	
	پریشان حالی اور تماشائیوں		۱۳۷	سربریدہ امام حسین کی کوفہ میں	۴۹۳
	کا ہجوم۔			تہشیر۔	
۱۳۰	امام حسین علیہ السلام کے سربریدہ	۴۷۳	۱۳۸	سربریدہ امام حسین علیہ السلام	۴۹۴
	کا نیزہ پر قرآن پڑھنا۔			کا متعدد مقامات پر کلام کرنا۔	
۱۳۱	کوفہ میں اہلبیت اطہار کی	۴۷۵	۱۳۹	بعد قتل امام حسین علیہ السلام	۴۹۷
	پریشانی کے بقیہ حالات۔			ابن زیاد کا مسجد کوفہ میں خطبہ	
۱۳۲	شہر کوفہ میں حضرت زینب عاتقہ	۴۷۸		اور عبداللہ ابن عقیف کی	
	کا خطبہ۔			شہادت۔	
۱۳۳	روایت مسلم گچکار اور اسیروں	۴۸۲	۱۴۰	ابن زیاد کا یزید ابن معاویہ	۵۰۰
	کا دروازہ کوفہ پر پہنچنا۔			کو خیر قتل امام حسین دینا۔	
۱۴۴	اسیران اہلبیت اطہار اور	۴۸۳	۱۴۱	تحقیق اس بات میں کہ قتل	۵۰۳
	زندگان کوفہ۔			امام حسین مدینہ میں یزید نے بھیجی	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	یا ابن زیاد۔			زندگان کوفہ سے باہر آنا۔	
۱۴۲	عبداللہ بن جعفر طیار کو فرزندوں	۵۰۹	۱۴۹	دختران علی ابن ابی طالب	۵۰۰
	کی شہادت کی خبر ملنا۔			علیہ السلام کا کوفہ سے دوسرے	
۱۴۳	بحکم یزید مدینہ میں اہلبیت	۵۱۰		با خنثت نکلنا۔	
	طاہرین کے مکانات کی بربادی		۱۵۰	اسیران اہلبیت اطہار کی کوفہ	۵۰۱
۱۴۴	جناب ام المؤمنین ام سلمہ کو	۵۱۱		سے شام کو روانگی۔	
	قتل امام حسین علیہ السلام کی		۱۵۱	حکایت جناب فتنہ اور	۵۰۲
	خبر ملنا۔			قتل کے پہنچتی۔	
۱۴۵	حدیث شریف کساء و فضیلت	۵۱۳	۱۵۲	واقعات منازل راہ شام	۵۰۹
	پنجتن پاک۔			اور مصائب اہلبیت اطہار۔	
۱۴۶	واقعہ مبہلہ اور حقانیت	۵۲۲	۱۵۳	غم امام حسین علیہ السلام میں	۵۵۳
	پنجتن پاک۔			جہاد و حیوانات کا آئو	
۱۴۷	پنجتن پاک کی شہادت و قبول	۵۲۷		پہانا۔	
	کے حق میں دعا و مغفرت اور		۱۵۴	منزل نصیبین میں ملعونوں کا	۵۵۹
	وصیت و مصائب جناب			آل رسول کی بے احترامی کرنا۔	
	فاطمہ زہرا۔		۱۵۵	واقعہ شیرین در راہ شام اور	۵۶۲
۱۴۹	شام بھینے کے لیے اسیروں کا	۵۳۶		سلام حسین کا اعجاز۔	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۵۶	جناب شہر بانو کا اسیر ہونا	۵۶۵	۱۶۲	سچی خرائی کی حمایت اسیران	۵۸۷
	زمانہ خلافت حضرت عمر میں			آل محمد میں شہادت اور بعض	
	مدینہ آنا۔			منزل راہ شام کے واقعات	
۱۵۷	حضرت شہر بانو کے حالات	۵۶۶	۱۶۳	روضہ خوانی نجی اس عزرا۔	۵۶۶
	اور نام کی تحقیق۔		۱۶۴	منزل عسقلان اور شہر خرائی	۶۰۱
۱۵۸	شاہ زمان بنت یزید و جبرو کا	۵۷۱		کامیابی اہلبیت اہل بیت	
	عالم خواب میں حضرت فاطمہؑ			خروج۔	
	کے ہاتھ پر اسلام لانا۔		۱۶۵	یزید ملعون کو اسیران کر بلا کے	۶۰۵
۱۵۹	دیر راہب میں سر ہار شہداء	۵۷۵		شام پہنچنے کی قبل از داخلہ	
	کر بلا کا رکھا جانا۔ جنت سے			دشمن ملنا۔	
	سیدہ عالمین کا آنا اور راہب		۱۶۶	اسیران اہلبیت کا شام میں	۶۰۷
	نظرانی کا مسلمان ہونا۔			داخلہ اور ہجوم مام شام میں	
۱۶۰	منزل قنسرین میں سیریدہ	۵۸۱		ورود اہلبیت اہل بیت اور	۶۱۲
	امام حسینؑ کا راہب کو دعوت			صدر دروازہ مسجد پر حضرت	
	اسلام دینا۔			امام زین العابدینؑ کا ایک شامی	
۱۶۱	شہر سہدین میں ورود اسیران	۵۸۶		بزرگ کے ساتھ احتجاج۔	
	اہلبیت اور وہاں کے حالات۔		۱۶۷	مقتدرہ ورود اہلبیت اہل بیت	۶۱۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۶۸	باخراہ شام اور سکودہ مؤلف۔	۱۷۴		جاثلیق نصاریٰ کا یزید کے	۶۲۱
	دربار یزید ملعون کا آراستہ	۶۲۰		ہاتھوں قتل ہونا۔	
	ہونا اسیران کر بلا اور سر ہار شہداء	۱۷۵		عید الوہاب سفیر شاہ روم	۶۲۲
	کا داخلہ و بار ہونا۔			اور دربار یزید۔	
۱۶۹	قصر یزید کا آراستہ بنواؤ	۶۲۳	۱۷۶	حضرت امام زین العابدینؑ	۶۲۷
	سر ہار شہداء کی طلبی۔			کے ساتھ یزید کا مکالمہ	
۱۷۰	یزید کا اپنی سلطنت خلافت	۶۲۵	۱۷۷	یزید ملعون کی مے نوشی اور	۶۲۸
	پر فخر کرنا اور سر ہار شہداء			سلام حسینؑ کے ساتھ جرات	
	کے ساتھ جرات کرنا۔		۱۷۸	کیفیت ورود اہلبیت اہل بیت	۶۲۹
۱۷۱	یزید کے اہل حرم میں سے ایک	۶۳۱		باور بار یزید اور جناب فاطمہؑ	
	عورت کا دربار میں خواب			جناب ام کلثوم کو کنیزی میں	
	بیان کرنا اور اس کا			طلب کرنا۔	
	شہادت پانا۔		۱۷۹	دربار یزید میں حضرت زینبؑ	۶۳۲
۱۷۲	راس الجالوت کا یزید کے	۶۳۵		خاتون کا خطبہ۔	
	ہاتھوں قتل ہونا۔		۱۸۰	بروایت منتخب حضرت زینبؑ	۶۴۲
۱۷۳	شہر واسط میں ایک دوست اہل	۶۳۷		خاتون کا دربار یزید میں احتجاج	
	کی موت۔		۱۸۱	محاجہ یزید با امام زین العابدینؑ	۶۴۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۸۲	دربار یزید میں اموی کا خطبہ اور حضرت امام زین العابدین کا احتجاج۔	۶۸۰	۱۸۹	حضرت امام حسین کی ایک کسیں بیٹی کی زندان شام میں وفات۔	۷۴۴
۱۸۳	حضرت سکینہؓ خاتون کا اپنی خواب یزید کے سامنے بیان کرنا۔	۶۸۲	۱۹۰	حضرت امام زین العابدینؓ کا شام میں منیر پر تشریف لے جانا اور خطبہ دینا۔	۷۴۵
۱۸۴	دربار یزید سے اسیران اہلبیتؓ اٹھارہ کا زندان شام میں داخلہ زندان شام میں اسیران اہلبیتؓ اٹھارہ کی پریشانی اور نوحہ خوانی۔	۶۸۶	۱۹۱	حضرت امام زین العابدینؓ کے ساتھ منہال کوئی کی گفتگو۔	۷۴۶
۱۸۵	امام حسینؓ و اصحاب کے سر مبارک کا مسجد جامع دمشق میں رکھ لیا جانا۔	۶۹۰	۱۹۲	واقعہ ہندہ زوجہ یزید۔	۷۴۹
۱۸۶	سفیر روم کا دربار یزید میں حکایت کنیہ حافر بیان کرنا اور شہید ہونا۔	۶۹۸	۱۹۳	شام میں تعین مکان برلے آقامہ عزاد امام حسین علیہ السلام یزید کا ستمگاران کو قہ و شام قتل امام حسینؓ کے بارے میں استفسار کرنا۔	۷۵۲
۱۸۸	بروایت لہوف زندان شام	۷۰۱			

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۹۵	یزید کا اہلبیتؓ اٹھارہ کو بلانا اور معذرت خواہ ہونا۔	۷۲۷	۲۰۳	تحقیقات اس بات سے کیا جابر ابن عبد اللہ انصاری روز اربعین وارد کربلا ہوئے میں اور امام زین العابدین سے ملاقات کی ہے۔	۷۳۰
۱۹۶	یزید کا اہلبیتؓ اٹھارہ کو مدینہ جانے کی اجازت دینا۔	۷۳۱	۲۰۴	جابر ابن عبد اللہ انصاری کا دوسری مرتبہ روز اربعین وارد کربلا ہونا اور اہلبیتؓ اٹھارہ کا ملنا۔	۷۳۱
۱۹۷	اہلبیتؓ اٹھارہ کا دوسری مرتبہ کو قہ وارد ہونا۔	۷۳۲	۲۰۵	جابر ابن عبد اللہ انصاری اور زیارت اربعین۔	۷۳۳
۱۹۸	حضرت زینب خاتون سلام اللہ علیہا کا کو قہ میں خطبہ احتجاج۔	۷۳۸	۲۰۶	روایت دیگر روز اربعین جابر عبد اللہ انصاری کے وارد کربلا ہونے پر۔	۷۳۵
۱۹۹	جناب فاطمہ صغریٰ سلام اللہ علیہا کا اہل کو قہ سے خطاب کرنا۔	۷۳۹	۲۰۷	ثواب زیارت اربعین۔	۷۳۷
۲۰۰	حضرت ام کلثوم سلام اللہ علیہا کا شام سے واپسی پر کو قہ میں خطبہ دینا۔	۷۴۰	۲۰۸	حکایت ابراہیم دیرج۔	۷۳۸
۲۰۱	حضرت امام زین العابدینؓ علیہ السلام کا شام سے واپسی پر کو قہ میں خطبہ دینا۔	۷۴۱	۲۰۹	زید مجنون اور پہلول کا برائے زیارت قبایم حسینؓ کربلا جانا۔	۷۳۹
۲۰۲	حضرت امام زین العابدینؓ علیہ السلام کا شام سے واپسی پر کو قہ میں خطبہ دینا۔	۷۴۲			

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۱۰	اہلبیتؑ اہلدار کی وطن کو بازگشت۔	۷۷۸	۲۱۴	حضرت یسجد سے فتح غفیرہ	۷۹۲
۲۱۱	بساط سخن در فتح مکہ	۷۸۱	۲۱۵	حضرت امام زین العابدینؑ کا نعمان قافلہ سالار کو خوش رکھا	۷۹۳
۲۱۲	آنحضرتؐ کی مدینہ منورہ سے وطن مالوف (مکہ تشریف آور فرما)	۷۸۶	۲۱۶	مدینہ میں صف عز الہم حسینؑ علیہ السلام۔	۷۹۵
۲۱۳	اسیران اہلبیتؑ اہلدار کا شام سے رہائی کے بعد مدینہ پہنچنا۔	۷۹۷	۲۱۷	تحقیق و بہارہ دفن سر پریدہ امام حسینؑ علیہ السلام۔	۷۹۷

دیباچہ از مؤلف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ وَعَلٰی اٰلِہٖ
وَاَوْلَادِہٖ لِمَعْصُوْمِیْنَ اَمَّا اللّٰهُ وَخَلَقَ اللّٰهُ صَلَوَاتِ
اللّٰهِ عَلَیْہُمْ اَجْمَعِیْنَ وَبَعْدُ :-

اس طرح کہتا ہے کہ بادیہ پیما سے وادی موذن اہلبیتؑ طاہرین، کلب آستان
ابو عبد اللہ الحسینؑ "محمد" المشہر بہ صدر الواعظین المتخلص باقدس ابن الفاضل العلامة
القرنی محمد حسن اکرم اللہ رحمۃ اللہ۔ مؤلف ریاض الاضواء وحوالی الاشہان اوائل عمری
سے مداحی و ثنا خوانی آل محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین کی نعت لازوال سے مالا مال تھے۔
اور اپنی زندگی کو حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کی خدمت گزاری کے لیے وقف کر دیا
تھا۔ اور امام حسینؑ علیہ السلام کے فضائل و مصائب بیان کرنا اپنا شعار قرار دیا تھا حضرت
امام حسینؑ کے عشق میں سرشار تھے۔ وادی عشق مظلوم کربلا پر خار وادی ہے۔

ایجاد عشق چہ بیا موقتہ پیر ہن محنت و غم دو ختم
خوش ولی ہر چہ مراد پاک درہ اندویش بفرود ختم
حاصل عمرم سے سخن نیست سو ختم، سو ختم، سو ختم

حضرت مظلوم کربلا سے عشق رکھنے والے کا لباس محنت و غم دانندہ ہے

خوش نصیب ہوں کہ امام حسینؑ کا غم میرا سایہ دل پہ ہے اور میں نے اس راہ محبت حسینؑ سید شہداء کو اختیار کیا ہے میری عمر کا سب سے زیادہ حصہ کہ روانہ دار شمع محبت مظلوم کربلا میں سوختہ ہوں۔

اسی محبت خامس آل عبا علیہ السلام نے منتخب فرمایا ادلاب تک چالیس کتب دینیہ و علمیہ ہدیہ قوم کی ہیں چند کتب متواتر طبع ہوتی رہیں۔ مقبول خاص و عام ہوئیں۔ یہاں تک کہ پیش نظر کتاب ریاض القدس جو کہ حقائق الانس کے نام سے بھی موسوم ہے۔ یکمال وقت طبع ہوئی۔ عیوب سے پاک بعض الحاقات ضروریہ سے آراستہ ہے۔ مؤلفین کا طریقہ ہے کہ کتاب کو کس معزز و مکرم شخصیت کے نام سے معنون کیا جاتا ہے لیکن محمد اللہ اس ناپسندیدہ روش کو ترک کر دیا۔ البتہ اس کتاب کی طباعت و اشاعت میں حاجی اناک اعظم میرزا علی اصغر خان صاحب کی توجہات کو دخل عظیم حاصل ہے درتہ یہ کتاب طبع نہ ہو سکتی۔

بہر حال نام کو کار ہمیشہ زندہ رہتا ہے
سحیا مر و نکو نام نمیر و ہرگز نہ!
مردہ آنست کہ نامش بنگونی بزند

اب ہم اس کتاب میں حضرت خامس آل عبا امام حسینؑ علیہ السلام کے حالات میں سے تین امور و مطالب کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ امور روز عاشوراؑ ظہر کے بعد رونما ہوئے ہیں جو کہ خصوصاً اصحاب حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کی شہادت کے بعد کے حالات پر مبنی ہیں۔ ان امور میں حضرت علیؑ و فاطمہ سلام اللہ علیہما کے جوانوں کی شہادت کا تذکرہ ہے۔ اور ان میں اول قتل شہزادہ حضرت علی اکبرؑ علیہ السلام ہیں۔

مجلس مقدمہ شہادت جوانان محمدی و مرتضوی اور خود امام حسینؑ کا برائے کارزار تیار ہونا لیکن جوانوں کا سبقت کرنا۔

بسم الله الرحمن الرحيم لما هبت الرياح حزين الحتوف من مهب الريح و انتال السيوف على حداثق الاصحاب والانصار و ذهبت بما فيها من الخضارة والنضارة والماء والاوراق و الاثر هار

جب کہ زمین کربلا پر دشمنوں کی طرف سے ظلم و ستم شروع ہوا۔ اور کوفہ و شام کے بدنہا مسلمانوں نے چین فاطمیہ کو برباد کر دیا۔ بوستان دین نبویؐ مرجا گیا۔ اور اوراق کتاب باطن پارہ پارہ ہو گئے۔ اور اکثر اشجار چین نبیؐ و فاطمہؑ قطع کر دیے گئے چین کی حفاظت کرنے والی بارہ ریحختہ ریحختہ کر دی گئی۔ اس وقت یہ عالم ہوا کہ

برآمد کی مصر از دشت کین بسی نخل تن ریخت از باغ دین
خزان آمد و بوستان از دشت دل از آتش تشنگی سر دشت
یعنی دشت کربلا میں ایک تند و تیز آمدھی چلی جس سے بہت نخل (اشجار) باغ مصطفویؐ مرجا گیا۔ چین فاطمیؑ میں خزان چھا گئی۔ بوستان مرتضویؑ زرد پڑ گیا۔ اور دل آتش تشنگی سے ٹھنڈا پڑ گیا

وما قنعت بنشر اوراق موار ذات الخدود
بل قنعت اصول نخل موزونات القدود
بے رحم کوئیوں نے دین نبویؐ اور بوستان مرتضویؑ کو خراب و برباد کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اشجار دینیہ اور ایمانی شگوفوں کو قطع کر دیا

درآمد شہادت چو خرم بہار
گلستان شد آن پہنہ کارزار
گلستان کہ بودش درختان سنال
سربزہ اش خنجر جال سنال
یعنی کہ چین میں تازہ تازہ شہادت بصد خوشی و شادمانی پھرائی ہے۔ اور گلستان حسینی
میدان کارزار ہو گیا ہے اور گلستان کہ اس کے درخت سنال ہیں اور سبز چمن خنجر جان
ستان ہے۔

دم غنچہ پیکان نہر اکبار
غولبلال نالہ زخم دار
رخ کشتہ بخیری و گلزار خون
بنفشہ خط و داغ دلالہ درون
مگر بوستان بود دشت نبرد
کہ گفت گہا در او سرخ و زرد
نہ نام گشن را کہ بود آبیار
مگر ز آب شمشیر جنگی سوار

یعنی کہ چین میں بغیر کھلے ہوئے پھولوں کا ہوز بہر آلود تیر اور برہی کی بھال بنا ہوا تھا بلبل
کا شور و غل نالہ بسل بن کہ بلند ہو رہا تھا۔ تازہ تازہ آگ ہوئی چیزیں خون گلزار بنی ہوئی
تھیں۔ بنفشہ خط یعنی نیلگوں و صحاریاں جن میں سرخی اُبھر رہی تھی۔ اور چمن دشت پر
نبرد کا نقشہ کھینچا ہوا تھا۔ اس میں سرخ و زرد و شکستہ کھلے ہوئے تھے۔ لیکن نامعلوم
اس چین میں آبیاری کی گئی یا نہیں اتنا جانتا ہوں کہ اس چین کی آبیاری آب شمشیر سے
کی گئی۔

طارت عناد لارواح الفتوة والحمية من الاغصان وحارت انهار
والحمایة والصیام بلا جریات

یعنی جو ان وغیرت دار بلبلین اشجار کی شاخوں سے شکوہ و عظمت آدمی لے اڑی
تھیں اور نہر حمایت و نصرت کے پانی سے خشک ہو گئی تھیں۔ صغیر و کبیر۔ بڑا و پیر
سالار و سردار، غلام خدمت گوار سب ہی شہید ہو چکے تھے۔ نہ سپاہ تھی نہ

اصحاب و انصار

و نصرب نفوس اهل الايمان والصلاد والاجساد و
اقشعرت و نزعزعت قواعد ابیة الصلاح والرشاد -
اصحاب و انصار و یادوران امام مظلوم۔ سرکٹائے ہوئے۔ بے گور و کفن ریگ گرم پر
پڑے ہوئے تھے۔ جسم ہمارے مبارک زخموں سے پور پور تھے۔ جگر تلواروں سے ٹکڑے
ٹکڑے ہو گئے تھے و احسرتا جو عارفان امام حسین علیہ السلام تھے وہ تشنہ لب شہید
ہو گئے تھے۔ اور یہ وہ ہستیاں تھیں کہ اُمدت مسلمہ میں تقویٰ و پیر ہیز گاری میں شہوتھیں
مگر کوفیوں نے ان کی قدر کو بھلا دیا ہے

صاروا ولولا قضاء الله يمسكهم

لعلیت کو البنی سفیان من اشر

صاحب روضۃ الشہداء کہتے ہیں کہ جب امام حسین علیہ السلام بے یاد و انصار رہ گئے
اور سوائے شہزادگان خانوادہ نبوت و امامت کوئی دوسرا باقی نہ رہا۔ اس وقت امام
مظلوم نے ان کو بحسرت دیکھا۔ آہ سوزان جگر سے کھینچی۔ رخ مبارک پر ایک ایسی
حالت طاری ہوئی کہ سوائے ذات باری کسی کو اس پر آگاہی نہ تھی۔ جل الالہ و
لیس الحزن بالغۃ۔ جو انان بنی ہاشم نے اس صورت حال کا مشاہدہ
کیا۔ اور حضرت امام عالی مقام کے گرد جمع ہوئے اور عرض کیا اے نور دیدہ مصطفوی
اے ماہ آسمان ہدایت، اے رہبر وادی شہادت۔ اور اے قاسم جنان۔ ہم آپ
کے بعد زندگی نہیں چاہتے۔ امام غریب نے جب ان کا یہ سخن سنا۔ ابدیدہ ہوئے۔
ان کے حق میں دعا بخیر کی۔ اور پھر یکے بعد دیگرے سب کو رخصت کیا اذان جہاد دی۔
اور اصحاب کی شہادت کے بعد جو انان علی وفا طرے رکاب امام حسین کو بوسہ دیا۔

میدان قتال میں گئے اور تھوڑی ہی دیر میں بھرے ہوئے خیمہ خالی ہو گئے۔ امام حسین نے اس وقت آہ بگر سوز کہنچی اور فرمایا۔ ہل من یقدم الی جواد ی آیا ہے کوئی جو میرے لیے اس پر مرگ لائے واسر تا میرے جوان کہاں چلے گئے علی اکبر کہاں ہیں۔ قاسم کہاں ہیں۔ عون و محمد کہاں ہیں جب کوئی جواب نہ ملا۔ تو زینب خاتون درخیمہ پر آئیں اور فرمایا بھیجا حسین اب بیکی نہیں دکھی جاتی اسے میرے ماں جائے بہن سواری لانے کے لیے تیار ہے۔ اس وقت تمام اہل حرم میں ایک کہلم بیاء گیا وحسینا کی صدا میں بلند ہوئیں۔ فتحد ذلک عجناء النساء الهاشمیات و الحرائر الفاطمیات لمشاهدتکم علی هذا الحال ومعانیة الحال۔ آہ واویلا اس وقت عورات ہاشمیہ میں کوئی گیسو پریشان کئے ہوئے تھی کوئی سینہ کوئی کر رہی تھی۔ کوئی منہ پر طلائچہ مار رہی تھی کسی بی بی کو غش آرہا تھا۔ سکینہ خاتون سکتہ کی حالت میں کھڑی تھی۔ اس وقت بیبیاں علی وفاطمہ کو پکار رہی تھیں اسے شاہ نجف مدد کو آئے۔ اسے بی بی فاطمہ مزار سے نکلے اور اپنے حسین کی بیکی دیکھے۔

فَجَعَلَتْ تَدْبِهُمُ وَتَنُوحُ عَلَيْهِمْ بِزَفَرَاتٍ وَاعْوَالٍ دَلَّ چاہتا ہے کہ مومنین سے ایک سوال کروں اہل حرم کی نگاہ کبھی مقتل کی طرف اٹھتی ہے تو اصحاب امام حسین کے لاشے نظر آتے ہیں جو خاک و خون میں غلطاں ہیں۔ ریگ کربلا لاشوں پر کفن بنی ہوئی ہے۔ جوانان ہاشمیہ کی شہادت کا ذکر تفصیلاً کیا جائے گا۔

روز عاشوراء جوانان ہاشمی میں اول شہید کا اذان جہاد طلب کرنا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

احادیث و روایات سے مستفاد ہوتا ہے کہ جب تک اصحاب و انصار امام حسین

علیہ السلام میں سے ایک تم بھی باقی رہا۔ اس وقت امام حسین تک کے عزیزوں اور اولاد میں سے کوئی شہید نہیں ہوا۔ لیکن بعد شہادت انصاران امام حسین عزیزوں اور بچوں کی شہادت کی نوبت آگئی۔ البتہ اس مقام پر یہ تعین کرنا کہ امام حسین کے عزیزوں میں سے پہلا شہید کون۔ بے محل اختلاف ہے اہلبیت امام حسین میں سے علی اکبر پہلے شہید ہیں یا عبد اللہ ابن مسلم جن عقیل۔ اس بات پر مورخین اور مقاتل کا اجماع ہے کہ پہلے شہید جناب عبد اللہ بن مسلم بن عقیل ہیں۔ لیکن مصنف کامل السیف اور محمد بن ادریس علیہ الرحمۃ صاحب کتاب سرائر فرماتے ہیں اول قتل فی الوقعة یوم الطف من آل ابی طالب علی ابن الحسین صاحب مقاتل بھی اس امر کے قائل ہیں اول قتل مع الحسین ابنہ علی اکبر کہ امام حسین کے فرزند علی اکبر پہلے شہید ہیں۔ مرحوم سید علیہ الرحمۃ کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ فَتَقَالَعُ بَیْقُ مَعَ الْحُسَيْنِ سَوًى اَهْلِبَيْتِهِ خُيَيجَ عَلًى ابْنِ الْحُسَيْنِ شیخ مفید علیہ الرحمۃ کتاب الارشاد فرماتے ہیں کہ اصحاب امام حسین میں سے ہر ایک امام کی خدمت میں حاضر ہوتا اذان جہاد طلب کرتا۔ اور میدان قتال میں جاتا یہاں تک کہ تمام اصحاب روز عاشورا قبل از اعزاء و اقرباء حسین علیہ السلام شہید ہو گئے۔ اس وقت فتنہ قدم علی ابن الحسین یعنی اس وقت علی اکبر نے میدان قتال میں جانے کی پیش قدمی کی۔ اہل تاریخ و سیرا اکثر صاحبان مقاتل نے لکھا ہے کہ جب حضرت امام حسین کے سامنے اصحاب انصار میں سے کوئی باقی نہ رہا تو آپ نے فرمایا الان وصل النوبة الی اے میرے بھائیوں اب میرے جان و سر دینے کی نوبت آپہنچی ہے۔ جوانان ہاشمی نسب و حسب سب کے سب نے امام حسین علیہ السلام کے قدم مبارک پر سر رکھ دیا اور عرض کیا اے مولیٰ اے سید و سوار ایسا کس طرح ہو سکتا ہے کہ آپ شہید ہوں اور

ہم زندہ ہیں لاینبغی محاربتک و نحن احياء۔ آپ کی نوبت شہادت
ابھی نہیں پہنچی ہے جب تک کہ ہم زندہ ہیں پہلے ہم شہید ہوں گے۔ چنانچہ سب
سے پہلے عزیز واقارب میں حضرت علی اکبر ابن الحسین نے اذان جہاد طلب کیا۔ امیرِ مَدِ
خواند شاہ صاحب کتاب روضۃ الصفا میں لکھتے ہیں کہ قاتلان بر تقدیم علی اکبر لکھتے
ہیں کہ جب حضرت امام حسین نے خود میدان قتال جانے کا عزم کیا تو اہل بیت میں سے
آپ کے فرزند علی اکبر نے پیش قدمی کی ہے اور بعض بزرگ و اعلیٰ ہستیاں اس امر کی
بھی قائل ہیں کہ عبداللہ بن مسلم بن عقیل پہلے شہید ہیں چنانچہ محمد بن شہر آشوب
کتاب مناقب میں فرماتے ہیں کہ اول من برز من بنی ہاشم عبداللہ بن مسلم علامہ
مجلسی نے کتاب بحار جلد ۱۱ میں ایسا ہی فرمایا ہے۔ جلاء العیون (فارسی) میں بھی
اسی طرح مرقوم ہے کتاب حبیب الہدیٰ کہ امام جب حسین علیہ السلام نے میدان جہاد
میں جانا چاہا تو اہل بیت جمع ہو گئے اور عبداللہ بن مسلم بن عقیل نے بیعت کی۔
میدان قتال میں گئے اور جام شہادت نوش کہا ابی مخنف اور لوط ابن یحییٰ نے اپنے
مقاتل میں لکھا ہے کہ اول شہید کے بارے میں یہاں مذکورہ پائے جاتے ہیں یعنی
کے بعض کے نزدیک یہ ہے کہ حضرت علی اکبر ابن الحسین اول شہید ہیں اور بعض کے
نزدیک عبداللہ ابن مسلم بن عقیل پہلے شہید ہیں۔ لیکن مقابلہ کثیر اقبال یہی ہیں کہ
حضرت علی اکبر ہی پہلے شہید ہیں۔ لیکن علامہ شیری نے گفتار کتاب ریاض الاحزان
میں فرماتے ہیں کہ والراجح عندی تقدم علی بن الحسین عیدہما السلام
لوردود الخیر و تکاثر اهل السیر۔ یعنی کہ میرے نزدیک یہی اقویٰ ہے
کہ حضرت علی اکبر پہلے شہید۔ اور زیارت نامیہ مقدسہ میں کہ جس میں شہد اکبر کے
اسماء گرامی درج ہیں امام علیہ السلام سے منقول و ماثور ہے کہ جب حضرت علی اکبر کی

قربار کی زیارت کا ارادہ کرے، فقط عند رجلی الحسین و هو قبر علی ابن
الحسین فاستقبل القبلة بوجهک فان هناك حوضۃ الشهداء۔
یعنی رو قبلاً کھڑا ہو کہ جہاں گنج شہداء علیہم السلام ہے انکشت شہادت سے
اشارہ کرے اور کہے السلام علیک یا اول قتیل من نسل خیر سلیل من
سلالة ابراهيم الخلیل صلی اللہ علیک و علیٰ ابیک۔ یعنی کہ سلام
ہو اول شہید پر کہ جس نے تمام عزیز واقارب میں اپنی جان امام حسین پر قربان کی اور
جو خلاصہ نسل خلیل خد ہے۔ پس اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جناب علی اکبر علیہ السلام
اقرباء میں سب سے پہلے شہید ہیں اور خون آلودہ لاش علی اکبر سے امام حسین نے
برہمی کا پھل نکالا۔ اور فرمایا اے بیٹا اس قوم نابکار کو خدا قتل کرے کہ اس نے تمہیں
قتل کیا اور تم پر رحم نہ کیا اور حرمت رسول خدا کو مٹا لے کیا۔ اے میرے فرزند تو شبیہ
رسول خدا تھا اے نور نظر تمام کائنات کا درد و سلام ہو تجھ پر۔ علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ
فرماتے ہیں کہ منقذ بن مرقہ نے کہیں گاہ سے آپ کے سر مبارک پر گزرا مارا اور شہزادہ
علی اکبر گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے۔ اور کوئی بیرحم نے تلوار سے جسم
مبارک ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ حضرت علی اکبر نے محسرت خیمہ کی طرف نگاہ کی۔
واقعاً صورتہ یا ابتاء۔ بدر دویاس آواز دی کہ اے بابا دادا جان اب کوثر لائے ہیں۔
امام حسین مقل میں پہنچے دیکھا کہ اٹھارہ سالہ جوان خون میں غلطاں پڑا ہوا ہے۔ سر
شکافہ ہے۔ بدن زخموں سے چور چور ہے فرماتے ہیں یا ولدی علی الدنیا
بعدک العفا۔ اے نور نظر تیرے بعد زندگی بے کیف ہو گئی۔ اے فلک
تو نے فرزند کو مجھ سے جدا کر دیا اور غم علی اکبر میں مجھے سوختہ کر دیا۔
الشیخ فخر الدین لکھتے ہیں کہ جب الحرم نے خیر شہادت حضرت علی اکبر سے

قصر خن النساء - عورتوں میں شور و غوغا پرا ہو گیا۔ داعی اکبرہ کی آوازیں بند ہو گئیں۔ امام حسین علیہ السلام نے جب الحرم کے گریہ و زاری کو دیکھا تو آپ کو شدید صدمہ ہوا۔ ملتقین صبر کی - اور فرمایا اے بہن زینب و ام کلثوم اور اے بیٹیوں تمہیں تو ابھی بہت زیادہ گریہ و بکا کرنا ہے ابھی تو ایک بھی جوان کا ماتم کیا ہے اور بھی جوان شہید ہو گئے جس قدر صدمہ علی اکبر تھا کسی کو کیا خبر ہے

داعی کہ حسین از غم اکبر بجزگداشت
جز خالق اکبر ز دل او کہ خبر داشت
تا اندم آخر کہ بریدند سرش را
او دیدہ حسرت بوسے لعش پس داشت
میسخت خود از تشنگی و در دم آخر
از سوز لب خشک پس دیدہ تر داشت

یعنی کہ حضرت علی اکبر کے شہید ہونے پر جو صدمہ امام حسین علیہ السلام کو ہوا اور جو داعی طلب امام حسین نے برداشت کیا اس کی سوائے خداوند عالم کسی اور کو کیا خبر۔ امام حسین نے سر کو کٹتے ہوئے دیکھا تو حسرت کے ساتھ لاش پس پر نظر کی دیکھا کہ علی اکبر تشنگی سے سوختہ ہیں، دم آخر سوکھے ہوئے لب میں مگر آنکھوں میں آنسو ہیں۔ مولف کتاب صدر بقدر ملتس دعا ہیں مومنین کرام ان کو سورہ فاتحہ سے نوازیں۔

شہدائے کربلا میں اول شہید علی اکبر اور زیارت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

کتاب مستطاب تحفۃ الزائرین جو کہ حضرت علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ کی تالیفات میں سے ایک تالیف (کتاب) ہے اور یہ کتاب زائرین مشاہدہ مقدمہ کے لیے ایک دستور العمل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب میں ابو حمزہ ثمالی سے ایک زیارت مقبول ہے جس میں حضرت صادق آل محمد علیہ السلام نے ابو حمزہ ثمالی کو اس طرح زیارت حضرت

علی اکبر تعلیم کی ہے کہ جب تم زیارت قبر حضرت علی اکبر علیہ السلام کرنے کا ارادہ کرو تو چاہے جد حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر مبارک کے نزدیک جاؤ۔ اور پائیں مزار امام حسین علیہ السلام قبر حضرت علی ابن الحسین ہے یعنی حضرت علی اکبر کی قبر ہے۔ اس جگہ سلام کرو اور زیارت قبر علی اکبر علیہ السلام کرو۔ اگر مومنین کرام اس زیارت ماثورہ میں حضرت امام جعفر صادق آل محمد کے فقرات پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ شہزادہ علی اکبر قاتل اول ہیں

زیارت میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں السلام علیک یا بن رسول اللہ وابن خلیفۃ

رسول اللہ و رحمۃ اللہ وبرکاتہ طلعت شمس او غربت -

یعنی کہ قبر حضرت علی اکبر علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے اس طرح سلام کرے کہ فرزند

رسول خدا، اے خلیفہ رسول خدا کے نور نظر، اے بندت رسول اللہ کے نور دیدہ میرا

سلام ہوا آپ پر اور خدا کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں آپ پر آفتاب نکلا اور غروب

کر گیا اب ہم زیارت کے بعض فقرات کا ترجمہ کرتے ہیں اے آقا زادے اے شہزادہ

السلام علیک وعلی روحک و بدنک - یعنی آپ کی روح اور بدن پر سلام ہو

مولف کتاب فرماتے ہیں کہ اگر یہ بندہ ناچیز ابو ثمالی کی جگہ ہوتا تو حضرت صادق آل محمد

سے سوال کرتا کہ اے مولیٰ یہ سلام کسے علی اکبر آپ کی روح پر سلام ہو۔ روح علی اکبر

تو اعلیٰ علیین میں ہے۔ اپنے آبا و اجداد کی خدمت میں سے یا روح مجروحی کہ روز

ماشوراء شدت پیاس اور تیش آفتاب سے افسردہ تھی۔ اور ایسی پژمردگی کے عالم

میں دنیا سے رخصت ہوئی اور جب شہزادہ علی اکبر شہید ہوئے اور حضرت امام حسین

لاش پس پر پہنچے تو فرمایا۔ اے نور نظر، اے علی اکبر مانت فقد استرحمت

من ہمدنیا و غمها و صرت الی روح و راحة و بقی ابوک فریداً و حیداً و ما اسرع بک - یعنی اے علی اکبر تو دنیا سے

رحمت ہو گیا۔ اور غمہائے دنیا سے نجات پا گیا۔ اور تیری روح راحت کو پہنچی۔ لیکن تیرا بابا یکہ و تنہا رہ گیا میری دوسری گزارش حضرت صادق آل محمد سے یہ ہے کہ اے مولیٰ ہم جو سلام کرتے ہیں یہ تو بدن علی اکبر کو ہے جیسا کہ کہتے ہیں و علی بدنك - یعنی کہ وہ بدن خون آلودہ چو پائیں قبر حضرت امام حسین علیہ السلام دفن ہے یا آپ کے اس بدن کو جو بعد ظہر روز عاشورا زخموں سے چور چور کر جس کے باسے میں روایت میں یہ الفاظ ہیں فقط عوہ بسبب و فہم ار بار بار۔ پھر حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا اے ابو حمزہ شمالی یہ کہو کہ اے آقا زادے۔ بابی انت و اخی من مذبح و مقتول من غیر جرم - یعنی پدر مادر (مال باپ) اے علی اکبر آپ پر فدا ہوں کہ آپ بے جرم و بے خطا قتل کئے گئے۔ علامہ مجلسی بحار میں فرماتے ہیں کہ فضیلتہ الناس بامسیا فہم کہ دشمنوں نے حضرت علی اکبر کو اپنے گھیرے میں لے لیا اور تلواریں مارنا شروع کیں۔ اور جسم مبارک ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اور جب آپ کی روح حنجرہ سے بہ گنگرہ اقدس پہنچی اور اس وقت آپ کو زنج کیا گیا کہ جب عمر سعد ملعون نے حکم دیا کہ شہیدوں کے سران کے بدن سے جدا کئے جائیں۔ تو حضرت علی اکبر کا مبارک تن سے جدا کیا گیا صادق آل محمد فرماتے ہیں۔ بابی انت و اخی یا من دملک المعرضی الی حبیب اللہ بابی انت و اخی من مقدم بین یدی ابیک بحسبک و یبکی علیک محترفا علیک قلبہ یرفع دملک بکفہ الی عنان السماء ولا یرجع منہ قطرة ولا تسکن علیک من ابیک ذفرۃ و دعلک للفراق - یعنی کہ میرے مال باپ فدا ہوں اے علی ابن الحسین تم پر یہ تصور کرتے ہوئے کہ آپ زخمی حالت میں میدان قتال سے واپس آئے

اور اپنے بابا حسین کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا ہے کہ اے بابا پیاس بے چین رہی ہے۔ شدت کی تشنگی ہے اس وقت امام حسین نے بیٹے کو دیکھا اور فرمایا اے علی اکبر اب تم شہداء میں شامل ہونے والے ہو۔ اے بیٹا اب تمہیں تمہارے دادا آپ کو ترپلائیں گے۔ اے فرزند تم بہت زخمی ہو۔ میرا دل بے چین ہو رہا ہے۔ اور اے بیٹا تمہارا خون میرے نانا کی خدمت میں ہدیہ کیا جا رہا ہے اے نانا یہ خون آپ کی شبیہ کا ہے۔ علی اکبر شبیہ پیغمبر خدا تھے مرحوم السید لہوف میں فرماتے ہیں کہ حضرت علی اکبر کے گلوے مبارک پر ایک تیر لگا تھا جس سے خون جاری تھا زیارت میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ رومی بسنمہم فوق فی حلقہ خرقۃ و اقبلہ ینقلب بدہ - یعنی تیر حضرت علی اکبر کے گلوے مبارک پر لگا جس سے گلوے مبارک مچھٹ گیا۔ اس وقت کی حالت زار کا نقشہ مؤلف نے نظم میں پیش کیا ہے

بابا بیکہ تیغ جفا ساخت کار من	برگ پخیدہ کشت خزاں نو بہار من
بابا بیا فتادم و جام بلب رسید	دست اجل گرفت زلف اختیار من
قاتل تنم زنجیرین پارہ پارہ کرد	رحمی نکرد و بر مرہ استکبار من
تا بر تنم بود ز منی بر سرم بیا	بگر بوقت مرگ بر احوال زار من
این ضربت نمود کہ فرم شکافتہ	بُردہ زبان تحمل از کف قرار من
از تیغ ظلم دشتہ مغمم گیسختہ	بلبلگو کرد گر نگشتہ انتظار من
بابا بیکہ کار من از دین و آن گزشت	تبعیل کن کہ وقت دواع از نیل گزشت

یعنی اے بابا تیغ جفانے میرا کام تمام کر دیا۔ اور خزاں نے میرے غنچہ نو شکفتہ کو پژمرده کر دیا ہے۔ اور قاتلوں نے میرے جسم کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ اور نتیجہ موت

نے میرا اختیار سلب کر لیا ہے۔ یعنی کہ میں بے بس ہو گیا ہوں۔ مجھ پر میرے گریہ پر قاتل نے رحم نہیں کیا ہے۔ ابھی رنق جان باقی ہے میرے سر پر لے تشریف لائے۔ اور اپنی آنکھوں سے میرا دم آخر نکلتے دیکھتے اور یہ گرز کی ضرب جو میرے سر پر لگی ہے ملاحظہ فرماتے۔ اس ضرب سے میرا قرار خست ہو گیا ہے۔ اور تیغ ظلم نے میری عمر کو ختم کر دیا ہے۔ اور میری ماں ام ایمن سے کہنا کہ میرا انتظار نہ کرے۔ اے بابا جان اب کوئی دم میں میرا کام تمام ہونے والا ہے۔ جلد آئیے جلد آئیے ایسا نہ ہو کہ وقت وداع گزر جائے۔

حضرت علی اکبر کا اذان جہاد طلب کرنا اور امام حسین کا لباس جنگ پہنانا اور رخصت کرنا

اصحاب و انصار کی شہادت کے بعد اہل بیت طاہرین میں تقریباً بیس افراد (تن) تھے امام حسین علیہ السلام خود بہ نفس نفیس آمادہ کار نظر ہوئے لیکن جوانان ہاشمی نے کسی طور یہ نہیں چاہا کہ ان سے پہلے امام حسین علیہ السلام میدان قتال میں جائیں۔ بلکہ عرض کیا اے آقا، اے سید سردار ایسا کیوں کر ہو سکتا ہے کہ ہم زندہ رہیں اور آپ ہماری آنکھوں کے سامنے قتل ہوں خدایہ وقت نحس ہمیں نہ دیکھا ہے۔ اس وقت حضرت شہزادہ علی اکبر علیہ السلام نے اپنے بابا کی خدمت میں عرض کیا۔ کما فی الریاض عن الروضة فقال یا ابتاہ لا ابقا فی اللہ بعدک طرفۃ عین
اے پدر عالی قدر اے بابا جان آپ کے بعد زندہ رہنے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ اب اذان جہاد عطا کیجئے یہ سن کر امام حسین کے چہرہ کا

نگ زرد ہو گیا فرمایا اے بیٹا یہ کیا کہتے ہو تم شبیہ رسول خدا ہو تمہیں میرے بعد زندہ رہنا چاہتے۔ حضرت علی اکبر نے عرض کیا کہ آپ کے بعد زندہ رہنا حرام ہے۔ ایسی زندگی کہ آپ نہ ہوں علی اکبر کو پسند نہیں ہے۔ اس وقت اہل حرم میں گریہ و بکا کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ فاخذ فی الالحاح علیہ و البکاء و الزمہ و الجزع و الالہ۔ الم حرم کا گریہ و بکا دیکھ کر حضرت علی اکبر نے اپنے جد بزرگوار پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ دے کر امام حسین سے اذان جہاد طلب کیا۔ اپنے حلقہ میں لیے ہوئے تھے یہ بیاں دامن سے لپٹی ہوئی تھیں۔ فلما کثرت مبالغۃ فی الاستیذان واشد جزعہ و هو عطشان اذن لہ الحسین و هو طمات۔ آخر کار شہزادہ نے انتہائی گریہ وزاری اور بیقراری کا مظاہرہ کیا کہ اذان جہاد جہاد مل جائے۔ امام حسین نے فرمایا
گرز خون آغشته کردد کا کلمت
غم مخور مشکین شود آن سبکت

یعنی کہ اے فرزند گریہ ہی خواہش ہے کہ میدان قتال میں جاؤ اور عروس مرگ سے ہمنار ہو تو بخوشی اجازت ہے۔ اپنے خون میں اپنی زلفیں رنگین کرو۔ غم مت کرو۔ یہ سن کر شہزادہ علی اکبر کا چہرہ شوق شہادت میں چمکنے لگا۔ امام حسین علیہ السلام نے بیٹے کو لباس جنگ سے آراستہ کیا۔ آلات حرب جسم علی اکبر پر سجائے۔ ماں بہنیں۔ چھو بھیاں سمجھیں کہ علی اکبر دولہا بن رہے ہیں۔ روایت میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ و دب علی قامتہ السحۃ الحرب واللبستہ الدرع و شد فی وسطہ منطقه
لہ من الامیر فوضع علی مفرقۃ مغفر اقولادیا و قلد سیفا مصری و اکر العقب بلاقابانویا
یعنی جسم علی اکبر پر لباس جنگ پہنایا مغفر فولادی سر پر رکھا۔ اور کمربند کہ جو تبرکات

پیغمبری سے تھایزب مکر کیا۔ تلوار مصری میان میں رکھی۔ اور زب مکر کی۔ اور اپنے مرکب براق مثال پر سوار ہوئے مؤلف نے اس وقت کی منظر کشی اس طرح کی ہے۔

بلغت بحال غمگین سبسر جدا گشتی از من تو جان پسر
تورفتی و غم محفل ما شکست چہ محفل و گچوں دل ما شکست

یعنی امام حسینؑ نے وقت وداع علی اکبرؑ زبان حال سے بحال غم فرمایا کہ نور نظر تم مجھ سے جدا ہو رہے ہو۔ میری محفل سونی ہو گئی۔ اور محفل پر کیا منحصر ہے میری جدائی سے شکستہ ہو گیا اس وقت الطحرم، چھو بھیاں۔ بہنیں، ماں علی اکبرؑ کو حلقہ میں لیے ہوئے تھیں درخیمہ سے جب علی اکبرؑ نکلے ہیں تو ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے بھرے گھر سے جنازہ نکلتا ہے خدا حافظ کی صدائیں بلند تھیں۔ پھر ایک مرتبہ الطحرم میں شور و شیون بلند ہوا۔ اور پھر بچوں نے شہزادہ علی اکبرؑ کے گھوڑے کو اپنے حلقہ میں لے لیا۔ رکاب سے لیٹ گئے۔ علی اکبرؑ میدان قتال میں نہ جاؤ جو بھی میدان کارزار میں جاتا ہے زندہ واپس نہیں آتا۔ ام لیلیٰ حسرت سے بیٹھے کو دیکھ رہی تھیں۔ زینبؑ خاتون سوچ رہی تھیں کہ جسے اٹھارہ سال پالا ہے۔ وہ اب خاک و خون میں مل جائے گا۔ میرا دل چاہتا ہے کہ خطاب کروں اے ہاجرہ مادر اسماعیلؑ ذرا عالم بالا سے شہزادہ کی رخصت کا منظر دیکھئے کہ کس شان سے ام لیلیٰ نے اپنے جوان بیٹے کو قربان کیا ہے۔

کتب مقاتل میں ہے کہ حضرت زینبؑ خاتون۔ جناب ام لیلیٰ سے زیادہ بیقرار تھیں مادر علی اکبرؑ جناب ام لیلیٰ یہ سمجھتی تھیں کہ علی اکبرؑ جناب زینبؑ خاتون کے لیے ان کے بیٹے کی جگہ میں۔ اسی احترام زینبؑ خاتون کی وجہ سے ام لیلیٰ نے زیادہ

بے چینی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ البتہ اتنا اپنی زبان سے فرمایا اے علی اکبرؑ تم نے مجھے اپنی دادی فاطمہؑ کے سامنے سرخرو کر دیا۔ جاؤ بیٹا خدا حافظ و نامہ۔ پھر خداوند عالم سے مناجات کی۔ اور کہا یارا دیوسف علی یعقوب و یوسف و یوسف علی ہاجرہ سر دعلی و لدی۔ یعنی اے خداوند عالم کہ یوسف کو چالیس سال بعد ان کے پدر عالیقدر یعقوب سے ملایا۔ اسماعیل کو دوبارہ ہاجرہ سے ملنا نصیب ہوا۔ تو میرے علی اکبرؑ کو مجھ سے دوبارہ ملا دے۔ اے مومنین ام لیلیٰ کی یہ دعا پوری ہوتی اور شہزادہ علی اکبرؑ زخمی حالت میں جب مقتل سے واپس آئے ہیں سر مبارک شکافۃ زخموں سے تن چور چور ہو رہا تھا۔ باپ کی خدمت میں آئے۔ ماں نے بھی بیٹے کو دیکھا اور زینبؑ خاتون نے بھی دیکھا۔ میں سوال کروں جب بیسیوں نے زخمی حالت میں جوان بیٹے کو دیکھا ہوگا تو ان کے دل پر کیا گزری ہوگی۔ اس وقت تمام الطحرم فریاد کر رہے تھے۔ اے شیعہ۔ دوبارہ جب علی اکبرؑ آئے ہیں تو خود نہیں آ سکے۔ بلکہ امام حسینؑ بیٹے کی لاش خیمہ میں لے کر آئے ہیں۔ درخیمہ پر پہنچے پکار کے فرمایا اے بچو، علی اکبرؑ کی لاش خیمہ میں لے جاؤ۔ عزادارو۔ بچے نکلے اور لاش علی اکبرؑ خیمہ میں لے گئے۔ مسند پر لاش رکھ دی۔ بہنوں نے بین کئے۔ زینبؑ خاتون نے ماتم کیا۔ ام لیلیٰ بیٹے کی لاش پر آئیں اس طرح کہ فتنہ سہارا دے رہی تھیں جب لاش علی اکبرؑ کے پاس پہنچیں فرماتی ہیں بیٹا علی اکبرؑ یہ ماں تم پر خدا ہو۔ سینہ پر ہاتھ کیوں رکھا ہے۔

اس بارے میں کہ حضرت علی اکبرؑ پہلے شہید میں

کتاب در بندی، کتاب روضۃ الشہداء اور کتاب ریاض الاحزان میں ہے۔

کہ حضرت علی ابن الحسین جو علی اکبر کہلاتے ہیں۔ روزاء شہید ہوئے و امہ لیلیٰ بنت ابی قرۃ بن ابی عمرو بن مسعود الثقفی۔ یعنی کہ آپ کی والدہ ماجدہ جناب لیلیٰ دختر ابی قرۃ بن ابی عمرو بن مسعود ثقفی تھیں۔ اور مسعود بن عمروہ جناب مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کے والد تھے۔ اور جناب مختار علیہ الرحمہ ایسے بزرگ ہیں کہ جنہوں نے قاتلان امام حسین کو واصل جہنم کیا ہے۔ اور قاتلان امام حسین سے انتقام لیا ہے۔ عمروہ و ابی عبیدہ اور سحیدہ تینوں بھائی تھے اور فرزند ان مسعود ثقفی تھے۔ لیکن مادر حضرت علی اکبر یعنی لیلیٰ۔ جناب مختار کے چچا زاد بھائی کی دختر تھیں۔ اور جناب لیلیٰ کی ماں کہ جن کا نام میمونہ تھا ابوسفیان کی دختر تھیں اور یزید بن معاویہ کی چھوٹی بھتیجی تھیں۔ ابوالفرج لکھتے ہیں کہ علی اکبر شہید کے کوئی اولاد نہ تھی۔ لیکن آپ کی کنیت ابی الحسن تھی۔ اور ماں لیلیٰ بنت ابی قرۃ بن عمروہ بن مسعود ثقفی تھیں۔ و ہواول من قتل فی الواقعة۔ یعنی کہ شہزادہ علی اکبر امام حسین کے قاتل ہیں۔ میں پہلے شہید ہیں۔ محمد بن سلیمان نے یوسف بن موسیٰ کے حوالہ سے خبر دی ہے کہ مغیرہ بن شعبہ کہتا ہے کہ ایک روز میں دربار معاویہ میں موجود تھا اور تمام اراکین شام حاضر تھے۔ اس وقت معاویہ نے کہا کہ مَنْ أَحَقَّ النَّاسَ هَذَا الْأَمْرَ کہ اس زمانہ میں روئے زمین پر کوئی شخص ایسا ہے کہ جو مستحق خلافت ہو۔ تمام حاضرین دربار نے جواب دیا کہ آپ خود مستحق خلافت ہیں لیکن اس پر معاویہ نے جواب دیا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ مستحق خلافت۔ علی ابن الحسین یعنی علی اکبر ہیں۔ کیونکہ ان کے جد حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں۔ اس وجہ سے ان کو حسب میں بزرگی حاصل ہے و باعتبار نسب۔ و فیہ شجاعت بنی ہاشم و سخا و بغا میة و ذہوب بنی ثقیف۔ یعنی کہ علی اکبر علیہ السلام صفات حمیدہ

اور شجاعت جلیلہ رکھتے ہیں اس طرح کہ آپ شجاعت میں وارث آل ثقیف ہیں آپ اپنے ہم عصر جوانوں میں مثل بدر کا مل تھے۔ عالم جلیل محمد بن ادیس صاحب سر اترنے تحریر کیا ہے کہ ابی عبیدہ خلفہ لا حمر نے حضرت علی اکبر کی مدح میں ایک نظم لکھی ہے۔

جس میں آپ کے نسب و شرافت پر روشنی ڈالی ہے۔ اس شہزادہ کے مرتبہ و جلال پر تمام عالم فدا ہوں آپ اس صورت زیبا اور جلالت و منزلت ہاشمی کے ساتھ میدان کارزار میں پہنچے۔ اور قتال فرمایا معین الدین روضۃ الشہداء میں لکھتے ہیں کہ شہزادہ علی اکبر قد وقامت میں مثل سرور و ان تھے روشن چہرہ تھے۔ ابوالموئید نواز زمی لکھتے ہیں کہ علی اکبر مانند شاخہ صنوبر میدان رزم میں پہنچے گیسو چہرے پر بکھرتے ہوئے تھے۔ آپ کے چار گیسو تھے۔ مؤلف کے والد مرحوم کتاب ریاض الاحزان میں فرماتے ہیں۔ فلما تجلی و جہہ لحرمة الهيحاء جعلها غیرہ صبح السیناء فی سورة الهزبر السالب کاتہ اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب لا بل کاتہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ صاحب المتاج علی البراق لیلۃ المعراج قد بدا منجلبا نور علی من حجاب احدى اذلی ابدی۔ یعنی کہ جب آپ میدان کارزار میں پہنچے تمام سپاہ شام نے بیاختہ آپ کی طرف دیکھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آفتاب فلک زمین کے برابر اتر آیا ہے۔ قد بالا پر نظر کی تو معلوم ہوا کہ چمن بہشت کا ایک سرور ہو رہے۔ لوگ آپ کو دیکھ کر حیرت میں رہ گئے۔ محسوس ہونے لگا کہ علی ابن ابی طالب میدان رزم میں آگئے ہیں۔ علی اکبر اپنے مرکب براق مثال پر

اس طرح سوار تھے جیسے صاحب المعراج شب معراج براق پر سوار تھے۔ عمر سعد نے جب دیکھا تو کہنے لگا من هذا الذي خرج وقد لي وبرئ وتجلي نعرفه نقاباً نفسه ونقائمه۔ یعنی عمر بن سعد بہاد کہنے لگا کہ یہ کون جو انہر ہے۔ جاہ جلال اور طلعت و نورانیت کو دیکھ کر پھر خود ہی کہنے لگا کہ ان هذا علي بن الحسين۔ یہ علی اکبر ہے اس مقابلہ میں تنہا جانا ٹھیک نہیں ہے اس سب مل کر حملہ کرو جب لشکر عمر بن سعد نے امام علی اکبرؑ سنا۔ تو بعض لوگ از خود جنگ سے کنارہ کشی کر گئے۔ کیونکہ اکثر بیشتر حضرت علی اکبرؑ کی تعریف سن چکے تھے۔ بعض لوگوں کی جرات نہ پڑی کہ وہ مقابلہ میں آسکیں پھر لشکر عمر بن سعد نے گھیرے میں لے کر چاروں طرف سے حملہ شروع کیا۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ واهل الكوفة يتقون قتله کہ اہل کوفہ نے آپ پر تیغ زنی کرنے سے اجتناب کیا اور آپ کے قتل سے باز رہے۔ یہاں تک کہ حضرت علی اکبرؑ نے ایک شیرازہ ملکہ کیا۔ یصول عليهم حملة الليث الغضوب و يكتشفهم عن اليمين والشمال والجنوب۔ یعنی کہ آپ نے ان پر ہر طرف حملہ کیا۔ کتاب کثر المواقب میں ہے کہ شہزادہ علی اکبرؑ حملہ کرتے ہوئے اپنے چہرہ پر نقاب ڈالے ہوئے تھے۔ عمر بن سعد کی فوج میں ایک سچی نامی شخص بطور تماشا ٹائی تھا ہوتا ہے کہ میں نے علی اکبرؑ کو دیکھا کہ اپنے چہرہ پر نقاب کی مثل کوئی کپڑا ڈالے ہوئے تھے۔ عمامہ سحاب آپ کے سر پر تھا تحت الحنک گردن میں تھا۔ آپ کے حملہ سے افواج عمر بن سعد میں الحذر الحذر کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں کہ ناگاہ ایک بے رحم ظالم نے کین گاہ سے آپ پر حملہ کیا۔ آپ کا عمامہ سر مبارک سے گر پڑا۔ اور سر مبارک زخمی ہو گیا۔ خون کا فوارہ جاری ہو گیا اور

سپر ہاتھ سے گر پڑی۔ اپنے مرکب کی گردن میں ہاتھ ڈال دیئے۔ اور آواز دی یا اتباہ اور کہنی اسے بابا خیر لیجئے کہ علی اکبرؑ دنیا سے رخصت ہو رہا ہے۔ ایک بدنہا کوئی نے آپ کے نیزہ مارا۔ آپ خون میں نہا گئے۔ الخ

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت علی اکبرؑ کی صوری و معنوی مشابہت

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ انسان کو فضائل و کمالات اور تہذیب و اخلاق کا حامل کرنا ضروری ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بعثت لا تمم مکام الاخلاق یعنی میں اس لیے نبوت پر مبعوث ہوا ہوں کہ لوگوں میں مکام اخلاق پہنچاؤں یعنی لوگوں کو اخلاقیات سے آراستہ کروں پس اخلاق جمید اور صفات پسندیدہ یعنی اچھی باتوں کا حاصل کرنا ہر انسان کے لیے لازم و واجب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جس وقت خداوند عالم نے مبعوث فرمایا تو آپ تمامی عادات و اطوار سنہ سے آراستہ تھے بلکہ جس قدر کمالات آپ سے پہلے انبیاء میں الگ الگ تھے وہ سب کے سب آنحضرت کی ذات والا میں جمع تھے وقد ورد فی الروایۃ ان اللہ تعالیٰ قد خص رسلاً باثنی عشر خصلۃ یعنی کہ خداوند علی الاعلیٰ نے اپنے مرسلین کو بارہ صفات محمودہ و پسندیدہ عطا کی ہیں۔ ان میں سے ایک صفت یہ ہے کہ ماضی بقضائے الہی رہے۔ یعنی قسمت پر حریف گیری نہ کرے اور سخاوت ہے قناعت ہے۔ صبر ہے۔ نیکی اخلاق ہے، علم ہے یہ تمام چیزیں سرمایہ نبوت ہیں۔ اور ان سب میں علم ممتاز ہے۔ اور حضورؐ ما بدرجہ اتم و اعلیٰ تمام

حضرت علی اکبر علیہ السلام نے اگرچہ جنگ مغلوبہ میں بھی اپنی شجاعت اور حرب
مضرب کا مظاہرہ کیا ہے آپ کی شجاعت کا اندازہ اس چیز سے ہو سکتا ہے کہ تین
دن کی بھوک و پیاس اور بیکسی کے عالم میں اس شان سے قتال کیا ہے کہ لشکر عمر
ابن سعد میں الامان الامان، الحمد الحمد کی صدا میں ہو گئی تھیں۔ روایت ہے کہ جب
شہنشاہ علی اکبر میدان جنگ میں آئے ہیں اس وقت عمر ابن سعد ملعون نے طارق ابن
تبیت سے کہا کہ جا اور اس جوان کو تمام کر یعنی قتل کر تاکہ مجھے ابن زیاد سے حکومت
موصول تیرے واسطے حاصل ہو۔ طارق نے کہا میں ڈرتا ہوں کہ اس جوان کو قتل کر دوں یہ

جب طارق واصل جہنم ہو چکا تو اس کا فرزند آپ کے مقابل آیا۔ لیکن حضرت علی اکبرؑ نے اُسے بھی ایک ہی وار میں واصل جہنم کیا۔ اس کے بعد طلحہ بن طارق نکلا یہ طارق کا دوسرا پسرتھا۔ طلحہ بن طارق لشکر عمر ابن سعد سے نکلا باپ اور بھائی کے غم میں سبک پاگل بنا ہوا تھا حضرت علی اکبر علیہ السلام کے مقابل ہوا اور اس بدنہاد نے آپ کے نزدیک پہنچ کر آپ کے گریبان کو پکڑ لیا اور اپنی طرف کھینچا اور چاہا کہ آپ کو مرکب سے نیچے گرا دے۔ ادھر دوست یدائش نے اس ملعون کی گردن کو اپنی گرفت میں لیا اور ایسا بھٹکا دیا کہ وہ ملعون نہ سنبھل سکا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ اس وقت اس جنگی حربہ کو دیکھ کر لشکر والے حیران رہ گئے اور مرجا کہنے لگے۔ اس کے بعد عمر ابن سعد نے مصراع ابن غالب نابکار کو بھیجا۔ وہ ملعون جب مقابلہ میں آیا فارادان سیل سیفہ کہ اس مردوے تلوار کا دار کیا۔ اس وقت حضرت علی اکبرؑ نے صحیحہ مثل رد کیا جس سے مصراع ابن غالب پر ہیبت علی اکبرؑ طاری ہو گئی۔ اور وہ نیم مردہ ہو گیا آپ نے اس کے سر پر تلوار ماری۔ سر تگافتہ

ہو گیا اور پھر آپ نے اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ جب ابن سعد ملعون نے یہ شجاعت دیکھی تو کہا کہ تم سب مل کر حملہ کرو۔ اس وقت لشکر باطل میں شور برپا ہو گیا۔ اور محکم بن طفیل بارہ ہزار سوار لے کر مقابلہ کے لیے نکلا۔ اور دوسری طرف سے ابن نوفل بارہ ہزار سوار لے کر میدان قتال میں پہنچا اور بھی سردار دو ہزار سواروں کے ساتھ نکلے اور سب نے آپ پر حملہ کرنا شروع کیا۔ امام حسینؑ جو درخیمہ سے بیٹے کی جنگ دیکھ رہے تھے پریشان ہو گئے۔ رخ مبارک کا رنگ زرد ہو گیا خدا حافظ زبان سے نکلا اس وقت میدان رزم میں عدائے علی اکبر بلند ہوئی گوش امام تک پہنچی تو حضرت نے فرمایا کہ میں تیری قوت بازو کے شاکر۔ لیکن اس لشکر نے میرے چاروں طرف سے حملہ کیا۔ کبھی وہ لوگ مثل روباہ حضرت علی اکبرؑ کے آگے سے بھاگ جاتے تھے اور کبھی حملہ کرتے تھے۔ بروایت مناقب حضرت علی اکبرؑ علیہ السلام نے اس لشکر باطل کے ایک سواستی نفرواصل جہنم کئے۔ فاصابہ جراحات کثیرہ چونکہ آپ جسم اقدس پر کثیر زخم تھے۔ جس کی وجہ سے طاقت و توانائی جواب دے چکی تھی آپ میدان رزم سے خیمہ کی طرف آئے اور جب امام حسینؑ کے پاس پہنچے تو فرمایا العطش قد قتل اے بابا تشنگی نے مجھے قتل کر ڈالا۔ فہل الی شربۃ من الماء سبیل۔ بابا کیا کوئی پانی کی صورت ہے کہ تشنگی بجھا سکوں۔ امام حسینؑ نے صبر کی تلقین کی۔ حضرت علی اکبرؑ نے گاہے مدینہ۔ گاہے نجف کی طرف رخ کر کے فرمایا بئی اے بیٹا نزدیک آؤ اور اپنی زبان میرے منہ میں دو۔ جب حضرت علی اکبرؑ نے اپنی زبان آپ کے دہن میں دی تو فوراً کھینچ لی اور عرض کیا بابا جان آپ کی زبان تو میری زبان سے بھی زیادہ خشک ہے پھر امام حسینؑ نے انگشتی دہن علی اکبرؑ میں دی فرمایا کہ شاید تشنگی رفع ہو جائے۔ آخر کار فرمایا اے بیٹا عنقریب

تم شہداء سے ملحق ہونے والے ہو۔ تمہارے دادا علیؑ آب کوثر سے سیراب کریں گے حضرت علی اکبرؑ میدان رزم میں واپس آئے قتال کیا لیکن جب مبارک پر گرز لگا تو آپ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے۔ امام حسینؑ کو آواز دی امام پہنچے دیکھا کہ علی اکبرؑ دم توڑ رہے ہیں آپ کی روح نے جنت کو پرواز کی۔ اور امام حسینؑ لاش پسر اٹھا کر خیمہ میں لائے۔

محمد حنفیہ جنگ صفین میں اور معرکہ کربلا میں علی اکبرؑ

جنگ صفین میں حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا معاویہ ابن ابوسفیان کے ساتھ مقابلہ تھا۔ جناب امیر المومنین نے ایک روز اپنے فرزند محمد حنفیہ کو قاسطین سے جنگ کے لیے بھیجا وہ شیر نشہ شجاعت جبردار جب میدان کارزار میں پہنچا تو لشکر باطل کے لوگوں کے کشتوں کے ڈھیر لگا دیئے کبھی محمد حنفیہ بمنہ لشکر حملہ کرتے اور کبھی میسرہ لشکر پر۔ آپ اسی اثناء میں خدمت امیر المومنین میں آئے چونکہ بے شمار لوگوں سے مقابلہ کیا تھا۔ آپ پر تشنگی غالب ہوئی اور اپنے پدرعالی قدر امیر المومنین علیہ السلام سے سوال کیا۔ چنانچہ آپ اصحاب کو حکم دیا کہ محمد کے لیے پانی لایا گیا اور حضرت امیر المومنین نے بہ نفس نفیس اپنے فرزند کو سیراب کیا۔ محمد فاتحانہ انداز میں واپس آئے تھے۔ امیر المومنین نے ان کو سیراب بھی کیا اور آپ کی زردہ پر بھی پانی چھڑکا، اور ان کے سر پر بھی پانی ڈالا تاکہ ٹھنڈک محسوس کریں۔ لیکن وحسرتاً کربلا میں آفتاب کی مدت سوانیزہ پر تھی۔ علی اکبرؑ تین دن کے بھوکے دیپلے بھی تھے۔ زخمی بھی تھے اور زخمی کو پیاس زیادہ محسوس ہوتی ہے جب آپ میدان قتال سے واپس ہوئے اور امام حسینؑ کی

خدمت میں پہنچے تو آپ نے سوال آب کیا حالانکہ علی اکبر اس وقت فاتحانہ انداز میں آئے تھے۔ مگر امام حسینؑ فرزند کو ایک گھونٹ پانی نہ بلا سکے۔ امام حسینؑ نے بیٹے کا سوال آب سنا اور سن کر سر جھکایا۔ فرماتے ہیں بیٹا علی اکبرؑ آب دنیا ہماری قسمت میں نہیں ہے۔ بیٹا علی اکبرؑ غریب تم کو تمہارے دادا آب کوثر پلائیں گے۔

ابوالفرج۔ سید ابن ثابت سے روایت کرتے ہیں کہ شہزادہ علی اکبرؑ شرت پیاس کی وجہ سے میدان سے واپس آئے ہیں۔ اور اپنے پدر عالیقدر امام حسینؑ سے سوال آب کیا ہے آپ کی تشنگی کے بارے میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں
انه وجع مراداً الى ابیه واستغاث من العطش
کہ آپ میدان سے پلٹے اور بابا کی خدمت میں پیاس کی شکایت کی۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں حبیبی اصاب قلیلاً حتی تسقیك رسول الله
اے آرام دل کچھ دیر صبر کرو۔ رسول اللہؐ تمہیں سیراب کریں گے۔ امام حسینؑ علیہ السلام نے حضرت علی اکبرؑ کے منہ میں انگشتری بھی رکھی شاید کہ غلبہ پیاس کم ہو جائے۔ طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ جب امام حسینؑ علیہ السلام نے دیکھا کہ پانی میسر نہیں ہے
فجی الحسین بكاء عالياً و قال واغوثا اس وقت امام حسینؑ علیہ السلام نے باوازا بلند گریہ فرمایا اور استغاثہ بلند کیا۔ اور حضرت علی اکبرؑ اسی حالت میں میدان کا رزار کو واپس چلے گئے چنانچہ علامہ مرتاض کتاب یاض میں فرماتے ہیں کہ حضرت علی اکبرؑ اسی حالت عطش میں میدان کا رزار میں آ گئے۔ اور اسی حالت میں پھر معرکہ آرا کی۔ لشکر باطل میں الحمد للہ کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ حضرت علی اکبرؑ نے اپنے گھوڑے کی عنان یعنی

باغ ذراست کی۔ اور کاب مرکب میں قدم جمائے اور قلب لشکر پر حملہ آور ہوئے فرمایا۔

بھی گفت نام علی اکبر است
مرا شوق دیدار پیغمبر است

کہ میرا نام علی اکبر ہے۔ میں ہی شبیبہ پیغمبر خدا ہوں۔ جسے شوق زیارت رسول خدا ہو وہ مجھے دیکھے حملہ کیا اور آپ نے اکثر شجاعان لشکر بن سو کو قتل کیا۔ روایت ہے کہ حملہ اول میں انتی افلو کئے اور حملہ دوم میں بھی اسقدر افراد قتل کئے۔ رفتہ رفتہ قوت ساتھ چھوڑے لگی امام حسینؑ دور سے اپنے فرزند کی جنگ دیکھ رہے تھے فرماتے ہیں کہ اے علی اکبرؑ میں تیرے قوت بازو کے قربان زیرب خانوں فرماتی ہیں کہ لیلیٰ مادر علی اکبرؑ میرے سامنے موجود تھیں۔ میں نے اور لیلیٰ نے امام حسینؑ کے چہرہ کی طرف دیکھا کہ یکایک امام حسینؑ کے چہرہ کا رنگ زرد ہو گیا۔ میں نے دریافت کیا برادرم کیا بات ہے کہ تمہارے چہرہ کا رنگ فق ہو گیا رخساروں پر زردی پھال گئی۔ فرمایا اے بہن علی اکبرؑ قتل ہو گئے۔

دنیا میں نعمت ہاء بہشتی کے نمونے اور توصیف

شمال و خصائل پیغمبر خدا

جاننا چاہیے کہ خداوند عالم نے جو نعمتیں بہشت بریں میں دائمی طور پر خلق فرمائی ہیں ان کے نمونے دنیا میں بھی پیدا کئے ہیں تاکہ صاحبان نظر قدرت خدا میں غور و فکر کر سکیں اور اس کی معرفت حاصل کریں۔ اور ان نمونہ ہاء بہشتی کی تصدیق

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمائی ہے کیونکہ آپ خداوند کی طرف سے ان چیزوں پر مطلع ہیں۔ مثلاً نعمت ہاء بہشت میں سے چار نہریں ہیں جو کہ پانی، دودھ، شہد اور خمر کی ہیں۔ اور ہر ایک نہر جدا جدا ہے۔ پانی کے ساتھ مزوج نہیں ہے بعض نا فہم لوگ اس پر یقین نہیں رکھتے لیکن ہر ایک نہر جدا گانہ حیثیت رکھتی ہے خداوند عالم نے یہ چاروں نہریں بطور نمونہ صغیر صورت بشری میں خلق فرمائی ہیں۔ آب شیریں۔ دردہن ہے یعنی شیریں گفتار ہونا۔ بن انسانی سے متعلق ہے آب بے مزہ ناک سے متعلق ہے۔ آب شور آنکھوں سے متعلق ہے۔ آب تلخ کانوں سے متعلق ہے جو کہ ایک دوسرے سے جدا گانہ ہیں۔ آپس میں ممزوج نہیں ہیں۔ اور نعمت ہاء بہشتی میں سے بعض دوسری نعمتیں لباس فاخرہ ہے جو رنگ برنگ کا ہوتا ہے۔ اور جو کہ بہشتی لوگوں کو عطا ہوتا ہے اور ہر ایک کو ستھو شاکیں رنگ برنگ کی عطا ہوتی ہیں۔ اور رنگارنگی فصل بہار میں چین میں نظر آتی ہے کہ طرح بر طرح رنگ برنگ پھول اور غنچوں سے چین آراستہ ہوتا ہے اور خوشبوؤں سے سمختہ زار چین ہوتا ہے۔ تاکہ دنیا دیکھے کہ خداوند عالم قادر مطلق ہے۔ بہشت برین میں ایک درخت بھی ہے جسے طوطی کہتے ہیں جو کہ وسط بہشت میں ہے وہ درخت زمین بہشت میں آگاہ ہوا ہے اور اس کی شاخیں بہشت کے ہر ایک قصر اور غروں میں ہیں اور ان سے طرح بر طرح کے میوے حاصل ہوتے ہیں۔ اس کا نمونہ دنیا میں بھی موجود ہے چنانچہ آفتاب عالم تاب ایک ہے مگر اس کی شعاعیں اس کا نور اس کی دھوپ ہر ایک گھر ہر ایک دروازہ ایک جگہ پڑتی ہے۔ اور اس سے مختلف پھل پھول پختہ ہوتے ہیں۔ بعض روایات و اخبار سے ظاہر ہوتا ہے کہ حسن و جمال بہشتی کمال ہے۔ خداوند عالم

نے جب دنیا بے بشریت آباد کی تو قد و قامت آدمؑ، محمدؐ، قائمیت اہل بہشت قرار دی۔ سن و سال عیسیٰؑ نمونہ ہے سن و سال اہل بہشت کا، زمزمہ (لحن) داد و نمونہ سر و دہان اہل بہشت ہے۔ حسن یوسفؑ۔ مشابہت یہ حسن اہل جنت ہے۔ اور اسی طرح حسن خلق جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت ذاتیہ ہے اور یہ انسانی خصلتوں میں سب سے اعلیٰ صفت اور نمونہ اخلاق اہل بہشت ہے یوں تو ہر ایک رسولؐ و نبیؑ کو خداوند عالم نے بہشتی صفات سے آراستہ کیا ہے لیکن آنحضرتؐ میں تمام صفات جمع کر دی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ من اراد ان ينظر الى آدم و صفوته والى شيث في نسبته والى ادريس في رفعة والى نوح في دعوته والى ابراهيم في خلته والى اسمعيل في فديته والى يعقوب في محنته والى يوسف في صباحته والى سليمان في حكيمته والى اسكندر في حكومته والى ذكوريا في خدمته والى يحيى في عصمته والى عيسى في طهارته۔ یعنی کہ جو شخص اس امر کی خواہش رکھتا ہے کہ وہ آدمؑ کو ان کی صفات اور نسبت شیتؑ رفعت ادریسؑ دعوت نوحؑ خلعت ابراہیمؑ فدیۃ اسمعیلؑ محنت یعقوبؑ صباحت یوسفؑ حشمت سلیمانؑ حکمت لقمانؑ حکومت سکندرؑ خدمت زکریاؑ عصمت یحییٰؑ طہارت عیسیٰؑ وغیرہ دیکھے تو میرے چہرہ پر نظر کرے خداوند عالم نے یہ تمام کمالات مجھ میں جمع فرمادیئے ہیں اور یہی کمالات رسولان و علیؑ ترغی، حسن مجتبیٰؑ، حضرت علی ابن الحسین یعنی علی اکبرؑ میں جمع ہیں یہ اٹھارہ سالہ جوان۔ بہشت برین

کے جوانوں میں سے ایک نمونہ ہے۔ اسی طرح حضرت ابو الفضل عباسؓ میں جو ماہ بنی ہاشم کہلاتے ہیں۔ قاسم ابن حسنؓ کی صورت و نورانیت میں اخلاق میں تصویر حسنؓ میں۔ عبداللہ بن مسلم بن عقیلؓ کہ جو سردار آل عقیل میں۔ محمد بن عباسؓ کہ جو صبح الناس ہیں یعنی انسانوں میں مانند نور صبح ہیں اور ان سب میں کمالات و صفات جمیدہ جمع ہیں۔ یہ صفات پسندیدہ تمام جوانان محمدی و مرتضویؑ میں تھیں اور بالخصوص شہزادہ علی اکبر علیہ السلام میں جمع تھیں اور آپؑ ظاہر بھی شہید و سونہا روایت ہے کہ جب حضرت علی اکبرؑ عازم میدان قتال ہوئے ہیں تو انحرام میں شور و غوغا برپا ہو گیا۔ اور جب امام حسینؑ علیہ السلام لاش پسر خیمہ میں لاسے ہیں تو انحرام ماتم کنان و خیمہ تک آگئے۔ مسند پر لاش علی اکبرؑ کو رکھ دیا۔ پھوپھی بہنوں اور ماں نے لاش علی اکبرؑ پر ماتم و گریہ کہا۔

مجلس دربارہ معرفت علی اکبرؑ اور تعریف شکل و شمائل

جب حضرت علی اکبرؑ کو اذان جہلا ملا اور آپؑ مثل اسمعیل ذبیحہ بن کر عازم میدان قتال ہوئے تو حضرت امام حسینؑ علیہ السلام نے یہ ہزار حسرت علی اکبرؑ کے سر پر فلک ڈالی۔ مولف کے والد ماجد مرحوم اپنی کتاب ریاض میں تحریر کرتے ہیں کہ فلما تجلی شمس طلعت من افق ظہر العقاب واستولی یدہ و قدمہ علی اللعان والركاب خرجت عمامة واخوته واحد قن بہ و من العزیمۃ یعنی کہ جب شہزادہ عالم پشت فرس پر سوار ہوئے اور انحرام کو خبر ہوئی کہ علی اکبرؑ عازم میدان قتال میں۔ تو ایک مرتبہ۔ پھوپھیاں۔ بہنیں۔ اور مخدرات خیمہ سے باہر نکل آئیں۔ اور آپؑ کے گھوڑے کے گرد حلقہ بنالیا۔ نالہ و فریاد کرنے لگیں اور

چاہتی تھیں کہ علی اکبرؑ میدان قتال کو نہ چائیں۔ امام حسینؑ نے سب سے فرمایا کہ اے دینہ فانیہ معسومین فی اللہ مقتول فی سبیل اللہ۔ کلاے انحرام علی اکبرؑ قتل راہ فدا ہوں گے انہیں جانے دو۔ فرجعن حاسرات باکیات ایسات منہ نادیات علیہ۔ تمام مخدرات روٹی پٹی منتشر ہو گئیں۔ اور وہ شبیہ عازم میدان قتال ہوئے۔

بچوں سراج معرفت و ہاج شد

مصطفیٰ جانب معراج شد

جبرئیل عقل تائب میدان عشق

در رکاب آل مسہ کنگان عشق

یعنی کہ جب وہ چراغ تابندہ معرفت زیادہ روشن ہوا تو گویا بعنوان رسول خداؐ یہ عالم ہوا کہ خود مصطفیٰ صلوا علیہ وآلہ معراج میں جا رہے ہیں۔ عقل کل یعنی جبرئیلؑ تا میدان عشق شہادت ماہ کنگان حسینیؑ کے ساتھ رہے۔

بہشتان حیدری شکر باطل پر حضرت علی اکبرؑ علیہ السلام

کے حملے

جب حضرت علی اکبرؑ علیہ السلام میدان قتال میں پہنچے آپؑ نے جبر پڑھا۔ لما برز علی بن الحسین تحیر عسکر عمر بن سعد و خیل اہل الکوفۃ فی جمالہ و ابنہ و من نور غرۃ وجہہ و جلالہ۔ یعنی کہ شہزادہ علی اکبرؑ جب میدان قتال میں پہنچے تو لشکر عمر بن سعدؓ آپؑ کو دیکھ کر حیرت

میں رہ گیا۔ آپ نے رجز پڑھا۔

انا علی بن الحسین بن علی نحن و بیت الله اولی بالنبی
اضر بکم بالسیف احمی عن ابی ضرب غلام ہاشمی عربی
یعنی کہ میں علی ابن الحسین بن علی ہوں۔ ہم بیت اللہ میں اور نبی کے نزدیک ہم سب
سے اولی ہیں۔ میں اپنے ببا حسین کی نصرت میں تم پر تلواؤں لگاؤں گا تم کو قتل کروں
گا۔ میں ہاشمی عربی ہوں پس آپ شکر باطل کے بالمقابل پہنچ گئے۔ تیغ ابدار
کھینچی اور حملہ آور ہوئے۔ میدان میں گرد و غبار اٹھا۔ تلواریں چمکنے لگیں۔ سیکڑوں
دشمنوں کو تہ تیغ کیا۔ فاصبتہ منہم جراحات کثیرہ جسم مبارک
پر بیشمار زخم تھے۔ وعطش و رجح الی ابنہ پیاس کی شدت نے مجبور
کیا آپ واپس آئے اور امام حسین کی خدمت میں عرض کیا کہ بابا پیاس نے مجھے قتل کر
دیا ہے و قتل الحدید اجد فی اور اسلحہ آہنی کے بوجھ نے کمر ہمت
توڑ دی ہے۔ شہزادہ علی اکبر جانتے تھے کہ بابا کے پاس آب دنیا نہیں ہے۔
اسی لیے اہل معرفت کہتے ہیں کہ آپ دراصل آب جادوئی چاہتے تھے کہ جب
شہادت پر فائز ہوں اب جادوئی ہے۔ شراب طہوا سے سیراب ہوں امام حسین
علیہ السلام نے فرمایا کہ نور دیدہ اب راحت و آرام کی ٹھری آنے والی ہے۔ آپ دوبارہ
مقتل کی طرف گئے۔

سوئے میدان شد روان بہر ستیز

چسہ خود را وقف تیر تیز

یعنی کہ آپ تیزی کے ساتھ میدان کا رزار گئے کہ قتل کریں اور آپ نے اپنی آنکھوں
کو تیروں کے لیے وقف کر دیا۔

ہزبان شبیہ رسول ذوالجلال

این سخن میگفت با اہل جہال

یعنی کہ ہر آن شبیہ رسول خدا حضرت علی اکبر کی زبان مبارک پر اہل باطل و جحک
یہ کلمہ جاری رہا ہے

اے سپاہ کوفہ من شہزادہ ام

تدراؤں دلاؤ غریب افتادہ ام

یعنی کہ اے سپاہ کوفہ میں شہزادہ کونین ہوں فرزند سبط رسول الشعلین ہوں اس دلاؤ
غریب میں پھنسا ہوا ہوں

من نمی خواہم عراق و شام را

دیدن این خلع خون آشام را

یعنی کہ میں نہیں چاہتا کہ عراق و شام کی حکومت ملے۔ مجھے عراق و شام کی ضرورت نہیں
ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ کوئی دشمنی ہمارے خون کے پیاسے ہیں

جائے من در بارگاہ برشہ بود

دیدہ ام ناظر بنور اللہ بود

یعنی کہ میری جگہ بارگاہ سلطان دین و دنیا یعنی کہ امام حسین علیہ السلام میں اور میں اپنی آنکھوں
سے اللہ کے نور کو دیکھ رہا ہوں۔

اے شیعو اسی اثنائ میں منتقد ملعون نے کلام علی اکبر قطع کیا۔

بروایت شیخ طریحی حضرت علی اکبر علیہ السلام کا میدان

کارزار میں جانا

شیخ طریحی نے کتاب منتخب میں شہادت حضرت علی اکبر علیہ السلام کا عجیب و غریب طور پر ذکر کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ روز عاشوراء محرم جب الجحرم اور بچوں پر پیاس نے غلبہ کیا۔ اور چھوٹے چھوٹے بچے خالی کونے ہاتھوں میں لیے ہوئے پانی پانی کی آوازیں بلند کر رہے تھے حضرت زینب خاتون حضرت علی اصغرؑ کو لیے ہوئے خدمت امام حسینؑ میں آئیں اور فرمایا کہ اس بچے کا تشنگی کی وجہ سے یہ حال ہو گیا ہے کہ چہرہ پر پرمردنی چھا گئی ہے فلما نظر الحسین ذلک فادی یا قوم اما من عجیر یحیرنا امامن مخیث یغیثنا۔ یعنی امام حسینؑ نے فرمایا اے قوم کیا تم میں کوئی مسلمان نہیں ہے کہ جو آل محمدؐ کی فریاد کو پہنچے اور بچہ کو پانی پلاے۔ بعد ازاں آپ نے اپنے اصحاب و انصار کی طرف رخ کر کے فرمایا امامن احد فیا تینا بشریۃ من ماء لہذا الطفل فانه لا یطیق الظماء۔ لے میرے اصحاب و انصار کوئی ہے کہ جو تم میں سے کہ رحمت باندھے اور اس شیر خوار بچہ کے لیے پانی لائے چنانچہ حضرت علی اکبرؑ آگے بڑھے اور خدمت امام حسینؑ میں عرض کیا بابا جان میں پانی لاؤں گا۔ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا امض باریک اللہ فیک۔ کہ خدا تمہارے ارادے میں برکت عطا کرے۔ پس شہزادہ علی اکبرؑ عازم کارزار ہوئے۔ فاخذ الرکوة ثم افتحم الشریعة۔ یعنی آپ نہ فرات کی طرف روانہ ہوئے۔

اور اتہمائی دلیری اور قہر و غلبہ کا مظاہر کرتے ہوئے نہر فرات میں داخل ہوئے مشک کو پانی سے بھر اور خود تشنگ نہر سے نکلے۔ اور پانی کی مشک لے کر خدمت امام حسینؑ میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا یا ابنۃ الماء لمن طلب اسق اخي وان بقی فصبۃ علی فاف۔ واللہ عطشنا۔ بابا جان پانی حاضر ہے۔ بھتیجا علی اصغرؑ کو سیراب کیجئے اور آپ پانی پئیں خواہر و مادر پئیں اور اگر پانی بچ جائے تو ایک گھونٹ مجھے بھی عنایت کیجئے خدا شاہد ہے کہ میں نہ فرات سے پیاس نکل آیا ہوں۔ امام حسینؑ اپنے فرزند کی اس جوانمردی کو دیکھ کر خوش ہوئے مگر آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ امام حسینؑ نے کوزہ آب لیا کہ علی اصغرؑ کو سیراب کریں۔ کہ ناگاہ لشکر کوفہ سے ایک تیز زہر آلودہ آیا اور گلوے علی اصغرؑ پر لگا پھر منقلب ہو گیا اور آب دنیا سے پیاس نہ بھی امام حسینؑ نے بالکمال مبر انا للہ وانا الیہ راجعون۔ فرمایا اور الجحرم میں مدائے گریہ بلند ہوئی اس وقت حضرت علی اکبرؑ نے عرض کیا اے بابا یہ کیا زندگی ہے آپ کو روح رسولؐ خدا کا واسطہ مجھے اذن جہاد دیجئے تاکہ مجھے اس غم و الم سے نجات ملے۔ امام حسینؑ نے حضرت علی اکبرؑ کو اجازت میدان کارزار دی۔ حضرت علی اکبرؑ نے میدان کارزار میں رجز پڑھا کہ میں علی بن الحسین بن علی ہوں اور جب میں نہر دآزما ہوتا ہوں تو میرے سامنے شیر کے قدم بھی نہیں جم سکتے۔

میں حیدر ثانی ہوں۔ دنیا جانتی ہے کہ علیؑ شیر پروردگار ہیں جنہوں نے دشت حسنین میں ذوالفقار سے کو قتل کیا ہے۔ پھر آپ نے لشکر باطل پر حملہ کیا۔ جملہ کی تاب نہ لا کر فوج مخالف نے چاروں طرف سے اپنے گھیرے میں لے لیا۔ اور ان بے رحموں نے تلواروں سے حملہ شروع کیا۔ متفقہ ملعون نے کین گاہ

سے آپ پر حملہ کیا۔

نسب حضرت علی اکبر علیہ السلام اور آپ کے زخموں کی کیفیت

الشیخ مفید علیہ الرحمۃ اپنی کتاب الارشاد میں تحریر فرماتے ہیں کان للحسین ستۃ اولاد - یعنی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے دو دختر اور چار فرزند تھے۔ اولہم الامام الربانی والہیکل الصمدانی غواصیم الرحمانیۃ طور تجلی الالہیۃ قرالمامۃ و شمس الولایۃ عین النور ونور العین علی بن الحسین الملقب بزین العابدین - یعنی امام حسین علیہ السلام کے فرزند اکبر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ شاہ زنان بنت کسریٰ یزدجربن شہریار سلطان العجم ہیں۔ آپ کو حسب و نسب دونوں طرف سے بزرگی و شرافت حاصل ہے۔ امام حسین علیہ السلام کے دوسرے فرزند جو تقسیم شمیم ولایت، بہار امامت، بہار گلزار نبوت، بہار شرافت، بہار جن رسالت، نور عظمت، نور شہادت، نور شاداب شفاعت محیط بحر کامکاری، بحر صدف بختیاری، صدف گوہر تاجداری، گوہر افسر شہریاری، روال بیکر غلیفۃ اللہ بیکر شخص قدرت اللہ، ظل اللہ، نور چشم اباعبد اللہ، صاحب خلق احمدی، داری صورت محمدی وارث صولت حیدری۔ شہزادہ علی اصغرؑ ہیں اور ان کی ماں بی بی ہیں اور یہی فرزند امام حسین علیہ السلام حضرت امام زین العابدین کے بعد علی اصغرؑ ہیں لیکن مشہور یا علی اکبرؑ ہیں۔ حضرت امام حسینؑ

کے باقی اور فرزندوں کے نام یہ ہیں شہزادہ عبداللہ کہ جو روز عاشوراء دامن شاہ شہیدان میں نشانہ تیر حرمہ بنے اور شہید ہوئے ان کو علی اصغر کہتے ہیں امام حسین کے ایک فرزند جعفر نامی تھے۔ جو آپ کی حیات ہی میں واقعہ کربلا سے پہلے ذائقہ موت چھک چکے تھے اس طرح آپ کے چار فرزند ہوئے۔

(۱) امام زین العابدین۔

(۲) علی اکبر علیہ السلام۔

(۳) جعفر علیہ السلام۔

(۴) شہزادہ علی اصغر علیہ السلام۔

جن کی ماں کا نام باب تھ۔ ان ہیکے بطن سے ایک دختر سکینہ نامی تھیں۔ امام حسین کی ایک بیٹی فاطمہ نامی تھیں اور ان کی ماں کا نام اُم اسحق بنت طلحہ بی عبد اللہ تیمیمہ تھ۔ بعض نسب کے ماہرین نے لکھا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادہ مذکورہ چھ افراد کے علاوہ اور بھی تھی یہاں تک کہ سات سے پندرہ تک تعداد بتلائی گئی ہے۔ حقیقت میں تعداد اولاد ذکور و اناث کو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ سردست یہاں پر حضرت علی اکبر علیہ السلام کی کیفیت قتال کا ذکر کرنا مقصود ہے پس اجازت جہاد ملنے پر حضرت علی اکبر میدان کارزار میں گئے اور رجز پڑھنے کے بعد آپ نے لشکر باطل پر حملہ کیا پہلے ہی حملہ میں آپ نے ایک سو بیس افراد کو قتل کیا۔ بعدہ آپ واپس آئے اور شدت تشنگی کا اظہار کیا جس پر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے بیٹا عنقریب تم کو تمہارے جد آب کوثر سے سیراب کریں گے۔ آپ بجز میدان قتال میں گئے اور اکثر مسافران راہ جہنم کو جہنم رسید کیا آپ کے جسم مبارک پر بہت زیادہ زخم لگے تھے۔ الشیخ مفید علیہ الرحمۃ نے کتاب الارشاد میں فرمایا ہے کہ

منقذ بن مرہ العبدی نے اس وقت کہ جب آب مصروف بیکار تھے۔
مقابلہ میں اگر غصہ کی حالت میں حضرت علی اکبرؑ کی گردن میں ہاتھ ڈالا اور چاہا کہ آپ
کو گھوڑے سے نیچے گرا دے۔ گردن پر گرفت کے بعد کہنے لگا کہ علی ا شام
العرب ان مربی يفعل به مثل ما فعل ات لم اسکله۔
یعنی اس نابکار نے حضرت علی اکبر علیہ السلام کی گردن اپنی گرفت میں لی یعنی گردن پکڑی
اور کہنے لگا اے جوان اب میری گرفت سے نہیں نکل سکتا ہے۔ اس پر حضرت علی اکبرؑ
نے بقاعدہ حرب یعنی دستور جنگ کے مطابق مانند رعد آسمانی ایک کڑکدار جھنج
ماری۔ اور اسی شہزادہ میں شہزادہ نے اس جگہ سے کہ جہاں منقذ ملعون کھڑا تھا
عبور کیا۔ بروایت مجلسی علیہ الرحمہ۔ اس ملعون نے کین گاہ شہزادہ علی اکبرؑ پر زہر آلود
تلوار سے حملہ کیا۔ تلوار آپ کے سر مبارک پر پڑی اور آپ کی ابرو تک سرنگافتر
ہو گیا۔ اسی کے ساتھ ساتھ مرقہ ملعون یعنی منقذ کے باپ نے بروایت شیخ مفید
نیز سے حملہ کیا۔ اس وقت حضرت علی اکبرؑ گھوڑے سے زمین پر گرے۔ فصرعہ
فاحتواہ القوم فقطحوہ باسیا فہم۔ شیخ مفید فرماتے ہیں کہ شکر
باطل نے آپ کو اپنے گھیرے میں لے لیا اور تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔
مرحوم السید کتاب لہوف میں ہے اور ابوالفرج لکھتے ہیں کہ ایک تیز زہر آلود گولے
علی اکبرؑ پر لگا اور خون کا فوارہ جاری ہو گیا۔ اس وقت آپ کی طاقت و توانائی خوب
دے گئی۔ مجلسی علیہ الرحمہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت علی اکبرؑ نے زخمی ہونے کے
بعد گھوڑے کی گردن میں باہیں ڈال دیں کہ وہ آپ کو خیمہ تک پہنچا دے۔ لیکن
کثرت شکر کی وجہ سے گھوڑا ماہ خیام سے ہٹ گیا۔ جس طرف گھوڑا جانا دشمن تیرو
تلوار برساتے۔ فقطحوہ بسبب ذہم اربا ربا و احسنا دل قابوین نہیں

ہے۔ قلم شکستہ ہو رہا ہے۔ اس عبارت کا ترجمہ کس طرح تحریر کروں۔ بس اس قدر کہانی
ہے کہ علی اکبرؑ گھوڑے سے زمین پر گرے خود نہ اٹھ سکے بلکہ امام حسینؑ نے لاش پسر
اٹھائی ہے۔

ثواب عیادت

حدیث میں وارد ہوا ہے عیادۃ المؤمن عیادۃ اللہ حضرت
رسول عربی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مومن کی عیادت کرنا
اللہ کی عیادت کرنے کے مقصد و مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی مومن کی مرض کی
حالت میں دیکھتا ہے اور اس کی عیادت کرتا ہے اور اس کا دل عیادت کرنے والے
کے ہاتھ میں ہوتا ہے تو گویا ایسا ہے کہ وہ شخص خدا کی زیارت کرتا ہے۔ چنانچہ وارد
ہوا ہے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ مناجات کرنے کے لیے طور پر نہیں گئے تھے کہ
خطاب خداوند عالم ہوا اے موسیٰ تم میری عیادت کے لیے کیوں نہیں آئے حضرت
موسیٰ علیہ السلام یہ وحی الہی سن کر حیران رہ گئے کہ اللہ جو مرض و شفا کا خالق ہے
اس کی عیادت کیسی؟ خداوند عالم تو مخلوق کی صفات سے مبرا ہے خداوند
عالم موسیٰ کے احوال سے مطلع تھا۔ پھر وحی کی اے موسیٰ ہے تو ایسا ہی کہ میں مخلوق
کی صفات سے مبرا ہوں۔ لیکن اے موسیٰ میری جگہ قلب مومن ہے میری سمائی
قلب مومن میں ہوتی ہے۔ اے موسیٰ فلاں بندہ اسرائیلی کہ جو میرا اطاعت گزرا ہے
چند دنوں سے بیمار ہے۔ تنہائی کی وجہ سے ملول و اندر ہے جاؤ اس کا حال پوچھو۔
اس کو تسلی دوا اس کی عیادت کرو۔ بیمار کی عیادت کرنا میری عیادت کرنا ہے۔ چنانچہ
جناب موسیٰ علیہ السلام حکم خدا ملنے پر اس شخص کی عیادت کو تشریف لے گئے بغرض کہ

یہ عمل نہایت مبارک اور مستحب قرار دیا گیا ہے کہ ایک مومن دوسرے مومن مریض کی عیادت کرے اور ثواب دارین حاصل کرے اس حضرت امام حسین نے روز عاشورا ایک دود فتنہ نہیں بلکہ بہتر مرتبہ عمل کیا ہے جب کوئی صحابی، کوئی ناصر، کوئی قریب دار، کوئی بیٹا بھتیجہ زخمی ہو کر گھوڑے سے زمین پر گرے اور آواز دی کہ یا آتاہ اور کئی تو امام حسین علیہ السلام اس کی عیادت کو تشریف لے گئے ہیں۔ اور اس وقت امام حسین علیہ السلام کا اس کے پاس جانا اس کے لیے باعث تسلی و تسکین ہوتا تھا یہ عالم تھا کہ ایک شہید کی عیادت کی ہے ابھی لاشہ سے اٹے نہیں کہ پھر کسی صحابی کی آواز آئی کہ مولد کیجئے گھوڑے سے زمین پر گرے ہوئے پکارا اور امام حسین تشریف لے گئے ہیں اور لاش اتنا ہی ہے۔

۴ دن کٹ گیا حسین کو لاشے اٹھانے میں

حضرت علی اکبر کا مرکب عقاب سے زمین پر گرنا اور امام حسین

کا پہنچنا

جب حضرت علی اکبر علیہ السلام اپنے مرکب عقاب نامی سے زمین پر گرے۔ وافر ش المصنوع وارتفع الغبار رفق بطرفه الى الخيام وصاح الى الامام يا ابنه عيبك مني السلام جب کہ شہزادہ علی اکبر زین فرس سے زمین پر گرے۔ اور میدان کارزار سے گرد و غبار کم ہوا تو آپ نے خیمہ کی طرف نگاہ کی کافی فاصلہ پر خیمہ تھے نہ روئے پدر نظر آیا اور نہ کوئی دوسرا آدمی نظر آیا۔ حسرت کے ساتھ ایک آہ سوزاں کہینی اور صیحہ کیا۔ یعنی زور سے پکارا بلند آواز کے ساتھ پکارا کہ

اے بابا میرا سلام ہو آپ پر۔ خدا حافظ اب علی اکبر کا دم آخر ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے خیمہ کے صدر دروازہ پر آواز سلام علی اکبر سنی فرمایا و عیبک السلام و لدی قتل الله قتلک اے نور نظر تم پر بھی میرا سلام ہو جنہوں نے تجھے قتل کیا ہے خدا ان کو قتل کرے۔ پس آپ یہ عجلت تمام مقتل میں پہنچے بروایت روضہ الشہداء حضرت امام حسین نے ہر طرف علی اکبر کو دیکھا۔ ناگاہ عقاب علی اکبر پر نظر پڑی۔ فرماتے ہیں اے عقاب میرا فرزند کہاں ہے تو مجھے میرے بیٹے تک پہنچا دے۔ ایک مرتبہ حضرت حسین خوش کردار زمانہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں گم ہو گئے تھے تو بہرنے اگر خبر دی تھی اور آنحضرت جاکر خبر آ ہو پر امام حسن و حسین کو لائے ہیں اسی طرح عقاب نے بھی حضرت علی اکبر کی نشاندہی کی امام حسین بھی جوان فرزند تک پہنچے دیکھا کہ ہر طرف سے لشکر کوڑ کے لوگ گھیرے ہوئے ہیں۔ آپ نے صیحہ کیا اور وہ ملعون لاش علی اکبر سے ہٹ گئے اور دور دور چلے گئے۔

اس مقام پر مولف کتاب ایک روایت لکھتے ہیں کہ غزوات رسول خدا میں سے کسی غزوہ میں کفار و مشرکین سے مقابلہ ہو رہا تھا کہ رفتہ رفتہ جنگ و حرب میں شدت پیدا ہوئی اور اسیثناء حرب و ضرب میں ناصر دین حق جناب جابر بن عبد اللہ انصاری کو آنحضرت نے اپنے نزدیک طلب فرمایا جابر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے لیے کیا حکم ہے کہ بجالاتوں آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری خواہش ہے کہ پانی کی مشک دوش پر رکھو اور جس قدر مسلمان زخمی حالت میں پڑے ہوئے ہیں ان سب کو پانی پلاؤ کیونکہ زخمی کو پیاس زیادہ لگتی ہے۔ اور حالت نزع میں پانی پلانا بھی ضروری ہے۔ جائز کہتے ہیں کہ میں نے بفرمان رسول خدا

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی سے بھری ہوئی مشک اپنے کندھے پر رکھی اور نرم گاہ میں کہ جہاں شہید اور زخمی مسلمان پڑے ہوئے تھے پہنچا۔ اور سب کو پانی پلایا۔ اور جب کوئی آواز العطش آتی تو فوراً اس پر نیک کتا اور اس تک پہنچ کر زخمی کو پانی پلاتا۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ بعد میں خدمت آنحضرتؐ میں حاضر ہوا۔ آنحضرتؐ سارا حال بیان کیا تو آپؐ ابدیدہ ہوئے اور آنحضرتؐ نے ان شہید کے بات یہ کہ جہاں نے تشنگی کی حالت میں جان دی ہے فرمایا کہ وہ وقت جان کنان اب کوثر سیراب ہوتے ہیں۔ چنانچہ شہداء کے گریلا بھی وقت آخر آب کوثر سے سیراب ہوتے ہیں۔ اور شہداء کو گریلا میں سے بعض نے اس کا اظہار بھی کیا ہے جیسا کہ روایت ہے کہ نہیر بن جہان الاسدی جب گھوڑے سے زمین پر گرے اور حضرت امام حسین علیہ السلام ان کے سر پر پھینچے تو امام حسینؑ نے ملاحظہ فرمایا کہ نہیر بن جہان الاسدی اپنے ہاتھوں کو چوس رہے ہیں امام حسینؑ نے فرمایا کہ یہ کیا بات ہے تو جواب دیا مولیٰ ابھی بھی پانی پانی پی رہا ہے۔ اسی طرح حضرت علی اکبر علیہ السلام نے بھی وقت آخر آب کوثر پینے کا اظہار کیا ہے۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ فاستوی جائش یعنی علی اکبرؑ زخمی حالت میں اہٹے اور بیٹھ گئے۔ اور پھر درخیمہ کی طرف رخ کر کے فرمایا۔ یا ابتاہ ہذا جدی قد سقانی بکاسہ الا و فی لاظماء بعد ہا ہذا۔ یعنی بابا جان میرے جد حضرت رسولؐ خدا نے مجھے سیراب فرمایا ہے۔ اب میں تشنگی کام نہیں ہوں علماء نے لکھا ہے کہ جب علی اکبرؑ نے اپنے بابا امام حسینؑ سے پانی مانگا تھا تو پانی نہ تھا کہ جو امام حسینؑ فرزند کا سوال پورا کرتے بابرین حضرت علی اکبرؑ کو حسینؑ کے نانا رسولؐ خدا آب کوثر لے کر آئے اور سیراب کیا۔

الفرج سید بن ثابت سے روایت کرتے ہیں کہ جب علی اکبرؑ نے سلام آخر کیا ہے

تو اپنا سر جھکا لیا اور خاک پر رکھ دیا و جعل یتقلب فی دمہ کہ آپ کو موتہ کے ذریعہ خون آنا شروع ہوا۔ اور اسی بیکی کے عالم میں آپ کی روح جنت اعلیٰ کو پروا کر گئی۔ حضرت علی اکبرؑ اس اعتبار سے اپنے پدر عالیقدر سے زیادہ بیکس ہیں کیونکہ جب امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اور شمر ملعون نے آپ کا سر جدا کیا تو اس وقت حضرت زینبؑ ایک ٹیلہ پر کھڑی فریاد کر رہی تھیں کہ اے ابن سعد تو دیکھ رہا ہے اور میرا بھائی ذبح ہو رہا ہے۔

حضرت یعقوب کا اپنے فرزند یوسفؑ سے ملنا و امام حسینؑ

کالاشیں پر پہنچنا

کتاب احسن القصص میں مرقوم ہے کہ جب حضرت یعقوب کے یوسفؑ سے ملنے کا زمانہ قریب پہنچا تو جناب یوسفؑ نے اپنے والد جناب یعقوبؑ کو خط تحریر کیا جس میں اپنے شوق زیارت کا ذکر کیا اور تحریر کیا کہ آپ جلد از جلد اپنی زیارت سے مجھے مشرف فرمائیں۔ جناب یوسفؑ نے اپنے بھائی بن یامین کے ہاتھ ایک خط اور دوسرا خط بھی جس میں عمامہ وغیرہ شامل تھے اور کچھ چیزیں بطور تحفہ ارسال کیں اور اپنا کرتہ بھی بھیجا تاکہ جناب یعقوبؑ کو یقین یوسفؑ ہو جائے۔ بن یامین خط اور تمام سلمان تحائف لے کر حضرت یعقوبؑ کی خدمت میں پہنچے آپ کو پہلے وہ کرتہ دیا جناب یعقوبؑ نے جب اس کرتہ کو سونگھا تو یوسفؑ کی خوشبو محسوس کی قارئین بصیر! کہ آپ کی بیٹائی واپس آگئی وہب بن مینہ کہتے ہیں کہ وہ کرتہ لباس ہادیشتی سے تھا اور اس وقت جبریل امین نازل ہوئے اور فرمایا کہ تم تین دن تک

سامان سفر تیار کرو۔ چنانچہ حضرت یعقوب اپنی زوجہ نامی لیا خاتون کو جو کہ یوسف کی خالہ بھی تھیں ساتھ لیا۔ اور شان و شوکت کے ساتھ عازم سفر مصر ہوئے۔ اور تمام برادران یوسف بھی لباس فاخر پہنے ہوئے ساتھ ساتھ تھے لیکن حضرت یعقوب نے شاہانہ لباس پہنا تھا بلکہ پشینہ کا لباس پہنے ہوئے تھے۔ منازل سفر طے کرتے ہوئے وارد بیرون شہر مصر ہوئے۔ اور اس طرف جناب یوسف اپنے پدر عالیقدر کو خیر مقدم کہنے کے لیے اپنی فوج کے ساتھ شہر مصر سے نکلے آپ کی فوج اسی دستے تھے اور ہر ایک دستہ میں دو ہزار سپاہی تھے۔ اعلیٰ درجہ کا لباس پہنے ہوئے ہر ایک دستہ میں ایک علم تھا اور اس کا پرچم کھلا ہوا تھا جب کوئی دستہ گزرتا تو حضرت یعقوب دریافت فرماتے کیا اس دستہ میں یوسف ہیں۔ اور آپ اپنے بیٹوں سے دریافت کرتے کیا یہ یوسف ہے جو ابادہ کہتے کہ ابھی یوسف نہیں آئے ہیں۔ بہر حال جناب یوسف شاہانہ شوکت و دبذہ کے ساتھ فوجی دستہ کے ہمراہ تشریف لائے اس وقت پورا شہر مصر سمٹ آیا تھا۔ علم خسروانہ آپ کے سر پر سایہ لگن تھا۔ جناب یوسف اور اراکین دولت، مصری عوام سب ہی حضرت یعقوب کا دیدار کرنے کے لیے بے چین تھے اور اس طرف حضرت یعقوب اپنے نور دیدہ یوسف کے جمال سے اپنی آنکھیں روشن کرنے کے لیے محو انتظار تھے۔ حضرت یعقوب اور ان کے فرزندان سب کے سب سوار یوں سے اترے اور پیادہ ہو گئے۔ خادمان یوسف نے آپ کو خبر دی کہ حضرت یعقوب پیادہ پا آ رہے ہیں کیونکہ انہوں نے آپ کو دور سے دیکھ لیا ہے۔ شوق زیارت بہت زیادہ ہے جناب یوسف بھی اپنی شاہانہ سواری سے اترے اور جناب یعقوب کی طرف روانہ ہوئے جب آپ کی نظر اپنے پدر عالیقدر کے چہرہ مبارک پر پڑی تو آپ سے مضبوط ہو سکا اور

خاک پر گر پڑے تاکہ زانو بزانو باپ تک پہنچیں۔ اس وقت تمام اراکین سلطنت پیادہ ہو گئے۔ اور جناب یوسف اپنے پدر پر وگوار کی خدمت میں پہنچ کر قدم پوس ہوئے اس وقت نہ یوسف کی خوشی کا اندازہ ہو سکتا تھا۔ یعقوب کی خوشی کی کوئی حد تھی۔ برسوں بعد یعقوب اپنے بیٹے سے ملے ہیں۔ محبت پدر جو بیٹے سے ہوتی ہے اس کا اندازہ صاحب دل کر سکتا ہے لیکن واضح رہے کہ یعقوب کہ بلالہم حسین علیہ السلام جب یوسف کو بلا کے پاس پہنچے ہیں تو علی اکبر کی یہ حالت تھی کہ زخموں سے چور چور تھے خدا کسی باپ کو بیٹے کی یہ حالت نہ دکھلائے۔ اس وقت حضرت امام حسین نے فرمایا آہ واد و قرۃ عینا۔ یہ حالت دیکھی کہ شبیہ پیغمبر کے سر سے علامہ گرا ہوا ہے زمین پر علامہ پڑا ہے اور صاحب غلامہ ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔ شیخ نرعمانی اپنے مقل میں لکھتے ہیں کہ امام حسین علی اکبر پر پہنچنے سے چند قدم پہلے ذوالجناح سے اتر پڑے تھے شیخو۔ امام حسین زانو بزانو لاش پسر تک پہنچے۔ دیکھا کہ علی اکبر کی لاش ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی ہے کچھ لمحوں کے بعد امام حسین نے فصاح الامام سبع مرات آہ واد و قرۃ عینا آہ واد و قرۃ عینا آہ واد و قرۃ عینا۔ اے جان پدر، اے نور دیدہ، اے علی اکبر تم اس حال میں پڑے ہو اور کیس باپ دیکھ رہا ہے۔ اے شیعو۔ یعقوب جب یوسف کے پاس پہنچے ہیں تو آپ نے بعد شوق یوسف کو گلے سے لگایا۔ باپ اور بیٹا بغل گیر ہوئے۔ اس وقت ملائکہ آسمان سے یہ منظر دیکھ رہے تھے جبریل امین نے ستر ہزار ملائکہ کے ہمراہ طیق ہاد جو اہر تشار کئے۔ حوریں یہ منظر دیکھ رہی تھیں رضوان جنت و رحمت پر حیران کھڑا تھا۔ انتہائی مسرت اور خوشی کا یہ عالم تھا کہ جذبہ مسرت میں یعقوب اور یوسف دونوں یہ ہوش ہو گئے تھے۔ لیکن یہ

یہ ہوشی پھر بھی مسرت خیز تھی و احسرتا جب امام حسینؑ نے لاش پسردیکھی تو کیا حال ہوا ہو گا۔ جوان بیٹے کا سراپنے زانو پر رکھا۔ یہ بھی روایت میں ہے کہ علی اکبرؑ میں بھی کچھ رنق جان باقی تھی۔ امام حسینؑ نے چاہا کہ علی اکبرؑ کچھ کلام کریں۔ فرماتے ہیں یا بنی علی الدنيا بعدك العفا۔ اسے علی اکبرؑ نے نور چشم تیرے بعد زندگانی پر خاک ہے۔ اسے میرے جوان تو زندہ تھا میری زندگی آسودہ تھی۔ اسے علی اکبرؑ تو میری بیٹائی بھی جواب دے رہی ہے جناب یعقوبؑ نے جب اپنے بیٹے کو دیکھا تو شکر خدا بجالائے۔ اور جب امام حسینؑ نے اپنے فرزند کی لاش کو دیکھا تو زبان حال سے فرمایا ہے

بجملہ اہل نردم تخت آبنوسی تو پہلویت نہ نشستم شب عروسی تو
یک آرزو بدلم ماند تا صاف محشر بجملہ رفق و دامادے علی اکبرؑ
یعنی اے بیٹا علی اکبرؑ تو شب عروسی تخت آبنوسی پر ہوتا اور میں تیرے پاس بیٹھتا تھا دو لہا بنا ہوا دیکھا۔ یہ میری آرزو، یہ میری تمنّا محشر تک میرے دل میں گداز رہے گی۔ کہ میں نے تجھے جملہ عروسی میں نہ دیکھا۔

لاش علی اکبرؑ پر امام حسینؑ کی پریشانی کی حالت

حضرت امام علی بن موسیٰ الرضاؑ نے بریان بن شبیب سے ارشاد فرمایا ہے کہ یا بن شبیب ان کنت باکیا لشیء فابک علی الحسین علیہ السلام۔ یعنی اے ابن شبیب کہ جب تم کسی پر گریہ کرو تو امام حسینؑ پر گریہ کرنا زیادہ بہتر ہے تم تمہارے جد حسینؑ غریب پر گریہ کرو کہ کوئی مصیبت ایسی نہیں تھی کہ جو حسینؑ مظلوم پر نہ پڑی ہو۔ ہمارے جد مظلوم کے مصائب میں یہ مصیبت عظیم تر ہے کہ آپ کو

مثل گوسفند قربانی ذبح کیا گیا۔ اور ان پر ظالموں نے قطع رحم نہیں کیا۔ غمِ امت امام حسینؑ، شہادتِ امام حسینؑ اور اسیریِ اہلبیتؑ ایسے مصائب ہیں کہ مومن بغیر گریہ نہیں رہ سکتا۔ امام حسینؑ علیہ السلام نے اکثر جوانان ہاشمی پر گریہ فرمایا ہے کہ ان کا دنیا میں کوئی ہمسر و نظیر نہ تھا۔ اور خصوصاً شہزادہ علی اکبرؑ کا کوئی مثل نظیر نہ تھا کیونکہ آپ شبیہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے آپ رفتار، گفتار اور خلق میں مثل رسول تھے علی اکبرؑ حسن مجتبیٰ تھے اس لیے کہ امام حسنؑ از سر تا بہ سینہ شبیہ رسول خدا تھے۔ اور علی اکبرؑ خود حسینؑ تھے کیونکہ از سینہ تا القدم امام حسینؑ شبیہ رسول خدا تھے۔ علی اکبرؑ اپنی دادی کی شبیہ بھی تھے کیونکہ جناب فاطمہ زہراؑ سلام اللہ علیہا کی رفتار یعنی چلنا پھرنا مثل رسول خدا تھا بہر حال اگر کوئی سر سے قدم تک شبیہ رسول خدا تھا تو وہ علی اکبرؑ علیہ السلام تھے۔ مخالف و دوست سب کے سب جب کبھی زیارت رسول خدا کے مشاق ہوئے تو حضرت علی اکبرؑ کی زیارت کرتے تھے اور حضرت علی اکبرؑ سے کلام کرتے تھے کیونکہ آپ کے کلام میں گفتار رسول خدا کی چاشنی تھی۔ تمام اخلاق حسنہ، عادات پسندیدہ ذات علی اکبرؑ میں جمع تھیں۔ تقویٰ و پرہیزگاری آپ کے محصوم ہونے کی نشاندہی کرتی ہے آپ کے پیر عالیقدر اور آپ کی مادر گرامی قدر آپ کو بہت دوست رکھتے تھے ایشخ مفید علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں و اهل الکوفة یتقون قتله۔ یعنی کہ اہل کوفہ نے آپ کے ابتدائی مقابلہ میں۔ آپ سے جنگ کرنے سے گریز کی۔ لیکن مرثد بن منقر نے آپ سے جنگ کرنے میں سبقت کی اور اس ملعون و حرام زادہ نے آپ پر قطع رحم نہیں کیا۔ بلکہ اس نے اہل کوفہ سے کہا کہ اے اہل کوفہ تم اپنی قسم کو یاد کرو اور اس جوان سے جنگ کرو۔ اس بد نخت ملعون نے آپ کے سر مبارک پر گز مارا ہے جس سے آپ کا سر مبارک شکافہ ہو گا

اور حضرت علی اکبرؑ نے اس وقت اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھوڑے کی گردن میں ڈال دیئے۔ اور فرمایا کہ اے اسب و فادار مجھے خیمہ تک پہنچا دے مگر دشمنوں کے گردہ در گردہ ہجوم نے اسے خیمہ تک نہ پہنچنے دیا۔ اور علی اکبرؑ پر چاروں طرف سے تلواریں پڑنے لگیں۔

آپ کے جسم مبارک پر اسقدر زخم تھے کہ آپ گھوڑے پر نہ ٹھہر سکے صاحب بحر المصائب لکھتے ہیں کہ آپ گھوڑے سے زمین پر گر گئے۔ ایک ملعون نے دیکھا کہ آپ گھوڑے سے زمین پر گر پڑے اور سر مبارک بھی ننگا فتنہ ہے۔ اس ملعون نے خنجر آپ کے بائیں جانب مارا اور آپ خون میں نہا گئے۔ فریاد کی کہ بابا جان میرے علامہ مجلسیؒ نے لکھا ہے کہ جب علی اکبرؑ کی آواز زینب خاتون نے سنی تو آپ بیتابانہ خیمہ سے نکلیں۔ چادر سر مبارک پر تھی اور گوشہ چادر زمین پر خط دے رہا تھا امام حسین علیہ السلام کے پیچھے سے پہلے آپ علی اکبرؑ کے لاش پر پہنچ گئیں۔ حمید ابن مسلم لکھتا ہے کہ جب یا اتباہ اور کنی کی آواز علی اکبرؑ خیمہ میں پہنچی میں نے دیکھا کہ ایک خاتون چادر سر پر خیمہ سے نکلیں۔ فریاد کرتی ہوئی لاش علی اکبرؑ پر پہنچیں یا نور عینہؑ کہہ رہی تھیں میں نے کسی سے دریافت کیا کہ یہ مخدومہ کون ہیں معلوم ہوا کہ بدوشتر علی ابن ابی طالبؑ ہیں ان کا نام زینبؑ ہے و جئات وانکبت علیہ رقی پٹی لاش پسر ہمارے ہی ہیں لیکن یہ نہیں معلوم کہ آپ نے جب لاش علی اکبرؑ کو دیکھی تو بے ہوش ہو گئیں یا بچش میں رہیں۔ مرحوم مجلسی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں فجاء الحسین فاخذ بیدھا فردا الفطاط - یعنی کہ جب امام حسینؑ لاش علی اکبرؑ پر پہنچے دیکھا کہ زینبؑ موجود ہیں۔ بہن کا ہاتھ پکڑا اور صبر کی تلقین کرتے ہوئے خیمہ میں لائے اور پھر جوان فرزند کی لاش پر پہنچے۔ لاش علی اکبرؑ اٹھائی کہ خیمہ میں لے

جائیں جب خیمہ کے نزدیک پہنچے۔ ثراناہ اقبل الحسین بفتیانہ وقال احملاوا خاکہ فحملوا من مصرعہ فجاءوا بہ حتی وضعوه عند الفطاط الذی کانوا یقاتلون - یعنی کہ جب امام حسینؑ لاش پسر کے درخیمہ تک پہنچے تو آپ نے پکار کے فرمایا اے بچو اپنے بھائی کی لاش خیمہ میں لیجاؤ۔ بچے خیمہ سے نکلے اور لاش علی اکبرؑ خیمہ میں لے گئے مسند پر لاش رکھ دی۔ المحرم ماتم کیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت زینبؑ خاتون امام حسینؑ کے لاش پسر پر پہنچے۔ سے پہلے۔ لاش علی اکبرؑ پر پہنچ گئی تھیں۔ امام حسینؑ نے جب دیکھا کہ زینب خاتون لاش علی اکبرؑ پر موجود ہیں تو آپ کی یہ پریشانی تمام پریشانیوں میں زیادہ تھی۔

عقاب نامی گھوڑے کا نسب اور آنحضرتؐ کا اس

پر سوار ہونا

شاذان جبریل قتی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کا یہ گھوڑا عقاب نامی منفرد تھا۔ اس گھوڑے کو سیف بن ذی یزن نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھیجا تھا۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ گھوڑا بہت عالی نسب تھا کہ یاد شاہ دین دنیا کی نذر کیا گیا ہے کتاب انیس الہمد میں اس کے بارے میں یہ تشریح و مناقحت تحریر کیا جا چکا ہے۔ مرحوم سیف نے یہ گھوڑا آنحضرتؐ کو بھیجا اس وقت آنحضرتؐ کا سن مبارک پانچ سال کا تھا اور عقاب کی عمر زیادہ تھی اس کا نسب یہ ہے کہ عقاب بن ابی ذؤب بن قابل بن زاد الکفاح بن

موج بن خنجر بن میمون بن نریج جب آنحضرتؐ اپنی پانچ سالہ عمر میں اس پر سوار ہوئے اور اپنے حلقہ رکاب میں قدم رکھا۔ تو اس گھوڑے نے ازراہ فقر و مہابت اظہار مستر کیا اور گھوڑے نے اس طرح دونوں ہاتھ بلند کئے۔ علامہ مجلسیؒ کہتے ہیں کہ فاندشط نشاط من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کہ گھوڑے کا دونوں ہاتھ بلند کرنا اس کے انبساط و خوشی کی نشانی تھا کیونکہ جانور آنحضرتؐ کو پہچانتا تھا۔ لیکن جب گھوڑے نے اس طرح ہاتھ بلند کئے تو آنحضرتؐ کے چچا وغیرہ پریشان ہوئے اور یہ خیال ہوا کہ مبادا آنحضرتؐ کو کوئی گزند پہنچے۔ سب کے سب گھوڑے کے نزدیک پہنچے کہ اسے سرکشی سے روکیں تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم لوگ پریشان مضطرب نہ ہو یہ گھوڑا وجد و سرور کے عالم میں ہے اس لیے کہ میں اس پر سوار ہوں۔ کسی قسم کا خوف نہ کرو یہ واقعہ روز عاشوراء حضرت علی اکبرؑ کے عقاب پر سوار ہونے سے ملتا جلتا ہے۔ جب شہزادہ علی اکبرؑ السلام روز عاشوراء عقاب پر سوار ہوئے تو گھوڑے نے بظاہر سرکشی دکھائی۔ اور علی اکبرؑ نے ایک رکاب میں قدم رکھا تو دوسری رکاب گھوڑے کے سموں سے ملی ہوئی تھی۔ اس وقت مخدرات اور تمام لوگوں نے خوف کیا کہ مبادا حضرت علی اکبرؑ کو گھوڑا نہ گرا دے۔ وہی گھوڑا تھا کہ جو سیف بن ذی یزن نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدیہ کہا تھا۔ اور واقعہ کہ بلا تک اس گھوڑے کی عمر کم از کم ایک سو دس سال ہوتی ہے۔ سوال ہو سکتا ہے کیا گھوڑے کی عمر اتنی ہو سکتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خصوصیات شخص نبوت و ولایت کا اثر ہے کیونکہ جب صاحب نبوت و ولایت ہر سیدہ گھوڑے پر سوار ہو تو وہ جوان ہو جاتا ہے۔ آنحضرتؐ کے بعد عقاب نامی گھوڑا حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی سواری میں رہا جو شاہ ولایت ہیں

یورہ حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی سواری میں رہا جو سردار جوانان جنان میں اور آپ کے بعد یہی گھوڑا حضرت امام حسین علیہ السلام کی سواری میں رہا جب کہ حسینؑ بھی جوانان جنان کے سردار ہیں۔ اور روز عاشوراء محرم امام حسین علیہ السلام نے اس گھوڑے کو حضرت علی اکبرؑ علیہ السلام کی سواری کے لیے مخصوص فرمایا یہ گھوڑا ہر ایک بات بوجہ فراست سمجھتا تھا مثلاً یہ کہ جب حضرت علی اکبرؑ کے فرق مبارک پر تلوار لگی اور سر کا فتنہ ہو گیا۔ تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ گھوڑے کی گردن میں ڈال دیئے تھے گھوڑا بفراست سمجھ گیا کہ اس وقت حضرت علی اکبرؑ کی یہ خواہش ہے کہ کسی عنوان خیمہ تک پہنچ جائیں چنانچہ گھوڑے نے خیمہ کا رخ کیا لیکن کثرت شکر کی وجہ سے اُسے راستہ نہ مل سکا فاحملۃ الی العسکر کہ وہ لشکر کی طرف لے گیا۔ اور لشکر عمر بن سعد نے حضرت علی اکبرؑ کو تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اور گھوڑے کو بھی دشمنوں نے تیروں سے زخمی کر دیا تھا لیکن اس کے باوجود گھوڑے نے اس وقت جنبش نہیں کی جب تک کہ شہزادہ علی اکبرؑ زمین پر نہ گرے اور گھوڑا دشمنوں کو برابر ہٹاتا رہا۔ اور جب امام حسینؑ مقتل میں پہنچے تو لاش علی اکبرؑ نے ملی آپ فریاد کر رہے تھے کہ اے علی اکبرؑ پر پہنچنے کو تمام ارباب مقاتل نے لکھا ہے مگر کس نے یہ نہیں لکھا کہ امام حسینؑ اس وقت گھوڑے پر سوار تھے یا پیادہ یا تھے۔ لیکن مولف کتاب کہتے ہیں کہ والد مرحوم نے تحریر کیا ہے کہ امام حسینؑ پیادہ یا تھے اور علی اکبرؑ علی اکبرؑ کہہ رہے تھے ہر طرف دیکھتے تھے مگر علی اکبرؑ نظر نہیں آئے تھے۔ ورنہ الشہداء میں ہے کہ ناگاہ آپ کی نظر عقاب پر پڑی یعنی آپ نے حضرت علی اکبرؑ کے گھوڑے کو دیکھا کہ زمین خالی ہے حضرت امام حسینؑ نے عقاب سے سوال کیا کہ میرا علی اکبرؑ کہاں ہے۔ میرے علی اکبرؑ کہاں چھوڑا ہے۔

گھوڑے نے نشاندہی کی اور آپ لاش علی اکبر پر پہنچے۔ چند لمحہ علی اکبر جسم پر لگے ہوئے زخموں کو دیکھا پھر علی اکبر کا سر اٹھایا اور اپنے زانو پر رکھا مؤلف کتاب کے والد ماجد نے اس حالت کی اس طرح منظر کشی فرمائی ہے کہ امام حسین علیہ السلام لاش علی اکبر پر سر ہانے کی طرف کھڑے ہوئے اور پھر بیٹھ گئے۔

اب امام حسینؑ کی نگاہوں کے سامنے جوان فرزند کی لاش تھی۔ سینہ امام حسینؑ غم سے بھرا ہوا تھا۔ آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا تھا۔ آپ نے علی اکبر کو پکارا مگر کوئی جواب نہ ملا۔ کبھی آپ علی اکبر علی اکبر کہتے اور کبھی قاتلان علی اکبر پر نفرین کرتے تھے۔ اور کبھی خاک غرا سر پر ڈالتے تھے کبھی حضرت علی اکبرؑ کے چہرہ کو خون سے پاک کرتے۔ مؤلف کے والد ماجد تحریر کرتے ہیں کہ چونکہ حضرت علی اکبرؑ پہلے شہید ہیں آپ کی لاش پر جوانان ہاشمی جن کی تعداد تقریباً سترہ تھی نوحہ کرنا تھے۔

لاش پر ماتم کر رہے تھے۔ چشم روزگار نے پہلے کبھی ایسا ماتم نہ دیکھا ہوگا امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے جوانو لاش کو خیمہ میں لے چلو۔ تاکہ زینب دام کلثوم اور ام یحییٰ علی اکبر کو دیکھ لیں۔ و احترت خیمہ امام بن کرینہ و بکا بلند تھا اور لشکر عمر ابن سعد ملعون میں طبل بج رہے تھے۔ جب علی اکبرؑ کی لاش خیمہ میں لاتے ہیں تو ایک طرف عباس علمدار تھے دوسری طرف کاسم بن حسنؑ اور پائیں لاش خود امام حسینؑ چل رہے تھے۔ روزنۃ الشہداء میں ہے کہ حضرت علی اکبرؑ خیمہ کے صدر دروازہ تھے قدرے نیم جان تھے۔ رن جان باقی تھی۔ لیکن جیسے ہی درخیمہ کے نزدیک پہنچے اور مخدرات روتی پیٹی درخیمہ پر آگئیں علی اکبرؑ کی نظر پڑی اور روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔

شہادت برادر خورد بر سر لاش حضرت علی اکبر

علیہ السلام

کتب اخبار و احادیث سے یہ ثابت ہے کہ تمام اصحاب کے شہید ہونے کے بعد امام حسینؑ کے قربنداروں میں سب سے پہلے شہید حضرت علی اکبر علیہ السلام ہیں۔ اور باقی جوانان ہاشمی نے آپ کی لاش کو اٹھایا ہے اور خیمہ میں لائے ہیں۔ کتاب الریاض میں ہے کہ لاش علی اکبر درخیمہ پر زمین پر رکھ دی گئی۔ اب ان کے میدان کارزار میں کھڑے ہونے کی جگہ خالی ہو گئی۔ اور وہ چاند سی صورت جمال محمدی کے ساتھ خون میں غلطاں تھی زلفیں خاک آلودہ تھیں۔ اے شیعو۔ ذرا غور کرو جب ام یحییٰ نے اٹھارہ سالہ جوان کو اس حال میں دیکھا ہوگا تو ام یحییٰ کے دل پر کیا ہوگی۔ جناب زینب خاتون جنہوں نے علی اکبرؑ کو پالا تھا۔ جب خون میں بتایا ہوا دیکھا ہوگا تو کیا حالت ہوگی گریہ و بکا۔ شور و شیعہ و ماتم برپا تھا۔ شہزادہ کی لاش پر ایک ایک بی بی آتی۔ زیارت کرتی دل شکستہ گریاں کنں واپس چلی جاتی۔ مجلسی علیہ الرحمۃ نے بحار میں لکھا ہے۔ خرج غلام من تلك الابنية و فی اذنیہ دستان و هو مذعور۔ یعنی پسر خورد و خیمہ سے باہر آیا۔ دو گوشوا سے اس کے کانوں میں تھے۔ خوف کی وجہ سے بدن کانپ رہا تھا گوشوا سے بھی لرزاں تھے۔ فجعل یلتفت یمینا و شمالا و قرطاه یتذبذبان وہ حیرت زدہ دائیں بائیں دیکھتا ہوا۔ لاش علی اکبرؑ پر پہنچا۔ بھائی کی لاش کو کھڑے کھڑے دیکھا نالہ و فریاد کیا فحمل علیہ ہانی بن بعیت لعنہ اللہ۔ کہ

ہانی بن بعیث ملعون نے اگر ایک گرز اس معصوم کے سر پر مارا اور وہ طفل شہید ہو گیا۔ علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ اس بیچہ کی ماں شہر بانو یہ کھڑی ہوئی اپنے پسمن کی شہادت کا منظر دیکھ رہی تھیں جب اس بیچہ کی شہادت کی خبر امام مظلوم کو ہوئی تو آپ نے کلمہ استرجاع زبان سے ادا کیا۔ اور فرمایا خدایا تو میرے اس ہدیہ کو قبول فرما۔ اس بیچہ کی ماں شہر بانو کو امام حسینؑ نے بلایا۔ تلقین صبر کی۔ اور فرمایا کہ تم اور سب عورتیں اس پر صبر کریں۔ کیونکہ خداوند عالم صابروں کو دوست رکھتا ہے پس شہر بانو اور ام یحییٰ دونوں نے باہم نوحہ و ماتم کیا۔ اور امام حسینؑ اس وقت اس خیمہ میں تشریف لائے جو علی اکبر کے لیے مخصوص تھا۔ خیمہ خالی دیکھا اور رسم عزاکے مطابق آپ نے اس خیمہ کی خاک اٹھا کر اپنے سر پر ڈالی۔ اور خیمہ علی اکبر میں ماتم برپا ہوا۔ چنانچہ شیخ مفید علیہ الرحمۃ تحریر کرتے ہیں *خذ دخل الحسین الى الفسطاط باکما مایوسنا عن نفسه*۔ امام حسین علیہ السلام بادل سوزان، گریہ کنان اشک آنکھوں میں جھرے ہوئے خیمہ کے ایک گوشہ میں سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ اور بزبان مال یہ فرما رہے تھے کہ اے بیٹا علی اکبر! تم کہاں چلے گئے۔ اس وقت فقاالت سکینۃ مابی *اما لک تتعی لعنک و تدیر طرفک*۔ یعنی سکینۃ خاتون نے جب اپنے بابا کی یہ حالت دیکھی تو کہنے لگیں بابا جان یہ کیا حالت ہے کہ آپ کی آنکھیں گرجیں گوری ہیں اور روح ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پرواز کرنے والی ہے بابا جان این اجی علی اکبر علامہ محقق کتاب ریاض الاحزان میں لکھتے ہیں کیا سکینۃ خاتون علی اکبر علی شہادت سے بے خبر تھیں کیا آپ امام حسینؑ سے علی اکبر کی سلامتی کو دریافت کر رہی تھیں۔ حالانکہ علی اکبر کی شہادت کی خبر عام طور پر پھیل چکی تھی۔ الجرم لاشس علی اکبر پر نوحہ ماتم کر رہے تھے۔ لیکن سکینۃ خاتون سوال کرتی ہیں بابا این اجی علی اکبر! کہ میرے بھائی علی اکبر

کہاں ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سوال دو حال سے خالی نہیں ہے کہ یا تو سکینۃ خاتون پر یہ سبب تشنگی بیہوشی طاری ہو گئی تھی اور آپ کو قتل علی اکبر کی خبر نہ ہوئی تھی۔ یہ معلوم نہ تھا کہ لاش علی اکبر خیمہ کے دروازہ پر ہوئی ہے۔ اور جب آپ کو ہوش آیا تو اپنے بابا سے سوال کیا ہے کہ علی اکبر کہاں ہیں۔ یا یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو حضرت علی اکبرؑ کے میدان کارزار میں جلنے کی خبر تو تھی مگر آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ علی اکبر شہید ہو گئے ہیں پس یہ سبب آہ و زاری، گریہ و یکا آپ کے ہوش جاتے رہے تھے۔ امام مظلوم سے سوال کیا ہے کہ بھیا علی اکبر کہاں ہیں تو آپ نے فرمایا قتل ہو گئے۔ پس جیسے ہی جناب سکینۃ نے خبر قتل برادر دینی ایک پیچ ماری اور رونے لگیں چاہا کہ خیمہ سے باہر نکلیں حضرت نے اس کو اپنی گود میں لے لیا پیار کیا۔ صبر کی تلقین کی۔ اور فرمایا اے بیٹی سکینۃ تمہارے بھائی کی لاش درخیمہ کے نزدیک رکھی ہے۔ سکینۃ خاتون نے جب لاش علی اکبر دیکھی چاہا کہ خود کو ہلاک کر لیں امامؑ نے منع فرمایا سکینۃ کہنے لگیں۔ یا اباہ کیف تصبر من قتل اخوہا و نرد ابوہا۔ یعنی اے بابا جان میں کیوں کر صبر کروں بھائی مقتول پرے ہیں اور بابا غریب و یکس ہو گئے ہیں۔ سکینۃ روتے روتے بے ہوش ہو گئیں۔ اور امام حسینؑ نے دوسرے جوانوں کو اذان جہاد دیا۔

اولاد حضرت امام حسین علیہ السلام

جو کچھ کتب معتبرہ سے ثابت ہوتا ہے اس کی رو سے حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی اولاد طاہرہ کی تعداد چھ ہے جس کی تفصیل یہ ہے :-

فرزند ان -

امام زین العابدین علیہ السلام آپ امام حسین کے فرزند کبریٰ اور آپ کا نام علی ہے آپ کی والدہ ماجدہ دختر یزدجرد بادشاہ عجم ہیں (بعض علماء نے ان کا نام شہر یا نو لکھا ہے)

علی اکبر - آپ کی والدہ ماجدہ کا نام ام ملی ہے جو دختر ابی مرہ ابن ابی قرہ ابن مسعود الثقفی ہیں - آپ کربلا میں شہید ہوئے ہیں -

جعفر - آپ کی والدہ ماجدہ قبیله قضاعہ سے تھیں جعفر کا مدینہ ہی میں انتقال ہو گیا تھا -

عبد اللہ - آپ کی والدہ ماجدہ رباب تھیں (علماء انساب نے لکھا ہے کہ عبد اللہ ہی کو صغر کہتے ہیں جو کربلا میں تیر حرمہ سے شہید ہوئے -

دختر ان -

فاطمہ - ان کی ماں ام اسماء تھیں جو طلحہ بنی عبد اللہ تمیمی کی دختر ہیں -
سکینہ - ان کی ماں رباب تھیں جو امراء القیس کی دختر ہیں (علماء انساب نے لکھا ہے کہ جناب علی اصغر اور سکینہ دونوں کی ماں رباب ہیں)
بعض علماء انساب نے فرمایا ہے کہ حضرت امام حسین کی اولاد کی تعداد پندرہ ہے مذکورہ چھ ناموں کے علاوہ باقی اسماء گرامی قدر یہ ہیں -

فرزند ان -

زید ، ابراہیم ، محمد ، حمزہ ، قاسم ، ابو بکر ، عمر -

دختر ان -

رقیہ - بعض کتابوں میں ان کا نام زینب لکھا ہے -

فاطمہ صغریٰ رینا بر مشہور انہی فاطمہ صغریٰ کو سمر عراق کے وقت امام حسین علیہ السلام نے مدینہ چھوڑا تھا

شہادت عبد اللہ بن مسلم بن عقیلؓ

علامہ مجلسی بحار الانوار میں فرماتے ہیں کہ جب اصحاب با وفا شہید ہو گئے او ان میں سے امام حسین کا کوئی یا در و ناصر نہ تو عزیزوں کی شہادت کی باری آئی - بس فاول من برز من اهل بیتہ عبد اللہ بن مسلم بن عقیل یعنی کہ عزیزوں میں سے عبد اللہ بن مسلم بن عقیل اول شہید ہیں - آپ سب سے پہلے میدان قتال میں جنگ کے لیے گئے ہیں ابوالفرج کہتے ہیں کہ وہ و عذرة ناصیة ال عقیل - یعنی کہ عبد اللہ اولاد عقیل میں ناصیہ آل عقیل مشہور تھے یعنی آل عقیل کی بیسی مشہور تھے جو کہ آپ کی عظمت خاندانی کی دلیل ہے - شکل و شمائل میں جاذب نظر اور عادات میں نیک خواہ تھے آتماش قدرت نے یہ عجیب خوشنما نقش بنایا تھا - فضائل ہاشمی جمع کر دے تھے - آپ کی مادر گرامی قدر جناب رقیہ بنت علی مرتضیٰ علیہ السلام تھیں عبد اللہ بن مسلم حضرت امام حسین کے عمر زادہ اور ہم شیر زادہ تھے -

روضة الشہداء میں ہے کہ آل جوان ہاشمی نے اپنے آپ کو حضرت امام حسین کی خدمت کے لیے وقف کر دیا تھا یہ خدمت امام علیہ السلام میں آئے قدم امام کو بوسہ دیا - اور عرض کیا - اے مسند نشین امامت اولیائے تاجدار وایت مرتضوی اشدن لی حتی اجول حومان الہمة الی عروسة الاخرة - یعنی اے ولایمھے اذان جہاد و محنت فرمائے تاکہ میں آپ کا سلام مسلم بن عقیل کو پہنچاؤں - امام حسین نے عبد اللہ کو دیکھا کہ آمادہ میدان قتال میں - آپ نے فرمایا کہ نور دیدہ ابھی تو میں مسلم بن عقیل کا داغ بھی

نہیں بھولا کہ تم آمادہ شہادت ہو رہے تمہارے باپ کی شہادت تمہارے لیے کافی ہے۔ اپنی ماں رقیہ کو ساتھ لے کر اس دشت ہولناک سے نکل جاؤ۔ اس لشکرِ عین کو صرف میرا سر چاہیے۔ فامسمہ عبد اللہ عند ذلک باللہ۔ یعنی کہ جناب عبد اللہ نے امام حسین کو خدا و رسول کی قسم دی اور عرض کیا کہ اے مولا میرے ہی بابا مسلم نے سب سے پہلے جام شہادت نوش کیا ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ آج کے دن عزیزوں میں سے سب سے پہلے میں ہی جام شہادت نوش کروں اور بابا کے اسوہ مبارکہ پر عمل کروں۔ امام حسین نے فرمایا کہ اے عبد اللہ خدا حافظ میری طرف سے اجانت ہے۔ مگر اپنی ماں اور بہن سے رخصت حاصل کرو۔ اور پھر میدانِ کارِ خدا میں جاؤ۔ ابو مخنف کہتا ہے کہ لما بنی الخلام شمر عن ذراعہ کعب یہ جوان میدانِ قتال میں پہنچا ماتمذ شیر رجز پڑھا اور قتال شروع کیا۔ لشکرِ عمر بن سعد کو زیر و زبر کیا اور ققتل رجا لا وجد لابطالا۔ بڑے بڑے لوگوں کو قتل کیا۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ عبد اللہ کے رجز پر قدامتہ بن اسد فرازی مقابلہ کے لیے نکلا جسے پسر سعد نے بھیجا تھا۔ یہ ملعون فوج میں باہر تھا۔ آدابِ حرب اور رسومِ طعن و ضرب جانتا تھا۔ اس نے میدان میں پہنچ کر حضرت عبد اللہ پر حملہ کیا۔ کبھی شخص عبد اللہ کے سامنے سے بھاگ جاتا تھا کبھی شور مچاتا تھا۔ کبھی جنگ سے گریز کرتا تھا اس کا اصل میں یہ مقصد تھا کہ کس طرح عبد اللہ تھک جائیں اور پھر ان کو قتل کرنا اس کے لیے آسان ہو جائے۔ مگر حضرت عبد اللہ نے کوئی عجلت نہیں کی بلکہ میز سے مقابل رہے۔ قدامتہ پھر مقابل آیا۔ اور اس با شمی جوانِ فرزندِ مسلم نے اپنے زین پر بلند ہو کر تلوارِ قدامتہ کے منہ پر ماری جس سے اس کا آدھا کٹہ صاف ہو گیا اور اس کا خون منجس بننے لگا۔ اسی اثنا میں اس ملعون نے آپ کو گھوڑے سے زمین پر اتار دیا لیکن آپ نے

سنجھل کر پھر سوار ہو گئے۔ اور پھر ایک رجز تازہ پڑھا کہ۔

اليوم اتقى مسلماً وهو ابى وفتية بار و اعلیٰ دين النبی
ليسوا ب قوم عرفوا بالکذب لکن کرام و خيار النسب
من هاشم السادات اهل الحسب۔ یعنی کہ میں عبد اللہ بن مسلم ہوں بہترین
حسبِ نسب والاہوں با شمی سید ہوں دین نبوی پر ہوں۔ محمد بن ابی طالب
لکھتے ہیں کہ عبد اللہ نے تین حملے کئے اور ان میں ۹۸۔ افراد واصل جہنم کئے۔ لیکن
پایاس کی شدت کی وجہ سے بے طاقت ہو گئے صاحبِ روضۃ الشہداء لکھتے ہیں
آپ نے مینمہ و میسرہ دونوں پر حملہ کیا۔ بہت سے ملعون کو قتل کیا۔ اور مرکبوں کو
زخمی کیا۔ اور خاص طور پر حمیر بن حمیر کہ جو نہرواں کے خارجی لوگوں میں سے ایک تھا
واصل جہنم کیا۔ و اراد الرجوع الی مرکز فحاسوا علیہ من کل جانب۔
اور عبد اللہ نے اپنے مرکزِ حرب کی جگہ واپس ہونے کا ارادہ کیا لیکن سوارا پڑیاہ
لشکر نے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور راستہ مسدود کر دیا۔ اسی دورانِ قتال و
ششی جو ایک جگہ پھپھا ہوا تھا اپنی فوج سے نکلا اور سواروں کی مدد سے آپ پر حملہ
کیا۔ فحمل علیہ من القفا فعرق حرمان الفتحی اس ملعون نے
یعنی تلوار سے آپ کے مرکب کے ہاتھ پاؤں قطع کر دیئے۔ اور عبد اللہ زمین پر گرے
شیخ مفید لکھتے ہیں۔ ورماء عمرو بن صبیح بسمهم فوضع عبد اللہ
یدہ علی جبہہ تفتہ۔ یعنی کہ جب عبد اللہ کیکے و تنہا رہ گئے تو عمرو بن صبیح
ملعون نے آپ کی پیشانی پر تیر مارا۔ پھر آپ پر تیر برسے لگے۔ عبد اللہ نے ہر چہ
کوشش کی کہ تیر نکال لیں مگر تیر نہ نکلا۔ اور ایک ملعون نے آپ کے شکم مبارک پر نیزہ
سے وار کیا۔ اور عبد اللہ نے اس وقت امام حسین کو آواز دی کہ آقا جلدی تشریف لائے

بروایت ابی مخنف جب عبداللہ نے کسی کو اپنی بالیں پر نہیں دیکھا تو آہ بگر خراش کھینچی جب امام مظلوم نے آواز سنی تو بے حجت تمام آپ اس کے پاس پہنچے۔ حالت عبداللہ دیکھی۔ قاتلوں پر نفرس کی اور خدا کی بارگاہ میں عرض کیا۔ پروردگار آل عقیل کے قاتلوں کو قتل کر۔ پھر آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون فرمایا۔ صاحب ریاض الاحزان فرماتے ہیں کہ آپ لاش عبداللہ کو خیمہ بیت الحرب میں لے آئے (بیت الحرب خیمہ سے وہ خیمہ مراد ہے کہ جہاں عزیزوں کی لاش رکھتی تھیں) المحرم نے ان کی لاش پر ماتم کیا۔

روز عاشوراء محرم شہادت اولاد جناب عقیل

قال العلامة فی ریاض الاحزان انه لما مضى عبد الله بن مسلم بن عقیل بسبيله الى الحق وهو غرة ناصية ال عقیل بان الانكسار في وجوه من كان ذلك الاصل الاصيل۔

جب کربلا میں نسیم خزاں بوستان محمدی پر چھا گئی۔ اور حضرت علی اکبر و جناب عبداللہ راہی جنان ہو چکے تو دوسرے جوانان ہاشمی کف افسوس ملتے ہوئے غمت امام حسین علیہ السلام میں آئے اور ہر ایک۔ دوسرے پر شہید ہونے میں سبقت کرتا چھا رہا تھا۔

جعفر بن عقیل آپ خدمت امام حسین میں حاضر ہوئے اور اذان جہاد طلب کیا اور تمام عزیز و اقارب کو سلام آخر کر کے تلوار کبف میدان قتال میں پہنچے اور رجز پڑھا۔

انا الغلام الابطحي الطالبي من معشر هاشم وغالب

و نحن حقاً سادة الذواب هذا الحسين اطيب الاطاب میں فرزند ہوں بطحی و طالبی کا ہیں خاندان ہاشم و غالب سے ہوں اور ہم ہی سید و سردار ہیں اور ہمارے سردار حضرت امام حسین ہیں جو طیب و طاہر ہیں پس آپ نے تلوار کھینچی اور ایک نعرہ بلند کیا اور قتال شروع کیا۔ اور پندرہ کافروں کو تہ تیغ کیا۔ بروایت ابی مخنف جعفر نیک خواہ اور یاد دہی نصرت امام حسین سے سرشار تھے لشکر عمر بن سعد کے چالیس پینتالیس آدمی جہنم کے حوالہ کیے۔ ایک ملعون کرجس کا نام بشر بن سوط الہمدانی تھا جو پوشیدہ بیٹھا ہوا تھا نکلا اور آپ پر تلوار کا وار کیا جس سے آپ کا ایک ہاتھ قطع ہو گیا۔ اور پھر اس ملعون نے ایک گرز آپ کے سر مبارک پر مارا۔ جس کے بعد آپ گھوڑے سے زمین پر گرے اور آپ کی روح اقدس راحت قدس کو روانہ ہو گئی۔

عبد الرحمن بن عقیل۔ جب جعفر بن عقیل شہید ہو گئے تو عبدالرحمن بن عقیل امام حسین علیہ السلام سے اذان جہاد لے کر میدان کارزار میں پہنچے آپ نے رجز پڑھا۔

ابی عقیل فاعرفوا مکانی من هاشم و هاشم اخوانی کہو لصدق سادة الاقران هذا حسين شامخ البيان وسيد الشيب مع المشبان

یعنی کہ میرے پدر عالی قدر عقیل ہیں اے لوگو ہمارا مقام پہچانو۔ میں ہاشمی ہوں اور ہاشمیوں کا بھائی ہوں۔ اور ہمیشہ سے سید و سردار ہوں اور یہ حسین ظاہر ہے کہ صاحب عظمت ہیں اور تمام ضعیفوں اور جوانوں کے سردار ہیں۔ رجز کے بعد آپ نے حملہ کیا اور سترہ ملعونوں کو واصل جہنم کیا۔

عبداللہ بن عقیل۔

جس وقت عبدالرحمن بن عقیل مصروف کارزار تھے۔ عبداللہ بن عقیل بھائی کی نصرت و مدد کے لیے میدان قتال میں پہنچے۔ اور دونوں نے مل کر لشکر عمر بن سعد پر حملے شروع کئے اسی دوران کثرت لشکر عمر بن سعد کی وجہ سے دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ اور عبدالرحمن بن عقیل گھوڑے سے گرا۔ اور ملعون نے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ عبداللہ بن عقیل کا قاتل عبداللہ بن عثمان تھا اس ملعون نے آپ کے سر پر گرز مارا آپ اس وقت گھوڑے سے گرے اور روح پرواز کر گئی۔
محمد بن ابی سعید بن عقیل۔

جب عبدالرحمن اور عبداللہ پسران عقیل شہید ہو گئے تو محمد بن ابی سعید اپنے دونوں چچا یعنی عبدالرحمن، اور عبداللہ کا انتقام بہنے کے لیے باذن امام مظلومؑ میں ابن کارزار میں آئے۔ سخت قتال کیا اور اکثر ملعونوں کو تیغ کیا بروایت مدائنی۔
لقیداء بن مایہ جہنی نے آپ کو شہید کیا۔
موسیٰ بن عقیل۔

جناب عقیل کے بیٹوں میں آپ، محمد بن ابی سعید کے قتل ہونے کے بعد امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اذان طلب کیا۔ آپ کفن گردن میں ڈالے ہوئے تھے اس وقت جوانان ہاشمی میں ایک شور مچا رہا تھا۔ امام حسینؑ نے دعا مانگ کر کہا اور آپ میدان جنگ میں آئے۔ رجز پڑھا۔ خانہ لانی تعارف کرایا۔ آپ نے ستر ملعونوں کو قتل کیا اور آخر میں خود بھی شہید ہو گئے۔ اولاد عقیل غلاق عبادت، تواضع میں بے مثل تھے۔

ابن شہر آشوب اپنی کتاب مناقب میں عون اور محمد کو اولاد عقیل کو شمار کیا

ہے واللہ اعلم بالصواب (بنابر مشہور عون، اور محمد پسران جناب عبداللہ بن جعفر طیار ازہل بن جناب سیدہ زینب خاتون تھے)

خلاصہ اولاد جناب عقیل رض

اولاد مسلم بن عقیل میں سے عبداللہ بن مسلم بن عقیل تھے کہ جو شہید ہوئے جن کا ذکر تفصیلاً کہا گیا ہے اور عید اللہ بن مسلم کہ ان کا نام زیارت شہداء میں مذکور ہے اور محمد بن مسلم چنانچہ کتاب مناقب میں ہے کہ دو فرزندان مسلم کو فہم شہید ہوئے ہیں اس طرح جناب مسلم کے پانچ فرزند تھے۔

اولاد عقیل۔ ایک جعفر اور دوسرے بروایت الوافرج و مناقب عبدالرحمن بن عقیل تھے۔ بروایت بحار عبداللہ بن عقیل، بروایت الوافرج موسیٰ بن عقیل۔ بروایت ابی مخنف محمد بن ابی سعید بن عقیل۔ بروایت مدائنی عون و محمد بروایت مناقب اولاد حضرت عقیل سے چودہ افراد کربلا میں شہید ہوئے ہیں

روز عاشوراء محرم شہادت اولاد جناب جعفر بن

ابی طالب

جب تمام اولاد جناب عقیل شہید ہو گئی تو جناب جعفر طیار کی اولاد کا نمبر آیا کہ نصرت امام حسین علیہ السلام میں جام شہادت نوش کریں۔ اہل خبر و سیر نے لکھا ہے کہ جعفر بن ابی طالب کے دو فرزند تھے ایک محمد بن جعفر دوسرے عون بن جعفر تھے۔ اور یہ دونوں امام حسین علیہ السلام کی معیت میں روز عاشوراء محرم شہید ہوئے

کے بطن سے تھے اور دوسری کتابوں میں بھی ان دونوں کی مال کا نام زینب بنت علیؓ مذکور ہوا ہے۔ اور خواص و عام میں یہی مشہور ہے کہ عون اور محمد دونوں فرزند ان عبد اللہ زینب خاتون میں جب کہ حضرت علی اکبرؓ اور عبد اللہ بن مسلمؓ باقی اولاد عقبیل شہید ہو گئے تو حضرت زینب خاتون ان دونوں بیٹوں کو لے کر خدمت امام حسینؓ میں آئیں اور فرمایا جھیا خواہر کا ہدیہ قبول فرمائیے امام حسینؓ نے سنا اور بچوں کو محسرت دیکھا دونوں جوان کفن گلے میں ڈالے ہوئے تھے۔ بچوں نے امام حسینؓ کے قدموں پر سر رکھا۔ زینب خاتون نے سفارش کی امام حسینؓ علیہ السلام نے اجازت میدان جہاد دی۔ دونوں میدان جہاد میں آئے۔ رجز پڑھا کہ آج روز جہاد ہے ہم اپنی کارزار کے جوہر دکھائیں گے اور ہم لشکر بے دین سے جنگ کریں گے۔ او ہمارے جنگ حسینؓ ابن علیؓ کی نصرت و یادری کے لیے ہے اور ہم اپنے ماموں جان پر اپنی جانیں قربان کریں گے رجز کے بعد دونوں نے مقابلہ کیا اور ان دونوں نے دس ملعونوں کو قتل کیا۔ عامر شلمی نے چھوٹے بھائی محمد کو مقتول دیکھا۔ تو لاش برادر کے پاس آئے تلوار ہاتھ میں تھی اور نگاہ بھائی کے قاتل پر تھی آپ نے قاتل ملعون پر ایک ایسی ضرب کاری لگائی کہ وہ اپنے گھوڑے سے دو ہو کر گرا اور اس کی روح نے جہنم میں پناہ لی۔ اور دوسرے جوانوں کے ہمراہ لاش محمد زخمیہ میں لائے۔ دوبارہ پھر میدان کارزار رہیں گے اور پھر شیرانہ رجز پڑھا اور مقابلہ شروع کیا اور لشکر باطل کے کئی افراد قتل کئے۔ اور بہت سے لشکریوں کو فرار کرنے پر مجبور کر دیا۔ علامہ مجلسی بخار میں لکھتے ہیں کہ حق قتل من القوم ثلثہ فارس وثمانیہ عشر ساجل یعنی تین سواروں نے اٹھارہ پیادہ کے ساتھ آپ پر حملہ کیا۔ لیکن عون نے بھول پروٹا ان سب کو شریعہ کیا۔ عبد اللہ بطہ طائی جو لشکر عمر بن سعد کا ایک نامور شجاع تھا

ہیں۔ ابوالعباس احمد بن علی ابن الحسین صاحب کتاب عمدۃ الطالب لکھتے ہیں کہ اولاد جعفر طیار میں آٹھ نفر تھے۔ جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) عبد اللہ بن جعفر۔

(۲) عون بن جعفر۔

(۳) محمد بن اکبر بن جعفر۔

(۴) محمد بن الاصغر ابن جعفر۔

(۵) حمید بن جعفر۔

(۶) حسین بن جعفر۔

(۷) عبد اللہ الاصغر بن جعفر۔

(۸) عبید اللہ بن جعفر۔

اور ان سب کی والدہ ماجدہ اسماء بنت عیسٰی تھیں۔ ان آٹھوں اولاد میں سے دو افراد کو بلا میں ہم رکاب امام حسینؓ تھے جو کہ شہید ہوئے یعنی کہ محمد اور دوسرے عون جو کہ جعفر ابی طالب کی اولاد میں اور شہید ہوئے ہیں۔

عون اور محمد پسران جناب زینب خاتون۔

شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ دو نفر اولاد عبد اللہ بن جعفر سے تھے ایک کا نام محمد اور دوسرے کا نام عون تھا اور یہ دونوں کو جب کہ امام حسینؓ نے مکہ سے بطرف کربلا روانگی فرمائی ہے ہم رکاب امام حسینؓ علیہ السلام ہوئے ہیں اور یہ بھی جناب عبد اللہ نے فرمایا تھا کہ مناسک حج کے بعد ہم بھی ملحق ہوں گے۔ عبد اللہ بن جعفر موسم حج میں مکہ میں تشریف فرما تھے آپ ہی نے اپنے دونوں بیٹوں کو امام حسینؓ کے ساتھ روانہ کیا تھا ورنہ الشہداء میں ہے کہ یہ دونوں فرزند ان عبد اللہ حضرت زینب خاتون

ایک جگہ پوشیدہ بٹھا ہوا تھا کہ اس ملعون نے حکم کیا۔ اور حضرت عون کی پشت پر گزرا ہستی مارا۔ جس کی ضرب سے آپ گھوڑے پر نہ سنبھل سکے اور زمین پر گرے۔ اور روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی اس کی لاش خیمہ میں لا کر چھوٹے بھائی محمد کی لاش کے پاس رکھ دی۔ الجحرم نے ماتم کیا۔ روایات سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت زینب خاتون نے بیٹوں کی لاش پر ماتم کیا۔ مؤلف کہتے ہیں کہ میرا عقیدہ یہ ہے کہ اگر حضرت زینب کے اور بیٹے ہوتے تو ان کو بھی امام حسینؑ پر نشانہ کرتیں۔ لیکن انہی جناب زینب نے جب خبر قتل علی اکبرؑ سنی ہے تو بے تابانہ خیمہ سے نکل کر لاش علی اکبرؑ پر پہنچ گئی تھیں۔ شیخ مفیدؒ اپنی کتاب الارشاد میں لکھتے ہیں کہ زینب خاتون خیمہ سے نکل آئی تھیں اور فریاد کر رہی تھیں۔ وا ولد اہ وافتیلاہ و اقلہ ناصر اہ۔ کہہ رہے تھے اے علی اکبرؑ تم قتل ہو گئے کاش میں زندہ نہ ہوتی اور تمہاری لاش نہ دیکھتی۔ واحسر قوا و اہ اکبر اہ۔

عروسی اور شہادت حضرت قاسم ابن امام حسن

علیہ السلام

جب اولاد جعفر و عقیل شہید ہو چکے اور امام حسینؑ ان پر آنسو بہا چکے۔ ان کی لاشوں پر الجحرم نوحہ و ماتم کر چکے اس وقت امام حسینؑ فرما رہے تھے اما من معینا یعیننا اما من معیر یجیرنا اما من ناصر ینصرنا۔ آیا ہے کوئی جو اس عالم بیکسی میں فرزند نبویؐ کی مدد کرے ہمیں پناہ دے ہماری نصرت و یادری کرے۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ اس وقت فنخرج الیہ من

الخیمۃ غلامان کانہما قمران احدہما اسمہ احمد والاخر اسمہ قاسم۔ یعنی خیمہ سے دو چاند برآمد ہوئے ایک کا نام احمد اور دوسرے کا نام قاسم تھا اور وہ دونوں فرزند ان امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام تھے۔ لبیک لبیک یا سیدنا نحن بین یدیک مرنا یا مریک صلوات اللہ علیک۔ یعنی اے غم نامدار ہم حاضر ہیں۔ جو حکم فرمائیں ہم اطاعت کریں گے اور بجلائیں گے ہماری ایک جان پر کیا منحصر ہے ہزار جانیں ہوں تو آپ پر فدا ہیں ان دونوں کو دیکھ کر امام حسنؑ کی تصویر نگاہ کے سامنے آگئی۔ امام حسنؑ کی یاد تازہ ہو گئی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور اسقدر آنسو جاری ہوئے کہ آپ کی ریش مبارک تر ہو گئی۔ اور ایسی حالت ہو گئی تھی کہ قریب تھا کہ آپ غش کر جائیں۔

کتاب منتخب میں ہے کہ وجاء القاسم وقال یا عہم الا جازۃ لا مضی الی قتال ہولاء الکفر۔ اے غم نامدار میں دیکھ رہا ہوں کہ اصحاب و انصار عزیز و پیارے سب شہید ہو گئے اب زندگی بے کیف ہو رہی ہے۔ مجھے بھی اذان جہاد عطا ہو۔ امام حسینؑ نے قاسم کے چہرہ پر نظر کی حسن کی یاد تازہ ہو گئی۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ اے قاسم میں تمہیں کیونکر میدان کارزار میں جانے کی اجازت دوں تم میرے بھائی کی نشانی ہو۔ فعند ذلک خرجت امۃ من الفسطاط و بکت و انت و اخذت بذیلہ و منعتہ مما ضمہ۔ اس اثنا میں کہ قاسم بالحاج و زاری اذان جہاد طلب کر رہے تھے کہ آپ کی مادر گرامی خیمہ سے سر اسیمہؑ حالت میں نکلیں اور فرزند کا دامن تھام لیا اور منع کیا۔ اس وقت آپ کی مادر گرامی آپ کے دامن پکڑے ہوئے تھیں اور قاسم دامن امام حسینؑ پکڑے ہوئے اور ان سب کی آنکھوں میں

آنسو جھری ہوئے تھے۔ جب حضرت قاسمؑ کو اجازت نہ ملی تو آپ ایک خیمہ میں جا کر بیٹھ گئے کبھی عالم تصور اپنے پدر عالیقدر امام حسنؑ کو یاد کرتے کبھی یکس امام حسینؑ کا خیال آتا بیٹھے ہوئے روتے رہتے کتاب منتخب میں ہے کہ فجلس مغمر ما حنین القلب متالما ووقع راسہ علی رکبتیہ۔ شیخ طریحی فرماتے ہیں کہ قاسمؑ بحالت محزون اپنا سر زانو پر رکھے ہوئے رو رہے تھے۔ کہ کیا ایک آپ کو اپنے بابا امام حسنؑ علیہ السلام کا ایک خط جو بطور تعویذ بازو پر بندھا ہوا تھا یاد آیا۔ اس خط میں حضرت امام حسنؑ مجتبیٰ علیہ السلام نے اپنے آخری وقت یہ وصیت کی تھی کہ قاسمؑ جب تجھ پر غم و اندوہ بہت زیادہ ہو تو اس تعویذ کو پڑھنا اور اس پر عمل کرنا۔ حضرت قاسمؑ گلوں قبلے حسنؑ سب قبا کا تعویذ کھولا اور پڑھا۔ اس کی عبارت یہ تھی یا ولدی یا قاسمؑ اذا رایت عمک الحسین بکربلا وقد احاط الاعداء فلا تترك البراز والجهاد لاعداء الله واعداء رسول الله ولا تبخل عليه بروحك وكلمنا نهالك عن البراز عاوده ليا ذن لك۔ یعنی اے نور دیدہ من!۔ اے قاسمؑ میں یہ وصیت کرتا ہوں کہ جب تمہارے عموجان حسینؑ سے دشمنان دین کو بلا میں مقابلہ کریں۔ تو تم اعداء دین سے نصرت امام حسینؑ میں جہاد کرنا۔ اور اس تعویذ و وصیت کے ذریعہ اذن جہاد حاصل کرنا۔ جناب قاسمؑ نے اس تعویذ پڑھا اور شوق شہادت میں چہرہ پر مسرت کے آثار ظاہر ہوئے نوشتہ امام حسنؑ علیہ السلام لے کر امام حسینؑ علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور وہ نوشتہ امام حسینؑ کو پیش کیا امام حسینؑ نے وہ نوشتہ پڑھا اور شدید گریہ و بکا کیا۔ تقریباً گیارہ سال کے بعد امام حسینؑ علیہ السلام نے خط براہ درکھا تھا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ امام حسینؑ

نے فرمایا کہ میں بھائی کی وصیت پر عمل کروں گا۔

کتاب منتخب میں مرقوم ہے فاخذ بيد القاسم وادخل الخيمة وطلب عوناً وعباساً۔ یعنی امام حسینؑ علیہ السلام نے قاسمؑ کا ہاتھ پکڑا اور خیمہ تشریف لائے عون اور جناب عباسؑ علیہ السلام کی بلایا۔ اور محض امام حسنؑ دکھایا اور قاسمؑ کو بھی بلایا اور بعد حضرت زینبؑ خاتون سے فرمایا کہ اے ابن حسنؑ مجھے اے پیر ابن والا صندوق لاؤ۔ جناب زینبؑ نے وہ صندوق حاضر کیا اور امام حسینؑ نے قبا اور عمامہ امام حسنؑ نکالا۔ اور دونوں چیزیں قاسمؑ کو پہنائیں۔ اور فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہؑ کو لاؤ کہ وہ قاسمؑ کے نامزد ہے۔ الحرم باچشم گریان فاطمہؑ کو اس خیمہ میں لائے اور امام حسینؑ نے عون و عباسؑ کی موجودگی میں خطبہ عقد پڑھا۔ فقعد علیہما یعنی کہ فاطمہؑ کا عقد قاسمؑ ابن حسنؑ کے ساتھ کیا۔ اور فرمایا اے نور دیدہ اے قاسمؑ یہ تمہاری امانت ہے۔ اس غم انگیز ماحول میں عقد کی رسم ادائیگی فرض سمجھ کر ادا کی گئی۔ اور امام حسینؑ اپنے بھائیوں کے ہمراہ خیمہ سے باہر آگئے۔ ابھی رسم عقد ختم ہوئی تھی کہ لشکر عمر ابن سعدؑ میں طبل جنگ بجنے لگا اور جنموں کو گریہ و زاری کی صدائیں بلند ہونے لگیں طبل جنگ کی صدا آسمان تک جا رہی تھی اور الحرم کے گریہ و شیووں اور نالوں کی صدا فلک ہنقم جا رہی تھی و احسرتا قاسم ناشد اس لیے دوہا بنے تھے کہ عروس شہادت سے ہنکار ہوں۔

حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام

قصر الذہب میں جنات سے جنگ کرتا

مؤلف فرماتے ہیں کہ ہم اس مقام پر باصراہ باب حدیث قصر الذہب نقل کرتے

میں جو کہ عجیب و غریب حکایت ہے چنانچہ کتاب کنز الواعظین میں ہے کہ ہشام بن عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام غزوہ نخلہ سے بقیع و کامرانی واپس مدینہ تشریف لارہے تھے کہ آپ نے سفر کے دوران ایک جگہ استراحت فرمائی۔ اس وقت فوفد الیہ جماعۃ من العرب۔ کراہل عرب کی ایک جماعت یعنی کچھ لوگ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کا احوال دریافت کیا۔ تو انہوں نے کہا کہ اس قطعہ زمین پر ہمارا قصر (محل) ہے کہ جو سونے کا بنا ہوا ہے اسی لیے اس قصر کو قصر الذہب کہتے ہیں اس قصر میں ایک اژدھ ہے جو بہت قوی ہیکل اور جسم ہے اس کے منہ سے آگ کے شعلے نکلے رہتے ہیں۔ اور اس سے مخلوق خدا کو اذیت پہنچتی رہتی ہے۔ ہماری حضرت والا سے یہ گزارش ہے کہ آپ ہمیں اس مصیبت سے نجات دلائیں۔ فلما سمع الامام قال باقوم ان رسول الله عهد الى ان لا اجذب سيفي الا باذنه - یعنی کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور میرے درمیان عہد ہے کہ میں بغیر اذن رسول خدا تلوار نہ کھینچوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اپنا ایک آدمی بطور نمائندہ خدمت آنحضرتؐ میں بھیجو وہ تمہاری طرف سے اپنی اس تکلیف کا اظہار کرے پھر میں باجائزت سرور کائنات تمہاری راحت کا سامان کر دوں گا۔ اس وقت ایک شخص کہ جس کا نام عبداللہ بن حباب تھا اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ میں حضور کا خادم ہوں۔ لیکن میری ایک خواہش ہے کہ ارید ان تدعوا الی بقرب الطريق یعنی میں چاہتا ہوں کہ زمین کے فاصلے ختم ہو جائیں اور میں جلد تر خدمت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچ جاؤں۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے سنا اور عبداللہ کو اپنے خیمہ میں لے کر

آئے اپنا پاتابہ اس کو باندھا۔ اور سفید صوف کا کپڑا اس کے پہلو پر ڈالا عمامہ سرخ اس کے سر پر رکھا۔ اور ترکہ سوچی خیزراں اس کو دیا کہ اپنے ہاتھ میں لیے رہے اور امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے ایک عریضہ بند خدمت آنحضرتؐ تحریر کر کے اس کو دیا تاکہ حسب الحکم نبوی عمل کر سکیں۔ عبداللہ نے وہ نامہ اپنے عمامہ میں رکھا اور عازم مدینہ ہوا اور تھوڑی ہی دیر میں مسافت ختم ہو گئی اور وہ مدینہ وارد ہوا اور دو ٹکڑہ نبوی پر حاضر ہوا۔ دستک دی۔ اس وقت آنحضرتؐ خانہ جناب امیر المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں تھے آپ نے فرمایا کہ اے ام سلمہ دروازہ کھول دو کیونکہ یہ شخص قاصد علی ابن ابی طالب ہے۔ عبداللہ داخل خانہ رسول خدا ہوا۔ دروازہ سلام کے بعد اس نے وہ عریضہ آنحضرتؐ کو پیش کیا۔ آنحضرتؐ نے اس وقت فرمایا کہ حسن کو بلاؤ کہ وہ اس نامہ کو پڑھے۔ امام حسن تشریف لائے نامہ پڑھا۔ مضمون نامہ اس طرح شروع کیا گیا تھا بسم الله الرحمن الرحيم اما بعد فاني اشرف على قبيلة عامر بن الحجاج ودعوت الى طاعة الله وطاعة رسوله فاني عن ذلك - یعنی میں بفرمان خداوند خود قبیلہ عامر بن الحجاج کو دعوت اسلام دینے کے لیے لشکر ہمراہ لے کر گیا۔ اور وہاں پہنچ کر دعوت حق دی۔ اور ان پر سختی کے ساتھ گرفت کی۔ کفار کو پرانگہ کیا۔ جو قرار کر گئے تھے ان کا تعاقب نہیں کیا پیر اور بچوں کو کسی قسم کی اذیت نہیں دی۔ میں فتح و ظفر کے بعد جب واپس آ رہا تھا کہ عرب کے کچھ لوگ میرے پاس پہنچے جن کا اسی سرتین پر ایک قصر ہے کہ جسے "قصر الذہب" کہتے ہیں وہاں ایک عظیم اژدھ رہتا ہے جو وہاں کے لوگوں کے لیے عظیم خطرہ کا باعث ہے وہ سب لوگ اس کے خوف سے ہر سال میں ان کے کاروبار معطل ہیں وہ لوگ چاہتے ہیں کہ میں ان کو اس اثر سے

سے نجات دلاؤں۔ آپ کے حکم کا منتظر ہوں۔ فامرونی بامرک صلی اللہ علیک تجد بی سامعاً مطیعاً و السلام۔ یعنی مجھے آپ اپنے حکم سے مطلع کریں۔ جب امام حسن نامہ پڑھ چکے تو رسول خدا نے فرمایا اسے نوریدہ قلم و دوات لاؤ۔ میں بولتا جاؤں گا اور تم لکھو۔ پس امام حسن مجتبیٰ نے دوات و قلم پیش کیا۔ آنحضرتؐ نے جواب تحریر کر لیا جو کہ یہ ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم اما بعد فقد و صلتی کتابک و قلمت خطابک و قد اخبرنی اللہ و هو لا یخفی علیہ خافیۃ بما صنعت باعداء اللہ و قد اثبت علیک اے برادر خط کا مضمون حسن مجتبیٰ سے پڑھوایا گیا۔ مجھے خداوند تعالیٰ نے پہلے ہی سارے واقعہ سے خبر دیدی تھی۔ اور خداوند عالم نے مدح و ثنا بھی فرمائی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ تم قصر الزہب جاؤ وہاں پر جنات جو کہ مسلمان نہیں ہوئے ہیں رہتے ہیں اور وہاں دھما بھی ایک جن ہے یہ لوگ طرح طرح کی شکلیں بدل کر وہاں کے لوگوں کو خوف زدہ کرتے ہیں اور وہ لوگ پچاس ہزار ہیں تم ان سے مقابلہ کرو۔ فان ربی قد وکل بک الملائکۃ المقربین یکونون محلک و اللہ مطلع علیک و السلام۔ آخر جواب نامہ امام حسینؑ کی طرف سے چند جملے تحریر کئے کہ جس میں آپ نے اپنے پدر عالیقدر کو سلام اور شوق زیارت کا اظہار کیا۔ آنحضرتؐ نے وہ خط عبد اللہ کو دیا اور بسوئے امیر المومنین علی ابن ابی طالب مدائن ہوا اور آنا فانا وہ آپ کی خدمت میں پہنچ گیا اس کے پہنچنے سے پہلے حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ ہاتھ دیا گیا اس کا استقبال کرو کیونکہ اب وہ قاصد پیغمبر خدا ہے اس نے پہنچ کر وہ خط مبارک اپنے عمامہ سے نکالا اور حضرت علی مرتضیٰؑ کو پیش کیا آپ نے وہ نامہ پڑھا دیکھا کہ یہ خط

فرزند اکبر حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے لکھا تھا اور امام حسینؑ نے اپنے شوق زیارت کا اظہار کیا تھا۔ پس بعد ملاحظہ مضمون نامہ بامر رسول خدا حضرت علیؑ مشکل کشا نے قصر الزہب کا رخ کیا۔ اس وقت پچاس ہزار جنات جمع ہو گئے۔ شان الامام امران ینادی با اجتماع العسکر فنا داہم فاجتمعوا حولہ۔ پس امام الانس والجنۃ نے منادی جاری کی اور آپ کے سب لوگوں کو خبر ہوئی کہ امیر المومنین قصر الزہب تشریف لے جا رہے ہیں۔ اس وقت قبر غبر سرشت نے اسب اشقر رسول خدا حاضر کیا۔ اس پر زین کسا گیا۔ اور اپنے لشکر سے دس منتخب لوگ اپنے ہمراہ لیے اور بقیہ لشکر کو حکم دیا کہ وہ اسی جگہ ٹھہرا رہے ان دس حضرات میں اصحاب رسول خدا مثل عمار یا سر، خالد بن ولید، زبیر بن عوام، قیس بن سعد بن عبادہ اور سعد بن عبادہ، خالد بن ولید شامل تھے۔ فرمایا ان کو باخو لکم و تقلدوا۔ پیغمبر خدا سیوف حکم دیا کہ سوار ہو اور تلواریں ہمراہ لو۔ اور خود امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ۔ درع ذات الفصول پہنی۔ عمامہ سحاب ہوئی سر پر رکھا۔ ذوالفقار زبیرؑ کی سپر جعفر طیار دوش پر۔ علم نصر من اللہ و فتح قریب سر پر سایہ نکلن، نیز و خمرہ حلقہ رکاب میں رکھا۔ اور آپ ساتھیوں کو لے کر قصر الزہب پہنچے۔ آپ نے قصر پہنچنے سے پہلے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ گھوڑوں سے اتر پڑیں بساط حضرت امیر المومنین بچائی گئی اور اس پر یہ سب لوگ بیٹھ گئے۔ عمارؑ کہتے ہیں کہ اس اثناء میں قصر الزہب سے آگ کے شعلے نکلے۔ اور دیکھتے دیکھتے اس قصر کا سارا میدان آتشیں شعلوں سے بھر گیا۔ اور آگ کی حرارت نے ان لوگوں پر بھی اثر کیا۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان واجب الاطاعت پڑھا کہ ایتھا الخیل ارجعی یا ذن اللہ

واطیعی ابن عمر رسول اللہ - کہے گروہ اجنہ تم واپس ہو جاؤ اور اطاعت رسول خدا کرو اس حکم کو سن کر میں حکم دیا کہ اٹھو اپنے گھوڑوں پر سوار ہو۔ ہم اپنی جگہ سے اٹھے۔ ہمارے جیموں اعتر تھا۔ حالانکہ آپ نے ہماری دلاری کی اور فرمایا۔ لا هُوَ لَكُمْ مِنَ الرِّضْمَةِ الْحَقِّ فَوَاللّٰهِ مَا تَرَوْنَ مِنِّي وَمِنْهُمْ هَذَا الْيَوْمَ مَا تَنْشِيبُ الْوَلَدَانِ وَتَتَعْجَبُ مِنْهُمَا مَلَأَتْكَ السَّمَوَاتُ۔ فرمایا کہ کوئی خوف نہ کرو۔ یہ جنات تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور بخدا آج قدرت کہ جو خدا نے مجھے مرحمت کی ہے ملاحظہ کرو۔ میری قدرت کو دیکھ کر طفل - پیر ہو گئے۔ اور ان کے بال سفید ہو گئے اور ملائکہ تعجب کرتے ہیں۔ عمار کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ قصر کے دروازہ سے دُھواں اٹھا اور بدبو پھیل گئی۔ دن مثل شب تاریک ہو گیا۔ اور آتشیں موتیں نظر آنے لگیں۔ اس قصر کے بارہ دروازے تھے ہر ایک دروازہ سے افواج جنات نکل رہی تھیں۔ اور ادھر امیر المؤمنین علیہ السلام غضبناک حالت میں کھڑے ہوئے ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ناگاہ آپ نے زبیر بن العوام کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ تم سب اپنی جگہ بیٹھے رہو۔ اور آپ نے ان کے گرد ایک حلقہ کھینچ دیا۔ اور وہ سب سب تلاوت قرآن کرتے رہے۔ اور فرمایا اے مقداد تم دائیں طرف، اور اے عمار تم بائیں طرف اور تیس تم میرے عقب میں آ جاؤ۔ یہ تینوں اصحاب جو حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کے گرد آگئے یہ اپنی جگہ سے چند قدم پڑھے تھے کہ قصر الذہب سے ایک عظیم آدھانکلا فجعل یرمی بشرًا والنِّبْرَانِ وَصَاحَ صَبْحَةً كَالرَّغْدِ الْقَاصِفِ وَارْتَفَعَ أَصْوَاتُ الْأَصْوَاتِ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ۔ عمار کہتے ہیں کہ آدھانکلا اور اس نے آگ برسانی شروع کر دی۔ اور چیخنا شروع کر دیا اس طرح چیخا کہ جیسے بادلوں میں بھلی

کہتی ہے۔ اور ہمیب و دروانی شکلوں میں ظاہر ہو کر چاروں طرف سے گھیر لیا۔ حضرت امیر المؤمنین علی ابی ابی طالب نے تلاوت قرآن شروع کی بسم اللہ الرحمن الرحیم و بطنہ و یس و باسم المکنون علی النور و زجر تکم بالصافات صفا والزجرت من جرجا الخ فاتبعه شهاب ثاقب و عزمت علیکم بہ تبسراک وبالاعراف و باللہ الذی لا الہ الا اللہ هو خالق اللیل والنہار والظلم والانسوان۔ عمار کہتے ہیں کہ اللہ کہ جب امیر المؤمنین علی ابی طالب مشغول تلاوت آیات قرآنی ہوئے تو اس وقت پتھر آگ مثل بارش برسنے لگی۔ اور آگ کے شعلے ہمارے سروں پر سے گر رہے تھے۔ امام عالی مقام پر جعفر طیار سے ان پتھروں اور آگ کے لوگوں کو روک رہے تھے۔ اور خود ذکر خدا میں مشغول تھے فرمایا بحق علیکم ان اثبتوا مواضعکم یعنی میرے اس حق کی قسم جو تم پر ہے اپنی جگہ ٹھہرو۔ اپنی جگہ رکے رہو اور فرمایا کہ اس گروہ اتشی کو میرے سوا کوئی دوسرا دور نہیں کر سکتا۔ جب آپ نے اپنے اصحاب میں اضطراب دیکھا تو فرمایا کہ تم سب سب تلاوت قرآن مجید میں مشغول رہو تمہیں اجنہ کا لشکر کوئی گزند نہیں پہنچائے گا یہ فرمایا امام علی مقام قصر ذہب کی طرف متوجہ ہوئے جب در قصر پر پہنچے تو فرمایا اے گروہ بن اللہ و رسول پر ایمان لاؤ ورنہ میں تمہیں تمہاری ہی آگ سے جلا دوں گا۔ پھر یہ آیات تلاوت کیں یا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذوا لاتنقضوا ولا یسلطان قباى الا ربکمما تکذبان یرسل علیکمما شواظ من نار ونحاس فلا تنقضان قباى الا ربکمما تکذبان۔

عمار کہتے ہیں کہ حضرت امیر المؤمنین یہ آیات تلاوت فرما رہے تھے اور آگے بڑھتے جاتے تھے۔ اور عمار کہتے ہیں کہ میرا یہ حال تھا گویا اب روح بدن سے نکلنی والی ہے۔ اس وقت آپ نے عمار کو اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا دیا اور وہ وہاں پہنچتے ہی غش کر گئے۔ حضرت امیر المؤمنین نے فرمایا کہ اے دوستو غروب آفتاب تک میرا انتظار کرنا اگر مجھے فتح حاصل ہو گئی تو بہت خوب، ورنہ میرے مرنے کی خبر رسول خدا کو پہنچا دینا یہ فرما کر ذوالفقار لیے ہوئے قوم جنات کی طرف روانہ ہوئے۔ اور چہرہ اُسے تکبیر بلند کر کے ان پر ذوالفقار سے حملہ کیا۔ دو جانب سے جنوں نے آپ پر کیا۔ قیس کہتے ہیں کہ واللہ لقد سمعنا ضرب ذوالفقار یعنی ذوالفقار کے چلنے کی آواز سنی۔ حضرت امیر المؤمنین ہر ایک ضرب پر نعرہ تکبیر بلند کرتے تھے۔ ذوالفقار جنوں کو قتل کر رہی تھی۔ اور ہم حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کے حق میں دعا کر رہے تھے وعدک وعدک یا من لا یخلف المیعاد اللهم لا تفرج بہ قلب فاطمۃ الزہراء۔ خلیا دل فاطمہ اور قلب حسین کو علی ابن ابی طالب کے مرگ سے نہ جلا یعنی علی کی حیاتی ہو۔ عمار کہتے ہیں کہ جنگ نعرہ تکبیر کی آواز آتی رہی ہمیں تسکین رہی۔ اسی اثناء میں ابلیس ملعون (شیطان) نے بالائے کو فریاد کی اور کوا صاحبکم فخذوا ایثار یعنی اے گروہ مردم تم بیٹھے ہوئے ہو اور تمہارا صاحب یعنی علی ابن طالب، قتل ہو گئے۔ لیکن اصحاب نے کہا کہ اے ملعون تجھے ہم پہنچاتے ہیں تو شیطان ہے انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ اسی حالت میں کہ ولی رب العالمین قوم اجتنہ کے ساتھ مصروف پیکار تھے کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے مدینہ میں عالم خواب میں دیکھا کہ حضرت علیؑ پچاس ہزار جن و عفریت کے حلقہ میں گھر گئے ہیں۔ اور امیر المؤمنین حالت جنگ میں فتنے

ہیں اے رسول خدا کی بیٹی میرا سلام رسول خدا کو پہنچا دو۔ اسٹلی اباک ان یدلحقنی بک فی جہد جہید و کد اکید۔ اور رسول خدا سے سوال کرو کہ میرے لیے دعا فرمائیں کہ میں صحیح و سالم واپس پہنچوں۔ اس خواب کو دیکھ کر سیدہ عالم کے چہرہ مبارکہ کانگ متغیر ہو گیا۔ ام سلمہؓ نے دیکھا تو سبب دریافت کیا۔ لیکن سوائے گریہ و زاری فاطمہ زہرا کچھ جواب نہ دے سکیں۔ جب آنحضرتؐ کو خبر ہوئی تشریف لائے اور فرمایا کہ اے نور دیدہ اس قدر رونے کا کیا سبب ہے۔ آپ نے خواب بیان کیا اور آنحضرتؐ سے دعا کرنے کے لیے عرض کیا کہ اے بابا آپ دعا فرمائیں کہ ابوالحسن کو فتح نصیب ہو۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے خدا جاہل ہے کہ قصر الذہب میں علیؑ کو فتح و کامرانی عطا کرے اسی اثناء میں جبرئیل امین نازل ہوئے اور عرض کیا۔ العلی الاعلی یتبرک السلام۔ کہ حق تعالیٰ تم کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ علیؑ کے ہاتھ پر قصر الذہب فتح ہوگا اور علیؑ صحیح و سالم مراجعت کریں گے۔ آنحضرتؐ جناب سیدہ عالم اور امام حسنؑ و حسینؑ سحرین عبادہ انصاری کے گھر لے گئے اور بالائے بام کہ جو مدینہ میں سب سے زیادہ اونچا مکان تھا پہنچے اور حکم دیا کہ اے زمین پست و نزدیک ہو جا۔ آنحضرتؐ اور سیدہ فاطمہ زہرا اور حسنؑ و حسینؑ نے نظری تو دیکھا کہ سارا میدان جن اور عفریت سے بھرا ہوا ہے گویا آتشیں علاقہ بنا ہوا ہے اور حضرت امیر المؤمنینؑ تنہا جنگ کر رہے ہیں اور جنات کو قتل کر رہے ہیں۔

الشیعہ۔ جناب زہرا خاتون نے علیؑ کو زخمی نہیں دیکھا تھا۔ علیؑ کو پیاسا نہیں دیکھا تھا۔ چار ہزار زخم جسم مبارک پر نہیں تھے مگر پھر بھی جناب زہرا دیکھنے کی تاب نہ لاسکیں۔ خلیا فرمادہ ہے کہ انہی فاطمہ کی بیٹیاں زینب دام کلثوم کہ بلا میں

امام حسینؑ کو دیکھ رہی ہیں ایک ہزار نو سو پچاس زخم لگے ہوئے ہیں گھوڑے سے آپؑ زمین پر تشریف لائے زینبؓ خاتون ایک ٹیلہ پر کھڑی تھیں اور دیکھ رہی تھیں کہ شہر ولد المحرم حسینؑ کو ذبح کر دیا ہے۔ وا حسرتا

بہر حال آنحضرتؐ نے اس جگہ کھڑے کھڑے فرمایا کہ اے پسر عم۔ ثعبان یعنی آزدھا تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تم اس کو قتل کرو۔ غدار کہتے ہیں کہ ہم نے آواز پیغمبر خدا سنی اور ہم خوش ہوئے۔ حضرت امیر المومنینؑ نے جب دست راست کی طرف دیکھا تو آزدھا آپؑ پر حملہ کرنے والا تھا یہ ثعبان پچاس ہزار جنوں کا سردار تھا۔ پس حضرت امیر المومنینؑ نے ذوالفقار بلند کی اور ثعبان کے دو ٹکڑے کر دیئے اور خداوند عالم نے جناب امیر المومنینؑ علیہ السلام کو فتح عطا کی۔

دل چاہتا ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ علیہ السلام سے عرض کروں مولیٰ اس وقت آپؑ کہاں تھے کہ جب حضرت علیؑ کے سینہ پر حصین بن نمیر نے برہمی ماری۔ مولیٰ آپؑ اس وقت کہاں تھے کہ جب حضرت عباسؑ کے شانے قلم ہوئے مولیٰ آپؑ اس وقت کہاں تھے کہ جب امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اور لاش مبارک تیروں پر علق رہی۔ مولیٰ اس وقت آپؑ کہاں تھے کہ جب زینبؓ بیس فریاد کر رہی تھیں اور غیموں میں آگ لگ رہی تھی سیدانیوں کی چادریں چھینی جا رہی تھیں۔

تحقیقات ضروری برائے رفع بعض شہادت اور

حکایت داؤد علیہ السلام

محققین اور علماء انساب نے اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ جناب قاسم ابن حسنؑ

کی ماں کا نام ام ولد تھا۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ نجمہ خاتون نام تھا۔ اور جناب قاسم کا سن مبارک واقعہ کربلا میں دس اور پندرہ سال کے اندر اندر تھا۔ لمبری میں ہے کہ آپؑ کا سن دس سال کا تھا۔ جناب مجلسیؑ فرماتے ہیں کہ آپؑ کا سن مبارک نو سال کا تھا۔ لیکن ایسا نہیں ہے کیونکہ حضرت امام حسنؑ علیہ السلام کی شہادت ۲۸ صفر ۶۰ شہدہ کو ہوئی ہے پس روز عاشوراء محرم ۶۱ شہدہ تک گیارہ سال ہوتے ہیں لہذا حضرت قاسمؑ کو عمر نو سال نہیں ہو سکتی۔ یقینی امر یہی ہے کہ آپؑ کی عمر دس اور پندرہ سال کے درمیان تھی اور واقعہ عروسی قاسمؑ علیہ السلام کا بھی علامہ مجلسیؑ نے روایات معتبرہ کی روشنی میں تجزیہ نہیں کیا ہے لہذا اس سے گریز کی ہے۔ مولف کہتے ہیں کہ واقعہ عروسی حضرت قاسمؑ منتخب المراثی میں مرقوم ہے جو علامہ نجفی الشیخ فخر الدین طبرسیؒ کی تالیف ہے۔ منتخب المراثی تالیفات میں بہترین و معتبر تالیف ہے جو کہ عرب میں تالیف ہوئی ہے۔ علاوہ ازیں کتاب رد منہ الشہداء میں بھی ہے کہ جو فارسی زبان میں ہے اور یہ کتاب ملا حسین کا شفی صاحب الزبیدی کی تالیفات سے ہے۔ اور یہ کتاب واقعات مقل کہ بلا پر پہلی کتاب ہے جو عجم میں بیان فارسی لکھی گئی ہے۔ اور تمام رد منہ خوان و ذاکرین واقعہ عروسی قاسمؑ ابن حسنؑ کو انہی دونوں کتابوں سے ماخوذ سمجھ کر پڑھتے ہیں اور میں نے بھی انہی دونوں کتابوں کو ماخذ قرار دیا ہے۔ عقد قاسمؑ کے بعد جو حکایات بیان کرنے والے بیان کرتے ہیں وہ سب بے بنیاد ہیں کیونکہ روز عاشوراء محرم عقد واقع ہونے کے بعد بجماعت تمام جناب قاسمؑ میدان کا تدارک روانہ ہو گئے ہیں۔

ہم اس مقام پر ایک حدیث بطور تمثیل ذکر کرتے ہیں۔ منقول ہے کہ حضرت داؤدؑ نے ایک طفل کو دیکھا کہ وہ اپنے پیچھے کو شروع ہی سے اٹھا رہا تھا۔ اور اس کی

ہمت و تربیت سے نشوونما جسمانی میں اضافہ ہو رہا تھا یہاں تک کہ وہ سن، رشد و بلوغ کو پہنچ گیا۔ اور اس وقت میں اُس کی عمر تیرہ چودہ برس کی تھی جب آپ مسند خلافت پر متمکن ہوئے جیسا کہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے کہ انا جعلناک فی الارض خلیفہ کہ میں تمہیں زمین پر خلیفہ بناؤں گایا بناتا ہوں۔ آپ تخت خلافت پر تھے کہ حضرت عزرائیل (ملک الموت) زیارت داؤد کے لیے حاضر ہوئے اور اسی منمن میں عرض کیا کہ اے نبی اللہ اس جوان یتیم نے اس قدر اپنے آپ کو روکا، اور خون دل پایا اب اُس کی زیادہ زندگی نہیں ہے اس کی عمر تمام ہو گئی ہے۔ یہ کہہ کر ملک الموت چلے گئے جناب داؤد نے اس جوان کو بلایا اور فرمایا کہ فلاں تاجر کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ مجھے داؤد نے بھیجا ہے اپنی دختر کا عقد اپنے مال سے میرے ساتھ کر دو۔ جب وہ تاجر کے پاس گیا اور تاجر نے کہا سمعنا و طاعتہ یعنی بسر و چشم قبول ہے۔ اُس نے اپنی دختر کا عقد اس کے ساتھ کر دیا۔ لیکن حضرت داؤد نے اس لڑکے سے فرمایا کہ اپنی زوجہ کے پاس نہ جائے جب تک کہ مجھے وحی الہی ہو۔ وہ روزانہ جناب داؤد کے پاس حاضری دیتا یہاں تک کہ جس دن ملک الموت نے اُسے کا وعدہ کیا تھا وہ دن آیا مگر ملک الموت حاضر خدمت داؤد پیغمبر نہ ہوئے ایک ماہ گزر گیا مگر پھر بھی حاضر نہ ہوئے۔ بعد ازاں کسی روز حاضر ہوئے تو حضرت داؤد نے ان سے دریافت کیا کہ تم نے اس جوان کی روح کیوں قبض نہ کی۔ ملک الموت نے عرض کیا کہ اے نبی اللہ۔ جب تم انبیاء اللہ کسی پر رحم و کرم کرتے ہو تو خداوند عالم بھی اس بندہ پر رحم و کرم کرتا ہے۔ اس وقت کہ جب میں نے تم سے اس جوان کی روح قبض کرنے کی بابت کہا تھا تو اُس وقت مقررہ پر اس کی عمر ختم ہو

گئی تھی۔ لیکن تم نے اس جوان پر رحم کیا۔ تو خداوند عالم نے اس کی عمر بڑھادی اور تم نے اس کا عقد کیا اور چونکہ وہ وصل نہ کر سکا تھا خداوند عالم نے اس کی عمر ازراہ رحم و کرم چالیس سال بڑھادی۔
مؤلف کہتے ہیں کہ اسی طرح امام حسینؑ نے قاسمؑ ابن حسنؑ کے ساتھ کیا۔ کہ اولاً قاسمؑ کی اپنے سایہ عاطفت میں تربیت کی۔ اور روز عاشوراؑ محرمؑ اپنی دختر کا اس سے عقد کیا۔ اور بعد کفن گردن قاسمؑ میں پہنا کر میدان قتال بھیجا۔ اور فرمایا کہ لشکرِ عمرین سعد کے سامنے کہو کہ میں یتیم امام حسنؑ ہوں اور ولاد امام حسینؑ ہوں۔ تشنہ بھی ہوں۔ قابلِ رحم بھی ہوں۔ قاسمؑ گلہزار میدان کا زرار میں پہنچے لاوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ چاندی صورت ہے عمامہ سر پر ہے اور پیران عربی میں ہے یاد مبارک میں نگین ہیں اور تلوار بدست ہے۔ اس کو دیکھ کر میرے دل پر مدد ہو کہ یہ ظالم لوگ اس کو قتل کر دیں گے۔ جناب قاسمؑ نے اپنا تعارف کرایا کہ میں یتیم حسنؑ ہوں داماد حسینؑ ہوں، نواسہ پیغمبرؐ کا فرزند ہوں۔ میرے چچا حسینؑ ہیں کہ جو اس وقت تمہارے درمیان سیر ہیں۔ تشنگی سے ہلاکت کے قریب ہیں۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ یہ سن کر بعض لشکر ہی رونے لگے۔ اور عمر بن سعد کو ملامت کرنے لگے۔ یہیں سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے قاسم بن حسنؑ کو دامادی کا شرف اس لیے دیا تھا کہ شاید اہل کوفہ ترحم سے کام لیں لیکن عمر بن سعد ملعون نے حکم دیا کہ اس کو سنگسار کر دو چنانچہ یتیم حسنؑ پر پتھر برسے لگے یہاں تک کہ آپ گھوڑے پر نہ سنبھل سکے اور زمین پر گرے اور زباں حال سے فرمایا ہے

اے عمو جملہ گاہم کن گزر دخترت را در زمرگ من خبر

یعنی اے غم نامدار و غمگسار آپ ہمارے جملہ عروسی میں جائیں اور اپنی دختر کو
میرے مرنے کی خبر دیں۔

مادرم گو کہ اے بانوی عشق!
باتو ہمارا ہم ز سدا در دمشق

اور میری مادر گرامی قدر سے فرمائیں کہ اے اماں جان اے تاجدارِ موقت حسینؑ
تمہارے ہمراہ دروازہ دمشق تک میرا سر ہمراہ رہے گا۔

باعروسم مہربانی کن پس
از غم مخزون نباشد یک نفس

یعنی اے مادر گرامی دولہن کے ساتھ باہر بانی و کرم پیش آنا تاکہ وہ میرے غم
میں غلین نہ ہو سکے۔

حضرت قاسم کا میدان جنگ میں جانا اور مکالمہ

عروس و قاسم نوشاہ

شیخ طربچی فرماتے ہیں کہ۔ فقہد علیہ السلام علیہا وافر دلہ خیمہ
امام علیہ السلام تمام مخدرات کی موجودگی میں اور بگولنی عون و عباس اپنی دختر فاطمہ
کی تزویج قاسم بن حسن سے کی اور فرمایا کہان کے لیے علیحدہ ایک خیمہ نصب کیا
جائے۔ ابھی خیمہ نصب ہوا ہی تھا کہ لشکرِ عمر بن سعد میں جنگ کا شور و غل برپا
ہوا۔ اور الحرم میں نالہ شیوں کی صدا میں بلند ہوئیں مادر قاسم کف افسوس ملنے لگیں
عروس شرم و حیا کے ساتھ محزون و مغموم ہو گئی۔ ادا دھر لشکرِ شوم سے یہ آوازیں

آنے لگیں اے سبط رسول خدا میدان جنگ کی طرف کیوں نہیں آتے۔ لہٰذا کوئی آؤ
میدان میں آنے والا نہیں ہے تم خود ہی میدان میں آؤ ورنہ ہم خیموں کو ٹکڑے
ٹکڑے کر دیں گے۔

ادھر خیمہ میں جناب قاسم نے جب یہ آواز لشکرِ باطل سنی۔ تو آپ نے عروس
کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ عروس نے کہا یا بن العم ابن ثرید، اے قاسم کیا ارادہ ہے۔ قاسم
نے کہا کلاب سر یا عم محترم پر نشانہ کرنا ہے فجدبت ذیلہ ومانعتہ عن
الخروج۔ یہ سن کر عروس مایوس ہو گئی۔ اور کہا اے قاسم میدان کارزار میں نہ
جاؤ۔ قاسم نے کہا اے دختر عمّ مظلوم میرا دامن چھوڑ دو اب عروسی قیامت پر
منحصر ہے۔ عروس نے بادل محزون فرمایا۔

کہ اے تازہ بر سرِ مراشاہن تو نے سختی میں اے برخ ماہ من
کسی زیر این پردہ انوس بگیتی ندیدہ چو من نو عروس
دریغا کہ یتیم بے ماہ سال شب ہجر نادیدہ روز وصال

یعنی اے میرے شاہ، اے تازہ نوشاہ اے میرے مقسوم اور اے میرے ماہِ مرغ۔ کسی
نے اس نیلگوں آسمان کے تلے مجھ ایسی عروس نو نہ دیکھی ہوگی۔ و احسرتا معلوم کشف
ماہ و سال گزاروں گی جو میرے لیے شب ہجر ہوں گے میں نے روز وصال
نہیں دیکھا۔

حضرت قاسم نے فرمایا ریزبان حال شاعر کہتا ہے۔

چوں داماد گفتار اورا شنید بگرئید واد را ببر در کشید
بگفتا کہ یزدان دہد کام تو بہ نیکی در آید سر انجام تو
ترا سازم انکوں ازین مرثہ شاد کہ مارا عروسی بقیقی خاد

بزدیک جان آفرین جانی تست جہان آفرین جملہ آرائی تست
کند دست خیر النساء زیور ت بہد تاج عزت ہی بر سر ت
یعنی جب حضرت قاسمؑ نے دہن کو گفتگو سنی تو آنکھوں میں آنسو جھراتے اور آپ
اس کو درخیمہ تک لائے۔ اور فرمایا کہ خدا تجھے نیکی کی توفیق عطا کرے کہ تیرا قدم اور تیرا
انجام نیکی کے ساتھ ہو۔ اولاً عروس میں تم کو یہ مژدہ جانفزا رسنا تا ہوں کہ ہماری
عروسی عقیقی پر منحصر ہے۔ جب تک کہ ہماری جان۔ جان آفرین کو سپرد ہو یہی جہاں
تمہارا لیے جملہ ہے۔ حضرت خیر النساء کا ہاتھ پکڑے رہنا۔ اور یہی تاج عزت
ہمیشہ اپنے سر پر رکھنا۔ ہم تم عقیقی میں داماد عروسی کی صحت میں ملیں گے حضرت
قاسمؑ نے قسلی و تشفی کے کلمات فرمائے۔ اور خود خیمہ سے باہر نکلے۔ اور میدان
قتال کا رخ کیا۔ عروس خیمہ میں زانو سے غم پر سر رکھے بیٹھ گئی کہ کچھ وقت گزرنے
کے بعد عروس کے کانوں میں یہ آواز آئی اے عمو العطش العطش عروس نے نگاہ
اٹھا کر دیکھا تو قاسمؑ گلگوں قبائخوں میں رنگے ہوئے کھڑے ہیں اور پانی مانگ
رہے ہیں و احسرا عروس کو قاسمؑ نوشاہ بصورت پر خون نظر آئے۔

کتبہ دیاض میں ہے کہ روز عاشوراء جب اولاد امام حسن کے سر دینے
کی نوبت آئی ہے تو اس وقت حضرت علی اکبرؑ و علی اصغرؑ سمیت چھ نفر موجود
تھے۔ پس حضرت قاسمؑ ابن حسن عازم میدان جنگ ہوئے۔ علامہ مجلسی تحریر
فرماتے ہیں۔ فلما نظر الحسین علیہ السلام قد بنما اعتنقہ۔

امام حسینؑ نے قاسمؑ کی طرف دیکھا کہ عازم رزمگاہ میں فرماتے ہیں اے قاسمؑ
میدان کا رزار جاتے ہو۔ امام حسینؑ نے گریہ فرمایا اور قاسمؑ کی ابدیدہ ہوئے۔
قریب تھا کہ دونوں غش کر جائیں۔ کتاب منتخب میں شیخ فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ

نے فرمایا اے نور دیدہ۔ تم اپنے قدموں سے موت کی طرف جا رہے ہو۔
جناب قاسمؑ نے عرض کیا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ دشمن کے لوگ مبارز طلبی کر رہے
ہیں۔ اگر میں نہ جاؤں تو کیا کروں۔ آخر کار فلع یزلہ الغلام بقمل ید یدہ و
رجلیہ۔ کہ حضرت امام حسینؑ علیہ السلام نے گود میں لے کر حضرت قاسمؑ کو گھوڑے
پر سوار کیا۔ اور پھر امام حسینؑ نے آپ کا گریبان اور آستین کو چاک کر دیا۔ اور غماہ
کے دو ٹکڑے کر کے نصف کو علم کے بطور سر پہ باندھا اور دوسرے نصف
کو بطور کفنی گلے میں ڈال دیا خدا حافظ کہہ کر قاسمؑ کو رخصت کیا جب سب نے
قاسمؑ ابن حسنؑ کو اس صورت میں دیکھا تو گریہ کرتے لگے آپ خیمہ عروس میں گئے اور
اس سے بھی اذن جہاد طلب کیا اور فرمایا خدا حافظ میں میدان قتال میں جا رہا ہوں۔
اور پھر اپنی آستین جو پھٹی ہوئی تھی دکھلائی اور فرمایا کہ میدان حشر میں جد محرم
رسول خدا کے پاس مجھے یہ دیکھ کر پہچان لینا۔ مولف کہتے ہیں کہ قاسمؑ کا اپنی آستین
دکھلانا کہ عروس حشر میں پہچان سکے یہ معاذ جہانی کی دلیل ہے۔ اور یہ گفتگو
ہو رہی تھی اھا دھر قوم نابکار میں طبل جنگ بج رہا تھا۔ مبارز طلبی کی آوازیں بلند
ہو رہی تھیں کہ قاسمؑ عازم میدان کا رزار ہوئے

میدان قتال میں جمال قاسمؑ نوشاہ کے نظارے

لماطع نور طلعتہ من افق العصاف ولمع فرید صارمہ
من جفن الغلاف۔ جب قاسمؑ گلگوں قبلے عنان اسب
میدان کا رزار کی طرف موڑی اور میدان میں پہنچے لشکر اعداء حسنؑ جمال قاسمؑ دیکھ
کر حیران رہ گئے۔ تلوار کی چمک سے دشمنوں کی نگاہیں خیرہ ہو گئیں کوئی دشمنی

قاسم بن الحسن کی جوانی دنیا کا پیہر کھانسی پر کھنکھانے لگا کہ یہ نوشاہ خاک و خون میں غلطاں ہو جائے گا۔ علامہ مجلسیؒ بسماریں فرماتے ہیں کہ چہرہ قاسم مثل چاند کے منوگن تھا۔ جلاء العیون میں ہے کہ آپ کا چہرہ آفتاب کی شعاع کی مانند چمک رہا تھا۔ حمید بن مسلم کی روایت میں ہے کہ میں لشکر عمر بن سعد میں تھا کہ اذا خرج غلام وجهه شاقه قمر و فی یدہ سیف و علیہ قمیص و اذا و نعلان قد انتطع ششع احدہما کہ میں نے ایک جوان خوب رو -

مثل ماہ تابندہ، شمشیر بکف، پیراہن میں ملبوس۔ نعلین پہنے ہوئے خیمہ سے برآمد ہوا۔ اور میدان میں پہنچا۔ اہل کوفہ اس کی صولت و رعنائی دیکھ کر اس سے قتل پر آمادہ نہ ہوئے مگر ایک ظالم بد نہاد آمادہ قتل ہوا۔ شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ عمر بن سعد ملعون نے اس سے کہا کہ اس جوان پر تو حملہ کر اور اس یتیم حسن کو قتل کر۔ حمید بن مسلم نے اس سے کہا کہ تو اس نو جوان کو کیوں قتل کرتا ہے۔

اسے کوئی اور قتل کرے گا تو باز رہے لیکن اس بے رحم نے کہیں گاہ سے آپ کے مبارک پرتلواریں سے حملہ کیا۔ یہ مبارک شگافہ ہو گیا۔ اور گھوڑے سے زمین پر گرے۔ اور آواز دی یا عماہ اور کہی اے چچا جان مدد کو آئے۔ امام حسینؑ علیہ السلام بڑی تیزی کے ساتھ قاسمؑ تک پہنچے دیکھا کہ قاتل آپ کے سینہ پر بیٹھا ہے اور آپ کا مبارک کاٹ رہا ہے امام حسینؑ نے اس ملعون پر تلوار کھینچی کہ اس کی کہنی کٹ گئی اس حرام زادہ نے اپنے لشکر والوں سے فریاد کی کہ مدد کو پہنچو۔ تمام لشکری اس کی حمایت کے لیے اٹھ پڑے۔ اور عمر بن سعد نے اس کو امام حسینؑ کی تلوار سے بچایا خدا کی شان دیکھنے

کے قابل ہے۔ اس وقت گرد و غبار اڑا اور عمر بن سعد ہی گے گھوڑے کے پیروں تلے آکر وہ ملعون واصل جہنم ہوا۔ امام حسینؑ نے لاش قاسمؑ کو دیکھا کہ سر دھینچی اور فرمایا کہ خدا تیرے قاتلوں کو اپنی رحمت سے دور رکھے بیشا قاسمؑ میں اس وقت پہنچا کہ جب تیرا کام تمام ہو چکا تھا۔ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ امام حسینؑ نے لاش قاسمؑ کو اٹھایا۔ زمین سے بلند کیا اور اپنے سینہ سے لگا کر تاخیام الحرم لائے قاسمؑ کے پاؤں زمین پر خط دے رہے تھے۔ امام خیمہ میں لاش لے کر گئے اور پہلوئے علی اکبرؑ میں لاش کو رکھ دید الخ

حضرت قاسمؑ کا لشکر کوفہ و شام کو موعظہ و

نصیحت کرنا

حضرت قاسمؑ ابن حسنؑ ابھی جملہ عروسی میں تھے کہ لشکر عمر بن سعد کے صلہ میں مبارکی صدائیں خیام میں پہنچیں عروس سے رخصت ہو کر الحرم سے اجازت حاصل کی۔ اور باذن علیؑ مقام میدان کارزار میں آئے۔ بسمار الانوار میں مجلسیؒ لکھتے ہیں کہ قاسمؑ نے ہر چیز پڑھا۔

ان تنکرونی فاننا بن الحسن سبط النبی المصطفیٰ المؤمن
ہذا حسینؑ کا لاسیر المزن بین اناس لا سقوا صوب العزن
کہ میں نوریدہ حسنؑ ہوں اور حسنؑ سبط مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور مجھے
جد ملقب بہ امین ہیں اور یہ حسینؑ جو تم میں اسیر ہیں اور گویا تم نے انہیں مرو رکھا
ہو ہے وہ حسینؑ جس کے بغیر ہدایت سے سیراب نہیں ہو سکتے وہ حسینؑ جو

حضرت قاسمؑ کی اندق شانی کے چار بیٹوں سے جنگ
اور ان کو قتل کرنا

1-1

<http://fb.com/ranajabirabbas>

اور کو اس بچے سے جنگ کے لیے روانہ کر۔ عمر بن سعد بن نہاد نے کہا اے اوزق یا اس قوم سے تعلق رکھتا ہے کہ جس کی ایک ایک فرد ہزار سواروں پر بھاری ہے اور خصوصاً یہ جوان۔ پس حسن مجتبیٰ ہے۔ بنیہ حیدر گراہے اس کو شجاعت پیغمبر خدا سے ورثہ میں ملی ہے یہ میدان جنگ میں مثل شیر ہے۔ جب عمر بن سعد ملعون نے اس کو مقابلہ کے لیے مجبور کیا تو وہ کہنے لگا کہ میرے چار فرزند ہیں اور ہر ایک دلیری و شجاعت میں منفرد ہے۔ آداب جنگ سے واقف ہے۔ میں اپنے بڑے بیٹے کو اس کے قتل کے لیے بھیجتا ہوں چنانچہ فرزند اوزق اسلمہ جنگ پہنچے ہوئے، تلوار بدست حضرت قاسم بن حسن کے سامنے آیا۔ اور اس نے آپ پر حملہ کیا۔ کتاب ریاض میں ہے فحمل علی القاسم یعنی کاس نے حضرت قاسم پر تلوار سے حملہ کیا۔ جب حضرت قاسم نے دیکھا کہ ایک سوار تلوار لیے مقابلہ کے لیے آگیا اور اس نے تلوار کا وار کیا جس سے حضرت قاسم کی سپرد و نیم ہو گئی اور آپ کا دست چپ بھی زخمی ہوا۔ اور حضرت قاسم کے بھائی محمد نے دوسری سپر آپ کو دی آپ نے سپر لے کر اوزق شامی کے بیٹے پر تلوار سے حملہ کیا۔ اس ملعون نے دوبارہ چاہا کہ تلوار سے حملہ کرے لیکن حضرت قاسم کے باطنی روحانی اثرات کی وجہ سے اس ظالم کا گھوڑا زمین پر گر پڑا۔ اور اس ملعون کے سپر کابول میں پھنس گئے۔ فسقطت لامتہ وانکشف هامۃ۔ کہ وہ ملعون سر کے بھل گرا۔ اس کے سر کے بال لیے تھے حضرت قاسم نے اپنے گھوڑے سے جھک کر اس کے بالوں کو پکڑا اور اس ظالم کو چمک دیا اور اُسے قتل کر دیا۔ اور اس کے جسد نجس کو اوزق کی طرف پھینک دیا۔ بعد ازاں کا

دوسرا بیٹا مقابلہ کے لیے نکلا۔ اُسے بھی آپ نے قتل کیا پھر اس کا تیسرا بیٹا مقابلہ کی غرض سے میدان میں آیا آپ نے اسے بھی فی النار کیا۔ آخر میں اوزق کا چوتھا فرزند میدان میں آیا آپ نے اُسے بھی قتل کیا۔ اس وقت لشکر عمر ابن سعد آپ کی قوت و شجاعت بازو دیکھ کر محو حیرت ہو گیا۔

حضرت قاسم کی اوزق شامی کے ساتھ جنگ اور

اس کو قتل کرنا

جب اندق کے چاروں فرزند قتل ہو چکے تو حضرت قاسم علیہ السلام نے بیکرو فرزند جز پڑھا۔

انی انا القاسم من نسل علی
نحو و هیئت اللہ اولیٰ بالنبی

کہ میں قاسم ہوں اور نسل علی ابن ابی طالب سے ہوں غانہ خندہ کی قسم ہم ہی سب سے اولیٰ ہیں۔ جب اندق کے چاروں پسر تہہ تیغ ہو چکے تو وہ ناہنجار خیمہ میں گیا اور جنگی اسلحہ پہتا۔ تلوار کمر میں لگائی۔ گھوڑے پر سوار ہوا اور میدان قتال میں آیا۔ شیخ طریحی کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ حضرت قاسم کے بازوؤں میں قدرے سستی و ناتوانی ہو گئی کیونکہ آپ نے پے درپے اوزق کے چاروں بیٹوں کو قتل کیا تھا۔ آپ تشنہ کام بھی تھے جس سے طاقتی اور بڑھ گئی تھی۔ چاہا کہ اپنے خیمہ کی طرف واپس ہوں کہ اندق ملعون نے سر راہ اگر مبارک طلبی کی۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ حضرت سید الشہداء علیہ السلام

نے جب دیکھا کہ اذق شامی نے جناب قاسم کو سراہ روک لیا ہے اور مبارک طلب ہے تو آپ نے بارگاہ قاضی الحاجات میں دعا کے لیے ہاتھ بلند کئے اور عرض کیا کہ پروردگار قاسم کو فتح عطا کر۔ اس کی نصرت فرما۔ دعاء امام حسین علیہ السلام سے ملائکہ عظام میں پہل چل گئی۔ اور ادھر خیمہ میں نوعروس فوج کا ملنی قاسم کے لیے دعاء امام کے ساتھ آئیں کہہ رہی تھی۔ ادھر اذق شامی نے حضرت قاسم پر نیزہ سے حملہ کیا۔ جس پر حضرت قاسم نے آداب شجاعت کے ماتحت اپنے آپ کو نیزہ سے دور رکھا جس پر اذق بہت شرمندہ اور خشم گین ہوا۔ لیکن اس کا نیزہ حضرت قاسم کے گھوڑے کو لگا اور آپ پیادہ ہو گئے اور حضرت عباس علمدار نے ایک تازہ دم گھوڑا قاسم کو پہنچایا۔ آپ گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اذق سے مقابلہ ہوا وہ کہنے لگا اے بیچہ تو نے میرے چار فرزند تہہ تیغ کئے ہیں۔ اور اے قاسم یہ تلوار میرے بیٹے کی ہے جو تیرے ہاتھ میں ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے اس تلوار کو ہزار دینار میں خرید کیا تھا۔ حضرت قاسم نے فرمایا کہ اب اس تلوار کا مزہ تو بھی چکھ لے گا۔ حضرت قاسم نے اس سے کہا کہ اے اذق تو نامی گرامی شجاع ترین شخص ہے آداب جنگ سے واقف ہے لیکن تو نے خیال نہ کیا کہ تیرے گھوڑے کا تنگ کسا ہوا نہیں ہے۔ یہ سن کر کہ اذق جھکا کہ تنگ کو دیکھے حضرت قاسم نے اس کی کمر پر تلوار کا وار کیا اور وہ شقی دوہو کے اپنے مرکب سے گرا۔ اس طرح اس کے ٹکڑے ہوئے کہ برابر کے دو ٹکڑے پس جب کہ اذق بدنہاد بھی قتل ہو چکا تو لشکر عمر ابن سعد نے شور و غل مچایا ہے۔

برآمد خوش از درون حرم بہم تو اے ان کشت شادی و غم

اور ادھر فتح قاسم سے خیام الحرم میں بھی شور و غل بانداز مسرت ہوا۔ گویا شادی و غم باہم توام ہو گئے جناب قاسم نے اذق شامی کے گھوڑے کو دیکھا کہ اب زین خالی ہو گیا ہے اس کے مرکب پر سوار ہوئے اور اپنے مرکب کی لگام ایک ہاتھ سے تھامے ہوئے خیمہ میں واپس آئے اور یاس کی شدت کا اظہار کیا۔ مگر پانی نہ تھا کہ جو امام حسین قاسم کو پلاتے۔ کتاب منتخب میں ہے کہ قاسم خیمہ عروس میں گئے اور فرمایا الحمد للہ الذی الفی را و جھک قبل الموت۔ کہ شکر خدا ہے کہ میں نے مرنے سے پہلے پھر تہارا چہرہ دیکھا۔ اور فرمایا کہ میں جو کچھ وصیت کر چکا ہوں اس پر نگاہ رکھتا۔

وصیت قاسم با عروس۔

زمین ان کنوں آئینت در کنار
تو در جملہ کہ باش در انتظار
زمرگم گریبان دل چاک کن
ز غارہ خون از زخم پاک کن
پس از مرکب من اے مہ خاوری
بسوی تو عتم پریش گری
حضورش کن بانگ ماتم بلند
دل و دیدہ ترا شک و دام مفید
پریشان کن موی و مخراش روئی
پیامم بعم گرامی بگوئے

یعنی کلمے عروس تم جملہ عروسی میں میرا انتظار میں ہوں گی لیکن میں میدان سے کیوں کرا سکتا ہوں میری موت میں گریبان دل چاک کرنا اور اپنے رُخ سے رخساروں کا خون پاک کرنا اور میرے مرنے کے بعد سے اے مہ خاوری تم میرے چچا جان کی مزاج پر سن کر تیری رہنا اور دیکھو ان کے سامنے ماتم میں آواز بلند نہ کرنا۔ دل اور آنکھوں سے اشک نہ برسانا۔ اپنے بال میرے غم میں پریشان نہ کرنا اور نہ رخساروں پر طلائع لگانا۔ اور میرا پیام میرے عتم محترم کو

پہنچا دینا۔

پیام قاسم اپنے عم نامدار کے نام

کرب جان و دل از تو امیدوار
تو بگر کہ این کشتہ دلا تو است
بجز روی تو بسوی نداشت
کنون آرزو آمدش در کنار
چہ گوئی پیام بغم گزین
بن چوں شود دیده اش خوں گران
بتسم کنال سوئے شہ کن نگاہ
بگو شوہر کشت قہر شاه

زبان شاعر حضرت قاسم اپنے عم نامدار سے فرماتے ہیں کہ جان و دل مجھ آپ امید ہے کیونکہ میں نے آپ کے قدموں پر اپنی جان قربان کی ہے۔ دیکھئے تو ہسی اس مقتول کو کہ جو آپ کا داماد ہے اس کا بدن خون آلود ہے اور اس کا دل آپ سے خوش ہے۔ میں سوائے آپ کے کسی اور کی طرف رخ کرنے والا نہیں ہوں میرا کرمید آپ کی ذات اقدس ہے۔ اور بجز آپ کی نزدیکی میرا کوئی دوسرا آبرو نہیں ہے۔ جب میرے لیے وہ خون کے آنسو بہا رہی ہو تو خلیا اے عمو آپ اس کو تسلی دیں عروس سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ مسکراتے ہوئے شاہ دین کی طرف نگاہ کراوران سے کہنا کہ میرا شوہر آپ پر قربان ہو گیا۔ وہ یتیم تھا اس کا باپ سمر پر نہیں تھا پس اس کا تن خاک پر پڑا ہوا ہے۔

فودعہا وخرج وركب جواده وصبر معاده رجب حضرت قاسم وصیت تمام کر چکے تو عروس کا ہاتھ چھوڑ دیا باچشم گریاں غذا مافظ کہا۔ اور خیمہ سے باہر نکلے مرکب پر سوار ہوئے تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ مقتل میں شہیدوں سے ملحق ہو گئے اور قلب امام حسین، مادہ گرامی قدر اور عروس کے دل پر غم و اندوہ کا وہ گران گر پڑا۔ یالیتنی کنت معہم فنغوز فوناً عظیما۔

حضرت امام حسین علیہ السلام اور محبت قاسم

ابن حسن

قال العلامة فی الریاض نص جماعتاً من المہرۃ فی فن السیر والخیران قاسم بن حسن کان احب اولاد الحسن علیہ السلام الی عمہ الحسین کما یستفاد من المنقولات -
یعنی ارباب کتب سیر و خیر لکھتے ہیں کہ تمام منقولات سے یہی واضح ہوتا ہے کہ اولاد امام حسن علیہ السلام میں سے جناب قاسم سے حضرت امام حسین علیہ السلام زیادہ محبت فرماتے تھے۔ چنانچہ وقت رخصت حضرت قاسم امام حسین عرش فرما گئے تھے۔ کسی اور عزیز کی رخصت کے وقت آپ کو عرش نہیں آیا تھا۔
علامہ مجلسی بحار میں فرماتے ہیں کہ فجعلنا یبکیان حتی عشی علیہما کہ آپ اور قاسم روتے روتے عرش کر گئے۔ حضرت قاسم سے امام حسین کو زیادہ محبت اس لیے بھی تھی کہ آپ نے اپنی بیٹی فاطمہ کو حضرت قاسم کی تزویج کے لیے مخصوص فرمایا تھا۔ جس کا مظاہرہ روز عاشوراء محرم ہوا جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے

آپ کی محبت و لطف کا اندازہ اس چیز سے بھی ہوتا ہے کہ میدان قتال میں جب حضرت قاسمؓ کی سپردِ مہال (ٹوٹ گئی تو امام حسینؓ نے بجلت تمام ایک دوسری سپردِ قاسمؓ کو بھیج دی۔ اسی طرح جب حضرت قاسمؓ کا گھوڑا ازرق شامی کے نیزے سے زخمی ہو کر گر پڑا تو امام عالی مقام نے دوسرا مرکب قاسمؓ کے لیے بھیج دیا۔ اور جب حضرت قاسمؓ زخمی ہو کر گھوڑے سے گرے اور آپ نے امام عالی مقام کو مدد کے لیے پکارا۔ امام حسینؓ مقتل میں پہنچے اور جناب قاسمؓ کو اسی حالت میں اٹھا کر غیمہ میں لٹے ہیں اور حضرت امام حسینؓ نے ان کو انگشت (یعنی انگوٹھی) سے سیراب کیا ہے یہ تمام باتیں اس لیے تھیں کہ جناب قاسمؓ یتیم میں اور یتیم کے ساتھ ملاحظت کرنا۔ مہربانی کرنا خود بخود خدا کا موجب ہے جس وقت کہ آپ نے حضرت قاسمؓ کو انگشتی کے ذریعہ سیراب کیا ہے تو فرمایا اے نور دیدہ قاسمؓ اب کوثر تمہارے قسمت میں ہے اور اب چند لمحوں بعد تمہارے بابا حسنؓ تم کو اب کوثر سے سیراب کریں گے۔ کتاب روضۃ الشہداء میں ہے کہ جب جناب قاسمؓ سیراب ہو چکے اور امام حسینؓ ان کو تلی دے چکے تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اعداء ملک بنظرة و لقاء فانها کالمحتفزة فی فراقتک۔ یعنی اے قاسمؓ اپنی والدہ گرامی ایک ترچہ چلے۔ ان کو دیکھو کہ تمہارے فراق و جدائی میں احتضار کی حالت تک پہنچ گئی ہیں۔ قاسمؓ مال کی خدمت میں حاضر ہوئے سلام بجالائے اور مادر کو تلی دی۔ عروس کو حوصلہ دیا۔ اور پھر مرکب پر سوار ہوئے اور دوبارہ مقتل میں پہنچے جب لشکریوں نے آپ کو دیکھا تو شور مچا کر کہنے لگے کہ قاتل ازرق آگیا ہے۔ قبل جنگ بچنے لگا۔ آپ نے اس حالت میں بھی ہمدت کی کہ علم لشکرِ عمر ابن سعد کو خاک میں ملا دیں۔

اور قتال کرتے ہوئے سواروں اور پیادوں کی صفوں کو درہم برہم کیا۔ لیکن اسی حرب و ضرب میں جناب قاسمؓ چار سو ہزار لشکریوں میں گھر گئے۔

حضرت قاسمؓ کی شہادت کے بارے میں اختلاف

اور یا ثمالی قاسمؓ کی تحقیق

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ حضرت قاسمؓ لشکرِ عمر ابن سعد ملعون میں گھر گئے اور عمر ابن سعد لعین تک نہ پہنچ سکے کہ اس کو قتل کریں اور اس کے علم کو خاک میں ملائیں اس وقت کوئی دشمنی لوگوں نے آپ کو قید کر لیا کیونکہ آپ میں طاقت جنگ نہ رہی تھی نہ اس گروہ سے باہر نکلنے کی کوئی راہ تھی مدائے قاسمؓ خیام امام حسینؓ تک پہنچی کیا عمارۃ اور کئی اے چا جان مدد کو آئیے۔ حضرت امام حسینؓ نے آواز سنی اور مرکب پر سوار ہو کر ذوالفقار بدست میدان کا رخ کیا۔ آپ جناب قاسمؓ کی بالیں پہنچے۔ ایک ظالم آپ کے سینہ پر سوار تھا کہ قاسمؓ کا سر جدا کرے آپ نے اس سے اتھاں کیا کہ ظالم میرے چچا آرہے ہیں میں چھرا اپنے چچا کو دیکھ لوں۔

محمد بن شہر آشوب علیہ الرحمۃ مناقب میں لکھتے ہیں کہ جناب قاسمؓ بن حسن اپنے بھائی عبداللہ کی شہادت کے بعد میدان قتال تشریف لے گئے میں او آپ نے یہ رجز پڑھا ہے کہ میں اولاد علی ابن ابی طالب سے ہوں میں سبط رسول خدا کا فرزند ہوں۔ جب مقابلہ شروع ہوا تو آپ عمر ابن سعد ملعون کی ضرب سے گھوڑے سے نیچے گرے۔ آپ نے آواز دی کہ عمارۃ اور کئی امام ہیں

پہنچے۔ اور فرمایا کہ کس قدر گران ہے حسینؑ پر کہ تو زنجی پڑا ہے اور میں تیری آواز پر جلد نہ پہنچ سکا۔

شیخ صدوق علیہ الرحمۃ کتاب المالی میں تحریر فرماتے ہیں کہ لشکرِ عمر ابن سعد کے تین سوار حضرت قاسمؑ نے قتل کئے عالم ربانی، محقق صمدی محمد بن محمد بن نعمان شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے کتاب ارشاد میں فرماتے ہیں کہ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں لشکرِ عمر بن سعد میں تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان مثل ماہ تاب طلوع کیا۔ تلوار اس کے ہاتھ میں تھی۔ پیراہن زیب بدن کئے ہوئے اور ازاد بند باندھے ہوئے ثعلین پاد مبارک میں پہنے ہوئے تھا عمر ابن سعد ملعون نے نفیل ازدی سے یہ کہا کہ اس نوجوان پر حملہ کر۔ میں نے اس سے کہا کہ تو اس نوجوان کو قتل کرنا۔ کیوں چاہتا ہے اسے موت قتل کر۔ اسے چھوڑ دے یہ قوم بد شعار خدا سے نہیں ڈرتی ہے۔ حمید کہتا ہے کہ اس ظالم نے میری نصیحت کی کچھ پرواہ نہ کی اور بہ قسم کہا کہ میں اس کو ضرور قتل کروں گا۔ پھر اس ملعون نے حضرت قاسم علیہ السلام پر تلوار سے حملہ کیا اور تلوار آپ کے فرق مبارک پر پڑی۔ آپ گھوڑے پر سنبھل نہ سکے اور آواز دی کہ یا عمرؓ اور کہی اے چچا جان مدد کو آئیے۔ امام حسینؑ بڑی تیزی سے جناب قاسمؑ کے پاس پہنچے اور آپ نے عمر ابن سعد پر زور الفکار سے مارا۔ اس نے ہاتھ سے روکنا چاہا کہ حضرت امام حسینؑ نے اس کا ہاتھ کھنی سے ہتھیلی تک قطع کر دیا اس بد نہاد نے شور و غل مچایا اور اس کے لشکر کی حمایت کے لیے جمع ہو گئے۔ اور عمر بن سعد کو لے گئے جب گرد و غبار ختم ہوا تو حضرت امام حسینؑ کو قاسمؑ کے سر ہانے کھڑا دیکھا۔ اور حضرت قاسمؑ خاک و خون میں غلطاں پڑے تھے پس حضرت امام حسینؑ نے لاش قاسمؑ کو اٹھایا اور اپنے سینہ

سے لگا کر خیمہ میں لائے۔ اس وقت جناب قاسمؑ کے سر زمین پر خط دے رہے تھے اور امام حسینؑ نے قاسمؑ کی لاش حضرت علی اکبرؑ کی لاش کے نزدیک رکھ دی واضح رہے کہ کلام مفید خلاصہ روایت علامہ مجلسیؑ ہے جو بحار میں مذکور ہے اور راوی بھی حمید بن مسلمؑ ہے اور یہ طے شدہ امر ہے کہ مرحوم مجلسیؑ نے اس روایت کو کتاب الارشاد مفید علیہ الرحمۃ سے نقل کیا ہے۔ البتہ بعض عبارت روایت کے بارے تصرف کیا ہے وہ یہ کہ حضرت قاسمؑ کی لاش کا گھوڑوں کے سمنوں تلے پائمال ہونے کو سمجھا ہے نہ کہ یہ کہ عمر بن سعد حضرت قاسمؑ کا قاتل ہے۔ اور آپ کے اس تصرف پر علامہ قزوینی صاحب کتاب الریاض نے اعتراض کرتے ہوئے فرمایا ہے اور حق و انصاف یہی ہے کہ قاسمؑ گھوڑے کے سمنوں سے پائمال ہوا ہے نہ کہ جناب قاتل ہذا تہمہ۔ اور یہ تینوں ضمیمہ بحال مفعول قاتل کی طرف راجع نہیں ہیں جو کہ میں کہ لیستنفد وہ فاستقبلہ و طانہ چنانچہ علامہ مجلسیؑ نے یہ ضمائثر ثلاثہ مفعولہ غلام (روکا) یعنی جناب قاسمؑ کی طرف راجع ہیں نہ کہ عمر بن سعد کی طرف اور ان ضمیروں کا قاتل کی طرف راجع ہونا صاف متعین نہیں ہے۔ علاوہ ازیں عبارت شیخ مفیدؑ تہنا لفظ مات ہے جب کہ علامہ مجلسیؑ نے مات الغلام لکھا ہے۔ اور لفظ غلام بعد از مات زائد ہے اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ شاید کاتب نے اضافہ کیا ہے تو اس کے بارے میں یہ عرض ہے کہ ایسا نہیں ہے یعنی کاتب نے اضافہ نہیں کیا ہے علامہ مجلسیؑ نے عمداً اس لفظ کا اضافہ کیا ہے جیسا کہ جلاء العیون فارسی میں اس کی صراحت موجود ہے۔ علامہ فرماتے ہیں کہ اہل نفاق (لشکرِ عمر ابن سعد کے سوار وغیرہ) جمع ہوئے کہ حضرت قاسمؑ کے قاتل ملعون کو امام حسینؑ کے ہاتھ سے چھڑا باطلے

فرمایا ہی تھا کہ حضرت قاسمؑ اپنی جان جان آفریں کو سپرد کریں کہ اپنی عروس سے راز دل کہا اور روح نے جنت کو پرواز کی اس وقت ندائے غیبی آئی کہ اے حبیبؑ، صبر کرو۔ اب امام حسین علیہ السلام دو کشتوں یعنی لاشوں کے درمیان کھڑے ہوئے تھے۔ غم و اندوہ چھایا ہوا تھا۔ ایک لاش قاسمؑ کی تھی اور دوسری لاش اکبرؑ جو ان کی تھی۔ امام حسینؑ کبھی لاش اکبر پر روتے اور کبھی لاش قاسم پر روتے تھے جناب زینبؑ خاتون نے فرمایا کہ اے بھائی تمہاری بیٹی فاطمہؑ اپنے شوہر کے لیے پس خیمہ بیٹھی رو رہی ہے امام حسینؑ بادلِ حشر بیٹی کے پاس گئے دیکھا کہ وہ بیٹھی ہوئی رو رہی ہے۔

بغلطید بر خاک گریاں عروس

خروشید بر بانی اود او بوس

عروس پر گرد و خاک پڑی ہوئی گریاں نکلاں۔ امام حسینؑ کے پاؤں مبارک سے لیٹ کر بنی کرنے لگی۔ امام حسینؑ نے اس بیکس بیٹی کو اپنی آغوش میں لیا اور تلمعینِ صبر کی خدایہ خدایا بحرمتِ محمدؐ و آلِ محمدؐ صلوات اللہ علیہم اجمعین تمام مومنین یا مومن کی حاجات اور میری حاجات بر لا۔ تو ہر قاضی حاجات ہے اور تیرے مقرب بندے محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام قبولیت دے کے لیے وسیلہ ہیں۔

شہادتِ عبداللہ اکبرؑ بن الحسنؑ مجتبیٰ علیہ السلام

جب بساطِ عیش عروسی قاسمؑ الٹ گئی اور جناب قاسمؑ شہید ہو گئے تو عبداللہ بن الحسنؑ علیہ السلام کفن پہنے ہوئے۔ شمشیر کھینچے ہوئے خیمہ سے برآمد ہوئے۔ اور خدمتِ امام حسینؑ علیہ السلام میں آئے آپ خوب رو جوان تھے۔

آپ کی والدہ ماجدہ رباب خاتون تھیں۔ رباب خاتون پہلے امراء القیس بن عدی اوس شاعر زوجیت میں تھیں پھر انہیں امام حسنؑ کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا اور حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کی زوجہ محترمہ امراء القیس کی دختر تھیں ان کا نام رباب تھا اور یہ سکینہ خاتون کی مادر گرامی بھی تھیں عبداللہ بن الحسنؑ، عبداللہ اکبرؑ کے نام سے مشہور تھے وقت وفاتِ امام حسنؑ علیہ السلام نے آپ کی تیرہ اولاد تھی اور ان میں دو بیٹوں کے نام عبداللہ تھے اسی لیے اس عبداللہ کو جو بطنِ رباب سے تھے عبداللہ اکبرؑ کہتے ہیں ان کی عمر روز عاشوراء ستترہ سال کی تھی۔ اور عبداللہ اصغرؑ کی عمر گیارہ سال کی تھی کہ جو کربلا میں شہید ہوئے عبداللہ اکبرؑ میدانِ کارزار میں گئے۔ علامہ مجلسیؒ بحار میں اور ابوالفرج اپنے مقتل میں اور ابن شہر آشوب مناقب میں اور مرحوم سید اپنی کتاب ہوف میں اور ابوالفتوح۔ ترجمہ معین الدین و روضۃ الشہداء میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ جو ان تھے اور حسنؑ و جمالؑ میں ان کا کوئی نظیر نہ تھا جب آپ نے حضرت امام حسینؑ سے اذانِ جہاد مانگا تو امام مظلوم نے فرمایا کہ اے عبداللہ تم میرے بھائی حسنؑ مجتبیٰ کی نشانی ہو اور تم مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہو۔ لیکن جب عبداللہ اکبرؑ نے امام مظلوم کو ان کے جد نامدار کی قسم دلائی تو امام حسینؑ نے اذانِ جہاد دیا۔ میدان میں تشریف لائے اور جہاد پڑھا جس کا مفہوم یہ ہے کہ میرے جد نامدار خواجہ ہر دوسرا ہیں یعنی کائنات میں افضل و اعلیٰ و بزرگ ہیں اور میرے دادا اعلیٰ مرتبی ہیں جو ولی گردگار ہیں اور میرے پد عاقلہ حسنؑ مجتبیٰ ہیں جو گلشنِ زہرا کا سدا بہار پھول ہیں اپنے علمِ محترم کے دشمن پر تیغ کھینچوں گا جب تک کہ میرا دم باقی ہے رجز کے بعد آپ نے تلوار کھینچی اور مبارز طلبی کی۔ علامہ مجلسیؒ بحار میں فرماتے ہیں کہ آپ نے ملائین میں سے چار نفر اصل

جہنم کئے روضۃ الشہداء میں ہے کہ اس وقت پانچ ہزار لشکریوں نے آپ کو اپنے گھیرے میں لے لیا جب حضرت عباس علیہ السلام نے ان کو نزعۂ اعداء میں محصور دیکھا تو اپنا علم عون بن علی کو دے کر عبداللہ کی مدد کے لیے پہنچے۔ عبداللہ اکبر زنجی حالت میں خیمہ کی طرف چلے اور آپ کی حفاظت آپ کے چچا صاحبان کر رہے تھے۔ آپ اپنے گھوڑے پر زنجی حالت میں سوار تھے کہ ایک ملعون نے جو چھپا ہوا بٹھا تھا۔ اور تلوار سے حملہ کیا۔ آپ گھوڑے سے زمین پر گرے۔ حضرت عباسؑ کو آوازی کہ چچا جان سلام آخر قبول ہو۔ حضرت عباسؑ نے اولان کے قاتل پر ضرب لگائی اور وہ ملعون فی النار ہو گیا لاش جناب عبداللہ اکبر کو خیمہ میں لائے مخدرات نے ماتم کیا۔ امام حسینؑ نے سب کو صبر کی تلقین کی

شہادت احمد بن الحسن علیہ السلام

جناب عبداللہ اکبر کی شہادت کے بعد آپ کے بھائی احمد بن الحسن عازم میدان جہاد ہوئے آپ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور اذان طلب کیا۔ امام حسینؑ اور اطہر نے اجازت دی اور رخصت کیا میدان جہاد میں آئے اور رجز پڑھا۔ اور مقابلہ شروع کیا یہاں تک کہ اسی ملائین کو جہنم رسید کیا ابو مخنف کہتے ہیں کہ قد غارت عیناء فی ام راسہ من شدة العطش یعنی کہ آپ کی بینائی شدت پیاس کی وجہ سے جاتی رہی تھی اور جنگ کرنے کی طاقت و توانائی بھی نہیں رہی تھی۔ فنادی یا عماہ هل من شربة من الماء ابرد بها کبدی۔ یعنی اے چچا جان یا ممکن ہے کہ ایک گھونٹ پانی پینے کو مل جائے۔ مگر جل رہا ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے

فرزند مبرک کو تم عنقریب اپنے جد سے ملو گے تو وہ تم کو سیراب کریں گے جناب احمد بن حسنؑ نے پھر تلوار کھینچی اور لشکر دشمن کے سپاس آدمی تہہ تیغ کئے۔ آپ جوش و غامیں رجز پڑھتے جاتے تھے اور دشمنوں کو قتل کرتے تھے۔ ابو مخنف کہتے ہیں کہ فقتل منهم مستون رجلاً کہ آپ نے لشکر عربین سعد کے ساتھ آدمی قتل کئے سائب نے تین حملے کئے اور آپ کے کشتوں کی تعداد نوے تک ہے لیکن کب تک حملہ کرتے۔ پیاس کی شدت نے ناتواں کر دیا۔ تاب و توانائی نہ رہی۔ جب کو قیوں نے یہ حالت دیکھی مل کر حملہ کیا اور آپ زنجی حالت میں گھوڑے سے زمین پر گرے دشمنوں نے آپ کے جسم مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور روضۃ عالم قدس کو پرواز کر گئی۔

ابو بکر بن الحنفی جب احمد بن الحسنؑ زحفۂ اعداء میں گھر گئے اور آپ نے امام حسینؑ کو پکارا ہے تو اس وقت ابو بکر بن الحسنؑ ان حمایت کے لیے میدان جنگ میں پہنچے مگر اس وقت احمد بن الحسنؑ زنجی ہو کر گھوڑے سے زمین پر تشریف لا چکے تھے اور ظالموں نے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ مقابلہ کیا اور آپ بھی شہید ہو گئے۔ علامہ مجلسی کتاب بحار میں فرماتے ہیں کہ جس ملعون نے آپ کو شہید کیا اس کا نام عبداللہ غنوی تھا۔ اس ملعون نے ان کو بڑی بیدردی سے شہید کیا۔ ملائین نے ستائیس جوانوں کو بھولا دلا علی وفا طہ سے تھے شہید کیا ہے۔

اللعنة الله على القوم الظالمين۔

حوال حسن مثنیٰ بن الحسن علیہ السلام

آپ حضرت امام حسن علیہ السلام کے فرزند ہیں۔ آپ کی ماں کا نام خولہ تھا۔

آپ واقعہ کربلا سے پہلے والی صدقات حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام تھے آپ حسن خصال، محمد شاعر، حیدر وقار تھے۔ خداوند عالم نے پسندیدہ خصلتوں سے آپ کو نوازا تھا۔ اس میں وصادق تھے۔ عمدۃ المطالبین ہے کہ مادر جناب حسن منی دختر منظور بن ریان بن سیار بن عمر بن جابر بن عقیل بن ربیع بن مازن فرزان ریان تھیں یہ معقلہ امام حسن کے عقد میں آنے سے قبل محمد بن طلحہ بن عبید اللہ کے عقد میں تھیں چنانچہ محمد بن طلحہ جنگ جمل میں شہید ہو گئے۔ خولہ دختر منظور بیوہ ہو گئیں۔ تو پھر آپ کا عقد امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے ہو گیا۔ آپ عفت و حیا و شرم میں یکساں روزگار تھیں۔

صاحب عمدۃ البیان فرماتے ہیں کہ جب خولہ کا عقد امام حسن سے ہوا تو ان کے والد کو خبر نہیں ہوتی تھی بعد ازاں منظور پدر خولہ ناراض ہوا اور اس نے طاغیہ عرب کو جمع کیا اور ان کے ہمراہ مدینہ پہنچا۔ اور مسجد نبوی کے صدر دروازے پر پہنچ کر علم مخالفت نصب کر دیا۔ اور اس نے لوگوں کے سامنے شور مچا کر اپنی بیٹی کے عقد کا ذکر کیا جب اس شور و غل کی آواز حضرت امام حسن علیہ السلام نے سنی تو آپ نے فتنہ و فساد کو روکنے کے لیے اپنے خادموں کو حکم دیا کہ خولہ کو ہرج میں بٹھا کر اس کے والد کی خدمت میں آداب و تسلیم بجالانے کے لیے لے جاؤ۔ منظور والد خولہ اس سے خوش ہوا اور اپنی بیٹی کو اپنے ہمراہ لے گیا۔ مگر خولہ حضرت امام حسن کے پاس سے نہیں جانا چاہتی تھی وہ پریشان رہی۔ اس نے اپنے والد کو اپنی محل کے نزدیک بلایا اور کہا اے پدر عاقل قدر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم پسر حضرت رسول خدا، نور دیدہ علی و فاطمہ یعنی امام حسن کو دامادی کے لیے پسند نہیں کرتے سوچا کیا اس سے بلند و بالا کوئی اور ہے۔ ہر حیثیت سے یہ خاندان تمام عالم میں برگزیدہ ہے۔ اس لیے کہا کہ

بے شک تو حسن مجتبیٰ کو پسند کرتی ہے کیا وہ بھی تجھے دوست رکھتے ہیں اگر ایسا ہے تو وہ کسی عزیز کو بھیجیں یا از خود تشریف لائیں۔ چنانچہ جب خولہ کا ہودج نخلستان مدینہ سے گزرا تو اسی وقت امام حسن و امام حسین اور عبداللہ بن جعفر بھی وہاں پہنچ گئے۔ امام حسن علیہ السلام بعلم امامت جانتے تھے کہ خولہ کا والد اپنے فعل پر نادم ہو گیا ہے لہذا آپ نے اس کے پاس حضرت امام حسین اور عبداللہ جعفر کو بھیجا جو کہ خولہ کے کتب میں روانہ ہوئے اور جب خولہ کے باپ کو ان کی آمد کی خبر ہوئی اور اس نے یہ دیکھا کہ حضرت حسن مجتبیٰ نے صبر و تحمل سے کام لیا ہے اسی اثناء میں حضرت امام حسن بھی پہنچ گئے۔ تو منظور والد خولہ نے آپ سے معذرت کی۔ اور کہا کہ میں آپ پر قربان۔ میری دختر آپ کی کنیز ہے اور خاندان عصمت و طہارت میں کنیزی کا شرف بڑی چیز ہے۔ بروایت ابن شہر آشوب منظور نے عرض کیا کہ میں نے اس خیال سے کہ آپ ملاقات نہ دیں ایسا کیا تھا ورنہ آپ اکرم الناس بیٹا و اشرف العرب نفساً ہیں۔ اور مجھے فخر ہے کہ آپ ایسا کریم النفس انسان میروا مادہ ہے فاعطاه ایاہا فرد بہ الی الحدیث۔ پس خولہ کے والد منظور نے کجاوہ ملازماں حضرت حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی سپرد کی۔ خولہ دوم تر بہ امام حسن علیہ السلام کے گھر منتقل ہوئی۔ فولد منها الحسن بن الحسن یعنی کہ خولہ سے حسن منی پیدا ہوئے اور جب آپ سن رشد کو پہنچے تو امام حسن علیہ السلام نے ان کو تقویٰ و پرہیزگاری، دیانتداری اور کفایت شجاری کی تعلیم و تربیت دی۔ حضرت امام حسین نے فاطمہ نامی لڑکی کا عقد حسن منی کے ساتھ کیا اور آپ امام حسین کے ساتھ کربلا آئے۔ اور اپنے بھائیوں کی شہادت کے بعد خود بھی جان نثاری کے لیے عازم میدان قتال ہوئے۔ آپ کی جنگ کے حالات کتب مقاتل میں نہیں ملتے۔ علامہ مجلسی، ابن شہر آشوب اور صاحب عمدة المطالب

اور سید مرحوم لکھتے ہیں کہ حسن ثنیٰ واقعہ کربلا میں اپنی ذات سے یاوری کی ہے اور اپنے عم محرم امام حسینؑ کے ساتھ جہاد میں شریک رہے ہیں۔ مؤلف کے والد مرحوم اپنی کتاب ریاض الاحزان میں فرماتے ہیں کہ حسن ثنیٰ نے سترہ خبیث لوگوں کو جو لشکر عمر بن سعد میں سے تھے قتل کیا اور اٹھارہ کو زخمی کیا، اور سید اپنی کتاب ہوف میں لکھتے ہیں کہ حسن ثنیٰ زخموں کی وجہ سے ضعف محسوس کرنے لگے اور توانائی جواب دے گئی تو آپ پہلو کے بھل زمین پر گرے اور لاشوں کے درمیان مدہوش ہو گئے صاحب عمدۃ المطالب لکھتے ہیں کہ لشکر عمر بن سعد نے جب شہیدوں کے سر کاٹنے چاہے تو حسن ثنیٰ کے نزدیک پہنچے دیکھا کہ ابھی رقی جان باقی ہے۔ لوگوں نے عمر بن سعد کو خبر کی کہ حسن علیہ السلام کے بڑے فرزند حسن ثنیٰ زخمی حالت میں لاشوں کے درمیان پڑے ہیں اور ابھی زندہ ہیں۔ ہم ان کے ساتھ کیا سلوک کریں۔ اسماء بن خارجہ بن عقبہ بن عمیرہ بن حدیقہ بن بدر القزازی جو کہ یہ لقب بانی حسان مشہور تھا۔ اس وقت عمر ابن سعد کے پاس موجود تھا اس نے کہا اے امیر یعنی اے عمر ابن سعد حسن بن حسن میری بہن کا فرزند ہے۔ اس کی ماں میرے قبیلہ کی ہے حسن ثنیٰ کو بخش دے۔ عمر ابن سعد نے قبول کیا اور جان بخشی کر دی۔ بجا میں ہے جب کہ اسماء حسن ثنیٰ کے لیے واسطہ بنا اور عمر بن سعد نے اس کی سفارش پر جان بخشی کر دی۔ تو اس نے کہا کہ خدا کی پناہ پس خور کہ جو میرا ہمیشہ زادہ ہے اس کی طرف کوئی شخص دست ظلم نہ بڑھا سکا و احسن کسی نے یہ نہ کہا کہ علی اکبرؑ میرا ہم قبیلہ ہے اس کا سر جدا نہ کر حاصل کلام یہ ہے کہ صاحب عمدۃ المطالب لکھتے ہیں کہ ابی حسان نے عمر بن سعد سے کہا کہ تو حسن ثنیٰ کو میری سپرد کر دے میں اس کو کوفہ لیجاؤں گا اور ابن زیاد سے اس کی جان بخشی کر اؤں گا چنانچہ حسان ان کو زخمی حالت میں اپنے خیمہ

میں لے آیا۔ علامہ مجلسیؒ لکھتے ہیں کہ آپ بہت زیادہ زخمی ہو گئے تھے۔ جس وقت حسن ثنیٰ میدان جنگ میں گئے میں تو آپ کے تمام چہاز زندہ تھے لیکن جب ابی حسان ان کو کوفہ لے گیا اور آپ ہوش میں آئے اور آنکھ کھولی تو دیکھا کہ نہ عم محرم حسینؑ ہیں اور نہ کوئی دوسرے چچا موجود ہیں۔ لوگوں سے دریافت کیا تو ان کو معلوم ہوا کہ سب شہید ہو گئے۔ اور ان کے سر مبارک کوفہ میں لائے گئے ہیں۔ جب ابی حسان نے ابن زیاد سے ان کی جان بخشی کی درخواست کی تو وہ بد نہاد کہنے لگا کہ ہمیں تو قتل حسین ابن علیؑ سے غم تھی وہ قتل کر دیئے گئے۔ حسن ثنیٰ تیری سپرد ہیں البتہ حسینؑ لایا جائے چنانچہ امام حسینؑ کا سر مبارک طشت میں رکھ کر اس ملعون کو پیش کیا گیا اور اس ملعون نے آپ کے لبوں پر چھری ماری تتمہ احوال حسن ثنیٰ یہ ہے کہ حملہ اسیروں کے ساتھ شام گئے مدینہ واپس پہنچے تو مدینہ میں آپ کا انتقال ہوا ہے۔

بمجا میں ہے کہ فاطمہؑ قبر حسن ثنیٰ پر رہنے لگیں اور قبر پر چار ڈالی جو ہر سال بدلی جاتی تھی اسی اثناء میں فاطمہؑ کو آواز آئی کہ کہنے والا کہتا ہے کہ ہد وجد و اما فتد و کیا گم شدہ کبھی ملا کرتا ہے۔ پھر رات فاطمہؑ نے خود جواب دیا کہ بل ایسوا فانا قلبوا پیدا نہیں کر سکتا بلکہ یلوکس ہو جاتا ہے فاطمہؑ نے یہ آواز سنی تو اپنے خادموں کو حکم کو نوح دیا اور مزار اقدس سے گھر چلی آئیں یہ فاطمہؑ وہی فاطمہؑ ہیں کہ جو کربلا میں نوعروس مشہور ہیں۔

خلاصہ و نتیجہ

شیخ محقق محمد بن شہر آشوب اپنی کتاب مناقب میں لکھتے ہیں کہ ولادہ جناب امام حسن مجتبیٰؑ علیہ السلام کی تعداد سولہ تھی۔ جس میں پندرہ فرزند اور ایک دختر ہے

ان سب کے اولاد نہیں تھی البتہ حسن ثنیٰ اور زید سے آپ کی نسل چلی ہے۔
دختر۔ ام الحسن، فاطمہ، (جو حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی والدہ تھیں)
وأم الحسین، أم عبد اللہ، فاطمہ، ام سلمہ، رقیہ۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

فرزندان حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی جنگ

اور شہادت

جب روز عاشورا سب یاور و انصار شہید ہو گئے اور امام حسینؑ کے
بھائیوں کے سوا کوئی اور باقی نہ رہا تو بعد شہادت فرزند ان امام حسن علیہ السلام
برادر ان امام حسینؑ کی نوبت آئی اور اولاد علی مرتضیٰ نے میدان قتال جانا شروع کیا۔
جس کی تفصیل یہ ہے کہ ابوبکر بن علیؑ علامہ مجلسیؒ بحار میں تحریر فرماتے ہیں کہ

ثم تقدم اخوه الحسين عازمون على ان يموتوا دون
یعنی پھر فرزند ان علیؑ ولی عازم میدان قتال ہوئے۔ فاول من خرج منهم
ابوبکر بن علیؑ علیہ السلام یعنی کہ فرزند ان امیر المومنین میں سب سے پہلے آپ کے
بیٹے ابوبکر میدان قتال میں گئے ان کا نام عبید اللہ تھا۔ شرح ابو علی رجال میں فرماتے
ہیں کہ ان کی ماں لیلیٰ دختر مسعود بن خالد دارمیہ تھیں اور آپ کے خالو ابوالاسود دؤلی
تھے۔ مختصر یہ ہے کہ اس شیر شبیہ حیدر کرار نے امام حسین علیہ السلام سے
افان جہاد طلب کیا و مٹہ الشہداء میں ہے کہ اے بھائیو تم ایک ایک کر کے
رضعت پور رہے ہو اور مجھے تنہا چھوڑے جاتے ہو۔ ابوبکر بن علیؑ نے عرض
کیا اے بھائی جان ہم پر یہ شاق ہے کہ ہم آپ کو اس بیگسی کے عالم میں دیکھیں

فرزندان کی تفصیل یہ ہے کہ۔

(۱) عبد اللہ، عمرو، قاسم، ان کی ماں ام ولد تھیں۔ حسین الارجم، حسن ثنیٰ
وامہما خولہ بنت منظور تھی۔ عقیل، حسن، ان کی ماں بشری بنت ابی مسعود الخزرجیہ
تھیں۔ زید، عمرو۔ ان کی ماں ثقیفہ تھیں۔ عبد الرحمن ام ولد سے تھے۔ طلحہ
ابوبکر ان کی ماں ام اصحن بنت طلحہ التیمی تھیں۔ اسماعیل، الحسن، الاصغر،
اور ایک دختر اور ان کا نام ام الحسن تھا۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے اولاد امام حسینؑ کی تعداد، احمد بن الحسن کے
علاوہ پندرہ تحریر کی ہے اور ابوالعباس عمدة المطالب میں لکھتے ہیں کہ امام حسن
علیہ السلام کی اولاد سولہ تھی جن میں پانچ دختر اور گیارہ فرزند تھے جن کی تفصیل یہ
ہے کہ۔

(۲) حسن ثنیٰ۔

(۱) زید۔

(۳) طلحہ۔

(۳) حسین۔

(۴) عبد اللہ۔

(۵) اسماعیل۔

(۸) یعقوب۔

(۷) حمزہ۔

(۱۰) ابوبکر۔

(۹) عبد الرحمن۔

(۱۱) عمرو۔

دختران۔

(۱) ام الحسین (۲) رملہ (۳) ام الحسن (۴) فاطمہ (۵) ام سلمہ جارا اللہ الکبیر
لمنقص کشف الغمہ کی رو سے بھی امام حسنؑ کی اولاد کی تعداد پندرہ ہے حسن و زید۔
عمر، حسین، عبد اللہ، اسماعیل و عبد اللہ محمد و یعقوب، وجعفر، طلحہ، حمزہ، ابوبکر، قاسم،

امام حسینؑ نے فرمایا اے بھائی جاؤ اور ہم بھی عنقریب پہنچنے والے ہیں آپ میدان قتال میں آئے اور رجز پڑھا کہ۔

شیخی علی ذو الفخار الاطول
من هاشم الصدق الکریم المفضل
هذ احسن بن النبی المرسل
عنه نحامی بالحسام المصقل
نقدیه من اخ مبجل

یعنی کہ ہمارے پدر عالیقدر علیؑ میں جو صاحب عز و افتخار ہیں اور ہم آل ہاشم میں جو صاحب صدق و صفائیں فضل و کرم والے ہیں۔ اور یہ حسینؑ بھی مرثیٰ کے نواسہ ہیں اور ہم ان کے نامی و مددگار ہیں۔ اور صیقل شدہ تلوار سے ہم ان کی نصرت و یادری کریں گے دشمنوں کو تہ تیغ کریں گے۔ حسینؑ ہمارے بھائی ہیں۔ اختر

آسمان دین ہیں۔ قبلہ عالم میں۔ گلبن باغ مصطفیٰ ہیں۔ چشم و چراغ زہرا ہیں، صادقوں کے امام ہیں متقیوں کے رہبر ہیں۔ ہم تو ان کے خادم ہیں اور کفن پوش میدان قتال میں آئے ہیں اے بیدنیو، اے سنگ دلوں تم حسینؑ کو کیوں قتل کرنا چاہتے ہو۔ رجز پڑھنے کے بعد تلوار غلاف سے نکالی کالمیث القصور

بل مکانہ الحیدر۔ اور مثل حیدر گزار حملہ کیا۔ اور قلب لشکر میں پہنچے۔ فلم یزل یقاتل اور لشکر کے لوگوں کو مثل برگ خزان زمین میں قتل پر ڈھیر لگا دیئے آخر کار دشمنوں نے ہجوم کیا اور آپ پر تلواریں بڑے لگیں۔

بروایت حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے ابو الفرج نقل کرتے ہیں کہ اہل ہمدان میں سے ایک ملعون نے آپ کو ایک ضرب کاری لگائی اور آپ گھوڑے سے زمین پر گرے علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ اس ملعون کا نام عبداللہ بن عقبہ غوی تھا اور بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ کا قاتل زہری البحر تھا۔ مدائنی نقل کرتے ہیں کہ آپ

کا جسم مبارک گھوڑوں کی ٹاپوں سے چور چور ہو گیا تھا حضرت عباس علمدار نے بھائی کی شہادت پر گریہ فرمایا۔

مجلسی علیہ الرحمۃ بخار میں فرماتے ہیں کہ نام ابوبکر بن علی۔ عبید اللہ تھا۔ شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں ابوبکر اور عبید اللہ دونوں فرزند ان علی ابن ابی طالبؑ تھے۔ او دونوں کی ماں یحییٰ بنت مسعود الثقفیہ تھیں لیکن مؤلف کتاب کے والد بزرگوار فرماتے ہیں کہ تحقیق یہ ہے کہ ابوبکر اور عبید اللہ دونوں بھائی تھے دونوں فرزند علی علیہ السلام ہیں ابوبکر روز عاشوراء کربلا میں شہید ہوئے اور عبید اللہ بزبان مختار علیہ الرحمۃ قتل ہوئے ہیں۔

عمر بن علی علیہ السلام۔

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ بعد از شہادت عبید اللہ بن علیؑ عمر بن علیؑ نے امام حسینؑ سے اذان جہاد حاصل کیا۔ اور اپنے بھائی کے قاتل کو طلب کرنے کے لیے میدان قتال میں پہنچے۔ رجز پڑھا کہ

اضرکم ولا اری فیکم زجر ذاک الشقی بالنبی قد کفر
یا زجر قدانی من عمر لعلک الیوم تبومن سقر
شر مکان فی حریق وسعر لانک الجاحد یا شر البشر
زجر جو کہ آپ کے بھائی کا قاتل تھا لشکر عمر بن سعد میں موجود تھا۔ اگر آپ اس کو دیکھ کر اس کے قتل کرنے کے لیے نہ جاتے تو لوگ بزدلی سمجھتے۔ لہذا آپ نے گھوڑے کو اس کی طرف جو لان کیا نزدیک پہنچ کر فرمایا کہ تو ہی میرے بھائی کا قاتل ہے۔ پھر آپ نے نعرہ علی لگایا اور اس بیدین پر حملہ کیا۔ اس کے گلہ پر تلوار لگائی اور وہ اس دم جنم کو روانہ کیا۔ یہ دیکھ کر ہجوم لشکر نے آپ پر

حمل کیا۔ یکن آپ نے شیرانہ قتال کیا۔ آخر کار تشنگی غالب ہوئی قوت جواب دینے لگی۔ ہجوم لشکر نے اسی مزب کاری لگائی کہ آپ گھوڑے پر نہ سنبھل سکے اور زمین پر گرے اور شہید ہوئے۔ آپ کے بعد امام حسینؑ نے اور دوسرے بھائیوں کو وداع کیا جو میدان قتال میں گئے۔ قتال کیا اور خود شہید ہو گئے۔

حضرت عباس علمدار علیہ السلام کا اپنے بھائیوں

کو شوق شہادت دلانا

عالم علیل و فاضل نبیل صاحب المناقب محمد بن شہر آشوب فرماتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی اولاد میں سے اٹھ فرزند کربلا میں شہید ہوئے ہیں۔ محمد بن عباسؑ کو شمار نہ کرتے ہوئے شہید فرزندان امیر المومنین علیہ السلام کی تفصیل یہ ہے کہ۔

(۱) امام حسین علیہ السلام۔

(۲) ابو الفضل عباسؑ۔

(۳) عمر بن علیؑ۔

(۴) عثمان بن علیؑ۔

(۵) ابو بکر بن علیؑ۔

(۶) جعفر بن علیؑ۔

(۷) ابراہیم بن علیؑ۔

(۸) عبداللہ الامفر۔

یہ متفقہ امر ہے کہ حضرت عباس علمدار اپنے بھائیوں میں آخری شہید ہیں چنانچہ والعباس ابن علی تحریر صہم علی لقتال والشہادۃ ویحتملہم علی الفور بالشہادۃ۔ یعنی کہ حضرت قمر بنی ہاشم عباس علیہ السلام اپنے بھائیوں کو جہاد اور شہادت کی ترغیب دلاتے رہے اور ان کی حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔ اور فرماتے تھے تقد مواحتی اریکم قتیلاً وقد نصحتہم للہ ولرسولہ پیش قدمی کرو۔ جان نثاری دکھاؤ۔ جام شہادت پیو۔ اور فرماتے جو کچھ میں تمہیں نصیحت کر رہا ہوں وہ محسن قربۃ الی اللہ ہے اور خوشنودہی رسول خدا کے لیے ہے اور اسے برادران میں بھی تمہارے عقب میں آنے والا ہوں۔ اور ہماری آخری وعدہ گاہ حضور رسول خدا بابا علی مرتضیٰ، اور بھائی حسن مجتبیٰ ہیں چنانچہ عثمان بن علی کہ جن کی ماں جناب ام البنینؑ تھیں نے امام حسینؑ اور آپ سے اذان جہاد طلب کیا میدان قتال میں پہنچ کر رجز پڑھا کہ میں عثمان بن علی ہوں۔ میں صاحب فخر ہوں کہ میرے بھائی حسینؑ میں جو صاحبان خیر ہیں اور نبیؐ و علیؑ کے بعد سب سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ رجز پڑھنے کے بعد فوج اعداء پر جا پڑے اور ایک کثیر تعداد میں ملائین کو واصل جہنم کیا۔ بروایت بحار خونی اصبحی ملعون نے ایک تیر زہر آلودہ آپ کی طرف رما گیا جو کہ آپ کی پیشانی پر لگا اور آپ گھوڑے سے زمین پر گرے اور عالم غربت میں جان جان آفرین کو سپرد کی۔

آغاز داستان شیر پیشہ حمیدہ کرار عباس علمدار

علیہ السلام

ابو الفرج سے بحار میں منقول ہے۔ کان العباس بن علی یکتی

ابو الفضل وامہ ام البنین وھو اکبر ولدھا وھو آخر من قتل من
اخوتہ لابیہ وامہ فحاز مواریثہم۔ مجلسی بحار میں ابو الفرج
سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عباس ابن علیؓ کی کنیت ابو الفضل ہے اولاد جناب
ام البنین میں سب بھائیوں سے بڑے تھے۔ اور اپنے بھائیوں میں سب کے بعد
شہید ہوئے ہیں۔ اور ان بھائیوں کی میراث کہ جن کے اولاد تھی ان حضرت تصرف
میں لاتے تھے۔ حضرت عباس سے پہلے عبید اللہ بن علیؓ وارث میراث تھے عمر بن
علیؓ کہ جو حضرت علیؓ کی دوسری اولاد سے تھے میراث کے بارے میں عبید اللہ بن
علیؓ سے جھگڑا کیا۔ لیکن ارث کی متبادل چیز پر مصالحت ہو گئی اور عمر بن علیؓ راضی
ہو گئے۔

حضرت ابو الفضل عباس علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو اپنی شہادت سے
پہلے بھیجا ہے اور بعد متوجہ شہادت ہوئے ہیں آپ کے بھائیوں میں ہے
عبید اللہ بن علیؓ بھی ہیں جن کی ماں جناب ام البنین ہیں۔ ابو الفرج لکھتے ہیں روز عاشوراء
عبید اللہ کی عمر پچیس سال تھی ابھی آپ کی شادی بھی نہیں ہوئی تھی حضرت عباسؓ نے
ان سے کہا کہ اے برادر! جاؤ نصرت حسین کرو۔ جناب عبید اللہ حضرت امام حسینؓ کی
خدمت میں آئے اور اذان طلب کیا میدان قتال میں پہنچے اور جزیرہ پڑھا جو کہ بحار
میں درج ہے حملہ شروع کیا۔ اور لشکر عمر بن سعد کے اکثر لوگوں کو مالک دوزخ کی
سپر دیا۔ بروایت روضۃ الشہداء آپ نے ایک شوستر ملا عین کو قتل کیا ہے کچھ
دیگر گزری تھی کہ فوج نے گھیرے میں لے کر حملہ کیا اور آپ نے آواز دی کہ برادران
خدا حافظ۔ مجلسی فرماتے ہیں کہ آپ کو ہانی بن نبیت حضرمی نے ضرب کاری لگائی
تھی جس سے آپ شہید ہوئے۔

محمد الاصف۔ جب آپ دیکھا کہ عبداللہ شہید ہو گئے تو آپ نے ان کے غم میں
اپنا گریباں چاک کیا اور حضرت امام حسینؓ سے اذان جہاد لے کر میدان جنگ میں پہنچے۔
بھائی کے قاتل کے پاس پہنچے اور اس کو ایک ہی وار میں دو ٹکڑے کر دیا۔ اور
اپنے بھائی کی لاش کے برابر ڈال دیا۔ مدائنی لکھتے ہیں کہ قبیلہ ابان بن دارم سے
ایک شخص آپ کے مقابل ہوا مگر آپ نے اسے بھی قتل کر دیا۔ ابن شہر آشوب
لکھتے ہیں کہ ابراہیم بن علیؓ اپنے بھائی محمد الاصفؓ کی حمایت کے لیے میدان قتال پہنچے
اور اپنے بھائی کے قاتل دارمی کو قتل کیا۔ لشکر عمر بن سعد کے لوگوں نے آپ کو اپنی
گرفت میں لے لیا آپ مروانہ وار جنگ کرتے رہے آخر کار شہید ہوئے۔ آپ کے
جسد مبارک ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور آپ کا سر جدا کیا گیا۔

عون بن علیؓ۔

کتب معبرہ میں اولاد حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام میں عون بن علیؓ کا نام نہیں
پایا جاتا۔ لیکن یہ نام زبان زد خاص و عام ہے۔ اور عون کا مزار مقدس کربلا میں
روضۃ حسینیہ سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر ہے جو کہ مشہور و معروف ہے۔
زائرین اس مزار کی زیارت کرتے ہیں شیخ فخر الدین طریحی نجفی نے جناب قاسم
کے عقد کے سلسلہ میں عون کا نام لکھا ہے اور فرمایا ہے کہ طلب عونا وعباسا،
معین الدین صاحب روضۃ الشہداء نے بڑی وضاحت کے ساتھ عون بن علیؓ
کے بارے میں لکھا ہے اور انہوں نے کتاب رجال شیخ شرف الدین عبیدیؒ کے
سے نقل کیا ہے کسی چیز کا حاصل نہ ہونا اس کے عدم وجود کی دلیل نہیں ہوتا۔
پس میں نے مذکورہ دونوں کتابوں کے مطالعہ کے بعد عون بن علیؓ کا نام شہداء کے
ناموں میں شامل کیا ہے کیونکہ عون بن علیؓ کی شہادت بھی ایک مصیبت ہے۔

شہادت عون بن علی علیہ السلام

بنا بر روایت روضۃ الشہداء عون بن علیؑ شہداء کربلا میں سے ہیں آپ پاکیزہ سیرت، بخور وادب اور صاحب غور و فکر تھے آپ نے جب حضرت امام حسین علیہ السلام سے اذن طلب کیا ہے تو فرمایا اے بھائی جان اب میرے لیے توقف اور تاخیر مناسب نہیں ہے مجھے اجازت دیکے کہ اپنی جان آپ پر قربان کر دوں۔ جب آپ میدان قتال میں پہنچے تو حجر بن اجمار نے دو ہزار سواروں کے ساتھ آپ پر حملہ کیا۔ آپ نے اکثر سوار قتل کئے جب طاقت و قوت نے ساتھ چھوڑ دیا خدمت امام حسین علیہ السلام میں حاضر ہوئے امام مظلوم نے جب بھائی کو زخمی دیکھا تو گریہ فرمایا عون بن علیؑ نے پھر اذن طلب کیا اور میدان جنگ میں لائے صالح بن سيار جو پہلے سے آپ سے ذاتی دشمنی رکھتا تھا۔ اور اس عداوت کی وجہ یہ تھی کہ حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کی خلافت ظاہری کے زمانہ میں صالح سے امر غیر شرعی واقع ہوا اور اس کو اٹھ تازیانوں کی سزا مقرر کی گئی۔ عون بن علیؑ نے آپ کے حکم سے اس تازیانے لگائے اور صالح بد نہاد کے دل میں عون بن علیؑ کی طرف سے عداوت پیدا ہو گئی۔ اس ملعون روز عاشوراء لشکر عمر بن سعد سے نکل کر بدلہ لینا چاہا۔ جب یہ مقابل میں آیا تو اس نے آپ کی شان میں ناروا الفاظ کہے۔ آپ نے اس کے کلمہ پر ایک ایسی ضرب لگائی کہ اس کا سر دور جا کر گرا۔ پھر عمر بن سعد نے ہزار سوار مقابلہ کے لیے بھیجے اور ان ملعونوں نے آپ پر سنگ باری شروع کر دی اور خالد بن ولید نے آپ پر نیزہ سے حملہ کیا جو عون پر لگا۔ گھوڑے پر نہ سنبھل سکے اور زمین پر گرے۔ اور آواز دی

کہ اے ابن رسول اللہ میں راہ خدا میں قتل ہو گیا۔

حضرت علی علیہ السلام کے دو پسر نیزے سے زخمی ہوئے ایک عون دوسرے شاہ تشنہ کام حسین علیہ السلام ہیں کہ جب آپ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے ہیں اور رکاب خالی کرنا چاہتے ہیں کہ صالح بن وہب ملعون نے نیزہ امام مظلوم کے پہلو پر مارا۔

شہادت محمد بن عباس بن علی علیہ السلام

حضرت عباس علیہ السلام کے تین فرزند تھے ان میں سے ایک کربلا میں موجود تھے ان کا محمد ہے یعنی محمد بن العباس، آپ حضرت عباسؑ کو بہت زیادہ پیارے تھے اور جناب عباسؑ ان کو اپنی نگاہوں سے دور رکھنا بھی گوارا نہیں فرماتے تھے۔ قمر بنی ہاشم کا یہ فرزند خود چاند تھا اور آپ کے دونوں آنکھوں کے درمیان علامت سجدہ ظاہر تھی۔ حضرت عباسؑ نے اولاً اپنے بھائیوں کو امام حسینؑ پر قربان کیا اور بعد ازاں اپنے فرزند محمد کو کفن پہنایا اور میدان قتال روانہ کیا آپ کی جنگ کے متعلق کوئی خاص واقعات نہیں ملتے۔ ابن شہر آشوب اور دوسرے علماء نے صرف اس قدر لکھا ہے کہ آپ شہید ہوئے ہیں۔ اور جب حرملہ بن کابل ملعون کو فہ پہنچا ہے تو محمد بن العباسؑ کا سر اس کے گھوڑے کی گردن میں آویزان تھا۔ مجلسیؒ اور صاحب تبرناب نے روایت کیا ہے اور خصوصاً صاحب تبرناب نے ہشام بن محمد اور قاسم ابن الصغیر سے نقل کیا ہے کہ جس روز اہلبیت رسالت وارد کوفہ ہوئے ہیں تو ہشام بن محمد تماشاخیوں میں موجود تھا۔ اذا بفارس من احسن الناس وجہا و سوار تمام سواروں میں نیک صورت نظر آ رہا تھا۔ اور

ایک ایسے گھوڑے پر سوار تھا کہ جو بہت کمزور تھا۔ قد علق فی بعد فرسہ
 داس غلام امرد کانہ القمر لیلة تمامہ اور وہ سوار ایک جوان
 کا سر پہنے گھوڑے کی گردن میں ڈالے ہوئے تھا اور اس کا چہرہ مثل قمر متحد ہو رہا
 تھا اور جب وہ گھوڑا حرکت کرتا تو سر مبارک زمین سے لگ جاتا تھا میں نے دریافت
 کیا کہ یہ سر کس کا ہے تو جواب ملا کہ محمد بن العباس بن علی کا سر ہے و احسنہ کہ کو فہ والوں
 نے شہیدوں کے سر کے ساتھ بھی ظلم کرنے سے گریز نہیں کیا مولف فرماتے ہیں کہ
 اس واقعہ جانسوز کو سب واعظ اور ذاکرین بیان کرتے وقت عباس علمدار کا سر جلاتے
 ہیں بہر حال سہو کا تب ہو یا غفلت ہو نقل کرنے والوں نے بجائے محمد بن عباس
 لکھ دیا ہے اور نام محمد کو نظر انداز کر دیا ہے اور شبہ پیدا ہو گیا ہے حالانکہ حضرت
 ابو الفضل العباس کے دو بیٹے یا بقولے تین بیٹے اور ایک دختر تھی اور آپ کا
 سن مبارک پچیس سال سے متجاوز تھا۔ کیونکہ آپ کو جوان امر و کہا جاسکتا ہے یہ
 نقل کرنے والوں کی غفلت ہے کہ محمد بن عباس کو عباس لکھ دیا یا پڑھنے والے
 بجائے محمد بن عباس پڑھتے ہیں اس غفلت پر حضرت علامہ (والد مولف) نے اپنی
 کتاب ریاض الاحزان میں روشنی ڈالی ہے کہ ذہل الناقل عن ذکر اسم
 محمد او غفل السامع او سقط سہوا من قلم الناس۔
 حاصل کلام یہ ہے کہ قاسم بن اصبح کہتا ہے کہ میں سر کو پہچانتا ہوں لیکن سوار کہ جس
 نے اس سر کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا تھا نہیں پہچانتا تھا۔ میں نے
 دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ ملعون حرمہ بن کاہل اسدی ہے قاسم کہتا ہے کہ زیادہ
 زمانہ نہ گزرا تھا کہ میں نے حرمہ ملعون کو دیکھا کہ اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا ہے حالت تباہ
 ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ اے بدنہاؤ اس روز کہ جب الہییت حسین وارد کو فہ

ہوئے میں تو بڑی شان و شوکت کے ساتھ گھوڑے پر سوار تھا اور ایک سر تیرے
 گھوڑے کی گردن میں اوڑھتا تھا چاند کی طرح روشن تھا۔ اب تجھے کیا ہو گیا کہ
 قبیح تر معلوم ہوتا ہے قاسم کہتا ہے کہ یہ سن کر اول ملعون رونے لگا۔ اور کہا کہ
 اے قاسم جس روز مجھ سے یہ فعل صادر ہوا ہے میں نے شب کو خواب میں دیکھا
 کہ دو شخص انتہائی غضب کی حالت میں آئے اور میرا گریبان پکڑا اور مجھے آگ میں
 ڈال دیا۔ اور اس بات سے برابر ہر ایک رات یہی عمل کرتے ہیں کہ ہر شب آگ
 میں ڈال دیتے ہیں یہ حرمہ کے لیے عذاب کی بشارت تھی۔ لیکن بحاریں روایت
 مجلسی علیہ الرحمۃ، اور ابو الفرج اور مائتی قاسم ابن اصبح سے روایت کرتے ہیں کہ
 حرمہ نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ نبی موجود ہیں اور سخت قہر آلود لنگاہوں سے مجھے
 دیکھ رہے ہیں۔ کنت اعرفہ جمیلاً شدید البیاض یعنی کہ میں ان کے
 سامنے ہوں اور پہچانتا ہوں اور وہ بہت ہی نیکو صورت اور نورانی تھے مجھ
 سے سوال کیا کہ اس روز یہ افتاد کیوں کی۔ حرمہ کہتا ہے کہ میں نے جواب دیا کہ۔ انی
 قتلت شاباً امرد مع الحسنین من عیینۃ اشر السجود۔
 یعنی کہ میں نے کربلا میں ایک نو جوان کو جس کے ماتھے پر سجدہ کا نشان تھا اور امام حسین
 کے ساتھ تھا قتل کیا۔ اب ہر روز شب کے وقت جب میں سوتا ہوں تو وہ جوان
 آٹکے اور میرا گریبان پکڑ کر آنکھیں جھپٹا دیتا ہے اور جو لوگ گھر میں بیدار
 ہوتے ہیں وہ میری آواز دردناک سنتے ہیں مولف کتاب فرماتے ہیں کہ لفظ
 شاب امرد کہ جو روایت مجلسی علیہ الرحمۃ میں ہے ظاہر کرتا ہے کہ یہ حضرت عباس
 علمدار نہیں ہیں بلکہ آپ کے فرزند محمد مراد ہیں خدا نے کرے کہ حضرت عباس مراد ہوں
 ورنہ آپ کے لیے کب سزاوار ہے کہ آپ علمدار لشکر حسین ہوں اور آپ کا سر مبارک

گھوڑے کی گردن میں لٹکایا جائے علاوہ ازیں حضرت عباسؓ کا سر مبارک اسقدر زخمی تھا کہ اس پر اثر نشان سجدہ کا پایا جاتا محال تھا۔ اور ہر ایک ہر اہل معرفت پر یہ امر ظاہر ہے کہ حضرت عباسؓ علمدار علیہ السلام شہیدان کربلا میں بعد از امام حسینؓ عظیم شہید ہیں۔ منزلت و رفعت اور مقام کا اعتبار سے کوئی ہمسر نہیں ہے چنانچہ ابو ثمالی نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک روز میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اسی اثناء میں عبید اللہ فرزند حضرت عباسؓ علیہ السلام آگئے۔ جب امام علیہ السلام کی نظر ان کے چہرہ پر پڑی تو بے ساختہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور آپ نے فرمایا کہ اے ابو حمزہ ثمالی لا یموم کیوم الحسین یعنی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر روز عاشوراء محرم سے سخت تر دن کوئی نہیں گزرا۔ جس دن جعفر طیار موتہ میں شہید ہوئے یا جس دن جنگ اُمدیں جناب امیر حمزہ شہید ہوئے کوئی دن روز عاشوراء محرم سے رسول خداؐ سخت نہ تھا۔ کیونکہ روز عاشوراء امت رسولؐ کے بیس ہزار بد نہاد لوگوں نے امام حسینؓ کو بے گناہ قتل کیا۔ اور عزت رسولؐ خدا کا پاس دلچاظ نہیں کیا اور خدا رحمت کرے ہمارے علم نامدار عباس بن علیؓ پر کہ آپ کو ملعونوں نے قاتل کے کنارے قتل کیا۔ خداوند عالم نے ان کو دوزخ پر عطا فرمائے ہیں۔ جن سے وہ پروا نہ کرتے ہیں وان للعباس منزلة عند الله ينبطه جميع الشهداء يوم القيامة یعنی خدا کے نزدیک قیامت تک کے شہداء سے حضرت عباسؓ کا مرتبہ زیادہ ہے۔ حضرت امام حسینؓ علیہ السلام نے تمام امورات جناب قمر بنی ہاشم عباسؓ علیہ السلام کو سونپ دیتے تھے۔ حسینؓ شاہ تھے اور عباسؓ فدیر امام حسینؓ تھے۔ عباسؓ حاجب آستانہ تھے، معتمد حرم خانہ تھے۔ مشیر و معاون

تھے صاحب اسرار تھے۔ دبیر و امیر، سفیر، سردار و سپہ دار، سالار و سپہ سالار، علمدار، طلایہ دار اور سقائے اہلبیت تھے مختصر یہ ہے کہ جب حضرت عباسؓ علمدار شہید ہو گئے۔ تو امام حسینؓ سے ہر چیز جدا ہو گئی۔ امام حسینؓ کا بہادر اندرہا آپ کی شہادت سے مکر امام مظلوم ٹوٹ گئی۔ عباسؓ ایسا بھائی نہ رہا قوت بازو شکستہ ہو گئی جب امام حسینؓ لاش عباسؓ پر پہنچے دیکھا کہ برابر کا بھائی زمین پر پڑا ہے۔ جسم مبارک ٹکڑے ٹکڑے ہے۔ حضرت عباسؓ نے اس وقت عرض کیا مولیٰ میرا لاشہ خیمہ میں نہ پہنچانا۔ کیونکہ جب آپ میرا لاشہ اٹھائیں گے تو لشکرِ باطل کے لوگ یہ سمجھیں گے کہ حسینؓ اب بے یار و انصار ہو گئے۔ امام حسینؓ علیہ السلام علم کے کو خیمہ میں واپس آئے۔

بزبان جناب عقیلؓ توصیف اُم البنین اور تزویج یا

حضرت امیر المومنین علیہ السلام

حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے تین بھائی تھے۔

(۲) جعفرؓ

(۱) طالبؓ

(۳) عقیلؓ

اور تینوں بھائیوں دو۔ دو سال کی چھوٹائی بڑائی تھی۔ جناب عقیلؓ کہ جن کے فرزند حضرت مسلمؓ تھے جو کوفہ میں شہید ہوئے اپنے زمانہ میں عالم نسب و صاحب قبائل عرب تھے۔ اور لوگوں میں ان کی نیکو کاری کی وجہ سے بہت عزت تھی۔ ایک روز جناب عقیلؓ معاویہ کے پاس تشریف لے گئے۔ معاویہ نے کہا اے

عقیل میں نے سُننے ہے کہ تم حالات قبائل عرب پر عبور رکھتے ہو اور سب کو پہچانتے ہو۔ پھر کیا اچھا یہ شخص جو میرے پہلو میں کھڑا ہے کون ہے؟ عقیل نے فرمایا کہ یہ عمرو عامر ہے کہ قریش میں سے چھ آدمیوں نے اس امر کا دعویٰ کیا ہے کہ یہ ہمارا فرزند ہے۔ اور آخر کار ان میں سے تصاب اپنے دعویٰ میں درست ثابت ہوا۔ اس وقت معاویہ نے ابو موسیٰ سے کہا کہ عقیل کے متعلق کہہ دیتے ہیں کہ فلاں حرام زادہ ہے اور فلاں حرام زادہ ہے معاویہ نے عقیل سے کہا کہ تم میرے بارے میں کیا کہتے ہو جناب عقیل نے کچھ جواب نہ دیا جب معاویہ اسرار کیا تو عقیل نے فرمایا کیا تم حماۃ کو پہچانتے ہو۔ معاویہ نے انکار کیا کہ میں نہیں جانتا۔ اس پر عقیل نے کہا کہ حاضرین سے سوال کرو۔ معاویہ نے حاضرین میں سے چند لوگوں سے سوال کیا۔ لیکن بوجہ خوف ان لوگوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ صرف ایک شخص نے کہا اے امیر میں اسے پہچانتا ہوں لیکن میری گزارش ہے کہ مجھے بتلانے پر مجبور نہ کیا جائے مجھے معاف رکھیں۔ معاویہ نے اجازت دی تو اس شخص نے کہا کہ حماۃ تمہاری دادی تھی اور وہ بہت زیادہ زانیہ تھی۔ اس نے اپنے مکان کی بالائی منزل میں علم لگا رکھا تھا جس کو دیکھ کر لوگ اس کے پاس پہنچتے تھے۔ اور مطلب برکادی ہوتی تھی یہ سن کر معاویہ شرمندہ ہو گیا۔ مختصر یہ ہے کہ ایک روز حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا اے برادر تم چونکہ قبائل عرب کے حسب و نسب کو اچھی طرح جانتے ہو کسی اچھے اور نیک قبیلہ کی دختر سے میں نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ ایسا اس لیے چاہتا ہوں کہ خداوند عالم اس سے مجھے شجاع و سخا و نجیب اولاد عطا کرے۔ اور آپ نے فرمایا کہ وہ دختر ان صفات کی مالک ہو۔ یعنی کہ بلند و بالا بازو، کشادہ پیشانی،

بیوسہ ابرو، درشت چشم، قوی، بلند آواز، یہ صفات اس میں پائی جاتی ہوں۔ جناب عقیل یہ سن کر مسکرائے اور کہنے لگے کہ ان صفات کی لڑکی، کوئی قابل تعریف نہیں ہے بلکہ اس میں یہ خوبیاں ہونی چاہیں۔ کہ خوبصورت ہو۔ مشکیں بال ہوں۔ سرفرد ہو۔ ماہِ خد ہو یا قوت لب ہو۔ خوش رفتار ہو۔ خوش گفتار ہو۔ صاحبِ مال ہو صاحبِ جمال ہو۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر عورت صاحبِ مال اور صاحبِ جمال ہو تو رہے قسمت۔ ورنہ اگر یہ دونوں چیزیں نہیں ہیں تو اس کو عفت و پارسائی سے متصف ہونا ضروری ہے پنج البلاغۃ میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خصال الرجال خیار خصال النساء یعنی کہ مرد کی بدترین خصال عورت کے لیے وہ خوش ترین صفات ہیں۔ ان میں جبن و ترس ہے کہ جو مرد کے لیے پسندیدہ نہیں ہے بشرطیکہ اس کا موقع و محل نہ ہو لیکن عورت کے لیے جبن یعنی بزدلی حسن ہے کہ رات اور خصوصاً نصف شب اپنے گھر سے باہر قدم نہ رکھے یہ بھی عورت کے لیے صفت پسندیدہ ہے کہ وہ مشکبہ ہو کیونکہ ایسی عورت کہ جو مشکبہ ہو اپنے شوہر کے علاوہ دوسرے کو نہیں دیکھے گی جب کہ مرد کے لیے تکبر پسندیدہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کو متواضع ہونا چاہیے تیسرے عورت کے لیے بخیل ہونا اس کی بہترین صفت ہے کیونکہ ایسی عورت مال و دولت کی حفاظت کر سکتی ہے بہر حال آپ نے عقیل سے فرمایا کہ جلدی ایسے خاندان دختر تلاش کرو چنانچہ جناب عقیل نے عرض کیا اے بھائی کہ ایسی صفات کی دختر نگاہ میں ہے اور وہ ام البنین دختر حرام بن خالد بن ربیعہ ابن الحزیمہ بن کعب بن خالد بن کلاب بن ربیعہ بن عامر ابن صعصعہ بن بکر بن ہوازن ہے اور ام البنین کی والدہ ماجدہ یحییٰ دختر شہید ابن ابی ہریرہ بن عامر ملاعب الاسیہ بن مالک بن جعفر بن کلاب ہیں۔ اور ام البنین کی مائی صاحبہ یحییٰ

میں جو کبشہ دختر عروۃ الزہال بن عقبہ بن جعفر الکلاب ہیں اور مادر کبشہ فاطمہ دختر عبد الشمس بن عبد مناف ہیں۔ الحاصل یہ دختر یعنی ام البنین بہر طور نیک اور سعادت مند ہیں اور ان کا خاندان شجاعت میں مشہور و معروف ہے اگر آپ اجازت دیں تو آپ کے لیے ان کی خواستگاری کروں۔ امیر المؤمنین علیہ السلام نے ان کو اجازت دی۔ ام البنین کو ان کے گھر بلایا گیا اور وہ پس پردہ بیٹھیں حضرت عقیل وکیل ناچے قرار پائے اور جو مہر مقرر ہوا تھا ادا کیا گیا۔ جناب عقیل نجاد حزام سینچے اس نے دریافت کیا کہ کس لیے تشریف لائے ہو تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنے بھائی علی کی کا، جو وصی رسول خدا ہیں وکیل بن کر آیا ہوں کہ تمہاری دختر ام البنین کی خواستگاری کروں اس وقت ام البنین سے جو پس پردہ موجود تھیں سوال کیا گیا کہ آیا تم اس مناکحت و زوجیت کے لیے راضی ہو کہ تمہارا عقد علی ابن ابی طالب سے مقررہ مہر پر کیا جائے جب آپ نے اظہار رضامندی کر دیا تو حضرت عقیل نے ان کے والد سے فرمایا کہ دختر کا وارث اس کا پدر ہوا کرتا ہے تم بھی اپنی رضامندی کا اظہار کرو۔ اس نے اظہار پسندیدگی و رضامندی کیا۔ اور جناب ام البنین حرم حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب میں داخل ہوئیں۔

جب ام البنین نے حضرت امیر المؤمنین کے گھر میں قدم رکھا۔ تو عقبہ علیہ السلام بوسہ دیا۔ اور داخل حجرہ ہوئیں ان دنوں میں امام حسن اور امام حسین بیمار تھے۔ آپ ہر ایک کے گرد پھریں اور تین مرتبہ گرد پھریں اور دونوں کے ماتھوں کو چوم کر کہا کہ میں کنیز زہرا بنت رسول خدا ہوں۔ میں تمہاری خدمت کروں گی۔ اور آپ نے خدمت اہلبیت کرنے میں کوئی کمی نہیں کی۔ علامہ مجلسی نے نقل کیا ہے کہ آپ نے جب خبر شہادت امام حسین علیہ السلام سنی تو آپ روزانہ جنت البقیع جاتیں

اور قبرستان میں چار قبروں کے نشان بنائیں ایک قبر کو قبر عباس، دوسری قبر کو قبر جعفر، تیسری قبر کو قبر کو عبد اللہ اور ایک قبر کو قبر امام حسین تصور کریں۔ اور پھر نوحہ ماتم شروع کریں اور کہتی تھیں کہ میں اپنے بیٹوں کو نہیں روتی بلکہ میں زہرا کے لالہ حسین ابن علی شکستے روتی ہوں پھر آپ گھر واپس آجائیں اس طرح عرۃ تک آپ روتی رہیں یہ حضرت ام البنین کا حال تھا کہ زندگی بھر حسین کو روئیں۔ امام حسین کو مثل اپنی اولاد کے سمجھا۔ بلکہ اس سے بھی زائد۔ اور ایسا ہی حضرت عباس نے ثبوت دیا کہ ہمیشہ امام حسین کو آقا تصور کیا۔ بھائی کہتے ہوئے حفظہ مراتب مد نظر ہوتا۔ امام حسین نے آخر وقت حضرت عباس سے سوال کیا کہ بھئی عباس تم مجھے بھائی کیوں نہیں کہتے تو آپ نے عرض کیا کہ میں اور آپ پدر عالیقدر کی طرف سے بھائی بھائی میں مگر میری ماں تو کنیز فاطمہ زہرا ہیں۔ میں کس طرح برابری کروں۔ اے شیعیو! ام البنین کو خداوند عالم نے فرزند عطا کیا۔ یعنی عباسؑ پیدا ہوئے۔ جب حضرت امیر المؤمنین کو خبر ہوئی تو آپ شکر خدا بجالائے۔ اب تشریف لائے اور فرمایا لاؤ میرے فرزند کو مجھے دیدو۔ ایک سفید صوف میں بچہ کو امیر المؤمنین کی گود میں دیا کہ اس پٹے سے حضرت عباس کے بازو باہر نکل آئے۔ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے دیکھا تو آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ ام البنین نے عرض کیا مولیٰ گریہ و زاری کا کیا سبب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے ام البنین تم اس سبب کو نہ دریافت کرو تم سن کر برداشت نہ کر سکو گی۔ اے ام البنین عباس کے شانے کو بلا میں روز عاشورا محرم قلم ہو گئے۔ سر عباسؑ پر گرز پڑے گا۔ لاش نہر فرات کے کنارے پڑی رہے گی۔ حسین اس وقت بھائی کی لاش پر ہوں گے مگر عباس کے غم میں نہ حسین کی کمر میں طاقت ہوگی نہ بازوؤں میں زور ہوگا۔

جعفر۔ عبداللہ کہاں ہیں میں ان کے لیے امان تمامہ لایا ہوں مگر اس ملعون کو خیارام
امام معلوم سے کوئی جواب نہ ملا۔ اور اولاد جناب ام البنین نے اس کے امان تمامہ
کو ٹھکرایا۔ جناب علم الہدیٰ مناقب میں مجملہ اور ابو الفرج بروی مفصلہ ترجمہ میں
نقل فرماتے ہیں کہ جس دن شمر دلد الحرام کوفہ سے کربلا پہنچنے کے لیے عازم سفر
ہوا ہے تو جریر بن عبداللہ بن مغلہ الکلابی نے کہ جناب ام البنین اس کی چچی تھیں
سنا کہ اس کی چچی کے فرزند ان حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا میں سو ہزار
شکر کے نغمہ میں گھرے ہوئے ہیں جریر کو اس خبر سے صدمہ پہنچا اور اس نے
ابن زیاد بد نہاد سے کہا کہ میری ایک درخواست ہے اگر قبول ہو تو عرض کروں۔ اس
نے کہا کہ شوق سے بیان کرو۔ انہوں نے کہا کہ جب علی ابن ابی طالب کو کوفہ میں
سلطنت و حکومت ملی۔ تو ہمارے چچا کی دختر سے آپ نے عقد کیا اور اس سے
خداوند عالم نے تین پسر عطا کئے جو کہ حضرت حسین ابن علی کے ساتھ کربلا میں ہیں۔ اور
تیرے شکر میں گھرے ہوئے ہیں میں تجھ سے منت و سماجت کرتا ہوں کہ ان کے
لیے امان نامہ دیدے جس پر ابن زیاد لعین نے کہا کہ تیری خاطر مجھے منظور ہے میں نے
ان کو امان دی۔ امان نامہ لکھا گیا ابن زیاد ملعون نے مہر لگائی۔ اور عرفان نامی غلام کو
امان نامہ دے کر کربلا بھیجا۔ وہ بڑی تیزی بہ تعیل جواب لائے۔ حنا و عرفان
حتی و رد عسک الحسین و لافی عباس عرفان تیزی کے ساتھ حضرت امام حسین
علیہ السلام کے لشکر میں پہنچا۔ امام مظلوم کا لشکر بہت مختصر، جمعیت محدود پر مشتمل تھا
عرفان حضرت عباس بن علی کی خدمت میں پہنچا۔ اور جریر کا خط آپ کو دیا اور اس
کی طرف سے التماس بھی کیا کہ امان نامہ قبول فرمائیں۔ جیسے ہی حضرت عباس علیہ السلام
نے امان نامہ ابن زیاد۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ لا حاجة لنا بامانک

فضائل مناقب حضرت عباس علیہ السلام لشکر حسینی

شیخ ابو نصر بخاری علیہ الرحمۃ اپنی کتاب رجال میں مفصل بن عمر سے روایت
کرتے ہیں کہ اکثر اوقات حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ذکر حضرت قمر بنی ہاشم
عباس علیہ السلام کیا کرتے تھے چنانچہ آپ نے فرمایا ہے۔ کان معنا العباس
بن علی بن ابی طالب ناقد البصیرۃ صلب الایمان جاہد مع
ابی عبد اللہ الحسین و اباء حسن و مضمی شہیداً۔
یعنی کہ خدا رحمت کرے ہمارے عمو عباس بن علی پر کہ وہ بصیرت تمامہ رکھتے تھے
بصیرت دینی امور میں اور بینائی تمام آئین میں تھی۔ مددگاری و نصرت میں آپ مثل کوہ
تھے مطلب یہ ہے کہ کبھی آپ نے مدد و نصرت سے گریز نہیں کیا۔ آپ نے
رکاب امام حسین علیہ السلام میں جہاد کیا اور راہ دین حق میں طرح طرح کی مصیبتیں
برداشت کیں۔ حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہمارے جد امیر المومنین نے
عقیل سے فرمائش کی تھی کہ وہ انساب قبائل عرب سے بخوبی آگاہ تھے ایک ایسے
خاندان کی دختر نیک اختر تلاش کرو کہ جو شجاعت میں مشہور و معروف ہو تاکہ خدا مجھے
اس کے بطن سے ایک شجاع اور بہادر فرزند عطا کرے کہ شہداء میں وہ فرزند
ہمارے کام آئے آپ کا اشارہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف تھا کہ ایسا فرزند
جو ابتلاء میں حسین کے کام آئے پس جناب عقیلؓ نے ام البنین کلابیہ کو منتخب
کیا کیونکہ یہ قبیلہ تمام عرب میں شجاع ترین تھا۔ حضرت عقیل نے جو کالت رسم نکاح
انجام دی روز عاشورا محرم شہر ذی الجوش کلابی کہ وہ اسی قبیلہ سے تھا کہ جس
نے ام البنین تھیں۔ نزدیک خیام امام حسین آیا اور اس نے پکار کر کہا کہ عباس،

وقت جناب زینبؓ موجود تھیں فرمایا سنا ہے کہ تم ہمیں دشمنوں کے حوالہ کر کے ابن زیاد کی امان میں جا رہے ہو کیا یہ طریقہ کسی بھائی کو اختیار کرنا روا ہے۔ حضرت عباسؓ نے سنا اور آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ اے ثانی زہراؓ کے مخدومہ کو نین یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ ولی نعمت حسینؓ فلک احتشام کے در کو چھوڑ کر کسی اور جگہ جاؤں امام حسینؓ نے فرمایا بھتیجا اگر تم لشکر عمر ابن سعد میں جانا چاہیے ہو تو نخوشی جاؤ ابھرم کا پردہ رہ جائے گا۔ حضرت عباسؓ نے یہ سن کر گریہ فرماتے ہوئے عرض کیا مولیٰ ایسا بزرگزن نہیں ہو سکتا کہ ہم آپ کو چھوڑ کر جائیں۔ پھر امام حسینؓ نے فرمایا کہ اس قوم جفا کار سے ایک شب کی ہمدت مانگو تاکہ ہم جی بھر کے خدا کی عبادت کر لیں۔

— بروایت مرحوم در بندہ حضرت ابوالفضل عباسؓ علیہ السلام —

کی جنگ اور شہادت

جب کہ روز عاشورا محرم کو بلا میں حضرت عباسؓ علیہ السلام کے تمام بھائی شہید ہو گئے تو آپ کی جانبازی کی نوبت آئی حضرت عباسؓ کو اپنے بھائیوں کے قتل ہونے کا بہت زیادہ صدمہ تھا۔ غم مرگ برادران اور امام حسینؓ علیہ السلام کی بیکیسی کے غم نے حضرت عباسؓ کی زندگی کو بے کیف بنا دیا تھا۔ آپ بہت زیادہ دلگیر تھے۔

بلکہ قدر چمن را بلبل افسردہ میداند

غم مرگ برادر را برادر مسردہ میداند

وامان بن مرجانتہ الدعیۃ وامان اللہ خیر لنا۔
ہمیں ابن زیاد کی امان سے کوئی غرض نہیں۔ ابن زیاد کے امان نامہ سے خداوند تعالیٰ کی امان خوب تر و خوش تر ہے۔

زما دست بیعت سپہر بلند سخا بہد گرفتن دہانہ را بہند
برادر کہ از نزد رجب جلیل پرستار ہند آمدش جبرئیل
غبار درش فرسیمانی ماست برادر بخوانش کہ مولیٰ ماست

شاعر نے بزبان حال حضرت عباسؓ علیہ السلام کے تاثرات پیش کئے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ہم سے بیعت لینا آسمان بلند کو بیست کرنا ہے کیونکہ کوئی نہیں چاہے گا کہ موہنہ پر بند لگایا جائے۔ اور ہمارے برادر عالیقدر یعنی امام حسینؓ خدائے تعالیٰ کے نزدیک اس قدر محبوب ہیں کہ جبرئیل امین ان کی گوارہ جنیانی پر مامور تھے۔ اور امام حسینؓ کے در کا غبار ہمارے لیے ایسی شان دار نشانی ہے کہ جس سے دنیا نیک و بد ہیں فرق محسوس کرتی ہے یعنی کہ ہم نشان سعادت و حسنات ہیں اور حسینؓ صرف ہمارے بھائی ہی نہیں بلکہ وہ تو ہمارے مولیٰ و آقا ہیں۔ غرض کہ عرفان مالو سس ہو کر کوفہ واپس گیا اور جریرہ کو خبر دی کہ حضرت عباسؓ نے امان نامہ کو ٹھکرا دیا ہے۔ جریرہ شب و روز غصہ میں رہتا تھا کہ ابھرم ہو کر وارد کوفہ ہوئے قاسم ابن الصبیغ کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ حرمہ لعین اپنے گھوڑے کی گردن میں سر ٹھکائے ہوئے تھے۔ صاحب دمعۃ العیون لکھتے ہیں کہ حضرت علی اکبرؓ علیہ السلام گریاں گنان امام حسینؓ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا بابا جان ابن زیاد کا امان نامہ لے کر مجھے عباسؓ کی خدمت قاصد آیا ہے۔ حضرت امام حسینؓ نے قرعہ باشم عباسؓ علیہ السلام کو بلایا۔ عباسؓ تشریف لائے اور بعد ادب سلام بجالائے۔ اس

یعنی کہ چمن کی قدر بلبل افسردہ ہی جانتی ہے اسی طرح بھائی کی موت کے صدمہ اور جہاد کو مرنے والے کا بھائی ہی جانتا ہے حضرت عباسؓ پر بھائیوں کی موت کا جھقہ صدمہ ہو گا وہ جان دل ہی محسوس کر سکتے ہیں۔ شہادت اور جنگ حضرت عباسؓ کے بارے میں ارباب مقاتل میں اختلاف پایا جاتا ہے اور ہر ایک صاحب مقتل نے بانداز و طریقہ خاص آپ کی شہادت اور مبارزت کو نقل کیا ہے۔

البتہ ملا در بندی علیہ الرحمۃ والغفران نے اپنی کتاب اسرار السراۃ میں ایک ایسی خیر نقل کی ہے جو کسی ناقل معتبر سے سنی ہے اور نہ ہی کسی معتبر کتاب میں پڑھی ہے۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ میں نے ہر چند مطالعہ کیا لیکن کتب متداولہ میں کسی جگہ زیر گفتگو خیر نہیں پائی۔ بہر حال میں قارئین کتاب کے مطالعہ کے لیے درج کرتے ہیں جب کہ روز عاشورا میدان کارزار گرم ہوا۔ تو حضرت امام حسینؑ کے قریب ترین صحابی زہیر بن قین عبد اللہ بن جعفر بن عقیل کے پاس آئے زہیر بن قین نے ان سے کہا کہ یا اخی نا ولی الریۃ اے برادر علم مجھے دید و عبد اللہ نے جواب دیا کہ اوفی قصور عن حملہا یعنی کیا آپ نے میرے علم اٹھانے میں کوئی کمی دیکھی ہے۔

زہیر نے نفی میں جواب دیا۔ لیکن میں ایک خاص غرض سے علم مانگ رہا ہوں۔ عبد اللہ نے علم زہیر بن قین کو دے دیا۔ زہیر وہ علم لے کر حضرت عباسؓ علیہ السلام کے پاس آئے۔ اور علم کے سایہ میں کھڑے ہو کر کہا اے فرزند امیر المؤمنین میں چاہتا ہوں کہ آپ کو حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی ایک حدیث یاد دلاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ اے بھائی یہ حدیث بیان کرنے کا کونسا وقت ہے۔ زہیر نے عرض کیا کہ حدیث سننے کا تو آپ کو خود اندازہ ہو جائے گا کہ اس حدیث کی یاد دہانی کس لیے مطلوب ہے۔ زہیر کہتے ہیں کہ اے عباسؓ تمہارے پدر بزرگوار اس وقت کہ جب

ام البنین کی خواستگاری کی ہے تو حضرت عقیل سے یہ فرمایا تھا کہ کسی ایسے خاندان کو بتلاؤ کہ جو شجاعت میں مشہور و معروف ہو اور میں اس خاندان کی دختر سے عقد کروں اور خداوند عالم مجھے ایک ایسا فرزند عطا کرے جو شجاع ترین ہو اور میرے حسینؑ کا ناصر قرار پائے۔ اے فرزند امیر المؤمنین تمہاری مادر گرامیہ قدر ام البنین ایسے ہی گھر لے کر آئی کہ جو تمام قبائل عرب میں شجاعت و مبارزت میں یکتا ہے۔ اے برادر اس وقت سے زیادہ کونسا وقت ہو گا کہ تم اپنی شجاعت و نفرت کا مظاہرہ کرو۔ حضرت عباسؓ نے سنا اور فرمایا۔ یا زہیر انت شجاعی فی مثله هذا اليوم فواللہ لا رینک ما رایتہ قط۔ یعنی کلمے زہیر تم مجھے شجاعت دلاتے ہو۔ تم آج کے دن میری شجاعت دیکھنا چاہتے ہو خدا کی قسم آج تم کو ایسی شجاعت دکھلاؤں گا کہ کبھی ایسی شجاعت نہیں دیکھی ہوگی پس فہمزل العباس جودہ نحو القوم حتی توسط العیدان۔ پس حضرت عباسؓ مرکب پر سوار ہوئے اور تیزی کے ساتھ لشکر کفر شعار میں پہنچے اور قلب لشکر میں در آئے۔ اور نعرہ جہاد بلند کیا۔ اور عمر بن سعد ملعون کو نصیحت کرنا شروع کی۔ فرمایا۔ یا عمر بن سعد هذا الحسین بن بنت رسول اللہ يقول انکم قتلتم اصحابہ واخوتہ وبنی عمہ وبقی فریدہ مع عیالہ واولادہ وھم عطاش قد احرق الظھاء قلوبھم، اے سعد کے منہوں پر تو نے بنت رسول اللہ کے فرزند کے اصحاب و انصار، عزیز و برادران سب شہید کر دیئے۔ پانی بند کر دیا اب جو باقی ہیں ان کی تشنگی کی وجہ سے حالت خراب ہے۔ ان کے دل و جگر پانی نہ ملنے سے جل رہے ہیں۔ بعد آپ نے فرمایا۔ دعوفی ان اخرج

الى طرف الروم او الهند واخلى لكم الحجاز والعراق واشترط لكم ان في
القيامه لا اخاصكم عند الله - يعني کہ فرمایا کہ ہمیں بطرف روم یا ہندستان
نکل جانے دو ہم تمہارے لیے حجاز و عراق خالی کئے دیتے ہیں۔ اور ہمارا تمہارا
مخاممہ روز قیامت طے ہوگا جب آپ کی یہ نصیحت آمیز گفتگو شکیوں نے سنی
تو بعض نے اس کو پسند کیا لیکن اس وقت شمر و ولہ الحرام نے ثیث بن ربعی ملعون
سے تنہائی میں گفتگو کی اور حضرت عباسؓ کے نزدیک پہنچ کر اسے فرزند علیؓ اپنے
بھائی سے کہو کہ اگر کل روے زمین بھی پانی ہو جائے تب بھی آپ کو ایک قطرہ
اب نہیں دیں گے۔ تمہیں چاہیے کہ طاعت یزید بن معاویہ کرو۔ حضرت عباسؓ نے
سن کر فرمایا کہ ہم یزید ایسے شر الخوار، محصیت شعار کی بیعت ہرگز نہیں کریں گے۔
حقیقت یہ ہے کہ جس نے تخت خلافت غصب کیا ہو اسی کی بیعت دینا لوگ
نہیں کیا کرتے کہ حضرت عباسؓ کے کانوں میں المحرم کی صدائے العطش پہنچی۔
حضرت عباسؓ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا خدا یاد دفرما۔ فرکب فرسہ
واخذ رجله والقربة في كتفه وقصد نحو الفرات۔ پس حضرت
عباسؓ مرکب پر سوار ہوئے اور نیزہ ساتھ لیا۔ اور عرض کیا پروردگار میں تمہارا جا رہا
ہوں کہ تشنہ کام بچوں کے لیے پانی لاؤں تو ہی میرا مددگار ہے۔ در بندی کہتے
ہیں کہ بعض از موثقات اصحاب یعنی کہ جمہور احسانی کہتے ہیں کہ حضرت عباسؓ
امام حسینؓ کے پاس آئے اور خدا حافظ کہہ کر تہنرات کا رخ کیا۔ نہر پر دس ہزار
پہرہ دار مقرر تھے جنہوں نے حضرت عباسؓ کو جب نہر کی طرف آئے دیکھا
تو کہا اے جوان تو اس طرف کیوں آتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تمہارا اخو ام زادہ
ہوں کیونکہ تمہاری ماں ام عاصمہ کلابیہ ہے اور میں ام البنین کلابیہ کا فرزند ہوں۔

عمرو بن حجاج جو نہر پر پاسبانوں کا سالار تھا کہنے لگا۔ یعز علی بن لاخت
مانزل بلك من العطش - یعنی کہ اے میری بہن کے فرزند مجھ پر سخت
گران و دشوار ہے کہ تو اس قدر پیاسا ہے کہ تیر و تلوار میں پانی لینے آئے گا۔ اگر مجھے
یہ معلوم ہوتا کہ اس قدر تشنگی کا عالم ہے تو میں ضرور پانی بھیجتا۔ جاؤ اور نہر سے
پانی پیو۔ آپ نے نہر سے مشک بھری مگر خود پانی نہیں پیا۔ اس کی خبر عمر بن سعد
ملعون کو ہوئی کہ عمر بن حجاج دشمن کو تقویت پہنچاتا ہے اور اجازت دی ہے کہ
پانی لے جائے عمر بن سعد ملعون نے کہا کہ علیؓ برا میں عمرو بن الحجاج، یعنی عمرو بن
الحجاج کا سر لایا جائے عمرو بن الحجاج نے کہا کہ میں نے تو پانی لیجانے کی اجازت
ازراہ محبت باولاد علیؓ نہیں دی ہے بلکہ عباسؓ کو قتل کرنے کی یہ ایک سازش پشیا
کی ہے۔ پس اس ملعون نے اپنی فوج کے دس ہزار سپاہیوں کو حکم دیا کہ عباسؓ بن علیؓ
کا سر قلم کر دیں۔ جب فوج نے مداخلت کی تو حضرت عباسؓ علمدار علیہ السلام نے
تلوار سے حملہ کیا اور فرمایا اے قوم ناکار مجھے جانتے ہو کہ میں کون ہوں۔ میں
علیؓ فرزند ہوں وہ علیؓ کہ جو حیدر کے نام سے بھی موسوم ہیں اور پھر آپ نے اس
حملہ میں ایک سو سے زیادہ شجاعان نامی گرامی قتل کئے۔ اور مشک کو دوش پر رکھے
ہوئے خیام کی طرف چلے اور فرمایا کاش کہ یہ فوج غور کرتی کہ اولاد زنا کار مجھے قید کرنا
چاہتی ہے یہ کہہ کر پھر حملہ کیا خیام تک پہنچنے کا راستہ صاف ہو گیا۔ لشکر عمر بن سعد
میں ایک شخص بہت بہادر تھا جس کا نام مار بن صدیف ثعلبی تھا آپ کے
نزدیک آیا اور آپ کے گریبان پر ہاتھ ڈال دیا۔ اور اپنے لشکر والوں سے کہنے لگا
کہ اے بے حیا لوگو اگر تم ایک ایک میٹھی خاک بھی ڈالتے تو یہ جوان اس میں دب کر مر
جاتا۔ میں تمہارا اس جوان کو قتل کروں گا۔ اور اس کے بعد اس کے بھائی حسینؓ ابن علیؓ

کو قتل کر دیا گا۔ شمر ولہ الخرم کہنے لگا کہ اگر تو تنہا اس کو اور حسین کو قتل کر سکتا ہے تو عمر بن سعد سے معاہدہ کر۔ تاکہ ہم دوسرے تماشا دیکھیں صدیف بد بخت السخوش آپ کے تابل ہوا۔ اور کہنے لگا اے جوان تو اپنے آپ پر رحم نہیں کرتا کہ میرے مقابلہ میں دُنا ہوا ہے۔ اس نے کہا کہ اس وقت تک کوئی میرا مقابل نہیں ہوا ہے میں بہت سخت دل ہوں اگر تو میری نصیحت سنے اور اس پر عمل کرے تو خیر ورنہ میرے چنگل سے نجات ملنا مشکل ہے۔ حضرت عباس نے جو فرزند مشکل کشا تھے فرمایا کہ اے ملعون میں پسیر حیدر کرار ہوں میں اس کافر زندہ ہوں جو مشرکین کا قاتل ہے جس نے موجب و عنتر کو قتل کیا ہے غرض کہ اس ملعون نے حضرت عباس پر نیزہ سے وار کیا۔ مگر آپ نے قلم سے صبر سے کام لیا اور پھر آپ سر پہنچہ جہالت محسوس کی۔ پھر مار دے تیغ کھینچی اور آپ پر حملہ کیا۔ لیکن حضرت عباس نے اسی کے نیزہ کو لے کر اس گھوڑے کے پیٹ مارا۔ گھوڑا زمین پر گر گیا اور مار دہ صدیف ملعون بغیر مرکب ہو گیا شمر ملعون نے ازراہ طنز کہا کہ تیرا گھوڑا ہلاک ہو گیا یہ کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔ شمر نے دوسرا مرکب غلام کے ہاتھ بھیجا۔ غلام مرکب لایا جس کا نام دیر تھا جیسے غلام مرکب لے کر لشکر سے باہر آیا اور مار دہ صدیف کی نظر پڑی کہنے لگا کہ مجھے جلدی اسپ پہنچا دے۔ غلام نے جلدی کی کہ اسپ پہنچا سکے لیکن حضرت عباس نے اس غلام کو اس تک نہیں پہنچنے دیا بلکہ اس پر حملہ کیا نیزہ اس غلام کے سینہ پر مارا غلام گھوڑے سے زمین پر گر گیا۔ حضرت عباس نے فوراً ہی اس کے گھوڑے سے طاویر نامی کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ شمر نے کہا اے عباس حق حق دار کو پہنچا کیونکہ طاویر گھوڑا تمہارے بھائی حسن مجتبیٰ کا تھا کہ جو حضرت عباس کو ملا۔ بس حضرت عباس علیہ السلام اس کے سامنے آئے جب اس نے عباس علیہ السلام کو

سامنے دیکھا تو شور مچانے لگا کہ اے لشکر والو مجھے اس کے ہاتھ سے بچاؤ لشکر کے تمام سواروں پیادوں نے مل کر حملہ کیا حضرت عباس نے اس وقت خیام کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ اے آقا حسین آئیے آخر کار اس ملعون نے بطور جملہ کہا کہ اے عباس مجھ پر رحم کر دیں آپ کا نوکر ہوں آپ نے فرمایا کہ اے حرامزادہ تو غلط کہتا ہے دھوکا دیتا ہے یہ کہہ کر آپ نے اس کے شکم نجس پر نیزہ کا دار کیا اور اس کو داہل جہنم کیا۔ اور عمر بن سعد نے تازہ دم فوج بھیجی اور ادھر حضرت امام حسین علیہ السلام ذوالفقار بکف آپ کی نصرت کے لیے پہنچے۔ دونوں نے حملے شروع کئے فوج عمر بن سعد ملعون پر گندہ ہو گئی اور امام حسین نے جب مرکب طاویر کو دیکھا تو پہچان لیا اور فرمایا کہ چھا عباس پانی کی مشک خیمہ میں لیجاؤ حضرت عباس پانی سے بھری ہوئی مشک خیمہ میں لائے پانی بچوں میں تقسیم کیا۔ مشک میں پانی بقدر وقیع ہو گا کہ ایک تیر فوج مخالف کی طرف سے آیا اور مشک پر لگا۔ اور مشک خالی ہو گئی اور اس دم لشکر اعداء میں طبل جنگ بجنے لگا۔ اور دشمنوں نے خیمہ کی طرف پیش قدمی کی جب حضرت عباس کے کانوں میں صدائے طبل پہنچی تو آپ خیمہ سے باہر تشریف لائے اور بڑی تیزی سے امام حسین کی خدمت میں پہنچے دیکھا کہ دشمن کے لشکر نے احاطہ کیا ہوا ہے اور امام مظلوم تنہا ہیں۔ حضرت عباس ایک طرف لشکر اعداء پر حملہ کر رہے تھے اور دوسری طرف حضرت امام حسین حملہ کر رہے تھے۔ حضرت عباس حملہ کرنے میں مشغول تھے کہ ایک نامزد، بزدل دشمن نے حضرت عباس پر کہ جس کا نام حارث بن جہیر تھا ایک جگہ چھپا ہوا بیٹھا تھا کہ حملہ کیا کہ جس سے آپ کا دست راست قطع ہو گیا آپ نے تلوار اپنے بائیں ہاتھ میں لے لی اور حملہ کرتے رہے۔ آپ نے حضرت امام حسین سے بار بار بلند عرض کیا کہ اے برادر اب اجل قریب آگئی ہے۔ میرا آپ

پر سلام آخر ہو۔ اسی اثناء میں ایک ملعون نے آپ کا دست چپ بھی قطع کیا اس دم آپ نے علم کو اپنے سینہ سے لگالیا اور کسی ملعون نے ایک تیر آپ کی طرف رہا کیا جو آپ کے سینہ مبارک پر لگا۔ اور اسٹی ملعون نے آپ کے سر مبارک پر گرز مارا اور آپ کے سر مبارک سے مغز اور خون جاری ہو گیا۔ علم سترگوں ہو گیا آپ نے ایک آہ دل خراش کھینچی اور اُدھر حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ الآن انکسر ظہری و قلت حیلتی ثم ان حیلتی علیہ تحملتی یعنی کہ اے بھتیجا عباس میری کمر ٹوٹ گئی امام حسینؑ جھکے کہ عباسؑ کی لاش خیمہ میں لے جائیں۔ ابھی کچھ رتق جان باقی تھی آپ نے آنکھ کھولی عرض کیا۔ کیا ارادہ ہے فرمایا چاہتا ہوں کہ لاش خیمہ میں لیجاؤں یہ سن کر حضرت عباسؑ نے عرض کیا۔ عدیک ان لا تحملتی و عتی فی مانی هذا۔ یعنی آپ میری لاش اسی مقام پر رہنے دیں خیمہ میں نہ لے جائیں حضرت امام حسینؑ نے فرمایا اے بھتیجا عباسؑ آخر خیمہ میں لاش کیوں نہ لیجاؤں عرض کیا اے آقا میں سکیںہ خاتون کو پانی نہ پہنچا سکا میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ پانی پلاؤں گا۔ اب سکیںہ خاتون پیاسی ہے مجھے شرمندہ ہونا پڑے گا۔ علاوہ ازیں چاروں طرف فوج ہی فوج ہے۔ جب آپ میرا لاشہ اٹھائیں گے تو لوگ یہ سمجھیں گے کہ اب حسینؑ بغیر علمدار ہو گیا۔ علمدار لشکر مارا گیا۔ امام حسینؑ علیہ السلام نے لاشہ عباسؑ کو اسی جگہ رہنے دیا جہاں آپ گھوڑے سے زمین پر گرے تھے اور آپ کی روح نے جنت اعلیٰ کو پرواز کی تھی آپ علم یہ ہوئے درخیمہ پہنچے سکیںہ خاتون انتظار میں تھیں لیکن جب غالی علم آتے دکھا فریاد و اعباساۃ و اعماہ۔ ہاں چچا عباسؑ، ہاں عباسؑ، و قد وعد فی بالاماء چچا جان آپ نے تو پانی کا وعدہ کیا تھا۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے بیٹی سکیںہ تمہارے چچا جان قتل ہو

گئے یہ سن کر المجرم میں صدمے گریہ بلند ہوئی ماتم عباسؑ ہونے لگا۔ عورتیں سر پہننے پینے لگیں۔ امام حسینؑ نے سب کو صبر کی تلقین کی۔ اور امام حسینؑ نے فرمایا ہائے عباسؑ، ہائے بلور قال الفاضل الدن بندی قیل انه حملتہ الی الخیمۃ فاضل درہندی کہتے ہیں کہ ایک دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عباسؑ علیہ السلام خیمہ میں تشریف لائے ہیں۔ ولا یخفی انه فی تمام المنقول نظر فتامل فتدبر فتذکر وخذواللہ العالم۔ یعنی کہ اے ہل معرفت اگر کوئی دیدہ حق ہیں، حق و انصاف کے ساتھ دیکھے اور کتب مقاتل کا مطالعہ کرے تو وہ یہ شہادت دے گا کہ کتاب والدہ برہوم (یعنی مؤلف کے والد ماجد مرحوم) ملا محمد حسن۔ صاحب ریاض الاثران و حقائق الاشجان میں نہ لکھا ہو گا بلکہ اس زمانہ سے کہ جب حضرت شہید ہوئے ہیں اس کتاب کی تدوین تک کوئی دوسری کتاب اس قدر تحقیق و تدقیق کے ساتھ نہیں لکھی گئی اور اس کتاب کے بعد لوگوں نے خوشہ چینی کی ہے ہم مؤلف کتاب کے ان دو اشعار پر یہ عنوان ختم کرتے ہیں۔

اے شہید بے یار و شہید خدا چاکر خود را کن از خود جدا
از نعم فانیئہ ایں جہان انچہ ندای بدرہ اندر جہان

یعنی کہ اے شاہ شہیدان حسینؑ بن علیؑ آپ نے شہید ہو کر خدا کے وجود کی دلیل قائم کی ہے مجھ غلام کو آپ اپنے پاس سے جہاد فرمائیں اور اس دنیا نے فانی میں برنعات عطا نہیں ہوئی ہیں وہ سب کی سب جنت میں عطا فرمائیں۔

مناصب امیر المؤمنین بعتا رسول خدا اور مناصب

عباس بعتا سید الشہداء علیہ السلام

یہ واضح سی حیثیت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہے کہ علاوہ اس کے کہ نہ صرف آپ خلیفہ، وزیر، مددگار، چچا زاد بھائی اور داماد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں بلکہ چند اور مناصب بھی آپ کے دامن مبارک میں ہیں اور وہ سب کے سب از پیغمبر خدا ہیں۔ منجملہ ان کے حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام حکومت اسلامیہ محمدیہ کے سفیر بھی ہیں۔ اس وقت جب کہ سورہ برات مدینہ منورہ میں نازل ہوئی تو آپ نے اس سورہ کی تبلیغ کے لیے کہ موقعہ حج کعبہ میں جا کر مشرکین کو سنائیں اولاً ابوبکرؓ کو بھیجا۔ ابھی وہ مدینہ سے منزل تک پہنچے تھے کہ امین وحی نازل ہوئے اور فرمایا کہ اے رسول خدا اس کا رسالت کو آپ خود انجام دیں یا کسی ایسے شخص کو مامور کریں کہ جو تم سے ہو۔ یعنی کہ شریک کا رسالت ہو پس آپ نے حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کو بلایا اور تبلیغ سورہ برات پر مامور کیا آپ گئے اور اٹھائے راہ منزل رو چاہے پہنچ کر ابوبکرؓ سے آیات واپس لیں اور خود مکہ پہنچ کر حج کے موقعہ پر سورہ برات کی تبلیغ کی دیکھا کہ خداوند علی ابن ابی طالبؓ کا کہ رسول کے رسول، اور امام کے امام ہیں جس دن کہ آپ نے سورہ برات کی تلاوت کی ہے اور احکام خدا مشرکین مکہ کو سنائے ہیں وہ روز قربانی تھا ابوبکرؓ جب آنحضرتؐ کی خدمت میں واپس ہوئے تو عرض کیا یا رسول اللہ۔ آپ نے علیؑ کو مامور بہ تبلیغ کیا۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے حکم خدا سے علیؑ کو مامور کیا ہے

پس یہ وہ منصب ہے کہ جو علیؑ کو رسول خدا نے عطا کیا ہے دیکھو کہ حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالبؓ کا تب وحی ہیں کیونکہ آپ نے قرآن مجید جمع کیا ہے آپ منشی رسول خدا بھی ہیں۔ کیونکہ جو تحریری فرمان آنحضرتؐ کی طرف سے سلاطین کو بھیجے جاتے تھے ان کی کتابت کا کام علیؑ علیہ السلام انجام دیتے تھے۔ کلام نبیؐ کا اور کتابت علیؑ کی۔ سبحان اللہ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام مشیر رسول خدا بھی تھے۔ امین و معتبر بہ نزد رسول خدا تھے۔ سردار و سالار لشکر اسلام تھے تمام غزوات میں شریک رہے۔ تمام جنگوں میں غالب و فاتح رہے آپ علمدار پیغمبر خدا تھے۔ اور حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کا یہ منصب دنیا سے آخرت تک کے لیے ہے چنانچہ احادیث سے ثابت ہے کہ آپ اور قیامت حال لواء الحمد ہوں گے یہ بھی آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ دنیا میں تو میرا علمدار ہے اور آخرت میں بھی حامل علم ہے آپ سانی کوثر اور سقائے لشکر اسلام بھی ہیں چنانچہ مشکوٰۃ الانوار میں وارد ہوا ہے کہ غزوات اور زمانہ رسول خدا کی جنگوں میں دوران سفر و قیام جب کبھی پانی کی قلت، یا پانی کا نہ ہونے کا موقعہ ہوا تو حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالبؓ نے بطم امامت پانی کی نشاندہی کی ہے اور پھر اس جگہ چشمہ برآمد ہوا ہے ایک جنگ کے موقعہ پر پانی کی قلت ہوئی اصحاب نے خدمت آنحضرتؐ میں پانی کے بارے میں عرض کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہاں سے قریب ایک درخت ہے وہاں ایک کنواں ہے جا کر پانی لے آؤ۔ آپ کے لشکر سے کچھ لوگ گئے پانی کے لیے ڈول کنوئیں میں ڈالا۔ لیکن پانی کی بجائے ڈول میں آگ بھری ہوئی تھی یہ سب لوگ فوت زدہ حالت میں واپس آئے اور واقعہ گوش گزار رسول خدا کہا۔ پھر آپ نے حضرت علیؑ کو روانہ کیا۔ جنات سے آپ نے جنگ کی۔ فتح و کامرانی کے بعد ان کو حلقہ گوش

اسلام کیا پانی لائے۔ اسلام کو سیراب کیا۔ اور اس طرح سقایت کافر فیضہ انجام دیا۔ ان چیزوں کے بیان کرنے کی غرض و غایت یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے فضائل و مناقب اور منصب از طرف رسول خدا ہیں اسی طرح حضرت عباسؑ علیہ السلام کے فضائل و مناقب از طرف حضرت امام حسینؑ علیہ السلام ہیں۔ چنانچہ حضرت عباسؑ کے منصب یہ ہیں کہ حضرت عباسؑ نظر امام حسینؑ میں آئیں تھے۔ مطیع امام حسینؑ تھے۔ وزیر امام حسینؑ تھے۔ مشیر و سفیر امام حسینؑ تھے۔ دبیر و مبلو و دار تھے۔ دربان و پاسبان امام حسینؑ تھے۔

مختار الحرم تھے۔ سقائے سکینہ تھے، سردار برادران حسین تھے۔ یہ سب سالار تھے۔ علمدار لشکر تھے۔ طلایہ دار خیام حسین تھے۔

شاہ دین ہرچون پیغمبر و آن امیر
مثل ہارون بود مولا را وزیر

یعنی کہ امام حسینؑ آپ کے لیے مثل پیغمبر تھے حسین منی و انا من آل حسین تو حضرت عباسؑ علیہ السلام مثل حباب امیر تھے جیسے ہارون جناب موسیٰ کیلئے وزیر تھے۔ اسی طرح حضرت عباسؑ وزیر امام حسینؑ تھے۔ گویا حسینؑ بمنزلہ موسیٰؑ علیہ السلام اور جناب عباسؑ بمنزلہ ہارونؑ علیہ السلام رہے واضح رہے کہ ان کے پدر عالیقدر و بزرگوار سے میں آنحضرتؐ نے فرمایا ہے یا علی انت بمنزلہ ہارون من موسیٰ الا انہ لا بنی بعدی کہلے کم کو مجھ سے وہی نسبت ہے کہ جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھی۔ مگر میرے بعد نبوت نہیں ہے۔ و احسن تاجی عباسؑ زنجی حالت میں نہر فرات کے کنارے زمین پر پڑے ہیں امام حسینؑ تشریف لے گئے فرات میں سے۔

یغیر علی ان اراک علی التروی

طریحا و منک الوجہ اضحیٰ مرملا

اے برادر مجھ پر کس قدر گران ہے کہ تجھے میں خاک و خون میں غلطان پڑا ہوا دیکھ رہا ہوں و احسن تاج ماہ بنی ہاشم کجا اور خاک کر بلا کجا۔ آہ اس چاند کو کہیں لگ گیا۔

قیامت میں حضرت علیؑ علیہ السلام اور حضرت

عباسؑ کے منصب

جہنوں نے اسلامیات کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ روز محشر چند منصب حضرت علیؑ علیہ السلام کے لیے مخصوص ہیں۔ مثلاً حامل لواء الحمد ہونا۔ لواء حمد کے متعلق حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اس کے تین گوشہ ہوں گے ہر ایک پر نبط نور لالہ الا اللہ محمد رسول اللہ، علی ولی اللہ تحریر ہوگا اس کی تفصیل آئندہ کی جائے گی۔

یہ بھی احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام تمام لوگوں کے اعمال ناموں کی جانچ پڑتال کریں گے اور آپ ایک کلمہ او فرمائیں گے اور حساب ہو جائے گا۔ اس طرح ایک لفظ کے ساتھ حضور پیغمبر اسلام حساب انجام دیتے تھے۔ لوگ قدمت حضور پر نور میں حاضر ہوتے مختلف سوالات کرتے مگر آنحضرتؐ کی طرف سے سب کا جواب ایک میں لفظ میں ہوتا تھا اور سب لوگ اپنے اپنے مطلب کے مطابق اس سے اخذ کرتے تھے۔ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام ساقی کوثر ہیں۔ جس کو جعفر چائیں گے آب کوثر عطا کریں گے۔ حضرت علیؑ علیہ السلام دنیا

ہوں گے۔ اور دوسرے مختلف پتوں پر تمام انبیاء و مرسلین دائیں بائیں جانب رونق افروز ہوں گے۔ اسی دوران خازن بہشت حاضر ہوگا اور جنت کی کنجیاں آنحضرتؐ کو پیش کرے گا اور پھر مالک دوزخ آئے گا اور دوزخ کی کنجیاں آپ کو پیش کرے گا۔ اور آنحضرتؐ کلید باہشت و دوزخ اپنے بھائی حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو پیش کریں گے۔ اور اس وقت حضرت امیر المومنین علیہ السلام بہشت و دوزخ کے درمیان کھڑے ہوں گے اور آپ اپنے نور ولایت سے اہل محشر ان کو دیکھ کر پہچان لیں گے اور اہل ایمان و ولا کو داخل بہشت کریں گے اور جن کی پیشانی پر داغ نفاق ہوگا داخل جہنم کریں گے اللھم ارننا فتحی حبیبہ و حب اولادہ اے دوستو۔ جو مناصب امیر المومنین روز محشر ہیں درہی مناصب روز عاشوراء محترم فرزند امیر المومنین عباس علیہ السلام کو حاصل ہیں مثلاً علمداری جلوداری، سقائی و زارت حسینی، ندیم، مبلغ، مبشر، سرکشیک (حافظ، ظہیر، مختر، دیبان، پیاسبان معتمد حرم۔ غرض کہ حضرت امام حسینؑ نے تمام امور خانہ آپ کی سپرد فرمادیتے تھے۔ جب امام حسینؑ آپ کی لاش پر پہنچے ہیں آپ نے ان تمام مناصب کے ساتھ آپ کو آواز دی ہے اول فرمایا عضدی یعنی اے میرے قوت بازو، فرمایا اے سقائی سکینہ، فرمایا اے علمدار لشکر مگر کوئی جواب نہیں ملا پھر فرمایا اے برادر اے اخئی۔ حضرت عباسؑ نے جواب دیا لبتک یا بن رسول اللہ امام حسین لاشہ کے پاس بیٹھ گئے اور حضرت عباسؑ کی آنکھوں سے خون پونچھا۔ آپ نے چہرہ امام حسینؑ پر نظر کی۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ بھئی عباسؑ تم نے خدا رسول کو خوش کیا خداوند عالم تم کو جزائے خیر دے۔

میں کاتب وحی ہیں تو آخرت میں بھی نجات نامہ عطا کریں گے۔ ابن حجر عسقلانی کتاب مواعن محرقہ میں نقل کرتے ہیں کہ پل صراط اسقدر باریک اور تلوار کی دھار سے تیز تر ہو گا کوئی اس پر نہ گزر سکے گا مگر وہ کہ جس کے پاس پروانہ راہداری حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب ہوگا یا سانی گزر جائے گا۔ علیؑ میزان اعمال بھی ہیں زیارت الجنات میں یہ الفاظ گزے ہیں السلام علی میزان الاعمال کہ سلام ہو میرا میزان اعمال پر۔ جناب سلمان فارسی، مقداد، ابوذرؓ اور عمارؓ سے منقول ہے کہ ہم نے حضرت علی علیہ السلام سے سوال کیا کہ مولیٰ ہمیں اپنے ثواب سے اسقدر عطا کر دیجئے کہ ہم بخشے جائیں اس وقت خطاب رب العزت مرکز رسالت کو ہوا کہ اے رسول تم کہہ دو کہ تربت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کی بدولت مومنین کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے ایک روایت میں ہے کہ اے علیؑ اپنے ایک نفس کی آمد و رفت کے بقدر ثواب عطا فرما دیجئے دوسری روایت میں ہے کہ اے علیؑ ایک مرتبہ اللہ اکبر کہنے کا ثواب عطا فرما دیجئے تو حضرت نے فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ اللہ اکبر کہنے کا ثواب تم کو بخشا۔

یہ بھی حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جنت و دوزخ کی کنجیاں علیؑ کے پاس ہوں گی۔

کتاب بحار الانوار میں منقول ہے کہ روز قیامت میدان محشر میں ایک علم نور گزارا جائے گا کہ اس کے ہزار پلے ہوں گے۔ اور ایک پلے سے دوسرے پلے تک ایک سال کی مسافت کا فاصلہ ہوگا جو کہ ایک تیز رفتار گھوڑے کی مسافت ہوتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس علم نور کے عرشہ منبر پر رونق افروز ہوں گے۔ اور آنحضرتؐ کے بائیں جانب ایک پلے پر حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام رونق افروز

تعریف لواء الحمد وحال علم اور علمداری عباس

بروز قیامت

قل النبی انا سید ولد آدم ولا فخر۔ یعنی کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ میں اولاد کا سر وار ہوں مگر میں فخر نہیں کرتا۔ آدم و بنی آدم تمام زیر علم حمد ہوں گے آدم ومن دوحہ تحت لوائی یعنی کہ آدم و تمام بنی آدم میرے علم کے سایہ میں ہوں گے یہ بھی فرمایا ہے کہ ولواء الحمد بیدی یوم القیامت یعنی کہ روز قیامت لواء حمد میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اور ہم ذکر کر چکے ہیں کہ اس پر کلمہ مبارکہ لا الہ الا اللہ، محمد رسول اللہ علی ولی اللہ لکھا ہوگا۔ اس وقت منادی۔

نادی گا این النبی الامی العربی المکی القترشی المدنی محمد بن عبد اللہ خاتم النبیین وسید المرسلین صاحب القرآن وہ فرشتہ جو ندادے رہا تھا حاضر خدمت رسول خدا ہوگا اور لواء الحمد آپ کے دست مبارک میں دے گا۔

اس کے بعد تمام انبیاء و مرسلین از آدم عیسیٰ بن مریم تمام صدیقین، تمام شہداء اور مومنین اس علم محشر کے سایہ میں جمع ہوں گے اور مرسلین کو عہدہ ہدایت پہنچائے جائیں گے اور پیغمبر خدا لواء الحمد علی علیہ السلام عطا فرمائیں گے خوش نصیب شیعیان حیدر کردار کہ سب کے سب ولایت علیؑ کے اقرار کے سبب زیر علم محشر ہوں گے۔ چنانچہ میدان محشر میں حیدر مقدر علمدار ہیں اسی طرح عباس علیہ السلام علمدار حسین میدان محشر میں ہوں گے۔ نہ جانے شیعہ مرد وزن کو نسب علم کے سایہ میں ہونے کی آرزو کریں گے۔ زیر سایہ علم علیؑ یا زیر سایہ علم عباس بن علیؑ۔ اس وقت

میدان محشر میں ایک مجلس عزابریا ہوگی۔ شہیدان کربلا موجود ہوں گے۔ علی اکبرؑ و قاسم گلگوں قبا موجود ہوں گے۔ زینب بیکس کے لال موجود ہوں گے۔ اور حبیب عباس علمدار کے کٹے ہوئے بازوؤں پر نظر پڑے گی تو گریہ و بکا کی آوازیں بلند ہوں گی۔ جناب سیدہ زہراؑ بھی میدان محشر میں آئیں گی۔ زینب و ام کلثوم۔ رقیہ و سکینہ ساتھ ہوں گی۔ جناب فاطمہ حسین کا خون سے بھرا ہوا پیراہن ہاتھوں پر لیے ہوں گی۔

کتاب مجالس اور منتخب میں شیخ طریحی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ عالم واقعہ میں سید اسمعیل الحمیری نے اپنا درج ذیل قصیدہ حضور پیغمبر اسلام پڑھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس قصیدہ کو حفظ کرو۔ اور شیعیوں کو تعلیم کرو کہ وہ اس قصیدہ کو یاد کریں اور پڑھیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جو کوئی اس قصیدہ کو پڑھے گا ضمانت لے الجنتہ یعنی کہ میں اس کے لیے جنت کا عائن ہوں۔

قصیدہ

لا عمر و باللواء مرید
طامة اعلامها بلقح
جب شاعر اس جگہ پہنچا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ روز محشر لوگوں کے پانچ علم ہوں گے کہ چار علم۔ علم ہلاکت ہوں گے اور ایک علم۔ علم نجات ہوگا۔

والناس یوم الحشر یا تہم
خمس فمئھا مالک اربع

ایک علم، دوسرا علم، تیسرا علم، چوتھا علم، ان کے سایہ میں ہونے والے
ہلاک ہوں گے۔ علم لواء الحمد ہے اس کے سایہ میں ہونے والے داخل بہشت
ہوں گے ورنہ یقیناً مہا حیدر و وجہہ کا شمس تطلع یعنی علم در دست
حیدر کرار مانند خورشید تابان منور ہوگا اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ علم حمد کے بالائی
حصہ پر ایک نورانی قہر ہوگا۔ جس کی نورانیت محشر میں پھیلی ہوگی۔ اور وہ علم حمد
اگرچہ نہایت وزنی اور طولانی ہوگا لیکن دست حیدر کرار میں مثل پھول سبک معلوم
ہوگا اور بہشت بریں سے نسیم کے جھونکے زیر علم محسوس ہوں گے۔ یہ جلال و شان
امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا ذکر ہے آپ کے فرزند رشید حضرت ابو الفضل
عباس علیہ السلام بیرق (علم کا پہرہ) خون آلود جو کہ روز عاشورا محترم جب آپ
زخمی ہو کر گھوڑے سے گرے ہیں سرنگوں ہو چکا تھا۔ حشر میں موجود ہوں گے۔
اور شہداء کربلا بھی موجود ہوں گی۔ (از مترجم۔ چونکہ قیامت کو روزِ معاد کہتے ہیں
لہذا جو شہید جس حالت میں شہید ہوا ہے اسی طرح حشر میں موجود ہوگا۔ جلوس علم
ویدنی ہوگا۔ جبرئیل امین اس وقت نیابت حضرت عباسؓ اس علم کو اٹھائیں گے
اس وقت میدان محشر میں صدائے گریہ و بکا بلند ہوگی۔

شورشِ بر خیز دار محشر اُتریاں کرو و قزوں غوغائے حشر
رو نہند یکصد شہید محترم در قیامت میزند صفہا بہم
فرقہ تن غرقہ سخون دل دردناک پائی تا سر پارہ پارہ چاک چاک
پیش پیش آلقوم باسد شور و شین بسط احمد شاہ مظلومان حسینؓ

سر بکف قید محبت پائی بست

دستِ شمر کا فسر ظالم بدست

غرقِ ناک و خون کفن بردوش او امقرّبے شیر در آغوش او
قاسم و عباس و اکبر ایک طرف عون و عبداللہ و جعفر ایک طرف
ہر شہیدی خون روان از دل کند ہر قتلی شکوہ از قاتل کند
از شرار شعلہ ہائے آن خروش
دیگِ قہر کر دگار آید بخوش

غلامہ ان اشعار کا یہ ہے کہ جب شہیدان کربلا میدان محشر میں آئیں گے اور ان کے
تن ہاء مبارک زخمی حالت میں اہل محشر دیکھیں گے۔ کہ سب کے سب زخموں سے
چور چور ہیں اس وقت لوگ ڈھاریں مار مار کر روئیں گے و احسینا و مظلوما کی آوازیں
بلند ہوں گی۔ اسی اثناء میں شمر ملعون کا ہاتھ ایک ظالم پکڑے ہوگا اور وہ میدان حشر
میں اس طرح لایا جائے گا۔ شمر اور اس ظالم (یعنی عمر ابن سعد، ابن زیاد وغیرہم) اور
شاہِ مظلوم سب جمع ہو گئے تو اس وقت عرش الہی تک آواز گریہ پہنچے گی اور غضب و
قہر الہی جوش میں آئے گا اور ظالموں سے انتقام لیا جائے گا۔ اس وقت بعد الہی
حضرت سید الشہداء سے خطاب قدرت ہوگا۔

باکمال التفات از کبریا کرد دلہامی بشاہ کربلا
کائی ضیاء چشم پیغمبرِ حسینؓ جاں نثار حضرت داود حسینؓ
الشہید تیغ و تیر اہل ظلم ای زمانت شد سیار اہل ظلم
چوں تو کردی دلدرد ما جاں نثار ہر چہ میخوای سخن از کر دگار
شاہ مظلومان شہید راہ دوست عرض خواہد کرد بر در گاہ دوست

گرچہ ایں سر لائق در گاہ نیست

خون بہا بُرد وصل حق دلخواہ نیست

لیک امتت عاصینہ و غدرخواہ
جرم از بندہ است عفو از بادشاہ

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ بعد خداوندی حضرت امام حسین علیہ السلام سے اس وقت خطاب ہو گا کہ اسے نور دیدہ پیغمبرِ ادراسے جان نثار خدا، اسے وہ حسین کہ جو شہید ظلم ہے وہ حسین کہ جس کے الطحرم اسیر ہوئے ہیں۔ اسے حسین تو نے میری راہ میں سب کچھ نثار کر دیا۔ اب جو تو چاہے خدا سے طلب کر۔ اس وقت (زبانِ حال) شاہِ مظلوم نے پروردگار کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اے پروردگار عالم اگرچہ میرا سرتیری بارگاہ میں نذر کے قابل نہیں اور خون بہا صرف یہی ہے کہ وصل حق ہو جائے۔

اللہم ارحم قتی شفاعۃ الحسین علیہ السلام یوم الورد

حضرت عباس علمدار علیہ السلام کی شجاعت

ارشادات اور شہادت

صحابانِ علم و نظر اور محققین واقعات کی ہلاکی روایات سے شہادت حضرت عباس علمدار علیہ السلام روز عاشورا محترم بعد از ظہر واقع ہوئی ہے جس کا ہم نے معتبر کتاب سے مختلف طور پر نظم و شعر ذکر کیا ہے تاکہ ذاکرین استفادہ کر سکیں۔ چنانچہ روایت اول پر بنائے قول شیخ مفید علیہ الرحمۃ حسب ذیل ہے۔

از خزان کین چہ از سرو سہی گلشن آل پیغمبر مست شہی

نوجوانان ہر کی بار دئے ماہ

تشنہ لب خفتہ در خاک سیاہ

یا فتنہ از ضربت تیغ و سنین
لذت قربانی کوئی حسین
پارہ پارہ اکبر یوسف جمال
قاسم از ستم ستوران پائمال
بچوں ز اخوان وفادار حسین
ماند عباس علمدار حسین

ہر دو در راہ وفا پایاست ہم

ہر دو راہ در گردن ہم دست غم

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ جب با وقترانِ ظلم سے گلشن نبوی مر جھا گیا۔ پھول و غنچوں سے چین خالی ہو گیا اور جوانانِ ماہِ رو خاک و خون میں غلطان ہو گئے اور تیغ و تبر و تبر نشانہ بن گئے۔ اور محبتِ امام حسینؑ میں قربانی کی لذت چھک چکے۔ اکبر و جوان سینه پر برچھی کہل چکے اور قاسم مگلوں قبا پائمال سم اسپاں ہو چکے اور برادرانِ امام حسینؑ بھی شہید ہو چکے تو عباس علمدار اور حسینؑ باقی رہ گئے۔ چنانچہ جب روز عاشورا صبح حسینؑ قتل ہو چکے اور آپ کے عزیز و اقربا اور اولاد تک شہید ہو چکی۔ تو اس وقت سولے حضرت عباس بن علیؑ کوئی دوسرا ناصر و یار باقی نہ تھا۔ ایک حضرت امام حسینؑ باقی تھے اور دوسرے حضرت عباس علمدار باقی تھے علی و فاطمہ کا بھرا گھر اُجڑ گیا تھا اور کوثر و شام کے بدنہاد لوگ امام حسینؑ پر طعنے زنی کر رہے تھے۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ فوجِ عمر بن سعد نے امام حسینؑ پر خونریز حملہ کیا۔ اس وقت امام حسینؑ فوجِ ظلم شعار کی حرکت دیکھ کر ذوالفقار نیام سے نکالی اور مثلِ رعد بلند آواز کے ساتھ حملہ کا آغاز کیا۔ فی الریاض فحمل علیہم لا مام بالبارق الحسام حملۃ الضرغام من اجام الخیار۔ کتاب ریاض میں ہے کہ امام حسینؑ نے ذوالفقار کھینچی اور شیرانہ حملہ کیا اور حضرت عباس علمدار علیہ السلام نے بھی لشکرِ عمر بن سعد پر آپ کے ساتھ ساتھ حملہ کیا یہ دونوں فرزندِ ندان حیدر کر گرانے

حکم کیا اور لشکر اعداء کو اپنے خیموں سے دور بھگا دیا۔ کتاب الارشاد میں ہے واشتد بہ العطش کہ پیاس نے غلبہ کیا۔ جنگ کرتے ہوئے چونکہ درمیان لشکر پہنچ گئے تھے لہذا اس بات کا عزم مصمم کیا کہ فرات تک پہنچیں گے چنانچہ حضرت امام حسینؑ اور حضرت عباسؑ دونوں نے نہر فرات کا رخ کیا۔

ہر یکے بے تشنہ مانند نہنگ غوطہ در کشند در دریائی جنگ
آن برادر ہیچو شیر کردگار این برادر قابض ارواح دار

یعنی دو بھائی امام حسینؑ اور عباسؑ علمدار دریائے جنگ میں غوطہ زن ہوئے ایک مثل شیر کردگار تو دوسرا بھائی قابض ارواح کفار۔ ان کے حلوں کی تاب دلا کر لشکر عمر ابن سعد کے لوگ اس طرح میدان چھوڑ کر بھاگ رہے تھے کہ ایک کو ایک کی خبر نہ تھی۔

بہر طرف چودو شیر درندہ رو کو روند

گر روز شہر بیاد مخالف آورند

امام حسینؑ علیہ السلام تلوار کھینچتے اور فرماتے انا ابن رسول اللہ اور حملہ کرتے

چنان درید صف از حملہ ہا پر پوست

کہ جبرئیل امین بوسہ داو بر دستش

یعنی کہ جب اس طرح مسلسل حملہ کر کے دشمن کی صفوں کو منتشر کر دیا تو جبرئیل امینؑ نے دست مبارک کو چومنا حضرت عباسؑ بن علیؑ تلوار کھینچتے اور حملہ کرتے تو فرماتے کہ میں فرزند شیر خدا ہوں۔

برزخ خم پدر وار انچناں کو شنید

کہ پیروہ بر رخ احزاب نہرواں پوشید

یعنی کہ حضرت عباسؑ نے دشمن کی فوج پر مثل پدر عالیقدر شیر خدا علی مرتضیٰؑ حکم کیا کہ آپ کی جنگ کے مقابل جنگ احزاب و نہرواں سبک ہو گئی یہاں تک کہ آپ نہر فرات پہنچ گئے کہ مسناتہ تک پہنچ گئے یعنی کہ بند آب تک پہنچ گئے۔

کتاب الارشاد میں ہے ثمرکب المسناة یزید الفرات و بین ید یہ
اخوہ الجباس عدیہ السلام۔ بعض عوام لوگ مسناتہ کو

شتر راویہ کش کہتے ہیں اگرچہ یہ لفظ اسی معنی میں لغت میں پایا جاتا ہے مگر مناسب تر ترجمہ بند آب فرات کیا گیا ہے کہ وہ جگہ کہ جہاں نہر فرات پر پانی روکنے کے لیے بند لگایا گیا ہے، غرض کہ حضرت امام حسینؑ اور آپ کے برادر عالیقدر حضرت عباسؑ بن علیؑ دونوں نہر فرات کے بند پر پہنچ گئے۔ حضرت نے چاہا کہ نہر فرات

میں داخل ہوں فاعترضہ خلیل ابن سعد۔ اس وقت تمام لشکر عمر ابن سعد سمٹ کر جمع ہو گیا۔ اور لشکر میں سے ایک شخص جو قبیلہ بنی دارم سے تھا

کہنے لگا کہ ویدکم خولوا بینہ و بین الفرات ولا ممکنوہ من

الماء۔ اے بے حیا لوگو والے ہو تم پر کہ حسینؑ نہر پر آگئے ہیں اور تم پانی

اور حسینؑ کے درمیان حائل نہیں ہوتے جب امام حسینؑ علیہ السلام نے اس ملعون

کا یہ کلام سنا تو آپ نے اس پر نفرین کی فرمایا اللہم اعطشہ خدا اس

مردود پر پیاس کو غالب کر کہ یہ شخص فرزند ساقی کو شر کو تشنہ ب رکھنا چاہتا ہے

فتضب الدارمی لعنة الله۔ پس ابن دارمی امام حسینؑ کی اس نفرین کو۔

سن کر غضب آلود ہو گیا۔ اور اس ملعون نے ایک تیز زہر آلودہ کا نشانہ امام حسینؑ کے

گلوے مبارک کو بنایا۔ ورماء بسهم اشته فی حنکہ۔ کہ اس ملعون کا

تیز گلوے امام حسینؑ پر پڑا۔ اے شیعیو اس وقت امام حسینؑ کی کیا حالت ہوتی ہوگی

امام حسینؑ نے تیز نکالا اور خون کا فوارہ جاری ہو گیا آپ نے وہ خون چلو میں لیا اور فرمایا۔ اللھم انی اشکوا الیک ما یفعل باہن بنت نبیک یعنی خدائے تیرے سے اس ظالم کی شکایت کرتا ہوں حضرت عباسؑ نے جب امام حسینؑ کو اس حالت میں دیکھا تو دل بے چین ہو گیا۔ اور لشکر بے دین پر حملہ کیا۔ لشکر کے سواروں پیادوں کے سراسر طرح قلم کئے جیسے کوئی گیند سے کھیلتا ہے۔

فما حضرت عباسؑ در میان سپاہ بساں شیر کہ افت بگڑد بہ

زیم سطوت اور نت ناں سپاہ شریخ خروش الحذر والحذر پھر خیر اثر

یعنی کہ حضرت عباسؑ نے لشکر عمر ابن سعد پر حملہ کر کے لوگوں کو بھیڑ بکری کی طرح منتشر کر دیا اور سیکڑوں کو تہ تیغ اور زخمی کیا۔ اس وقت اس لشکر بے دین نے جمع ہو کر آپ پر حملہ کیا اور آپ کو اپنے گھیرے میں لے لیا و احاط القوم بالعباس یعنی حضرت عباسؑ کو محاصرہ کر لیا۔ پس آپ نے ناچار ہو کر علم کو سرنگوں کیا۔ اور جب تک قوت و طاقت ساتھ دیتی رہی آپ نصیحت و وعظ فرماتے رہے جہاں باللسان کرتے رہے۔ اس اثناء میں دو شخص جفا کار باہم ہو کر نکلے اور حضرت عباسؑ پر حملہ کرنے کے لیے کسی جگہ چھپ کر بیٹھ گئے۔ ان میں سے ایک آپ کے دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب چھپ کر بیٹھا کہ حملہ کرے۔ چنانچہ ان ملعونوں نے حملہ کیا اور آپ کے دونوں ہاتھ تلے سے جدا ہو گئے جب امام حسینؑ نے یہ حالت دیکھی تو آپ کی کمر ٹوٹ گئی۔ امید ختم ہو گئی۔ اور آپ کی قوت و حرکت طاقت جواب دے گئی رحمۃ اللہ علیہ و رضوانہ۔

بروایت بحار شہادت حضرت عباس علیہ السلام

روایت دوم :-

علامہ مجلسیؒ نے بحار میں اور ابن شہر آشوب نے مناقب میں لکھا ہے کہ

وكان العباس السقاء - قمر بنی ہاشم صاحب لواء الحسین وھو الکبر الخوان

یعنی حضرت عباس علیہ السلام سقاء اہل حرم، قمر بنی ہاشم، علمدار حسینؑ تھے اور آپ اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے تھے مؤلف کتاب ریاض مرحوم صدر الدین قزوینی فرماتے ہیں کہ یہ کچھ کہ حضرت عباسؑ اپنے بھائیوں میں سے سب سے بڑے تھے مطلقاً معلوم ہے اور کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ حضرت امام حسینؑ سے عمر میں بڑے تھے بلکہ آپ اپنے حقیقی بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ اختلاف عمر۔ جناب عباسؑ اور آپ کے بھائی عمر بن علیؑ کے درمیان ہے کہ ان میں سے کون برادر اکبر ہے۔ حضرت امیر المومنینؑ کے دو فرزند ایک عمر الاصفہانی جو کربلا میں شہید ہوئے دوسرے عمر الاکبر ہیں جو مدینہ میں تھے عاش طویلا۔ ابو العباس کتاب عمدہ میں کہتے ہیں واختلف فی العباس واخیہ عمر ایہما الا کبر کہ علماء رجال و نساب نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے کہ جناب عباسؑ اور عمر الاکبر میں سے کون بڑا تھا جن لوگوں نے اختلاف کیا ہے وہ یہ ہیں ابن شہاب عکبری ابو الحسن اشنائی، ابن خلدی کہتے ہیں کہ عمر ابن علیؑ۔ حضرت عباسؑ سے بڑے تھے۔ اور ایک دوسری جماعت کے لوگ مثلاً شرف الدین عینی و بخاری و ابوالغلام العزیز کہتے ہیں کہ حضرت عباسؑ۔ عمر الاکبر بن علیؑ سے بڑے تھے اسی لیے وہ حضرت عباسؑ کی اولاد کو عمر الاکبر کی اولاد کو مقدم سمجھتے ہیں والیغنا علامہ فرماتے ہیں وھو صاحب لواء

اخیرہ الحسین علیہ السلام یعنی عباس بن علیؑ علمدار لشکر امام حسینؑ تھے۔ اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ روز عاشوراء امام حسینؑ نے صرف حضرت عباسؑ ہی کو علمدار نہیں بنایا تھا بلکہ مینہ پر حضرت زبیر بن عقیلؓ، بجلیؓ، علمدار و سالار لشکر حسینی تھے۔ اور میسرہ پر حضرت عیسیٰ ابن مظاہرؓ، علمدار و سالار لشکر حسینی تھے اور قلب لشکر میں حضرت عباس بن علیؑ علمدار لشکر امام حسینؑ تھے اور یہی علم جو حضرت عباسؑ کو عطا ہوا تھا لواء اعظم تھا اور پورا لشکر حسینی اس علم کے تحت تھا۔ اور علموں کا کثیر ہونا آج بھی رائج ہے۔ علمدار کل لشکر حضرت عباسؑ تھے۔ اور یہ علم بزرگ کسی دوسرے کے ہاتھ میں نہیں رہا جس طرح کہ امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام آنحضرت کے علمدار مخصوص تھے اور تیسرے جنگ اور غزوات میں عامل لواء حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ رہے ہیں۔ اگرچہ اس دور میں بڑے بڑے شجاع لوگ موجود تھے مثلاً محمد حنفیہؓ، ہاشم بن عقبہؓ، حصین بن منقرؓ قاتی کہ جن کا تفصیلی طور پر ذکر علیحدہ علیحدہ مجلس میں کیا جائے گا۔ حضرت قرنی ہاشم الشیخ القاس اور تمام بہادران عرب میں زیادہ بہادر تھے۔ لہذا حضرت امام حسینؑ نے علم بزرگ آپ کو عطا کیا۔ کیونکہ حضرت امام حسینؑ نے تمام نشانیاں جو علمدار کے لیے ضروری ہیں آپ میں موجود پائیں۔ مہملان کے قوت قلب بھی ہے یعنی کہ شیر دل ہونا ضروری ہے چنانچہ حضرت عباسؑ بوقت شب جب خیام کا بہرہ دے رہے تھے تو آپ جب تکیر بلند کرتے تو لشکر کفار پر ہمیت طاری ہو جاتی تھی آپ کی آواز بہت بلند تھی۔ اسی طرح قوت بازو تھی اسی طرح آپ بلند قامت بھی تھے۔ اور جب کسی بلند سے بلند گھوڑے پر سوار ہوتے تھے تو پاد مبارک رکاب سے جدا ہو کر زمین پر خط دیتے تھے۔ آپ کو راد وغیرہ قرار تھے۔ تمام علامات علمداری آپ میں قدرت نے جمع کر دی تھیں۔

حضرت عباسؑ کا مدد و صدق
برید اللہ فوق ایدہم زحق
از حسینؑ انسان علمدار حسینؑ
شد فنا تا یافت اسرار حسینؑ
کرد سر سوداء بازار حسینؑ
در دو عالم گشت سردار حسینؑ
دراہ حق داد دست حق پرست
دستہا شد جملہ اور ازیر دست

چوں ید اللہ دست عباسؑ علی است
پس یقین دست خدا دست ولی است

غلامہ ان اشعار کا یہ ہے کہ حضرت صاحب صدق و صفا ہیں ید اللہ کو سب ہاتھوں پر فوقیت ہے حسین علیہ السلام کی طرف سے ایسا علمدار کہ جس نے اسرار امام حسینؑ پانے میں اپنی زندگی گزار دی اور بازار اطاعت و محبت حسینؑ اپنے سر کا سودا کیا اور صدائے سردار حسینؑ دونوں عالم میں گونج گئی۔ اور حضرت عباسؑ نے اپنے دونوں حق پرست ہاتھ راہ حق میں دیدیتے فوق حاصل ہوا اور سب لوگ زبردست ہے حضرت عباسؑ ید اللہ ہیں کیونکہ آپ ید اللہ کے فرزند ہیں۔ پس یقین ہے کہ ولی کا ہاتھ دست خدا ہے۔ یہ تمام تعریفیں علمدار لشکر کے لیے ضروری ہیں جب کہ تمام لشکر ختم ہو گیا اور صرف علمدار باقی رہ گئے اور شاہ مظلوم باقی رہ گئے۔ اب ان دونوں بھائیوں میں کون میدان جنگ میں جائے۔ حسینؑ جائیں یا عباسؑ علمدار جائیں لہذا حضرت عباسؑ نے خدمت امام حسینؑ میں اگر اذن جہاد طلب کیا۔

شاعر نے بیان حال اس کی منظر کشی کی ہے
ای شہر بی مثل و بی نیا زیار
کشتہ ام در راہ عشقت دست باز
زابر عشقت بر سرم بارش گرفت
لشت راز ہستم آتش گرفت

زاعطش برپا است بانگ کو کان بانگ طفلان میزند آتش بجان
 برتن من دست و بر دستم علم العطش آنکہ میاید بہر حرم
 گزینفتہ از بدن در عشق یار دست باشد در بدل بہر چہ کالا
 سرکہ در عشقت نگر و پیش جنگ سرخو انش ہست برتن بازنگ

این بگفت و بحر جانش کو در جوش
 شدید میدان مشک بے آبی بدوش

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ اے شاہ بے یار و مددگار میں آپ کی محبت
 میں مقتول ہوں اور اپنے ہاتھ تیار کر دیئے۔ آپ کے ابر محبت میرے سر پر
 بارش کی ہے۔ اور میری ہستی کی کھیتی آگ کی پیٹ میں ہے خیام سے بچوں کی
 العطش کی آوازیں آرہی ہیں اور ان کی آوازیں دل و جگر کو جلا رہی ہیں میرے جسم پر
 ہاتھ اور ہاتھ میں علم اور خیمہ سے العطش کی آوازیں آرہی ہیں اگر مجھ علمدار کے ہاتھ
 قطع نہی تو کیا غم کی بات ہے شاید اس صورت میں الحرم کے لیے پانی لاسکوں۔
 اگر محبت آقائی نامدار میں بدن سے ہاتھ جدا نہ ہوں تو ہاتھ کس کام کے ہیں۔ اگر
 جنگ میں محبت آقا میں سرگام نہ آئے تو ایسا سر بار ہے یہ کہا اور جسم میں جوش پیدا
 اور ایک سوکھی مشک لے کر میدان جنگ کا رخ کیا۔ قال العلامة فی البحار من
 المناقب مضی فی طلب الماء فحملوا علیہ وحمل علیہم
 ابن شہر آشوب کی روایت کا تتمہ یہ ہے کہ حضرت عباس علمدار پانی لینے کی خاطر
 روانہ نہر فرات ہوئے اور حبیب نہر کے پہرہ داروں کو یہ خبر ہوں کہ ابو الفضل عباس
 پانی لینے آرہے ہیں تو ان ملا عین نے آپ پر ہجوم کر لیا
 پس ہچکچاہٹیں لڑاں شد نہر طرف طوفان تیر دنگ عیان شد نہر کنار

کردند جملہ جملہ برآن شبل مرتضیٰ
 یک سیر در میان گرگان بے شمار

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عباس کو نہر کی طرف آتے ہوئے دیکھ کر لشکر عمر بن سعد
 کے غول کے غول چاروں طرف سے آئے لگے۔ اور تیر و پتھر برسانے شروع کر دیئے۔
 سب نے مل کر شیریشہ حیدر کو مارا جملہ کیا۔ ایک شیر تہا اور بے شمار عدلے دین میں جو
 مثل گرگ تھے پھنس گیا۔ گرگ بھڑکے کو کہتے ہیں اور یہ درندہ مکاری میں مشہور و
 معروف ہے اعداء دین سخت مکار و چالاک تھے حضرت عباس علمدار علیہ السلام
 ان بزدلوں پر حملہ کیا اور رجز پڑھا۔

لا ارب الموت اذ لموت رقا حق اوارى فی المصالیق لقا
 نفسی لنفسی المصطفی الطهر وقا انا العباس اغدوا بالسقا
 ولا یخاف السریوم الملتقا

اس رجز کا خلاصہ یہ ہے کہ موت کی چٹائی میں ہر ذی روح پس جائے گا موت
 سے ہر ایک کا چہرہ مر جھا جائے گا۔ اور میری جان نفس پیغمبر خدا کے لیے جو طاہر و
 مطہر ہیں۔ اور میں عباس ہوں اور کل لوگ مجھے سقہ کہہ کر پکاریں گے۔ اس رجز کے
 بعد آپ نے شمشیر شعلہ بار بلند کی اور ملعونوں کو داخل جہنم کرنا شروع۔ اور مثل حیدر کردار
 لشکر عمر بن سعد پر حملہ کیا۔

در افتاد در عیش کوفال نہیب ز دلہار و ان گشت صبر و تکلیب
 کی گفت این زادہ حیدر است چو حیدر بہ پیکار جنگ اور است

کر اتاب نیروی بازوی او دست
 دو گیتی سبک در تراندی او دست

نخن غطان چرائی العلماء سپاہ میں زبانیہ آنکہ ہر دم بدی پشت پناہن

ز پشت زین چہ فتادی شکست از بارم پشتم

نظر بکشا دو نگر یکرمان بر سوز و آہ من

غلام یہ ہے کلام حسین نے فرمایا کہ اے میرے لشکر کے علمدار خون و خاک میں غطان ہو گئے تم تو میرے لیے ہر دم پشت و پناہ تھے۔ تم زین سے کیا گرے بارم سے میری کمر شکستہ ہو گئی۔ نظر اٹھا کر دیکھو تو بھی میرے دل و بگڑے آہ سوزان نکل رہی ہے۔ و احمر تا عباس علمدار کی روح نے پروا نہ کی اور حسینؑ بھائی کی لاش پر روتے رہے۔

حضرت عباس علیہ السلام کا لشکر کو فہ کو وعظ و نصیحت کرنا

روایت سوم بقول شیخ طریحی۔

کتاب منتخب میں مرقوم ہے کہ شیخ طریحی کہتے ہیں کہ جب حضرت عباسؑ نے دیکھا کہ سب برادران و اقربا درجہ شہادت پر فائز ہو چکے تو آہ سرد کھینچی اور اپنے لقا پروردگار کی تمنا میں میدان جنگ میں جانے کا ارادہ کیا۔ فحمل الراية وجاء نحو اخيه الحسين وقال هل رخصتہ . با چشم گریاں علم اٹھا کر حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا اے برادر عالیقدر و اے آقاؤں میں مجھے بھی اجازت میدان دیکھئے تاکہ میں اپنی جان آپ پر نثار کر دوں۔ اے دوستو حضرت عباسؑ جب تک موجود تھے حسینؑ سمجھتے تھے کہ لشکر موجود ہے۔ جب آپؑ نے اذن طلب کیا فبکی الحسین بکاء شديداً حتی بلایا فافه سخت گریہ طاری ہوا۔ اور فرمایا کہ اے بھائی۔

غلام! شعار یہ ہے کہ لشکر کو فی میں آپ کے حملہ سے خوف پیدا ہو گیا۔ اور ان کے دلوں سے مبر و ضبط جاتا رہا۔ کسی نے کہ یہ فرزند حمید کرار ہے اسی لیے مثل حیدر صفر و جنگ کر رہا ہے اس کے بازوؤں کی طاقت کے مقابل کون آسکتا ہے۔ دونوں جہان اس کے سامنے سبک ہیں ہر ایک انسان کے دو بازو ہوتے ہیں اور طاقت کامرکز بازو سے انسان میں ترازو کے بھی دوپٹے ہوتے ہیں اس لیے شاعر نے بازوؤں کو ترازو سے مثال دی ہے۔ مجلسی نقل کرتے ہیں کہ زید بن ورقاء ایک درخت خرمہ کی آڑ میں بیٹھا تھا۔ اور حکیم بن طفیل اس کی مدد کے لیے چھپا ہوا تھا کہ اس ملعون نے زہر آلود تلوار سے حضرت عباسؑ علمدار علیہ السلام پر حملہ کیا۔ اور اس حملہ میں آپ کا دست راست قطع ہو گیا چنانچہ آپ نے تلوار بائیں ہاتھ میں لے لی اور مقابلہ شروع کیا۔ لیکن رفتہ رفتہ طاقت و توانائی جواب دینے لگی اور حکیم بن طفیل ملعون نے آپ کے بائیں ہاتھ پر تلوار کا وار کیا جس سے دست چپ کٹ گیا اور آپ کی امیدیں منقطع ہو گئیں آپ انتظار شہادت فرمانے لگے۔ حضرت قمر بنی ہاشم۔ لشکر کفار کے گھن میں آگئے۔ اسی اثنا میں ایک ملعون آگے بڑھا اور اس نے گرز سے آپ سر مبارک پر وار کیا۔ اور سر مبارک شکافہ ہو گیا۔ فلما والحسین علیہ السلام مصریعا علی شاطئ الفرات بکی۔ جب امام حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ عباسؑ نہر فرات کے قریب پہنچ چکے ہیں مگر دونوں ہاتھ قطع ہو گئے ہیں۔ سر مبارک بھی شکافہ ہے تو آپ نے ایک آہ سرد بھری آمیدہ بنئے اور لشکر کو فہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے قوم بدکردار اولاد پیغمبر پر ظلم کی انتہا کر دی عنقریب اپنے گئے کا بدلہ پاؤ گے۔ آپ نے لاش عباسؑ پر بر بان حال یہ نوحہ پڑھا ہے

شاہ فرمود اے علمدار رشید اذن جنگ ازمین مدار کنون امید
 ترک جان بیا ر جانی مشکل است بے تو یکدم زندگانی مشکل است
 گر بسرداری ہوائے وصل خور شاہ را با شد علمداری ضرور
 یعنی کہ امام حسین علیہ السلام نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ اے میرے لشکر کے علمدار
 مجھ سے تم اذن جنگ مانگ رہے ہو۔ یہ امید کہ میں تمہیں اذن جنگ دوں کیوں
 کر ایسا ہو سکتا ہے ایک بھائی دوسرے بھائی کو مرنے کی اجازت کس طرح دے سکتا
 ہے اور اے بھائی تمہارے بغیر میرے لیے زندگی مشکل ہے۔ سرداری کے ساتھ
 میرے پاس رہنا چاہیے کیونکہ شاہ کے لیے علمداری ضروری ہے حضرت عباسؓ
 نے عرض کیا اے مولیٰ اب زندگی بے کیف معلوم ہوتی ہے، سارے بھائی ملے
 گئے خدا آپ کو زندہ و سلامت رکھے آپ قبلہ عالم ہیں لیکن مولیٰ اب اجازت عطا
 کیجئے بچوں کی پیاس کی آوازیں دل بے چین کر رہی ہیں بچوں کے لیے پانی لانا ضروری
 ہے امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر یہ ارادہ ہے تو جاؤ اجازت ہے اور اے
 عباسؓ پہلے تم ان ملائین کو وعظ و نصیحت کرنا اور بعد کو آغاز حرب کرنا جب حضرت
 عباسؓ کو اذن میدان مل گیا تو آپ جو شش و غامیں انگڑائی لینے لگے۔ بازوؤں میں
 قوت و توانائی پیدا ہو گئی۔ قدموں میں مثل کوہ ثبات پیدا ہو گیا۔ اور میدان جنگ
 کا رخ کیا۔ وکان فارساً ہما ماً و بطلا صرغاً ماً و کان جسوداً علی
 الطعن والضرب فی میدان الکفاح و الحرب۔ یعنی کہ جب آپ نے
 گھوڑے کو جولان کیا اور مثل حیدر کمر میدان جنگ کو روانہ ہوئے تو اس وقت گھوڑے
 کی ٹاپوں سے جو گرد اڑی فضا کو بھلا میں چھا گئی۔ لشکر دشمن میں سرکشان دلاور اور
 سواران بہادر ہزاروں کی تعداد میں تھے اور اے عباسؓ آپ کی شجاعت کی داستانیں

لوگ سنا میں گے مگر کبھی داستان شجاعت علمدار ختم نہ ہوگی اس کا عشر عشر بھی
 بیان نہ ہو سکے گا عرض کہ حضرت عباسؓ میدان جنگ میں پہنچے اور آپ نے وسط
 میدان میں گھوڑے کو روکا۔ اور ایک آہ سرد بھر کر اس قوم جفا کار کو مخاطب کیا اور
 فرمایا کہ یا قوم انتہ کفرۃ ام مسلمون یعنی کہ اے قوم جفا کار کہا تم کافر ہو یا
 مسلمان؟ اگر تم مسلمان ہو تو کیا یہی طریقہ اسلام ہے کہ اولاد پیغمبر خدا کو قتل کر رہے ہو۔
 ذریت رسول خدا اور ان کے چھوٹے چھوٹے بچے پیاسے مر رہے ہیں کیا انہیں اس
 نہر فرقت کا پانی پینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ شاعر بے مثل صفی الوفی نے بربال حال
 یہ نقشہ کھینچا ہے۔

کو تیاں راپس باواز حبلی بس نصیحت کرد عباسؓ مصلیٰ
 کاین حسین القوم مرآت خدا است در حقیقت جنگ با حق کی روایت
 یک ز نام گوش بر حجت کئید زان بیاء و قوم شان عبرت کئید
 گر شام را ہنما قرآن بود فرض حق اکرام بر مہمان بود
 غاصہ بھائی کہ ذوی القربی است بر تمام ماسوا مولا است او
 جنگ با مولائے عالم از چہ رو می نشاید با خدا شد جنگجو
 توبہ سوی دی کئید از کار خویش معذرت خواہید از رفتار خویش

مظہر حق عفو حق را آیت است

غاصہ ابن مظہر کہ بحر حقیقت است

غلامان اشعار کا یہ ہے کہ حضرت عباسؓ نے باواز بلند مخاطب کر کے اس طرح نصیحت
 کی کہ حسینؑ آئینہ خداوندی میں یعنی حسین علیہ السلام کے خدا شناسی ہوتی ہے حسینؑ سے
 جنگ کیونکہ جائز ہو سکتی ہے حسینؑ حق میں اور حق سے جنگ کرنا کفر کی نشانی ہے۔

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ اگرچہ اسے قوم جفاکار تم نے ان پر پانی بند کر دیا اور چاروں طرف سے ان سے جنگ کر رہے ہو تم نے ان کے بیرو جوان سب ہی قتل کر دیئے۔ جو خون آلودہ ریگ گرم پر پڑے ہیں اور اسے دشمنوں تم نے ان کے یاور و انصار تہ تیغ کر دیئے اور وہ بھی انتہا ظلم و ستم اور بے رحمی کے ساتھ۔ تم تو حد سے بڑھ گئے کہ آل رسول پر ظلم و ستم کر رہے ہو۔ اگر تم نے ان گناہوں سے توبہ نہیں کی تو ایمان سے کفر کی طرف چلے جاؤ گے۔ اگر جو کوئی معافی مانگے تو اس کے لیے حسینؑ عالی جناب کی طرف سے باب رحمت و عفو میں ہوں۔ میں اس کو معافی دینے کا ضامن ہوں اور حضرت علی ابن ابی طالب باب مدینۃ العلم ہیں اور حضرت عباس علیہ السلام امام حسین علیہ السلام کی طرف سے باب رحمت و عفو میں)

و هو مع ذلك يقول لكم دعوني اذا خرج الى طرف الروم
او الهند واخلي لكم الحجاز والعراق - اور حضرت امام حسین علیہ السلام
یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر تم چاہو اور مجھے اجازت دو یعنی راستہ دید و تو بطرف ملک روم یا
طرف ہندوستان چلا جاؤ اور ملک حجاز و عراق تمہارے لیے خالی کر دوں۔ تم ان کی
اس بات پر غور کرو۔ و اشترط لكم غدا في يوم القيامة لا اخاصمكم
عند الله حتى يفعل الله بكم ما يريد - میں تم کو اس
شرط پر یقین دلاتا ہوں کہ ہم بروز قیامت تم سے کوئی مخاصمہ نہیں کریں گے۔ اور
طلب خون عزیزان و انصار نہیں مانگیں گے لیکن خدا جو کچھ چاہے گا تم پر ظاہر ہو جائے
گا۔ اسے قوم حسینؑ عالی قدر کی اس بات کی طرف آؤ اور میری نصیحت پر عمل کرو۔

زناں ہی گفتم باواز بلند

یرشما از راه لطف این وعظ و پند

اس وقت میری اس جنت کو گوبوشش دل سنو۔ اور انبیاء ماسلف کی قوموں کے حالات
سے عبرت حاصل کرو کہ ان پر کس طرح عذاب خدا نازل ہوا ہے اگر قرآن مجید کو تم اپنا
راہ نمائے ہو تو حق اکرام مہمان ادا کرو۔ اور خصوصاً وہ مہمان کہ جن کی موت اجرویات
ہے اور جو تمام مخلوق پر مبنی ہے اس کو مہمان سمجھو۔ پناہ بخدا اس کی طرف یہ کام یعنی
کہ اس سے جنگ اپنی روش کو بدلو اور معزرت کرو۔ حسینؑ مظہر حق میں اور حق طاہر کو
معاف کرنا ان کا شیوہ ہے اور ان کا یہ خاصہ اس لیے ہے کہ وہ بحر شرم و حیا میں
یعنی کہ اگر کوئی ان سے معافی مانگے تو ان کو شرم و حیا آئی ہے اور معاف کر دیتے
ہیں۔

هذا الحسين بن فاطمة يقول انكم قتلتهم اصحابه واخوته وبنی عمه
وبقی خریدا مع عیالہ واطفالہ ووصلوا الی ہلاک -
یعنی کہ یہ حسین علیہ السلام فاطمہ زہرا بنت رسول خدا کے فرزند ہیں تم نے ان کے اصحاب،
بھائی - بھتیجے اور ان کے چچا زادوں کو قتل کر دیا۔ حسینؑ اکیلے رہ گئے اور ان کے اہل و
عیال قریب بہ ہلاکت ہیں یعنی ان کو پانی بھی میسر نہیں ہے۔ مجھے حسین علیہ السلام
نے مامور کیا ہے کہ تم کو نصیحت کروں اور امام مظلوم کا پیغام سنائوں
کہ چربستید آب را - بر روی او
تا فتنہ از چپ رسو بر سوئی او
غرق خون کردید از پیر و جوان
یا وانش راز کیں ای دشمنان
باہمہ این کفر و جہل و خیرہ گی
وین ہمہ طغیان و ظلم و تیرہ گی
توبہ گر آرید زین عصیان ہمہ
روکنید از کفر بر ایمان ہمہ

من یعفو و دشمارا ضامنم

ز آنکہ باب رحمت و عفو ششم

ورنہ من از جنگ روگردان نیم
بہر حق از بدل جان محکم پیم
جملہ داندیم کہ حیدر زاده ام
راہ صحرائی فنا پیمودہ ام
گرم افتد ز دوش ام و ز دست
دادہ آید از کین بدست حق شکست
پہلو بر آمد صاحب دست بلند
کرد جنت و تمام از دوزخ بلند

غلام شاعر یہ ہے کہ حضرت عباس علیہ السلام نے شکر والوں کو بہ لطف و کرم و عطا و نصیحت کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ نہ سمجھو کہ میں جنگ سے گریز کر رہا ہوں ہم تو ہمیشہ ہی سے راہ حق میں قتل ہونا حیات ابدی سمجھتے ہیں سب لوگ جانتے ہیں کہ میں فرزند علی ابن ابی طالب ہوں جن کا لقب حیدر ہے اور ہم محلے فنا کی پیمائش سے واقف ہیں حضرت عباس علیہ السلام نے ان ملائین کو نصیحت تمام کی تمام حجت کے لیے راہ حق دکھلائی مگر ان ملائین نے کوئی نصیحت قبول نہیں کی۔ آپ اس وقت گھوڑے سے اترے اور فرمایا کہ اے قوم نابکار پانی امام حسین کی مادر گرامی قدر فاطمہ زہرا بنت رسول اللہ کا ہر تہن دیا گیا ہے ان کی اولاد اور نیچے پیا سے تڑپ رہے ہیں تم ایک گھونٹ پانی نہیں دیتے۔ جب فوج مخالف نے یہ سنا تو اکثر لوگ روتے گئے۔ اس وقت شمر و لاہرام اور شیت بن ربیع۔ لشکر سے جدا ہو کر حضرت عباس کے نزدیک آئے۔ اور کہا اے پسر ابو تراب اگر ساری دنیا پانی ہو جائے تب بھی ایک گھونٹ پانی خیام حسین میں نہیں دیں گے یہ سن کر حضرت عباس علیہ السلام یائوس ہو گئے اور خدمت امام حسین علیہ السلام میں واپس پہنچے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ امام حسین علیہ السلام سن کر ابدیدہ ہوئے۔ یہاں تک کہ حضرت کا دامن اٹھکے سے تر ہو گیا۔ و آخر تا قوم جفا کار ایک قطرہ آب دینے پر راضی نہ ہوئی۔ اور اس وقت کہ جب امام مظلوم کا شمر و لاہرام قطع کر دیا تھا آپ نے اس سے پانی مانگا۔

اس ملعون نے پانی نہیں دیا اور شک گلا خنجر سے کاٹا۔ الا لعنة الله على القوم الظالمين۔

حضرت عباس علیہ السلام کی شہادت بروایت

شیخ فخر الدین طریخی

روایت سوم :-

کتاب منتخب اور روضۃ الشہداء میں بروایت شیخ فخر الدین مرقوم ہے کہ جب حضرت عباس علیہ السلام کو عطا و نصیحت کرنے کے لیے میدان جنگ تشریف لے گئے اور الحرم کے لیے پانی طلب کیا تو اس قوم نابکار نے کوئی اثر نہیں لیا آپ واپس تشریف لائے اور سارا واقعہ حضرت امام حسین علیہ السلام گوش مبارک تک پہنچایا اور اس طرف لشکرید شعاریں جنگ کا شور و غل برپا ہوا۔ مبارز طلبی ہونے لگی خیام امام حسین میں العطش کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں اور لشکر اعداء میں طبل جنگ کا شور بلند تھا۔ حضرت عباس نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اے بھائی جان بروڑ شمشیر پانی لانے کی اجازت عطا فرمائیں۔ امام حسین نے اجازت دی اور شور و اداع عباسی شیموں میں بلند ہوا بیسیاں آپ کے پاس جمع ہو گئیں عجب ہیکسی و یاس کا عالم تھا حضرت عباس نے فرمایا کہ اے مخدومہ بہن زینب ہیں بچوں کے لیے پانی لینے جا رہا ہوں خدا حافظ و ناصر۔ پھر آپ نے آسمان کی طرف سر بلند کیا اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا الہی دیدی ارید اعید بقدرتی و املتی ہولاء الاطفال قریۃ من الماء اے خدا مجھے ناامید کرنا شاید میں

بچوں کے لیے پانی لاسکوں میں نے پانی لانے کا قصد کیا ہے۔ فرکب فرسہ
واخذ رجة والقرية في كتفه۔ حضرت عباس علیہ السلام گھوڑے پر سوار
ہوئے۔ نیزہ خطا اُبدار ہاتھ میں لیا اور مشک دوش پر رکھی اور اس عنوان سفر منزل
شہادت پر روانہ ہوئے۔ عمر ابن سعد ملعون نے نہر فرات پر چار ہزار سواروں اور
پیادوں کا لشکر مقرر کیا تھا کہ خیام حسین میں پانی نہ جانے پائے۔ جب ان پیادوں
نے حضرت عباس کو نہر کی طرف آتے دیکھا۔ تو چاروں طرف سے احاطہ کر لیا۔ اس
وقت آپ نے نعرہ جہد ری بلند کیا اور فرمایا اے قوم کیا تم مسلمان نہیں ہو۔ یہ کیا
مذہب ہے کہ جو تم نے اختیار کیا ہے آپ نہر پر پہنچے کہ تیر اندازوں نے تیر چلانے
شروع کئے جب چاروں طرف سے تیر آنے لگے تو حضرت عباس علیہ السلام کو جلال
آگیا۔ اور شیر بیشہ جہد کر رہے تھے میں بھر گیا۔ اور تلوار بگفت آپ مجمع کو بھگاتے ہوئے
نہر فرات میں داخل ہوئے۔

آمد بیا د از لب خشک برادرش شد غیرت فرات دوشم ز خون ترش
گفتا نخورد آب گلستان حیدری داری تو میل آب کجا شد برادری
تشنه است آنکہ نو گل باغ فتوتست لب تر میکن ز آب کہ دور از مر وتست

خلاصہ یہ اشعار یہ ہے کہ آپ کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی پیاس یاد آئی۔ غیرت
آئی اور آپ کی دونوں آنکھوں سے خون آنسو بہ کر پکینے لگا۔ دل میں فرمایا گلستان
جہد کر کے فوہالوں نے پانی نہیں پیاتے۔ انہیں پانی نہیں ملا ہے۔ اگر میں
نے پانی پی لیا تو برادری کہاں رہی تو تکفہ مکیان یعنی کم سن بچے بغیر آب ہیں اپنے لبوں
کو پانی سے ترک نہ مروت کے خلاف ہے آپ نے پانی نہیں پیا اور چلو سے پانی

پھینک دیا۔ نہر فرات سے نکلے تو لشکر عمر ابن سعد جمع ہو گیا۔ اور پانی بچانے سے
روکا۔ اس وقت حضرت عباس کا دل بے چین ہو گیا سو چاکہ کسی طرح پانی خیمہ تک
پہنچ جائے۔ معلوم کیا مینیت خدا تھی کہ لشکر اعداء کا ایک شخص جس کا نام نوفل بن
ازرق تھا۔ چھپا ہوا بیٹھا تھا کہ اس نے کین گاہ سے آپ پر حملہ کیا اور آپ کے دست مبارک
کٹ گیا۔ اے شیعو اگر تمہارے نزدیک حضرت عباس کے ہاتھ زیادہ عزیز
ہیں تو ہلے عباس علیہ السلام کہہ کر اپنے سینے پر ہاتھ مارو۔ یعنی امام حسین ماتم عباس
کو۔ آپ نے مشکیزہ بامیں شانے پر رکھا کہ آپ کا دست چپ بھی قطع ہو گیا۔
پھر آپ نے مشکل تمام مشک کو دانٹوں سے پکڑا اور چاہا کہ کس طرح پانی خیمہ تک
پہنچ جائے آپ نے اپنے گھوڑے کو خیمہ کا اشارہ کیا۔ گھوڑے نے جب بھری
اور خیمہ کا رخ کیا مگر واسطہ تادو تیر دشمن کی طرف سے آئے ایک تیر مشک پر لگا اور
سارا پانی بہہ گیا دوسرا تیر حضرت عباس کے سینہ پر بیدک پر لگا۔ ہاتھ پہلے ہی قطع
ہو چکے تھے معلوم آپ نے کس طرح تیر سینے سے نکالا۔ آپ گھوڑے سے زمین پر
گرے نصاح الی انیمہ الحسین اور با آواز بلند فرمایا اے اخی حسین، اے
آقا حسین اور کئی۔ جیسے ہی امام مظلوم نے بھائی کی آواز سنی۔ آپ تشریف لے گئے
راہ طریحا۔ دیکھا کہ عباس خون میں غلطان پڑے ہیں۔

حاصل اعتقاد شیخ فخر الدین طریحی یہ بھی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام
لاش حضرت عباس خیمہ میں لائے ہیں چنانچہ شیخ فرماتے ہیں ثم حمل العباس
الی خیمۃ فجدد و الإخزان و قاموا العزا اس میں روایت میں
بانی مختلف و شیخ طریحی متفق ہیں لیکن جمہور علماء کہتے ہیں کہ ہر چند امام حسین نے چاہا
کہ لاش عباس علیہ السلام خیمہ میں لے جائیں لیکن امام مظلوم لاش نہ اٹھا سکے۔

شور و غل مچانا شروع کیا۔ اور نہز قرات پر پہنچنے سے پہلے ہی راستہ روک دیا۔ حضرت عباسؓ کے ساتھیوں نے ان لوگوں سے کہا کہ بچوں پر تشنگی زیادہ غالب ہے قدرے پانی ابھر م کے لیے لیجانا چاہتے ہیں لیکن لشکر ابن زیاد نے ناروا الفاظ کہے اور حضرت عباسؓ اور ان کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا۔ جب آپ نے کوفیوں کی بے حیائی دیکھی تو شمشیر آتش بار کھینچ لی۔ اور نعرہ حیدری بلند کیا۔ اور ان پر حملہ کیا اور یہ رجز پڑھا ہرے

اقاتل القوم بقلب مہتد اذ ب عن سبط النبی احمد
اضربکم بالصارم المہتد حق تحید واعن قتال سیدی
انی انا العباس ذ والتودد بخل علی المرتضیٰ المؤید

ثم حمل علی القوم وفرقہم یمینا و شمالا وقتل رجالا
ونکس ابطالا۔ بعد از رجز حملہ کیا اور لشکر ابن زیاد کے لوگ
اس طرح منتشر ہو گئے جیسے درخت کے خشک پتے ہوا سے منتشر ہو جاتے ہیں۔

چنان گم گشت نقش کارزار کہ از نعل اسپاں برآمد شرار
بہر جا کہ بازو برافراختی بر خشم درپائش انداختی
نشد در تنی تانیر داغش نزد بہ سدی تانیر داغش
گریزند کان را در آن رستخیز نہ روئے رہائی نہ روئے گریزند
خزائی کہ شمشیر عباس دار لیش در دل سنگ خاراش دلو

قلاصہ یہ کہ جب آتش کارزار بھڑک اٹھی اور گھوڑوں کے نطوں سے شرار
پھوٹ نکلے اگر کسی نے ہاتھ بلند کیا تو دشمن کا سر اس کے پیروں میں آگیا۔ یعنی
قتل ہو گیا۔ اس وقت نہ کسی کو راہ قرار ملتی تھی نہ راہ گریز نظر آتی تھی۔ اور عباسؓ

شہادت ابوالفضل العباس علیہ السلام بروایت

ابی مخنف

روایت چہارم بنابر قول ابی مخنف :-

ابی مخنف نے تفصیلی طور پر اس روایت کو نقل کیا ہے اور شیخ طریحی نے بطور خلاصہ روایت نقل کی ہے۔ ابی مخنف نے نویں محرم کے واقعات میں اور شیخ طریحی نے روز عاشوراء کے واقعات میں اس روایت کا ذکر کیا ہے حالانکہ اصل واقعہ ایک ہی ہے مولف فرماتے ہیں کہ ہم ہر دو واقعات پر روشنی ڈالتے ہیں۔ قال

الشیخ فی المنتخب لما التقی العسکران وامتاز الرجالۃ من

الفرسان واشتد الجلا دین العسکرین الی ان علا النہاس۔

فرماتے ہیں کہ جب روز عاشوراء لشکر حق و باطل برابر مقابل میں ڈٹ گئے سادہ لشکر

میں صف آرائی ہو چکی اور ہر ایک جستی و جوانمردی کا مظاہرہ کرنے لگا وقت چاشت

جنگ سخت ہو گئی اور رزم شدید رخ اختیار کر گئی۔ امام حسینؓ نے عباسؓ علیہ السلام

کو بلایا اور تمام جوانان بنی ہاشم کو جمع کیا اور فرمایا کہ کنواں کھودا جائے شاید کہ پانی

نکل آئے۔ حضرت عباسؓ نے تعمیل حکم امام علیہ السلام میں کنواں کھودا مگر پانی نہ نکلا۔

پھر دوسرے کنواں کھودا مگر پھر بھی پانی نہ نکلا اور ہر دو کنوئیں بند کر دیئے جب بچوں

پر پیاس نے غلبہ کیا تو امام حسینؓ نے آپ سے فرمایا کہ بھیا کوشش کرو اور نہز قرات

سے پانی لاؤ۔ جناب قبر بنی ہاشمؓ اور آپ کے ساتھ یاد و انصار منظم ہو کر نہز قرات کی

طرف بڑھے۔ اور جب نہز قرات کے نزدیک پہنچے پاس بان نہز قرات نے

علیہ السلام کی تلوار سے جو شترارے نکلتے تھے وہ اسقدر تپش خیز تھے کہ پیچھے کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ مقصد یہ ہے کہ آپ کی تلوار کے سامنے سے دشمن بچ کر نہیں جاسکتا تھا۔ آپ نے پاس بانوں کے لشکر کو کنارہ نہر سے دور کر دیا۔ اور آپ نہر میں داخل ہوئے۔ وفاء حضرت عباسؓ دیکھنے کے قابل ہے خود پیاسے تھے۔ پانی بہہ رہا تھا۔ چلو میں پانی لیا مگر لب تر نہیں کئے کہ حسینؑ اور اہل محرم سب پیاسے ہیں پھر آپ مشک بھر کر نہر سے نکلے۔ نہر کے پہرہ داروں کی نظریں جناب عباسؓ اور مشک پر تھیں۔ ان ملائین نے تیر اندازی شروع کی فاخذ الثیل من کل مکان یعنی کہ ہر طرف سے تیر آنے شروع ہو گئے۔ زمیں تیر باران کہ آمد بجوش فگند ابر بارانی خود بدوش کمران تیر باران کنول آمدی بجائے نم از ابر خون آمدی یعنی کہ تیروں کی بارش میں شدت پیدا ہوئی لیکن حضرت عباسؓ علیہ السلام نے مشک کی بمشکل تمام حفاظت کی اور تیروں کو اپنے اوپر بہتے رہے۔ اور چاہا کہ مشک خیمہ میں پہنچ جائے۔ اسقدر تیر لگے کہ زرہ تیروں سے بھر گئی تھی اس وقت ایک ملعون نے کہ جس کا نام برص بن شیبان تھا آپ کے عقب سے دست مبارک پر تلوار کا وار کیا اور معلوم کسقدر تلواریں دست مبارک پر پڑیں کہ دست راست قطع ہو گیا۔ پھر آپ اپنے بائیں ہاتھ میں تلوار لے کر حملہ کیا ابی مخنف اور صاحب کتاب المنتخب کہتے ہیں کہ۔ فقطل منهم رجلا ونکس ابطالا۔ کہ شیریشہ شجاعت عباسؓ علیہ السلام ان کے بڑے بڑے بہادر اور جنگجو مردوں کو قتل کیا اور مشک دوش پر لیے ہوئے خیام الحرم کا رخ کیا اس وقت عمر بن سعد ملعون نے شور مچایا کہ ویلکم ارشقوا القرية بالنبل یعنی کہ

والے ہو تم پر کہ عباسؓ پانی لے کر خیمہ میں جا رہے ہیں۔ ان پر تیروں کی بارش کر دینا۔ چنانچہ تیر برسے شروع ہو گئے اور لشکر عمر بن سعد ملعون نے ہجوم کر لیا حضرت عباسؓ نے دست چپ سے حملہ شروع کیا اور ان کے ایک شوالی لوگوں کو واصل جہنم کیا۔ عبداللہ بن زید شیبانی نے آپ پر تلوار کا وار کیا جس سے آپ کا دست چپ کٹ گیا۔

بأنفس لا تحشى من الكفار وابشرى برحمة الجبار
مع النبی سید الابرار مع جملة السادات والاطهار
قد قطعوا بیغیهم یساری فاصلهم یارب حر النار
یعنی کہ میں کفار سے نہیں ڈرتا خدا نے جبار کی رحمت کا مجھے اسرا ہے اور حضرت احمد مختار بنی الابرار اور سادات اطہار کی معیت حاصل ہے۔ تم نے بغاوت سے میرا دست چپ قطع کر دیا۔ اے پروردگار ان لوگوں کے خاندان کو آگ کا مزا چھکا۔ آپ بہر حال جس طرح ہوا جنگ کرتے رہے اور بازوؤں سے خون بہتا رہا جب فوج مخالف نے یہ دیکھا کہ لاب عباسؓ جنگ کرنے کے قابل نہیں رہے آپ پر سب تل کر حملہ کیا کہ ایک ملعون نے آپ کے سر مبارک پر گرز مارا اور آپ گھوڑے سے زمین پر گرے۔ اور با آواز بلند فرمایا یا ابا عبد اللہ علیک منی السلام۔ اے برادر خدا تمہیں سلامت رکھے میں رخصت ہو رہا ہوں جب آواز حضرت عباسؓ امام مظلوم کے گوش گزار ہوئی تو آپ فریاد کنان خیمہ سے نکلے۔ فرات کا رخ کیا اور فحمل علی القوم وکشف عنهم حملہ کیا اور ان لوگوں کو پراگندہ کر دیا۔ اور لاش عباسؓ علیہ السلام کو گھوڑے کی پشت پر رکھ کر۔ خیمہ کا رخ کیا۔ لاش عباسؓ گھوڑے پر تھی اور امام مظلوم لاش کے چلوئیں چل

رہے تھے غیمہ میں لاشیں لے کر داخل ہوئے اور زمین پر لاشیں رکھ دیا۔ الحرم نے ماتم کیا۔ امام حسینؑ نے فرمایا اے بھائی جنّالہ خیرا من اخ لعد جاهدت فی اللہ حق جہادہ۔ مؤلف کے والد مرحوم فرماتے ہیں کہ یہ بات کہ حضرت امام حسینؑ علیہ السلام لاش عباس غیمہ میں لائے ہیں بعید از یقین ہے کیونکہ ہمارے علماء کرام اور مخالفین علماء دونوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ حضرت عباسؑ کی لاش غیمہ میں نہیں لائی گئی ہے علمائے اعلام نے اس کی تفریح کی ہے کہ حضرت عباسؑ علیہ السلام کا جسم مبارک ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا۔ لاش اس قابل نہ تھی کہ اٹھائی جا سکے اور جب لاش ہاں شہداء کو دفن کیا گیا ہے تو حضرت عباسؑ علیہ السلام کی لاش کے ٹکڑوں کو جمع کر کے دفن کیا ہے اور یہ چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے کہ آپؑ نے ہمراہ امام حسینؑ علیہ السلام جہاد کیا ہے۔ اور شہید ہوئے ہیں۔ اور انھوں نے عالم تک آپؑ کی وفاداری، آپؑ کی علمداری قائم رہے گی۔ دنیا میں کوئی علمدار شکر اس طرح زخمی ہو کر شہید نہیں ہوا جیسا کہ حضرت عباسؑ شہید ہوئے ہیں بلکہ جس قدر علمداران حضرت امیر المؤمنینؑ جنگ صفین میں قتل ہوئے ہیں ان میں سے ایک بھی حضرت عباسؑ کی طرح ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہوا ہے۔

ہاشم بن عتبہؑ اور حضرت امیر المؤمنینؑ علیہ السلام کی جنگ

صفین میں شہادت

ہاشم بن عتبہؑ بن ابی وقاصؑ زہری عمر بن سعد کے چچا کا فرزند تھا یعنی چچا زاد بھائی تھا۔ ہاشم جنگ صفین ہمارے ہمراہ حضرت امیر المؤمنینؑ علی ابن ابی طالبؑ علیہ السلام رہ کر شہید

ہوا جب کہ عمر بن سعد ملعون قاتل امام حسینؑ ہے کتاب ریاض میں ہے کہ ہاشم مروّجیل القدر تھے۔ دیندار تھے۔ دوسرا علی مرتضیٰ تھے اور دشمن علیؑ کی گھات میں رہتے تھے جنگ جمل میں بھی آپؑ نے شرکت کی ہے اور دشمنوں کو تہ تیغ کیا ہے۔ کتاب استیعاب میں ہے کہ غزوہ یرموک میں ایک تیر آپؑ کی آنکھ پر لگا جس کی وجہ سے آپؑ کی ایک آنکھ جاتی رہی۔ وکان ہاشم من الفضلاء الخیار وکان من الابطال وفقات عینہ یوم الیرموک قاطہ۔ علماء ورجال نامدار نے ان کی مدح و ثنا کی ہے۔ وکان رایتہ علی یوم الصفین بیدہ ویومئذ قتل۔ یعنی کہ آپؑ جنگ صفین میں علمدار لشکر حیدر کرار تھے۔ بعض حضرات نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ہاشم بن عتبہؑ روز عاشورا لشکر عمر بن سعد سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے ہیں۔ چنانچہ جوہری نے اپنی کتاب میں وصف الشہداء سے نقل کرتے ہوئے اس کا ذکر کیا ہے کہ ہاشم بن عتبہؑ نصرت امام حسینؑ میں لشکر عمر بن سعد سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ ہاشم جنگ صفین شہید ہوئے ہیں چنانچہ ابن ابی الحدیدؒ و نصیرن مراحم وغیرہم اور علامہ مجلسیؒ نے ملحد ہاشم میں لکھا ہے کہ ہاشم بن عتبہؑ جنگ صفین شہید ہوئے ہیں اور فی المجمع ہاشم بن عتبہؑ بن ابی وقاص الزہری المقاتل وکان لقب ہاشم لانه یرقل فی المحراب او قال۔ شیخ فخر الدینؒ مجمع البحرین مادہ رقل کے بارے میں فرماتے ہیں کہ مر قال لقب ہاشم بن عتبہؑ بن ابی وقاص زہری ہے کہ جنگ صفین میں علم حضرت علیؑ علیہ السلام اس کے ہاتھ میں تھا اور اسی جنگ میں درجہ شہادت پر فائز ہوا عبد الحمید بن ابی الحدیدؒ مجلسیؒ نے نقل فرمایا ہے کہ جنگ صفین میں کسی روز حضرت امیر المؤمنینؑ علیؑ علیہ السلام

نے معاویہ سے مقابلہ کیا ہے کیونکہ معاویہ اپنے لشکر کو ترغیب جنگ کے لیے صفین میں موجود تھا۔ معاویہ اپنی اسلحہ سے لیس تھا۔ دو ہزار سپاہی اس کی حفاظت کے لیے گرداگرد موجود تھے۔ جب حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی نظر معاویہ پر پڑی تو آپ نے مالک اشترؓ کو طلب فرمایا اور ارشاد کیا کہ لشکر کو آمادہ کرو چنانچہ مالک اشترؓ نے صفین آراستہ کیں اور آپ نے اپنے سر پر خود آہنی رکھا۔ اور فوج سے فرمایا کہ اے لشکر! یہ خدا تم پر رحمت نازل کرے دشمن سے جنگ کے لیے صفین درست کر لو۔ مالک اشترؓ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے ہاشم بن عقبہ بن ابی عتبہ بن ابی وقاص زہری کو بلایا۔ اور اپنی ساری فوج کا علم اس کو عطا کیا اور علمدار لشکر بنایا۔ اور اس نے لوگوں کو قتل کرنے پر آمادہ کیا۔ اس دم جناب عمار یا سرنے جو اصحاب رسولؐ خدا ہیں جو خاص درجہ رکھتے ہیں بطریق مزاح کہا اے ہاشم اقدم یا غور، یعنی اے ایک چشم علم کو آگے کشادہ کرو وبراخیر فی الاعور لا یابجی اللہزع یک چشم کے لیے خیر نہیں ہے خوف و خطر سے انکار یقینی ہے اس کے لیے خوشی و مسرت نہیں ہے۔ علمدار کا مقصد یہ تھا کہ ہاشم کو غیرت و حیت دلائے لیکن ہاشم کو عمار یا سرنے کی طرف سے فجالت محسوس ہوئی اور اس نے کوئی نامناسب جواب نہیں دیا۔ لیکن یہ کہا آج کے دن میں کس طرح اپنے لشکر کو آمادہ قتال کرتا ہوں چنانچہ ہاشم نے علم کو آگے رکھا اور عقب میں سارے لشکر نے میدان کارزار میں مارچ کیا۔ تکبیر و تہلیل کی صدا میں بلند ہوئے لگیں۔ عمرو بن العاص نے کہ جو وزیر معاویہ تھا علم ہاشم پر نظر ڈالی دیکھا کہ لشکر ہمراہ ہے

علمہ نصر الہدی فکانتہ علم النبی و حولہ الانصار

اس نے شور مچایا اور کہا کہ صاحب علم، یعنی علمدار لشکر علی مرتضیٰ ایک سپاہی ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ سیل بے پناہ اس کے ساتھ ساتھ روان ہے۔ اے لشکر! تم بھی آگے بڑھو چنانچہ لشکر شام نے بھی حرکت کی دونوں طرف کے لشکر میں جنگ کا شور و غل بلند ہوا۔ لشکر معاویہ میں یہ صدائیں بلند ہو رہی تھیں کہ یا ثارات عثمان اے خون عثمان طلب کرنے والو۔ بڑھو آگے بڑھو، یہ شور لشکر معاویہ میں بلند تھا اور ادھر لشکر حق میں یا اللہ، یا احمدا صمد کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ آپ کا تمام لشکر معرکہ جنگ میں پیش پیش تھا سوائے قبیلہ ربیعہ، امیر المؤمنین علیہ السلام نے ان کے بااثر افراد کی طرف ابائروان کو بھیجا کہ ان سے سبب دریافت کرے کہ وہ جنگ میں پیش قدمی کیوں نہیں کرتے۔ کیونکہ خوش کھڑے ہوئے تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ مالک لا تھدون الی عدوکم۔ کہ دشمن کے مقابل کیوں نہیں جلتے۔ ابائروان نے ان لوگوں کے پاس جا کر حضرت امیر المؤمنین کا پیغام پہنچایا۔ اور واپس آکر آپ کو اس کی وجہ بتلائی کہ معاویہ نے چار ہزار قمیص سودی علم اور لباس سبزین یہاں بھیج دیتے ہیں کہ وہ فرصت و ملاقات کے وقت ہم پر حملہ آور ہوں۔ حضرت امیر المؤمنین نے یہ سن کر مالک اشترؓ سے فرمایا کہ ان شرارت پسند لوگوں کا احاطہ کرو مالک اشترؓ فوراً لشکر قبیلہ ربیعہ کی طرف گئے اور فرمایا کہ

غلام علی مالک شیر مست یکی حبیبہ پہلوانی بدست
چلو نہ بود پیل پولاد پوش ز شیر زبان چوں برآمد خروش
بدان گوئے اشتر در آن روز گاہ ہی تاخت تا ساخت دشمن تباہ

نہر میت در افتادہ بدخواہ را

ظفر داد حق لشکر شاہ را

خلاصہ یہ ہے کہ مالک اشتر ان لوگوں کے پاس گئے۔ اور فرمایا کہ میں علی کا غلام ہوں۔ مالک اشتر ہوں اور علی کے لشکر کا شیر ہوں۔ اور یہ ہلوانی حربے جانتا ہوں۔ تم نے یہ اسلحہ کس لیے پہنا ہے جب یہ شیر زبان کو نجا تو دشمن گھیر گیا۔ مالک اشتر نے دشمنوں کو پرانگندہ کیا۔ اور ان کو شکست دی اور لشکر حق کو اس طرح ظفر نصیب ہوئی اور مالک اشتر اپنے لشکر میں واپس تشریف لائے۔ اور شعلہ سوزاں کی مانند لشکر معاویہ پر چھپے۔ اور ہاشم علمدار لشکر کی نگاہ معاویہ کے پورے لشکر پر تھی اور بار بار کہتے تھے کہ اے لوگو! اور آنحضرت کے چچا زاد بھائی علیؑ کو خوش کرو چنانچہ طلوع آفتاب سے لے کر زوال کے بعد تک جنگ زوروں پر رہی لیکن چند ساعت کے بعد حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے دیکھا کہ علم ہاشم متحرک نہیں ہے۔ آپ نے کسی کو اس کے پاس بھیجا کہ کس طرح کھڑے ہو۔ جب ہاشم نے حضرت امیر علیہ السلام کا یہ پیغام سنا تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور کہا کہ میرا سلام ہوا ہے مولیٰ آپ پر میں کس طرح جنگ کروں۔ میرے دونوں ہاتھ قطع ہو گئے ہیں لشکر معاویہ نے نہ صرف ہاتھ قطع کئے بلکہ آپ کے شکم مبارک کو بھی چاک کر ڈالا حضرت امیر المؤمنین بڑی تیزی کے ساتھ ہاشم کے پاس پہنچے اور آپ نے ایک نعرہ حیدری بلند کیا لشکر شام پرانگندہ ہو گیا اور آپ ہاشم کے پاس پہنچے دیکھا کہ ہاشم زمین پر پڑے ہیں آپ نے ان کو اٹھایا اور ان کا سر اپنے زانو پر رکھا۔ نوید بہشت دی۔ یہ علمدار لشکر امیر المؤمنین تھے اور عباس علیہ السلام علمدار لشکر امام حسین تھے جب حضرت عباس گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اور آواز دی کہ یا قاہ اور کئی تو امام حسین لاش برادر پر پہنچے دیکھا کہ آپ خاک و خون میں غلطان ہیں۔

علمدار امیر حسین بن منذر رقاشی اور شہادت

ابوالعرفاء قطی

حسین بن منذر جنگ صفین میں حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے لشکر کے علمدار تھے بروایت جنگ صفین جو دھڑ یا اکیس ماہ تک جاری رہی ہے حضرت امیر علیہ السلام نے صف آرائی سے پہلے پہلے علم اپنے ہاتھ میں رکھا۔ کیونکہ یہ ہی علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یادگار تھا۔ آنحضرت کے زمانہ میں جناب امیر علیہ السلام ہی علمدار لشکر اسلام رہے ہیں۔ یہاں تک آپ نے پھر یہ علم جنگ صفین میں بلند کیا۔ اور جب جنگ میں شدت پیدا ہو گئی تو چونکہ علم قدس ختم و کینہ ہو گیا تھا اسے ایک نیزہ کے ساتھ بلند کیا گیا۔ اور حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنے لشکر والوں سے مخاطب ہو کر فرمایا ہذا راۃ رسول اللہ کہ یہ رسول خدا کا علم ہے جب لشکر والوں نے یہ سنا کہ یہ آنحضرت کا علم مبارک ہے تو لوگوں نے اسے بوسہ دیا۔ اور اس کی زیارت کی۔ بعدہ آپ نے فرمایا کہ آج کے روز کون اس علم کو اٹھائے گا کون علمدار ہوگا چنانچہ لشکر حق میں ایک شخص جن کا نام حسین بن منذر رقاشی تھا نکلا اور اس نے علمدار ہونے پر سبقت کی۔ آپ نے اس کو علم عطا کیا۔ گویا سرفرازی عطا کی پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے اس کو علمدار اس لیے بنایا ہے کہ یہ مرد بلند و بالا ہے۔ قوی ہیکل ہے حرب و ضرب سے واقف ہے۔ دوسرے لوگ اس پر غلطہ کرتے تھے چنانچہ انہی غلط کرنے والوں میں سے یعنی علمداری کی آرزو رکھنے والوں میں سے ایک ابوالعرفاء

کو پرواز کی۔

عبداللہ بن بدیل بن ورقاء خزاعی کا جنگ صفین میں

علمدار لشکر حق ہونا اور شہادت

علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ، بحار ج ۸ میں، صاحب شرح نہج، اور نصر بن مزاعم لکھتے ہیں کہ ماہ صفر کی ساتویں تاریخ کو جنگ صفین میں لشکر معاویہ اور لشکر حضرت امیر المومنین علیہ السلام صف بستہ ہوئے اس روز حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے لشکر میں قیس بن سعد بن عبادہ سردار جمیع سواران لشکر مقرر ہوئے۔ اشعث بن قیس تمام پیادوں کے سالاموز ہوئے میمنہ پر عبداللہ بن بدیل در قاء خزاعی علمدار ہوئے اور میسرہ پر عبداللہ ابن عباس پیادوں کے علمدار مقرر ہوئے اور قلب لشکر میں حصین ابن منذر علمدار تھے اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام بھی قلب لشکر میں موجود رہے۔ اور دوسری طرف معاویہ نے بھی اپنے لشکر کی صفیں باندھیں عبداللہ ابن عمر و عباس سواروں پر سالار مقرر ہوا اور مسلم بن عقبہ فہری پیادوں پر سالار مقرر ہوا۔ میمنہ پر عبداللہ علمدار اور میسرہ پر حبیب بن مسلم علمدار مقرر ہوا اور معاویہ بھی خود اپنے قلب لشکر میں موجود رہا۔ اسی شان میں دونوں لشکر میں شور جنگ پیدا ہوا۔

برآمد ز قلب دولشکر خروش رسید آسمان راقیامت گویش
ز شوریدن ناله کرد نائی بیفتاد شب لرزہ بردست پائی

زرخ غریدن کوس فانی دماغ

زمین لرزہ افتاد در کوہ وراغ

ذہلی تھی تھے جو کہ شجاعت میں بے نظیر تھے اور شہدایت کی تبلیغ کرنا ان کا کام تھا یہ کمال آرزو حصین کے پاس آئے اور کہا یا عتہ! اعزھا ساعة کہ ایک ساعت کے لیے علم اسلام مجھے دے دیں شاید کہ علمداری کا ثواب مجھے بھی میسر ہو حصین نے کہا اے چچا تم ثواب کے طالب ہو۔ اس پر ابو العرفانہ نے کہا کہ اے حصین میں تم کو حضرت علی کی قسم دیتا ہوں یہ علم ایک ساعت کے لیے عاریتاً مجھے دیدور حصین کہتے ہیں کہ اس وقت ابو العرفانہ کی یہ حالت تھی کہ اگر ان کو علم نہ دیا تو نیکرے کہ ہلاک۔ تو جہاں حصین خدمت حضرت امیر المومنین علیہ السلام میں اے واقعہ بیان کیا۔ اور آپ سے اجازت طلب کی ایک ساعت کے لیے ان کو علم دیدول باجائز علم ان کو دے دیا یہ عاشق علم رسول خدا بغیر ناز سا تھیلو سے ہے نکا کہ اے حبیبوں جنت میں وہی جائے گا جو صابر ہے اور اللہ و رسول کے احکام مانتے ہوئے صبر کا مظاہرہ کرے اور اللہ کی طرف سے عظیم فرض جہاد کرنا ہے دشمنوں سے فی سبیل اللہ جہاد کرنا ہے۔ اور اس طرف لشکر شام نے جب علم ان کے ہاتھ میں دیکھا تو تیروں کی بارش کر دی یہاں تک کہ آپ پر اسقدر تیر پڑے کہ آپ کی پشت اور رزہ ایسی معلوم ہو رہی تھی جیسے کہ کانٹے پیوست ہوں۔

ابو العرفانہ نے اس وقت علم حصین کو دے دیا اور خود الگ ہو گئے گھوڑے سے زمین پر گرے حضرت امیر المومنین اس کی لاش پر پہنچے جنت کی بشارت دی اس نے شاہ ولایت کی زیارت کی اور روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔

اے شیعو! کہ بلا میں ذرا علمدار حسین کو دیکھو کہ جب آپ گھوڑے سے زمین پر گرے ہیں اور امام حسین کو آواز دی ہے کہ یا آقاہ ادرکنی۔ امام حسینؑ بالین عباس علمدار پر پہنچے۔ امام حسینؑ نے آپ کی آنکھوں سے خون پونچھا کہ عباس کی روح نے جنت اعلیٰ

زبس بانگ شیپور زہر و شگاف

بدید زہر بہ پیچہ ناف

غلامان اشعار کا یہ ہے کہ دونوں لشکروں میں شور جنگ اس قدر بلند ہوا کہ قیامت آسمان کے گوش زد ہو گئی یعنی بے پناہ شور ہوا۔ اور جب جنگ کی نفیری بجنے لگی تو ہاتھ پاؤں میں لرزہ پیدا ہو گیا۔ جنگ کے تقاروں کی ڈراؤنی آواز دماغ پر گراں گزر رہی تھی۔ زمین کو ہزار و سبزہ زار سب ہی لرزے میں تھے۔ اور جنگی نفروں کی آواز پتہ بھاڑ رہی تھی۔ اسی دوران حضرت امیر المومنین علی السلام نے فرمایا کہ اے دو لشکر ہمیں کیا۔ قرآن مجھ سے لو اور دونوں صفوں کے درمیان جاؤ اور اس گروہ معاویہ کے سامنے تلاوت کرو۔ اور کہو کہ اے معاویہ متابعت شیطان نہ کرو بلکہ طاعت خدا و رسول اور امیر المومنین علی کی اطاعت پیروی کرو۔

پیغمبر حق مرا برادر میگفت بجان و دل خویش برابر گفتم
من نصرت او دہمہ جا میگردم آندم کہ سخن ز شدت آواز میگفتم
یعنی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بھائی کہا ہے اور مجھے اپنا نفس یعنی اپنی جان، اپنا دل اور اپنا کہا ہے اور میں نے آنحضرت کی ہر جگہ مدد کی ہے اور اس وقت بھی میری باتیں اور شرع پیغمبری ہیں اس دم ایک جوان صالح کہ اس کا نام سعید تھا خدمت امیر علیہ السلام میں آیا۔ آپ نے فرمایا کہ اے جوان اپنی جگہ واپس جا۔ آپ نے اس سے دوسرے کہا۔ پھر وہ جوان سامنے آیا۔ تو آپ نے اس کو قرآن مجید دیا اور فرمایا کہ مردانہ وار میدان رزم میں جاؤ اور اس نے میدان جنگ میں دو صفوں کے درمیان کھڑے ہو کر کہا اے اہل شام کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے جدا ہو گئے ہیں لیکن حضور نے دو گر الفدر چیزیں ہم سے لیے چھوڑی ہیں ایک

کتاب خدا ہے دوسرے عترت رسول خدا ہے۔ تم ان دونوں کی طرف سے اعتنائی نہ کرو۔ راوی کہتا ہے کہ ابھی وہ جوان یہ کہہ رہا تھا کہ لشکر معاویہ نے اس کو تیروں کا نشانہ بنایا جناب امیر المومنین نے یہ دیکھ کر عبد اللہ بن بدیل سے کہا کہ حملہ کرو۔ عبد اللہ نے علم سلام آگے کیا اور پرچم کھولا۔ اور عبد اللہ کے عقب میں فوج حق نے پیش قدمی کی۔ عبد اللہ رجز پڑھتا ہوا آگے بڑھتا چل گیا۔ معاویہ نے دیکھا کہ عبد اللہ پیش قدمی کر رہا ہے تو اس نے حبیب ابن مسلم کو جو اس کے میسرہ کا سالار تھا حکم دیا کہ حملہ کا جواب دے۔

در آمد بغریدن آواز کو س فلک بردیان دہل بوس
رواز در آمد بجائی نبرد بنواہز بر آمد بردان مرد
زمین گفتم از یکدیکہ برورید سرافیل صور قیامت کشید
غبار زمین بر ہوا راہ گشت عنان سلامت بر و نشد ز دست
زبس ترک بر تارک اہل کین زمین آسمان آسمان شد زمین
صف میمنہ چوں رواند زجائی قحان کرد شیپور و نالید نائی
دلیران دین رایت افسر خند بقصد سر یکدگر تا خند

چنان ز سخت خون تیغ خدا شگاف

کہ شد لاکوں خاک دشت مضاف

غلامہ اشعار یہ ہے کہ طبل جنگ کی ڈراؤنی آوازیں جب فلک پر پہنچیں تو فلک دہن دہل (نقارہ) کے بوسہ لینے لگا یعنی طبل جنگ کا شور بہ نسبت آسمانی ڈھول کی آواز سے زیادہ تھا بے پناہ شور تھا۔ آواز سن کر لوگ میدان جنگ میں آگئے۔ زمین گویا پھٹ گئی اور ایسا محسوس ہوا کہ شور طبل جنگ کیا ہے بلکہ سرافیل نے صور قیامت

پھونکا ہے زمین سے غبار اڑ کر دوش ہوا پر گھوم رہا تھا۔ اور عنان سلامتی ہاتھوں سے چھوٹی ہوتی تھی یعنی کہ جنگ کا خوف لاحق تھا۔ میمنہ والے حرکت میں آچکے تھے۔ کئی نفر پانچ رہی تھیں۔ اور دینی بہادر جوانوں نے رایت دین کھولا ہوا تھا اس لیے کہ وہ ایک سر کاٹنا چاہتے تھے۔ انہوں نے تیغ ابدار کھینچی کہ میدان جنگ لالہ زار ہو جائے یعنی کشتوں کے خون سے رنگین ہو جائے۔ آخر کار لشکر حق۔ لشکر باطل پر غالب آیا۔ معاویہ کا اضطراب بڑھ گیا اور کہنے لگا یا اللہ اے عثمان کہ خون عثمان کا بدلہ لینے والو۔ جنگ میں کوشش کرو۔ کچھ لوگوں کو اس نے لالچ بھی دلایا کہ

دگر با خون از زمین جو شش زد تفصدا قدر بر بنا گوش زد
ز بس کلمہ و سرکہ آفتادہ بود یکی کوہ از کلمہ آگتدہ بود

عبداللہ بدیل علمدار لشکر حضرت امیر المومنین کو شکست ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ شامیوں کا ایک گروہ جو چار ہزار ایک سو افراد پر مشتمل تھا اور وہ سب کے سب حافظ قرآن بھی تھے لشکر امیر المومنین میں داخل ہو گئے تھے وہ سب کے سب امیر معاویہ کی پناہ میں چلے گئے۔ علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ والچ ابن بدیل و مصمم علی قتل معاویہ یعنی کہ عبداللہ بن بدیل کا یہ مصمم ارادہ تھا کہ وہ معاویہ کو قتل کرے بنا بریں ابن بدیل از خود معاویہ تک پہنچا کہ اسے قتل کرے اس نے علم اور شمشیر لے کر اپنے گھوڑے کو جوان کیا۔ او صف سے گزرتا ہوا آگے بڑھا۔ اس وقت عبداللہ بن بدیل کا بھائی محمد اس کی حمایت کے لیے اس کے عقب میں پہنچا پناہیچہ یہ دونوں بھائی ساتھ ساتھ لڑتے لڑتے معاویہ کے نزدیک پہنچ گئے۔ معاویہ نے دیکھا کہ یہ قتل کرنے کے ارادہ سے آئے ہیں انہوں نے چاہا کہ اس پر وار کریں اس نے شور مچایا لڑا

کو مجھ سے دور کرو۔ مجھے یہ قتل کرنا چاہتے ہیں اس کے حمایتی چاروں طرف سے آگئے۔ اور ان لوگوں نے عبداللہ اور اس کے بھائی پر پتھروں۔ تیروں اور عمو سے حملہ کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ معاویہ کے لوگ دونوں بھائیوں کے درمیان حائل ہو گئے اور ان میں جدائی ہو گئی محمد بن بدیل اس وقت ایسا مصیہ بلند کیا کہ دور تک اس کی آواز گئی اور وہ قتال و جدال میں مشغول ہو گیا محمد کو ناپنے بھائی کی کوئی آواز آئی اور نہ وہ اس کو نظر آئے اس نے کہا این انت اخی کہ لے بھائی کہاں میں۔ لیکن عبداللہ زخموں کی تباہ نہ لاسکے اور گھوڑے سے زمین پر آچکے تھے۔ اے شیعو۔ عبداللہ اور اس کا بھائی محمد اور کربلا میں حسین اور عباس علمدار دونوں کے حالات میں مشابہت ہے حضرت امام حسین اور حضرت عباس کے درمیان بھی فوج مخالفت نے جدائی کر دی تھی۔ حضرت امام حسین نے اپنے بھائی عباس کی آواز سنی، صرف ایک ہی آواز گوش فرد ہوئی تھی امام حسین نے دیکھا کہ اب دوبارہ آواز عباس نہیں آتی۔ علم کو دیکھا تو اسے سزنگوں پایا۔ غمزن کہ عبداللہ بن بدیل کے قتل ہونے کی خبر معاویہ کو ملی تو اس نے الحمد للہ کہا۔ بعدہ کہنے لگا کہ میں نے علی کی ایک چشم (معاذ اللہ) کو رکھ دی خدایا تو علی کی دوسری آنکھ بھی کو رکھ دے دوسری آنکھ سے معاویہ کے نزدیک مالک اشتر مراد تھے مطلب یہ تھا کہ خدایا مالک اشتر بھی قتل ہو جائیں قاضی علیہ الرحمۃ مجالس المومنین میں لکھتے ہیں کہ معاویہ اپنے وزیر عبداللہ عامر۔ مقتول عبداللہ بن بدیل کی لاش پر آیا معاویہ کی نظر عبداللہ کے قدم و قامت پر پڑی دیکھا کہ وہ شیر کی طرح گشتہ پڑا ہے معاویہ نے چاہا کہ خنجر سے اس کے کان اور دماغ قطع کرے اس وقت عبداللہ عامر نے اس سے کہا کہ عبداللہ بن بدیل گزشتہ زمانہ میں میرا رفیق تھا۔ او اس کی دوستی کی وجہ سے میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کو مثلہ نہ کیا جائے۔

دشمن جب تک زندہ ہے جیسا برتاؤ کرنا ہو کیا جاسکتا ہے لیکن جب وہ مر گیا تو اس کی میت کے ساتھ ایسا برتاؤ مناسب نہیں ہے۔ دامصیبتاہ۔ کربلا میں روز عاشوراء بنی امیہ نے حضرت عباس ابن علیؓ کے ہاتھ قطع کئے اور امام حسین علیہ السلام کی انگشت مبارک ایک انگشتی کی خاطر قطع کی جس مبارک ٹکڑے ٹکڑے کیا سر جدا کیا۔ **اللعنة الله على القوم الظالمين**

جنگ جمل میں مسلم مجاشعی کی شہادت

ان دنوں میں جب حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو ام المومنین بی بی عائشہؓ اور طلحہ و زبیر سے مقابلہ درپیش تھا کہ ایک روز جمل کے مقام پر دونوں طرف کے لشکر کی صفیں آراستہ ہو گئیں اور طبل جنگ بجنے لگا کلام المومنین بی بی عائشہؓ ایک ہودج میں سوار ہو کر لشکر طلحہ و زبیر میں آئیں ان کے اونٹ کے گرد بصرہ کے لوگوں کا احاطہ تھا جو بطور محافظہ دستہ ساتھ تھے۔ اہل بصرہ اور خصوصاً بنو عتبتہ زیادہ احترام کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ شتر ام المومنین کا نام ”عکبر“ تھا اور اس کی مہار تھا منے کے لیے آپس میں نزاع ہو رہی تھی کیونکہ اس سعادت کو حاصل کرنے کا ہر ایک قبیلہ معنی تھا۔ قاضی نور اللہ مجالس المومنین میں لکھتے ہیں کہ اسی اثنا میں حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے قرآن مجید منکایا۔ اور اسے دکھا کر طلحہ و زبیر کے لشکریوں سے دریافت کیا کہ کونسی کتاب ہے اور فرمایا کہ میرے پاس سے قرآن لے جاؤ اور اس کو بغیر پڑھو اور دیکھو کہ قرآن گروہ باغی کے لیے کیا کہل ہے اور آپ نے اور بھی نصیحت کی۔ آپ کے لشکر میں ایک مسلم نامی تھا وہ شجاعیت و بہادری میں مشہور و معروف تھا امیر المومنین کے سامنے آیا اور آپ سے قرآن لے لیا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ لے

ہو ان مرد بے عیب مجھے خداوند عالم الغیب نے خبر دی ہے کہ جو شخص بھی قرآن کو ان لوگوں کے پاس لے جائے گا اس کے دونوں ہاتھ قطع ہو جائیں گے۔ لہذا بوقت جنگ قرآن پر نگاہ رہے۔ اور جب اس کے دونوں ہاتھ کٹ جائیں گے تو اس کا سر کاٹا جائے گا اور روح رضوان الہی کی طرف پرواز کر جائے گی جب مسلم مجاشعی نے حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب سے یہ کلام سنا تو اپنی جان کے خوف سے قرآن کو لینا ترک کر دیا اور کہا کہ یہ کام میری طاقت سے باہر ہے حضرت امیر المومنین نے پھر اپنا کلام دہرایا۔ لیکن کسی شخص کو جرأت نہ ہوئی کہ وہ پیش قدمی کرے۔ بس پھر مسلم نے قرآن مجید آپ سے لیا اور میدان کارزار میں آئے۔ اس طرح آئے جیسے روز عاشوراء حضرت عباس بن علیؓ لشکر اعداء میں آئے ہیں حالانکہ جانتے تھے کہ ایک مشک آب کے لیے ہاتھ قطع ہو گئے سزا سنگافہ ہو گا مگر مسلم مجاشعی میدان کارزار میں پہنچے۔ دو صفوں کے درمیان قرآن مجید کو کھولا لشکر طلحہ و زبیر معترض ہوا۔ مگر مسلم مجاشعی نے دلیارہ طور پر باواز بلند کہا کہ اے کتاب تو نے غلط کہا اور تو کذب بیانی سے کام لیتا ہے اور پھر طلحہ و زبیر دعا اور مسلم مجاشعی میں مباحثہ ہوا اور جنگ و جمل شروع ہو گئی۔ اور طلحہ نے ایک آدمی کو ماریا کہ مسلم کا جس کے پاس قرآن ہے ہاتھ قطع کر دے چنانچہ وہ ملعون حلاہ اور ہوا اور مسلم کا دست راست کہ جس میں قرآن تھا قطع کر دیا مسلم نے قرآن مجید بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ کوفیوں نے روز عاشوراء حضرت عباس ابن علیؓ کے دونوں ہاتھ قطع کئے تھے کہ جب آپ نہر فرات سے مشک آب لے کر واپس آ رہے تھے شکر عمر بن سعد کے کسی ملعون نے تیرا ملا جس سے مشک کا پانی بہہ گیا۔ اور حضرت عباسؓ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے آواز دی یا افاہ اور کہی۔ اے آقا اے بھائی جلد مدد کو

آئیے۔ بہر حال مسلم کا دست چپ بھی قلم ہو گیا تو مسلم نے قرآن کو اپنے سینہ سے لگایا۔ لیکن ان ملعونوں نے آپ پر پے در پے حملے کئے اور آپ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور مسلم بھی وہاں موجود تھی جب اس نے اپنے بیٹے کو ٹکڑے ٹکڑے دیکھا تو گریہ و زاری کرنے لگی اس وقت حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا ہے

یارب ان مسلما اتاہم بمحکم التنزیل اذ ہا ہم
یتلو کتاب اللہ لایختاہم
فخصیوا من دمہ لہا ہم
وامہ واطمة تراہم
فخادروہ قطعاً تراہم

غلام یہ ہے کہ وہ قرآن مجید کو جس کی تنزیل حکم ہے مسلمانوں نے تیزی کے ساتھ اس کو ختم کر دیا، اور حامل قرآن کا خون بہا دیا۔ گویا قرآن خون سے رنگین کر دیا اس کی ماں (مسلم کی والدہ) اس کا خون بہتا ہوا دیکھتی اور ان عہد شکن لوگوں نے مسلم اور قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ پس حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے لشکر کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ اس جوان کے خون کا بدلہ لو کہ اس دین کی خاطر اپنی جان قربان کی ہے پس لشکر حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اصحاب جبل پر حملہ کیا۔ اور لشکر کے تمام سرداروں کو جھگا دیا۔ یہاں تک کہ امیر المومنین کے تمام سرداران لشکر نے حملہ کیا سب سے پہلے حجاج بن خزیمہ انصاری نے اصحاب جبل پر حملہ کیا۔ پھر خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین آگے بڑھے اور حملہ کیا۔ شریح بن ہانی عاری، ہانی بن عروہ مدحی، زید بن کعب ہمدانی حملہ آور ہوئے اور پھر ان کے بعد جناب عادیاس نے حملہ کیا۔ ان کے ساتھ مالک اشتر نخعی رومی بھی تھے اور ساتھ ہی ساتھ سعید بن قیس ہمدانی پر حملہ آور ہوئے مختصر یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین

کے لشکر نے میمنہ و میسرہ، اور قلب لشکر میں گھس کر حملے کئے اور اصحاب جبل کو منتشر کر دیا۔ اور جنگ جبل میں حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے حملے کئے اور قتال کیا۔ اسے شیعہ۔ حضرت امیر المومنین نے مسلم جاشی کے دونوں ہاتھ قطع ہونے کے عوض حملہ و مقابلہ کا حکم دیدیا اور آپ اس وقت تک راضی نہ ہوئے کہ بدلہ نہ لے لیا جائے۔ آپ کس طرح راضی ہو سکتے ہیں ان ملعونوں سے کہ جنہوں سے کہ جنہوں نے روز عاشورا حضرت عباس کے دونوں ہاتھ قطع کئے اور سقائے سکینہ کو پانی بیجانے سے روکا اور آپ کے جسم مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ کاش کہ حمزہ کو ہلاک ہوتے کاش جعفر طیار کو ہلاک ہوتے اور دیکھتے کہ عباس نے کس شان سے نصرت امام حسین کی ہے۔ و احسنا امام حسین لاش عباس فرات سے اٹھا نہ سکے اور جلتی ہوئی ریت پر لاش مبارک پڑھی رہی

حکایت غلام حضرت امیر المومنین علیہ السلام

علامہ مجلسی نے بحار میں اصبح بن نباتہ سے روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی خلافت ظاہری میں ایک جماعت نے اگر آپ سے یہ شکایت کی کہ آپ کے غلام نے چوری کی ہے آپ نے اپنے غلام پر ایک نظر ڈالی لیکن اس کے چہرہ پر نود محبت دیکھا تاہم فرمایا یا غلام اس وقت کیا تو نے چوری کی ہے۔ غلام نے عرض کیا کہ ہاں اے آقا مولیٰ میں نے چوری کی ہے۔ حضرت امیر المومنین نے فرمایا کہ شککتہ امحک تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے۔ آپ نے پھر فرمایا کہ اگر دوسری مرتبہ اقرار کیا تو میں تیرا ہاتھ قطع کرنے کا حکم دے دوں گا۔ یہ فرمایا کہ آپ نے اس سے دوبارہ دریافت کیا کہ سچ بتلایا تو نے چوری کی ہے وہ بولا

کہ ہاں میں نے چوری کی ہے۔ امام عالی مقام نے اس کا ہاتھ قطع کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ اور تین مرتبہ کے اقرار پر اس کا دست راست قطع کیا گیا۔ اس وقت عبداللہ کو اشارہ اور اس غلام کے درمیان موجود تھا اس نے دست بریدہ اٹھا کر غلام سے سوال کیا۔ یا اسود من قطع یمینک کہ اے غلام تیرا دست راست قطع کر دیا گیا۔ غلام جو کہ حضرت شاہ ولایت کی محبت میں سرشار تھا اس نے حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی مدح و ثنا کرتے ہوئے کہا کہ ہاں میرا ہاتھ قطع کیا گیا۔ اور امیر المومنین نے عدل سے کام لیا ہے اور اس طرح آپ نے مجھے روزِ مشرب الہی سے نجات دیدی ہے وہ کہنے لگا کہ مجھے فخر ہے کہ میرا ہاتھ شاہ ولایت کے حکم سے قطع ہوا ہے۔ میرا ہاتھ استاد جبریل نے قطع کیا ہے۔ میرا ہاتھ قرآن ناطق نے قرآن صامت کے حکم سے جدا کیا ہے۔ میرا ہاتھ پشت و پناہ خلافت نے قطع کیا ہے یہ مدح و ثنا سن کر ابن کو امیرانہ رہ گیا اور کہنے لگا کہ اے غلام امیر المومنین نے تیرا ہاتھ قطع کیا اور تو ان کی مدح و ثنا میں رطب اللسان ہے غلام نے کہا کہ میں کس طرح مدح و ثنا جناب امیر نہ کروں کہ ان کی محبت اور اطاعت میرے گوشت اور خون میں پیوست ہے۔ بخدا علی مرتضیٰ میرا ہاتھ قطع نہ کرتے اگر خدا کا حکم واجب نہ ہوتا یعنی کہ حضرت امیر المومنین نے حکم خدا پر عمل کیا ہے اور یہی شان مومنین کے سردار و آقا ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ مطیع خدا اور رسول خدا ہو۔ ابن کو حضرت امیر المومنین کی خدمت میں آئے اور عرض کیا آج میں نے عجیب بات دیکھی ہے۔ فرمایا وہ کیا بات ہے اس نے کہا کہ جس غلام کا آپ نے ہاتھ قطع کیا ہے وہ ہاتھ قطع ہونے کے بعد آپ کی مدح و ثنا کرتا رہا۔ آپ نے اس غلام کو طلب کیا۔ آپ نے کچھ دست بریدہ پر چادر ڈال کر دو رکعت نماز ادا کی اور اس

کا دست بریدہ اس کے بازو سے ملایا۔ اور فرمایا اصبطی ایہا العروق واتصلی کما کنت۔ یعنی کلاے رگ و ریشہ بہم ہو جا اور اصلی حالت پر آجا۔ پس یہ فرماتا تھا کہ اس کا کٹا ہوا ہاتھ اپنے جوڑ سے ملا اور صحیح و سالم ہو گیا و احسن کر بلا میں بھی امام عالی مقام تشریف لاتے اور اپنے پسر عباس کے قطع بریدہ دیکھتے تو کس قدر صدمہ ہوتا

واقعہ صفین اور گفتگوئے امیر المومنین علیہ السلام با معاویہ

اور غلام حریت کا قتل ہونا

علامہ مجلسی نے قن میں، ابن الحمید نے شرح نہج البلاغۃ میں غزوہ صفین کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ جنگ صفین جو معاویہ اور امیر محقق علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے درمیان ہوئی ہے جو کہ تقریباً اکیس ماہ جاری رہی ہے اسی جنگ میں کسی روز دونوں لشکر آمنے سامنے صف بستہ تھے کہ حضرت امیر المومنین نے تمام جہت کے لیے معرکہ کارزار میں قدم رکھا فتادی یا معاویۃ یا معاویۃ یکرہ، بھا بلند آواز سے دو مرتبہ معاویہ کو پکارا اور فرمایا کہ آخر یہ کیا کر رہا ہے عمرو عاص نزدیک آیا اور عرض کیا۔ آپ کیا چاہتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ معاویہ سامنے آئے۔ تاکہ میں اس سے دو باتیں کر سکوں۔ عمرو عاص گیا اور معاویہ کو حضرت علی علیہ السلام کا پیغام پہنچایا۔ اور معاویہ معرکہ کارزار میں آیا۔ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے معاویہ عدام یقتل یبسی و یمینک۔ کہ میرے اور تیرے درمیان کب تک مقابلہ ہوتا رہے گا جنگ ختم ہونا ضروری ہے۔ معاویہ نے

روآن کرد رخس جہاں تاب را
بر آنکخت آن آتشین آب را
عنان نکاور بدولت سپرد
یہ شمشیر عنتر کشتی دست برد
بزد بانگ حیدر کہے ز غم پیر
چو افتاد از غم کشتی تو سیر
برو تا نخل سرخ رویت کنم
مسلسل تر از جعد مویت کنم
فتد رنگ بر تیغ آئینہ رنگ
من آئینہ ام بر من افتاد رنگ
چو گفت ای سخن برکاب ایستاد
بر آورد باز و عنان بر کشاد
بسختی کہ زد بر سرش تیغ را
فرو زندہ بر تیغ بر زد تیغ را
بیک زخم شمشیر پولاد سخت
نگوں شد نہجاک آہنوس درخت

غلامہ اشعار یہ ہے کہ جب غصہ میں پھرا ہوا حریت میدان کارزار میں پہنچاؤ
اس نے غلاف سے تلوار نکالی کہنے لگا کہ جب میں معرکہ میں تلوار کھینچتا ہوں
تو میری تلوار پتھر کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے اور میں کسی سے جنگ کرنے
کی آرزو نہیں رکھتا اس لیے کہ کوئی میرا ہمسر نہیں ہے اگر کسی سے جنگ کروں
تو جنگ کرنا میرے لیے باعث ننگ و عار ہے۔ لیکن علی ولی جو رسول خدا کے
چچا زاد ہیں ان سے جنگ کروں گا اگر وہ میدان میں آئیں ورنہ نہیں۔ جب حضرت
علی ولی حیدر کے ارغیر فرار سے اس بد نہاد کی یہ باتیں سنیں تو آپ نے اس کی
طرف رخ کیا تو حضرت امیر المومنین نے سختی کے ساتھ اس پر تلوار کا داریا۔ اور
ایک ہی ضرب میں وہ ملعون رو سیاہ مثل درخت آہنوس زمین پر گر افتادہ نفسین۔
اس کے برابر کے دو ٹکڑے کر دیتے۔ اور حضرت امیر علیہ السلام میدان کارزار سے
اپنی جگہ واپس آگئے جب معاویہ کو حریت سے قتل ہونے کی خبر ملی کہ حضرت
علی نے اسے دو ٹکڑے کر دیا تو وہ بہت غلگن ہوا اور اپنے سواروں کے ساتھ

یہ سن کر عمرو العاص کی طرف دیکھا کہ علی مرتضیٰ کیا کہتے ہیں عمرو عاص نے کہا۔ قد
انصفك انصف الرجل و الله۔ کہ علی مرتضیٰ انصاف کی بات
کہہ رہے ہیں ہمیں کاب جنگ ختم کرنا چاہیے۔ معاویہ نے اس سے کہا کہ اے
نمک حرام تو علی کی حمایت کر رہا ہے۔ اس کا مطلب تو یہی ہے کہ تو چاہتا
ہے کہ ما بار نہ ابن ابی طالب مع شجاع قط الا وقد سق
الارض بد مہ۔ یعنی اس وقت تک علی ابن ابی طالب
کے مقابل کوئی شجاع نہیں نکلا کہ وہ زمین کو خون سے رنگین کرنا میں علی کا مقابلہ
کس طرح کر سکتا ہوں پس اس قدر بات کی اور بھاگ گیا۔ اور عمرو عاص بھی اس
کے عقب میں واپس چلا گیا۔ اور معاویہ کا ایک غلام حدیث نامی تھا۔ و کان
یلبس صلاح معاویہ کان متشابھا یہ غلام سیاہ نام اکثر بیشتر معاویہ
کو چھپا دیتا تھا اور خود چونکہ معاویہ کی تصویر تھا ظاہر ہوتا تھا لہذا معاویہ نے
حریت سے کہا کہ اے غلام تو سب سے جنگ کرنا لیکن علی ابن ابی طالب سے جنگ
نہ کرنا ورنہ مارا جائے گا۔ عمرو عاص چونکہ حریت سے کہا کہ اگر تو اپنا نام بلند کرنا
چاہتا ہے تو علی ابن ابی طالب کو قتل کر۔ وہ احمق اس کے کہنے میں آگیا اور اسلحہ
سے آراستہ ہو کر میدان کارزار میں آگیا۔

درآمد جو سبیل دمان در مصاف
کشید از دھا از شکاف غلاف
چو معرکہ بر کشم تیغ تیز
بکوبہ کنم سنگ را ریز ریز
نخواہم کسی رو بجنگ آورد
مزم جہان زیر ننگ آورد
مگر ابن عیم رسول خدا
بمیدان آیم والا فلا
علی ولی شاہ شکر شکن
چو شنید از آن سیران سخن

حریث کے سر ہانے پہنچا اور کہنے لگا ہے

حریث المقلع وجھلک ظاہر بان علیا للفوارس قاہر
وان علیا لم یبارہ فارش من الناس الا قصرہ الا ظاہر
ارتک امرًا حازما ففصیتنی فخذک المسمع النصیح فتاصر

یعنی کہ معاویہ نے حریث کی لاش کو دیکھ کر کہا کہ اے حریث تیری جہالت ظاہر ہے کیونکہ تو نہیں جانتا تھا کہ امیر المومنین علیؑ بڑے شجاع و بہادر ہیں۔ مرد میدان کارزار ہیں۔ ان سے کوئی بہادر نہیں جنگ کر سکتا تو نے میری نصیحت کو ذرا موش کرویاد میں نہ لیا تھا کہ علیؑ ابن ابی طالبؑ سے جنگ نہ کرنا۔ تو نے علیؑ سے جنگ کر کے اپنی جان گواہی دے کر تیرے لیے بھی سزا کافی ہے معاویہ وہاں سے اٹھا اور اپنی جگہ آگیا۔ حریث کے ساتھیوں میں شور و غل برپا ہوا۔ علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ معاویہ کا ایک دوسرا غلام جس کا نام امیر تھا شجاعت میں مشہور تھا۔ او دغظ و نصیحت کرنے میں بھی مشہور تھا وہ بھی حریث کے نقش قدم پر چلا اور میدان معرکہ میں حضرت علیؑ کے مد مقابل ہوا ہے

پہو احر بیا مد میان مصاف زبان بر کشادہ بمشتی گزاف
کہ ابر سیاہ آمد از کوہ زنگ نترسم من از اژدھا و نہنگ
قوی پنجر و سخت بازو منم گران کوہ راہم ترازو منم

یعنی کہ امیر میدان کارزار میں آیا تو اس نے گزاف زنی کی یعنی یہود و بتائیں کہیں اور شیخی کرنے لگا کہ میں امیر کیا ہوں بلکہ ایک ابر سیاہ کوہ زنگ سے اٹھا ہے اور میں اژدھا و نہنگ (ناک) سے نہیں ڈرتا ہوں۔ میں قوی پنجر و سخت بازو والا ہوں اور میں ایک پھار کو شل ترازو سمجھتا ہوں غرض کہ امیر میدان میں پہنچا تو حضرت

امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ نے اپنے غلام کیسیان کو اسی کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ رد و بدل شروع ہوئی اور کیسیان نے امیر کو قتل کر دیا۔

حجاج بن یوسف ثقفی میں قنبر کا علیؑ کی مدح کرنا او

شہادت قنبرؑ

حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ علیہ السلام کے غلاموں میں قنبرؑ سرفہرست ہیں ان کا نام قنبرؑ ہے انجناٹ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے پہلے آپؑ زبردشت کی تعلیمات کے پیرو تھے۔ تقریباً تیس سال کی عمر میں آپؑ حضرت امیرؑ کی خدمت میں آئے ہیں اور آپؑ ہی دست حق پرست پر دین اسلام قبول کیا ہے۔ بروایت ذریعۃ النجات آپؑ کا رنگ چہرہ مہربانی و سیاہی مائل تھا۔ آپؑ کی اصل از حبشہ تھی اور آپؑ اس شہر حبشہ کے سلطان کی اولاد میں سے تھے۔ بنابرین مزاج شہانہ تھا مگر اس کے باوجود آپؑ غلامی شاہ نجف پر فخر کرتے تھے۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے کتاب الارشاد میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک روز حجاج بن یوسف ثقفی کے دل میں یہ خیال آیا کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے کسی غلام کو بلا کر دیکھوں اور اس سے گفتگو کروں۔ چنانچہ حجاج بن یوسف ثقفی نے اپنے درباریوں سے کہا کہ میں کسی غلام علیؑ مرفقی سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں اس کو دیکھوں اور اس کو تہ تیغ کروں تاکہ بارگاہ خدا میں تقرب حاصل ہو۔ اس کے دوستوں نے کہا کہ اس زمانہ میں قنبرؑ سے زیادہ قریبی غلام علیؑ مرفقی کوئی اور نہیں ہے کیونکہ قنبرؑ بہت عرصہ تک امیر المومنین کی خدمت انجام دی ہے حجاج نے فرمان

جاری کیا کہ قبر کو ہمارے دربار میں پیش کیا جائے قبر کو بلایا گیا جب قبر اس کے
 دربار میں پہنچے اور اس کی نظر قبر پر پڑی کہنے لگا کہ تو قبر غلام علی مرتضیٰ ہے کیا
 تیرا مولیٰ علی ہے قبر نے کہا کہ اگر تو حضرت رسول خدا کے فرمان کا معتقد ہے تو سن۔
 آنحضرت نے فرمایا ہے کہ جس کا میں مولیٰ اس کا یہ علیؑ مولا ہے۔ کتاب مجالس
 المؤمنین میں ہے کہ حجاج نے سوال کیا اے قبر تیرا آقا کون ہے تو کس کا غلام ہے
 قبر جانتے تھے کہ حجاج کو مدح علیؑ پسند نہیں ہے۔ لہذا انہوں نے وہاں اس
 کے سامنے مدح علیؑ شروع کی تاکہ اس ملعون کو زیادہ فحالت و تکلیف پہنچے جناب
 قبر نے حضرت مولائے کائنات امیر المؤمنین علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کی مدح میں
 کہا۔ انا عبد لعلی المرتضیٰ ولی العوالیٰ کلما از دت میکافہ
 قالوا لا تعالیٰ ایہا الناس انا مولیٰ امیر المؤمنین و بایع البیعیین و
 هاجر الہجرتین و لم یکفر بالله طرفۃ العین انا مولیٰ صاحب
 المؤمنین و نور المجاہدین و وارث النبیین و خیر الوصیین
 و اکبر المسلمین و یعسوب الدین و رئیس البکامین و زین العابدین
 و سراج المہتدین و ضو القائمین و افضل القانتین و اول المؤمنین
 من الیسین المؤمنین بچیر ثیل الامین و المنصور بجمیکا ثیل و
 المحمود عند اهل السموات اجمعین سید المرسلین و السابقین و
 قاتل الناکثین و القاسطین و لمحای عن حرم المسلمین و وصی نبی
 فی العالمین و امینہ علی المخلوقین
 ان ماکم کشفہ ولایت
 فتویٰ وہ دونی ہدایت

دارندہ تخت بادشاہی داری سفیدی و سیاهی
 زان ز آسمان انداز سردار سرپر دار آفاق
 فیاض چشمہ معانی کیوان امور آسمانی
 کان ازکاف و خراب کشتہ بحر ازکر مش پر آب کشتہ
 آن بد کہ نام او منیر است در غاشیہ داریش حقیر است
 آنجا کہ سمنہ او زوی سم شیراز از نمط زمین شدی کم
 مولف کتاب نے مدح امیر المؤمنین علیہ السلام بصورت نظم کی ہے جس کا اردو ترجمہ
 یہ ہے کہ حضرت امیر المؤمنین تمام خدائی کے بادشاہ ہیں، ہر سفید سیاہ یہ حقوق بادشاہی
 رکھتے ہیں۔ آسمانی درق عطا کرنے والے ہیں آسمانی کنادوں کے سردار و بادشاہ
 ہیں۔ معنی مطالب اور علم کا فیض پہنچانے والے ہیں۔ احوالات آسمانی کے لیے
 ملک ہفتم ہیں۔

بقیہ مدح علیؑ بہ بیان قبر۔ ولی اللہ، ناصر دین اللہ، و کلمۃ اللہ،
 و عیبتہ علمہ و کھف دینہ سمع منی باذل جری ہمام صابر
 مقام مہدی مقدم، قاطع الاصلاب مفرق الاحزاب علی الرقاب
 اربطہم عناننا و اثبتہم جناننا و اشدہم شکیمہ۔ باذل باسل
 صند بد۔ ضرغام، حازم، عرام، خطیف، مجاہد، کریم الاصل، شریف
 الفضل فاضل القبیلۃ ثقی العشیرۃ زکی الزکاء، مودی
 الامانت، امام العباد، مہدی الرشاد، الاشعث الحاطم
 و البطل الجماعہ، واللیث المزاحم، بدری، مکی،
 روحانی شعثانی من الجبل شواہقہا، و من ذری

الهصاب ر و شلہما، ومن العرب سیدھا ومن
الوغا لیتھا البطل الہمام واللیث المقدام والیدر الشمام
محک المؤمنین و وارث المشعیرین ابو السبطین ابن
عمر النبی واللہ امیر المؤمنین حقا حقا علی ابن ابی طالب علیہ
من الصلوٰۃ الزکیۃ اذ کاھا ومن البرکات السنیۃ
استھا۔

علی کے قبر اعلیٰ کو کوئی کیا جائے

ہذا کے بعد رسالتاں بسکھیں

ججاج بن یوسف ثقفی نے جب یہ مدح سنی تو وہ بہت پرانگندہ ہوا۔ اور قبر پر
غضبناک ہوا سچ ہے کہ منافق مدح امیر المؤمنین علی علیہ السلام نہیں سن سکتا۔ البتہ
آواز سا سن سکتا ہے اس وقت ججاج نے کہا کہ قبر علی سے بیزاری کرو ورنہ میں
تمہاری گردن قطع کر دوں گا۔ قبر نے کہا کہ اگر علی سے بیزاری چاہتے ہو تو مجھے
علی سے بہتر امت رسول میں کوئی دوسرا شخص بتلاؤ کہ جیسے ہم اپنا مولا سمجھیں۔

ای غالت ہمہ شہنائی تو روسیہ از روز طر بھائی تو

ایں ہمہ مدی ز علی کردہ ام مدح کریم ازلی کردہ ام

ای ز خدا غافل و از خویش تن چند کنی ظلم چہ خواہی زن

زور جہان پیش نیاز وی تست سنگ وی افزوں ز ترازوی تست

نیست مبارک ستم انگشتن آب خود و خون کسان ریختن

تیر ستم دور کن از راہ ما

تا نخری تیر سحر گاہ ما

خلاصہ شعاریہ ہے کہ قبر نے کہا اے ججاج تیری ساری رائیں اور سارے
دن عیش و طرب و غنائیں گزرتے ہیں مگر تو شرمندہ نہیں ہوتا۔ خجالت محسوس
نہیں کرتا۔ یہ مدح علی جو میں نے کی ہے یہ میری زبان کے نکلے ہوئے الفاظ نہیں
بلکہ خدا نے کریم نے مدح علی کی ہے۔ اے بد نخت تو خدا سے غافل ہے اور
اپنی ذات سے غافل نہیں۔ جو تو مجھ پر ظلم کرنا چاہتا ہے کر لے۔ تیرے بازوؤں
کی طاقت سے دنیا کا زور زیادہ ہے اس کا ایک سنگریزہ تیری ترازو سے
افزون ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں تجھ سے زیادہ بھی صاحبان اقتدار و جبر
ہیں تو ان کے مقابلہ میں کم تر ہے۔ تجھے ظلم و ستم کرنا مبارک نہیں ہے اپنی
ابرو دکھوتا ہے اور لوگوں کا خون بہاتا ہے۔ اور اے ججاج ہم سے اپنا تیر
ستم و ظلم دور رکھ ایسا نہ ہو کہ تجھ کو ہمارا تیر صبح دم کھانا پڑے یعنی ہمارے
مولیٰ کے نور کے سامنے تیری سیاہی ختم ہو جائے۔

اس پر ججاج نے کہا کہ میں تجھ کو قتل کر دوں گا۔ بتلاؤ تم علی کی محبت میں قتل
ہونا پسند کرتے ہو۔ قبر نے کہا کہ میں اس چیز کو تجھ پر چھوڑتا ہوں۔ ججاج نے
کہا کہ تو مجھ پر کیوں چھوڑتا ہے۔ قبر نے کہا اس لیے کہ بہر حال تو مجھے قتل کرے
گا اور تو ایسا ہی چاہتا ہے کیونکہ میرے مولا امیر المؤمنین ابن ابی طالب نے
مجھے خبر دی ہے کہ تو میری محبت میں قتل کیا جائے گا۔ بس ججاج ملعون نے
جلاد کو حکم دیا کہ تلوار لائے اور چڑھے کی کھال کہ جس پر قتل کیا جاتا ہے حاضر
کرے۔ جلاد شمشیر و کھال لایا۔ اور جلاد نے قبر رحمۃ اللہ علیہ کو اس وقت قتل
کر ڈالا۔ اس موقع پر۔ ویک الجن، ایک شاعر دربار میں موجود تھا اس نے
ججاج سے دریافت کیا اے امیر کیا سب دوسداران علی کو قتل کرے گا۔ اس

کے اس کلام پر ججاج ملعون بہت برہم ہوا۔ اور دیکھ الجحش اس جگہ سے اٹھا
عمامہ زمین پر پھینکا۔ اور کہنے لگا کہ الامان از ظلم امیہ کہ بنی امیہ کے مظالم سے
پناہ مانگتا ہوں کہ انہوں نے سردار جوانان جنال کو قتل کیا۔ اور بعد گھوڑوں
کی نعل بندی کر کے ان کی لاشوں کو پائمال کیا۔ دن گزرنے کے بعد دوستانہ
علی مرتضیٰ بوقت شب لے اور قبر علیہ الرحمۃ کی لاش کو سپرد خاک کیا۔

— روز عاشوراء حضرت امام حسینؑ کا تنہا رہ جانا اور —

عازم میدان قتال ہونا

علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ نے بحار میں تحریر فرمایا ہے ثمر التفت الحسین
عن یحییٰ بن مسلم عن یحییٰ بن خالد عن یحییٰ بن یسار عن یحییٰ بن خالد
یعنی روز عاشوراء پھر حضرت امام حسینؑ علیہ السلام نے دائیں جانب نظر ڈالی تو
عزیز و انصار میں سے کوئی نظر نہ آیا بائیں جانب نظر ڈالی تو کوئی نظر نہ آیا۔ کیونکہ
سب قتل میں لگے ہوئے سو رہے تھے۔ آپ نے اس وقت سوے
آسمان نظر اٹھائی اور آہ سرد کہی۔ صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ حضرت
سید سجادؑ نے اپنے بابا حسینؑ پر نظر کی دیکھا کہ حسینؑ حیران و شہدہ کھڑے
ہیں اور نظر اٹھائے ہوئے آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ پھر آپ نے خیمہ
سے تلوار نکالی۔ صاحب کتاب الریاض لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ کی حالت دیکھ
کہ سید سجادؑ کا بدن کانپ رہا تھا اور ضعف و لقاہت غالب تھی۔ اور آپ
قریب بہرہاگت پہنچ گئے تھے۔ حرکت کی بالکل طاقت نہ تھی۔ امام حسینؑ کی نظر

سید سجادؑ پر پڑی مہربانی تشریف لائے۔ اور فرمایا اللہ اللہ! اے نور دیدہ تو
میرے بعد حجت خدا ہے تو امام امت ہے۔ تو ہی میرا خلیفہ ہے کیا تو بھی
ختم ہو جائے گا کتاب ریاض میں ہے کہ امام حسینؑ علیہ السلام بیمار کے پاس بیٹھ
گئے اور جو کچھ وصیتیں کرنا تھیں تلقین کیں اور خدا حافظ فرمایا۔ شیخ طریحی کتاب
منتخب میں فرماتے ہیں کہ حضرت سید سجادؑ علیہ السلام سے روایت ہے کہ میرے
پدر بزرگوار شہادت سے قبل میرے خیمہ میں آئے مجھے تسلی دی اور فرمایا کہ اے
فرزند ایک روز جبریل امین وحیہ کبھی کی صورت میں ہمارے جد نامدار کی خدمت
میں آئے۔ میں اور بھائی حسن مجتبیٰ دونوں ناناکے دوش پر بیٹھے تھے کہ اس حال
میں جبریل نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیا۔ اور پھر ایک آنار ایک بھی ادریک
سیب ان کے ہاتھ آیا اور وہ دے دیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے بچوں اب تم
اپنے گھر چلے جاؤ۔ ہم دونوں اپنے گھر روانہ ہو گئے۔ اور امیر المومنین علیہ السلام نے
فرمایا کہ اے بچو آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ جب تک میں نہ آجاؤں نہ کھانا۔ آنحضرتؐ
غافل نہ اسلام اللہ علیہما میں تشریف لائے اور پنجتن پاک جمع ہو گئے تو ان میوہات
کو سامنے رکھا گیا۔ سب نے سیر ہو کر کھایا مگر پھر بھی وہ میوے اپنی پوری حالت
میں تھے۔ یعنی ہر میوہ جات سالم تھے۔ اور جب آنحضرتؐ نے رعدت فرمائی
تو آنار غائب ہو گیا بھی اور سیب باقی رہا۔ اور جب ہمارے پدر بزرگوار علی مرتضیٰ
شہید ہوئے تو بھی غائب ہو گئی اور سیب باقی رہا۔ اور آج کے دن تک سیب
ہمارے پاس ہے جب پیاس کا غلبہ ہوتا ہے میں اس سیب کو سونگھتا ہوں اور
تشنگی رفع ہو جاتی ہے اے بیٹا سید سجادؑ اب میں نے اس سیب کو دیکھا تو اس میں
تغیر پیدا ہو گیا ہے اور سیب کی وہ طراوت ختم ہو گئی ہے۔

یعنی اب مجھے اپنی شہادت کا یقین ہے پھر وہ سبب چلا گیا۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ جب میں قتل گاہ میں گیا۔ مجھے اس سبب کی تلاش تھی لیکن مجھے سبب نہ ملا البتہ میں نے اس کی خوشبو محسوس کی۔ اور اب میں اپنے پدر بزرگوار کی زیارت کرتا ہوں تو خوشبو سے سبب محسوس ہوتی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ جو کوئی شخص کربلا جا کر زیارت قبر امام حسین کرے تو خصوصاً وقت سحر اس سبب کی خوشبو قبر مطہر سے محسوس کرے گا۔ سبب کی خوشبو سونگھنے کا اللہم ارنا قبتنا خدایا ہر ایک زائر کو یہ خوشبو سونگھنا نصیب کرے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ امام حسین نے بیمار فرزند کو تلقین صبر کی۔ اور فرمایا کہ اسے بیٹا تم حجت خدا میرے خلیفہ اور امام امت ہو۔ تم قتل نہیں ہو گے بلکہ اسیر ہو کر یسوعی السلام جاؤ گے دبیار یزید پلید میں داخلہ ہوگا المجرم اس بسترہ تمہارے ساتھ ساتھ ہو گئے۔ اور اے فرزند جب تم شام کی قید سے رہا ہو کر مدینہ پہنچو تو ہمارے دوستو۔

ہمارے محبوب اور ہمارے شیعو کو ہمارا سلام کہنا۔ اور یہ پیغام دینا کہ اے شیعو جب تم ٹھنڈا پانی پیو تو ہماری پیاس یاد رکھنا۔ سکینہ کی پیاس یاد رکھنا۔ عباس کے کئے ہوئے شانے یاد رکھنا۔ اور علی اصغر کی پیاس یاد رکھنا کہ جسے سوال آب کرنے پر پانی نہ ملا۔ بلکہ آب تیر سے اس کی پیاس بجھی۔ لا اھنۃ اللہ علی القوم الظالمین

حضرت امام حسین علیہ السلام کا حضرت سیدہ سجاد سے

رخصت ہونا

قال العلامة فی البحار لما فجع الحسین علیہ السلام باھل بیتہ و ولدہ

ولعریق غیرہ وغیر النساء والذاری فتادی ہل من ذاب یذب عن حرر رسول اللہ - یعنی کہ جب امام حسین کے یاوران انصاران اور عزیز اقربا سب شہید ہو گئے اور صرف سیدہ سجاد اور المجرم باقی رہ گئے تو امام حسین نے استغاثہ فرمایا کہ ہے کوئی جو المجرم سے دشمن کو دور رکھے میری اس بیکی کے عالم میں مدد کرے۔

عزرت حق بے معین و مونسند
اندر این صحرای غریب و یکسند

فخرج علی بن الحسین بن زین العابدین وکان مریضاً لا یقدر ان یفل سیفہ وام کلثوم تنادی خلفہ یا بنی ارجعی یعنی کہ امام حسین کے استغاثہ پر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اپنی جگہ سے اٹھے کہ اپنے پدر بزرگوار کی نصرت کو بائیں کہ کتاب ام کلثوم نے ان کو دکھا کہ اے بیٹا واپس آ جاؤ۔

سفی شاعر نے اس حالت کو مظلوم کیا ہے

یو و بیماری اسیر و بستی حق نژادی بیکی بے یاری
رفتہ بود از صنف بیماری زہوش میخ مزور آمد بگوش
جست از جاء گفتی روح رواں هست اندر تن ہنوز نیم جان
آدم ای دوست با حال خراب گردنم راشد غم عشقت طناب

آدم سے دوست از جان بید یغ

بار دم کہ بر سر آتش جائی تیغ

یعنی کہ حضرت سیدہ سجاد باوجودیکہ بیمار و ناتوان تھے۔ مگر اپنے بستر علالت سے اٹھے۔

در کون و مکان خروش عواست
کن جمیع تمام طفلان را
ریزند ہمیں زمان سواران
بگذار طفلان محزون
از کثرت اثر دھام مردم
یا آنکہ بزیر ستم اسپاں
در خیمہ چوں انگند آتش
ناگاہ ز گوشہ و کنارہ
جہدی کن و چادری بسر کن
بگوئی بد ختران کہ یکجائی
ریزند بخاک زب و زیور
در بروں زیور آن غریبان

از خود نکلند چونکہ زیور

بینند جفا و جور کمتر

غلامہ اشعار یہ ہے کہ حضرت سید سجادؑ نے اپنی چھوٹی سے فرمایا کہ اے چھوٹی
امان بیکس دل کیا اب، اور اے مادر اطفال بے آب اے چھوٹی اماں اٹھو کہ آپ
سرا دار اہلبیت ہیں اور دستگیری کا زمانہ آگیا ہے۔ افسوس کہ ہمارے حسینؑ قتل ہو
گئے ان کی آنکھیں خون میں غلطان ہیں۔ اے چھوٹی اماں ذرا مقل کی طرف دیکھئے
اور سر سے چادر کا گوشہ ہٹائیے دیکھئے کہ نیزہ پر کس کا سر مبارک ہے واللہ
یہ تو میرے پاپا حسینؑ کا سر ہے جنہ شمر ملعون و کافر نے قتل کیا ہے۔ اور اے

میدان کا رخ کہا کہ حسینؑ کے استغاثہ پر مدد کریں۔ کہ جناب ام کلثومؑ اور حضرت زینبؑ
خاتون نے فرمایا کہ اے فرزند کہاں جاتے ہو تمہارے جسم میں طاقت حرب کہاں ہے
تم ضعیف و ناتوان ہو۔ فقال یا عمتاہ ذرینی اقاتل بین یدی ابن
رسول اللہ۔ اے چھوٹی جان خدا را مجھے جانے دو تاکہ میں اپنی جان فرزند
رسول خدا پر قربان کروں فقال الحسین یا ام کلثوم خدیہ ثلاثی الارض
خالیا من نسل آل محمد۔ یعنی کہا ام حسین علیہ السلام
نے اپنی بہن ام کلثوم سے فرمایا کہ اے بہن سجاد کو روکو ایسا نہ ہو کہ یہ شہید ہو جائیں
اور زمین نسل آل محمد سے خالی ہو جائے۔ آواز ام حسین علیہ السلام خیمہ میں پہنچی حضرت
زینب خاتونؑ نے سید سجادؑ کا بازو تھاما اور دوسرا بازو جناب ام کلثومؑ نے تھاما اور
ان کو دست پر لاکر لٹا دیا۔ حضرت سید سجادؑ گر گئے۔ ہوش میں آئے تو دیکھا کہ زینب خاتونؑ
باسر برہنہ آپ کے پاس آئیں اور فرماتی ہیں کہ سید سجادؑ اٹھو تو سہی۔ آسمان
سے خون برس رہا ہے حسینؑ مارے گئے آپ نے فرمایا کہ چھوٹی اماں پردہ درخیمہ
کا اٹھاو پردہ اٹھایا آپ نے میدان قتال کی طرف نظر کی فرمایا چھوٹی اماں اب اسیری
کا وقت آگیا حسینؑ قتل ہو گئے

ای مہ زار دل کبابم
برخیز کہ موسم امیر یست
ایوای کہ کشتہ شد حسینم
بر جانب تشنگہ نظر کن
آفراس کہ بر سر سیناست
کشتیم ز جور شمر کاف
وی مادر طفلان باہم
بنشین کنہان دستگیر یست
غلطیدہ بخون منیا و غنیم
روی معجز نیلگون بسر کن
ہاندہ سراپ من حسیناست
من بے پدر و توبی برادر

پھوچی اماں میں بے پدر اور آپ بے برادر ہو گئیں مزمین و آسمان کے داحسینہ کی صدائیں بلند میں شور و فغان برپا ہے۔ آپ ذرا بچوں کو جمع کریں اور اے پھوچی ابھی سواروں نے غریبوں کی لاشوں کو پامال کیا ہے۔ اور خیموں کی طرف سیل و شبنال آرہا ہے غم زدہ بچے صحرایں طرف جارہے ہیں۔ شور و غل رزمگاہ میں زیادہ ہے اگر چاہا بھڑبھڑا رہا ہے اور اے پھوچی اماں جب لوگ درخیمہ پر آگ لگائیں گے تو بچے زیادہ پریشان ہو گئے کہ اس آتش میں لہجوں نے خیمہ اہل بیت میں آگ لگا دی۔ شرارے بلند ہونے لگے۔ اب مشقت اٹھائے اور سفر شام کی فکر کیجئے عورتوں کے زیورات اتار دیجئے۔ گوشتوارے اور گھن، گوشتوارے زیب و زیور سب خاک میں ملا دیجئے کیونکہ ان چیزوں کی موجودگی میں اہل الحرم کو اور بھی زیادہ اذیت ہوگی اور اگر از خود زیورات اتار دیئے تو اذیت کم ہوگی جو درجہ بھائی ملا عین کم ہوگا۔

احوال شہادت حضرت علی اصغر علیہ السلام

بروایت روئے الشہداء اور ابن شہر آشوب شہزادہ علی اصغر کی والدہ ماجدہ شہر بانو دختر بزد و بہر و بادشاہ عجم تھیں۔ آپ کی عمر چھ ماہ سولہ ابی مخنف کے کسی اور نے نہیں لکھی۔ امیر صاحب روئے الصفا نے ایک سال کی عمر لکھی ہے۔ حضرت علی اصغر کی شہادت کے متعلق ارباب مقاتل کے درمیان اختلاف ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ کی شہادت خیام کے صدر دروازہ پر تیر لگنے سے ہوئی ہے مرحوم السید کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ۔ فتقدم ابی باب الخیمۃ وقال الزینب نا ولیتی ولدی الصغیر حتی اودعه فاخذوه اولی الیہ

لقبہ فرماہ حرمہ بن کاہل لعنت اللہ بسہمہم فوق خرو و ذبحہ اکثر محدثین و ارباب مقاتل نے حضرت علی اصغر کی شہادت کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ حضرت امام حسینؑ اس ششماہرہ کو پانی پلانے کی غرض سے میدان رزمگاہ لے گئے تھے کہ شاید یہ قوم جفا کا سرسبز کرے اور طیس لوٹا لائے تھے۔ ہم نے دونوں روایتوں کو جمع کر کے بحث کی ہے تاکہ قارئین کتاب افادہ کر سکیں۔ روایت اول :-

جب حضرت امام حسینؑ نے میدان کارزار کا ارادہ کیا کہ تشریف لے جائیں آپ درخیمہ پر آئے اور پکار کے فرمایا کہ اے اہل الحرم خدا حافظ و تاجر۔ امام حسینؑ کی اس آواز پر تمام اہل الحرم۔ آپ کی پچیس بیٹیاں۔ ازواج، اور سب باقی عورت جمع ہو گئیں کہ امام حسینؑ نے حضرت علی اصغر کے رونے کی آواز سن السید کتاب لہوف میں لکھتے ہیں کہ آپ نے اپنی بہن زینبؑ سے فرمایا کہ اس صغیر کو مجھے لا دو جناب زینبؑ قانون اس بچہ کو لائیں۔ شیخ حسن دہستانی بھی کہتے ہیں۔ اخذت اتمنی بطلی ۱۸۰۰ قبل الفراق فانت بالطفل لا یحذر و الذمغ مراق یتلظن ظمء و القلب متہ فی احتراق غابری العینین من طاری البطن داری الشفتین۔ یعنی اے خواہر میرے اس طفل کو لاؤ تاکہ میں اس کو اپنے قتل ہونے سے پہلے دیکھ لوں جناب زینبؑ خاتون اس کو لائیں اس حالت میں کہ بچہ رو رہا تھا اور تشنگی سے اس کے لب خشک ہو رہے تھے۔ امام حسینؑ نے بچہ کو ہاتھ پر لے لیا۔ السید لہوف میں لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ نے اس کو بوسہ دیا کہ اسی آئنا میں حرمہ لعین کا رہا کیا ہوا تیر علی اصغرؑ کے گلوے نازنین پر لگا۔ اور علی اصغرؑ زنج ہو گئے۔ امام حسینؑ نے پھر جناب زینبؑ کو

آواز دی کہ بچہ کو لے جاؤ اور حضرت زینبؓ نے بسوز جگر بچہ کو لے لیا اور امام حسینؑ نے خون علیؑ اصغرؑ اپنے چلو میں لیا۔ فلما امتلا تاری بالدم نحو السماء۔ یعنی کہ جب آپ کا چلو خون علیؑ اصغرؑ سے بھر گیا تو آپ نے وہ خون آسمان کی طرف پھینکا۔ اور فرمایا اے خواہر ہون علیؑ ما نزل بی انہ بعین اللہ یعنی یہ مصیبت اس بزرگی کے ساتھ میرے نزدیک محترم تھے کہ خدا اس کو دیکھ رہا ہے۔ اور اس کی نظر کبریائی اس پر ہے۔ قال الباقر علیہ السلام فلم یسقط من ذلك الدم قطرة علی الارض..... ۱۔ روایت اللہوف کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ خون علیؑ اصغرؑ جو امام حسینؑ نے آسمان کی طرف پھینکا تھا اس کا کوئی قطرہ زمین پر نہیں گرنا معلوم اس خون کو ملا نکمے لے گئے یا امام حسینؑ کا یہ بیدہ دست قدرت الہی میں پہنچا۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ رسولؐ خدا یا آپ کی بیٹی فاطمہؑ زہراؑ بلکہ دونوں نے اس خون کو لے لیا مجھے یقین ہے کہ حضرت رسولؐ خدا یا آپ کی بیٹی فاطمہؑ زہراؑ یا دونوں نے اس خون کو خود لے لیا اور اس کو رسولؐ خدا نے اپنی ریش مبارک پر خضاب کیا اور سیدہ عالم نے اپنے بالوں پر لگا لیا۔ اے شیعوں وہ خون آسمان کی طرف پھینکے گئے ہیں ایک خون علیؑ اصغرؑ دوسرے جب امام حسینؑ کی پیشانی پر کسی ملعون نے پتھر مارا اور خون نکلا تو وہ خون آپ نے آسمان کی طرف پھینکا ہے۔

روایت دوم :-

ابن قول مجلیؒ وصاحب روضۃ الشہداء۔ فی البحار نقلا عن الجماعۃ منہ لما فجع الحسین باہل بیتہ وولده ولم یبق معہ غیرہ وغیر النساء والذرو۔ فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام حسینؑ علیہ السلام یکہ و تنہا رہ گئے نادمی من ذاب یذب عن حرم رسول اللہ

هل من موحد يخاف الله فينا وهل من مغيث يرجو الله في اغاثتنا حضرت نے استغاثہ بلند کیا اس صحرا میں ہے کوئی کہ حرم رسولؐ خدا سے اعداء دین کے شر کو دور کرے کوئی موجد ہے کہ جو خوف خدا کرے اور ہماری نصرت کرے۔ کوئی ہے کہ جو آل محمدؑ کی فریاد کو پہنچے۔ مجلسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ کی مدد نے استغاثہ مخدرات حرم نے سخی گویہ و زاری کی آواز بلند ہوئی امام حسینؑ خیمہ میں تشریف لائے فتقدم الی باب الخیمۃ فقال نا ولونی علیا بنی انطلق حتی اودعہ۔ حضرت امام حسینؑ نے عورات سے فرمایا کہ گویہ نہ کریں مگر حضرت علیؑ اصغرؑ نے رونا بند نہیں کیا۔ فرمایا اے بن اس شیر خوار کو مجھے دیدو تاکہ میں اسے وداع کر لوں۔ علیؑ اصغرؑ کو آپ کے ہاتھوں پر دے دیا۔ حضرت نے بچہ کی تشنگی کی وجہ سے حالت خراب دیکھی شیخ دہستانی لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ نے اس طفل شیر خوار کو اس قدر بے لافقت دیکھا کہ تشنگی کی وجہ سے ہونٹ خشک ہیں۔ آپ نے یہ خیال فرمایا کہ شاید لشکر عمر بن سعد ملعون بچہ کی یہ حالت دیکھ کر ایک گھونٹ پانی پلا دے چنانچہ امام مظلوم گھوڑے پر سوار ہوئے بچہ کو قریبوں زمین پر رکھ لیا۔ اور لشکر کی سفوں کے نزدیک پہنچے فرفع بیدہ

فدعی للقوم بانہ والمخطب قطع نبثونی هل انا

المنذوب ام هذا الرضيع لا خط فی غیہ شبہ الماء الشقیع لم یکن شافعکم خصاکم والنشأ امام مظلوم نے یاواز بلند فرمایا کہ۔ یا قوم اذ لکن انا ائما علی زعمکم یعنی اگر میں تمہارے نزدیک (معاذ اللہ) گنہگار ہوں تو خدا انکھیں کھول کر دیکھو یہ طفل شیر تو گنہگار نہیں ہے یہ پیاسا ہے اس کے ہونٹ خشک ہو گئے ہیں اس کو تھوڑا سا پانی پلا دو۔ اور اے قوم اس کو بجملت تمام پانی پلا دو تاکہ میں بچہ کو اس کی

ماں کی سپرد کردوں۔ ان ملائین نے کہا اے حسین کہ بغیر اجازت ابن زیاد ایک قطرہ آب نہیں دیں گے نہ تمہیں پانی ملے گا اور نہ تمہاری اولاد و الحرم کو پانی ملے گا۔ لیکن شیخ حسن دہستانی فرماتے ہیں کہ لشکر والے حضرت کو قولا کوئی جواب نہ دے سکے۔ آخر وہ کیا جواب دیتے امام حسینؑ نے جنت تمام کی تھی۔ الاخر حرمہ لعین فریاد کرتا ہوا نزدیک آیا اور کہا کہ اس بچہ کو میں سیراب کروں گا۔ اس ملعون نے تیر گلوے علی اصغرؑ کی طرف رہا کیا۔ تیر گلوے علی اصغرؑ پر لگا۔

فاستهدف حلق الرضیع وعبرتا النشابة من حلقه الى عضد الحسين عليه السلام یعنی کہ تیر حرمہ علی اصغرؑ کے گلے کو توڑتا ہوا امام حسینؑ کے بازو میں در آیا۔ ایک تیر دو نشان بلکہ تین نشانے، گلوے علی اصغرؑ، بازوے حسینؑ اور دل ام رباب و احسرتا امام حسینؑ نے خون گلوے علی اصغرؑ چلو میں لیا اور آسمان کی طرف پھینک دیا۔ اور خداوند عالم کی بارگاہ میں مناجات کی کہ اے خدا تو بہتر حکم کرنے والا ہے۔ اس قوم جفا کار نے اس طفل موصوم کو تیر سہ شیعہ کا نشانہ بنایا۔ بچہ کو قتل کر دیا امام حسینؑ بچہ لے کر علی اصغرؑ کی ماں شہر بانو کے خیمہ کے نزدیک آئے اور فرمایا اے مادر علی اصغرؑ اپنے شہید بیٹے کو لے جاؤ اب اسے ساتی کوثر سیراب کریں گے یہ مناجات خداوند عالم سے تھی اور اپنے شیعہ تمہیں بھی امام حسینؑ علیہ السلام نے ایک پیغام دیا ہے کہ شیعہ مہما مشرب ماء عذب فاذکرونی۔ بسعتم بغریب اوقیتل فاند ابونی۔ لیتکم فی یوم عاشوراء جمیعاً تنظرونی۔ کیف استقی یطقل غایوان یرحمونی یعنی اے شیعہ جب تم ٹھنڈا پانی پیمو تو میری پیاس یاد کرنا۔ اور جب تم سنو کہ کوئی غریب و پردیسی یا کسی قاتل کا نام تو مجھے پر توجہ کرنا۔ کاش کہ تم یوم عاشوراء

ہوتے تو دیکھتے کہ میرے شیر خوار علی اصغرؑ کی پیاس کس طرح بجھائی گئی

مجلس شہادت حضرت علی اصغرؑ علیہ السلام

جب روز عاشوراء حضرت امام حسینؑ کی شہادت کی نوبت آئی تو امام مظلومؑ الحرم سے رخصت ہونے کے لیے خیمہ میں آئے۔ خدات نے حلقہ بنایا۔ واسیتاہ کی صدائیں بلند ہوئیں۔ امام حسینؑ علیہ السلام نے سب کو تلقین صبر کی آپ نے فرمایا کہ میری جدائی میں صبر کرنا۔ قال ابو منحنف فی المعقل انہ علیہ السلام اقبل الی امر کلثوم وقال لہایا اختاہ اوصیک بولدی الا صغرفانہ طفل صغیر ولہ من العمر ستة اشهر یعنی امام حسینؑ نے اپنی بہن جناب ام کلثوم سے فرمایا کہ اے میں تمہیں علی اصغرؑ کے بارے میں وصیت کرتا ہوں میرا پسر شیر خواہ ہے اور ابھی اس کی عمر چھ ماہ ہے۔ جناب ام کلثوم نے عرض کیا یا اخی ان هذا الطفل له ثلثه ما شرب الماء۔ اے برادر تین دن سے اس بچہ نے نہ مال کا دودھ دیکھا ہے اور نہ اس کو پانی ملا ہے پس خوب ہوگا اگر تم اس قوم جفا کار سے اس بچہ کو امام حسینؑ کے ہاتھوں پر رکھ دیا۔ بروایت فواد بن ابی گھوڑے پر سوار ہوئے اور بچہ پر عبا کا دامن ڈال دیا۔ اور میدان کارزار میں پہنچے راوی کہتا ہے کہ روز عاشوراء امام حسینؑ اکثر مرتبہ خیمہ میں آئے اور گئے اور ایک مرتبہ قرآن مجید خیمہ سے لے گئے اور فوج اشقیاء کا سامنے پیش کیا فرمایا کیا یہ قرآن میرے نانا پر نازل نہیں ہوا ہے؟ کیا یہ عبا رسولؐ نہیں ہے؟ کیا یہ عامر رسولؐ خدا نہیں ہے جو میرے سر پر ہے۔ بعدہ فرمایا کہ یہ میرا شیر خوار بچہ تین دن سے پیاسا ہے نہ اس نے مال کا دودھ دیکھا ہے اور نہ اس کو پانی

ملا ہے۔ تھوڑا سا پانی اس کو پلا دو۔ کتاب منبع الدعویٰ میں ہے کہ لشکر عمر بن سعد کے بعض سرداروں نے عمر بن سعد کو ملامت کی کہ ایک قطرہ آب اس شیر خوار کو دے دیا جائے پھر پیا سا تڑپ رہا ہے عمر بن سعد ملعون نے جیب دیکھا کہ لشکر میں شور مچا رہا ہے۔ لشکر کا رنگ بدلا ہوا ہے حرمہ بن کاہل اسدی کو اشارہ کیا اور کہ حسینؑ کا کلام قطع کر دے۔ اس ملعون نے ایک تیرہ شعبہ کمان میں جوڑا اور علیؑ اصغر کو نشانہ بنایا۔ ابی مخنف کہتا ہے کہ قدح بچ الطفل من الاذن الی الاذن کہ علیؑ اصغر کے ایک کان سے تیرہ دوسرے کان کو توڑتا ہوا نکل گیا۔ امام حسین علیہ السلام نے خون آلودہ لاش پس سر سینہ سے لگائی دشمن رجوع بالطفل مذبحوا ودمہ یجری علی صدر الحسین کہ حضرت امام حسینؑ اس طفل شیر خوار کی ننھی سی لاش کو لیے ہوئے واپس آئے اور درخیمہ ام کلثوم پر آئے اور بچہ کو خیمہ میں لے گئے۔ اہل حم میں ایک شور مچا رہا ہو گیا امام حسینؑ علیہ السلام نے بارگاہِ خدا میں عرض کیا ہے

یا رب لا تترکتہ وحیداً فقد تری الکفار والحجودا
قد اکثروا العصبیان والحجودا قد صیرونا بینہم عبیداً
یرضون فی فعالہم یزیداً اماخی فقد مضی شہیداً
معقراً بدمہ حزیباً فی وسط قاع مغروداً بعیداً

ہر دم ہزار شکر تو اے داؤد حسینؑ .. کر دید کشتہ اکبر و ہم اصغر حسینؑ
کر دید کشتہ اکبر و ہم اصغر حسینؑ این فرق غرق نوشد این خیر حسینؑ
گفتی کہ اس عزیز بزد طفل شیر خوار این لوک تیر و این گلوے اصغر حسینؑ

گفتی براہ ما بتما ترک از عیال این راہ شام و کوہ و این خواہش

گفتی خواہ دختر خود این چنین عزیز

این خواہش کنیزی و این دختر حسینؑ

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اسے پروردگار حسینؑ۔ تیرا ہزار ہزار شکر ہے کہ میں نے اپنا اکبر و اصغر تیری راہ میں قربان کر دیتے۔ میں نے تیری راہ میں اکبر و اصغر کو کیا قربان کیا ہے بلکہ خنجر نے حسینؑ کے دل و جگر کو زخمی کر دیا۔ فرمایا کہ میرا یہ شیر خوار بچہ کجا اور تیر ظلم کجا۔ گلوے علیؑ اصغر کجا اور تیر حرمہ کجا۔ اور اے پروردگار میری بہنیں کجا اور راہ کوہ و شام کجا۔ اور پروردگار میری دختر کس قدر عزیز تھی لیکن دربار یزید ملعون میں اس کو کنیز بنانے کی خواہش کی گئی۔ پروردگار میں نے تیری راہ میں سب کچھ لٹا دیا ہے۔

حضرت علیؑ اصغرؑ کی عمر میں اختلاف ہے امیر محمدؑ خواوند شاہ نے علیؑ اصغرؑ علیہ السلام کا سن مبارک ایک سال قیاس کیا ہے۔ یہاں تک کہ بچہ امام حسینؑ کے ہاتھوں پر نشانہ تیر ظلم بنا امام حسینؑ اس وقت فرمایا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

قال الذر بندی لما یتمع ہذا النور والنیر والقمر العنیر استغاثہ ابیہ قطع القطار والقی نفسہ۔ یعنی کہ در بندی فرطتے ہیں کہ قماط اور قنارہ (قماط کہتے ہیں اس کپڑے کو کہ جس میں نئے پیدا ہوئے بچے کو لپیٹ کر باندھ دیتے ہیں اور قنارہ وہ لکڑی کہ جس میں بندوق کی نال چپان کرتے ہیں۔ مجازاً کندہ مراد ہے) کو پہاڑ ڈالا۔ اور قماطل عالم الحاج ملا محمد رضائی استرآبادی اپنے مقل میں لکھتے ہیں کہ جب امام حسینؑ کی آواز استغاثہ برائے نصرت و یار دی شہزادہ علیؑ اصغرؑ کے گوش زد ہوئی تو علیؑ اصغرؑ نے جھک کر

ایسا بندھا ہوا کپڑا پھاڑ ڈالا۔ ایسی انگڑائی لی کہ قنات پھٹ گیا اور علی اصغرؑ نے رونا شروع کیا۔ آخر کو علی اصغرؑ حیدر گدار کے پوتے ہیں شجاعت گھٹی میں پڑی ہوئی ہے۔

دست از قنات جان بیرون کشید بندہائی بستہ را بر ہم درید

آری آری شیر حق است لے ولد
آنکہ وہ گہوارہ اژدر ہا درید

یعنی کہ حضرت علی اصغرؑ نے اپنے بندھے ہوئے کپڑے کو چاک کر ڈالا اور اس سے باہر آ گئے۔ کیونکہ ایسا کرتے آخر کو علی اصغرؑ بھی حیدر گدار کے پوتے ہیں جنہوں نے گہوارہ میں اژدر کے دو ٹکڑے کئے تھے۔ وبکی و فیح حسین
بذلک روحی وارواح العالمین فداہ الی اجابۃ دعوة ابیہ
بلۃ الغیبیہ والمکاشفات الحقائق - یعنی جب علی اصغرؑ نے اپنے بندھے ہوئے کپڑے کو پھاڑ ڈالا تو پھر رونا شروع کیا۔ اس پر اہل حم بھی رونے لگے رونے کی آواز حضرت امام حسینؑ کے گوش زد ہوئی۔ امام حسینؑ خیمہ میں تشریف لائے اور ملاحظہ فرمایا کہ علی اصغرؑ جھولے میں چل رہے ہاتھ پیر سے ہیں کسی عنوان چین نہیں ہے۔ فرجع الی نحو الخیام
وشل الصدیقۃ الصغریٰ اعنی زینب عن سبب تلک الحالۃ
فاخبرتہ بما صنع الطفل بعد استغاثة واستنصارہ۔ امام حسینؑ علیہ السلام نے جناب زینب خاتون سے علی اصغرؑ کے رونے کا سبب دریافت تو آپ نے فرمایا کہ اے بھائی جب سے علی اصغرؑ نے ہمارے استغاثر نصرت کی آواز سن ہے بے چین ہے اور برابر رو رہا ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے بہن زینب

چمن امامت کے اس پتہ مردہ شگوفہ کو ہمیں دیدہ و وضعہ فی مقدم السراج
واقبل الصفوف فرفعہ بیدہ حق یروہ۔

چوں میدان بردست پدر
آیت کبریٰ حق شد جلوه گر

یعنی کہ جب شہزادہ علی اصغرؑ اپنے پدر بزرگوار حسینؑ کے ہاتھوں پر میدان کارزار میں پہنچے تو خدائے ذوالجلال واہ کرام کی ایک آیت بن کر جلوه نکلے ہوئے اور حضرت امام حسینؑ علیہ السلام نے اس قوم بے حیا سے سوال آب کیا علی اصغرؑ نے ایک گھونٹ پانی مانگا۔ آپ نے فوراً استقیار سے خطاب کیا۔ اما
تروہ کیف یلظی عطشا بن من یرحمہ الصغیر ویطفی حر صدہ
ببرد ماء زلال طلب الماء منهم وسقوہ من کنوس المنون ماء ویا ل
یعنی ہے کوئی جو اس طفل شیر خوار پر رحم کرے اور اس کو ایک گھونٹ آب سرد پلا دے اس کا سینہ بے آب جل رہا ہے۔ آپ نے اس قوم بجا کار سے پانی مانگا لیکن امام حسینؑ کے اس سوال آب کا جواب تیر سے دیا گیا۔ حرم نے شیر بہا کیا اور بچہ امام حسینؑ کے ہاتھوں پر ذبح ہو گیا اور امام حسینؑ نے بچہ کا خون چلو میں لے کر آسمان کی طرف پھینکا اور قاتلوں پر لعنت کی۔ شیخ طبرسی اپنی کتاب احتجاج میں فرماتے ہیں کہ انہ علیہ السلام نزل جینڈ عن فرسہ
وحضر للصبی بجفن سیفہ وراقلہ بدمہ ودفنہ ثم وصب قاتما۔
جب علی اصغرؑ نشانہ تیر حرم ہو گئے امام حسینؑ گھوڑے سے اترے ذوالفقار سے ننھی سی قبر کھودی۔ اور اس شیر خوار کو دفن کیا۔ پھر کھڑے ہوئے اور فرمایا
رب انتقم لنا من هؤلاء الظالمین کہ ابراہما تو اس قوم ظالمین سے انتقام

محبت اولاد

خلاق عالم اور مصور بنی آدم نے جب تخلیق بشر کی اور تصویر بنائی تو ماں اور باپ کے دل میں اولاد کی محبت ودیعت کر دی حتیٰ کہ تینوں میں بھی یہ جذبہ محبت پایا جاتا ہے۔ اہل تاریخ لکھتے ہیں کہ سلطان منجربن ملک شاہ سلجوقی کہ جو بہت زیادہ رعیت پرور اور عادل تھا۔ ایک روز بقصد شکار صحرا کی طرف گیا۔ بادشاہ سیر و سیاست میں مصروف تھا کہ اس کی نگاہ پہاڑ کے بائیں کسی شے پر ٹھہری وہ ایک بچہ تھا کہ دُور سے بادشاہ کو مرغ نظر آیا۔ اس بچہ کی ماں (مرغی) اپنے بچہ کے لیے دان ملاش کرنے لگی تھی۔ بادشاہ نے اس خیالی مرغ کو شکار کرنے کے لیے تیر و کمان سنبھالا۔ کہ تیر رہا کرے اور مرغ شکار ہو جائے کہ جیسے ہی بادشاہ نے اس بچہ مرغ کی طرف تیر رہا کیا اور بادشاہ کا تیر اس تک پہنچا تو اس بچہ کی روح نکل گئی اور بچہ نشانہ تیر شکار ہو گیا بادشاہ اس کے نزدیک پہنچا تو وہ بچہ مردہ پایا۔ اسی وقت مرغ کہ جو دانہ کی تلاش میں سرگردان تھا آیا اور اس بحسرت دیاس بادشاہ کی طرف دیکھا اور اس نے بزبان حال کہا کہ اے بادشاہ تو نے میرا گھر برباد کر دیا خدا تجھے بھی برباد کرے۔

شاہ چو دیدان شغب دردناک کم فروخت رتو سن نہاک
لشت طلب کردی تیغ تیز لشت دگر کرد پراز گنج ریز
تبع سیاست بسر خویش برو در نظر بیوہ در دیشی برد
گفت بکش ماتم خود سو کن
دام خود از گردن من دور کن

لے۔ چنانچہ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے حضرت علی اصغرؑ کو دفن کرنے کے بعد قبر علی اصغرؑ پر نماز پڑھی ہے ایسا ہی صاحب ترجمہ ابو الفتوح، الامام الدین طلحہ الشافعی نے بھی نقل کیا ہے کہ امام حسینؑ نے علی اصغرؑ پر بعد دفن نماز پڑھی ہے۔ مرحوم شیخ جعفر متاخصا لیس دفن علی اصغرؑ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ نے دوسرے شہداء کو دفن نہیں کیا بلکہ صرف شہزادہ علی اصغرؑ کو دفن کیا ہے اس لیے کہ یہ ظالم لوگ سب سہائے شہداء ان کے جسموں سے قطع کریں گے تو اس شیر خوار کا سر نہ کاٹ سکیں۔ اور اس لیے شہزادہ کو دفن کیا کہ گھوڑوں کی ٹاپوں سے جسم علی اصغرؑ پامال نہ ہو۔ اور اس لیے بھی دفن کیا کہ آپ کا پیر خون تماطا الحرم کی نگاہ سے نہ گزرے۔ مؤلف کے والد مرحوم کتاب التیاض میں لکھتے ہیں اس لیے خون بھرے شلو کے میں دفن کیا تھا کہ جب حشر قائم ہو تو علی اصغرؑ کا پیر خون شلو کا زیر غر شش پیش کر سکیں۔ اور امام حسینؑ بجلت تمام قبر علی اصغرؑ سے اٹھے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت علی اصغرؑ آپ کو سخت صدمہ ہوا تھا۔ طاقت جواب دے گئی تھی شیخ جعفر اور بعض دوسرے اہل مقال لکھتے ہیں کہ ظالموں نے جب شہیدوں کے سر کاٹے۔ جگہ جگہ ظالم زمین نیزہ کاڑھتے تھے اور نکال لیتے تھے اس طرح ایک جگہ نیزہ زمین کاڑھا اور پھر باہر نکالا تو علی اصغرؑ کا لاشہ باہر نکل آیا اور ظالم نے سر علی اصغرؑ جدا کیا جب الحرم نے اس ظلم کو دیکھا تو خیام امام مظلوم میں کہرام برپا ہو گیا۔

غلام شکاری رہے کہ جب بادشاہ نے جب یہ فتنہ و فساد دیکھا تو وہ اپنے گھوڑے سے اتر کر زمین پر بیٹھ گیا اس نے دولہت منگائے ایک میں تلوار تیز دھار رکھی اور دوسرے میں زرد جواہر رکھے تیغ سنیام اپنے سر پر بند کی اور درویش (فقیر و محتاج) کی طرف نظر کی اور کہا کہ تو اپنے سوز و ماتم کو خوشی سے بدل لے میرا سر حاضر ہے اور اپنے خود ہمیشہ کے لیے مجھ سے دور کر لے۔ یعنی مقصد یہ ہے کہ بادشاہ نے کہا کہ اے ماد مرغ کہ اگر مجھ سے اپنے بچہ کا قصاص لینا ہے تو میں حاضر ہوں تلوار و خنجر موجود ہے اگر تو مجھے معاف کر دے اور خون بہا لے تو یہ زرد جواہر حاضر ہیں۔ اس کو بادشاہ پر رحم آیا اور کہا اے بادشاہ تیرا فعل خدا کے نزدیک تو ناچیز ہے مگر میں تجھ سے راضی ہوں۔

مولف کتاب فرماتے ہیں کہ اولاد کے ساتھ ماں باپ کی محبت سب ہی کو ہوتی ہے (یہ محبت فطری ہے از مترجم) ہم تعلیم کو بلا میں مختصات کی کیا حالت ہوئی ہوگی جب انہوں نے اپنے عزیزوں اور بیٹوں بھتیجیوں بھانجیوں کی شہادت دیکھی ہوگی مادر علی اصغر شہر بانو کا کیا حال ہوا ہوگا (حضرت علی اصغر اور جناب سکینہ خاتون کی ماں ایک تھیں جن کا نام اُم رباب تھا یہاں پر شہر بانو لکھا ہوا ہے ہو سکتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام بادشاہ دین و دنیا تھے لہذا آپ کی وجہ محترمہ اعزاز شہر بانو کہلاتی ہوں ورنہ یہ تو مسلم امر ہے کہ حضرت زین العابدین کی ماں کا نام شہر بانو تھا جو یزدجرد بادشاہ عجم کی بیٹی تھیں اور ان کا انتقال امام زین العابدین کی پیدائش کے زمانہ قریب میں ہو گیا تھا۔ از مترجم) مولف مرحوم نے بھی اس چیز کو تسلیم کیا ہے کہ امام حسین علی اصغر کو دفن کیا ہے اور نماز پڑھی ہے۔ اور جب الحرم کو دفن پہنچے ہیں اور دربار ابن زیاد ملعون میں شہدائے کربلا کے

سرا مدبرک پیش کئے گئے ہیں تو ان میں شہزادہ علی اصغر کا سر مبارک بھی تھا۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لكل شیء ثمرة و ثمرة الفؤاد الولد۔ یعنی کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ ہر چیز میں ہے اور میوہ دل انسان اولاد ہے چونکہ اولاد باعث تسکین روح و دل ہے لہذا اس کو دیکھ کر انسان خوش ہوتا ہے۔ غرض کہ محبت درجہ ایک نیک صفا میں اور حیوانات میں بھی محبت پائی جاتی ہے۔ اسرائیلیات میں مسطور ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک جوان تھا اس کے پاس ایک گائے اور پچھرا تھا گائے کا پچھرا اور گائے اس پر اس کی معشت منحصر تھی۔ ایک روز اس نے گوشت کھانے کی خاطر گائے کے پچھرے کو اس گائے کے سامنے ذبح کیا۔ پس جیسے ہی گائے کی نظر اس پچھرے کے سر پر پڑی اس نے چیخنا شروع کیا۔ اور اس قدر درد سے وہ چیخ کر در دیوار ہل گئے پچھرا اس گائے نے اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا اور اپنی آواز میں اس ذات اقدس سے فریاد کی کہ جو عظیم بالذات ہے۔ اس اسرائیلی کے ہاتھ فوراً خشک ہو گئے۔ وہ اسرائیلی حضرت موسیٰ کلیم اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا سارا واقعہ بیان کیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ اس کا خشک ہاتھ صحیح ہو جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس پر غضبناک ہوئے اور فرمایا کہ اے اسرائیلی دور ہو جا میں تیرے لیے خداوند عالم کی بارگاہ میں شفاعت نہیں کر سکتا تو اس قدر بے رحم ہے کہ تو نے اس کو پچھرے کی ماں کے سامنے ذبح کیا۔ تجھے خیال نہ ہوا کہ حیوانوں میں جذبہ محبت کا فرما ہے۔ تو نے اس کی ماں کا دل دکھادیا۔ و حاضر تا کہ بلا میں روز عاشورا، محرم امام حسین کا سر مبارک جدا کیا گیا اور سیدہ عالم فاطمہ زہرا کا دل دکھایا گیا۔ امام حسین کے سامنے بہتر شہیدوں کے

لاشہ پڑے ہوئے تھے اور امام حسینؑ کے دل پر کوہ الم گرا ہوا تھا۔ الا لعنة
الله على القوم الظالمين۔

قوم جن ملائکہ اور ارواح انبیاء کا روز عاشوراء نصرت

امام حسین علیہ السلام کے لیے آنا

روز عاشوراء بعض واقعات ایسے رونما ہوئے ہیں کہ جن کا ذکر کرنا مٹوی
ہے تاکہ اقتدار امام منصوح من الشہر ظاہر ہو سکے۔ انہی واقعات میں سے زعفرین
کا امام حسین علیہ السلام کی مدد کے لیے حاضر ہونا ہے اس واقعہ کو اکثر کتابوں میں
تفصیلاً اور مجمل بیان کیا گیا ہے۔ شیخ فخر الدین اپنی کتاب منتخب میں فرماتے
ہیں کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کے جملہ یاور و انصار۔ بھائی بھتیجے بھانجے
سب شہید ہو گئے اور امام حسینؑ یکہ دستہ ماہو گئے۔ تو اس وقت انت افواج من
الجن الطیارہ۔ یعنی کہ جنوں کی فوج ہو ا پر پرواز کرتی ہوئی
کہ بلا پہنچی امام حسینؑ کی خدمت اقدس زعفرین حاضر ہوا۔ قدیموی کا شرف
حاصل کیا اور عرض کیا۔ یا حسین نحن انصارک فمرنا بامرک ما
تشاء فلو امرتنا یقتل کل عدو لکم لفعلنا یعنی عرض کیا اے مولیٰ ہم آپ
کے انصار میں مدد کرنے والے ہیں یہ وہی فوج اجنۃ ہے کہ جو مکہ معظمہ سے ہمت
کر بیلا سفر کرتے ہوئے امام حسینؑ کی نصرت کے لیے آئی تھی جس پر امام حسین
علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اب تم چلے جاؤ روز جمعہ دہم محرم کو کہ بلا میں آنا چنانچہ قوم
جی چلی گئی اور جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے روز عاشوراء محرم کہ بلا میں وارد ہوئی مگر

امام حسین علیہ السلام نے ان کو نصرت کرنے سے روک دیا صدر عالی قدر یعنی مولف
کتاب نے نظم میں اس واقعہ کو پیش کیا ہے

بزرگ جنیاں چوں شاہ دادید
بصد تعظیم خاکِ رابو سید

بنجاک افگند آب از دید گانش چہ سبزہ بوسہ زد بر پائے سرش
بلغفتا جن و انس اندر پناہت ستارہ خاکروب بارگاہ ہمت
غمین بادائیکہ او شاداب نخواہد خراب آنکس کہ آبادت نخواہد
اگر اے شاہ شاہان دو عالم شدی بیکس در این صحرانخور غم
کہ مایار حسینؑ بن امیریم ہمہ در خدمت فرمان پذیریم
اگر فرمان دہد شاہ ولایت کف کار عدو برما حوالت

بیکدم خون این خوا نخواہد کانرا

بیریزم پاک سازم این جہاں را

غلامۃ اشعار یہ ہے کہ فوج اجنۃ کے سردار نے جب شاہ مظلوم کو کہ بلا میں دیکھا
تو بصد تعظیم و تکریم خاک قدم شاہ کو بوسہ دیا۔ آنکھوں سے آنسو بہائے۔
اور عرض کیا اے شاہ مظلوم جن و انس سب آپ کی پناہ میں ہیں آپ سب کے
سلطان و شاہ ہیں اور آسمان کے ستارے آپ کی بارگاہ کے خاکروب ہیں اور
اگر اے شاہ دو عالم آپ اس صحرائے کہ بلا میں بیکس ہیں تو اس کا غم نہ کریں اس
لیے کہ ہم آپ کے جان تثار مددگار، یاور و ناصر ہیں آپ ہمارے امیر حضرت
امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے فرزند ہیں جو آپ حکم دیں ہم اس پر عمل کریں گے۔ اگر
آپ کا حکم ہوا اور ان دشمنان دین کو ہمارے حوالہ کر دیں تو ہم ان کو نخواہد

کو ابھی ابھی ختم کر دیں گے اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان کو دعاء خیر دی۔ اور فرمایا۔ جزاکم اللہ خیرا فی اخالف قتل جدی۔ اے گروہ جن جانا چاہتے تھے میں اپنے جد رسول خدا کے قول کی مخالف نہیں کر سکتا شہادت مقدر ہو چکی ہے مجھ سے میرے نانائے فرمایا ہے کہ ان اللہ شاء ان یراک مقتولا مدطخا بد مائلک محضیا شیبک بد مائلک مذ بوحا من قفاک۔ یعنی اے نور دیدہ حسین اللہ کی مشیت یہی ہے جو کہ جاری ہو چکی ہے کہ میں اپنے خون میں غلطان ہوں خدا کی راہ میں قتل کیا جاؤں پس گردن سے میرا سر جدا کیا جائے میرے نانائے نے یہ بھی فرمایا ہے کہ قد شاء اللہ ان یری حرمک سبایا علی اقطاب المطیا۔ یعنی کہ خدا چاہتا ہے کہ تیرے الحرم اسیر ہوں۔ شتران بے کجاوہ پر سوار لیے جائیں اور شہر بشہر تشہیر کئے جائیں وانی و اللہ سامبر اور میں سبر کرے والا ہوں، اور میں مقتول ہونے کے تیار ہوں ابھی گروہ جنال مصروف گنگو تھکا کہ آسمان کے درپے کھل گئے۔ اور ملائکہ صف صف نازل ہونا شروع ہوئے اور خدمت امام حسین علیہ السلام میں نصرت کے لیے حاضر ہوئے۔

پس ملائکہ محو بخودیش آمدند بہر عن حال خودیش آمدند
کامی وجودت موجد امکان درگہ عزت پناہ جان یا
گر چہ عاشق تو مانی بہرہ ایم لیک در مہرت بعالم شہرہ ایم
گشت خیل ملائکہ بیزیل چون بذات بے ثالث شد خیل

نصر منصور ملک را تو شہی زامرت ہستند تا فریادی
جلکی در عہد و پیمان تو ایم غرقہ دریای احسان تو ایم
یاری جدت رسول تاجدار کرد ایم ای تو مرا دریا دگار
بہر امداد تو اے جان آفرین آمدیم انیک وز گردن بر زمین
شاہ لب بکشد کائی افلاکان ذی مجر از مزاج خاکسپان
گیرم ایں لشکر ہمہ بے جان نژد غلق عالم بندہ فرمان شہد

زندہ خواہد کشت یا اکبرم
یا شود زندہ علی اصغرم

غلامان اشعار کا یہ ہے کہ آسمان کے درپے کھل گئے اور ملائکہ صف بستہ نصرت کے لیے آئے جبریل سرور ملائکہ نے امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اے شاہ دو عالم ہمیں حکم عطا ہوتا کہ ہم آپ کے حکم پر عمل کریں۔ مقدس یہ تھا کہ ہم اگر آپ حکم دیں تو اس قوم بھار کو تباہ و برباد کر دیں۔ تمام ملائکہ آپ کے زیر فرمان ہیں۔ ہم آپ کے جدا نامدار رسول مختار کے دوست ہیں ہم تو آپ کی نصرت و مدد کے لیے آئے ہیں در نہ کہاں آسمانی مخلوق اور کہاں زمین ہمیں حکم ہو تو اس لشکر بے دین کو ختم کر دیں۔ اس پر حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے جبریل میرا علی اکبر اور علی اصغر جو شہید ہو چکے کیا زندہ ہو جائیں گے جب اکبر و اصغر ہی دنیا سے رخصت ہو گئے تو اب حسین کس طرح تمہیں اذن جہاد دے بعدہ انبیاء و مرسلین کی ارواح مقدسہ حاضر ہوتیں۔ زمین و آسمان نے اپنی اپنی زبان میں مولائے کائنات کی خدمت میں عرض کیا کہ اے مولیٰ ہم نصرت کے لیے حاضر ہیں۔ اگر حکم ہو تو زمین شق ہو اور لشکر عمران سعد

زمین پر دھنس جائے لیکن امام حسین علیہ السلام نے نہ جنات کو اذن جہاد دیا نہ ملائکہ کی نصرت قبول کی اور نہ ارواح انبیاء کی نصرت قبول کی اور نہ زمین و آسمان کی نصرت قبول کی کیونکہ امام حسین علیہ السلام کا استغاثہ برائے تمام حجت تھا۔

شکوہ مؤلف از روزگار و اہل زمانہ

مؤلف کتاب ہذا مرحوم صدر الدین واعظ قزوینی نے اہل ایمان سے اس امر کا اظہار فرمایا ہے کہ اس کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے مجھے یاد رکھا جائے اور سورۃ فاتحہ ہدیہ کر کے خوش کیا جائے اس میں شک نہیں کہ مرحوم صدر نے اس کتاب کی تدوین میں جس عرق ریزی سے کام لیا ہے اس کا اندازہ ہر ایک صاحب نظر کو ہو سکتا ہے مومنین یا تمکین اور مطالعہ کرنے والے حضرات مرحوم کو سورۃ فاتحہ ہدیہ کریں۔

واقعہ بیڑ ذات العلم

کتاب کنز الواعظین اور ریاض المؤمنین اور بعض دوسری کتابوں میں وارد ہوا ہے کہ ابو الحسن البکری نے ابو سعید خدریؓ اور حذیفہؓ الیمانی سے جو کہ اصحاب رسولؐ مختار میں روایت کیلئے کہ لما رجع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ من غزاة السکاسک و السکون مویداً منصوباً متوجہاً محبوباً اقد فتح اللہ علی یدہ واقرب بالنصر عینیہ۔ یعنی کہ جب لشکر ہمایوں رسولؐ مختار احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ

سکاسک سے مظفر و منصور باعمل خوش ملاجعت فرما رہے تھے کہ ایک ایسے صحابی پہنچے کہ جہاں پانی کا نشان تک نہ تھا۔ زمین خشک پڑی تھی۔ درخت سوکھ گئے تھے۔ اس صحرا کا ذرہ ذرہ آگ کی طرح تپ رہا تھا گرم ہوائیں چل رہی تھیں۔

بیابان رسیبی پر محافنت بہر گئے درآن صد گونہ آفت
ہوا لیش آتش و آبشش ہوا بود زمینش رنگ و رنگ آہن بابو

یعنی کہ اس وسیع ترمیدان میں جو خوف و ہراس سے بھرا ہوا تھا اور جس میں ہر قدم سوسو آفتیں تھیں وہاں کی ہوا آگ بنی ہوئی تھی پانی ہوا ہو گیا تھا یعنی پانی بالکل نہ تھا نہ وہاں کوئی پرندہ تھا نہ آدمی۔ اس وقت آنحضرتؐ کے لشکریوں پر پیاس نے غلبہ کیا اور آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر پانی کا سوال کیا۔ آنحضرتؐ نے اپنے اصحاب سے سوال کیا۔ من فیکم یعرف حمزہ الارض۔ کیا تم لوگوں میں کوئی ایسا شخص ہے کہ جو اس زمین کے بارے میں کچھ جانتا ہو۔ کسی صحابی نے عرض کیا اے آقا میں اس جگہ سے واقف ہوں۔ اس زمین کا نام وادی کئیب الزق ہے۔ یصل فیہ الدلیل ولا یوجد فیما ظل ولا ظلیل لا یدخلہا ربک الا بک ولا بعیش الا ہلک۔ یعنی میں آپ پر قربان اس زمین پر قدم قدم پر خطر ہے۔ اس زمین پر نہ اونٹ گزر سکتے ہیں اور نہ لشکر سلامت رہ سکتا ہے۔ اور اکثر و بیشتر راستہ دکھانے والے خود بھٹک گئے ہیں۔ فلا سمع النبی والمسلمون یقتوا بالہلاک ولا ذور رسول اللہ مستحیرین جب مسلمانوں نے یہ سنی سنا تو سب کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ اور اہل حرارت آفتاب بڑھنے لگی اور حرارت کے ساتھ اضطراب بڑھنے لگا۔ آنحضرتؐ

نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کو اس بیابان میں پانی کی جگہ کی خیر ہو تو بتلائے میں اس کے لیے بہشت کا مامن ہوں چنانچہ ایک مسلمان نے آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہاں پر ایک کنواں ہے جسے عرب بیہرات العلم کہتے ہیں اس میں آب سرد و شیرین ہے۔ لیکن اس کنوئیں میں جنات و شیطان رہتے ہیں ان کا قبضہ ہے اور وہ کسی کو پانی نہیں لینے دیتے۔ جو شخص پانی لینے جاتا ہے اسے ہلاک کر دیتے ہیں اور کسی لشکر نے اس کنوئیں سے پانی نہیں لیا ہے۔ تیج یابی اپنے لشکر سمیت اس کنوئیں پر آیا اس کا لشکر دس ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ پانی لینا چاہا مگر جنات نے سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بہرام فارس اپنے لشکر کے ساتھ ادھر گزرا مگر پانی نہ لے سکا۔ سعد بن برزق بے شمار لشکر کے ساتھ اس کنوئیں پر آیا لیکن اس کا لشکر تباہ ہو گیا اور پانی نہ لے سکا۔ آنحضرتؐ نے سنا تو فرمایا لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس کنوئیں پر مشک لے کر جائے اور پانی لائے ہیں اس کے لیے بہشت کا مامن ہوں پس ابوالعاص بن ربیع کہ جو آنحضرتؐ کے برادر رضاعی تھے حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں اسلام لانے سے قبل اس کنوئیں پر ایک گروہ کے ساتھ پہنچے کہ دیو اور جن اس کنوئیں سے نمودار ہوئے اور ہم ناکام واپس آگئے کچھ ہمارے ساتھی ہلاک بھی ہو گئے یا رسول اللہ! اب میں مشرف باسلام ہو گیا ہوں۔ میں اس کام کو انجام دوں گا۔ آنحضرتؐ نے ابوالعاص کو اجازت دی اور ابو دجانہ النضاری، قیس بن سعد بن عبادہ، سعد بن معاذ سعد بن بشر، ثابت بن اخیس، عمرو بن أمیہ صمری کو ہمراہ کیا اور بھی چند جوان ساتھ ساتھ گئے۔ اور حبیب ابوالعاص اور ان کے ساتھی بیہرات العلم

پر پہنچے تو کنوئیں سے ایک شور پیدا ہوا۔ اور سیاہ ہوائیں چلنے لگیں اندھیرا چھا گیا۔ اور اس میں سے دیو اور جن نکلے۔ ان کے سر آسمان سے ملے ہوئے اور آنکھیں انگاروں کی طرح چمکتی ہوئی تھیں ناگاہ ایک دیو کنوئیں سے نکلا۔ اور اس نے ایک ہیبت ناک صیحہ بلند کیا۔ مسلمانوں نے چاہا کہ واپس چلے آئیں مگر ابوالعاص بن ربیع نے کہا کہ یا اخوانی من الموت تمہیں موت سے بھائیوں کی موت سے بھاگتے ہو موت سے بھاگ کر کہاں جاؤ گے۔ تم لوگ اپنے مقام پر ثابت قدم رہو اور مجھے اس عفریت سے نمٹنے دو۔ اگر میں اس پر قابو پا گیا تو بہتر ہے اور اگر میں مارا گیا تو میرا سلام حضور رسولؐ خدا پیش کر دینا۔ پس ابوالعاص نے تلوار کھینچی اور حرأت مندی کا ثبوت یا وہ عفریت کہنے لگا کہ تم کون ہو یہاں کیوں آئے ہو کیا چاہتے ہو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ یہ جنوں کا مکن ہے اور ہمارا بادشاہ یہاں رہتا ہے۔ اور وہ کہنے لگا۔ ہ

نحن سلاات المعالی والکرم
رسنا محمد تاج الامم
ونسق من بترکم ذات العلم
ما بزرگان مکہ وحیم
دوستان خلدے رحمانیم
سرور انبیاء تاج اہم
گفتہ مارا محمد عربی

واولیا والرحمن سکان الحرم
المصطفی المختار مصباح الظلم
ونقتل الجان عباد الصنم
معدن جود صاحب کریم
اتمان رسول سبحانیم
روشنی بخشش جملہ عالم
سفتہ درزی زلزل تشنہ لبی

آب از حیاہ جنیاں آیم
حبان جنی زن برون آیم

خلاصہ عربی و فارسی اشعار کا یہ ہے کہ ابوالعاص نے کہا ہم بزرگانِ مکہ و کعبہ ہیں۔ ہم معدنِ سخا اور صاحبِ کرم ہیں۔ خدا نے رحمان کے ہم دوست ہیں اور محمدؐ مٹری ہیں۔ کون محمدؐ۔ وہ کہ جو تمام انبیاء مرسلین کے سرور و بادشاہ ہیں۔ تمام امتوں کا تاج ہیں تمام عالم کو روشنی بخشنے والے ہیں اور ہمیں حضور نے علم دیا ہے کہ ہم تمہارے کنوئیں سے پانی لیجائیں اور تشنہ لب مسلمانوں کو سیراب کریں پس اگر تم نے کوئی رکاوٹ ڈالی تو ہم تمہیں تہ تیغ کریں گے۔ ابھی ابوالعاص کا کلام ختم نہیں ہوا تھا کہ عفریت (دیو) نے جگر خراش چیخ ماری اور خود کو ابوالعاص کے سامنے اس چڑیا کی مانند ڈال دیا کہ جو چڑیا کسی کھٹی مٹھی میں ہو اس وقت ابوالعاص نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میرا سلام رسول اللہ کو پہنچا دینا۔ ابوالعاص کے ساتھی اپنی جگہ سے بھاگنے لگے۔ انہوں نے دیکھا کہ عفریت نے ابوالعاص کو اس کنوئیں پر لیجا کر قتل کر دیا۔ اور ابوالعاص سیاہ ہو گیا ہے۔ اس دم کنوئیں سے ایک شور و غوغا پیدا ہوا اور طرح طرح کی ڈراؤنی صورتیں کنوئیں سے نمودار ہوئے لگیں۔ ابوالعاص کے ہمراہی آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا۔ آنحضرتؐ نے جب سنا کہ ابوالعاص قتل ہو گیا تو آپؐ ابدیدہ ہوئے لیکن حیرتِ اس نازل ہوئے اور آپؐ کو خبر دی۔ عمر بن امیہ صمری نے عرض کیا عظمیٰ اللہ اجرو فی ابی العاص خدا حضور کو ابوالعاص کی بدائی پر مبرا امت کرے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ والذی روحی بیدہ ان روح ابی العاص فی حوصلۃ طیر اخضر یرتع فی ریاض الجنۃ۔ یعنی کہ ابوالعاص کی روح ریاضِ بہشت میں ہے تمام اصحاب نے ان کے لیے طلبِ رحمت کی۔ اسیثناء میں امام الحجۃ والانس حضرت ثناء

ولایت علی ابن ابی طالب علیہ السلام تشریف لے آئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے مسلمانوں اب علیؑ آگئے ہیں وہ تمہیں سیراب کریں گے یہ کام بجز علیؑ کوئی دوسرا انجام نہیں دے سکتا ہر جگہ علیؑ مرقضی ہی نے مشکل کشائی فرمائی ہے۔ اعد و بدر و حنین۔ خندق و خیبر علیؑ ہر جگہ کام آئے ہیں حضرت علیؑ کو ابوالعاص کے قتل ہونے کی خبر ملی تو آپؐ بھی ملول و رنجیدہ ہوئے۔ آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ اے علیؑ بیڑاتِ العلم سے جا کر پانی لاؤ اور سب کو سیراب کرو۔ پھر آنحضرتؐ نے علیؑ کو اجازت دی اور فرمایا ان اللہ حافظک و ناصرک۔ یعنی کہ اے علیؑ تمہارا خدا حافظ و ناصر ہے۔ پھر آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ علیہ السلام کی گردن پر اپنا دست مبارک ڈالا اور گریہ فرمایا۔ اور آسمان کی طرف رخ کر کے عرض کیا خدایا علیؑ کو فتح نصیب کر۔

دہم بیڑاتِ العلم کے بقیہ واقعہ کو آئندہ سیر و سفر طاس کریں گے۔ یہ واقعہ سقاریہ روز عاشوراؑ کہ بلا میں حضرت عباسؑ کے سقلے اہل بیتؑ سے کس قدر مشابہ ہے۔ علی ابن ابی طالبؑ رسول خدا کے حکم پر جنات کے کنوئیں سے پانی لینے گئے اور کہ بلا میں حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کے حکم سے عباسؑ علیہ السلام نہ فرات پر پانی لینے گئے حضرت علیؑ پانی لے کر واپس آئے ہیں۔ پیاسوں کو سیراب کیا ہے لیکن و احسرتا حضرت عباسؑ مشک آب لے کر آئے تھے کہ مشک پر تیر پڑا اور پانی بہہ گیا۔ سقائے سکینہ کے شانے قلم ہوئے حضرت عباسؑ کی لاش فرات کے کنارے پڑی رہی

بقیہ واقعہ بیڑاتِ العلم جب آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ مرقضی علیہ السلام کو کنوئیں پر جانے کی اجازت دی اور آپؐ تشریف لے

گئے۔ جب کنوئیں کے نزدیک پہنچے تو آپ نے فرمایا ہے

جانی رسول الله منه براهیہ وامر فی اسعی الی کل کافر
اقاتله حتی یقروا ببرہم اللهم المعبود سر و جاهر
منم حجت حق منم شیراؤ منم دست بزدان و شمشیر او
منم آنکہ پیغمبر تاجدار علمدار خود کردہ در روزگار

امیر سپاہ پیغمبر منم

دراں روز ساقی لشکر منم

۱۰۱ اشعار یہ ہے کہ حضرت اسد گردگار نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ نے
مداری لشکر عطا کی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں گل کافروں کو قتل کروں یہاں
تک وہ معبود حقیقی خدا ہے واحد و قہار کا اقرار کریں پس جو اقرار توحید خدا کرے
گا اس کے لیے امان ہے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ارشاد کا ترجمہ
بصورت نظم درج کیا جا چکا جس کی وضاحت یہ ہے گویا حضرت علیؑ نے فرمایا
کہ میں جنت حق بہوں میں شیر خدا ہوں میں بد اللہ ہوں اور میں اس کی تلوار ہوں اور
مجھے رسول خدا نے علم عطا کیا۔ میں امیر سپاہ نبوی ہوں اور آج کے روز میں
آنحضرتؐ کے لشکر کا ساقی ہوں جاء الحق، اب حق آگیا۔ پس جب کی دلیرانہ
شیرانہ صدا بلند ہوئی تو وہی عفریت کہ جس نے ابو العاص کو قتل کیا تھا۔ کنوئیں سے
باہر نکلا اور اس نے روز دار میحہ کیا۔ چیخے لگا۔ من انت ایہا النازل علینا
و القادم الینا ما علمت ان لا یطمع فی طامع ولا یرتق حولنا
۱۰۲ منع۔ اس عفریت نے کہا اے شخص تو کون ہے کی تجھے معلوم نہیں کہ کوئی
شخص یہاں قدم نہیں رکھ سکتا۔ یہاں تک کہ وہ قتل کر دیا جائے۔ اس پر

حضرت امیر المومنین نے فرمایا ہے شیطان مردود اور اے سرکش عفریت تو نہیں
جانتا۔ انا انور کہ ہم نور خدا ہیں اور ایسا نور ہیں کہ جو بجھایا نہیں جاسکتا۔ میں علی ہوں
اور حضرت رسول خداؐ کا چچا زاد بھائی ہوں بعدہ آپ نے تلوار کھینچی اور اس کی
کمر پر ضرب لگائی۔ فجعلہ شطرنج آپ نے اس عفریت کو دو ٹکڑے کر کے کنوئیں
میں ڈال دیا۔ اور اپنے اصحاب کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ پانی بھرنے کے لیے
مشکیں لاؤ۔ اسی دوران کنوئیں سے مہیب صوتیں نکلنے لگیں بڑے بڑے
دیوار ورجن برآمد ہوئے حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے باواز بلند فرمایا کہ اے
جنوں اور اے شیطانو۔ یہ سمجھ لو کہ میں تمہیں قتل کروں گا۔ اس کے بعد آپ
نے اس دعاء مبارکہ کی تلاوت شروع کی۔ بسم الله عزمت بالصافات
صفاً والزاجرات زجراً والتالیات ذکر ان اللهم لواحد
رب السموات والارض ورب المشارق والمغرب انا زینا السماء
الدنیا بزینۃ الکواکب وحفظاً من کل شیطان مارد ولا یسمعون
الی الصلاء الاعلیٰ ویقذفون من کل جانب دحوراً ولهم عذاب
واصب الا من خطف الخطفۃ فانیعہ شہاب ثاقب یا معاشر
الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات
فانفذوا لا تنفذون الا بسطان یا معاشر الجن والانس
ان استطعتم الی تنصرون عزمت علیکم بالطور و کتاب
مسطور فی رق منشور و البیت المعمور والسقف
المرفوع والبحر المبهور ان عذاب
ربک لواقع ماله من دافع عزمت

عیکم یا معاشر الجن والشیطان باسماء الله
العظام ویقل هو الله احد ، الله الصمد لم یلد
ولم یولد ولم یکن له کفوا احدًا عزمت
علیکم بقل اعوذ برب الفلق ، عزمت علیکم بقل اعوذ
برب الناس الخ عزمت علیکم بقل یا ایها
الکفرون ۔

قیس بن سحر کہتے ہیں کہ جب حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام
کی زبان مبارک سے کلمات قرآنہ داہورہے تھے اس وقت بشرقات العلم کنوئیں
میں خوشی طاری تھی کسی قسم کا شور و غوغا نہ تھا اور تمام ڈرونی صوفیوں میں ہر
گئی تھیں پھر حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے ڈول اور رستی
میں باندھ کر کنوئیں میں ڈالا لیکن عفریت نے رستی کاٹ دی اور ڈول خالی باہر
پھینک دیا جب امیر المومنین نے دیکھا تو آپ نے کنوئیں کے اندر کی طرف
موہنہ کر کے فرمایا کہ اے جنوں تم نے ولی خدا کے ڈول کی رستی کاٹ دی ۔ ڈول
باہر پھینک دیا اب تم باہر آؤ کہ میں تمہیں اس کی سزا دوں ناگاہ ایک اور عفریت
چاہ سے باہر نکلا ابھی وہ رجز پڑھ رہی رہا تھا کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام
نے اس کو ہدایت نہ دی اور ذوالفقار سے اس پر حملہ کیا ۔ اس کو دو ٹکڑے
کر دیا امام عالی مقام رحیدہ کرار فرزند ابوطالب نے یہ رجز پڑھا ۔

انا علی انزع البطین اضرب هامات العدا بسیف
ان تقطع الدلونا ثانیاً اضربکم ضربا بغیر حیف
سے منم شیر یزداں علی ولی منم شیر خوخوار دشت ملی

اگر بار دیگر شما جنیاں بریدید دلوسا ریحان
برآئیم زجان ہمہ جنیاں داری کہ یکتا ندانم زجان
خلاصہ یہ ہے کہ حضرت شیر خدا نے فرمایا کہ میں علی ہوں اور دشمنوں پر تلوار
مارنے والا ہوں تم نے میرے ڈول کی رستی کاٹ کر اس کو باہر پھینک دیا اب
میں تمہیں بغیر کسی افسوس کے قتل کر دوں گا کیا تم مجھے نہیں جانتے کہ میں شیر خدا
ہوں اور میدان کا زار میں شیر خوخوار ہوں اگر تم نے دوسری مرتبہ میرے ڈول کی
رستی کاٹی تو میں تم میں سے کسی جن کو زندہ نہ چھوڑوں گا اور جنت میں سے کسی
جن کو ہلاک نہ کرے بغیر نہ چھوڑوں گا یہ رجز سننے کے بعد ایک اور دیو کنوئیں سے
باہر آیا اور کہنے لگا کہ اے جوان ہم تم کو پانی ہرگز نہ دیں گے اس پر حضرت
امیر المومنین باواز بلند فرمایا اے ملعون میں تجھے ابھی قتل کرتا ہوں سے
منم سلی ولی آنکہ تمام حروب
شکستہ است بدستم بسی کتاب کفر
یعنی کہ میں علی ولی ہوں اور ہاتھ سے اکثر کتاب کفر پارہ پارہ ہو گئی ۔ اگر تم نے دوبارہ
سرکشی کی تو میں اس ذوالفقار سے تمہیں قتل کر دوں گا یہ فرما کر آپ نے ڈول کنوئیں
میں ڈالا ابھی ڈول کنوئیں کے درمیان ہی تھا کہ عفریت نے اُس کی رستی کاٹ دی
اور ڈول باہر پھینک دیا اور اس نے چیخ کر یہ کہا ہے

یا صاحب الدلو العظیم الشان والرجل المذکور من عدنان
ان قلت اولیت دلوک ثانیاً رمیت فی البشر بلا توان
یعنی اے ڈول ڈالنے والے تو اپنے آپ کو آل عدنان کہتا ہے اگر تو اپنے اس قول
میں سچا ہے اور یہ کہ ہم نے تمہارا ڈول باہر پھینک دیا تو تم خود کنوئیں میں اتر و پس

یہ سنا تھا کہ شیر کردار کو جلال آگیا۔ اور فرمایا اے گروہ جن و شیطان آیاتم مجھے ہر سان کرنا چاہتے ہو کہ میں کنوئیں میں داخل ہوں فاستعدوا للقتالی ورتھیوا لسترالی۔ پس تم قتل ہونے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ میں ذوالفقار دوپیکر لے کر کنوئیں میں آتا ہوں آپ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ مجھے کنوئیں پر لے چلو۔ مسلمان اندازہ ہلاکت ہر سان ہوئے۔ لیکن حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام آنحضرتؐ کے حکم کی تعمیل بجالانے کے لیے کنوئیں میں اترے اور آپ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔ اللہم لا تفرج قلب نبیک وقلوبنا خدودنا تو اپنے نبیؐ کے دل اور ہمارے مسلمانوں کے دل کو مرگ مٹی کے ساتھ رنجیدہ نہ کرنا۔ اسی اثنا میں حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی صلے مبارک کنوئیں سے بلند ہوتی جسے سب مسلمانوں نے سنا آپ نے فرمایا۔ اللہ اکبر جاء الحق ورتحق الباطل کہ حق آگیا اور باطل فنا ہو گیا۔

مولف کتاب فرماتے ہیں کہ شیعوں کو بلا چلو اور دیکھو کہ کربلا میں روز عاشورا محترم جب امام حسینؑ رخصتِ آخر کے بعد میدانِ قتال تشریف لے گئے تو اہلحرم کو یہ یقین تھا کہ حسینؑ قتل ہو جائیں گے۔ پس اہلحرم درخیمہ پر جمع تھے کہ جب تک حسینؑ کی آواز مقتل سے آتی رہے گی۔ حسینؑ زندہ ہیں۔ امام حسینؑ نے اہلحرم کی تسکین و تسلی کے لیے رخِ خیام کی طرف کر کے فرمایا۔ اللہ اکبر انا بن رسول اللہ جناب زینبؑ نے بھائی کی آواز سن سمجھیں کہ ابھی حسینؑ زندہ ہیں۔ اہلحرم نے سمجھ لیا کہ حسینؑ زندہ ہیں۔ سیکھنے خاتون کو یقین ہو گیا کہ بابت زندہ ہیں۔ اور جب امام حسینؑ علیہ السلام زخمی ہو کر گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اور زہر آکا چاند گہن میں آگیا امام حسینؑ علیہ السلام نے پھر اپنی آواز اہلحرم تک پہنچانا چاہی مگر نقاہتِ عیاء تھی۔ آواز خیام تک نہ پہنچ سکی

کہ ہنگامِ عصر منادی نے زمین و آسمان کے درمیان ندا دی قتلِ حسین بکربلا، ذبحِ الحسین بکربلا۔

بہر حال جب حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام معروف کا زارتِ خضر خیر امین آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں نازل ہوئے اور فرمایا کہ آپ مطمئن رہیں کہ کئی ہزار ملائکہ نصرت علی علیہ السلام کے لیے نازل ہوئے ہیں امیر المؤمنین علیہ السلام کنوئیں میں ہیں آنحضرتؐ بھی کنوئیں پر تشریف لائے اور علیؑ کو آواز دی چنانچہ آپ نے بصوتِ علی بیک بیک یا رسول اللہ کہا۔ اور آپ نے کنوئیں سے نکل کر قدمِ نبویؐ کو بوسہ دیا اور آنحضرتؐ نے پیشانیِ امامت کو چوما۔ اور فرمایا کہ اے علیؑ کنوئیں میں کیا گدڑی تم بتلاتے ہو یا میں خبر دوں امیر المؤمنین علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی نگاہِ نبوت سے کوئی چیز مخفی ہے آپ خود ارشاد فرمائیں چنانچہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ کہ تم نے میں ہزار عفریت و جن کو ذوالفقار سے قتل کیا ہے اور باقی قومِ اجنہ کے افراد کو مان دی کیونکہ وہ حلقہ کوئی اسلام ہو گئے تھے اور تم نے ان سے عہد لیا کہی مسلمان کو اس کنوئیں سے پانی لینے سے نہیں روکو گے قومِ اجنہ کے چوبیس ہزار قبیلے اسلام لائے اور ان کا رئیس حبیب قتل ہو گیا تو اس کی جگہ اس کے بیٹے زعفر نامی جن کے سر پر تاج شاہی رکھا گیا بعد و تشریف اسلام یا اس کو تعلیم کے لئے پس آنحضرتؐ نے اپنی ساری فوج کو کنوئیں پر بلایا اور سب نے پانی پیا اور سیراب ہوئے اور ایک شب و دروز اس جگہ قیام فرمایا اور بعد مدینہ منورہ مراجعت فرمائی اور حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام فاتحِ بیر العلم قرار پائے اور تم نے قومِ اجنہ سے کہا کہ انا اس لیے جوایاں لائے اور بصدق دل یہ کلمہ پڑھے لا الہ الا اللہ، محمد رسول اللہ علیٰ ذی القہر آنحضرتؐ نے اپنی ساری فوج کو کنوئیں پر بلایا سب نے پانی پیا اور سیراب ہوئے اور ایک شب و دروز اس جگہ قیام فرمایا اور بعد مدینہ منورہ مراجعت فرمائی اور حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب فاتحِ قرار پائے۔

روز عاشورا از زعفر بن کا نصرت امام حسین علیہ السلام کے

لے کر بلا پہنچنا

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ بیڑا العلم فتح ہونے کے بعد حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے جنوں کے بادشاہ کے قتل ہو جانے کے بعد زعفر بن کا جو مشرف باسلام ہو چکا تھا۔ اس کی جگہ بادشاہ اجنہ مقرر فرمایا اور اس کی رسم تاجپوشی علی میں آئی۔ اور اس کی تاجپوشی کے تیس سال بعد جب کہ زعفر اپنی رسم تاجپوشی منارہا تھا جتنی آراستہ تھا کہ دو جن روتے ہوئے زعفر کے پاس آئے زعفر نے رونے کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ ہمارا گورنرین کر بلا پر ہوا۔ ہم نے دیکھا کہ حسین ابن علی یکتہ دہنہ گئے ہیں یا اور وانصار، عزیز و اقارب بھائی بھتیجے سب قتل ہو چکے ہیں اور امام مظلوم استغاثہ بلند کر رہے ہیں آیا ہے کوئی ایسا کہ جو اس یکسی میں ہماری مدد کرے۔ آیا ہے کوئی ایسا کہ جو فدائیت فاطمہ کی حمایت کرے۔ اور دوسری طرف امام حسین کے خیموں میں العطش العطش کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں۔ ہم نے یہ واقعہ دیکھ کر تم کو بے محنت تمام خیر دی جیسے ہی زعفر بن نے یہ باتیں سنیں جتنی ختم کر دیا سو گوارہ لباس پہنا اور اپنے لشکر کے ساتھ کر بلا کی طرف روانہ ہوا۔ علامہ دینوری نے اس واقعہ کو تفصیلاً نقل کیا ہے اور ہم زعفر بن کی زبانی درج کرتے ہیں زعفر بن کہتا ہے کہ جب میں وار کر بلا ہوا کہ چار فرسخ سے چار فرسخ کے رقبہ میں دشمن کا لشکر پھیلا ہوا ہے۔

اور امام حسین کی مدد یاری کے لیے منصور فرشتہ اپنے گروہ کے ساتھ حاضر ہے

اس کے گرد کی تعداد تقریباً کئی ہزار ہے۔ نصر فرشتہ بھی اپنے گروہ کے ساتھ موجود تھا۔ جبریل، میکائیل، اسرافیل بھی دوسرے فرشتوں کو اپنے ہمراہ لیے ہوئے موجود تھے اور منتظر اذن امام مظلوم تھے۔ انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی ارواح بھی موجود تھیں اور خود آنحضرت موجود تھے۔ فرما رہے تھے ولدی العجل العجل انا مشتاقون لیکن امام حسینؑ ایک ہزار نو سو پچاس زخم کھائے ہوئے لشکر اعداء کے سامنے کھڑے ہیں۔ اور ملائکہ، ارواح انبیاء و مرسلین موجود ہیں مگر سب خاموش ہیں۔ زعفر بن کہتا ہے کہ ناگاہ امام حسین علیہ السلام نے میری طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا۔ میری طرف اشارہ کیا فرمایا۔ نزدیک آؤ۔ میں نزدیک گیا رکاب تو سن کر یوسہ دیا۔ میں نے اپنا لشکر پیچھے چھوڑا تھا۔ اور خود امام مظلوم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔

روضہ الشہداء نے زعفر بن کے آنے کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ اس کا نام ارغوان زاید تھا۔ اور عظیم الجثہ تھا۔ نور اللہ کتاب میں ہے کہ وہ آنے والا عجیب مہیب شکل تھا اور ایک عجیب طرح کے گھوڑے پر سوار تھا۔ زعفر نے امام علیہ السلام کو سلام کیا اور آپ نے جواب دینے کے بعد فرمایا کہ اے زعفر زاید تو کہاں رہا۔ اس نے کہا کہ مولیٰ میں اپنی رسم تاجپوشی کا جشن منا دیا تھا کہ مجھے خبر ملی کہ آپ کر بلا میں اس حالت میں ہیں مولیٰ مجھے اجازت عطا کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ اے زعفر تمہاری یاوری و فاداری سے خدا و رسول خوش ہیں لیکن اے زعفر میں تمہیں کس طرح اجازت دوں نہ اب میرا علی اکبر زندہ ہے نہ قاسم نہ عون محمد اور نہ علی اصغر باقی ہے اے زعفر زمین مقل لاشوں سے بھری ہوئی ہے پھر آپ نے حکم دیا کہ اے زعفر واپس جاؤ اور میری مصیبتیں یاد کر کے گریہ کرنا۔ زعفر حکم امام مظلوم سن کر نصرت کرنے سے مایوس ہو گیا اور بیڑا العلم واپس آگیا۔ اس نے وہاں پہنچ کر مجلس عز

داغی کہ حسین از غم اکبر بگر داشت

ز ان داغ بجز خالق اکبر کہ خبر داشت

یعنی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے بجز پر جو حضرت علی اکبر کی جدائی کا داغ تھا اس کا تو سولے خداوند عالم کے کوئی دوسرا اندازہ نہیں کر سکتا۔

روز عاشورا ایک سیاح درویش وارو کر بلا ہونا

کتاب انساب النواصب اور کتاب فتوحات القدس میں ہے کہ ان
الحسین علیہ السلام فی کربلا لما ابتلی بالعطش جاء رجل من السياحین
ومعه انا من الخشب وقد ملأ من الماء
الحسین -- الخ یعنی کہ جب روز عاشورا کربلا میں حضرت
امام حسین علیہ السلام اور تمام اہل محرم پیاسے تھے کہ ایک شخص سیاح درویش منش
نے دیکھا کہ حسین زخموں سے نڈھال ہیں اور پانی مانگ رہے وہ درویش پانی کا
کھول لے کر امام مظلوم کی خدمت میں حاضر ہوا علامہ اپنی کتاب الریاض میں فرماتے
ہیں کہ یہ مرد درویش اہل کمال سے تھا اور اباب وجہ و حال سے تھا اس طرح
خدمت امام حسین میں پانی لے کر پہنچا کہ لشکر اعداء میں سے کوئی اُسے نہ دیکھ
سکا۔۔۔ از صفی صافی۔

بود درویشی بختی بیوستہ

وز قیودات لطیف رستہ

داشت اندر دل بترن عرف

عزم طوف مرقد شاہ نجف

کردہ بود از اتفاقات زمان

روز عاشورا در آن صحر امکان

آمدش ناگہ آوازی بگوشش

وانصد اندر سر بوش عقل ہوش

حضرت امام حسین کی بیکسی و مظلومی پیش نظر ہو گئی۔ میں نے آرزو کی کاش
میں اپنے اس لشکر کے ساتھ کربلا میں ہوتا تو امام حسین کی نصرت کرتا۔ دشمنوں
کو قتل کرتا رکاب زوال جناح امام حسین علیہ السلام کو آنکھوں سے لگاتا۔ اور اپنی
جان قربان کرتا۔ وقت آیا کہ عروین یث بادشاہ خراسان کا اشغال ہو گیا تو اُس
وزیر نے اس کو خواب میں دیکھا کہ ایک تر صبح بجواہر تاج اس کے زیب سر ہے
اور پیراہن اطلس و دیبا لینے ہوئے ہے۔ جو رد و علماں اس کی خدمت میں حاضر
ہیں اُس وزیر نے اس سے خواب میں سوال کیا کہ اے بادشاہ آپ پر مرنے کے
بعد کیا حالت گزری۔ اور آپ کا کونسا عمل ایسا تھا کہ جس نے بہشت بریں میں
مقام عطا کیا بادشاہ نے جواب دیا کہ اے وزیر جس روز لشکر کی فراوانی کی گفتگو ہو
رہی تھی اور مجھے اس وقت یہ آرزو ہوئی کاش میں اپنے لشکر سمیت کربلا میں ہوتا
تو نواسہ رسول خدا حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت کرتا۔ ان کے دشمنوں
کو دفع کرتا اور میں جام شہادت نوش کرتا۔ یا لیتنی کنت معہ فافوز فوزاً
عظیماً۔ علاوہ اس عمل کے میری کوئی اور عمل ایسا نہیں تھا کہ میں اس درجہ پر فائز
ہوتا۔ اے شیعان حیدر کہہ کر نصرت امام حسین علیہ السلام کرنا بڑی شے ہے
اور اب مصائب امام حسین کو یاد کر کے ان پر گریہ کرنا بمنزلہ نصرت حسین علیہ السلام
ہے۔ آئیے ہم مل کر عزیز فاطمہ زہرا کی نصرت کریں۔ امام حسین اور اہل محرم کی
پیاس کو یاد کریں۔ امام مظلوم کے استغاثہ کو یاد کریں۔ امام حسین نے فرمایا ہے
انا قاتل العزیز میں کشتہ گریہ و بکا ہوں۔ تیر و تلوار و نیزہ، گرز کے زخموں کے
علاوہ امام حسین کے دل پر عزیزوں۔ بھانجوں۔ بھتیجیوں اور بیٹوں کی جدائی کے
غم بھی تھے۔

صحرے کر بلا ہوا۔ کہ ناگاہ اس کے کانوں میں ایک ایسی ایک آواز دردناک آتی کہ اس کے ہوش جلتے رہے یا اللہ یہ کون بے کس ہے کہ سدائے العطش بلند کر رہا ہے اس آواز العطش اس کو مجذب بنا دیا اس نے فوراً اپنے کشکول میں آب سرد بھر لیا اور سوچنے لگا کہ خود پیاسا رہنا بہتر ہے مگر اس تشنہ کام سیراب کرنا ضروری ہے وہ سیاح آواز کی سمت چلا۔ مقتل میں قدم رکھا کچھ لاشیں نظر آئیں کہ جو باشوکت ایمانی غرق خون تھیں۔ اور جب اس نے چشم بصیرت سے دیکھا تو نظر آیا کہ ذوات حق خاک و خون میں غلطان ہیں۔ اور ایک شخص یکہ و تنہا۔ خاک و خون میں بھرا ہوا کھڑا ہے اور سوال آب کر رہا ہے اور اس کے جمال بے مثال سے پانی خود پانی ہو رہا ہے یعنی اس کی آب و تاب، مثل آب رحمت ہے۔ جب درویش نزدیک پہنچا تو امام حسین علیہ السلام نے اس کی طرف نگاہ رحمت سے دیکھا۔ درویش کے باطنی پردے اٹھ گئے۔ جب اس نے امام مظلوم غم والم ہیں دُوبا ہوا دیکھا تو محسوس کیا کہ نوح غرق طوفان الم ہیں۔ خلیل خدا آتش نمرود میں گھرے ہوئے ہیں اسمٰعیل ذبیح اللہ خلعے داوید ہیں۔ یوسف زندان محبت میں یعقوب داغ مفارقت پسر میں موسیٰ قبطیوں کے چنگل میں گرفتار، عیسیٰ ابن مریم یہودیوں کے نرغہ میں گرفتار، محمد عربی عازم معراج اور حیدر کرار تیر بلا کا نشانہ بنے ہوئے، حسن مجتبیٰ زہر ستم پیتے ہوئے نظر آئے اور حسینؑ کو دیکھا کہ دنیا سے موہنہ پھیرے ہوئے کھڑے ہیں۔ امام حق کی نظر ذات حق پر ہے رضاء حق کی طلب ہے۔ پھر اس درویش نے آپ کو عام آب پیش کرنے کی طرف توجہ کی۔ اور عرض کیا مولیٰ یہ پانی حاضر ہے آپ نوش فرمائے۔ امام حسینؑ نے پانی اُس کے ہاتھ سے لیا۔ اور زمین پر پھینک دیا۔ اور فرمایا اس پانی کو چھ فلول کوئی کیا کروں غلام میں میرا پی پیہ اویسا میں سوزات العطش العطش کر رہی تھی۔

گوش ہش را چون فد ادا دادی
ز العطش پسند بانگ کو دی

آنقدر درویش را مجذب کرد
جست از جان خراباتی نسب
از خراب آباد جان برداشت آب
بے خبر کان صاحب دیگر است
تا کہ بنی سرایه او سودت دهد
آب کم خوشگی اور بدست
چون بسوئے آن صدا باشد تاب
دید صحرای پر از تشویش ناک
جسم ہائی پاک اللہی ہمہ
دید یکسو چوں فگند او چشم دل
ہیچوں ذات پاک خود یکتا و فرد
از جمال آن ظہور بے مثال
چشم رحمت شاہ سوی دی کشود

آن مرد سیاح آدمی دید مستغرق غم

نوحی دید غرق طوفان الم

غلامہ اشعار یہ ہے کہ ایک درویش کامل۔ قلندر خالص، حق رسیدہ اپنی طبعی قیود سے آزاد دل میں طواف مزار مرقد نقوی کی آرزو، اتفاقات زمانہ، یا اس کی قسمت کی یادری، یا اس کے کشف کی برکت کہ وہ نجف اشرف پہنچنے سے پہلے وارد

بہرین آب روان نیلاب نیست
تخت اسباب ست خط آب نیست

خواہم ازین آتش آب خوش شود
در خواہم آب ہم آتش شود

اینکہ بان کشن العطش
ز آب نفیض زرد جان ماسواست

بمنت شاد لم یلد ولم یولد
و عالم ذات پاکش واحد است

ناله آونی ز سوز تشنگی است
گوشتش در این صد تشنه منیت

غفلت عشق است این در کربلا
کہ زند بر تنگان سوز

آب ہستی را بریز و بند شو
نوش کن جام فنا و زندہ شو

آب عاشق است ای فقیر

آب در پیش است اے فقیر

غلامہ اشعار یہ ہے کہ امام عالی مقام نے فرمایا اے درویش میرے لیے دنیا کا
آب روان نیلاب نہیں ہے۔ صرف یاوردانصار کی کمی ہے نہ تخت آب ہے۔

اور یہ غفلت جو دشت کربلا میں برپا ہو رہا ہے کہ العطش العطش پرانی پانی۔ تو میاں
کا صلہ ذات حق مطلق پر ہے۔ اور اے درویش آب ہستی کو گرا دے مقام فنا حاصل

کر کہ اس کے بعد زندگی ہے فقال الحسین علیہ السلام انظر ظمًا
نظر السیاح فزاد انهارا جاریہ۔ یعنی امام حسین نے فرمایا اے سیاح نظر اٹھا

کر دیکھ۔ اب جو اس درویش نے نظر اٹھائی دیکھا کہ نہریں جاری ہیں آب شیریں
رواں ہے اور دائیں بائیں صاف و شفاف پانی گویا آب حیات کے چشمے جاری

ہیں۔ فقیر حیران رہ گیا۔

مبہجہ چشمہ ہائی جناح

ہست در زیر قدم ذوالجناح

اس نے دیکھا کہ جس قدر چشمہ ہائے اب روان ہیں وہ سب کے سب ذوالجناح
امام حسین کے سموں کے نیچے سے پھوٹ رہے ہیں۔ فباء الحسین السلام

بالخصی واعطی ایاہ فاذا الحطی انتلب الجواہر
الغریۃ۔ امام حسین نے اس درویش کے کشول کو سنگریزوں سے بھرا اور

پھر آپ نے اس پر دست مبارک پھیرا کہ وہ سنگریزے جو اہر آیدار بن گئے

آپ نے وہ اس کو عطا کئے۔

چون فقیر از سر کار آگاہ شد

وز نگاہ مطلق حق شاہ شد

از دم سلطان جود منبسط

گشت سرتاپا وجودش منبسط

موفیانہ شد بزولن از تاج و دق

بر دم شمشیر بمان داد حلق

و دسر جانش بحق معراج یافت

وز شہادت فرق جانش تاج یافت

کشت اندر نقطہ وحدت فنا

ز آن فنا کردید درویش خدا

ای حسین ای تشنہ بھر وصال

وی کریم ذوالکمال و ذوالجلال

غلامہ نظم یہ ہے کہ جب اس درویش اس راز پر مطلع ہوا تو پہلے فقیر تھا اب

نگاہ حق سے شاہ ہو گیا۔ اور وہ امام عالی مقام سلطان دین و دنیا کی بدولت

خوشحال ہو گیا اور منزل تقوف میں قدم رکھ کر تاج سے بے نیاز ہو گیا اور گدڑی

سے بھی بے نیاز ہو گیا۔ اور اس نے اپنا گلاب تیغ تیز کے تلے رکھ دیا۔ اور جب اس

نے امام مظلوم کی خاطر سر سے دیا تو اس کی روح کو معراج مل گئی اور تاج شہادت

پہننا نصیب ہوا۔ اور وہ فنا فی اللہ ہو گیا۔ اے حسین۔ اے لقاء الہی کے طلبکار

حسین، بحر وصال الہی سے تشنگی بھلنے والے حسین، اے صاحب کمال و جمال

حسین۔ تو کیا تھے روزگار ہے جو کام آپ نے انجام دیا کوئی نبی اس کو انجام نہ دے سکا۔

این تمنا از تو دارد اقدسی
وقت جان دادن بفسیاد مریں

یعنی اے حسین میری یہ تمنا ہے کہ وہ وقت احتضار میری فریاد کو پہنچا اور میری مدد کرنا۔

جناب فاطمہ صغریٰ کا مدینہ سے اپنے پدر بزرگوار

امام حسینؑ کو نامہ بھیجنا

کتاب مفتاح البکائیں مرقوم ہے کہ کان لمولانا الحسین بنت تسمی فاطمة الزی یعنی امام حسین علیہ السلام کی ایک بیٹی فاطمہ صغریٰ ابھی تھیں۔ امام حسینؑ نے جب سفر عراق اختیار کیا ہے اور مدینہ سے ہجرت کی ہے تو فاطمہ صغریٰ بیمار تھیں جس کی وجہ سے امام حسینؑ ان کو اپنے ہمراہ نہیں لے گئے تھے۔ اور آپ نے اپنی اس دختر کو جناب ام المومنین بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سپرد کیا تھا وہی اس کی تیمار داری کرتی تھیں۔ امام حسینؑ نے یہ وعدہ کیا تھا کہ فاطمہ اگر کو فیوں نے بے وفائی نہ کی اور حالات سازگار رہے تو میں تیرے برابر علی اکبرؑ کو مدینہ بھیجوں گا اور تجھ کو اپنے پاس بلاؤں گا چونکہ یہ بیمار دخترات دلی اپنے پیلے بھائی علی اکبرؑ کا انتظار کرتی تھی اور بھائی بہنوں۔ چھوٹی کے فراق میں رویا کرتی تھی کہ جی تھی کہ خدا جانے کب بابا علی اکبرؑ کو میرے لینے کے واسطیٰ بھیجیں گے۔

جب کبھی کوئی قافلہ عراق سے مدینہ آتا تو خیال کرتی کہ شاید ان لوگوں سے بابا کا حال معلوم ہو جائے۔ لیکن سولے مایوسی کوئی دوسری صورت نظر نہیں آتی تھی۔ از زبان حال فرماتی ہیں۔

اندروطن غریبم و بیمارم ای پدر
رفتی بکربلا و گفستی کہ در وطن
بنود بغیر جدہ پرستارم ای پدر
من یک علیلہ دختر کی دارم ای پدر

یعنی کہ اے بابا جان میں وطن میں بھی غریب ہوں۔ بیمار ہوں اور سوائے نانا صاحبہ کوئی دوسرا میری خبر لینے والا نہیں ہے۔ آپ نے کربلا جلتے ہوئے نہ کہا تھا کہ وطن میں اپنی ایک دختر کو چھوڑے جاتا ہوں بنا بریں میں آپ کو عریضہ ارسال کر رہی ہوں

بابا تا کی بسر راہ فراق تو نشینم
تا چند گویم کہ نیا آمد پدرین

یعنی اے بابا میں کب تک آپ کی جدائی میں بیٹھی رہوں کب تک یہ کہتی رہوں کہ میرے بابا نہیں آئے۔ آپ خط لکھ رہی تھیں کہ گویہ طاری ہو گیا یہ عالم تھا کہ درودیلو سے رونے کی آواز آ رہی تھی۔ کراہی اثناء میں آپ کے گھر کے پاس ایک شتر سوار کا گزر ہوا جب اس نے فاطمہ صغریٰ کے رونے کی آواز سنی کہ وہ فراق پدر میں رو رہی ہے۔ اپنے اونٹ سے اترا۔ اور دروازے پر دستک دی اور پکار کے کہا للسلام علیکم یا اهل بیت النبوة ومعدن الرسالة میں مرمو ساقر ہوں اور ارید الرواح الی کربلا ارادہ سفر کربلا رکھتا ہوں آیا کوئی پیغام دینا ہے میں اسے حسین علیہ السلام کو پہنچا دوں گا فاطمہ صغریٰ نے جب نام کربلا سنا درخانہ پر اگر فرمایا کہ انا فاطمة بنت الحسین فلما علم ابی الی کربلا کنت مریضاً۔

اسے عرب میں فاطمہ دختر حسین ہوں جب سے میرے بابا نے سفر کر بلا اختیار کیا ہے میں بیمار ہوں اور رات دن عزیزوں کی جدائی میں روتی رہتی ہوں یہ فرما کر پانے اس کو عریفہ دیا اور دعاء خیر دی۔ صاحب مقامات لکھتے ہیں کہ فاطمہ نے وہ شتر سوار فرشتہ تھا یا بشر تھا۔ مولف کتاب فرماتے ہیں کہ وہ یقیناً فرشتہ تھا کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ امام حسینؑ کربلا میں ہیں دوسرے کوئی انسان اتنی جلدی مدینہ سے کربلا کی مسافت طے نہیں کر سکتا جس قدر کہ کہ جلد اس شتر سوار نے طے سفر کیا۔ مختصر یہ ہے کہ وہ شتر سوار اس وقت کربلا میں وارد ہوا کہ جب امام حسینؑ مصروف کارزار تھے۔ ایک روایت میں یہ وارد ہوا ہے کہ امام حسینؑ استغاثہ بلند کر رہے تھے فرما رہے تھے ہل من ناصر ینصرنی آیا ہے کوئی کہ جو میری نصرت کرے لیکن کسی شخص نے امام کے استغاثہ پر جواب نہیں دیا خائفانہ نحو البرخای را کیا مقلد من طرف المدینة۔ امام مظلوم نے صحرا کی طرف نگاہ اٹھائی تو دیکھا کہ ایک شتر سوار آرہا ہے۔ جب وہ نزدیک پہنچا تو اس نے امام حسینؑ پر سلام کیا۔ اور فاطمہؑ صغریٰ کا خط امام حسینؑ کو دیا۔ جس میں تحریر تھا کہ بابا اب تک آپ کے تشریف لانے کا انتظار کروں اس میں تحریر کیا تھا زینبؑ و ام کلثومؑ، رباب اور ام لیلیٰ کو سلام پہنچے اور سکینہؑ خاتون کو دعا پیا اور علیؑ صغیرؑ کو دعا پیا ہو۔ امام حسینؑ نے خط پڑھا اور خیمہ میں تشریف لائے فرمایا کہ اے بہن زینبؑ۔ فاطمہؑ صغریٰ کا نام آیا ہے۔ اہلحرم جمع ہو گئے۔

ای پدر رفتی و من تنہا ہی ماندہ ام غریب

تا قریب دور از تو ہجور از عزیزان بی نصیب

کرد ہم جان از غم ہجران کہ خواہد آورد

بر سر بالین بیمار دم مردن طیب

این نہ گفتی من کیزی داشتم اندرون

ماندہ بیمار و علیل ویکس و مونس غریب

یعنی اے پدر عالقہ ر آپ چلے گئے اور میں تنہا رہ گئی۔ عزیزوں سے دور بجائوں بہنوں سے جدا ہیں بے نصیب رہ گئی۔ آپ اور کینہ کی جدائی میں سانس لے رہی ہوں آپ کب تک آئیں گے۔ میں بیمار ہوں کیا دم مردن طیب آئے گا۔ آپ مجھے اپنی بیٹی نہ سمجھیں بیمار و علیل ویکس و ہجران نصیب تو سمجھیں۔ اہلحرم نے جب خط سنا تو کہرام برپا ہو گیا۔ یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ امام حسینؑ نے اس خط کا جواب تحریر کیا ہو۔ لیکن اتنا ظاہر ہوتا ہے کہ دوسرے روز یعنی گیارہویں محرم کو ایک کبوتر خانہ امام حسینؑ کے ایک گوشہ بام پر پہنچا۔ اس نے اس گوشہ پر بیٹھ کر پناہ مانگی۔ اور اس کے پروں سے تازہ خون کے قطرے گرے۔ اور وہ خون امام حسینؑ علیہ السلام تھا اور اس کبوتر نے باواز بلند نالہ کیا فاطمہؑ صغریٰ نے جب اس کبوتر کی آواز سنی۔ کشان کشان بستر سے اٹھیں اس حجرہ تک پہنچیں کہ جہاں وہ کبوتر بیٹھا تھا اور خون کے قطرے گرے تھے۔ فرماتی ہیں کہ کبوتر یہ کیا حال بد ہے میرے کینہ والے سفر میں ہیں بھتیجا علیؑ اگر سفر میں ہیں۔ چچا عباسؑ سفر میں ہیں بزبان حال اس کبوتر سے مخاطب ہوئیں۔

اے ہند ہندی بال و پیر این چشم ترست چیست

ای مرغ سلیمان ز غریبان خبرت چیست

ازہر پروبال تو خون میچکد از چہ
 این خون کہ میباشد بر بال و پرت چیست
 رنگین یکجاستہ پروبال تو ای مرغ
 سوی من دلخستہ ہر دم نظرت چیست
 بوسے سلی اکبر ز تو آید بمسام
 اسی اگر از کرب بلا کو خیرت چیست

یعنی کماے ہد ہد (بعض روایات کی بنا پر کہ تو وارد ہوا ہے) بے بال و پرت تیری
 آنکھیں ترکیوں ہیں مے مرغ سلیمان کیا کربلا کے مسافروں کی کچھ خبر ہے تیرے
 ہر ایک بال و پیر سے خون ٹپک رہا ہے۔ بھئیہ کس کا خون ہے اور تیرے تمام
 بال و پیر چون سے رنگین ہیں اور تو ہر لمحہ میری طرف دیکھتا ہے آخر کیوں؟ مجھے
 تو لے کر تو بھیا علی اکبر کو لو آ رہی ہے اگر تو کربلا سے آیا ہے تو جلد بتلا کہ
 مسافران کربلا کا کیا حال ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا الہجرتم سے دو مرتبہ

رخصت ہونا

کتاب الریاض میں ہے کہ اند علیہ السلام لما صمم العزم الجہاد
 جاء الی الفسطاط لیورع اہلہ ویوصیہم بہا ووصی
 الیہم یہ۔ یعنی کہ جب حضرت امام حسین نے بعد شہادت
 عزیز و انصار میدان رزم میں جانے کا مقصد ارادہ کر لیا تو آپ وارد خیمہ ہوئے اور

تمام الہجرتم پکارا کہ خدا حافظ و نامہ میں اب تم کو وداع کرنے آیا ہوں یہ سنا تھا کہ
 تمام مخدرات، بہنیں، بیٹیاں، کنیزیں اور بہا و میں جمع ہوئیں اور امام حسین کے
 گرد حلقہ بنالیا۔ امام حسین نے فرمایا ہے

ام کلثوم یا سکینۃ یا زینب یا بنت فاطمہ جا و میخی
 انت فی عترتی و اہل بیعتی و عیالی و صبتی تخلفینی
 اے بہن زینب، اے دختر فاطمہ تم میرے بعد بزرگ اہلیت ہو میں تمام
 دختروں، اور تمام عورتوں اور بچوں کو تمہاری سپرد کرتا ہوں
 شر قومی اذا اردت و دا عا

و د عینی قبل ان تفقدینی
 پس اے بہن آؤ اور مجھے رخصت کرو پھر تم مجھے نہ دیکھ سکو گی
 اللہ ہذا و آن انتقال وارتعالی و حان یا اخت حینی
 میں اس زمانہ سے دوسرے زمانہ میں منتقل ہونے والا ہوں اور دنیا سے رخصت
 ہو رہا ہوں مجھے لوگ قتل کریں گے

اخت ابی علی بعدی ولی و اقام بہا لدنیا و دین
 یعنی اے بہن میرے بعد میرا نور دیدہ، بیمار کر بلا سید سجاد تمہارا ولی ہے اور میرا
 وصی ہے اور وہی اب امام دنیا و دین ہے۔ یعنی وہ بر حال میں امام بر حق ہے
 اخت صبرا فلیس یضیع اللہ اجر الصبور و المسکین
 لا تشقی علی جیباً بل ابکی کل حین بغیض دمع ہنوق
 اے بہن زینب مبرکنا۔ خداوند عالم صابروں کا اجر کبھی ضائع نہیں کرتا۔ اے بہن
 میری یہ خواہش ہے کہ تم میرے غم میں اپنا گریبان چاک نہ کرنا۔ ہمہ وقت میری

مظلومیت پر گریہ و بکا کرنا۔ آنکھوں میں آنسو ہوں اور دل میں میرا غم ہوئے

و اذا امر رب بالجسد الملقى

على الارض متاحيا فاند بييني

اور اے بہن زینب جب تم گورتے ہوئے میری لاش کو دیکھو کہ خاک و خون میں غلطان پڑی ہے نہ لاش پر سایہ ہے اور نہ کفن ہے۔ تو اے بہن گریہ نہ کرنا و اذا قمت الى تافلة اللیل وصیبت اذکر یحییٰ۔ اے میری بہن جب تم شب کو نماز نافلہ کے لیے اٹھو تو مجھے یاد رکھنا۔ اور جب آپ سر دیو تو میری پیاس یاد رکھنا۔ اے شیعیان علیؑ۔ ذرا اندازہ کرو کہ اس بیکسی کے عالم میں جب جناب زینبؑ نے امام حسینؑ سے یہ الفاظ سنے اور آپ کو امام حسینؑ کی شہادت کا یقین ہو گیا تو اس وقت اس بیکسی بی بی کی کیا حالت ہوئی ہوگی اہلحرم نے کس طرح امام حسینؑ کو رخصت کیا ہوگا نہ قلم میں طاقت ہے کہ اس کی منظر کشی کر سکے اور زبان کو یاد ہے کہ بیان کر سکے جناب زینبؑ نے سوال کیا اے بھائی کیا یہ لشکر اعداء اس بات پر رضامند ہوگا کہ آپ کو شہید نہ کرے اور ہم بیکسوں کے سر قلم کر لے۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے بہن اس قوم جفا شعار کو میرا سر درکار ہے۔ حضرت زینبؑ نے فرمایا اے کاش میں مرجانی اور اے بھتیجا تمہارا شہید ہونا دیکھتی۔ اے شیعو۔ اس وقت اہلحرم میں ایک کہرام برپا تھا۔ حسینؑ رخصت ہوئے اور اس طرح خیمہ سے برآمد ہوئے جیسے کسی بھرے گھر سے کوئی جنازہ نکلتا ہے۔

بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام حسینؑ اور مرتبہ اپنے اہلحرم سے وداع ہوئے ہیں علامہ قزوینی صاحب کتاب الایمان لکھتے ہیں کہ۔

والتحقیق انہ علیہ السلام ودع وذاعان۔ یعنی کہ حق یہ ہے کہ حضرت امام حسینؑ علیہ السلام دوم مرتبہ اہلحرم سے وداع ہوئے ہیں۔

مقتل ابی مخنف میں ہے۔ ثم ناد صلوات اللہ علیہ یام کلثوم ویا زینب ویا سکینۃ ویا رقیۃ ویا عاتکہ ویا صفۃ علیہا کن منی السلام۔ یعنی اے میری بہن زینبؑ ام کلثومؑ اے بیٹی سکینہ رقیۃ، عاتکہ، صفیہؑ تم سب پر میرا سلام ہو کہ میں جا رہا ہوں اور پھر تم مجھے نہ دیکھ سکو گی۔ ہذا اخر الاجتماع وقد قرب منکم الاصحاح۔ یہ میری اور اہلحرم کی آخری رخصت ہے۔ اور اہلحرم کی پہلی مصیبت در بدری ہے یہ سن کر اہلحرم میں ایک کہرام برپا ہو گیا۔ جناب ام کلثومؑ نے عرض کیا بھتیجا کیا مرنے پر کمر باندھ لی ہے۔ فرمایا ہاں اے بہن اب عنقریب شہید ہو جاؤں گا جناب ام کلثومؑ نے عرض کیا بھتیجا پھر میں اس دشت پر خطر میں کس پر چھوڑ رہے ہیں۔

وذا الی جرم جدنا رسول اللہ۔ اے حسینؑ ہمیں ہمارے نانا کے روضہ پر پہنچا دو۔ آپ نے فرمایا کہ بہن ایسا ممکن ہوتا تو مدینہ سے یہاں نہ آتا۔ اے بہن ام کلثومؑ اب کوئی سبیل حیات نہیں ہے سوائے اس کے کہ شہادت پر فائز ہوں اور اے بہن اب تم صبر کرو۔ اللہ صابروں کو دوست رکھتا ہے جناب ام کلثومؑ یہ سن کر کبھی روتی تھیں۔ کبھی بھائی کے چہرے کی بلائیں لیتی تھیں۔ اور کبھی غش کر جاتی تھیں۔

حضرت امام حسینؑ نے علیہ السلام نے فرمایا اے بہن ے

فاستھیا الی علی ابن الحسین علیہ السلام وهو یسط علی

قتل مت کر پہلے مجھے قتل کر۔ اور تقسیم فرمایا کہ سید سجاد اس وقت قتل نہیں ہو سکتے جب تک کہ میں قتل نہ ہو جاؤں۔ یہ اشارہ تھا اس طرف کہ بھائی حسین نے وقت آخر وصیت کرتے ہوئے سید سجاد کو میری حفاظت میں دیا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ میں زندہ رہوں اور علی ابن الحسین قتل ہو جائیں۔ اور جناب زینب نے ہر جگہ سید سجاد کی حمایت کی ہے دربار ابن زیاد ہو کہ دربار یزید ملعون آپ نے اپنے بھائی حسین کی وصیت کو پورا کیا ہے۔

بہر حال امام حسین علیہ السلام نے الحرم کو دفاع کیا۔

حضرت زینب فاتون نے فرمایا اے بھائی ہمیں دشمنوں کے زخموں میں چھوٹے جاتے ہوئے

فی ید من یا حسین ترکنا۔ بمثل هذا الکلام تنجنا۔ اراک یا بن الرسول مکسرا۔

اے بھائی تم مجھے کس کی سپرد کرتے ہو حالانکہ تم خود مسوئے روضہ رضوان عازم سفر ہو۔ بہنوں۔ بیٹیوں اور الحرم کو دشمنوں میں چھوڑ رہے ہو۔ امام مظلوم نے فرمایا اے بہن میری قسمت میں شہادت ہے اور تمہاری نصیب میں اسیری ہے۔

جسے میں نے عالم ذر میں قبول کیا ہے۔ اب میں اپنے عہد الست پر قائم ہوں۔
نحن بنو المصطفى وعترته والله قد عشنا وشرفنا
فاستعملی الصبر دائما ابدا فالصبر فی النایبات شیمتنا
اے بہن ذریت نبی ہیں اور ان کی عترت ہیں فدا تے ہمیں عز و شرف عطا کیا ہے
تم دائمی طور پر صبر اختیار کرنا صبر کرنا ہماری عادت ہے

ہاں برادر زینب کہ خواہی شد اسیر ہست جانت زین اسیری ناگزیر

هو القائم من بعدی بعلم دین وان اشتد علیک مصابی فاند بینی
فاذا قمت فتوحی بسجود وسکون واقعی الله وکونی خیر اسلاف القرون
واذا اقتت الی نافلة اللیل اذ کرینی واذا استندت مولاک صلوة فصلیخنی
فلا ائمه وصیت امام حسین علیہ السلام یہ ہے کہ آپ نے اپنی بہن جناب زینب سے فرمایا کہ تم میرے بعد میرے الحرم کو اکٹھا کرنا تم ان پر خلیفہ ہو میری بجائے ان پر نگران ہو۔ اور سید سجاد کی حفاظت کرنا وہ میرے بعد محنت قائم ہے اور علم دین کا ورثہ ہے۔ اور جب مصائب و آلام کا ہجوم ہو تو مجھ پر گریہ کرنا تو مجھ سے کہنا اور جب غم و الم سے سکون ملے تو اسلاف کی طرف خدا کی طرف برائے خیر متوجہ رہنا۔ اور جب شب کو نماز نافلہ کے لیے اٹھو تو مجھے یاد کرنا۔ اور اللہ سے مدد طلب کرنا۔ نماز ادا کرنا۔ اے بہن زینب تم میری ماں فاطمہ زہرا کی یادگار ہو۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ جمیع بن مسلم سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتا ہے کہ لشکر عمر بن سعد میں سے کچھ بد مذہب و لوگ سید سجاد کی طرف آئے فاستہبا الی علی ابن الحسین علیہ السلام و هو یبسط علی فراش و هو شدید المرضی و مع الشمر جماعة من الرجال یعنی کہ شمر کے ساتھ ایک گروہ سید سجاد کی طرف آیا۔ وہ شدید طور پر بیمار تھے۔ کبھی ہوش کبھی بے ہوش ضعف حد سے زیادہ تھا اس گروہ نے شمر کی طرف متوجہ ہو کر کہا کیا اس بیمار کو بھی قتل کر دیں صاحب کتاب اخبار الدول لکھتے ہیں کہ وہ شمر بقتل علی بن الحسین و هو مریض یعنی کہ شمر طہ الحرم خنجر کف سید سجاد کے قتل کے ارادہ سے آیا۔ فخرجت زینب بنت علی ابن ابی طالب علیہ السلام فوقع علیہ وقالت والله لا یقتل حتی قتلی۔ جناب زینب نے فرمایا اے شمر تو سید سجاد تو

رہے ہستم من بہر جا ہمراہیت آہم از حال قلب اگست
چون شوی بر ناکہ عریان سوار در بدر کردی بہر شہر و دیار
نیستم غافل وی از حال تو آیم از سر من ہی دنبال تو
یعنی اے بہن زینب میرے یتیموں کے ساتھ غمخواری کرنا۔ بلا اور سختی میں ان کی
دلجوئی کرنا۔ اور اے بہن جہاں کہیں تم جاؤ گی میں ساتھ رہوں گا۔ اور جب
شتر بے کجاوہ پر سوار کی جاؤ گی۔ اور شہر بشہر کو چہ بکو چہ پھرائی جاؤ گی تو میں تمہارے
حال سے غافل نہ ہوں گا۔ ایک لمحہ بھر کے لیے بھی غافل نہیں ہوں۔ میرے اور
تم میرے بچوں کی نگہداشت کرنے والی ہو۔ پس امام حسین علیہ السلام نے اہلحرم
کو وداع کیا۔

احوال جناب شہر بانو دختر یزدجرد بادشاہ عجم

مولف کتاب ریاض القدس مرحوم صدر الدین واعظ القزوینی نے احوال
جناب شہر بانو زوجہ حضرت امام حسین علیہ السلام بصورت نظم پیش کیا ہے
شہر بانو آن دخت شاہ عجم فروغ شہستان ماہ حرم
ہی دخت بیجادہ بر نو بہار ہی پہلوی نوحہ میکد زار
ازین پیشتر کشتہ شد شاہ من زتاراج بی پردہ شد ماہ من
زکشو بکشور شد بے نقاب برہنہ تنم را بدید آفتاب
زایران بر شرب چو راہم افتاد بسر سایہ چتر شاہم افتاد
دریقا کہ دیگر شود کشتہ تارہ در یقا شود باز بی پردہ ما
کسم کو کہ تا ہمزانی کند یکی پہلوی نوحہ خوانی کند

حق ترا بہر اسیری فرد کرد گرچہ گردنی اسیر گرد کرد
حق ترا اسیر سلسلہ! از رندا حق مکن خواہر گلہ
موکہ ہمچنین جعد ویراں میکنی شاہ باز دست شاہ ذوالمنی
گر شوی بے منزل ما و اسیرانست تو حق گو ذات راجا کجاست
گنج توحیدی توار ویراں رنج زانکہ در ویرانہ باشد جای گنج
قالت عزیز علی یا امی
مہری علی حسننا و غرتنا

یعنی کلمے بہن زینب جاؤ تمہیں اسیر ہوگی کیونکہ اسیری ناگزیر ہے۔ حق تعالیٰ نے
تمہیں اسیری میں منفرد قرار دیا ہے (مقصود یہ ہے کہ خالوادہ نبوت میں جناب
زینب خاتون پہلی اسیر ہیں پس آپ اسیری میں فرد فرید ہیں) اور اے بہن چرخ
گردوں نے تمہیں اسیر کیا ہے اور اے بہن رندا حق جب کہ ہے ہی ہے کہ تم اسیر
ہو تو راضی بر منڈائے الہی رہنا ضروری ہے اور اے بہن اگر تم بے منزل و ماوا ہو تو
کہا ہے تم حق گو ہو، اور حق ہر جگہ ہے۔ توحید تیری اسیری سے مربوط ہے اور
ویرانہ ہی میں خزانہ ہوا کرتا ہے اور اے بہن زینب حزن و ملال پر صبر کرنا۔ اور
یہ فرما کر امام حسین دیر تک گریہ فرماتے رہے اور جناب زینب گریہ فرماتی باقی اہلحرم
پر سکنہ کا عالم طاری تھا کبھی گریہ و بکا اور کبھی غش اور کبھی فوشی کے ساتھ ایک دوسرے
کی صورت دیکھنا۔ کوئی بی بی رسولؐ سے فریاد کر رہی تھی۔ کوئی بی بی مدد کے لیے
علی مرتضیٰ کو بلارہی تھی۔ وحشیانہ کی صدائیں بلند تھیں۔

رویتیمان مرا غمخوار باش
در بلا و در شدائد یار باش

من آنم کہ ببل بنالندین
بگشتی درون گل بنالندین
من آنم کہ تا دامن روزگار
بگریید من چشم ابرہا
من آنم کہ بامن چو یاری کند
عرب تا بعم بر دوزاری کند
من اے کاش مادر نمیزادیم
چو میزاد بر آب میدادیم
کہ چشم نہ بنید چنین تیرہ روز
بسوزاے سیر روزی پس بسوز
از آن پہلوی نوحہ در دمن
خروش از زنان حرم شد بلند

اس پر پُر در دمر تہ کا خلاصہ یہ ہے کہ شہر بانو دختر یزدجرد بادشاہ بجم جو شمع حرم امام حسین علیہ السلام تھیں نے اس طرح اپنا حال زار بیان فرمایا ہے جو اہل دل کے لیے ایک نوحہ ہے۔ اس سے پہلے کہ شاہ ام شہید ہوں اور خیام تاج و بیاد ہوں اور میں شہر بشہر اسیر ہو کر بغیر چادر پھروں اور آفتاب مجھے کھلے سر دیکھے۔ میں نے ایران سے شرب تک جو سفر اختیار کیا۔ اس میں میرے سر پر چتر شاہی تھا۔ یعنی کہ میں شہزادی تھی آہ اب حسین شہید ہو جائیں گے اور میں بے پردہ ہو جاؤں گی میں کس کو اپنے نوحہ میں شریک کروں میں جانتی ہوں کہ ببل میرے ساتھ نوحہ کرے گی۔ اور تا دامن روزگار چشم ابرہا را نسو بہائے گی میں جانتی ہوں کہ عرب و عجم دونوں گریہ و زاری کر کے میری یادری کریں گے۔ داد و لیا۔ اگر میری ماں مجھے نہ پیدا کرتی کہ میں اپنی آنکھوں سے یہ روز سیاہ دیکھوں اور اگر پیدا ہی کیا تھا تو مجھے دریا کی تدکر دیتی۔ جب حضرت شہر بانو نے اس طرح نوحہ کیا تو بلخرم میں ایک کہرام برپا ہو گیا امام حسین اس حال کو دیکھ کر پریشان ہوئے فرمایاے خواتین حرم نالہ و فریاد نہ کرو۔ صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ شہر بانو

دختر بادشاہ بجم نے امام حسین کا دامہ پکڑ کر۔ بزبان فارسی عرض کیا اے شاہ من اے مولیٰ حسین۔ اے میرے تاجدار میں نیکی و غریب الوطن ہوں اور یہ محذرات، ذریت رسول خدا اور عرب میں اور لشکر اعداء بھی عربی ہے۔ میری حالت پر کوئی رحم نہ کرے گا۔ کیونکہ میں بجم ہوں۔ اے حسین نزدیک ہے کہ میری روح میرے جسم سے نکل جائے امام حسین نے جناب شہر بانو سے فرمایا کہ خیمہ میں بیٹھو۔ جب میں زخمی ہو کر گھوڑے سے زمین پر پہنچوں گا تو دل دل در خیمہ پر آئے اور تم اس پر سوار ہونا۔ اور جہاں تم چاہو گی وہاں لے جائے گا۔

عرض کہ امام حسین علیہ السلام بعد از وصیت و نصیحت خیمہ سے باہر نکلے۔ اس وقت خیام امام علیہ السلام میں شور و غوغا پیدا ہوا۔ نوحہ و تہیوں کی آواز بلند ہو رہی تھی خدا حافظ کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے جو مصائب بے پناہ برداشت کئے ہیں وہ اسلام کی بقاء کے لیے تھے امام حسین میدان کارزار میں برائے جہاد تشریف لائے۔

روز عاشوراء حضرت امام حسین علیہ السلام کا جناب

زینب خاتون کو وصیتیں کرنا

روز عاشوراء جب حضرت امام حسین علیہ السلام آمادہ جہاد ہوئے اور اپنے بلخرم کو وداع کیا تو آپ نے محذرات سے فرمایا۔
ایک آمد نوبت من الوداع
الوداع ای عمرت من الوداع

زود رہا می شما خواہر شدن
سوزناک از فرقت من الوداع
دبدم خواہید چون ابر بہار
گریہ کرد از حسرت من الوداع
یعنی کلاب میری شہادت کی نوبت آگئی ہے اے الہم الوداع۔ اے میری عزت
الوداع۔ اور میری فرقت کے سوز میں جلنے والوں الوداع۔ اور مثل ابر بہار۔ آنسو
برسانے والوں الوداع میرا خیال ہے کہ اس وقت فضلے کہ بلا میں یہ آواز گونج رہی
ہوگی الوداع ہیں الوداع شاہ شہیدان الوداع۔ اے دو جنگ کے سلطان الوداع
(اے شیعوں تم بھی روز عاشورا محترم امام حسینؑ کی خدمت عرض کیا کرو اے
سید مظلوم بہم اس طرح نہ رو سکے جیسا کہ حق رونے کا ہے مولی الوداع۔ الوداع
الوداع) پھر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے اہل عصمت اور اے بانوانِ جہاد
اور اے بیٹیو، اے بہنوں میری وصیتیں بگوش دل سنو۔ جب میرا سر سے
جدا ہو جائے۔ اور نیز پر سر بلند ہو جائے تو میری یہ خواہش ہے کہ اپنے چہروں کو
مٹ نہ پھینا۔ مجھے دشمنوں کی شتمات اور طعنے زنی کا خیال ہے۔ گریہ نہ بکا کرنا
ممبر کرنا اور اسیری سے رہا ہونے کے بعد جب شام سے مدینہ جانا ہو تو میرے نانا
کی قبر پر جا کر میرا سلام کہنا۔ اور نانا سے عرض کرنا ہے

وحین ترون النبی فابلقوا
الیہ سلامی خاشعا و صدق
وقولوا لیہ یا خیرۃ اللہ فی الودی
حسینک مذبح بشت فزات
جب تم قبر دیکھو تو میرا سلام اور درود ان کو پہنچانا۔ اور کہنا اے سید الوری، اے
رسول عربی تمہارا حسین نہر فزات کے کنارے ذبح ہو گیا۔

ومن بعدہ زور و البتول و سلموا

علیہا سلاما طیب النفحات

اور پھر میری ماں فاطمہؑ کی قبر کی زیارت کر کے میرا ان کو سلام کہنا۔ اور کہنا کہ اے
اماں۔ تیرا حسینؑ غریب بیٹا اچھو کا و پیسا شہید کر دیا گیا اے مادر گرامی سے
روانم کہ تو در بہشت جاوید
رخشنده تری زیادہ خوشید
تو سوز عطش چگونہ دانی
سیراب ز چشمہ جنانی
داغ علی اکبر جو انم
سوزندہ تمام استخوانم
اے مادر گرامی آپ تو بہشت برین میں ہیں اور ہمیشہ رہیں گی اور وہ بہشت کہ
جو چاند سورج سے زیادہ روشن ہے۔ اے اماں آپ پیاس کی سوزش کیا جانیں
آپ نے تو عطش کا ذائقہ چھکا نہیں بلکہ اب کوثر سے سیراب ہوتی ہیں۔ میرے
جوان فرزند علی اکبرؑ کی جدائی کا داغ کہ جو میرے تمام استخوان کو جلا رہا ہے۔
اس کی آپ کو کیا خبر۔ اس وقت علیا زینبؑ نے عرض کیا اے بھائی ہمیں
کس کی سپرد کر کے جاتے ہو فرمایا کہ اللہ کی سپرد کرتا ہوں۔ امام حسینؑ فرماتے
ہیں کہ اے بہن سے

مرد بس کن چادرے گنج آمد

باش از بہر اسیری مستعد

اے بہن جہرہ پھیلتے رہنا جسے خزانہ مخفی رہتلی ہے۔ اور اے بہن بس اب
تم اسیری کے لیے آمادہ ہو جاؤ اے بہن یہ کہہ کر امام مظلوم کی آنکھوں سے اشک
پکٹنے لگے۔ اور جناب زینبؑ سے اپنی پیاس کا شکوہ کیا ہے

الیک شکوائی یارب ابا من عطش ادھی فرادی ومنہ القلب خزان

واین محمد و انکرار حیدرہ و این عمی و اعمامی و اقوالی

اے خدا پیاس کی شدت نے مجھے بھلا دیا ہے بلکہ کباب ہو گیا ہے۔ آنکھوں کے تلے

اندھیرا چھا گیا میں تشنہ لب کہاں اور نثار رسولؐ خدا کہاں۔ میرے بابا علی مرتضیٰ کہاں اور میں کہاں۔ جھڑو حمزہؑ کیا اور میں کہاں۔ اے شیعوں تم بھی امام حسینؑ اور شہیدوں کی تشنگی یاد کرو۔ عاشوراء محرم سرد شربت پر نذر دلاؤ۔

۞ پانی پیو تو یاد کرو پیاس امامؑ کی الوداع حسینؑ تشنہ لب الوداع۔

بروایات جب امام حسینؑ نے اپنے اہلحرم کو رخصت کیا ہے تو اس وقت عورات محذرات کی تعداد چوتھائی تھی۔ بقول چوہدرائی تعداد بتلائی گئی ہے آپ نے سب کو ایک خیمہ میں بلایا کہ وصیتیں کر سکیں اور آپ نے وصیتیں کیں اور فرمایا کہ یہ سب امور حفظ کتاب اللہ اور دین نبویؐ کی بقا کے لیے ہیں۔ کتاب منتخب میں ہے کہ بعد ازاں آپ نے اسباب جنگ طلب کئے۔ اسلحہ جنگ پہنا۔ اور سر پر علامہ رسولؐ خدا اور جسم مبارک پر عبا رسولؐ خدا ڈالی۔ سپر حمزہؑ اور ذوالفقار حیدریؑ کے کر عازم میدان قتال و جہاد ہوئے۔

بسر نہاد چو علامہ سید الشہداء بخلق گشت عیان رجعت رسولؐ خدا
بفرقہ چہنہ پر نورش آن علامہ زو نوود ملقہ بسم اللہی برائیہ نو

یو بست تحت تحت روزگار تحسین کرد

کہ طوق بندگی ابن مست بندگی میں کرد

یعنی کہ جب حضرت امام حسینؑ علیہ السلام سے علامہ صحاب رسولؐ خدا زیب سر کیا تو ایسا معلوم ہوا کہ زمانہ میں حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رجعت کی ہے۔ اس کو فانی سر مبارک پر علامہ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے آیہ نور پر حلقہ بسم اللہ کشیدہ ہو۔ اور گئے میں تحت الحنک ایسا معلوم ہو رہا تھا۔ کہ جیسے طوق اطاعت و بندگی ہوا اور حسینؑ جیسی اطاعت فلا کسی نے نہیں کی۔ اطاعت

امام حسینؑ عبادت ہے۔ یعنی امام حسینؑ نے اطاعت خدا کے عبادت کی اور مجاہد لیے اطاعت امام حسینؑ کرنا عبادت ہے۔

حضرت امام حسینؑ علیہ السلام اسلحہ پہننے میں مصروف تھے اور اہلحرم گریہ و کلا کر رہے تھے اور لباس جہاد پہنتے ہوئے بزبان حال امام حسینؑ علیہ السلام اپنے شیعوں کو یہ پیغام دے رہے تھے۔

یا شیعہ لا تترکوا قصد تربتی فاتیما ہا من اعظم القربات
وفیہا شفاء للعین من العمی وفیہا یجیب سامع الدعوات
وحین شربتم بارد الماء فاذا کرو وفاق عطشنا علی حركات
وصبوا علی الدمع فی کل موطن فانی قتیل الدمع والعبرات

یعنی کہ اے شیعوں میری تربت کی زیارت سے کنارہ کش نہ کرنا اور میری تربت کی خاک پاک کو اپنے سروں پر لگانا کیونکہ اس میں ہر ایک بیمار کے لیے شفا ہے۔ او اس میں ہر ایک نایب کے لیے بینائی ہے اور ہر ایک بیماری کی دوا ہے یہ وسیلہ قبولیت دہلے ہے۔ اسی سے تقرب خدا حاصل ہوتا ہے اور لے شیعوں جب تم آپ سرد پیو تو مجھ تشنہ لب کو فراموش نہ کرنا۔ میری پیاس یاد رکھنا۔ اور ہر مجلس اور ہر جگہ مجھ غریب و یکس پر آنسو بہانا۔ کیونکہ میں کشتہ گریہ ہوں۔ اس کے بعد امام مظلوم علیہ السلام اپنی جگہ سے اٹھے اور خیمہ سے باہر آئے اور عازم میدان قتال ہوئے۔ گریاں خیز صورت میں فرمایا اے پدر عالیقدر میں نے میدان کارزار میں جلتے ہوئے توقف کیا ہے وہ اس لیے کہ میں آپ کو وداع کر سکوں۔ پھر آپ سید سجاد کے خیمہ میں تشریف لائے سر ہاتے بیٹھ گئے۔ اسرار امانت سپرد کئے اور دوبارہ اہلحرم کو رخصت کر کے میدان قتال روانہ ہو گئے۔ پس

فاطمہ زہرا کا بھرا گھر اجڑ گیا۔ زینب و ام کلثوم بغیر بھائی کے ہو گئیں سکینہ خاتون یتیم ہو گئیں۔ لا لعنة الله على القوم الظالمين۔

حضرت امام حسین کا عازم میدان کارزار ہونا اور حضرت

زینب خاتون کا مکالمہ

قال العلامة في الرياض - والمحقيق انه اختلى بنفسه مع الامام السجاد هو بمكان العريض لا يرحى برثه منه واسر اليه ما امر به واختبر بانہ يقتل بعد ساعة - يعني علامہ اپنی کتاب الرياض میں فرماتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام نے الجحیم سے رخصت ہونے کے بعد میدان کارزار میں جلتے ہوئے اپنے فرزند سید سجاد سے غلوت میں کچھ باتیں کیں اس وقت سید سجاد بحالت بیماری اپنے خیمہ میں تھے۔ اور ایسے علیل تھے کہ صحت یاب ہونے کی امید نہ تھی اور بیمار پر جہاد بھی واجب نہیں ہے غرض کہ آپ نے سید سجاد سے تہنائی میں گفتگو کی۔

بروایت ابن نما حضرت سید سجاد نے سوال کیا۔ یا ابتہ ما صنعت اليوم مع هؤلاء القوم یعنی کراے بابا آج کے دن اس قوم جفا کار سے کیا طے پایا۔ امام حسین نے فرمایا کہ لے بیٹا لقد استحوذ الشيطان فانساهم ذكر الله۔ کہ شیطان نے ان لوگوں پر غلبہ کیا ہے خدا کو بھول گئے ہیں صبح سے لے کر اس وقت تک قتال ہو رہا ہے سید سجاد نے سوال کیا۔ یا ابتہ این حبیب ابن مظاهر بابا جان حبیب کیا ہوئے فرمایا قتل وہ قتل ہو گئے سولہ کیا یا ابتہ ابن جریذ

فرمایا وہ بھی قتل ہو گئے۔ پھر سوال کیا اے بابا جان این مسلمان بن عوسجہ مسلم بن عوسجہ کیا ہوئے فرمایا وہ بھی قتل ہو گئے۔ سول کیا ابن عمی العباس کہ چچا عباس کیا ہوئے فرمایا وہ بھی قتل ہو گئے۔ پھر سوال کیا ابن اخی علی الا کبر میرے بھائی علی اکبر کیا ہوئے امام حسین نے دیکھا کہ اگر سید سجاد کو خبر قتل علی اکبر دیدی تو ایسا نہ ہو کہ سجاد مدد برداشت نہ کر سکے۔ آپ نے فرمایا کہ لے بیٹا سجاد یہ سمجھ لو کہ اب خیمہ میں مردوں میں میرے اور تمہارے سوا کوئی باقی نہیں رہے۔ قریب تھا کہ سید سجاد غش کر جائیں کہ حضرت زینب خیمہ سجاد میں آگئیں۔ امام حسین میدان کارزار چلے گئے تھے۔ سید سجاد نے فرمایا کہ لے پھو پھی اماں خدا پروردہ در خیمہ کا اٹھاؤ۔ پروردہ اٹھایا گیا سید سجاد نے مقتل کی طرف نظر کی دیکھا کہ نیزہ پر امام حسین کا سر بلند ہے۔

شکوہ جلال امیر المؤمنین علیہ السلام بوقت سواری اور

روز عاشورا غربت امام حسین بوقع سواری

جس زمانہ میں حضرت اسد ذوالجلال - ولی کائنات امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے طلحہ وزیر اور ام المؤمنین عائشہ سے قتال کیا ہے تو بہت زیادہ طلحہ میں سپاہی برائے جہاد جمع تھے چنانچہ آپ نے اپنے لشکر کے ہمراہ بڑی شان شوکت کے ساتھ بصرہ کی طرف کوچ کیا ہے

علی ولی شہ لشکر شکن

سپاہی بیاد است یولاد تن

ہم تیز چشم و ہمہ کینہ کوشش ہمہ چہ دریا بجوش و خروش
گرفتہ بکف تیغ بزان ہمہ کہ بر حلقہ چون شیر غران ہمہ
یعنی کہ علی ولی سر دار و سالار لشکر اسلام کہ جن کی سرکردگی میں سپاہ لشکر خولادی
اسلحہ سے آراستہ تھا لشکر والے تیز چشم اور دشمن کو کاٹنے والے تھے اور
لشکر میں جوش و خروش نہاد ایسا تھا جیسا کہ جوش دریا میں پانی کی روانی کا ہوتا
ہے۔ سب تیغ بکف تھے کتاب اسرار الشہادۃ میں ہے کہ منذ بن جار و دکتا
ہے کہ جب مجھے حضرت امیر المؤمنین کے لشکر کی روانگی کی خبر ملی تو میں شہر سے
باہر آیا تاکہ لشکر امیر علیہ السلام کی شان و شوکت دیکھوں۔ میں نے دیکھا کہ تمام صحرا
فوج حق سے بھرا ہوا۔ اور علمائے رنگارنگ سے لشکر کی رونق میں اور زیادہ
اصناف ہو گیا ہے پہلا علم ایک سوار کے ہاتھ میں تھا جو ہزار سواروں کے
دستہ کا علم دار تھا اور یہ علم دار لشکر جناب ابوالیوب انصاری تھے پھر ہزار سواروں
پر مشتمل لشکر تھا کہ جو کمان بدوش تھا۔ میں نے سوال کیا اور دستہ لشکر دیکھا جس
میں علم دار لشکر الوقتادہ انصاری تھے۔ پھر ایک اور دستہ گزرا جس کے علم دار قیس بن
سعد عبادہ تھے اور ایک دستہ کے علم دار قثم بن العباس تھے۔ اور ایک عظیم دستہ
لشکر کے علم دار غلام آستانہ مجید مالک اشتر تھے اور اکثر اکابرین ہمراہ
حضرت امیر المؤمنین تھے مثل عبد اللہ بن عباسؓ، عبید اللہ بن عباسؓ، فضل بن
عباسؓ، عبد اللہ بن جعفرؓ، عقیل بن ابی طالبؓ، سریح بن ہانیؓ، زیاد بن کعبؓ
ہملانی، ہانی بن عروہ مدحی، حجاج بن خزیمہ انصاری اور دوسرے سرکردہ افراد
ایک علم کے سایہ میں تھے۔ اور وہ علم حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کے

دست فتح نصیب میں تھا۔ علیؓ اسبہ تاج الجلال مع الجود والجلال
برون آمد نہیں شہسواران پیادہ در کابلش تاجداران
گرفتہ غاشیہ خود شید بدوش رکابش کردہ مہ را حلقہ برگوش
لشکر اسلام روانہ ہوا اور حضرت علی مرتضیٰ کے طائیں بائیں جانب آپ کے
فرزند حسینؓ خوش کردار تھے اس غر و قدر و جلالت کے ساتھ جنگ جل میں
حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام تشریف لے گئے لیکن اسے شیخان علیؓ ذکر کیا
میں امام حسینؓ پر نظر ڈالئے۔ جب حضرت امام حسینؓ خیمہ سے نکلے تو اہل حرم کی ان کنار
ساتھ تھے۔ درخیمہ پر ذوالجناح موجود تھا۔ لیکن کون تھا کہ جو رکاب تو سن
تھا تا اور حسینؓ کو سوار کراتا۔ امام حسینؓ نے اس وقت ایک نگاہ اصحاب کے
خیموں پر ڈالی۔ دیکھا کہ خیم خالی ہیں۔ اصحاب مقل میں سو رہے۔ پھر امام حسینؓ
نے اپنے عزیز و اقارب کے خیموں پر نگاہ ڈالی۔ لیکن نہ اکبر تھے نہ قاسمؓ نہ عونؓ
محمدؓ اور عباسؓ علم دار تھے سب ہی مقل میں سو رہے تھے امام حسینؓ نے
ایک آدمی مدبھی اور فرمایا اھل من یقدم الی جوادی آیلہے کوئی کہ
جو سواری لائے مجھے سوار کر لے

دخت اسد اللہ و قلم عصمت
مدیقہ صغریٰ کلمہ عرفیت

حضرت امام حسین علیہ السلام کا جنگ صفین میں زربتلان

کے مقابلہ کے لیے جانا

حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے اپنی خلافت ظاہریہ کے

زمانہ میں جو صرف پانچ سال پر مشتمل تھاتیں جنگیں لڑی ہیں جنگ اول۔
 طلحہ و ذبیر اور ام المومنین عائشہ سے ہوئی جو کہ جنگ جل کے نام سے مشہور
 ہے۔ جنگ دوم معاویہ بن ابوسفیان سے ہوئی جو کہ جنگ صفین کے نام سے
 مشہور ہے۔ اس جنگ میں روزانہ گھمان کا محرکہ ہوا ہے۔ اس روز کہ جب معاویہ
 نے زبرقان کو مصر کی حکومت دینے کا وعدہ کیا ہے وہ ایک لشکر نیر و آزمودہ
 لشکر اسلام کے مقابل آیا۔ اور مبارز طلبی کی۔ صل عن مبارز اور صل الابرار جل
 بلند کی یعنی کہا کہ آیا ہے کوئی ایسا کہ جو میرے مقابلہ میں آئے۔ چونکہ تمام لشکر
 امیر المومنین اس کی شجاعت سے آگاہ تھا کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ اس کے مقابل
 نکلے۔ لیکن آپ کے فرزند ابوجند شیر پیشہ شجاعت حیدری حضرت امام حسین علیہ السلام
 اس کے مقابل اکیلے نکلا اور اسلحہ سے آراستہ ہوئے۔

برآمد زبا شیر دشت یلی بزد بر کسر دامن پُر دلی
 پرورشید غفتان روی قبائی میان بست مانند شیر فدائی
 بزد بر کٹہ پیر طاؤس بدوش اندہ آنگند تابان سپر
 جو آندرقہ بر شانہ آند لیر کشف کس ندید و صامت پیش شیر
 حائل بفریند ہندی پرند ہنگی شد آدگ سر بلند
 یعنی کہ شجاعت و بہادری کے پیشہ کا شیر کرہمت باندہ کر نکلا۔ روی جنگی مخصوص
 لباس پہنے ہوئے معلوم ہو رہا تھا کہ شبیہ شیر قد ہے۔ سپر و کان سے آراستہ
 تلوار زیب، مرکب خوش وضع پر سوار ہو کر نکلا اور امام حسین اپنے بابا علی
 مرتضیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اجازت میدان کا رتلہ طلب کی۔ امیر المومنین
 نے فرمایا اگلے بیٹا ابھی تو سارا لشکر موجود ہے تم کس لیے اذن جنگ طلب کرتے

ہو۔ عرض کیا کہ بابا جان مجھے ضرور اجازت جنگ عطا کیجئے۔ جب امام حسین نے
 اصرار کیا امیر المومنین علیہ السلام نے اذن جہاد دیا۔ یہ خیر آپ کے برادر نے سنی
 کہ حسین میدان کارزار میں جارہے ہیں اس وقت محمد عتیق بن علی اور امام حسین بن
 علی آگے بڑھے اور ذرا فاصلہ سے جا کر امام حسین کے مرکب کی رکاب اور بام تار
 کر کہا کہ جھٹیا جھیں خجالت محسوس ہوتی ہے تم زبرقان کے مقابلہ کے لیے جا
 رہے ہو اور ہم زندہ ہیں ہمارے ہوتے ہوئے تم میدان کارزار میں نہ جاؤ۔
 داویلا۔ میدان صفین میں جب امام حسین نے میدان جنگ میں جانا چاہا تو آپ
 کے بھائی حائل ہوئے گھوڑے کو روک لیا۔ لیکن روز عاشورا کوئی نہ تھا سب
 بھائی پیسے ہی شہید ہو چکے تھے کون روکتا۔ کون سوار کرتا۔ ہاں اس میں
 کے عالم میں حضرت زینب خاتون نے امام حسین کے گھوڑے کی رکاب تھامی اور
 حسین ذوالجناح پر سوار ہوئے۔ زینب نے بھائی کو سوار کیا۔ اور البحر روتے ہوئے
 عرض کہ امام حسین علیہ السلام زبرقان کے مقابلہ کے لیے میدان قتال میں تشریف لے
 گئے۔ جب زبرقان کی نظر امام علی مقام پر پڑی اور شوکت و جلال شجاعت
 دیکھا تو حیران رہ گیا۔ آپ کے سامنے آیا اور کمال ادب کہنے لگا کہ آقا تم کون ہو
 جو میرے مقابل آئے ہو۔ امام حسین نے فرمایا کہ میرے جد رسول خدا ہیں۔ میں
 غلام نسل اسمعیل ہوں میرے بابا علی مرتضیٰ ہیں میں فاطمہ زہرا بنت رسول اللہ
 کا نور نظر ہوں میں حسن مجتبیٰ نواسہ رسول خدا کا بھائی ہوں۔ میں حسین ہوں پس
 جب زبرقان نے سنا تو تلوار جو نیام سے نکلے ہوئی تھی پھر نیام میں رکھ لی
 اور کہنے لگا اے سید و سردار اگر آپ میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں میں آپ
 سے جنگ کرنا تو درکنار میں آپ کو تیز و تند نظر سے بھی نہیں دیکھ سکتا آپ نے

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے متعلق ہے اور دوسری کتابوں میں یہ واقعہ حضرت امام حسین کی طرف منسوب ہے۔

قال العلامة في الرياض: فلما تقبها عليه السلام خرج من افق الخيام كالنجم المتجامل - یعنی کہ جب شہسوار عربہ شہادت تاجدارِ قلم شفاعت حضرت امام حسینؑ خیمہ سے برآمد ہوئے اس وقت اپنے جد رسولؐ خدا سے سنا کہ خداوند عالم حسینؑ کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔
انادیۃ الحسین پس امام حسینؑ عازمِ معرکہ قتال ہوئے۔

روز عاشورا حضرت امام حسین علیہ السلام کا اشتیاق

جہاد اتمامِ حجت

روز عاشورا کثرتِ واشتیاق جہاد امام حسین علیہ السلام کی منظر کشی بصورتِ نظم

حسب ذیل ہے۔

نالہ طفلان کسند اُونشد	نبد زینب پائی نبد اُونشد
در گور از ہر چہ دانی غیروست	عشق گفتا جہد کن در وصل دوست
بازن و سرزند و خانماں چکا	عاشقان را با سر و سامان چکار
یک این غیری کہ می بینی نہ اوست	عقل گفت ای عشق رای تو کو دوست
وین دنگاران حبیب داورد	این زنانی ذریست پیغمبرند
حُب محبوب خدا حُب خداست	این تعلق از تعلقیہا جداست
عقل گفت این کو دکان ساکن خوش	عشق گفتا مشنوائی جوش و خروش

سوال کیا کہ کس وجہ سے تو مجھ سے جنگ کرنا پسند نہیں کرتا۔ وہ کہنے لگا کہ میں نے مدینہ میں حضرت رسولؐ خدا کو دیکھا ہے کہ حضور آپ کے لبوں کو بھوسہ دیتے تھے۔ فرماتے تھے کہ حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں فرماتے تھے کہ حسینؑ جو انسان جنان کا سردار ہے۔ فرماتے تھے کہ جس نے حسینؑ کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی میں اس حالت میں کس طرح آپ پر تلوار کھینچ سکتا ہوں۔
امام حسینؑ نے فرمایا اے زبیر قان تجھے میرا اس قدر خیال ہے اور تو محاوہ کی طرف سے داماد رسولؐ خدا۔ وصی رسولؐ خدا شیر حق علیؑ ولی سے جنگ کرنے کے لیے طرف دار معاویہ ہو گیا ہے حالانکہ معاویہ حق پر نہیں ہے۔ زبیر قان نے کہا کہ میں تو اب حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کے علم تلے معاویہ سے جہاد کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن اے حسینؑ میں شرمندہ ہو رہا ہوں آپ میری شفاعت فرمائیں امام حسینؑ نے فرمایا کہ چلو میں تم کو اپنے پدر عالیقدر حضرت امیر المومنین کے پاس لے چلتا ہوں۔ چنانچہ تمام لشکر نے دیکھا کہ زبیر قان آپ کے ساتھ اپنے لشکر سے نکل کر خدمتِ مرتضوی میں حاضر ہوا۔ امام حسینؑ نے اس کی سفارش کی۔
جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے حسینؑ اگر تم تمام جن و انس کی شفاعت کرو مجھے قبول ہے۔ امام حسینؑ نے اے شیعو تمہاری شفاعت کرنے کا اس وقت وعدہ فرمایا ہے کہ جب آپ کا سر مبارک سجدہٴ معبود میں تھا اور شہرِ ولد الحرم کا خنجر سرِ امام مظلوم جدا کر رہا تھا کہ امام حسینؑ نے بارگاہِ خدا میں عرض کیا۔ الہی اوفیت بعہدی اوف بعہدک یعنی اے خدا میں نے اپنا وعدہ وفا کیا اب تو بھی اپنا وعدہ پورا کر۔ ہمارے گنہگار شیعوں اور دوستوں کو بخش دے واضح رہے کہ امیر محمد خواند شاہ نے اس واقعہ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ حضرت

عشق گفتا زود تر و شب رسید
عقل گفت آہستہ تر زینت رسید
عشق گفتا رو دم شمشیر و فی
عقل گفتا دخترت آمد زینتی
آخر عشق شد بر فتن رسنہوں
رفت و گفت انا الیہ راجعون

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام حسینؑ کو چونکہ عشق جہاد فی سبیل اللہ تھا۔ پس مذاہب کی خواہر زینت اور نہ بچوں کے نالہ حائل ہو سکے۔ آواز عشق تھی کہ وصل دوست کی کوشش کر۔ اور اس راہ میں جو اس کا غیر ہے اس سے کنارہ کشی کر۔ جو عاشق الہی میں ان کو مرد سامان۔ زوجہ و اولاد سے کیا غرض۔ عقل کہتی ہے کہ اسے عشق تیری رائے نیک ہے لیکن زینب خاتون اور المحرم حسینؑ کوئی غیر نہیں ہیں بلکہ عورات ذریت پیغمبر ہیں یہ حبیب خدا کے پیارے ہیں یہ تعلق دوسرے دنیاوی تعلقات سے جدا گانہ ہے۔ کیونکہ محبوب خدا کی محبت۔ خدا کی محبت ہے۔ عشق کہتا ہے کہ ان کا جوش و خروش مت سن عقل کہتی ہے کہ ان کو خوش کر۔ عشق نے کہا کہ رات ہوگی مگر عقل نے کہا کہ آہستہ سے زینت آگئیں عشق نے کہا کہ تلوار و نیزہ ہاتھ میں لو عقل نے کہا کہ دختر آگئی ہے اس کو دیکھو آخر کار عشق امام حسینؑ خود حسین کے لیے رہبر شہادت تھا اور آواز عشق آئی کہ سب کی بازگشت اللہ کی طرف ہے۔ اس جذبہ عشق ایزدی اور عقل امامت کے ساتھ حضرت امام حسینؑ عازم جہاد ہوئے اور آپ کے جہاد کو دیکھ کر تمام ملائکہ مقربین اور کوہین محو حیرت رہ گئے۔ ان کی محویت کو ترائے سنخ نظم ذیل کی زبان میں پیش کرتے ہیں۔

کایمخار فرف نشین اوج اودانی است این
یا کہ خود دلدل سوار عہدہ بیجا است این

یارب این عرش است بر کسی نشدہ یا مگر

صدق مطلق جلوه حق مظہر الاسماء است این

شعلہ طور است یا نور است یا نورے حسینؑ

ماہ تابا است ہر جہاں آراست این

گوہر دریائے لولا گشت یا نجم سماک

یاد رخشاں دُر درج زہرہ زہرا است این

گر حسینؑ است این جوان پس گو علی اکبرؑ

شاہدین است چرا پس یکہ و تنہا است این

خسرو ناس است اگر یارب چہ شد عباسؑ او

کامچنین لی یا ویاور اندر این صحر است این

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ یہ عاشق لقاد الہی رفرف نشین اودانی ہے یعنی معراج عشق

پرفائز ہے یا خود دلدل سوار میدان کارزار ہے یہ خود عرش ہے۔ کرسی نشین ہے

صدق مطلق ہے مظہر اسماء خدا ہے۔ شعلہ طور ہے یا نور ہے۔ ماہ تابان ہے یا

نور شید جہاں آرا ہے اگر یہ حسینؑ ہے تو اس کا جوان فرزند علی اکبرؑ کہاں ہے اور اگر یہ

بادشاہ وقت ہے تو اس کا علمدار عباسؑ کہاں ہے اور یہ خود اس صحرائے میں اس

عالم یکسی میں ہے۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے کتاب ارشاد میں نقل کیا ہے اور ایسا ہی کامل السقیفہ

میں مذکور ہے کہ جب امام حسینؑ علیہ السلام مصروف جہاد ہوئے تو اس وقت امام

مظلوم کے آگے آگے تین نفر دیکھے گئے وہ تینوں اس طرح آپ کے آگے آگے

تھے جیسے کہ بہادر سپاہی اپنی خاص وردی پہن کر بادشاہ کی سواری کے آگے

دوڑتے ہیں۔ وہ تینوں افراد امام عالی مقام کی مددگاری بھی فرما رہے تھے۔
شیخ مفید فرماتے ہیں۔ عجمان رجال ثلثہ كانوا یقاتلون سبعین الفا
یعنی یہ تینوں نفر عجم جو انہر تھے۔ اور ستر ہزار کے مقابل آنے والے تھے۔
نظاہر یہ تینوں نفر امام عالی مقام کے ہمراہ تھے۔ انہوں نے کوشش کی کہ
قتل ہو جائیں۔ لیکن بحسب باطن۔

علامہ مرحوم اپنی کتاب الریاض میں تحریر فرماتے ہیں۔ وکان فی رکابہ
جنیر اثیل من الشاکریۃ وفی عنانہ عن، اثیل کالشاطریۃ واسرافیل
عن یمینہ نصیر و مکاثیل عن قفائہ ظہیر۔
یعنی جبرائیل رکاب تو سن تھا منے والے تھے۔ اور عنان فرس تھا منے والے
عزرائیل تھے۔ اور دائیں جانب اسرافیل مثل مددگار تھے۔ اس شکوہ و جلالت کے
ساتھ حضرت خامس آل عبا قتال و جدال کے میدان میں مصروف کارزار ہوئے
ابن مخنف کہتا ہے کہ ثم زلف نحو القوم وقال یا ویلکم علی
ما تقاتلون فی اعلیٰ حق ترکتمہ امر علی سنتہ غیر بہا امر علی
شریعتہ بدلتہما۔ اے سپاہ کوہ و شام اے خونخوارو تم مجھ سے کیوں
برسر قتال ہو۔ آخر میری کیا تقصیر (معاذ اللہ) ہے کیا میں نے شریعت رسول خدا
بدل دی ہے۔ آیا کسی کا حق میرے ذمہ ہے یا کسی کا مال میں نے برباد کیا ہے۔
تم میرے خون کے کیوں پیلے ہو۔ قوم جفا کار نے یہ جواب دیا کہ اے حسینؑ
نقاتلک بغضامنا لا بنیک۔ اے حسینؑ ہم اس لیے تمہیں قتل کرتے ہیں
کہ ہمیں تمہارے بیابا علی مرتضیٰ سے بغض ہے کہ انہوں نے ہمارے بزرگوں
اور بھائیوں کو قتل کیا ہے فلما سمع صلوات اللہ علیہ کلامہ بکی

بکاء شدید افجعل ینظر یمینا و شمالہ فلم یرا احدا من
اصحابہ و انصارہ الا من صافح الثراب جبینہ و قطع الحمام
پس جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان بے دینوں کا جواب سنا تو آپ
پر شدت گریہ طاری ہو گئی۔ پھر آپ دائیں بائیں جانب نظر کی تو اصحاب کی
لاشیں نظر آئیں جو قتل میں پڑی تھیں سے

یکطرف خونخوار قوی بستہ صف تیغ و تیر و خنجر برآں بکف
شمر و خولی و سنان و حرمہ پای کو پاں گرم رقص و مہلہ
یکطرف اہل حریری سوگوار کردہم بہشتہ نالان انکبار
کو دکانی چند سرگران شان سینہ کو پاں بر جو انردان شان
بریتیسی و اسیری بردہ پی بند بند ہر یکی نالان چونی
یکطرف در زیر ستم اسپہا شہسواران بردہ اند پی برنا
یکطرف افتادہ اندر خاک و خون رایت انا الیہ راجعون

ہر طرف از تیر و تیغ و خنجر
رخش از انجم فروز تر پیکری

علامہ اشعارید ہے کہ ایک طرف لشکر عمر بن سعد ملعون تیغ و تیر و خنجر بکف تھا
شمر و خولی، سنان اور حرمہ ملعون رقص کنان تھے۔ تو دوسری طرف اہل حریم سوگوار
اور نوہ کنان خاک پر بیٹھے ہوئے تھے۔ بچے سرگردان تھے۔ جوانوں کا ماتم کر رہے
تھے تیسی و اسیری مخدرات کا خیال پیش نظر تھا۔ شہیدوں کے مرکب (گھوڑے)
زیر ستم اعدا ہو رہے تھے۔ شہیدوں کے لاشے درس دے رہے تھے کہ سب
کی بازگشت اللہ کی طرف ہے۔ جو ستاروں سے بھی فزونی تر ہستیاں تھیں ان

پر تیر برس رہے تھے اس وقت امام مظلومؑ نے ایک آہ سرد بھری اور فتاویٰ
یا مسلم بن عقیل یا جانی بن عمرو یا حبیب بن مظاہر، یا زبیر بن قین یا یزید بن
مظاہر، یا یحییٰ بن کثیر، یا ہلال بن نافع، یا ابراہیم بن الحسین، یا عزن المطاع۔
یا اسد البکلی، امام مظلومؑ نے اپنے صحاب کو نام بنام پکارا۔ پھر فرمایا۔ یا ابطال
الصفاء یا فرسان المہیجا۔ اے یہاں والے دلیر والے میراں
جنگ کے شیر و مائی انا دیکھ فلا تجیبو فی وادعواکم فلا تنصو فی
میں تمہیں پکار رہا ہوں اور تم جواب نہیں دیتے میں تمہیں نصرت کے لیے بلا رہا
ہوں مگر تم میری مدد نہیں کرتے اے میرے دلیر و ہذا بنات الرسول
لفقدکم قد علاہن الغول اے دوستو خدا اس تو خاک سے اٹھاؤ اور
رسول زاد یوں کی گریہ و بکا تو دیکھو اور المحرم کا غم و اندوہ میں گھلنا دیکھو قوموا
عن نومتکم ایتموا الکرام و ارفعوا عن حرم الرسول الطخاة اللہ نام
اٹھو نیند سے بیدار ہو۔ حرم رسولؐ کو ظالموں سے نجات دلاؤ۔ عترت
پیغمبرؐ خدا سے دشمنوں سے دور کرو۔ پھر حضرت امام حسینؑ نے فرمایا صر عکم
واللہ ربیب العنوں وغدریکم الدھر الفئون والالما کنتم
عن دعویٰ تقصرون ولا عن نصرتی تجتجبون یعنی کہ بخدا
تمہیں روزگار جفا کار نے موت کی نیند سلا دیا ہے ورنہ تم اٹھ کر مدد کرتے۔
پھر فرمایا کہ میں بھی غریب تم سے ملتی ہوں نے واللہ ہوں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا میدان اعداء میں جانا

اور اتمام حجت کرنا

جب حضرت امام حسین علیہ السلام المحرم سے رخصت ہو کر میدان قتال میں
پہنچے جہاد کیا۔ وہ وقت آیا کہ راہ مقصود یعنی راہ شہادت میں قدم رکھیں۔ بارگاہ
ایزدی میں عرض کیا کہ

ترکنا الخلق طرأ فی ہوا کا وابتعن العیال لکی اراکا
سے آدم اے دوست تا قربان شوم جان دہم در حضرت جانان شوم
من بخویم مقصدی جز کوئی تو من ندارم حاجتی جز زوی تو
یعنی کلمے دوست میں تجھ پر قربان ہونے کے لیے آیا ہوں اور میری جان۔ جان
آفرین کے لیے ہے میرا سوائے اس کے کوئی اور مقصد نہیں ہے میں صرف تیری
نقار کا طالب ہوں اس کے علاوہ میری کوئی اور حاجت نہیں ہے یہ مقصد ہے
کہ امام حسین علیہ السلام اب منزل شہادت کی طرف بڑھا ہے میں اور خداوند عالم سے
خطاب و آرزوئے بقا ہے۔

اسی اثناء میں ہاتھ غیبی کی ندا آئی۔ یَا یٰتٰہَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ رَجِی
إِلٰی رَبِّکَ رَا ضِیَہٌ قَبْلَ ضِیَہٍ۔ (سورۃ الفجر آیت ۲۸-۲۹)
یعنی اے اطمینان پانے والے نفس اپنے پروردگار کی طرف چل تو اس سے خوش
اور وہ تجھ سے راضی ہے پس جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے یہ آواز غیبی
سنی تو شہادت کے لیے آمادہ ہو گئے۔ ذوالفقار نیام میں رکھ لی۔

اور بزبان حال فرمایا ہے

یاد ب زعمہ گاہِ بلا تن نمی کشم
وز حلقہ کند تو گردن نمی کشم

یعنی اے خداوند عالم میں اس میدانِ بلا سے اپنی جان بچانا نہیں چاہتا۔ میں تو تیری نقاد و منا کا طالب ہوں مجھے شہادت مطلوب ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے خون میں غلطان ہوں اپنی اس نیاز و شوق کی تپا پر کہ جو مجھے حاصل ہے مجھے اپنی بیٹی سیکینہ کے ناز کا بھی خیال ہے۔ مروی ہے کہ میدان میں جاتے وقت جناب سیکینہؑ - اپنے بابا حسینؑ کی خدمت میں آئیں اور دامن پکڑ کر عرض کیا کہ اے بابا مھلا مھلا - آہستہ آہستہ چلئے۔ اے بابا آپ کا کیا ارادہ ہے۔

کہاں جلتے ہیں ذرا ٹھہریئے حتیٰ از دامن نظری الید۔ ذرا صبر کیجئے میں جی بھر کر آپ کا دیدار کروں پھر کہاں زیارت نصیب ہوگی۔ ثم نقبہ رجلیہ ویدیہ۔ یعنی کہ اس حسرت نصیب بچی نے امام حسینؑ کے دسپ پاء کو بوسہ دیا۔ امام حسینؑ گھوڑے سے اترے اور سیکینہؑ خاتون کو اپنی آغوش میں لیا۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور سیکینہؑ خاتون حسینؑ کے آنسو پونجھ رہی تھیں۔ اس وقت بھی امام حسینؑ نے شدید گریہ فرمایا۔ اور بھی چند موقعوں پر آپ نے شدید گریہ فرمایا ہے۔ بعدہ گود سے سیکینہؑ کو جھکایا اور فرمایا اے دختر رو چکیں۔ اب ہم کو جانے دو۔ جب میں قتل کر دیا جاؤں تو میری لاش پر گریہ کرنا اور بزبان حال فرمایا۔

عاشقم بر یفعل اللہ بالشاء
دختری خواہم کہ صبحی تابشام
ز انکہ باشد البلاء للولاء
کرداں کرد کو چہ بازار شام

شامیان آمادہ جو کوش ہم
کف تران و دف تران دورن ہم
تا بگویندش کہ لے لفل صغیر
خوب گشتی ہم یتیم و ہم اسیر
دختر خواہم دو چشمش سیل خیز
دریابا ہنہا جو باران اٹک ریز
ہر زبان بنید سر مرا برستان
داں سنان را بر سر دوش سنان

دختری خواہم دلش از غصہ خون
مورش از ضرب سیلی نیلگون

علامہ اشعار یہ ہے کہ امام حسینؑ نے فرمایا کہ میں اللہ کی رضا کا عاشق ہوں بلائیں امتحانات صاحبانِ دلا کے لیے ہیں۔ اے میری بیٹی سیکینہ صبح سے شام تک کوچہ و بازار شام میں پھرتا ہوں گا۔ اور شام کے ظالم لوگ جو روئے ظلم کریں گے دور دور تک دف بچ رہے ہوں گے۔ عورات اور کہہ رہی ہوں گی کہ اے بچی تم یتیم و اسیر ہوئیں اور سیکینہؑ خاتون تمہاری آنکھوں سے اس طرح آنسو برسے گے جیسے بارش ہوتی ہے۔ اور اے سیکینہؑ تم ہمہ وقت (راہ کوفہ و شام) میں میرا سر نیزہ پر دیکھو گی۔ اور اے بیٹی تمہارا غصہ سے لہو لہو ہو جائے گا اور تمہاری صورت قرمب سیلی سے نیلگون ہوگی۔

آپ نے سیکینہؑ خاتون کو میر کی تلقین کی۔ گود سے سیکینہؑ جدا ہوئیں۔ اور پھر باپ کی آغوش نصیب نہ ہوئی البتہ جب امام حسینؑ کی لاش بے سر پر آپ میں تو لگے میں بائیں ڈالیں اور کہا یا اَبَّہ اَبَّہ من الذی ایتمنی علی صغیر سخی اخر لے بابا کس بے رحم نے مجھے کسنی میں یتیم کیا۔ اس وقت چند ظالم و ملعون آئے اور جناب سیکینہؑ کو لاش امام حسینؑ سے علانچہ مار کر جدا کیا۔

تھے۔ اس کے باوجود امام عالی مقام نے اپنے عشق الہیہ کا مہر و روانہ پھینکا اور صاحب جلال منفرد ہستی یعنی امام حسینؑ نے اسلمہ سجا کر رکاب ذوالجناح میں قدم رکھا۔ اور ذوالجناح خود آتش عشق خوردہ تھا۔ یعنی عشق مجسم حسین علیہ السلام کا ونا دار گھوڑا تھا۔ اور بزبان حال کہہ رہا تھا کہ میں اللہ کی راہ میں گامزن ہوں۔ امام حسینؑ کی ذوالفقار نخل طور کی آگ سے مربوط ہے وہ آگ کہ جو دراصل نور تھی مگر موسیٰؑ اسے آگ سمجھے۔ اس کے ہر بال و پر سے شمیم زندہ ہے یعنی خوشبو سے مہک رہی ہے۔ اور ہزاروں کے لیے وہ عیسیٰ نفس ہے۔ مرلیض اور یوسید کے لیے باعث حیات ہے۔ کتاب ریاض میں ہے۔

فاخذ ذوالجناح فی الرقاق یخیل انہ البراق یستیر بصاحب التاج و السراج الوہاج الی المعراج بخ بخ۔
 چون بمیدان شہادت پا نہاد پابروں از ملک او ادنی نہاد
 شد رکابش حلقہ عرش برین عرش یعنی پاد آن عرش آفرین
 یعنی کہ جیسے ہی ذوالجناح نے اپنے قدم میدان شہادت میں رکھے گویا اس نے اوادنی کی سیر کی اور اس کی رکابوں کا حلقہ۔ حلقہ عرش برین بن گیا۔ اور اس کے قدم عرش آفرین ہو گئے لشکر اعداء انتظار میں تھا کہ اب شاہ مظلوم خود میدان کارزار میں آئیں گے۔ کہ کونہوں نے دیکھا کہ امام حسینؑ نے قتل گاہ میں قدم رکھا امام حسین علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ اے لشکر کوفہ و شام میں کون ہوں اس پر غور کرو۔ کیا میں پیغمبر اسلام کی بیٹی فاطمہ زہراؑ کا نور نظر نہیں ہوں۔ کیا رسول خدا میرے نانا نہیں ہیں۔ کیا علی مرتضیٰ میرے بابا نہیں ہیں۔ یہ ساری باتیں مجھ میں ہیں۔ اور پھر بھی تم مجھے قتل کرتے ہو۔ میرا خون کیوں حلال جانتے ہوں۔

میدان کارزار میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا آمام حجت فرمانا

قال العلامة فی البحار۔ لغازی صلوات اللہ علیہ و مدتہ و فقد عزتہ و انصارہ تقدم علی فرسہ نحو القوم۔ یعنی علامہ مجلسیؑ نے بحار میں نقل فرمایا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام یکہ و تنہا رہ گئے خود بہ نفس نفیس عازم میدان جہاد ہوئے۔

چونکہ شاہ عشق را در کربلا عشق زرد و دشت جان بازی علا
 ظہر عاشورا در آن محرابی کین دید خود را یکس ویا در وین
 مہرہ در نرد عشق انداختہ وانیچہ اور ابو دیکجا باختہ
 ذوالجلال فسد با تیغ و سلخ ہشت پاد اور رکاب ذوالجناح
 ذوالجناح عشق آتش خوی شد بزبان اتی انا اللہ کو سے شد
 برق تیغش نار نخل طور بود موسیٰ آنرا نار دیدہ نور بود
 زندہ از ہر تار مویش در شمیم صد ہزاران عیسیٰ مجی الزیم
 آسمانہا بستہ موسیٰ دیش بحر امکان کردی از خاک شمس

خلاصہ نظم یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام کربلا میں عشق الہی میں محمور تھے۔ اور اس عشق حقیقی کا صلہ جان کی بازی لگانا تھا۔ یعنی کہ شہادت امام حسینؑ لوطیہ اللہ تھی۔ روز عاشورا محرم بعد ظہر امام حسینؑ یکہ و تنہا رہ گئے تھے اور یکس بے مددگار

روز عاشورا حضرت امام حسین علیہ السلام کی مبارز طلبی

اور ہمز خوانی

قال العلامة ثم تقدم الى القتال - پھر امام حسین علیہ السلام نے میدان قتال میں قدم رکھا اور حرب موعظہ و نصیحت کر چکے تو آپ نے درج ذیل خطاب کیلئے

عن ثواب الله رب الثقلين
يا قوم من اناس وراذل
جمعوا لجمع لا هل المحرمين
قتلوا القوم عليا وابنه
حسن الخبير كريم الطرفين
ثم ساروا وتواصوا كلهم
باحياج لرضاء الملحددين
لم يخافوا الله في سفك دمى
وا بن سعد قدرني ما عتوة
بجنود كوكوف الها طلبن
لا شئ كان مني قبل ذا
غير فخرى بضاء الفرقدين
والنبي القرشي الوالدين
على الخير من بعد النبي
ثم اى وانا ابن الخيترتين
خيرة الله من الخلق ابي
وانا الفضة وابن الذهبين
فضة قد خلصت من ذهب
وانا الكواكب وابن القمرين
وابي شمس واى قمر

منم نوری از نور انبختہ
منم نقرہ از طلا در سختہ

سراہ بر من چہ راستہ اید
منم تشنہ لب ماندہ در پیش آب
یعنی کہ میرا راستہ کیوں روکا ہے۔ اور تم میری جان، میرا دل کیوں زخمی کر رہے ہو۔ مجھے تشنہ لب دکھا ہے مجھ پر پانی بند کر دیا ہے حالانکہ نہر فرات سامنے بہہ رہی ہے میری باتیں سچی ہیں تو جواب دو۔ فسکتوا ولم یجیبوا وہ سنگدل ذرا متاثر نہ ہوئے اور کوئی جواب نہیں دیا

سنگدلی شاہ و جواب عدو
ز پوشیدہ رویان برآمد خروش
چنال گریہ کردند بر حال تنہ
کہ از ما ہی و ماہ شد انکس و آہ

یعنی کہ حضرت امام حسین کا کلام اور اعداء کا جواب سب ہی نے سنا اور اہل بیت نے بھی سنا۔ پس اس وقت پردہ داروں میں ایک شور قیامت برپا ہو گیا و احینہ کی صدائیں بلند ہونے لگیں اور حال امام مظلوم ہر ایسا گریہ کہا کہ ماہی سے ماہ تک شور بکاگوں بچ رہا تھا۔ لشکر اعداء میں غفلت اور ہلہلہ تھا لیکن خیم امام حسین میں نالہ و بکا کا شور تھا۔ آفتاب کی حدت اور گرمی کی شدت سے خیموں میں اور بھی زیادہ پریشانی و ہراسانی تھی۔ چونکہ ٹھہرن و پیم پیاسے بلک رہے تھے۔ ادھر لشکر ممالات شعار امام عالم مقام کی نے فرمایا کہ یا قوم کفوا عن ضلالتکم یعنی کہ اے گروہ بے دین اپنی ضلالت چھوڑ دو۔ دنیا اور اس کی زینت پر غرور نہ کرو۔ لیکن ان ملائین گمراہوں نے آپ کا کوئی کلام نصیحت سننا پسند نہ کیا۔ لے شیعو فبکی صلوات اللہ علیہ بکاء شدیداً۔ یعنی کہ امام حسین علیہ السلام پر رونا اور شدید گریہ کرو۔

منم آنک از نزد رب علیل
پرستامحمد آمدم جبرئیل
منم آنک شاه خافقین
حسین از دست و منم از حسین
مرا جانیکه دوشش پیغمبر است
با تم تر از نوش پیغمبر است
پدر آفتاب و قمر مادر
برج ولایت سعید اختر
منم نور بخشش دل فاطمہ
نور زندہ محفل فاطمہ
بخونم چہرہ دست تازی کیند
بجام چراغ ترک تازی کیند
فرست این موج زن رودبآ
کہ آید ہی روشن آئینہ وار
نوکوی کہ صافی بجیوان دید
نگہ کردش تشنہ را جان دید
سگ و خوک وادی آزاد نوش خوار
بدریا ربے بن نماید گزار
گہر ما از خشنده درج بقول
فروزندہ خاندان رسول
ز تاب عطش حبان بخوابند داد
آیا قوم اسلام دادہ بباد

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ میں نور سے پیدا ہوں شل نقرہ تابندہ ہوں اور سونے کی
جسک ہے خداوند عالم کے نزدیک میری یہ منزلت ہے کہ میرا گہوارہ جھلائے
جبرئیل آئین آیا کرتے تھے۔

رسول رب العالمین شاہنشاہ کون و مکان نے فرمایا ہے کہ حسین مجھ سے
ہے اور میں حسین سے ہوں میں سوار دوش رسول خدا ہوں میں نے لیہائے وحی
چو سے ہیں۔ میرے بابا علی آفتاب ہیں اور میری ماں قمر منزلت ہیں۔ میں فاطمہ
کے دل کا چین ہوں بزم فاطمی کا چراغ ہوں میرے خون میں ہاتھ کیوں رنگین کئے
جو۔ میری جان کیوں لیتے ہو۔ اے قوم بد شعار کہتے ہو کہ گھوڑوں کو مافی دیتے

میں اور یہاں سے کوجان دیتے ہو۔ کتے اور سور نہر سے پانی نہیں اور غلوادہ بول
پر پانی کی بندش کیا تم نے اسلام کو اڑا دیا ہے۔ اے قوم تم نے علی ولی اور
حسن مجتبیٰ کو شہید کیا۔ وہ علی جو بعد نبی تمام کائنات میں افضل ہیں اور علی اور
خیر الامت ہیں اور میں فرزند علی ہوں۔ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام رکاب
نوسن پر سنبھلے۔ اور جبر پڑھا ہے

انا ابن علی الطهر من آل ہاشم کفای بهذا مفخر احین افخر
و جدی رسول اللہ اکرم خلقہ و نحن سراج اللہ فی الارض نرہ
و فاطمہ امی من سلالۃ احمد و عمی یدعی ذوالجناحین جعفر
یعنی کہ میں آل ہاشم میں فرزند علی ہوں اور جب تک زندہ ہوں میرے لیے یہ
فخر کافی ہے میرے جد حضرت رسول خدا تمام عالمین میں برگزیدہ ہیں اور میں
زمین پر اللہ کا روشن کیا ہوا چراغ ہوں اور فاطمہ بنت رسول اللہ جبر و نور
رسالت میں میری ماں ہیں اور میرے چچا جعفر طیار ہیں جو ذوالجناحین کے لقب
سے معروف ہیں یعنی خدا نے ان کو شہید ہونے کے بعد دو پر عطا کئے ہیں کہ
جس سے وہ جنت میں پرواز کرتے ہیں۔

علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ پھر آپ نے چند لمحے توقف کیا یعنی خموش
رہے اور پھر ذوالفقار کھینچ کر سپاہ کوفہ و شام کی طرف پڑھے اور ان سے
کہا۔ یا اهل الکوفة قبھا لکم و نرحا و یومنا و تعسافحین استمعتمونا
والہین فایتینا کم موجبین الی اخر ما قال فرمایا اے قوم کوفہ و شام۔
و بحکم لا تمونوا بحسین فتد و قوا طعم العذاب المہین
و تقولوا یوم القیامۃ انا ما علمنا و انکم تجهلون

روز عاشوراء محرم امام حسینؑ کی لشکر کوفہ و شام

سے مبارز طلبی

روز عاشوراء محرم جب حضرت خاتم النبیین علیہ السلام کی شہادت کی نوبت آئی اور امام عالی مقام نے ان پر اتنا محبت کر دیا۔ فلم یزدہم الا طغیاناً وغروراً بل لا یعدہم الا استکباراً و نفوراً۔ امام عالی مقام کے موعظہ و نصیحت سے ان لوگوں پر کوئی اثر نہیں ہوا بلکہ ان کی سرکشی بمرور اور امام برحق سے بغاوت اور انکار بڑھتا ہی چلا گیا تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے عمر ابن سعد بن ہناد کی طرف رخ کر کے خطاب فرمایا کہ خیرک فی ثلاث خصال۔ یعنی کہ آج کے دن تو اپنے تین کاموں میں مختار ہے اور میں چاہتا ہوں کہ ان تینوں باتوں پر تو عمل کرے کیونکہ عرب والوں کا یہ شعار ہے کہ وقت پریشانی و بیکسی اس مظلوم سے پوچھتے ہیں کہ تیری کوئی حاجت ہے تو اگر وہ تین حاجتیں بیان کرتا ہے۔ تو اس کی ایک حاجت ضرور پوری کرتے ہیں۔ چنانچہ جنگ خندق میں جب حضرت شاہ اولیاء امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب، عمرو بن عبدود علمری کے مقابلہ و مقابلہ کے لیے گئے ہیں تو اس نے آپ کے سامنے اپنی تین حاجتیں پیش کیں اور کہا کہ ان میں سے کسی ایک کو قبول کرو۔ چنانچہ کتاب انیس العہد میں مشرّع طور پر ہے کہ اس نے تین حاجتیں پیش کیں اور پھر حضرت علیؑ نے ایک حاجت مان لی کہ کیونکہ میدان جنگ میں مقابل کی ایک حاجت بھی نہ ماننا اہل عرب کے نزدیک ننگ و عار ہے عمر ابن سعد نے کہا کہ آپ کی وہ تین حاجتیں کیا ہیں امام مظلوم

اے یونہی کہ تم کو میری کوئی بات پسند نہیں ہے تو عذاب آخرت سے ڈرو۔ روز قیامت یاد رکھو یہ جو کچھ میں تمہیں کہہ رہا ہوں اور تم نہیں سنتے روز قیامت باز پرس کی جلنے گی۔

تعرفونی الی خیر خلق الله

قدماً وانفا تنکرونی

روضۃ الشہداء میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خدا سے ڈرو۔ خدا ہی تو تم کو روزی دیتا ہے وہی خالق کل ہے۔ تم نے میرے بہتر اصحاب و اقارب کو قتل کر دے اور اب مجھے قتل کرنے کے درپے ہو۔ الحکم لله رضا بقضاء الله۔ اس وقت شمر ملعون ثیث بن ربیعہ کو ساتھ لے کر اپنے لشکر سے جدا ہوا۔ اور حضرت کے سامنے اگر کہنے لگا کہ اے ابو تراب کے بیٹے اپنی گفتگو ختم کرو ہم پر اس سے کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس گفتگو کا کوئی ثمر نہیں ہے اور شمر ملعون نے عمر بن سعد بن ہناد سے خطاب کیا کہ حسینؑ کا یہ کلام قطع کر۔ ناگاہ چار ہزار تیر لشکر باطل کی طرف سے امام حسینؑ پر دبا ہوئے کہ آسمان پر تیروں کی دھ سے اندھیرا چھا گیا۔ راوی کہتا ہے کہ طرفۃ العین میں یعنی پلک بھینکنے کے عرصہ میں امام حسینؑ کا جسم مبارک تیروں سے چھلنی ہو گیا۔ حضرت سید سجاد علیہ السلام سے کسی نے سوال کیا کہ آپ کے پد علی قدر کے جسم مبارک پر کس قدر زخم لگے تو آپ نے بعد از گریہ فرمایا کہ ایک آنکشتی کی برابر بھی جگہ خالی نہ رہی تھی۔ اور اس پر یہ ظلم کہ لاشیں امام حسینؑ پائمال سم اسپان ہوئی۔

نے فرمایا تترکھ حتی ارجع الی المدینۃ۔ مجھے قتل نہ کر بلکہ مدینہ جانے دے۔ اس بد بخت نے کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ تم کو مدینہ جانے دیا جائے آپ نے فرمایا دوسری حاجت یہ ہے کہ آپ خنک پینے کے لیے دے کہ تشنگی سے دل کباب ہو رہا ہے اس ملعون نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ پھر آپ نے فرمایا تیسری حاجت یہ ہے کہ ایک ایک آدمی مقابلہ میں آئے۔ اس نے اس بات کو قبول کر لیا۔

حضرت علامہ مجلسیؒ بحار میں تحریر کرتے ہیں ثم دعی الناس الی السراہن پس امام یکس نے مبارز طلبی کی اور اس مبارز طلبی کو بزبان حال شاعر نے اس طرح نظم کیا ہے

منم زاده شیر پروردگار	منم حیدر ساخت کردگار
جہان یلی را بہم زن منم	کنند آنگن یال دشمن منم
دل جہتان سخت باشد چرنگ	شما رو بہانید بی نام و رنگ
دلیران و گردان روز نبرد	اگر راست گوئید و ہستید مرد

یکانگ بیایند و سوسی من

یہ بینید شمشیر و بازے من

خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں میدان قدرت کا حیدر ہوں یعنی شیر درند ہوں۔ میں شیر خدا کا فرزند ہوں۔ یعنی پدرم شیر خدا اور میں بھی شیر پیشہ حیدر کردار ہوں میں دشمن پر کند ڈالنے والا ہوں اور دنیا کے پہلوان میرے سامنے مثل زن کمزور ہیں۔ تم لوگوں کا میرے سامنے کیا شمار ہے اگر تم مرد میدان ہو اور دلیر نبرد ہو۔ مرد جنگ ہو تو ایک ایک میرے مقابل آئے اور میری تلوار اور میرے بازوؤں

کی طاقت دیکھیے۔ انا الحسین بن علی بن ابی طالب بن البدر باریض العرب وان من اعجب۔ عجب العجب ان يطلب الابدع میراث النبی الماتروا لوتعلمون ان ابی قاتل عمرو و مبر مرحب و لم یزل قبل کشف الكرب، مجلیا ذلک عن وجه النبی۔ یعنی کہ آپ نے فرمایا کہ میں حسین بن علی ہوں وہ علی جوئی کی میراث پانے والے ہیں وہ علی قاتل مرحب و عمرو ہیں۔ کتاب روضہ الشہداء میں ہے کہ تمیم بن قحطیبہ طائی نے جسارت کی اور امام حسین کے مقابلہ کے لیے میدان میں آیا۔ وکان امیرا من امراء الشام معروفابین الشجعان مقدما بین الفرسان کہ وہ روم و شام میں سے ایک امیر شخص تھا۔ اور شام والوں میں بہادر لوگوں میں اس کا شمار ہوتا تھا اور گھوڑا سوار میں مشہور تھا یعنی کہ مرد میدان جنگ تھا فلما قابله زعق علیہ۔ جیسے ہی وہ اپنے لشکر سے جدا ہوا اور امام حسین کے سامنے آکر ایک بلند و مکروہ آواز میں ڈکارنے لگا اور کہنے لگا کہ اس بیکی و تنہائی کی حالت میں اس قدر اظہار شجاعت کرتے ہو۔ امام حسین علیہ السلام نے جواباً فرمایا اے شقی ازلی ذرا انصاف نہیں کرتا یہ نہیں دیکھتا کہ جنگ میں کس نے پہلی کی ہے تم لوگ دشمنی براتے ہو۔ تم نے میرے باور و انصار قتل کئے۔ تم نے میری اولاد کو تیغ کیا میرے جوانوں کو قتل کیا۔ اگر مقاتلہ چاہتا ہے تو نزدیک آکر جنگ کر۔ لیکن تمیم کو جرأت نہ ہوئی کہ سامنے آکر حملہ کرے حضرت امام حسینؑ نے تلوار کھینچی اور اس پر وار کیا تمیم دو ٹکڑے ہو کر واصل جہنم ہوا۔ بعد ازیں علیؑ نکلا اسے بھی امام عالی مقام نے ایک ہی وار میں ختم کیا امام حسینؑ کی یہ شان ضرب حرب دیکھ کر لشکر عمران سعد ملعون حیران رہ گیا۔ قال السید فی اللہوف وکان

یقتل کل من برزہ الیہ حتی قتل مقتلة عظيمة جو بھی آپ کے مقابل ہوا
لشکر میں واپس نہیں گیا بلکہ اس نے جہنم میں جا کر سانس لیا۔ امام حسین علیہ السلام
نے فرمایا کہ ہے

القتل اولی من رکوب العار والعار اولی من دخول النار
یعنی کہ شرمندگی اٹھانے سے بہتر یہ ہے کہ قتل ہو جائے اور یہ بہتر ہے کہ
واصل جہنم ہو جائے

فاطمہ الزہراء امی و ابی وارث الرسل و مولی الثقلین
طعن الابطال لما برز و یوم بدر و باحد و حنین
بطل قوم ہزیر صیغہ ماجد سمع قوی الساعدین
یعنی کہ فاطمہ زہرا دختر رسول خدا میری ماں ہیں اور میرے پدر عالیقدر علی و وارث
رسول الثقلین ہیں۔ علی میدان جنگ بدر و احد کے فاتح ہیں۔ شجاع ترین مبارک
ہیں۔ اور جب امام حسین نے جو بھی آپ کے مقابل آیا قتل کیا اس وقت شمر و لہو
نے عمر بن سعد ملعون سے کہا کہ اس طرح جنگ فتح نہ ہوگی بلکہ حسین پر تمام لشکر
مل کر حملہ کرے۔ کتاب الایاض میں ہے کہ عمر بن سعد نے اس کی یہ بات مان لی۔
اور پورے لشکر نے مل کر امام حسین پر حملہ کیا۔ حمید ابن مسلم روایت کرتا ہے کہ میں
نے پشم خود دیکھا کہ امام حسین از سر تا پیر قدم زخمی ہو گئے۔ ایسا نظر آ رہا تھا کہ
ریش مبارک امام حسین خون سے خفتاب ہو گئی ہے اس وقت آپ نے
انہما عطش فرمایا

من در این دشت بلال لب شہ نام
تار سد بر حلق آب دشتہ ام

گرچہ قتل جانفشانان رکاب اندکی برآتش افشانند آب
گرچہ لعل خشک اکبر بر لبم در حقیقت کشتہ عتاب بتم
گرچہ خون اصغر در راہ دوست سستہ از رخ گرد قربانگاہ دوست
لیک ایں گرجی چہ می خواہد بگو آب میجوئید و یکہ آب کو

دل شدہ سوزان ز تاب تشنگی
مرغ دل کشتہ کیاب از تشنگی

یعنی کہ اے لوگو۔ میں اس دشتِ بلا میں تشنہ لب ہوں جب تک کہ آبِ خنجر
میرے حلق تک پہنچے اگرچہ میرے یاور و انصار کے قتل ہو جانے سے میری
تشنہ لبی کو بجھا دیا ہے کیونکہ وہ بھی پیاسے قتل ہوئے ہیں علی اکبر علی اصغر
براہ خدا میں مارے گئے اور ان کی شہادت سے قربانگاہ کی گرد دور ہو گئی ہے
میرا دل پانی نہ ملنے سے کیاب کی طرح سوختہ ہو رہا ہے۔ اور دیکھتے ہو کہ حرارت
آفتاب تیزی پر ہے میں تشنہ لب ہوں۔ آنکھیں کھول کر دیکھو۔ لیکن اے
خیر و اعلیٰ دین نے کچھ نہ سنا نہ کسی شخص نے آپ کو پانی دیا بلکہ آبِ تیر و تلوار
خنجر سے پیاس کا جواب دیا گیا۔

روز عاشورا جنگ و قتال امام حسین علیہ السلام اور شجاعت

کا مظاہرہ بروایت حمید بن مسلم

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ عمر بن سعد ملعون نے امام حسین علیہ السلام کی پیش کردہ
تین حاجتوں میں سے یہ ایک حاجت مان لی تھی کہ ایک آدمی آپ سے مقابلہ

کے لیے نکلے۔ لیکن جب لشکر عمر ابن سعد کے نامی گرامی بہادر لوگ ایک ایک کر کے تیغ حسینی ہونے لگے تو شمر ملعون نے اس کو اس عہد سے منحرف ہونے کا مشورہ دیا کہ سب مل کر حسین پر حملہ کریں۔ علامہ قزوینی کتاب ریاض میں لکھتے ہیں کہ عمر ابن سعد نے اپنے عہد سے انحراف کیا۔ اور تمام لشکر کو مل کر حملہ کا حکم دے دیا تب حضرت امام حسینؑ نے اپنی آستین جھڑکنے کے لیے الٹ دی۔

فشد علیہم شدة علویة تکاد طما الصم الصلا دشود
فقتلہم فرداً وحبداً وھماذاً ثلثون الف زارع وحبیر

برائیخت شبنگ پولادسم ظفر گشت پیدائخطر گشت کم
پس آنکہ چو شیران تشنہ بخون برآمیخت آن تیغ الماس گوں
تو گشتی سلی صفوف کردگار بدر وحنین میکن کردگار
چنان ز سخت بریکدیگر در جنگ کز آتش صحرای کین گشت تنگ

غلامہ اشعار یہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے مثل حیدر کرار دیرانہ حملہ کیا۔ اور ایک ایک کر کے جو بھی مقابلہ میں آیا قتل کیا۔ امام حسینؑ نے اپنے شب رنگ ذوالجناح کو ہمیر کیا۔ فتح و کامرانی ظاہر ہونے لگی اور خطر کم ہو گیا۔ اور جب امام تشنہ لب نے تیغ الماس صفت کھینچی جو دشمنوں کے خون کی پیاسی تھی فرمایا کہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام صفات پروردگار کے مظہر ہیں انہوں نے بدر و حنین فتح کیا ہے آپ نے پھر اپنے حملوں سے میدان قتال لاشوں سے بھر دیا۔ حضرت ولی العصر، ام زمانہ قائم آل محمد مہدی آخر الزمان عجل اللہ فرجہ نے

زیارت فاحیر میں امام حسینؑ کی شجاعت کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔ ویدک بالحرب فثبت للطعن والضرب وطحت جنود الفجار و
اقتحمت قسطل الغبار بجالدا بذی الفقار کانک علی الکراس۔
یعنی کہ حضرت امام حسینؑ نے مثل حیدر کرار ذوالفقار سے کفار و معاندین کو قتل کیا۔ لشکر عمر بن سعد ملعون کے قدم اکھڑ گئے اور ایسا جہال و قتال کیا کہ چشم فلک نے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ حیدر بن مسلم کی نگاہ آپ کے حملہ کرنے پر تھی وہ کہتا ہے

کہ فواللہ ما رايت مکشورا قط قد قتل ولده واهل بيته واصحابه
اربطه جاشاد ولا مضى جنا نامنه یعنی قسم بخدا میں نے دیکھا کہ امام حسینؑ اگرچہ شکستہ دل تھے۔ یاوردانصار، عزیز و اقربا شہید ہو چکے تھے اولاد قتل ہو چکی تھی اس کے باوجود آپ نے ایسی قوت قلب اور شجاعت ذاتی دکھلائی اور قتال و جہال کہا کہ جو اپنی آپ خود نظیر ہے۔ مرحوم سید فرماتے ہیں کہ آپ نے گردہ کے گردہ منتشر کئے اور عظیم قتال کیا۔ بعد کہ لشکر عمر ابن سعد نے مل کر آپ پر حملہ کیا اور آپ زخموں سے چور چور ہو گئے۔ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس قدر زخم آپ کو لگے تھے وہ سب سامنے کی طرف تھے پشت پر کوئی زخم نہ تھا۔ لیکن شیعوں جب امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لئے تو تیروں پر چند لمحہ جسم مبارک معلق رہا۔

اب ہم حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی زبان مبارک سے شجاعت کے اصول سپرد قراس کرتے ہیں فرمایا ہے کہ اصول صفات حمیدہ و پسندیدہ چار ہیں اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ علم۔ ۲۔ عفت۔ ۳۔ شجاعت۔ ۴۔ سخاوت۔

اور حق یہ ہے کہ شجاعت حیدر یہ حضرت الم حسین علیہ السلام اور آپ کی اولاد
امجاد میں تھی۔ چنانچہ آج تک شجاعت حسینی شہور و معروف ہے۔ شاعر نے
دو ذریعہ کا حسین امتزاج صفاتی پیش کیا ہے۔

پندی دپسری سایہ تور یزدان پدیری دپسری رحمت فیض رحمان
پہ پند گاہ سخا مظہر فیض یزدان چہ پسر روز و غایت قہر سبحان

پہ پدرد در حذر از مولت اوشیر دژم
پہ پسر در خطر از سطوت ابدل دمان

باپ اور بیٹا یعنی علی ابن ابی طالب اور آپ کے فرزند حسین دونوں نور یزدان
اور دونوں بہ فیض رحمان۔ عالم کے لیے رحمت ہیں علی مرتضیٰ سلطنت میں
مظہر فیض یزدان ہیں یعنی آپ کریم و جواد و سخی بے مثال ہیں اور آپ کے فرزند
حسین یوم و غایب عاشوراء محرم کے دن معاندین و کافریں کے لیے قہر خداوندی
ہیں۔ شیر دژم یعنی غفہ میں بچھا ہوا شیر بھی، ہیبت حیدر سے ڈرتا ہے۔
اور حسین ابن علی کی سطوت سے غفہ میں بچھا ہوا بھی اپنے آپ کو خطرہ
میں محسوس کرتا۔ یعنی جب امام حسین کے حلقہ کرتے وقت اگر کوئی شخص پل دمان
ہے تب بھی وہ آپ کی جنگ سے خطرہ محسوس کرتا ہے۔

مولف کتاب اعنی مدد گر مقدس قرآنی اعلیٰ اللہ مقامہ فرماتے ہیں کہ
اگر حضرت امام حسین اپنے بابا علی مرتضیٰ سے شجاعت میں شباهت رکھتے ہیں
لیکن اگر انہیں دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ حضرت امیر المومنین اور حضرت امام حسین
کی شجاعت میں بہت فرق ہے مثلاً حضرت امیر المومنین کی جنگوں میں سے
جنگ صفین میں لیلۃ الہریر زیادہ اہم ہے۔ اس جنگ میں آپ کے زیرِ کمان

ایک لاکھ کا لشکر اسلحہ سے آراستہ تھا اور آپ کو ہر طرح کی حمایت و حفاظت
حاصل تھی مالک اشترؓ، سعد بن قیس بریدہ بن حصین، اور اکثر جنگ آزمودہ
اصحاب آپ کے پاس تھے جو شل پرداز امیر المومنین کے گرد و پیش طواف
کر رہے تھے یعنی اہل ایمان کعبۃ ایمانی کا طواف کر رہے تھے۔ اور جی البرات
کا نشانہ امیر خاتم تھا۔ اور خود حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام جنگ و جدال میں مصروف
تھے آپ نے اس شب پانچ سو تیس انتخاص منافق قتل کئے تھے اور
مالک اشترؓ نے بھی پانچ سو تیس افراد قتل کئے تھے انہوں نے حضرت امیر المومنین
علیہ السلام سے سوال کیا مولائے کائنات آپ نے پانچ سو تیس افراد قتل کئے
اور میں نے بھی اس قدر مردم قتل کئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے مالک اشتر میری
نظر بوقت کارزار مقابل کے نطفہ و اصلاب پر ہوتی تھی میں نے اس شخص کو قتل
کیا ہے جس کے صلب سے کوئی صالح فرزند پیدا ہونے والا نہیں ہے۔ اور
تم نے جو بھی سامنے آیا قتل کر دیا۔

مولف کے والد ماجد فرماتے ہیں کہ اصلاب پر نظر رکھنا اور پھر کسی کافر کو
قتل کرنا یہ صاحبان ولایت کی شان ہے امیر المومنین علیہ السلام شاہ ولایت میں تدبیر
امر فلاح پیش نظر بنا تھا اسی طرح حضرت امام حسین نے روز عاشوراء کربلا کے
میدان کارزار میں بعض لوگوں کو جو گروہ منافقت شعار سے تھے قتل نہیں کیا
ہے۔ اور بعض کو قتل کیا ہے۔ جن گمراہوں کو آپ نے قتل کرنے سے چھوڑ دیا
اس کے بارے میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میرے
پدر بزرگوار نے ستر پشت مردم ملاحظہ کرنے کے بعد اگر دیکھا کہ اس سے فرزند
صالح پیدا ہو گا تو اس کو قتل نہیں کیا والا قتل کر دیا ہے پس امام حسین نے بھی

مثل اپنے بابا علیؑ کے اس ضلالت شعار انسان کو قتل نہیں کیا کہ جس کے ملب سے کوئی مومن و صالح پیدا ہونے والا تھا۔ حالانکہ تین ساعت کے اندر اندر امام حسینؑ نے اس قدر تعداد میں ملائین و اعداء کو قتل کیا ہے کہ بعض ضعیف العقل لوگ، اور وہ لوگ کہ جنہیں معرفت امام علیہ السلام نہیں ہے اور وہ مقہرے انگارہ کر دیتے ہیں کہ ایک تنہا حسینؑ نے ہزاروں کی تعداد میں دشمنان دین کو قتل کیا ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے بروایت مناقب قدیم یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام حسینؑ نے بارہ حملے کئے ہیں اور ہر ایک حملہ میں دس ہزار منافقوں اور دشمنوں کو واصل جہنم کیا ہے شیخ فخر الدین اپنی کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ فتارة یحمل علی المینة واخری علی المیسرة حتی قتل ما ینزید علی عشرة الاف فارس یعنی مینمہ و میسرہ پر حملہ میں آپؑ نے دس ہزار سوار علاوہ پیادوں کے قتل کئے ہیں۔ کیونکہ پیادے سواروں کے گھوڑوں کی ٹالوں سے بھی مارے گئے ہیں یہاں تک کہ ان حملوں کی تاب نہ لا کر فوج نے فرار اختیار کیا اور میدان کارزار صاف ہو گیا۔

مجلسیؒ اور دوسرے ارباب مقاتل لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ کے جسم مبارک پر نو سو پچاس زخم لگے تھے۔ ایسے زخم کبھی حضرت علیؑ پر نہیں لگے علاوہ امام حسینؑ نے روز عاشورا اپنے یاد و انصار، بھائی اور اولاد بھتیجیوں بھانجیوں کے پہلے شہداء بنائے ہیں اور تشنگی تین شب و روز برداشت کی ہے لیکن امیر المومنین علیؑ ان بنی طالب علیہ السلام پہلے کسی جنگ میں تشنگی کی حالت نہیں رہی۔ نضر بن مزاحم کہتا ہے کہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغۃ میں اور مجلسیؒ فتن و محسن میں نقل کرتے ہیں کہ ہر ایک جنگ میں دو شخص آب و غذائے امیر المومنین پر مامور ہوتے تھے ایک

شخص ہمہ وقت پانی کی مشک اور دوسرا ادا کا سدان رکھتا تھا اگر آپ کو پیاس محسوس ہو تو فوراً پانی پیش کر دیا جائے۔ لیکن روز عاشورا امام حسینؑ علیہ السلام تین دن کے مجھو کے ویا سے تھے۔ امیر المومنین نے کسی جنگ میں بیٹوں کا داغ نہیں اٹھایا تھا نہ بھائی کا مفارقت دیکھا تھا۔ مگر امام حسینؑ نے اٹھارہ بن ہاشم کا داغ اٹھایا کہ جن کی شل و نظیر عالم میں نہ تھی یہی وجہ ہے کہ آپؑ کا اس عالم میں شجاعت کا مظاہرہ دیکھ کر ملائکہ تعجب میں تھے پیاس کے عالم میں یہ جہاد کا نامہ عظیم ہے۔ وفی الریاض لما یحیی الوطیس جاء بجنوده ابلیس فتکاشر الخیل علی سبط الرسول وضاق المضمار من تراءف الخیول فارسلوا الیہ الرماح والقداح والسیوف والخنایر والمزج والنماجر والعامود والسفود والخشب والحجر۔ جیسے ہی امام حسینؑ علیہ السلام نے جہاد و قتال میں لشکر عمر ابن سعدؓ میں تہلکہ بپا کر دیا تو عمر بن سعدؓ ملعون نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ سب مل کر حسین بن علیؑ پر حملہ کریں پینانچہ پرے لشکر نے ان تمام آلات حرب سے حملہ کیا کہ جس کا ذکر کیا جا چکا یعنی تلوار و تیرو شیر و خنجر و پتھر سے حملہ کیا گیا۔ اور امام حسینؑ علیہ السلام نزغہ اعداء میں گھر گئے چاروں طرف سے حملہ ہو رہا تھا تیر برس رہے تھے پتھر پھینکے جا رہے تھے تلواریں چک رہی تھیں اور فرزند رسولؐ خدا ایک دہتا تھا کائنات میں تنزل تھا انبیاء کا یہ عالم کہ آدمؑ مبتلا غم۔ نوحؑ غرق طوفان ستم، یعقوبؑ غرق حزن و ملال، ایوبؑ گرفتار بلا، یونسؑ درگاہ مابہی موسیٰ قبطیوں میں گرفتار، عیسیٰ دست بیہودوں میں، یوسفؑ ھیمان گرگان۔ خلیل در میان آذر اسفیل وادی غیر اور حضرت حمزہؑ عربی کفار مکہ میں پھنسنے ہوئے سادر حیدر کمار ذیل اشرا و نفاق حسن خستہ الماس

اور امام حسینؑ لشکر عربین سعد میں محصور۔ زخموں سے چور تھے۔ اکیلے حسین پر دشمنوں کی یلغار تھی۔ اور زینب خاتون درخیمہ سے دیکھ رہی تھیں کہ زینب کا چاند گہن میں آگیا ہے آفتاب کو کسوف لگ گیا ہے۔ شمع حرم نبویؐ گل ہو چکی ہے۔ ملائکہ السور میں شور و غوغا برپا تھا۔ رادی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا اس عالم میں حضرت امام حسینؑ نے ذوالفقار کف حملہ کیا۔ یہ حملہ یمنہ پر تھا تمام لشکر پراگندہ ہو گیا پیادوں کے قدم اکھڑ گئے سواروں کے گھوڑوں کے سُم کے تلے دب کر لوگ مر گئے۔ اس وقت عربین سعد ملحوں نے اپنے عہد و پیمان کو توڑ دیا اور ایک ایک آدمی جنگ کرنے کے لیے بھیجنا بند کر دیا اور اپنے لشکر والوں سے کہنے لگا کیا تم نہیں جانتے یہ فرزند حیدر کرا رہے اس سے اکیلا لڑنا دست نہیں ہے تم سب خیام کی طرف حملہ کرو اس وقت حسینؑ تمہیں خیام کی طرف جانے سے روکیں گے اور اس طرح خیام اہل بیت اور حسینؑ میں لشکر مائل ہو جائے گا۔ اور خیمہ امام حسینؑ میں اہلیت پر وہ وقت سخت ترین ہو گا۔ اور اس طرح حسینؑ کا جیڑہ قتال ٹھنڈا ہو جائے گا پناہ خانہ ان بزدلوں نے ایسا ہی کیا کہ خیام پر حملہ آہ بھرتے حضرت امام حسینؑ نے جب یہ دیکھا تو آپ بولے حفاظت خیام اہلیت ان پر مثل شیر گرسنہ حملہ آور ہوئے اور ان کو خیام سے دور بھگا دیا۔ دوبارہ پھر اس قوم بے حیائے خیام امامؑ پر حملہ کیا۔ اور دشمن کے کئی بہار لشکر امام حسینؑ اور خیام کے درمیان مائل ہو گئے۔ مرحوم سید کتاب لہوف میں لکھتے ہیں کہ جب مختصات یعنی الجہر ثمر نے امام حسینؑ کو خیام کے نزدیک نہ دیکھا اور فوجی شہد و غل مفتاح تو ایک مرتبہ سب نے وحشیانہ کی مدد بلندگی۔ والحماء واعلماء واحسانہ واحسیناہ۔ کی مددیں بلندگیں۔ اور جب یہ آوازیں امام حسینؑ کے گوش گزار ہوئیں امام حسینؑ خیام

کی طرف متوجہ ہوئے دیکھا کہ لشکر حسینؑ اور خیام کے درمیان مائل ہے فرمایا کہ اے آل ابوسفیان کے گروہ تم کیسے مسلمان ہو اگر تم نے اپنے لیے دین اختیار نہیں کیا ہے تو عرب کی غیرت کو زبانِ رد و فاض و عام ہے تمہاری غیرت کیا ہوئی شمر ولد الحکم سلمے آیا اور کہا کہ اے فرزند فاطمہؑ تم کیا کہتے ہو امام حسینؑ نے پھر اپنا کلام دہرایا۔ انا الذی اقاتلکم واستعزقتلون والنساء لیس علیہن جناح۔ یعنی کہ جہاد و قتال میرے اور تمہارے درمیان ہے تم مجھے قتل کرتے ہو میں تمہیں قتل کرتا ہوں ان عورت کا کیا قصور ہے کہ تم خیام پر چڑھائی کر رہے ہو۔ دیکھو جب تک کہ میں زندہ ہوں میرے الجہم کے خیموں کا رخ نہ کرو۔ شمر ولد الحکم نے اس وقت سوار اور پیادوں کی طرف رخ کر کے کہا کہ خیام سے دودھ ہو جاؤ ایک طرف ہو جاؤ۔ فلعمری انہ کفو کربلاء اپنی جان کی قسم حسینؑ بزرگ خاندان سے ہے۔ عام طور پر یہ مشہور ہو گیا ہے کہ اس وقت امام حسینؑ حالت سقوط میں تھے یعنی گھوڑے سے گرے ہوئے تھے۔ سر بزاؤ آئے ہیں اور لشکر اعداد کو غیرت دلائی ہے ایسا نہیں ہے کیونکہ اس وقت امام حسینؑ نے یہ فرمایا ہے کہ میں تمہیں قتل کرتا ہوں اور تم مجھے قتل کرتے ہو۔ یہ چیز ظاہر کر رہی ہے کہ حسینؑ ذوالجناح پر سوار تھے اور دوسرے کفو کریم سے یہ مراد بھی ہے کہ یہ بولے جنگ ہمسر ہے۔ اور حالت سقوط کا لفظ کسی مقتل میں بھی نہیں ہے۔ پس لشکر بے حیا کو آپ نے خیام سے دودھ دیا۔

تحقیق شجاعت و شجاع

وفی القاموس الشجاعة قوة القلب عند البأس وقد شجع الرجل بالضم
ای قوی قابله للحروب واستعمال الجراته و اقتداء ما
یعنی کہ شجاعت کہلاتا ہے خصوصاً جنگ میں وہی شخص شجاع کہلائے گا
کہ جس کے دل پر جنگ کا خوف دہرا اس طاری نہ ہو۔ مقصد یہ ہے کہ شجاعت
دعویٰ کرنے سے ظاہر نہیں ہوتی بلکہ وہ بالفعل ظاہر ہوتی ہے۔ پس جو بہرہ جو
شجاعت ہنگام قتال و جدال ظاہر ہوتا ہے اس وقت کہ جب جنگ کے حالات
بدل جائیں اور بظاہر امید فتح ختم ہو جائے میدان جنگ میں شجاع و بہادر
کی اس طرح تقسیم کی گئی ہے کہ افراط کے معنی میں بہت زیادہ کرنا اور تفریط کہنے
میں کمی کرنے کو۔ اگر شجاعت میں افراط ہے تو وہ تھوڑا ہے جو پسندیدہ ہے
اور اگر مردانگی میں کمی ہے تو وہ تفریط یہ بھی پسندیدہ نہیں ہے شجاعت ان
دونوں کی درمیانی کا نام ہے

مجمع البحرین میں ہے کہ لانہذا لوقوع فی الشئ بقلة مبالاۃ
یعنی تہور کے معنی میں بیباکی کرنا۔ اور عدم رفتار کا ہونا اور آداب جنگ کا نہ
بانتا اور اس طرح اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتا ہے پس تہور میدان جنگ میں
پسندیدہ نہیں ہے۔

تہور پسندیدہ عقل نیست

جنون و تہور بمعنی ایک است

حشیدہ ہمہ وقت ایک انگشتی رکھتا تھا کہ اس انگشتی کے نقش پر نظر ہے۔

اس انگشتی کا نقش یہ تھا کہ وقت جنگ آہنگی و موارات یعنی صلح و آشتی
اور جبین یعنی نامردی میں یعنی جبین در اور خوف سے عبارت ہے اور مذموم
صفت ہے آنحضرتؐ ہمیشہ اس سے پناہ مانگتے تھے کہ اللہم فی اعوذ
بک من الکسل والغسل والہم والغم والحب بن یعنی اسے اللہ
میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں سستی و کاپلی، اندوہ و غم اور جبین (کاپلی) سے۔
جبین عورتوں کی صفت خاص ہے اور شجاعت صفت جوان مرد ہے چنانچہ
حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا ارشاد گرامی نہج البلاغہ میں ہے
کہ شرار خصال الرجال، خیار خصال النساء یعنی کہ مرد کی بدترین صفت عورت
کے لیے صفت ممدوح ہے مثلاً بخل (کنجوسی) جبین (سستی و کاپلی) اور
تکبر (غرور) یہ تینوں صفتیں عورت کا زیور ہیں اور یہ صفات مرد کے لیے مذموب
ہیں۔ (جو دار اقدم شجاعت مردوں کی شان ہیں اور بخل و جبین عورتوں کی
شان ہیں۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ان اللہ یحب الشجاع والسرور
یقیناً حیات۔ خداوند عالم بہادر و شجاع کو درست رکھتا ہے
اگرچہ وہ سانپ ہی کو مارے۔ عمر بن عبدود عامری نے جنگ خندق میں یہ جڑ
پڑھا و لقد بحجت من الذراع بجمیعکم ہل من مبارد ان
الشجاعة والسماحة للفتی حیة الغرائر شجاع و دلیر وہ ہے کہ جو جنگ میں
قوی دل ہو آداب حرب سے واقف ہو اپنے اطراف و جوانب سے واقف
ہو۔ اور خوف زدہ کی طرح اپنا دل ہر اسان نہ کرے شیر کی طرح باخبر ہے کہ
جوانوں کے درمیان شیر چونکا رہتا ہے۔ اسی لیے بہادر و شجاع کو کہتے
ہیں کہ فلان کا الاسد یعنی کہ فلان آدمی شجاعت میں شیر ہے اور کسی دوسرے دند

سے تشبیہ نہیں دیتے۔ کیونکہ جس طرح شیر کی نظر چاروں طرف رہتی ہے اسی طرح میدان جنگ میں شجاع آدمی کی نظر ہر طرف رہتی ہے جناب حمزہؑ ابن عبدالمطلب کو شجاع ہونے کی بنا پر آنحضرتؐ نے اسد الرسول کا لقب عطا کیا تھا۔ اور حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کا لقب اسد اللہ مشہور معروف ہے جس طرح حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام شجاع و بہادر تھے اسی طرح آپ کے فرزند امام حسین علیہ السلام بھی الشجاع الناس تھے۔ چنانچہ آپ کی لڑائی قبل تمام شجاعان عالم میں سر فرست ہے۔ امام حسینؑ کی جنگ مذکورہ کو دیکھ کر اس دور کے لوگ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے جوں کو بھول گئے تھے۔

شیخ محمد بن سہیم ادا بن حماد علیہ الرحمۃ نے آپ کی جنگ کی مدح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ نے علی مرتضیٰ کی جنگ کا نقشہ کھینچ دیا ہے اور فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ کی شجاعت کو اگر شیرت تشبیہ دی جائے یہ تشبیہ صحیح نہیں ہے امام حسینؑ کی شجاعت کو دیکھو تو اس کا زہرہ آب آب ہو جائے۔ کیونکہ امام حسینؑ علیہ السلام نے بیکسی دشمنہ کامی کے عالم میں عربی سعد ملعون کے ایک لاکھ لشکر سے تنہا جنگ کی ہے اور کئی ہزاروں ملعونوں کو تہ تیغ کیا ہے اور چونکہ حضرت امام حسینؑ قلب عالم تھے۔ اگر آپ ارشاد بھی کرتے یا زبان سے لفظ موت تو فرماتے تو ایک آن واحد میں سارا لشکر باطل ختم ہو جاتا۔

صاحب ریاض لکھتے ہیں کہ جب لشکر بدنہا نے حضرت امام حسینؑ کے لشکر پر حملہ کیا ہے جنگ مغلوبہ کہا جاتا ہے۔ لشکر ابن سعد ملعون نے چاروں طرف سے آپ کے لشکر پر حملہ کیا تو میدی جوانوں نے اور بالخصوص حضرت

امام حسینؑ نے جب ذوالفقار سے ان کے حملہ کو پسپا کیا ہے تو کربلا سے لے کر تاپشت دروازہ کوفہ اس حملہ کا اثر ہوا ہے یہاں تک کہ حضرت امام حسینؑ کی ذوالفقار لشکر عمر ابن سعد کے آخری حد تک بلند ہوتی ہے یعنی کہ آپ حملہ کرتے ہوئے پورے لشکر کو عبور کر گئے ہیں۔ اس وقت حضرت نے فرمایا۔

لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اس حملہ میں سوار و پیادہ اور مرکب ہزاروں کی تعداد میں تہ تیغ ہوئے ہیں۔ اور چونکہ امام حسینؑ علیہ السلام کے بدن مبارک پر اس قدر تیر و نیزے کے زخم تھے کہ جدھر آپ حملہ کرتے آپ کے خون پاک کے قطرے زمین پر گرتے تھے چار فرسخ سے چار فرسخ تک آپ نے لشکر کوفہ و شام پر حملہ کیا اور آپ کے خون کے قطرے اس محدود زمین پر گرے اور خاک۔ خاک پاک ہو گئی چونکہ آپ کے جسم مبارک سے خون بہت زیادہ نکل گیا تھا پس آپ ضعیف محسوس کرنے لگے۔ اور قتال سے ہاتھ کھینچ لیا۔

کہ ایک ظالم نے پیشانی امام مظلوم نشانہ سنگ بنایا۔ امام حسینؑ کی پیشانی خون سے رنگین ہو گئی ریش مبارک خون سے تر ہو گئی۔ مرحوم السید کتاب لہوف میں لکھتے ہیں کہ اسی اثناء میں عبداللہ فرزند امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام غیمہ سے باہر نکلا اور مقتل میں امام حسینؑ کے پاس پہنچا اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ عبداللہ اکبر اور عبداللہ الاصغر یہ دونوں آپ کے امام حسنؑ کے فرزند ہیں عبداللہ اکبر کی ماں اُم اسحاق بنت طلحہ تھیں اور عبداللہ الاصغر کی ماں اُم ولدہ تھیں یہ دونوں بھائی کربلا میں شہید ہوئے ہیں امام حسن مجتبیٰ کے پندہ فرزند اور سات دختر تھیں۔ جن کے اسماء مبارکہ یہ ہیں۔ حسن بن حسنؑ، زید بن حسنؑ، عمرو بن حسنؑ، حسین بن حسنؑ، عبداللہ بن حسنؑ، عبدالرحمن بن حسنؑ، عبداللہ بن حسنؑ، اسماعیل بن حسنؑ

محمد بن حسن، یعقوب بن حسن، جعفر بن حسن، علی بن حسن، حمزہ بن حسن۔
ابوبکر بن حسن، قاسم بن حسن، ان کے علاوہ بروایت ابن مخنف، احمد بن حسن
بھی آپ کے فرزند تھے۔ اور آپ کی اولاد حسن بن حسن اور زید بن حسن سے
چلی ہے آپ کی دختران سے بھی اولاد چلی ہے چنانچہ دختران کے اسماء مبارکہ
یہ ہیں۔ اُم الحسن، اُم محمد بن علی الباقر، اُم الحسین، اُم عبداللہ فاطمہ ام سلمہ رقیہ،
شہادت عبداللہ اکبر کا ذکر حالات امام حسن کے عنوان میں کیا گیا ہے۔ اور شہادت
عبداللہ الاصغر بن حسن اور مقام ان کے شہادت کے بارے میں ارباب مقاتل
میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ پہلے مقابلہ ہی آپ شہید ہوئے اور بعض
کہتے ہیں کہ دوسرے مقابلہ میں شہید ہوئے بعض یہ کہتے ہیں کہ جب اُم حسین
گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے تو عبداللہ الاصغر خیمہ سے نکل کر آپ
کے پاس پہنچے کہ شہید ہو گئے۔ امیر صاحب روضۃ الصفا اور طبری نقل کرتے
ہیں کہ مقابلہ کے دوران آپ کے گھوڑے کے تیر لگا اور امام حسین پیادہ ہو
گئے کہ اسی وقت عبداللہ الاصغر خیمہ سے نکل کر آپ کے پاس پہنچے اور شہید ہو
گئے۔ شیخ طریحی کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ جب امام حسین علیہ السلام
البحرین کو واپس کر چکے اس وقت عبداللہ الاصغر فرزند امام حسن نے امام حسین
علیہ السلام کی گفتگو اور وسیتیں سنیں امام حسین عازم میدان قتال ہوئے اور جلد
نئے روتے ہوئے عرض کیا اے عم محترم بخدا میں یہاں سے نہ جاؤں گا میں
آپ سے جدا نہ ہوں گا جب تک کہ میں قتل نہ ہو جاؤں مرحوم السید کتاب
لہوف میں رقمطراز ہیں کہ جب لشکر عمر ابن سعد ملعون نے امام مظلوم پر دوبارہ
حملہ کیا ہے فخر عبداللہ بن الحسن بن علی یعنی کہ عبداللہ خیمہ سے نکلے

امام حسین نے بحیال تنہائی ان کو ساتھ لیا اور وہ نشاء تیر ظلم بن گئے یہ بھی
وارد ہوا ہے کہ جب عبداللہ خیمہ سے نکلے میں تو حضرت زینب خاتون نے ان
کو روکا مگر عبداللہ نہ رکنے میدان قتال میں پہنچے کہ اسحر بن کعب اپنے گھوڑے
سے زمین طرف جھکا کہ امام حسین کو قتل کرے۔ اس وقت عبداللہ نے آواز
بلند کیا۔ تو چاہتا ہے کہ میرے عم محترم کو قتل کرے۔

دست خود حائل نمودی چوں سیر

بمرد پیش تیغ و گھت ای خیر و سیر

تو نخواستی داشت دست از گشتن

من نخواہم داشت دست از دانش

یعنی کہ اس وقت عبداللہ بن حسن نے فوراً اپنے دونوں ہاتھ امام حسین کے سینے
پر رکھ دیے کہ عم حسین پر ہاتھ سپر بن جائیں اور تیغ تیر کے سامنے ہاتھ کئے
کے بعد کہا اے بے حیا ظالم تو نے نہ چاہا کہ حسین کو قتل کرے سے ہاتھ
کھینچ لے تو میں نے بھی نہ چاہا کہ حسین پر سے اپنے ہاتھ اٹھا لوں پس
فضراب بالسيف فاتقاها الفلاح مبيد فاطمہا الى الجلد اس ملعون
نے عبداللہ کے ہاتھوں پر تیر کی ضرب لگائی اور اس معصوم کے دونوں ہاتھ
کٹ گئے۔ عبداللہ نے فریاد کی یا امادہ ادر کئی۔ اے امان جان
خبر لیجئے۔ امام حسین نے اس بچہ کو اپنی گود میں لے لیا۔ اسی وقت حرمہ بن
نہ اس کو تیر کا نشانہ بنایا اس کے گوتے ناز و فین پر تیر لگا اور بچہ کی روح
پروا کر گئی۔ معلوم، اس وقت امام حسین کے دل پر کیا گزری۔ خیمہ میں زینب
خاتون نے فریاد کی یا بن اغا اے میرے برادر کے بیٹے تو حرمہ کے تیر سے

ذبح ہو گیا۔

— زخموں کی وجہ سے ضعف اور امام حسین کا جہاد —

ہاتھ کھینچنا

علماء اور ارباب مقال بیان کرتے ہیں کہ میدان کارزار میں حضرت امام حسین کے جسم مبارک پر نیزہ و تیر اور گرز کے زخم تھے مگر تلوار کا کوئی زخم نہیں لگا تھا۔ آپ کی زہر پر تیر اس قدر تھے کہ ہر علتہ زہر میں ایک تیر پیوست تھا اور آپ کے جسم پر کوئی ایسی جگہ باقی نہ تھی کہ اس پر تلوار کی ضرب لگائی جائے لیکن آپ کے جسم مبارک سے اس قدر خون بہہ گیا تھا کہ طاقت جہاد نہ رہی تھی اس وقت مالک ابن یسر ملعون نے جرات کی اور آپ پر تلوار کا وار کیا۔ پھر اس ملعون نے دور جا کر شوچایا یا حسین اس کا یہ مطلب تھا کہ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ حسین زندہ ہیں یا روح پرواز کر گئی جب اسے یہ یقین ہو گیا کہ حسین بالکل طاقت میں اس ملعون نے آپ کے سر مبارک پر تلوار لگائی عمامہ دھڑکڑے ہو گیا اور زمین پر گر پڑا۔ امام مظلوم نے اس وقت فرمایا پروردگار یہ اپنے ہاتھوں سے نہ کچھ کھا سکے نہ پی سکے۔

جلسائی فرماتے ہیں کہ اس حرام زادہ نے جب کلام مظلوم کے سر مبارک سے عمامہ گر پڑا۔ تو آپ کا کلاہ اٹھا کر اپنے گھر لے گیا جو کہ از قسم پوشین تھا جب وہ گھر پہنچا تو اس نے اپنی زوجہ سے طشت اور پانی مانگا۔ اور کلاہ صاف کرنے لگا کہ وہ پانی خون ہو گیا۔ وہ ضعیفہ یہ دیکھ کر رونے لگی۔ اور کہا کہ اے

ظالم تجھ پر افسوس ہے کہ تو نے فرزند پیغمبر خدا کو قتل کیا۔ اور ان کا عمامہ اور کلاہ لوٹ کر میرے گھر لایا ہے کہنے لگی کہ میں بخدا تیرے گھر نہیں رہوں گی۔ کتاب منتخب میں ہے کہ وہ ظالم اپنی جگہ سے اٹھا اور اس ضعیفہ کو عقب سے کھینچا اور طمانچہ مارتا ہوا صدر دروازہ پر لایا جا با کہ ضعیفہ کو کھونٹی سے باندھ دے کہ دروازہ کی آہنی کیل اس کے ہاتھ میں لگی فوراً ہی اس کے ہاتھ کٹ گئے۔ اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو دعا مقبول ہوئی اور وہ ظالم اپنے کیفر کردار کو پہنچا۔ صاحب عمان البکاء لکھتے ہیں کہ اس شب مالک کی زوجہ اپنے شوہر کے گھر سے روتی بیٹھی باہر نکلی دیکھا کہ ایک دوسری عورت اس کی طرح کوچہ میں کھڑی رو رہی ہے حال معلوم کیا تو اس عورت نے کہا کہ اگر تو نے عمامہ پر خون حسین دیکھا میں زوجہ شمر ولد الحرام ہوں اے کاش میں نابینا ہو جاتی میں نے ریش مبارک حسین کو خون آلودہ دیکھا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ امام حسین پیادہ خیام کی طرف آئے لیکن خیمہ میں نہیں گئے اس خیال سے کہ الحرام زخمی حالت میں نہ دیکھ سکیں گے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی الحرم سے آخر رخصت

علامہ کتاب الریاض میں فرماتے ہیں کہ جو کچھ کتب معتبرہ اور ارباب مقال سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے روز عاشورا اپنے الحرم کو دومرتبہ وداع کیا ہے کہ اے الحرم تمہارا خدا حافظ ہے۔ اگرچہ

امام مظلوم مقتل سے مکرر خیام میں تشریف لائے ہیں اور میدان رزم تشریف لے گئے ہیں لیکن الجحرم سے دوسرے مرتبہ رخصت ہونا ثابت ہے۔ چنانچہ وداع آخر یعنی آخر مرتبہ رخصت اس وقت ہوئے ہیں کہ جب قتال کرتے ہوئے زخموں پر زخم کھا کر تقاہرست بڑھ گئی اور ضعف کی وجہ سے جہاد سے تلواریں روک لی اور ملک بن یسری ملعون کی ضرب سے ہمت ٹوٹ گئی۔ سر برہنہ بنجیام تشریف لائے۔ روایات سے مریدانک باندھا اور غامہ پر زخموں سے پر کھا اور فرمایا کہ اے مختدات حرم یا زینبؓ، یا ام کلثومؓ یا عقیقہ یا فاطمہؓ علیکم منی السلام جب سب نام بنام سلام سنائو میرے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو حسینؑ زخمی حالت میں تھے وداع اول کے موقع پر امام حسینؑ زخمی تھے۔ یہاں کا غلبہ تھا تمام حرم مبارک زخمی تھا۔ اس وقت حضرت زینبؓ خاتون نے اپنے آپ کو بھائی کے قدموں پر گر دیا۔ حضرت زینبؓ من علیل صدر ہا و انتفت نجوم الد مع علی بدر ہا و ہی تند و ر حوله و تصریح بالمویل و الشیور۔ علیؑ کی بیٹی نے نالہ جا مکاد دل سے کہنچیا۔ اور باؤار گریہ فرمایا۔ داویلا بلند کیا لیکن کیا کرتیں۔ مگر فرمایا اخی اخی یا خیرہ خدر

فقدتہ و انفس شئی حنائی منہ نافر۔ یعنی اے بھائی بہترین ذخیرہ خواہر بھی ہے کہ تجھ پر میری نظر ہے۔ آج اے بھائی تم مجھ سے جدا ہو رہا ہے اور آپ جیسا درنیا اب مجھ سے کم ہو جائے گا۔ اخی انیوم مات المصطفیٰ و وصیہ و لم یبق للاسلام بعدک حارس اے برادر فی الواقعی آج پیغمبر خدا، علی مرتضیٰ رخصت ہو گئے۔ تم ان کی جگہ تھے تم بھی اب جا رہے ہو اسلام کا نگہبان کون ہے۔ اے برادر زینبؓ اب ان بچوں کی حفاظت

کون کرنے گا۔ اے بیکس الجحرم کے مزدکار آپ کی پیاری بیٹی سیکندہؓ بلک رہی ہے چہرہ پر آنسو رواں ہیں۔ تیمی کا تصور ہے۔ الجحرم حلقہ بنائے ہوئے تھے۔

سرگشتہ بانواں حرم گردشاہ دین

یعنی امام حسین علیہ السلام کی ازواج آپ کے گرد بحال پریشان حلقہ بنائے ہوئے تھیں بروایت چونسٹھ محذرات حرم آپ پر گریہ کر رہی تھیں صاحب نوادر حسینیہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی ایک تین سالہ دختر تھی بنوخیام کے صدر دروازہ پر بیٹھی تھی۔ اور حضرت کے وداع آخر کا منظر دیکھ رہی تھی۔ یہاں تک امام مظلوم نے چاہا کہ خیمہ سے باہر نکلیں کہ سیکندہ خاتون نے امن تمام لیا امام حسینؑ نے اس کو آنکوش میں لیا پیار کیا۔ بچی نے کہا بابا کب تک پانی نہیں لے گا امام حسینؑ نے فرمایا اجلسی عند الخیمۃ لعلی الیک بالماء کہ اے بیٹی خیمہ میں بیٹھو شاید کہ پانی لاسکوں۔ وہ بچی ہر وقت چھو بھی سے دریافت کرتی کہ بابا کہاں گئے ہیں زینبؓ خاتون فرماتی کہ بیٹی تمہارے بابا سفر پر گئے ہیں۔ پھر بچی نے دریافت کیا کہ اے چھو بھی اماں کیا سفر سے مراد سفر آخرت ہے۔

وقت رخصت خیام اہلیت میں کبھی آواز گریہ بلند ہوتی تو کوئی بی بی کہتی کہ اے اخی تم کہاں چلے گئے کبھی کوئی بی بی کہتی اے بابا تم کہاں ہو امام حسینؑ اگر چہ تسلی دیتے تلقین صبر فرماتے لیکن ان بیکس بیٹیوں کو کہونکہ صبر رائے کب جن کی نگاہ کے سامنے بھرا گھرا بڑ گیا ہو۔ مرحوم شیخ خصالہ میں فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ نے اپنی بہن کو برابر سیر کی تلقین کی پھر امام حسینؑ نے آپ سے

باس کہنے مانگا۔ آپ نے سوال کیا بھئیہ لباس کہنے کا کیا کر دے فرمایا کہ
اے بہن ایسا نہ ہو کہ میرے شہید ہونے کے بعد لشکر کو فتنہ و شام میرا لباس
اتار لے میں چاہتا ہوں کہ بوسیدہ اور کہنے لباس بھی لیں ہوں تاکہ میری لاش
برہنہ نہ رہے۔ اے شیعو۔ جب زینب خاتون نے یہ سنا تو آپ کے دل پر
کوہ غم گر پڑا۔ و احسرتاہ محمد اہ۔ فرمایا اور آپ بے ہوش ہو گئیں۔
مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ اکثر ارباب مقاتل نے بوسیدہ و کہنے لباس کے
متعلق لکھا ہے کہ حضرت نے اپنی بہن سے طلب کیا اور پہن لیا۔ شیخ مفید
نے سراویل (پانجامہ) تحریر کیا ہے کہ آپ نے پانجامہ طلب فرمایا اور پہنا
مرحوم الشیخ اور ابن شہر آشوب نے ثوب عتیق لکھا ہے اور عتیق سے مراد کہنے
اور ثوب بمعنی لباس ہے کتاب منتخب میں بھی لباس کہنے لکھا ہے پس جب جناب
زینب خاتون نے پرانا لباس لاکر دیا امام مظلوم نے وہ لباس پہنا اہلحرم میں کہل
برپا ہو گیا۔ اے شیعو و لباس کہنے کیا تھا کفن کی جگہ تھا۔

حضرت امام علیہ السلام کا امام زین العابدین

سے رخصت ہونا

علامہ اپنی کتاب الریاض میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب امام العطر غاس آل ہما
دوسری مرتبہ اہلحرم سے رخصت ہوئے تو اس وقت اہلحرم کا یہ حال تھا جیسے
شاعر نے نظم کیا ہے کہ

وان زنان و کودگان بانجام جمع کر دیدند دور ذوالجناح

جھکی ازخیمہ بیروں رسیختند خوش بدلائش چو کردانگہختند
ہیچوں لوح معتدل دامان شاہ کسر بادادند اندر خویش راہ
کشت زلال پروانہ کال خستہ جان دامن آن شمع دین پروانہ سان
آوے آنان از دو کون آوارہ اند دامنم پرورد غم خواہ اند
وان زنان مستمند ناوال ہجو پروانہ بدوش پیر زنان
ذوالجناح عشق از سر تا بدم زیر بوسہ آل عصمت گشت کم

نالہ زینب نمی آید بگوشش
اندرا بنجارفتہ پنداری نہوش

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ وقت رخصت امام مظلوم اہلحرم ذوالجناح کا جو کہ صدر
دروازہ خیام پر موجود تھا احاطہ کئے ہوئے تھیں۔ اور نگین و اندوہ گین صورت
میں اہلحرم ذوالجناح کے گرد جمع تھے۔ ذوالجناح امام حسینؑ سرایا مرکب محبت بنا ہوا
تھا۔ اہلحرم اُسے بوسہ دے رہے تھے۔ حضرت زینب خاتون کی
صلئے نالہ و گریہ گوش زدن نہیں ہو رہی تھی کیونکہ امام حسینؑ نے متواتر صبر کی تلقین
کی تھی پس ثانی زہراؑ خاموش اور سکتہ کے عالم میں تھیں۔ اہلحرم اور مخدات کے
گریہ و بکا کی آواز سن کر سید سجاد علیہ السلام نے سوال کیا تو حضرت زینبؑ نے
فرمایا کہ اے بیٹا تمہارے بابا جان دواعیٰ آخر کے لیے خیمہ میں آئے ہیں بیمار
کر بلانے جب سنا تو آپ اٹھ کر بیٹھے اور زینب خاتون نے سہارا دیا کہ حضرت
امام حسینؑ تشریف لائے۔

شد طیب رومندان یار عشق
بر سر بالین آن بیمار عشق

کچھ تو جواب دو۔ اے علیؑ اے میرے فرزند میں تسخیرات و سلام کے بعد یہ
پیغام حق لایا ہوں کہ خدا تجھ کو صاحب برکت قرار دے تجھے غوثیاں نصیب
ہوں اور اے میری سلطنت امامت کے تاجدار اے سلطان جو در سجاد اور
اے عالم غیب و شہود، حبیب امام حسینؑ علیہ السلام کا کلام سید سجاد نے سنا
گویا کلام حق بغیر جبریلؑ گوش زد ہوا تو سید سجاد نے آنکھیں کھولیں۔ قدسے روشن آیا
دیکھا خبر بالین امام حسینؑ موجود ہیں۔ امام حسینؑ نے خلاق عالم کا پیام سن لیا
جیسے پیغمبر خدا۔ علیؑ کو کلام حق سنائیں۔ سید سجاد اٹھے اور خاک اپنے امام حسینؑ نے
بوسہ دیا گویا یہ عرس کیا اسے درمند خونا نصیب تاکہ آپ نے احوال پررسی کی
پس امام حسینؑ علیہ السلام نے انگشتی ولایت آپ کو پنہانی سید سے لگایا اور
اسرار امامت و ولایت کئے۔ دزدی الشیخ مجالس میں باسناد ابن محمد بن مسلم
لکھتے ہیں کہ انہوں نے حضرت صادقؑ اہل محمد سے سوال کیا یا بن رسول اللہ کہ
وہ انگشتی ولایت جو آپ کے ہڈا مدار کے ہاتھ میں تھی وہ کیا ہوئی تو آپ
نے فرمایا کہ وہ انگشتی میراث پیغمبریں سے ہے وہ امام حسینؑ نے وقت و داع اثر
اپنے وصی اپنے جانشین امام جہاد سید سجاد کو پہنادی وہ مامور بہ امامت
ہو گئے وجعل فی اصبعہ خاتمہ و فوض الیہ امرہ کما فعلہ رسول
اللہ یا امیر المؤمنین و فعل امیر المؤمنین بالحسن و فعل الحسن بالمحسین
اور اس انگشتی مخصوصہ کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت
امیر المؤمنین علی ابن ابی طالبؑ کو بوقت وصایت پہنایا اور حضرت علیؑ نے امام
حسنؑ کو اور امام حسینؑ نے حسینؑ کو۔ پس اس طرح سب مامور بہ امامت ہوئے۔
اور امام حسینؑ نے سید سجاد کو اور سید سجاد نے اپنے فرزند امام محمد باقرؑ کو یہ

کامی طیب در وہای بیدوا
بیک ز جانیز بود وقت خواب
ای علیؑ اور وہ ام از حق پیام
کامی اے علیؑ من مبارک بر تو باد
مالک الملکی و سلطان بود
پہوں پیام دوست بشتیدان
بر کشود او دیدہ حق بن خویش
احمدی برگشتہ از معراج قرب
خود پیام آورده خلاق جلیل
شد علیؑ حق یکتا از جاگاہ
گفت کامی در دو وقت دران من
در دمنده اے خوتا بر حال او
گر تو پرس حال بیمار ان غم
چونکہ زنجیر تو را من قابلم
من بزنجیر تو دارم افتخار
شیر حق را نیست از شہ نام

یعنی کہ حضرت امام حسینؑ بیمار فرزند کے سر ہاتے اس طرح تشریف جیسے طیب
بیمار کے پاس آتا ہے فرمایا اے فرزند تمہارا کیا حال ہے کچھ تو اپنا ماجرا بیان کر
اس طرح سوال کیا جیسے طیب بیمار سے بیماری کے متعلق سوال کرتا ہے۔ ذرا
اپنی نگہ سے اٹھو تو سہی یہ وقت خواب نہیں ہے۔ تمہیں اللہ سلامت رکھے

انگشتری پہنائی اور اب وہ انگشتری میرے پاس ہے اور میں اسے پہن کر نماز پڑھتا ہوں۔ محمد بن مسلم کہتا ہے کہ میں ایک جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھنے کے لیے گیا امام جعفر صادق علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوا۔ جب امام علیہ السلام نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور میں نے اس انگشتری کی بھی زیارت کی۔ فرمایا کہ یہ وہی انگشتری ہے کہ جو روز عاشورا بوقت وداعِ آخر حضرت امام حسینؑ نے اپنے فرزند سید سجاد کو پہنائی تھی۔ غرض کہ امام حسینؑ نے اپنے بیمار کو گلے سے لگایا۔ پیشانی کا بوسہ دیا۔ اور تلقینِ صبر کی۔ کتابِ روضۃ الشہداء میں ہے کہ حضرت نے فرمایا اے بیٹا کہ جب تم مدینہ والپس پہنچو تو میرے شیعوں کو میرا سلام کہنا اور کہنا اے شیعوں جب تم ٹھنڈا پانی پیو تو میری پیاس یاد کرنا۔ ایرانی شاعر نے اس کی منظر کشی کی ہے اسے ہمدانِ مشفق وائے دوستان من

یاد آورید واقعہ داستان من
از جوی دیدہ چشمہ خونین روان کنید
از بہر آب دادن سرور دال من
ز د آسمان عمامہ خود شید بر زمین
آندم کہ گشت غرقہ خون طیلان من
پڑ مردہ شد ز غم گل صد برگ آفتاب
تا دید غرقہ خون رخ چوں از غوان من
آب فرات بسر سنگ منیزند
و تیکہ تشنہ لب شلہ لب گوہر نشان من

یعنی کہ شاعر بزبان حال امام حسینؑ علیہ السلام کہتا ہے کہ امام حسینؑ نے اپنے شیعوں سے مخاطب ہو کر فرمایا اے میرے مشفق ہمدان، اے دوستو میری دستان غم کو یاد کرو۔ اور اپنی آنکھوں سے سیلابِ اشک رواں کرو تاکہ میری تشنگی بجھ سکے۔ آسمان نے آفتاب جو بمنزلہ عمامہ سماوی ہے۔ زمین پر ٹپک دیا ہے (یعنی یہ اشارہ اُس طرف ہے کہ روز عاشورا آفتاب سوائیزہ پر تھا) اس وقت ”طیلان“ یعنی تحتِ الحنک پہنے والے امام غرقِ خون تھے۔ سورج کھی پھول مرجھا گئے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے امام حسینؑ کا غرقِ خون چہرہ دیکھ لیا ہے۔ آبِ فرات سرسری ٹپک رہا ہے موجیں ساحل سے سر مار رہی ہیں اس وقت کہ جب حسینؑ کشتہ تشنہ کام ہوئے۔ مقصد یہ ہے کہ جب تم آبِ سرد پیو تو امام حسینؑ کی پیاس یاد رکھو۔ اور امام پر اس وقت درود و سلام بھیجو اور یزید ملعون پر لعنت بھیجو۔

معرکہ قتال میں حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کا

دوبارہ آنا

یون بدشت کربلا سلطان دین	داد سلطانی یزید العابدین
چوں علی در ملک دین شہادشا	عزم میدان کرد شاہ از خیمہ گاہ
زوالجناح عشق را سلطان عشق	داد جولان روی در میدان عشق
آنچہ بود شش در جہاں پر ملال	چشم و دل برست حتی از عیال
گفت زینب در وداعِ آخرین	حالت دیدم من از سلطان دین

شور عشقی انجناش بودیا کاشت با ما بنوده گویا
ای خنک بانی که اندر دل تاخت فرع را بگذاشت سواصل تاخت
عقل گفت خواہر تے مجرم است بگذارا ز دردی کہ دریا نش کلم است
عشق گفت خمرش ستار خوشست تو مشو یا بست خودیا موں اوست
عقل گفت این ہمہ است کہ نگر دست بہر کہ نیزہ و خنجر نگر
عشق گفت بہر کہ خنجر میزند مرغ بانم در پیش بر میزند
عقل گفت بہن متا ز آرام جو عشق گفت ہی بروی کام جو
عقل گفت رد بسوی اہل بیت عشق گفت سوئی میدان ازل بیت
عقل گفت آن بہ کہ چندی کم زنی بہر اکبر خیمہ ماتم زنی
عشق گفت مرکبت را ہی من دخترت ملایا مال دی من
عشق گفت بی ریان و سودورو در کنارش گیرد آما ز دورو

عاقبت عشقش بر فتن رہنمون

گشت گفت انا الیہ راجعون

ماحصل اشعار یہ ہے کہ حضرت سلطان دنیا و دین جیب سید سجاد کو دراشت
سلطنت دینیہ سپرد کہ چکے اور سید سجاد امام علی ابن الحسین بادشاہ ملک دین
ہو گئے یعنی کہ مامور بہ امامت ہو گئے۔ تب شاہ مظلوم نے خیمہ نگاہ سے غم میدان
جہاد کیا۔ ذوالجناح جو امام مظلوم کا مربک تھا آپ کی محبت میں سرشار تھا اور
اس نے میدان عشق میں تیز روی پر خود عشق سے داد حاصل کی چونکہ امام حسین
اس دنیا ناپائیدار میں پر ملال تھے چشم و دل دونوں عیال سے ہٹا کر ب حقیقی
کو سپرد کر دیتے تھے یعنی کلام حسین کو ذات خدا کا عشق تھا اسی کی رضا و لقا

مطلوب تھی۔ جناب زینب خاتون فرماتی ہیں کہ میں نے وداع آخری کے موقع
پر امام حسین کی حالت دیکھی کہ آپ کو سوائے اللہ کے کسی کا عشق نہ تھا امام حسین
علیہ السلام کے پیش نظر وصل الہی ہی روح شہادت تھا۔ اس وقت عقل کہہ
رہی تھی کہ اے حسین تمہاری خواہر کا یہاں کوئی واقف کار نہیں یعنی سوائے
آپ کے کوئی وارث نہیں ہے اس کا کوئی درماں نہیں ہے لیکن عشق الہی کا
یہ تقاضا تھا کہ حسین فرما رہے تھے کہ خدا اُس کا نگراں ہے عقل کہہ رہی تھی کہ
اس سارے لشکر (باطل) کو دیکھ کہ ہر ایک کے ہاتھ میں نیزہ و خنجر ہے
نیزہ و خنجر پر بھی نگاہ رکھ۔ عشق کہہ رہا تھا کہ ان خنجروں کے لیے میں حاضر ہوں۔
عقل کہہ رہی تھی کہ سوئے اہل بیت چل یعنی ان کی نگرانی و دلجوئی کر مگر تقاضائے
عشق تھا کہ سوئے میدان کا راز چل عقل کہہ رہی تھی کہ یہ بہتر ہے کہ چند لمحہ اہل
میں گزریں اور خیمہ میں ماتم علی اکبر ہو عشق کہہ رہا تھا کہ جب قاسم نوشاہ بنے تو
اس کی شادی ہی اس کا ماتم تھی۔ عقل کہہ رہی تھی کہ اے حسین ذوالجناح کو جلال
نہ کرایا نہ ہو کہ سکینہ آپ کی دختر جو سموں سے پستی ہوئی ہے پائمال نہ ہو
جلے عشق کہہ رہا تھا کہ بغیر نقصان و نفع چل۔ یعنی راہ عشق میں سود و زیان کا
سوال نہیں ہے بلکہ عشق خدا تو راضی رہنا ہے الہی رہنے کا نام ہے۔ اسی
راہ عشق میں چل اور تیز رفتاری کے ساتھ چل چنا پنچہ عشق نے خود رہنمائی
کی۔ فنا فی العشق ہو کر بتلا دیا کہ ہماری باز گشت اللہ کی طرف ہے۔ الا
لعنة الله على القوم الظالمين۔

فحرك ذوالجناح فطوى العرصة كانها بطير بالجناح وقد ملاها
من الصهيل و الصياح - پس شہسوار میدان شہادت۔

رفرف نشین اوج شفاعت یعنی امام حسین علیہ السلام نے اپنے مرکب کی عنان کی حرکت دی اور میدان کارزار کی طرف روانہ ہوئے انی وجہت وجہی للذی فطر السموات - یعنی خدا کی طرف رخ کئے ہوئے ملائق دنیاوی سے موہنے موڑے ہوئے فرمایا تو تو کلت علی اللہ فہو حسبی ذوالجناح جولانی کے ساتھ میدان میں پہنچا لشکر اعداد نے دیکھا کہ حسین دوبارہ میدان میں آگئے ہیں پس لشکر عمر بن سعد چاروں طرف سے امام حسین پر ٹوٹ پڑا۔ صاحب ریاض فرماتے ہیں کہ جب لشکر بے دین نے آپ پر حملہ کیا تو امام حسین نے ان پر ذوالفقار سے حملہ کیا۔ کتاب منتخب میں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے شدید قتال کیا۔ اور برابر نصرت کا استغاثہ فرماتے رہے ہد من راحم یرحم آل رسول ہے کوئی رحم کرنے والا جو آل رسول پر رحم کرے، و ہد من ناصر ینصرنا ہے کوئی جو ہماری مدد کرے۔ یہ آواز امام مظلوم سب سے سنی آواز العطش العطش بھی سب ہی نے سنی اس وقت شمر ولد الحرام آیا اور کہنے لگا یا حسین این انت، اے علیؑ کے فرزند تم نے کیا کہا آپ نے فرمایا کہ میں ایک گھونٹ پانی کے لیے قریب رہا ہوں اس ولد الحرام نے کہا محال ولكن ابشر بالنار والحمر اوشرب الحميم نہ قلم میں طاقت ہے اور نہ اردو ترجمہ کے لیے الفاظ ملتے ہیں کیا ترجمہ کروں اور کیا لکھوں امام حسین نے فرمایا بے خیالیں تو سردار جو انسان جنان ہوں کوثر و سبیل ہمارے لیے ہے وہ ولد الحرام کہنے لگا کہ اے حسین تم کو میں ہی قتل کروں گا۔ امام حسین نے نفرین کی۔

شیخ فخر الدین منتخب میں تحریر فرماتے ہیں فدی الیہ شمر براء علی صدرہ

اس وقت حضرت نے فرمایا کہ تو کون ہے جو مجھے قتل کرنے آیا ہے۔ وہ بد نہاد کہنے لگا کہ شمر۔ آپ نے فرمایا کہ اگر قتل کرنا ہی ہے تو ایک گھونٹ پانی پلا دے تشنگی اور زخموں کی وجہ سے شدید تشنگی نے یہ حالت کر دی تھی کہ امام حسین علیہ السلام کی آنکھوں تلے اندھیر چھا گیا تھا۔ اس پیاس کی حالت کے اثرات کو شاعر نے نظم کیا ہے

فریاد کہ بیداد فلک جان مرا سوخت

کچ بازی گردوں دل بریان مرا سوخت

فریاد کہ اندر لب شط بہر کف آب

سوز عطش آخر لب عطشان مرا سوخت

فریاد کہ جان میدہم و در دم آخر

فریاد یتمان حرم جان مرا سوخت

یعنی کہ اے فلک ستم گار میری جان جل رہی ہے تشنگی نے سارا جسم سوخت کر دیا ہے اے گردوں کچ رفتار میرا دل جل رہا ہے۔ فریاد، و حسرتا آخر دم الحرم کی صدائے شیوں دل کو جلا رہی ہے۔ فریاد کہ سامنے نہر قرات جاری ہے پانی کناروں کے اندر بہہ رہا ہے مگر لب شمن سوز عطش سے تڑپ رہا ہے یعنی کوئی پانی پینے کو نہیں دیا اللہ اللہ سائی کوثر کا فرزند اور لب قرات پیاسا ہے۔ علامہ مجلسیؒ نے ہمارے لکھا ہے کہ ایک شخص نے کہا اے حسین اما تری الی الغرات کانه بطون الحیات واللہ لا ذوقہ او یموت عطشاء آیا اے حسین قرات کی طرف نظر نہیں کرتے کہ بہہ رہا ہے۔ تمہیں ایک گھونٹ پانی نہیں دیں گے یہاں تک کہ میرا سے مر جاؤ۔ امام حسینؑ نے اس ملعون پر

نفرین کی خدایا اس کو پیاسا مارنا۔ علماء امام مظلوم باب اجابت پر پہنچے۔ قبول ہوئی اور اس ملعون کو پیاس لگی جس قدر وہ ملعون پانی پیتا تھا اسی قدر اس کو پیاس محسوس ہوتی تھی یہاں تک کہ پانی پیتے پیتے پیاس نہ بھیجی اور وہ فی النار ہو گیا اور وہ کہتا تھا قتلنی العطش کہ پیاس نے مجھے قتل کر دیا۔ فی الریاض ثم استقرت همته العالیۃ علی ان یستغرق الی الفرات ویطلب الماء و ان فارقتہ فی طلبہ الحلیۃ۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام بہمت کر کے فرات کی طرف تشریف لے گئے کہ پانی حاصل کریں اور نہر فرات کو اپنے تصرف میں لائیں جنگ صفین کے موقع پر بھی فرات پر قبضہ ہو چکا تھا بار دیگر اس واقعہ کو سنئے کہ حنین کے موقع پر امام حسین علیہ السلام نے فرات پر معاویہ کے بالمقابل تصرف حاصل کر لیا تھا فشد علیہم بالفوج المقاتل بالسمری الذاہل وهو یہمہم کالاسد کالاسد یعنی کہ سرور و ناز بوسستان ابتلا، شیعہ پیشہ شجاعت اسد اللہ حسین سبط مصطفیٰ جنگ صفین میں جعفر طیار کانیزہ خطی ایدالے کر مثل موسیٰ قوم طغیان اثار کی طرف بھٹے اور نہر فرات کے کنارے پہنچے۔ اس وقت آپ تنہا تھے اپنا لشکر ساتھ نہ تھا فا

عن العشرة بالصولة الحیدریۃ والسورة الغصنقریۃ والشجاعة الحسینیۃ۔ سبحان اللہ۔ حضرت امام حسین مثل حیدر کرا غصنفرو منصور شان سے نہر فرات پر پہنچے اور اپنی شجاعت کا مظاہرہ فرمایا۔ پس ولیری کسی نے نہیں دکھائی۔

یا بن النبی یا بن الوصی ایا الزکی یا بن الزکیۃ
لله کم فی کربلاء لک شقائق حیدریۃ

اے فرزند نبی، اے فرزند علی مرتضیٰ وصی بنی اور اے براء حسن الزکی اور اے زکیۃ، طاہرہ صدیقہ۔ زہرا، فاطمہ بنت رسول اللہ کے فرزند۔ برائے خدا اپنے دشمنوں کو شجاعت حیدریہ دکھلائیے۔ عمران سعد ملعون نے اپنے لشکر کو سخت کسرت کہا کہ حسین کو نہر فرات پر نہ آنے دو ایسا نہ ہو کہ حسین اپنے لب ترکریں۔ اگر حسین نے پانی پی لیا تو پھر وہ تنہا سارے لشکر کو تباہ و برباد کر دیں گے۔ اس وقت لشکر باطل میں ایک شور برپا ہو گیا۔ اور ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ لشکر کوفہ و شام میں جہنم کے مسافروں کو ویزہ مل رہا ہے۔ اور وہ ذوالفقار کی تیز دھارس سے گزر کر زیر پل صراط جہنم میں داخل ہو رہے ہیں۔

یسبیح ذوالجناح فی غمرات

بحر الکفاح کالتمساح

ذوالجناح امام حسین علیہ السلام گھڑیاں (تاکہ) کی طرح دریا میں غوطہ لگاتا اور کشتی حیات ملائین کو الٹ دیتا تھا۔ مؤلف کے والد مرحوم صاحب کتاب الریاض لکھتے ہیں۔

فعند ذلک زلزلت الارض زلزالها

وابنصر القوم وقالوا ما لها

ذوالفقار حیدری نے کنارہ نہر فرات خون کا سیلاب جاری کر دیا تھا۔ قوم بد نہاد کو راہ قرار دیتی تھی۔ علامہ مجلسی کتاب بحار میں محمد ابن ابی طالب سے نقل فرماتے ہیں کہ فکلما حمل بفرسہ علی الفرات حملوا علیہ باجمعہم یعنی ہر چند کہ امام حسین نے لشکر باطل کو فرات سے دور کیا۔ لیکن بار بار ملائین شور و غل مچاتے اور مل کر آپ پر حملہ درہوتے تھے۔ آخر کار غیرت حسینی جوش میں

آئی اور حملہ کر کے لشکر کو پراگندہ کر دیا۔ اور پھر کسی کو آپ کے نزدیک آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ ابی مخنف لکھتا ہے کہ وکشفہم عن العشرة ونزل علی الفرات کہ امام حسین علیہ السلام نہر فرات پر پہنچے۔ اسے دوستوں اس وقت نہر فرات کی موجیں ساحل سے سرگراہ ہی تھیں کہ ساقی کوثر کے فرزند ہر بندش آب ہے۔ علی اصغر پیاسا مارا گیا علی اکبر پیلے شہید ہو گئے عباس علمدار کے شانے قطع ہو گئے۔ وحسرتا کیسے پیاسی ہے۔ اس وقت امام حسین نے پانی کو دیکھ کر ایک آد جان سوز کھینچی اور فرمایا ہے

یا آنکہ ہست آب تو جان پرور اے فرات

دلہا بود ز آب تو جان پرور الفرات
سیراب از تو عالم و اندر کنار تو
جان دادہ اکبر و ہم اصغر اے فرات
طفلان بیخیمہ تشنہ و تو مرد خوشگوار

جان میدہند دختر ہم خواہر اے فرات

یعنی کہ امام حسین علیہ السلام نہر فرات سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نہر فرات تیرا پانی تو جان پرور ہے باعث حیات ہے۔ لوگوں کے دل تیرے پانی سے زندہ ہیں کیونکہ بغیر آب دل کباب ہو جاتا ہے دنیا تجھ سے سیراب ہوتی ہے لیکن میرے علی اکبر اور علی اصغر تشنگی کی حالت میں جان دیدی۔ وحسرتا میرے خیمہ میں بچے پیاس سے بلک رہے ہیں اور اے فرات تیرے کناروں میں آب سرد روان ہے۔ اسی پانی کی خاطر میری دختر سیکندہ اور میری بہن زینب کے لبوں پر جان آئی ہے۔ فلما ولغ الفرس براسہ لیشراب ذوالجناح

بھی تین شب و روز سے پیاسا تھا۔ حضرت امام حسین نے لجام قوس چھو دی اور فرمایا اے ذوالجناح تو پیاسا پانی پی لے جب ذوالجناح نے آپ کا یہ کلام سنا بشال واسہ ولم یشراب۔ اپنا سر بلند کیا اور پانی سے موہنہ اٹھایا مطلب یہ تھا کہ حسین سیکندہ پیاسے تھے میں کیوں کر پانی پی لوں۔

رباعی

ما آب شور بستہ بتو کو نیاں فرات

این فرق بین کہ باثر مہر و کین بود

این شرط دوستی است کہ آتش لب شہید

مارا لکام شربت ماء معین بود

یعنی کہ اے کو فیو ہمیں آب شور اور تمہیں فرات۔ یہ فرق مہر و دشمنی کی بنا پر ہے چونکہ دوستدار آل رسول ہیں امام حسین تشنہ لب شہید ہو گئے ہمیں کیا تعلق اگر پانی جاری ہو۔ بہر حال حضرت امام حسین نے دیکھا کہ ذوالجناح نے پانی نہیں پیا۔ فرمایا اے گھوڑے اشرب وانا اشرب کہ اے ذوالجناح تو پانی پی لے میں بھی پیتا ہوں پس ہی امام حسین نے پانی چلو میں لیا۔ اور چاہر کہ موہنہ تک لیجا میں لیکن وحسرتا پانی آپ کے دین مبارک تک نہیں پہنچا فرماہ بسہم فشتک شدتہ کہ بنی کلب کے قبیلہ کے ایک ملعون نے حضرت امام حسین کی طرف تیر رہا کیا کہ امام مظلوم کے ہاں مبارک سے خون جاری ہوا اور آپ پانی نہ پی سکے۔ تیر نے کس قدر دہن مبارک پر اثر کیا میں اس کو الفاظ میں پیش نہیں کر سکتا خود تصور کریں۔ صاحب روضتین نقل

کرتے ہیں کہ حضرت نے تیر باہر کھینچا اور فرمایا کہ فدا یا تو ہی پناہ دینے والے
عزم کرنا چاہتا ہوں کہ امام حسین علیہ السلام کے پانی نہ پینے کی تین وجہ بیان کی
گئی ہیں ایک تو یہی کہ تیر لگا اور بائیں مبارک سے خون جاری ہو گیا۔ دوسری
وجہ یہ ہے کہ آپ نے ان خود پانی نہیں پیا کیونکہ الحرمِ پیاسے سے تھے تیسری
وجہ یہ ہے کہ لشکرِ شام نے شور مچا دیا کہ اے حسین تم پانی پی رہے ہو اور
فرجِ خیام پر حملہ کر رہے ہیں حضرت نے پانی نہیں پیا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ
نے تمام حجت کے لیے پانی چلو میں لیا تھا۔ مقصود نہ تھا۔ جب امام حسین
نے سنا کہ پُر جفا خیام پر حملہ کر دیا ہے آپ خیام واپس آئے۔ حالانکہ اس
وقت تک خیام پر حملہ نہیں ہوا تھا۔ اور جیسا کہ ذکر کیا جا چکا امام حسین نے سکیں
قاتل سے فرمایا تھا کہ میں تیرے لیے پانی لاتا ہوں جب آپ نہرِ فرات سے
خیمہ میں واپس تشریف لائے تو سکیں فاتل نے سوال کیا
بابا کیا آپ پانی لائے ہیں۔

بموقع جنگ صفین امام حسین کا نہر فرات پر

تصرف

جب شاہِ جرعہ نوش بادۂ لذۃ اللشاربین امیر المومنین ساقی کوثر صفین
میں معاویہ سے جنگ کرنے تشریف لے گئے تو آپ کے لشکر کے پہنچنے
سے پہلے ہی فرات پر معاویہ کا لشکر پہنچ چکا تھا اور لشکرِ امیر المومنین پر پانی
بند کر دیا تھا نہر فرات پر پہرہ تھا کہ لشکرِ امیر حق میں پانی نہ پہنچے پائے۔

جب حضرت امیر المومنین اور آپ کا لشکر پہنچا اور پانی پر بندش دیکھی تو فوج
نے حضرت علیؑ سے پانی ملنے کی بابت عرض کیا۔ اس وقت حضرت امیر المومنین علی
ابن ابی طالب علیہ السلام کی نظر انتخاب اپنے فرزند حسینؑ خوش اطوار پر پڑی
کہ فرات سے پانی لانے کا انتظام کریں پانی لائیں خدا کی شان ایک دن حسین
فرات سے پانی لانے پر مامور ہوئے اور ایک دن ایسا آیا کہ کربلا میں نہر فرات
سے پیاسے نکل آئے۔ فرات پر معاویہ کا لشکر پڑا ہوا تھا کہ حضرت امام حسینؑ
کو حکم ملا کہ فرات پر علم اسلام لہرائے۔ بندش کو توڑ دو۔

سپاہی کزین کن	زیران من	زیران وز جان نثاران من
سبک کن عنان گردان کن	کباب	برد برب رُود و برگیر آب
اگر دشمن دول سیتز آورند		بکن حملہ تا خود گیر آورند
حسین تو چشم ددل فاطمہ		فسر و زندہ محل فاطمہ
چو بشید از باب خود ای سخن		ز جاست برداشت تیغ و سخن
چہ کو ہی بگر داند پا و رکاب		فرقہ از شد از برج شیر آفتاب
تو گفتی علی شاہ گیتی پناہ		زود سوئی بیر العلم با سپاہ
ہزار از سواران شمشیر زن		ہمراہ شہزادہ موتمن
نہادند رخ سوئے نہر فرات		فرات از قدم حسین گشت مات
بیک حملہ شاہ لشکر شکن		گیران شد آن فوج رو بہان

پس کشتہ افتادہ خون شد روان

تن کشتہ ماہی و خون بھر آن

امام حسین کو حکم ملا کہ اصحاب میں سے فوج ترتیب دو یا روان جان نثار ساتھ

لو۔ بسک عنان اور سخت رکاب فرس ہمراہ لو اور یہ عجلت تمام نہر فرات پر جاؤ۔ اگر دشمن جنگ کریں تو تم بھی ان پر حملہ کرو پس حکم کا ملتا تھا کہ حسین شمع نرم فاطمہ، آرام دل فاطمہ نے سنا تو تیزی کے ساتھ اپنی جگہ سے اٹھے۔ تلوار و دھال سنبھالی۔ گھوڑے پر سوار ہوئے۔ لوگ سمجھے کہ علی ولی میر العلم میں جا رہے ہیں امام حسین ہزار سوار شمشیر زن لے کر سوئے فرات چلے۔ جب فرات پر پہنچے تو فرات قدم شاہ زمن سے کشت زار بن گئی۔ سبترے میں شاد آئی، مچھلولوں میں شکفتی پیدا ہو گئی۔ امام حسین کے ایک ہی حملہ میں معاویہ شاہی لشکر بھاگنے پر مجبور ہو گیا۔ لشکر شام نے قرار کر کے بزرگوں کے نقش قدم کو ابھار دیا۔ اکثر لشکری قتل ہوئے اور کنار نہر خون کی ندی جاری ہو گئی۔ فرات پر امام حسین کو تصرف حاصل ہو گیا۔ اور پیاسوں کو سیراب کیا۔ اصحاب نے فوراً ہی حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خیر پہنچی کہ حسین نے فرات فتح کر لی ہے اب فرات پر حسینی تصرف ہے۔ حضرت امیر المومنین نے سنا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے اصحاب نے عرض کیا موٹی خوش ہونے کا مقام ہے کہ خداوند عالم نے حسین کو فرات پر تصرف عطا کیا۔ امیر المومنین نے فرمایا کہ آج فرات پر حسین کا قبضہ ہے لوگوں کو حسین اب فرات سے سیراب کر رہا ہے کو فیوں کو پانی پلا رہا ہے اور زمانہ آئے گا کہ نہر فرات پر حسین اور حسین کے اہل محرم اور لشکر بیا سار ہے گا کوئی پانی بند کر دیں گے جیسا کہ ذکر کیا کہ امام حسین نے چلو میں پانی یا مگر ایک ظالم نے تیر مارا اور لب ہاء مبارک زخمی ہوئے پانی خون آلودہ ہو گیا اور حسین پیاسے بھی ہے۔ لیکن پھر بھی آپ نے جہاد فرمایا۔ امام حسین باوجودیکہ زخمی تھے، پیاسے

تھے مگر جنگ فرما رہے تھے۔ اس وقت ملائکہ غر فوں سے امام کا جہاد دیکھ رہے۔

سمو اتیاں چشم پر خون ہمہ
سراز غرق ہا کردہ بیروں ہمہ
جہانی کہ پیش نظر داشتند
فہیش نظر پردہ برداشتند
یکی زار بر حال شہ میگہست
کریار بکافات ابن ظلم جہست
کشیدہ آن یکی نالہ دردناک
کہ شاہ لب تشنہ روحی خداک
یکی گفتی اے صد چوں پاکرت
چہ شد قاسمت کو علی اکبرت
یکی گفتی اندر چنیں رزمگاہ
کہ دید است شاہی چنیں بے پاہ
یکی گفتی اے داوڑ داوگر
گوشہ است فرزند خیر البشر
یکی در فغان کائی فدائی حسین
بین شورش کربلائی حسین
یکی نوحہ کرد از ملائکہ مگر
علی زین حکایت ندارد خبر
کہ تنہا است فرزند نام آورش
زنی چند معجزیہ لشکرش
یکی گفت اے خیل کرو بیان
ندارد خبر فاطمہ در جنان
یکی گفت اے کردگار مجید
چہ تقصیر دارد حسین شہید

ندارد در این یکی جز تو کس

بفریاد این شاہ بکس برس

یعنی کہ آسمانی مخلوق یعنی فرشتے غر فوں سے دیکھ رہے تھے آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔ ان کی نگاہوں سے پردے اٹھ گئے تھے۔ کوئی حال زار شاہ پروردہا تھا کہ رہا تھا پروردگار عالم اس ظلم و ستم کا کوئی بدلہ ہے مطلب یہ تھا کہ ظلم و ستم اس قدر شدید تھے کہ بظاہر ان کا بدلہ سمجھ میں نہیں

آتا تھا۔ کوئی نالہ درد نہ تھا کھینچ رہا تھا کوئی کہہ رہا تھا کہ ہماری روح آپ پر
 قدا ہو۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ ہم جیسے سیکڑوں آپ کے خدام ہیں آپ کا نام اسم
 کہاں ہے اور آپ کے علی اکبر کہاں ہیں۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ شام بے سپاہ کسی نے
 نہ دیکھا ہوگا۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ دادا اگر حقیقی اسے خداوند عالم حسین گزرا ہوا ہے
 یہ کہ بلا میں کیسی شورش ہے۔ کوئی ملک کہہ رہا تھا کیا اس واقعہ کی خبر علی کو
 نہیں ہے؟ کہ ان کافر زند نامور یکہ و تنہا ہے اس کے اہل محرم ان کی پردہ دار
 عورات ہیں اور دوسری طرف ظلم و ستم ہے کوئی رہا تھا کیا جنت میں فاطمہ زہرا
 کو اس کی خبر نہیں ہے۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ اے پروردگار حسین کا جہنم کیا ہے؟
 یہ مقصد تھا کہ حسین بے خطا و بے برم مالا جارہا ہے۔ اے پروردگار تو
 ہی بیکسوں کا دالی۔ غریبوں کا حامی ہے تیرے سوا کوئی دوسرا مددگار نہیں
 ہے تو ان بیکسوں کی مدد کو پہنچ۔

امام حسینؑ نے جنگ سے ہاتھ روکا۔ اور اس قوم جفا شعار نے آپ
 پر چاروں طرف سے حملہ کر دیا۔ تیر و تیر، نیزہ، تلواریں میدان میں اس طرح چککنے
 لگیں کہ زمین پر ان کا سایہ ہو گیا۔ گویا آسمان نظر نہ آتا تھا خدا نے کئی نجات
 سیلاب ظلم میں پھنس گیا قوت جواب دے گئی۔ الیہ اپنی کتاب بہوف
 میں رقمطراز ہیں کہ ایک نامزد ملعون نے کہ جس کا نام صالح بن وہب تھا ایک
 نیزہ حضرت کے مارا اور آپ زمین پر گر پڑے اور فرمایا۔ بسم اللہ و بآلہ
 و فی سبیل اللہ و علی ملۃ رسول اللہ آ، و اخر بتا

ماہی صفت آن غریب محزون

زد غوطہ میان دجلہ خون

دردا کہ بنوہ بر سر او زہرائی حمیدہ مادر او
 تابیر سدا و فغان نماید خون گریہ و گیسوان کشاید
 گوید بفغان و آہ و شیون فرزند عزیز پرور من
 صد بارہ میان خاک چونی یحوی نادرست نہایت یحوی
 اے تازہ نہال باغ فاطمہ اے روشنی چراغ زہرا
 شب بر سر گاہوار تو بوم کرم نظارہ تو
 نگذاشتم اے عزیز مادر از گریہ تو را جبین شود تر
 راضی نشدم بحجم پرورد از باد رسد بکاکلت گرد

انکوں بچہ روکنم تسکایت
 یک پیکر و این ہمہ جراحت

یعنی کہ مثل ماہی امام حسینؑ دجلہ خون میں غوطہ زن تھے یعنی کہ اسقدر خون میں
 غرق تھے جیسے کہ کوئی شخص دربار سے نکلے اور اس کے بدن پر پانی ہوتا ہے
 انکوں کہ حسینؑ کے سر پر نہ مال ہے اور نہ باپ زندہ ہے فاطمہ زہراؑ فغان کر لی ہوئی
 فردوس سے آئی۔ کلاے میرے پیار نے بیٹے اور میری گود کے پلے ہوئے
 نور نظر۔ اے باغ زہرا کے تو نہال اور اے روشن چراغ فاطمہ۔ میں نے گہوارہ
 میں بھی تیری شان دیکھی ہے کہ حیرت انگیز گہوارہ جنہانی کرتا ہے میں تجھے چھوڑ کر کہاں
 جاسکتی ہوں میں کس طرح دیکھوں کہ تیری زلفیں گرد میں آئی ہوئی ہیں میں کس سے
 شکایت کروں کس کی طرف دیکھوں۔ سب ہی تو تیرے دشمن میں جو محاصرہ کئے
 ہوئے ہیں ایک حسینؑ ہے تو لا تعداد جراحات ہے۔ راوی کہتا ہے کہ زینب عاتق سے کہ
 کوئی نکلے بھائی زینب کا پردہ تجھ سے تھا۔ جب تو ہی نہ رہا تو پردہ کیسے رہے گا۔

کس ضربت سے امام حسینؑ گھوڑے سے

زمین پر گرے؟

کتب احادیث و مقاتل میں اس بات پر اختلاف پایا جاتا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام روز عاشورا کس ضربت سے زمین پر تشریف لائے۔ بعض کہتے ہیں کہ پہلو سے امام حسینؑ پر ایک ملعون نے نیزے سے وار کیا جس کی وجہ سے آپ زمین سے زمین پر گرے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کے گلوے مبارک پر تیر لگا اور پھر آپ گھوڑے پر سنبھل نہ سکے اور زمین پر تشریف لائے۔ مرحوم السید کتاب لہوف میں لکھتے ہیں کہ صالح بن وہب نے امام مظلوم پر نیزہ مارا اور آپ زمین پر گرے۔ شیخ صدوق فرماتے ہیں کہ تیر آپ کے گلوے مبارک پر لگا اور آپ زمین پر تشریف لائے۔ اس وقت آپ نے فرمایا۔

اللھم انک فزی ما تصنع بولد نبیک۔ پروردگارا تو گواہ ہے اور دیکھتا ہے کہ اس قوم نابالغ نے تیرے نبی کی اولاد کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے امام حسینؑ حالت کارزار میں مناجات فرما رہے تھے فزی بسمہ فوقہ فی نحرہ وخرعن فرسہ۔ کہ تیر گلوے مبارک پر لگا اور امام مظلوم زمین سے زمین پر گرے۔

بلند مرتبہ شاہی زمر زین افتاد

اگر غلط نکتہ عرش بر زمین افتاد

یعنی کہ امام حسینؑ زمین پر کیا گئے عرش الہی زمین پر گر اجب آپ زمین پر تشریف

لائے اور پیشانی کو بائیں جانب سے خاک پر رکھا۔ سے کسی بتو دیالین آن امام زمین زمین گرفت سر پہ کسش بردامن

یعنی کہ کوئی شخص آپ کے سر پہلے موجود نہ تھا کہ جب آپ زمین پر گرے ہیں اس یکس و مظلوم کے سر کو خود زمین نے اپنے دامن پر لے لیا۔ شیخ صدوق علیہ الرحمۃ بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسینؑ کے چہرہ پر نظر کیا اور بے ساختہ گریہ کرتے ہوئے فرمایا کہ کافی انظر الیہ و قدری بسمہ فخر عن فرسہ صریحا کہ یہ تحقیق میں دیکھ رہا ہوں کہ حسینؑ کے گلوے نازنین پر تیر لگا ہے اور حسینؑ گھوڑے سے زمین پر گرے۔ یذبح کما یذبح الکبش مظلوماً۔ بعدہ اس کے بدن کو پارہ پارہ کیا ہے ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے اور اس طرح ذبح کیا ہے جیسے کسی جنگی شاخدار یا مینڈھے کو ذبح کرتے ہیں۔

دو کون راہمہ پر انقلاب می بینم
تخیل طیان شد در آفتاب می بینم
رسید تیر حلقش کشید اند خون
تن و سر پر بو تراب می بینم

سرش بریدہ و پہلو دریدہ دل مجروح

زبان میان دہانش کباب می بینم

یعنی کہ جب میں روتا ہوا کہ بلا پر نظر ڈالتا ہوں تو مجھے کون و مکان میں انقلاب نظر آتا ہے وہ جسم مبارک کہ جس پر جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے گیسو غیر سرشت کا سایہ تھا دھوپ کی حالت میں خاک و خون میں غلطان نظر آتا ہے

امام مظلوم کے حلق مبارک پر تیرہ سو دست ہے حسین تیر کھینچ رہے ہیں میں آپ کا جسد مبارک اور سر دیکھ رہا ہوں خدا جلنے کے امام حسین نے کیونکر تیر کھینچا۔ آپ سرگنا ہوا۔ پہلو ٹنکتے، دل مجروح اور زبان مثل کباب سوختہ دیکھ رہا ہوں آنحضرت نے اس ذکر کے بعد مزید گریہ فرمایا اے شیعوں تم بھی رسول خدا کا ساتھ دو غم حسین میں قافلہ زہر اڑیں اے مومنات تم بھی آنسو بہاؤ غم حسین میں ملٹی روئے تم بھی اے دوستو حسین پر آنسو بہاؤ غم حسین میں سبز قباروے تم بھی حسین مظلوم پر گریہ کرو۔

شیخ فخر الدین اور لومابن یحییٰ اور ابی مخنف اپنے مقل میں امام علیہ السلام کے گھوڑے سے زمین پر تشریف لانے کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ جب امام حسین پر منعف نے غلبہ کیا تو خوئی ملعون نے تیر امام حسین کی طرف رہا کیا پس تیر کا امام حسین کے لگنا تھا کہ اسی دم گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے۔ اور امام حسین پر غش طاری ہو گیا۔ خدا جلنے کے وہ حالت غشی تھی یا کوئی حالت خاصہ تھی کہ امام حسین نے اسی حالت میں خدائے تعالیٰ سے راز و تیار اور عرض حاجات قائم کیا۔ امام حسین کی حاجات بصورت نظم یہ ہیں سے

ہر دم ہزار شکر تو لے داد حسین
کامد باستان تو لائق سر حسین
این وقت جان سپردن این شمر و خورش
پس بوج شط و این لب زخون تر حسین

این جسم پارہ پارہ و این آفتاب گرم
این ضرب ستم مرکب و این پیکر حسین

یعنی کہ امام حسین نے بارگاہ ایزدی میں عرض کیا پروردگار اتیر ہزار ہزار تک ہے کہ حسین اپنا سر تیری بارگاہ میں نذر کر رہا ہے میرا سر تیری جناب میں نذر ہونے

کے لائق ہو گیا۔ یہ وقت کہ تجھے اپنی جان سپرد کروں اور یہ وقت کہ شمر لعین تجھ پر بکف موجود ہے نہر فرات موزن زن ہے مگر حسین تشنہ لب کے لب خون سے تر ہیں میرا یہ جسم پارہ پارہ اور یہ تپش آفتاب یہ گھوڑوں کے سموں کی ضرب اور پائمانی جسد حسین۔ واسع ترالاش مبارک پائمانل ستم اسپان ہوئی۔ اس وقت خیام الحرم میں صدمے شور و شیلوں بلند ہوئی بیبیاں و امحمداء و اعلیاء کی آواز دے رہی تھیں۔ و احیناہ کا ماتم ہو رہا تھا۔ مولف کتاب فرماتے ہیں کہ ان دونوں اقوال میں سے سید بن طاووس کا قول زیادہ صحیح ہے کہ فروعاً فاطمہ زہرا، حامس آل نبیا امام حسین علیہ السلام کے ہاتھ سے کثرت زخم ہوا اور منعف کی وجہ سے بجام فرس چھوٹ گئی اور تیر گلوے مبارک پر لگا اور آپ گھوڑے پر نہ سنبھل سکے زمین پر گرے اور اسی طرح علامہ مجلسی نے ہمارے تحریر فرمایا ہے۔ الا لعنة الله على القوم الظالمین آپ کے گھوڑے سے زمین پر تشریف لانے کے بارے میں یہ امر تحقیق شدہ ہے کہ آپ قصد اپنے ارادہ سے زمین پر نہیں گرے بلکہ آپ اس طرح زخمی ہوئے تھے کہ گھوڑے پر سنبھلا ممکن نہ تھا پس آپ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے چنانچہ صاحب کتاب الریاض فرماتے ہیں کہ امام حسین از روئے قصد و ارادہ خود گھوڑے سے زمین پر نہیں گرے۔ آپ کے منعف اور زخموں سے خستگی دیکھ کر ملائین نے امام علیہ السلام کو گھوڑے سے زمین پر اتار دیا تاکہ آپ کو قتل کریں۔

یہ بدلائل و براہین ثابت ہے کہ امام حسین کو تیر لگنے کے بعد ذوالجناح سے اتارا گیا ہے کیونکہ لشکر عمر ابن سعد کے درندے امام مظلوم کی حالت زخم دیکھ کر جانتے تھے کہ اب حسین کی قوت جواب دے چکی ہے۔ لیکن یہ بھی ایک

ایک امر واقعہ ہے کہ چونکہ جہاد امر ربی سے تھا۔ اور آپ پر حاجت اور اس کے وجوب کے پیش نظر امام حسین علیہ السلام نے جہاد کی تمام رعایتوں کو مد نظر رکھا ہے تاکہ جب تک جان ہے کہ آپ اپنے قصد و ارادہ کے ساتھ گھوڑے سے زمین پر گرے ہیں کہ وعدہ طفلی وفاء ہو سکے۔

ہاتف زندہ کہ دوست ترا خواندہ مہمان بسد شتاب بیا
گفت جبرئیل کا ہی روز ازل نام تو زبیر بر کتاب بیا
مصطفیٰ گفت کا ہی مجسم جان شہ دل در غمت کباب بیا
مرتضیٰ گفت پیکرت مجروح کشتہ از زخم بے حساب بیا
گفت زہرا کہ جسم مجروح تانوزد در آفتاب بیا
فد سیکنتہ برو دون زخمیہ گفت حرمت بین در اضطراب بیا

سر ز ستر گرفت عابد و گفت

ز آتش تپ شدم کباب بیا

یعنی کہ غیبی آواز آئی کہ تجھ کو دوست نے بلایا ہے۔ بے بزرگی و معزز جلداً۔ جبرئیل امین نے کہا کہ روز ازل سے تیرا نام ہر ایک کتاب کی زینت۔ جلداً۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے تن کی جان تیرے غم میں دل کباب ہو گیا ہے جلد آ، علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ مجروح و زخمی پیکر تیرے زخم ہا مے حساب سے میں کشتہ ہو رہا ہوں جلد آ، سیدہ عالمیٰ نے فرمایا کہ جلد آ ایسا نہ ہو کہ آفتاب کی پیش میں تیرا جسم مجروح جلا رہے۔ سیکنتہ خاتون نے خیمہ سے باہر نکل کر کہا کہ اے بابا جان میں پانی نہ مانگوں گی آپ جلد آئیے۔ زینب خاتون نے دل سے آہ کھینچی۔ فغان کی اور کہا اپنے اچھڑ کو دیکھ کہ وہ اضطراب میں ہیں بھیا جلد آئیے

سید سجاد نے بستر سے سر اٹھایا اور کہا اے بابا۔ بخار کی شدت سے ہیں مثل کباب جل رہا ہوں آئیے جلد آئیے۔ فلما سمعہ الامام کف عن الاهتمام وجعل السیف فی القلاف وترك المصارف ونزل من ذوالجناح واستسلم الى الروح الى ان استشهد۔ پس جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے ہاتف غیبی کی یہ آواز سنی ہاتھ جنگ و جدال سے روک لیا۔ اور یکدم لشکر عمر ابن سعد ملعون نے یورش کی چاروں طرف سے حملہ کیا۔ امام مظلوم اس قدر زخمی ہو گئے زمین پر تشریف لائے اور جان۔ جان آفرین کو سپرد کی اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام حسینؑ از خود گھوڑے سے زمین پر اتارے ہیں تاکہ وعدہ وفائی جلد ہو سکے۔ کتاب روضۃ الشہداء میں ہے کہ امام مظلوم از خود اپنے قصد و ارادہ سے گھوڑے سے زمین پر آئے ہیں۔

روز عاشورا حضرت امام حسین علیہ السلام کس رخ سے

گھوڑے سے زمین پر گرے

اس امر میں بھی روایات مختلف ہیں کہ آیا امام حسینؑ روز عاشورا دم گھوڑے سے بصورت راست گرے ہیں یا بصورت چپ؟ بعض متکلمین اس خیال پر پختہ ہیں کہ آپ از طرف چپ گھوڑے سے زمین پر گرے ہیں لیکن بعض کہتے ہیں کہ دائیں جانب پہلو سے گرے ہیں مرحوم سید کتاب بہوف میں فرماتے ہیں علیٰ خدہ الایمن کہ آپ بصورت راست زمین پر گرے ہیں لیکن بعدہ آپ کھڑے ہوئے۔ لیکن شیخ صدوقؒ اپنی کتاب امالی میں فرماتے ہیں

کہ فخر صریحا علی خدہ الا یسر۔ یعنی تیر گننے کے بعد آپ گھوڑے سے بصورت چپ زمین پر گرے ہیں۔ مؤلف کے والد مرحوم کتاب ریاض میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا زمین پر گرنا متعدد بار ہوا ہے۔ ایک مرتبہ آپ داہنے رخسار کے بجل زمین پر گرے اور پھر کھڑے ہوئے دوسری مرتبہ بائیں رخسار کے بجل گرے اور پھر کھڑے ہوئے اور تیسری اس طرح گرے جیسے کوئی سجدہ میں ہوتا ہے۔ کتاب بسوف میں ہے کہ امام حسین علیہ السلام زمین پر بصورت راکھ گرے ہیں اور جناب زینب خاتون کو بھائی کے گرنے کی خبر ہوئی تو خیمہ سے باہر نکل آئیں اور فریاد کر رہی تھیں وا اخاہ و اسیداہ و اهل بیتاہ۔ بروایت محمد ابن ابی طالب کہ جسے علامہ مجلسی نے نقل کیا ہے کہ حضرت امام حسین کہ جب آپ پر بیٹھ گئے تو آپ نے تیز نکالا جو آپ کے گلوے مبارک پر لگا تھا۔ عمر ابن سعد ملعون بھی قتل گاہ میں موجود تھا اس پر جناب زینب کی نگاہ پڑی فرمایا۔ ایقتل ابو عبد اللہ وانت تنظر الیہ۔ یعنی اے عمر بن سعد تو دیکھ رہا ہے اور حسین قتل ہو رہے ہیں۔ کیا تو قریش سے نہیں ہے کیا تو نہیں جانتا کہ حسین فرزند رسول خدا ہیں فاطمہ زہرا کے دلیندہ ہیں۔ یہ سن کر اس بد نہاد نے مونہ پھیر لیا۔ امام حسین علیہ السلام نے جب بہن کی آواز سنی تو فرمایا اختی لقد کسرت قلبی ارجعی الی الخیمۃ اے بہن دل شکستہ نہ ہو خیمہ میں چلی جاؤ۔

خواہر بروتا زیر شمشیر نہ بینی

ہمیں ساعت ہر گم می نشینی

یعنی کہ اے بہن خیمہ میں چلے جاؤ تاکہ زیر شمشیر مجھے نہ دیکھ سکو میں اسی ساعت

ہم آغوش شہادت ہونے والا ہوں۔

روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ جیسے ہی امام منظوم گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے فوراً ہی حضرت زینب خاتون خیمہ سے باہر نکل آئیں اور روتی ہوئی قتلگاہ پہنچی ہیں چنانچہ مرحوم السید اور مجلسی و محمد ابن ابی طالب الموسوی فرماتے ہیں کہ فخر جبت زینب من باب الغسطا ط الخ زینب خیمہ سے باہر نکل آئیں۔ لیکن صاحب کتاب ریاض فرماتے ہیں کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس وقت جناب زینب خاتون خیمہ سے باہر آئیں تھیں۔ امام حسین علیہ السلام کے گھوڑے سے زمین پر گرنے کا علم آپ کو کس طرح ہوا اس پر کئی دلائل قائم ہو سکتے ہیں اولاً یہ کہ آپ عالمہ غیر معلمہ میں آپ باطنی طور پر علم رکھتی تھیں اور باطناً دیکھ رہی تھی پس آپ علم ذاتی کی بنا پر ظلم ہوا کہ حسین گھوڑے سے زمین پر آگئے ہیں۔ دوم یہ کہ آپ کو حضرت امام حسین سے اس قدر تعلق اور لگاؤ تھا کہ گویا فنا فی الحسین تھیں جیسا کہ حضرت علی فنا فی الرسول تھے اسی طرح زینب خاتون فنا فی الحسین تھیں جو زخم اہم عالم مقام پر لگتا زینب اس سے باخبر ہوتی تھیں اور باوجودیکہ بحواسی کی حالت تھی مگر اس بیخواسی میں بھی تمام تر حواس مرکز الفت امام حسین تھے پوری توجہ امام حسین کی طرف رہتی تھی آپ نے خیمہ میں امام حسین سے یہ سنا کہ آپ نے فرمایا بسم اللہ و باللہ و فی سبیل اللہ۔ جانتی تھیں کہ بھائی شہید ہوں گے حالانکہ بسم اللہ و باللہ و فی سبیل اللہ۔ ایک دعا ہے جو بوقت قربانی پڑھی جاتی ہے۔ پس آپ نے اس دعا سے اندازہ فرمایا کہ اب حسین شہید ہو جائیں گے علاوہ ازیں امام عالم مقام کے گھوڑے سے زمین پر گرنے کے بعد لشکر عراق

ملعون میں کوئی اور شامی لوگوں نے خوشی کے نعرہ تکبیر بلند کئے۔ جس سے آپ کو یقین ہو گیا کہ حسین اب گھوڑے پر سوار نہیں ہیں بلکہ راکب دوش رسول خدا اب زمین گرم پر پڑا ہے۔ زینب خاتون بانہی تھیں لیکن خیمہ میں پھر بھی الحرم کی حفاظت فرما رہی تھیں سب کو ایک جا اکٹھا کر کے جناب ام کلثوم کی سپرد کیا اور آپ خود مقتل میں تشریف لے گئیں۔ بہر حال کتب معتبرہ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ذوالجناح جب بغیر امام حسین رہ گیا اور سوار زمین پر گر پڑا تو خالی درخیمہ پر پہنچا اور صیغہ کیا۔ الحرم درخیمہ پر جمے ہو گئے دیکھا کہ خالی گھوڑا کھڑا ہے اور حسین نہیں ہیں الحرم کو معلوم ہو گیا کہ حسین زمین پر آچکے ہیں یہ بھی اخبار و احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت زینب خاتون خیمہ سے متعدد بار مقتل گاہ پہنچی ہیں اور واپس ہوئیں ہیں۔ اسی طرح ذوالجناح امام علیہ السلام بھی دو مرتبہ خیمہ میں آیا ہے ایک اس وقت کہ جب آپ گھوڑے سے زمین پر گرے ہیں اور دوسری مرتبہ بعد شہادت امام حسین۔ ذوالجناح نے خبر شہادت امام حسین پہنچی ہے مرحوم سید کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام حسین کے گلوے مبارک پر نیزہ لگا اور آپ زمین پر گرے تو فرمایا بسم الله و بالله و فی سبیل الله و علی ملۃ رسول الله۔ اس وقت زینب خاتون نالہ کنان خیمہ سے باہر نکلیں اس وقت مقتل میں عمر بن سعد بد نہاد بھی موجود تھا حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ زینب خیمہ سے نکلیں۔ اس وقت لشکر دشمن کا ہجوم تھا لوگ تماشا دقل حسین دیکھ رہے تھے آہ اس وقت حسین مظلوم کی کیا حالت تھی شاعر خوب منظم کیا ہے۔

سیلمانی افتادہ دریائی مور ہمال پشہ برپیل نمودہ زور

درخت امامت قتادہ بنحاک
ہی رفت خون از تن شہریار
تہنی راکہ زہرا در آغوش جان
مشر زیب دوش پیہر بدی
منش چاکچاک و لبش سوختہ
بس از اقدسی لال شودم مزین
پس از آن ہمہ قصہ بای دراز
علی اللہ من دوست دامن غم

غم شاہ لب تشنہ ام بر دل است

زمرن این آرزو در دل است

یعنی کہ شاعر کے تاثرات یہ ہیں کہ سیلمانی وقت چیونٹیوں کے جھرمٹ میں گر پڑا۔ مقصد یہ ہے کہ کجا امام حسین جو سلیمان صفت بادشاہ دین و دنیا میں اور کجا لشکر عمر بن سعد بے دین جو نظر خدا و رسول میں چیونٹیوں کی برابر بھی نہیں ہے۔

شجر امامت زمین پر گر پڑا۔ یعنی کہ امام حسین کہ جن سے امامت تا قائم آل محمد جاری ساری ہے زمین پر میں خاک و خون میں غلطان ہیں۔ خون امام حسین خاک کربلا میں مل گیا ہے۔ تن مبارک کہ جسے زہرا خاتون نے پرورش کیا تھا خاک کربلا پر تپان ہے۔ سر جو کبھی دوش پیہر کی زینت تھا اور لہہ لائے مبارک کہ جسے جبریل بوسہ دیتے تھے۔ اب امامت سے تر تھا آج لب خشک ہیں اور جسد مبارک ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے۔ اور اس کے غم میں ہر ایک مردوزن کے دل جل رہے ہیں۔ میں نے یہ سارے واقعات سوز و ساز کے ساتھ لکھے

پڑھے ہیں میں قربۃ الی اللہ غم کو دوست رکھتا ہوں خدا یا غلام حسین
میرے دل سے کم نہ ہو غم شاہِ مظلوم، تشنہ کلام میرے دل پر ہے اور میزی ساری
زندگی کے لیے یہی سرمایہ ہے۔

رجعنا الی ما کنا فیہ

روز عاشورا بہت گامِ عصر ذوالجناح کا امام حسینؑ

کی حمایت کرنا

مشکلات کے بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ علیٰ زینب علیہا السلام کئی مرتبہ
میدانِ قتال میں اٹھی ہیں اور امام حسینؑ کے حال سے باخبر رہی ہیں۔ لیکن آپ
نے امام حسینؑ کی حالت کو اہلِ حرم سے پوشیدہ رکھا ہے۔ البتہ اہلِ حرم کو امام حسینؑ
کے گھوڑے سے زمین پر گرنے کی اس وقت خبر ہوتی ہے کہ جب غالی
ذوالجناح درخیمہ پر پہنچا ہے اس نے صیحه کیا اہلِ حرم خیمہ سے نکلے دیکھا
کہ گھوڑا غالی ہے سمجھ گئے کہ حسینؑ گھوڑے سے زمین پر گر گئے ہیں۔

ذوالجناح کے بارے میں بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دوسرے درخیمہ آیا ہے
یہی مرتبہ قبل شہادت کہ امام مظلوم کے حلق مبارک پر تیر یا نیزہ لگا اور آپ
ذوالجناح پر نبھل سکے۔ چند لمحہ زمین کی طرف جھکے۔ سجدہ کرنے کی صورت
میں جھکے یا بصورتِ راست و چپ جھکے جیسا کہ روایات میں ہے بہر حال
امام حسینؑ گرنے کے بعد زمین سے اٹھے اور بقدر قوت بشریہ جہاد کیا۔
اس وقت ذوالجناح بغیر اکبہ امام مظلوم کے گرد طواف کر رہا تھا۔

ابن شہر آشوب اپنی کتاب مناقب میں، ابی مخنف سے روایت کرتے ہیں اور
ابی مخنف جلودمی سے روایت کرتا ہے کہ لما اصراع الحسین فحصل فرسه
یحمی عنہ ویشیب علی الفارس فیہ ہبطہ عن برمہ وید و سہ
حتى قتل الفرس اربعین سراجلا۔ یعنی جیبِ امام حسینؑ علیہ السلام
سرنگوں ہوئے اور گھوڑا بغیر سوار ہو گیا تو اس وقت عمر بن سعد ملعون کے لشکر
کے چالیس پیادہ نفر آئے اور انہوں نے چاہا کہ امام حسینؑ کو قتل کریں۔ اس وقت
ذوالجناح نے آپ کی از خود حمایت کی کس طرح کہ ذوالجناح جست لگاتا تھا
اور اپنے دانتوں سے پیادہ کو پکڑتا اور زمین پر پھینک دیتا تھا اور سُموں
سے پائال کرتا تھا اس طرح اس نے چالیس پیادوں کو واصل جہنم کیا۔ اور امام حسینؑ
کے ساتھ رہ کر ثوابِ جہاد حاصل کیا اور روزِ قیامت ذوالجناح محصور ہو گا حالانکہ
اور دوسرے حیوانات کا حشر سے تعلق نہیں ہے اگر خدا نے چاہا تو مقامِ شفاعت
میں ذوالجناح شفاعت کرے گا۔ خدا اس کی شفاعت بحریتِ امام حسینؑ قبول
کرے گا اور اگر خدا قبول نہ کرے تو منزلتِ امام حسینؑ علیہ السلام جو اللہ کے نزدیک
ہے اہلِ حشر پر کس طرح ظاہر ہوگی ذوالجناح بھی تین دن بھوکا و پیاسا رہا ہے
اس کے علاوہ ذوالجناح عارفِ امام حسینؑ علیہ السلام تھا۔ اور فنا فی الامام ہونا
گویا فنا فی اللہ ہوتا ہے۔ امام علیہ السلام کی معرفت حاصل کرنا اعلیٰ درجہ کی معرفت
ہے (مقامِ حیرت ہے کہ مقتدرینِ علماء پھر بھی امام علیہ السلام کی معرفت حاصل
کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں حالانکہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا
والمقصر فی حقکم ذناہق یعنی کہ تقصیر کرنے والے کے اعمال حسنہ
باطل ہیں۔ از مترجم)

صاحب کتاب الریاض علامہ مرحوم فرماتے ہیں یسیح ذوالجناح فی غمرات بحر الکفاح کالتصاح و ملاء الفضاء من الصهيل والصياح ويرتعد بصهيله فی غبار الهياج ويسلب دمع العين فی جولته حول المحسين كالغمام الهاطل ويسيل الدم علی منابكه من العرف والکاھل یعنی کہ ذوالجناح نے گھڑیاں (نالہ) کی مانند دریائے جنگ میں غوطہ لگایا اور تلاطم افواج میں سباحت کی۔ صیحہ کیا۔ اور دانتوں سے دشمن کے آدمیوں کو پکڑ پکڑ کر زخمی کرتا اور سموں سے کچل دیتا تھا اس وقت ذوالجناح کا رجز اس کے مثل تھا۔ الظلیمة، الظلیمة من امة قتلت ابن بنت نبیہا یعنی کہ حسینؑ مظلوم مظلوم ہیں اُمّت نے اپنے نبیؐ کی دختر کے فرزند کو بے گناہ قتل کر دیا۔

من مرکب یصاحب شہزادہ حسینم

ازہر غریبش بدین شیوں و شینم
ای داد بر این اُمّت میثوم بتہ کار

کشتند پسر دختر پیغمبر مختار

یعنی کہ میں شاہ مظلوم کا مرکب ہوں اور میرا راکب نرغہ اعدا میں ریگ گرم پر پڑا ہے اور میں اس غریب پر صیحہ نالہ بلند کر رہا ہوں اے وائے امت نبویؐ تیری تباہ کاریاں کہ نواسہ رسولؐ خدا کو قتل کر دیا۔

مقتل سے ذوالجناح کا درخیمہ اہل بیت پر پہنچنا

جب ذوالجناح ملا عین کو ختم کر چکا تو لشکر عربی سعد نے ہجوم کیا۔ ذوالجناح

نے صیحہ کیا اور ٹاپوں سے خاک اڑاتا ہوا۔ خیام الحرم کا رخ کیا چنانچہ۔ صاحب ریاض لکھتے ہیں کہ جب ذوالجناح نے یہ دیکھا کہ لشکر عمر ابن سعد کا امام مظلوم پر ہجوم ہو رہا ہے اور ملا عین آپ کے قتل پر آمادہ میں بس ذوالجناح خیام کی طرف روانہ ہوا کہ خیر کرے۔ بروایت مناقب ذوالجناح کی یہ حالت تھی۔ کہ خون امام مظلوم سے اس کے پامال رنگین تھے۔ باگیں کٹی ہوئی تھیں زین خالی تھا۔ رکابیں ڈھلی ہوئی تھیں درخیمہ پہنچ کر اس نے صیحہ کیا۔ الحرم درخیمہ پر آئے خالی گھوڑا دیکھ کر وحسینہ و مظلوماہ کی صدائیں بلند ہوئیں ذوالجناح بھی زخمی تھا خون کے قطرے اس کے جسم سے ٹپک رہے تھے۔ سیکتہ فاقون ذوالجناح کے قدموں کو لپٹی ہوئی کہہ رہی تھیں ذوالجناح میرے بابا کو کہا کیا ام کلثومؑ کہہ رہی تھیں ذوالجناح جواب تو گیا تھا تو تیرا کب (حسینؑ) موجود تھے تو خالی واپس آیا ہے کیا حسین مارے گئے کیا اماں زہراؑ کا گھرا بڑ گیا کیا فاطمہؑ زہراؑ کا دودھ۔ خون ہو کر بہہ گیا ذوالجناح اس وقت صیحہ کر رہا تھا۔ سموں کو زمین پر مار رہا تھا۔ اور سر سے اشارہ کر رہا تھا کہ حسینؑ میدان میں رہ گئے ہیں بے سوار ہو گیا۔ الحرم سمجھ گئے کہ حسینؑ مظلوم پر کوئی تازہ بلا آئی ہے۔

للشیخ الدر مکی

فحين ابصرته النسوان مختضبا خرجن كل امانى الذليل تعتبر
كل تقول فجعنا بالذى فجعت به البتول وماتتنا المقادير
وعند ذلك زلزلن وولولن ولطمن حدودهن ومزقن
حبوبهن وبرعن خاسرات حافينات والوجوه كاشفات والرؤس
مكشوفات والشعور منشورات والدموع منشورات والصدوب

کی صدا بلند کی۔ وہ ظالم شمر محسن تھا کہ جس نے فخر سے امام حسینؑ کو ذبح کیا۔ مولف کتاب فرماتے ہیں کہ یہ بیانات جو سپرد قریاس کے ہیں میرے والد مرحوم نے زیارت نایضہ مقدسہ اخذ کئے ہیں۔ ہر شدک لکل ذلک ما قال الامام القاسم بحمد اللہ فرجہ وسہل اللہ ظہورہ وین شدک بکل ذلک۔

حضرت امام عصر علیہ السلام نے اپنے جہنم دار سید الشہداء علیہ السلام کو مخاطب کر کے اس طرح مصائب بیان کئے ہیں۔

قد عجبت من صبرك ملائكة السموات فاحد قواہك من كل الجهات واثحتوك بالجرح وحالوا بينك وبين الروح ولم يبق لك ناصر وانت محتسب صابر تدب عن نسوتك واولادك حتى نكسوك عن جوارك فہویت الى الارض صریعا جریحا تطوؤك الخیول بجوافرها وتعلوك الطغاة بتواترهما قد رشح الموت جبینك واختلف بالانقباض والانبساط شمالك ویمینك تدیر طرفنا رجعتنا الى رحلك ویمینك وقد شذلت بنفسك عن ولدك واهلک واسرع فرسك شاردا الى خیامك قاصدا مهمما باکیا فلما راين النساء جوارك مخزیا ونظرن سرجك علیہ ملوبا برن من الحد وراشارت الشعور علی الحد ودلاطعات الوجوه سافرات وبالعویل راعیات وبعد العزم ثلاث وای مصرعك مہارنات والشمس حائل علی صدراك۔

(ماخوذ از زیارت نایضہ مقدسہ)

مجد و شات والقلوب مدهوفات۔

یعنی کہ مخدرات حضرات اور امام حسینؑ کی دختران نے جب ذوالجناح کو اس حالت میں دیکھا تو خیمے سے سب باہر نکل آئیں اور زلزلہ و دلولہ پیدا ہو گیا۔ اب الحرم موہنہ پر طانیچہ لگا رہے تھے کہ بیان چاک کر دیئے تھے عورات سر دیا۔ یہ سہنہ۔ سینہ کوئی کر رہی تھیں آنکھوں سے آنسو جاری تھے واما ماہ۔

واسید اہ۔ کی صدا میں بلند ہو رہی تھیں درمیان میں ذوالجناح تھا اور الحرم حلقہ بنائے ہوئے تھے۔ تمام مخدرات کہ جن کی تعداد پندرہ تھی ذوالجناح کے گرد جمع تھے دیہ پہلا جلوس ذوالجناح تھا کہ جسم کی رسم خود ذوالجناح نے ڈالی ہے اور الحرم ماتم کنان تھے اور ذوالجناح بھی الحرم کے ساتھ گریہ کنان تھا۔ اگر اس حیوان باوقا کا نقابل شہداء کربلا سے کیا جائے اور اس چیز سے قطع نظر کر لی جائے کہ یہ حیوان مطلق ہے مگر اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ذوالجناح عارف امام حسینؑ علیہ السلام تھا۔ عارف رسول خدا تھا کیونکہ آنحضرتؐ کائنات کی ہر شے پر رسول ہیں ذوالجناح نے اشارہ کیا کہ میدان میں حسینؑ کو چھوڑ آیا ہوں۔ ثم یرجع الى المعركة بالزجل والضوضاء تبعته خواتین النساء ونمرة الاما ولم یبق بالفسطاط غیر الامام نہ بن الفابدين فی حنین وحنین۔

یعنی کہ ذوالجناح نے میدان کا رخ کیا اور تمام مخدرات و الحرم ذوالجناح کے عقب میں چل رہے تھے سوائے سید سجادؑ کے خیمہ میں کوئی نہ تھا۔ جب یہ ماتم کنان قافلہ مقتل میں پہنچا عورتوں نے دیکھا کہ ظالم سر جذا کر رہا ہے اور سینہ اقدس پر اپنا موزہ رکھے ہوئے ہے جب جناب زینبؑ نے دیکھا تو اوجسناہ

امام العصر علیہ السلام نے ذوالجناح کے مقتل سے درخیام البیت پر پہنچنے کی وضاحت فرمائی ہے۔ پہلی مرتبہ ذوالجناح اس وقت درخیام پر آیا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام زخمی حالت میں گھوڑے سے زمین پر گرے ہیں۔ ذوالجناح نے خبر دی اور انہم کو اپنے ساتھ مقتل میں اس جگہ لے گیا کہ جہاں مالہ مقام ریگ گرم پر پڑے ہوئے تھے دوسری مرتبہ ذوالجناح درخیام پر اس وقت آیا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہو چکے تھے جب الحجۃ مقتل میں پہنچے میں تو معلوم کس حالت میں امام حسین کو دیکھا ہوگا۔

ارباب بصیرت پر یہ امر حتمی نہ ہوگا کہ جب فرزند فاطمہ زہرا گھوڑے پر چڑھ گئے اور زمین پر گرے تو علی حدۃ الایمن یا علی حدۃ الاسیر یا علی شبیہۃ السجود یعنی کیا دائیں بھل یا بائیں بھل یا سجدہ کی صورت میں زمین پر گرے ہیں۔ اس وقت ذوالجناح امام حسین کے گرد گھوم رہا تھا۔ اور دشمنوں کو نزدیک آنے سے روک دیا تھا۔

سید مہوم فرماتے ہیں کہ فوق یستریح ساعة وقد ضعف عن القتال فابینهما هو واقف اذا تاه حجر فوق فی جہمة۔ یعنی کہ امام مظلوم قوت سے سکون کے بعد کھڑے ہوئے لیکن بوجہ ضعف جنگ پر قادر نہ تھے۔ دشمنوں نے دیکھا کہ حسین ابھی زندہ ہیں ایک ظالم نے آپ کو پتھر کا نشانہ بنایا جو آپ کی پیشانی مبارک پر لگا۔

بر آیات گنج الہی شکست طلسمات عز الہی شکست

بطاق رواق سر سرہ آن

شکست اندامد ز سنگ افغانان

خزانہ آیات الہیہ یعنی پیشانی مبارکہ پر سجدہ معبود کے نشان پر پتھر لگا اور رواق ہر چاروں طرف سے شکستہ ہو گیا۔ خون جاری ہو گیا۔ خون پاک کو ناپا پاکر پیشانی سے خون صاف نہ کر سکے کہ وحشتناک ایک تیرسہ شعبہ لشکر باطل کی طرف سے آیا اور وہ تیر امام حسین کے سینہ مبارک پر لگا۔ اور دل سے گزرتا ہوا پشت مبارک سے نکل گیا امام مظلوم نے اس وقت فرمایا بسم اللہ و باللہ و فی سبیل اللہ۔ تیرسہ شعبہ یعنی تین پچھال کا تیر یعنی کہ پیکان۔ پیکان اگرچہ تیر کو بھی کہتے ہیں اصل اس سے مراد برہمی، یہ بھی تین پچھال کی ہوتی ہے جو تیر کے سرے پر لگی ہوتی ہے۔ اس تیر کو فصل اور معلیہ کہتے ہیں فصل سے نیزے کی پچھال مراد ہے اور اگر پیکان بڑی اور چوڑی ہو تو اسے مجل کہتے ہیں اور فارس زبان پیکان کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں ایک صورت مسحۃ یعنی پیلو دوسری صورت میزاب ہے یعنی کہ پر نالہ، اسی کو ناک کہتے ہیں۔ اور ایک قسم سہ نیزہ۔ یعنی تین نیزے اوپر سے الگ الگ اور بانس ایک ہوتا ہے اور اس کی بھی دو صورتیں ہیں ایک دو پھل والی دوسری تین پھلو والی ہوتی ہے اے شیعہ آل محمد کہ جو تیر امام مظلوم کے سینہ پر لگا وہ پیکان تھا۔ آپ اندازہ فرمائیں کہ اس وقت امام مظلوم کی کیا حالت ہوگی۔

علامہ کتاب الریاض میں فرماتے ہیں کہ وہ تیر سینہ کو توڑتا ہوا پشت کی طرف نکل آیا تھا۔ اہل خبر کی ایک جماعت نے لکھا ہے کہ اس تیر سے دل بھی زخمی ہو گیا تھا زیارت امام حسین میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں کہ السلام علی المقطوع الموتین۔ دو تین دل کی ایک رگ کا نام ہے جو اس تیر سے قطع ہو گئی تھی اور آپ گھوڑے پر سواری کے قابل نہیں رہے تھے۔

مہوم شیخ جعفر سوستری امام حسین کی اس حالت کو بیمار و ناتوان کی نماز میں

کی صورت سے تشبیہ دیتے ہیں کہ امام کا یہ مقام نے اس وقت مثل بیماروں کے وضو فرمایا اور نماز بھی بیٹھ کر پڑھی۔ آپ کے وضو کرنے کے متعلق فرمایا ہے کہ وضو نہ کرنا دل سے کیا۔ کیونکہ حب امام مظلوم نے تیرے شعبہ سینہ سے کھینچا ہے تو تیری یاد ہی ہو اور حضرت مشغول بر وضو ہوئے۔

فوضع یدہ علی الجرح فلما امثلات بطح بہا راسہ ولحینہ کہ آپ نے قرآن دل سے چلو بھرا اور اپنے چہرہ مبارک پر ملا گیا وضو فرمایا۔ اور بعد نماز ادا کی۔ آپ نے نماز بیٹھ کر پڑھی بعد سجدہ ادا کیا۔ دوسری رکعت بھی بیٹھ کر ادا کی۔ مرحوم سید فرماتے ہیں کہ فجعل یتشو و یکسو یعنی کہ اس سے مراد ہے کہ بیٹھنے کی حالت میں رکوع و سجود ادا کیا۔ اور پھر بعد نماز سجدہ شکر ادا کیا لیکن امام مظلوم سجدہ شکر کی حالت میں رکوع اس وقت یہ عالم تھا کہ جلی خدہ الا یمن وکماھی علی خدہ الا یسر یعنی کبھی دائیں جانب اور کبھی بائیں جانب رخسار مبارک خاک پر رکھتے تھے آپ اسی حالت میں تھے کہ شمولہ الخاتم آیا اور اس نے غنجر کف سینہ اقدس پر نوزہ سمت قدم رکھا اور سر امام حسینؑ جدا کیا۔ الا لعنة الله على القوم الظالمین۔

مجاہد در شہادت سید الشہداء علیہ

حضرت سید الشہداء علیہ السلام کا خاک پر گرنا اور زخموں

سے بخور بخور ہونا

الحمد لله الذي لا يغرب عند اضطراب الشهداء في الدماء السائلات

لا یخفی علیہ طغیان الطغاة فی عالم الشہادات ثم الصلوة والسلام علی سیدنا محمد وآلہ ما دامت الارض والسموات خصوصاً علی سیدنا الحسین المظلوم الذی اطاع اللہ فی سرہ وعلانیۃ وجعل اللہ الشفا فی تربۃ واجابة الدعوات تحت قبة المرمل بالدماء والمهتول الخباء غریب الغرباء قتیل الادعیاء ساکن ارض کر بلا المحتسب الصابر المظلوم بلا ناصر المقطوع الوتین والمعفر الجبین بالشیب الخصیب والحد الرب والبدن السلیب والراس المرفوع والشلوا الموضع سلام اللہ علیہ وبرکاتہ۔

یا مؤمننا متشعياً بولایة یرجو النجی والفوز یوم المحشر ابکی الحسین بلوغه وبحرقه ان لم یجد هالکاً فوا ذک اکثر وامزج دموعک بالدماع وقل ما فی حقہ حقاً اذ لم تنصر والبس ثیاب الحزن یوم مصابة ما بین اسود حالک او اصفر فمساک تخطف بالمعاد بشریۃ من حوضهم ما لذید سکر اس وقت کی منظر کشی کے لیے کہ حب حضرت امام حسین علیہ السلام ذوالجناح سے زمین پر تشریف لائے گویا عرش الہی زمین پر گر کر رویان و سوز اس طرح رقم طراز ہیں کہ کثرت زخم اور لہو کے بہہ جانے کی وجہ سے امام حسین علیہ السلام گھوٹے پیر نہ سنبھل سکے تو آپ اپنے اسپ و فادار ذوالجناح کی مدد سے زمین پر تشریف لائے۔ اس وقت ذوالجناح نے برہان حال کہا۔

ای زاکب تا جسد بر زمین وی صفر روزگار بر نیز

حاصل ہوتا ہے۔ مرحوم سید کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ وصاح الشمر
اصحابہ مانتظرون بالرجل کما لے لشکر والوں اب کس بات کا انتظار ہے
حسین کو قتل کرو۔ ناگاہ عمر بن سعد کی فوج کے پیادہ نے چاروں طرف سے حملہ
شروع کیا۔ اور ذر بن شریک ملعون آگے بڑھا اور اس نے امام حسین
مظلوم پر تلوار سے وار کیا آپ نے ہاتھ اٹھا کر بلند کئے کیونکہ ہاتھ انسان کے
لیے بمنزلہ سپر ہوتے ہیں۔ آپ کا دست چپ قطع ہو گیا اس وقت شمر دلاہم
خیام ایلیت کے نزدیک جا کر شور مچانے لگا اے لشکر! خیام کو آگ لگا دو
اے شیعو! نذرہ کرو کہ اس وقت اہلحرم کا کیا حال ہو گا کہ جب شمر نے خیام کو آگ
لگانے کا حکم دیا ہے اہلحرم میں ایک شور و غوغا پیدا ہو گیا۔ امام حسین علیہ السلام
نے جب مسئلے نالہ فریاد اہلحرم سنی تو فرمایا اے شمر تجھے خدا اپنی آتش غضب
میں جلا دے تو اہلحرم کے خیموں کو آگ لگانا چاہتا ہے۔ اسد شعیب بن زبیر
نے شمر کو سخت سست کہا اور کہا کہ اہلحرم سے کیا دشمنی ہے تو خیام کو آگ
لگانا چاہتا ہے اس نے شمر کو آگ لگانے سے روکا۔ جناب زینب خاتون
خیمہ سے برآمد ہوئیں مقتل کا رخ کیا کہ دیکھیں حسین کے سر کے ساتھ کیا سلوک ہوا
ہے۔ امام حسین کو اس عالم میں دیکھا کہ خدا کسی بہن کو بھائی کی یہ ایسی رنجی صورت
نہ دکھائے۔ عمر بن سعد نہاد وہاں موجود تھا آپ نے اس سے فرمایا۔
اما تستحی تنظر المحسین عند قتله۔ یعنی اے عمر بن سعد تو کھڑا قتل
حسین کا تماشا دیکھ رہا ہے بروایت حمید بن مسلم عمر بن سعد ملعون خوش رہا
اور کچھ جواب نہ دیا۔ شیخ مفید فرماتے ہیں کہ جناب زینب خاتون نے لشکر
عمر بن سعد کی طرف موہنہ کر کے فرمایا۔ اما فیکم مسلم۔ آیا تمہارے

برخیز بنجیمہ ات رستم از جنگ عدو دین رہانم
برخیز سکینہ دختر تو دان زینب زار خواہر تو

در راہ تو انتظار دارند

خون دیدہ اشکبار دارند

یعنی کلاے میرے تاجدار راکب۔ اے امام الکونین اور اے صفر زمانہ اٹھیے
اٹھیے میں آپ کو آپ کے خیمہ تک پہنچاؤں گا۔ دشمنان دین کے ہاتھوں سے
محفوظ رکھوں گا آقا و مولیٰ اٹھیے۔ اٹھیے آپ کی بیٹی سکینہ آپ کی غمزدہ بہن آپ
کے انتظار میں بیٹھی ہیں آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔

چرا افتاد ایجان من بقرانیت زباجیز کہ بیرون برم زمینت

زباجیز کہ زخم تنست فراوانست لطیف بیکر تو آفتاب سوزانست

چرا نیکنی روسوے خیمہ از احسان

گر نمی شنوی آہ و نالہ طفلان

یعنی کہ ذوالجناح نے بزبان حال عرض کیا اے آقا و نامدار میری جان آپ پر قربان
آپ اپنی جگہ سے اٹھیے تاکہ میں آپ کو میدان سے خیمہ میں لیجاؤں۔ آپ کے
جسم مبارک پر زخم ہی زخم ہیں۔ اور آفتاب کی دھوپ آپ پر پڑ رہی ہے۔
مولیٰ آپ کس لیے خیمہ میں نہیں جاتے کیا آپ عورتوں اور بچوں کی آہ و زاری
نہیں سن رہے ہیں۔ امام حسین نے آنکھ کھولی۔ تو ذوالجناح دیکھا اس کا صیغہ
کرنا سنا اور خیموں میں ایلیت کے رونے کی آواز سنی۔ صاحب الایمان لکھتے
ہیں کہ اس وقت تک امام حسین بحالت جراحت بھی کھل طاقت بشریہ کے حامل
تھے تاکہ عصائب کا مشاہدہ کر سکیں اور جقدر مصائب میں صبر اسی قدر مقام محمود

رومنہ الشہداء میں لکھتے ہیں کہ یہ تصریح شدہ امر ہے کہ جناب عبداللہ اور جناب سکینہ کی والدہ ماجدہ رباب خاتون تھیں اور شہزادہ عبداللہ اور حضرت علی اصغرؑ دونوں کی شہادت تیر لگنے سے واقع ہوئی ہے اسی لیے دونوں کی شہادت میں شبابہت پائی جاتی ہے بنا بریں یہ شبہ ہو گیا ہے کہ علی اصغرؑ ہی کا نام عبداللہ تھا۔

مرحوم سید اور شیخ مفیدؒ نے فرمایا ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام درخیمہ پر لٹے میں آپ نے اپنے طفل صغیر کو طلب کیا جناب زینب خاتون اس کو لائیں اور امام حسینؑ کو دیدیا آپ نے اس کو اپنی گود میں لیا اور عبا کا دامن اس پر ڈال دیا۔ اور اسی حالت میں اس طفل صغیر یعنی عبداللہ کو تیر لگا اور بچہ کی روح پرواز کر گئی۔ لیکن یہ بھی مذکور ہوا ہے۔ کہ جب سید الشہداء علیہ السلام گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اس وقت اعداء دین میں سے ہر ایک شخص آپ کے قتل پر آمادہ تھا۔ درخیمہ سے ایک طفل نکلا۔ ابھی امام حسینؑ قتل نہیں ہوئے تھے وہ طفل خیمہ سے نکل کر مقتل میں پہنچا۔ فحملہ صبیحا صغیرا من اولادہ اسمہ عبد اللہ وقتلہ یعنی کہ اولاد حضرت امام حسینؑ میں سے ایک طفل جس کا نام عبداللہ تھا مقتل میں پہنچا اور جا کر حضرت کے سینہ مبارک سے پٹ گیا اور ظالموں نے اسے شہید کر دیا۔ مولف کتاب کے والد مرحوم فرماتے ہیں کہ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بچہ از خود خیمہ سے نہیں نکلا۔ بلکہ زینب خاتون نے اس کو امام مظلوم کا حال دیکھنے کے لیے بھیجا کہ وہ جا کر دیکھے کہ حسینؑ کس حال میں ہیں شہزادہ عبداللہ مقتل میں پہنچے کہ عمو محرم نیم غشی کی حالت میں ہیں۔ امام حسینؑ کے سر اٹھانے کھڑے ہو گئے امام مظلوم نے نگاہ اٹھائی دیکھا کہ نور نظر

در میان کوئی بھی مسلمان نہیں ہے۔ لیکن ان مختصرہ کو کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ آپ نے چاروں طرف صدائے استغاثہ بلند کی اور فریاد کی کیا کوئی مسلمان نہیں ہے کہ جو حسینؑ غریب کی مدد کرے۔

تنادی امان مسلم ذی حمیة یحاجی وعن آل رسول یذود
امان شهاب ثاقب یخرق العدی نارفشیطان الطفاة عنید
امان نصیر یصم الفرد نصرۃ فینصر یوم الجمع و هو خرید
حضرت زینب بیکس کے مقتل میں پہنچنے کی حالت اضطراب ضبط تحریر میں نہیں لائی جا سکتی آپ کے اضطراب کا یہ عالم تھا کہ فریاد کر رہی تھیں کہ لے فاطمہؑ کے چاند تو کہن میں آگیا تو خاک پر پڑا ہے۔ آفتاب کی دھوپ تیرے جسد مبارک پر پڑ رہی ہے۔ کبھی آپ حسینؑ کی لاش بے سر سے خطاب فرماتیں۔ اور کبھی آپ خیمہ کی طرف آتیں اور اہل حرم کو تسلی دیتیں۔ کبھی عمر سعد سے فرماتیں کہ تو دیکھ رہا ہے اور میرا بھائی ذبح ہو رہا ہے۔ لا لعنة الله على القوم الظالمین۔

روز عاشوراء شہادت عبداللہ بن الحسین علیہ السلام

شہداء کربلا میں عبداللہ بن الحسینؑ کا نام بھی آتا ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام رباب تھا اور ان ہی کے بطن سے جناب سکینہ خاتون پیدا ہوئی ہیں۔ عبداللہ کی کم سن ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ اس وقت تین سال کے تھے اور بعض نے اس سے بھی عمر کم لکھی ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ عبداللہ ہی کو علی اصغرؑ کہتے ہیں۔ لیکن مولف کتاب تحریر کرتے ہیں کہ علی اصغرؑ کا نام شہزادہ تھا چنانچہ ابن شہر آشوب کتاب مناقب اور

نے نگاہ اٹھا کر دیکھا وحسرت اس وقت امام حسینؑ پر کس قدر صدمہ جالگاہ گزرا ہوگا۔
وقت ذبح شہید محموم امام حسینؑ کے اس قدر قریب تھا کہ آپ اپنے چلو میں اس کا
خون لیا اور آسمان کی طرف پھینکا اور فرمایا خداوند تو ہی ان ظالموں سے انتقام لینے
والا ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا خاک پر گونا لشکر اعداء کا البتہ

تماشائی جمع ہونا

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ مجروح حالت میں حضرت امام حسین علیہ السلام گھوڑے سے
زمین پر گرے۔ مضطرب فی الدمار مقادیر فیہ الی السماء بناجیا للرب راجیا للعباء
یعنی کہ ماتم مظلوم بحالت اضطراب خون میں نہائے ہوئے۔ زندگی کے آخری لمحوں
میں آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے بارگاہ معبود میں مناجات کی جیسے اور اوراق قرآن
زمین پر بکھرے پڑے ہوں۔ اس وقت دور دو چار چار ملعون بقصد قتل امام حسینؑ
آتے تھے اور حالت جراحت دیکھ کر واپس چلے جاتے تھے۔ اگرچہ ظالموں نے
امام مظلوم کو اس حالت میں دیکھا مگر پھر بھی امام حسینؑ کے قتل سے باز نہ آئے۔
خداوند اقلان حسینؑ پر عذاب نازل کر۔ کتاب ریاض الشہادت اور روضۃ الشہداء میں
ہے اور اس روایت کو اسمعیل بخاری نے اپنی کتاب بھی نقل کیا ہے کہ لشکر کوفہ و
شام میں سے ایک شخص حضرت امام حسینؑ کو قتل کرنے کے لیے نکلا جب وہ آپ
کے نزدیک پہنچا حضرت نے ایک آہ سرد بھری۔ اور فرمایا انصر ف دست
انت تقتلی کہ تو مجھے قتل کرنے پر آمادہ ہے لیکن میں نہیں چاہتا کہ تو عذاب خدا

سلسلے موجود ہے ہاتھ پھیلا کر اس کو اپنے سینہ مبارک سے لگایا کہ ایک
ظالم آیا اور اس نے بچہ کو آغوش امام سے کھینچ کر شہید کر دیا۔ فاخذہ ورجل
من بنی اسد فذبحہ یعنی کہ بنی اسد میں سے ایک ظالم نے
اس کو آغوش امام حسینؑ سے جدا کر کے شہید کر دیا فارسی شاعر نے ایک عجیب انداز
میں قتال کے ظلم کی منظر کشی کی ہے۔

مکن خیال کہ بگرفت وبرد و خیمہ سپار دش بخت بدست و بار او
مکن خیال کہ بردش کنار نہر فرات کہ ترکندی کی قطرہ آب خنجر او
مکن خیال کہ میجو است از راہ احسان غبار غم بزواید زدوئے نور او
فغان واہ کہ بگرفتہ پیش ازد و گام بلند کرد و بخاک او گنگد پی سکر او
بسوز شیعہ از این غم کہ پیش چشم پدر کشید خنجر و کرد و از بدن سر او

بزریر تیغ جو اکفل دست و بار میزد

بدی نگاہ پدر سوئے نقش اظہر او

خلاصہ اشعار کا یہ ہے کہ اس ظالم نے جب عبد اللہ کو امام حسینؑ کی گود سے کھینچا تو
اس لیے نہیں کڑے و خیمہ تک پہنچا دے اور اس کو اس کی ماں کی سپرد کر دے۔
اس خیال سے اس معصوم کو آغوش پدر سے جدا نہیں کیا کہ اسے کنار نہر فرات لے
جائے۔ اور اس کی تشنگی آب خنجر سے بجھائے۔ شاعر کہتا ہے کہ یہ خیال نہ کرو
کہ ظالم نے اس لیے بچہ کو آغوش پدر سے جدا کیا کہ اس کے چہرہ پر غم و الم کی گرد پڑی
اسے دور کرے۔ جب بچہ کو ظالم نے کھینچا تو دو تین قدم اس کی آہ و فغان سنی گئی
کہ ظالم نے تلوار بلند کی اور اس طفل صغیر کو ذبح کر دیا۔ جب عبد اللہ تڑپا تو امام حسینؑ

گرفتار ہو یہ سن کر وہ شخص رونے لگا اور کہا اے فرزند پیغمبر خدا تمہاری اس وقت بھی یہ حالت ہے کہ مجھے عذاب خدا میں مبتلا ہونا پسند نہیں کرتے۔ پس وہ شخص تلوار بکف عمر بن سعد ملعون کے پاس گیا اور روتے ہوئے کہا کہ

چہ کردہ است دگن ہش چہ این ہمرہ لشکر

مکی گرفت کبف تیغ و اندر خنجر
چہ کردہ است کہ ازوئی تو منع آب کنی

چہ کردہ است کہ برکشش شتاب کنی
یعنی کہ اے عمر بن سعد اس مظلوم نے معاذ اللہ کیا گناہ کیا ہے کہ تیرا لشکر اس پر تیرو
تلوار و خنجر لیے ہوئے آمادہ قتل ہے۔ کیا گناہ (معاذ اللہ) کیا ہے کہ تو نے اس
پر پانی بند کر دیا ہے اس نے کوئی ایسا کام کیا ہے کہ تو اس کے قتل میں جلدی کر
رہا ہے۔ لیکن اس قوم بے حیائے کوئی جواب نہ دیا۔ پس اس شخص نے اپنی تلوار
عمر بن سعد ملعون کے حوالہ کی۔ لشکر عمر بن سعد کے پیادوں نے اس پر ہجوم کیا۔

اور اس پر پتھر مارنے شروع کئے یہاں تک کہ وہ زخمی ہو کر زمین پر گرا۔ اور حضرت
سید الشہداء علیہ السلام کی طرف دُخ کر کے عرض کیا اے فرزند رسول! میں تے آپ کی
محنت میں جان دی ہے اور آپ بروز حشر اپنے لشکر کے ساتھ مجھے جنت میں لے
جائیں۔ حضرت نے فرمایا طوب نفسا فانی شفیع لك عند الله خاطر جمع رکھ
مطلبی رہو کہ میں روز قیامت خدا سے تیری شفاعت کروں گا۔ پس ان ظالموں نے
اس ناصر امام حسینؑ کو شہید کر دیا۔ اے شیعوں آج امام حسینؑ علیہ السلام کی غمخواری کرو
عزاء امام مظلوم برپا کرو تاکہ روز قیامت سید الشہداء علیہ السلام تمہاری شفاعت
کریں اور تمہیں گرنی محشر سے نجات دلائیں۔ اس ناصر امام مظلوم کے شہید ہونے

کے بعد عمر بن سعد ملعون نے کہا کہ اس لشکر میں کوئی حسین ابن علی کے قتل پر آمادہ
نہیں رہتا۔ اس پر سپاہ کوفہ و شام نے کہا کہ اے عمر بن سعد تو خود کیوں قتل نہیں
کرتا۔ اپنی گردن پر قتل حسینؑ کا بوجھ نہیں اٹھاتا اور دوسروں کی گردن پر اس خون
ناحق کو رکھتا ہے (حالانکہ سب ہی قاتلوں کے زمرے میں ہیں) اس وقت عمر بن
سعد ملعون خنجر بکف امام حسینؑ علیہ السلام کی طرف بڑھا جب امام حسینؑ نے اس کے
قدموں کی آہٹ محسوس کی تو سر مبارک خاک سے اٹھایا اور فرمایا اے عمر انت
جنت بختی یعنی کہ تو مجھے قتل کرے گا اس ملعون کو حیا آئی اور وہ اپنے لشکر کی
طرف واپس چلا گیا۔

شرح احوال جوان نصرانی

کتاب ریاض المؤمنین میں وارد ہوا ہے کہ ایک شخص نصرانی نے خواب میں
چار مرتبہ حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کی زیارت کی۔ اور ایک مرتبہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ وہ شخص شہر رم کا رہنے والا تھا طالبان حق
اور سالکان راہ حق میں سے تھا ہمہ وقت ریاضت و عبادت میں گزارتا تھا۔

فطرتش از نور عقل پاکتر چشمش از روح ملک چالاکتر
عیسیٰ آئین حبان نورانی او صد چو عیسیٰ لیک نصرانی او
یعنی وہ بالفطرت نور عقل سے پاک تر تھا۔ اور اس کی بصیرت روح ملک کی بصیرت
سے زیادہ تھی۔ جناب عیسیٰ بن مریمؑ کے طریق دینی پر گامزن تھا۔ سب کچھ سہی مگر
وہ پھر بھی نصرانی تھا مسلمان نہیں تھا۔ پہلی مرتبہ جب اس نے حضرت عیسیٰ ابن
مریمؑ کو خواب میں دیکھا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ اے جوان اگر تو راہ خدا کا متلاشی

ہے تو راہ سفر شلم اختیار کر۔ اُس جوان نصرانی نے سامان سفر شام باندھا۔ سفر اختیار کیا چند عرصہ شام میں رہا۔ پھر دوسری مرتبہ اُس نے حضرت عیسیٰ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ اسے نصرانی اب ملک شام سے کوفہ جاؤ۔ وہ نصرانی کوفہ پہنچا کچھ دنوں کوفہ میں قیام کیا لیکن اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ اس سفر کوفہ کا کیا مطلب ہے؟ ابھی وہ کوفہ ہی میں مقیم تھا کہ ابن زیاد ملعون نے اپنا لشکر کربلا روانہ کیا جو حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کے قتل کے لیے روانہ کیے گئے تھے لا تعداد لشکر تھا۔ تیسری مرتبہ پھر اس نصرانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عالم خواب دیکھا کہ فرماتے ہیں خوشا نصیب کہ تو حق کے قریب پہنچ گیا ہے اب تو سفر نینوا اختیار کر جسے کربلا بھی کہتے ہیں یہ زمین زمین یونس بن متى اور میری ولادت کی جگہ ہے اس نے حسب الامر جناب عیسیٰؑ سفر کربلا اختیار کیا۔ کربلا میں وارد ہوا۔ متلاشی منزل حق تھا رات دن اسی خیال میں مستغرق رہتا کہ تعبیر خواب ایک نئی خواب کی صورت میں نمودار ہوئی اس نے عالم خواب میں دیکھا کہ وہ عالم روحانیت میں موجود ہے دربار روحانیت آراستہ ہے اور حضرت عیسیٰؑ تشریف فرما ہیں ملائکہ اور روحانیتیں بصورت ماتم کنان بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ نے اس نصرانی سے گریہ کنان حالت میں فرمایا کہ اے جوان اٹھ اؤ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کر۔ آپ پیغمبر اسلام اور خاتم النبیین ہیں۔ میں خواب سے بیدار ہوا لیکن میری سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ اس خواب کا مقصد کیا یہاں تک کربلا میں روز عاشورا محترم نمودار ہوئی۔ دیکھا کہ ایک طرف بے پناہ لشکر بہشت مختصر سا ہے اس میں آواز تکبیر بلند ہے۔ وہ شخص احوال جنگ معلوم کرنے کے لیے بے چین ہوا مگر خوف دامن گیر تھا کہ لشکر کثیر کہیں اسے گرفتار نہ کر لے۔ ناگاہ اس نے بوقت ظہر دیکھا کہ رؤساء کوفہ میں سے ایک معمر شخص زخمی

حالت میں ہے اس نے نصرانی سے کہا کہ جراح کو لاؤ۔ نصرانی جراح کو لایا اور اس نے مرہم پیٹی کی۔ اسی دوران عمر بن سعد ملعون کی نظر اس نصرانی پر پڑی چہرہ پر کچھ آثار فکر و پریشانی دیکھے اور اس کو ترسان و افتادہ خیمہ کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔ وہ ایسا وقت تھا کہ عمر بن سعد کی فوج کا ہر ایک سپاہی قتل حسین ابن علیؑ پر آمادہ تھا اور حضرت امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لاپکے تھے جو لوگ قتل امام مظلوم پر آمادہ تھا ان میں سے کسی نے کہا کہ جب میں آپ کے ہر مبارک کی طرف گیا میں نے دیکھا کہ پیغمبر خدا موجود ہیں آنکھوں سے آنسو رواں ہیں اور آپ کی بیٹی فاطمہ زہراؑ نالہ و شبنون کر رہی ہیں۔ کسی دوسرے شخص نے کہا کہ ابن سعد۔ حسینؑ تو خود قریب بہ شہادت ہیں۔ یہاں کہ عمر بن سعد ملعون آپ کے قتل کی نیت سے آپ کے نزدیک گیا کہ اس ملعون کی نظر اس نصرانی پر پڑی۔ حیران رہ گیا کہ یہ نصرانی یہاں کیوں موجود ہے۔ عمر ابن سعد ملعون نے حیرت زدہ ہو کر اس سے اس طرح کہا۔

کائی نصرانی چون تو عیسیٰ ملتے نیست با اسلام ہیچست نسبت
این شہی کانیال بخاک افتادہ است در یقین پیغمبر زادہ است
دشمن دین شما مغضوب ما است کشتن دشمن بہر ملت رواست
گشتی اور اندانی چون شود نذر عیسیٰ ز بخت افزوں میشود

غلامہ اشعار یہ ہے کہ عمر ابن سعد ملعون اس نصرانی کے پاس آیا اور کہنے لگا اے نصرانی تو ملت و دین عیسیٰؑ پر ہے نہ کہ سلمان اور یہ شاہ جو خاک و خون میں غلطان پڑا ہے یقیناً بنی زادہ ہے تو اسے رسول خدا ہے۔ لیکن اے نصرانی تمہارے دین

کا دشمن ہمارا بھی مغضوب ہے اور ملت و دین کے دشمن کو قتل کرنا وہاں سے اگر تو دشمن دین کو قتل نہ کرے گا تو کس طرح عیسیٰ کے سامنے رتبہ پائے گا نصرانی اس میں سے کہ یہ لشکر اسلام ہے۔ مسلمانوں کا لشکر ہے اور میں خواب میں دیکھ چکا ہوں کہ حضرت عیسیٰؑ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ تو حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا۔ شاید کہ خواب کی یہی تعبیر ہو اس خیال سے اس نصرانی سے عمر بن سعد ملعون سے خنجر حاصل کیا کہ دشمن دین محمد کو قتل کر دوں وہ خنجر بکف قتل گاہ میں پہنچا۔ لیکن بہت متفکر تھا۔

نصرانی مستمند دل ریش
گامش چو نفس شمرہ میرفت
میرفت وزرہ غبار میرفت
یارب بجلال وحبہ عیسیٰ
یارب بعبادت برہمن
یارب بکلیسائی اعظم
یارب بتواہی باو مجری
گر کشتن او ثواب بودی
لشکر ہمہ اشک واہ دارند
گویا عمدان لعین بد سخت

گر غار در این رہت گر گل

دست من و دامن تو گل

غلامہ اشعار یہ ہے کہ نصرانی عیسائی اور پریشان دل تھا۔ ہر قدم جو وہ اٹھاتا تھا اور

ہر نفس جو آتا جاتا تھا۔ کشمکش کے عالم میں تھا۔ بزبان حال یہ کہہ رہا تھا اے خداوند! تجھے جاہ جلال عیسیٰؑ دین عیسیٰؑ، عبادت برہمن، اور آتش پرستوں کی پاکدامنی، کلیسائی اعظم، اور مریمؑ کے طواف کرنے کی جگہ کا واسطہ۔ مجھ پر واضح کر دے کہ یہ شخص جسے میں قتل کرنے جا رہا ہوں کہیں منصوب بارگاہ دیزدی تو نہیں ہے کبھی اس کا قتل کرنا گناہ تو نہیں ہے یہ لشکر تو اس وقت اس کے قتل سے گریزان ہے اگر تیری راہ میں کانٹے بھی ہیں تو میرے لیے وہ گل ہیں۔ میں تجھ پر ہی تو گل رکھتا ہوں۔

کبھی دل میں کہتا کہ تو حیوانی حق ہے حق کا متلاشی ہے نہ کہ خلق خدا کا خون کرنا مقصود ہے اس نصرانی کی یہ حالت تھی کہ

آنحواں حق پرست پاک جان
داشت با حق گفتگو ہر در نہاں
بار الہا خیر آور پیش من
تا بنا شد این جوان ہم کس من
بر من اے ہادی تو ہمارا راست
کن نہ سائی ویم گزرا اولیاء است
در تکلم بود جانش با آلہ
ہم چنیں تا آمد اندر قتل گاہ

یعنی کہ نصرانی اپنے دل سے باتیں کر رہا تھا کہ اے خدا میرے ساتھ خیر پیش آئے اور اے ہادی مطلق تو مجھے راہ راست دکھلا۔ اور اس کی معرفت کرا اگر وہ اولیاء اللہ میں سے ہے اگر اس میں یعنی کہ جسے میں قتل کرنا چاہتا ہوں جان ہوتی یعنی وہ بات کرنے کے قابل ہوتا تو میں اس سے دریافت کرتا کہ اس قتل گاہ میں آنے کا کیا مقصد ہے۔ اس وقت حضرت امام حسینؑ تو مجروح حالت میں تھے صرف رنق جان باقی تھی۔ غرض کہ وہ نصرانی قریب حضرت امام حسینؑ علیہ السلام پہنچا۔

جمال شاہ مظلوم پر نظر ڈالی دیکھا کہ یہ تو علیؑ دوران میں۔ یہ تو اپنے وقت کے
نوح و سلیمان ہیں یہ خود یسعیؑ ہیں یہ زکریاؑ ہیں۔ ہنگام بلائیں یوسف زندان بلا
ہیں یہی خلیل خدا میں یہی اسمعیلؑ ہیں یہی فریح الشہیں۔ اس وقت وہ بہت
سخت پریشان ہوا سے

چوں دید حالت زار شش جوان نصرانی
بگریہ گفت امان است از این مسلمانی
کسی بدشمن خود ہرگز این ستم نکند
کہ بیچ گریہ عالم چنین ستم نکند

یعنی کہ جب اس نصرانی نے امام مظلوم کی یہ حالت دیکھی بے ساختہ رونے لگا اور
اپنے دل سے کہا کہ یہ کیسے مسلمان ہیں کہ اس پر یکسی کا عالم طاری ہے اور ظلم کر
رہے ہیں۔ دنیا میں کوئی اس طرح ظلم و ستم نہیں کرتا اور یہ لوگ مسلمان اور امت رسولؐ
خدا ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس مظلوم کے قتل پر آمادہ ہیں۔ پس پھر اس
نصرانی نے امام حسینؑ کی طرف رخ کیا اور کہا اے نضر و لا د آدم اے سید و سر دار
بنی آدم میں آپ کا نام نہیں جانتا میں تو آپ کا جلال دیکھ کر حیران ہوں کہ آپ
نبی یا امام، آپ تو مقرب بارگاہ خداوندی ہیں۔ میری آپ ہی راہ نمائی فرمائیں۔

ۛ

در بحر خون چو ماہی بسمل شناری
گوئید کو فیان تو زاد لاد احمدی
پروردہ کلام صدف چوں تو گوہری
خواند شامیان کہ تو فرزند حیدری

حیدر کلام سرور احمد کلام شاہ
خود کیستی وہ ہر چہ مدیاہ مکی

یعنی کہ نصرانی نے امام عالی مقام کی طرف مخاطب ہو کر عرض کیا کہ اے مظلوم تو
اپنے خون میں مثل ماہی بسمل شیر رہا ہے تو کس صدف کا گوہر ہے کوئی لوگ
تجھے پیغمبر زادہ کہتے ہیں شامی لوگ تجھے فرزند حیدر کہتے ہیں آخر یہ حیدر اور احمد
کون ہیں آخر تو نے خود کیوں، کس لیے پارہ پارہ ہونا گوارا کیا ہے امام حسینؑ علیہ السلام
نے خاک سے سر اٹھایا اور گوشہ چشم و نظر رحمانی سے اُسے دیکھا۔ نصرانی جو کہ
طالب راہ حق تھا کہنے لگا کہ میں آپ پر قربان آپ مجھے بتلائیں کہ آپ کون ہیں۔
اس نے امام عالی مقام کو ذات حق کی قسم دی کہ آپ بتلائیں۔ لیکن جب اُسے امام
عالی مقام سے کوئی جواب نہ ملا اس کے دل میں جوش پیدا ہوا۔ قدم بڑھایا دائیں
اور بائیں جانب نگاہ کی شہداء کر بلا کی لاشیں نظر آئیں دیکھا کہ لاش ہاں شہداء
ٹکڑے ٹکڑے ہیں۔ جن میں جوان و پیر اور بچے بھی ہیں۔ اس وقت اس نے
امام عالی مقام کو شہداء کر بلا کی قسم دی کہ سے

بحق قوم اشہد و اعطشاننا
بحق هذا الشاب العباس
وترکوا مجردا عربیانا
والرجل المذکور و هذا الناس
بحق هذا الجسد المنور
شاب یسمی بعلی الاکبر
یعنی اے مقرب بارگاہ خدا تجھے قسم ان شہداء کی جو پیا سے شہید ہوئے ہیں اور
ان کی لاشیں عربیاں پڑی ہیں۔ اے مولیٰ آپ کو قسم ہے عباس علیہ السلام کی۔ اور اس
جسد منور کی قسم ہے جو علی اکبرؑ کے نام سے موسوم ہے۔ عرض کہ جوان نصرانی نے
حضرت امام حسینؑ کو قسم دلائی لیکن اس کو کوئی جواب نہ ملا۔ اسی اثنا میں اس
نے دیکھا کہ خیام امام حسینؑ سے ایک بنی بار بار نکلتی ہیں اور مقل میں کبھی جوان
علی اکبرؑ کی لاش پر روتی ہیں اور حسینؑ کے پاس جاتی ہیں اور کبھی خیمہ میں واپس آ جاتی ہیں

اس جوان نصرانی نے امام حسینؑ کو ان معظمہ سیدہ بی بی کی قسم دلائی کہ بحق تدک المرأة المخدومة تعرفها القوم بہ بنت حیدرۃ یعنی کہ آپ کو قسم ہے اپنی بہن زینب خاتون کی مجھے اپنا تعارف کرانے پس جیسے ہی امام مظلوم نے اپنی بہن کا نام سنا۔ خاک سے سر اٹھایا آنکھیں کھولیں اور فرمایا ہے

منم فرزندان شاہی کہ جبرئیل بود دربان
بمکتب خانہ اوانبیاء اطفال را بھی خوان

اگر توریۃ میدانی دگر انجیل میخوانی!

شناسم جد و بایم کیستہ امیر و نصرانی

محیطار نہج باشد نام جد و شتلیا باہم

بود حاسن حسن من قتل زلاد و تشنہ آبم

یعنی کہ اے نصرانی میں اس بادشاہ دین و دنیا کا فرزند ہوں جس کے دربان جبرئیل امین ہیں اور اس شاہ زمیں کے مکتب میں انبیاء و مسلمین ان بیچوں کی مانند ہیں کہ جو ابتدائی درجہ تعلیم میں ہوتے ہیں۔ اگر تیری نظر قورات پر ہے اور اگر تیری نظر انجیل پر ہے تو دونوں کتابوں میں میرے آب و جد کا نام موجود ہے۔ حاسن۔

میرے بھائی حسن کا نام ہے اور میں حسین ہوں جو پیاسا ہوں۔ پس جیسے ہی اس نصرانی نے سنا کہنے لگائیں آپ پر قربان آپ حسین ابن فاطمہ ہیں آپ سبط رسولؐ خدا ہیں آپ علی مرتضیٰ کے نور نظر ہیں۔ یہ لشکر بے دین آپ کا دشمن ہے۔ اور اے نصرانی تو نے جو خواب دیکھا ہے اس کو میں بیان کروں۔ اس نے عرض کیا اے مولیٰ آپ خود بیان فرمائیں۔ چنانچہ امام عالی مقام نے فرمایا کہ شب گزشتہ تو نے میرے جد نامدار رسولؐ مختار کو خواب میں دیکھا کہ تمام

انبیاء ان کی خدمت میں ماتم کنان بیٹھے ہیں۔ اس وقت حضرت عیسیٰ نے تجھ سے کہا کہ مجھے حضور پیغمبر اسلام سے شرمندہ کر یعنی کہ اپنے ہاتھ خون پر مصطفیٰ سے رنگین نہ کر۔ جب نصرانی نے امام مظلوم سے اپنا خواب سنا۔ فوراً اس نے کلمہ اسلام پڑھا۔ اشھدان لا الہ الا اللہ، اشھدان محمدؐ رسول اللہ

پس اس صاحب ایمان نے تلوار و خنجر لے کر سپاہ عمر سعد کی طرف رخ کیا۔ چند افراد کو داخل جہنم کیا۔ اس لشکر بے دین نے اسے چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا۔ اور تلواروں تیروں سے اس پر حملہ کر کے شہید کر دیا۔ جب وہ جوان نصرانی گھوڑے سے زمین پر گرا اس نے گوشہ چشم سے امام حسینؑ کی طرف دیکھا اور اس کی روح جنت کو پرواز کر گئی۔ الا لعنة اللہ علی القوم الظالمین۔

قتل گاہ میں امام حسین علیہ السلام پر شکر اعداء کا ہجوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یا شیعۃ الال وارباب الوجد واخلال استشعروا اشعار الاحزان وافیضوا الدموع المقرحة للاجفان فانھا فی المصیبة الکبریٰ والوقعة الختمیۃ العظمیٰ وعذو یتکم المصلیٰ واما مکمل الوصی المرقتی وسید تکم الزہراء بیضاء الوریۃ التي بکی السلا مکتہ السماء واهزلة العرش الملک الاعلیٰ قائلین یا سیدنا و سید الانبیاء هذا سبطک مبنو ذبالعراء هذا سبطک محزون الراسی من القفاء هذا جزاؤک یا رسول اللہ اجرک فی الرسالۃ۔

اما بعد

جب امام حسین علیہ السلام گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے جسے ہم تفصیلاً پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ شمر ولد الحرام اس وقت امام حسین کے خیام کے نزدیک آیا اور لشکر والوں سے کہا کہ ان خیموں میں آگ لگا دو۔ اس وقت الجحرم میں صدائے گریہ دیکھا بلند ہوئی۔ ثئیث ابن ربیع اس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے بد بخت ان بیس دہے وارث عورتوں کا کیا قصور ہے جو تو خیام کو آگ لگانا چاہتا ہے شمر ناپاک قموش ہو گیا۔

ما جان مقاتل لکھتے ہیں کہ شمر ملعون نے اس وقت اپنے لشکر کو مخاطب کر کے کہا کہ کھڑے ہوئے کیا کرتے ہو حسین ابن علی پر حملہ کرو۔ پس حملہ اعلیہ من کل جانب۔ یعنی ان لوگوں نے چاروں طرف سے حملہ شروع کیا۔ اس وقت شمر ولد الحرام نے آپ کو دشنام دیں۔ ابوالخناق ملعون نے امام مظلوم کی پیشانی مبارک پر تیر مارا۔ کسی ملعون نے پتھر مارے اور حصین بن نمیر لعین نے آپ کے دہن مبارک پر تیر مارا۔ ابوالیوب ملعون نے گلوے مبارک کو نشانہ تیر بنایا۔ صاحب کتاب الایض لکھتے ہیں کہ امام حسین پر اس قدر تیر و تبر اور تلواروں کے زخم تھے کہ بغیر قوتِ امامت کوئی طاقت بشری متحمل نہیں ہو سکتی۔

سنان بن انس ملعون نے اپنی سنان سے امام حسین پر وار کیا۔ محمد بن جریر طبری جو مسلمانوں میں مشہور ترین ہستی میں لکھتے ہیں کہ جب سنان بن انس ملعون نے آپ پر تیر مارا تو آپ کی روح۔ جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی درحقیقت یہ قول معتبر نہیں ہے کیونکہ یہ مسئلہ امر ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت خیر سے واقع ہوئی ہے اور شمر ولد الحرام نے آپ کو ذبح کیا ہے۔ محمد بن شہر آشوب اور صاحب کتاب مناقب لکھتے ہیں کہ ذرعة بن شریک نے آپ کا دست مبارک

قطع کیا۔ اور عمرو بن غلیفہ جعفی نے تلوار آپ کی گردن پر ماری اور اس ملعون نے پے درپے حملے کئے۔ آپ وامحمد اہل وعلیاء و افاطمتاہ کی صدا دے رہے تھے اللعنة اللہ علی القوم الظالمین۔

علی الدنیا بعدک العفایا اباعبد اللہ

جنگ خندق میں خواتین بن حبیر کی بیہوشی اور قتل گاہ۔

میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی بیہوشی

اسلام کی روز افزوں ترقی دیکھ کر قبائل یہود نے مشرکین مکہ سے سازش کر کے تیس ہزار پر مشتمل لشکر کے ساتھ مدینہ پر حملہ کیا۔ اس میں چونکہ مختلف گروہ کفار جمع ہو کر اسلام کے مقابلہ میں آئے تھے اس لیے اس جنگ کو جنگ احزاب کہتے ہیں۔ اس لشکر عظیم کو دیکھ کر مسلمانوں کے ہوش اُڑ گئے۔ یہاں تک کہ بعض مسلمان خدا و رسول کی نسبت بدگمانیاں کرنے لگے آنحضرتؐ بایں وجہ متفکر و پریشان تھے جناب سلمان فارسیؓ آنحضرتؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے ملک میں دشمن سے محفوظ رہنے کے لیے شہر سے دور دور خندق کھود دیتے ہیں اگر حضورؐ اجازت دیں تو مدینہ شہر سے کچھ دور خندق کھودی جائے تاکہ لشکر کفار حملہ آور نہ ہو سکے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ تجویز بہت پسند آئی اور حکم دیا کہ خندق تیار کی جائے۔ رمضان المبارک کا نام تھا مسلمان روزہ دار تھے مگر آنحضرتؐ کے حکم کی بموجب خندق تیار کرنے میں مشغول ہو گئے۔ آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ دو۔ دو آدمی مل کر زمین کھودیں جب

لشکر کفار نے حملہ کیا ہے تو خندق تیار ہو چکی تھی اے موالیان امام حسین۔
حضرت سید الشہداء نے بھی حفاظت خیام کے لیے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ
خیام کے گرد خندق کھودی جائے چنانچہ اصحاب نے تشنگی کے عالم میں خندق
کھودی۔ اور امام حسین کے خیام ایک قلعہ متصور ہونے لگے۔ خندق کیا تھی لشکر
باطل اور لشکر حق کے درمیان حد فاصل تھی۔ اب ہم جنگ خندق کی طرف آتے
ہیں جنگ احزاب کو اسی بنا پر جنگ خندق بھی کہتے ہیں جنگ خندق ماہ
شوال ۶ھ میں واقع ہوتی ہے۔ کارکنان خندق میں خواتین بھی شامل
تھیں۔ خندق کے کام سے فارغ ہو کر اپنے گھر واپس آئے اور حجرہ میں جا
کر آرام کرنے لگے کہ غنودگی طاری ہوئی اور بیہوشی غالب آگئی چونکہ
رمضان المبارک کا زمانہ تھا ان کی زوہر افطار صوم کے لیے کھانا وغیرہ لائی دیکھا
کہ خواتین گہری نیند سو رہی ہیں جھکانے کی کوشش کی مگر وہ نہ اٹھا آخر کار زوہر
نے کہا بیدار کیوں نہیں ہوتا یہ وقت افطار ہے بلان افطار موجود ہے وہ
خواب سے بیدار ہوا کہنے لگا کہ میں نے حکم خدا رسول سے غدا نہیں کھائی ہے
اور روزہ افطار نہیں کیا ہے۔ اس نے روزہ افطار نہیں کیا اور روزہ پر روزہ رکھ لیا
جب سپیدی سحر نمودار ہوئی اٹھا دو گانہ پڑھ کر خندق کھودنے کے لیے پہنچا
اور مشغول کار ہو گیا۔ گرم ہوا، بھوک اور پیاس نے اس پر قبضہ کیا کہ وہ غش
کر گیا یعنی اس پر بیہوشی طاری ہو گئی۔ آنحضرت کو اطلاع ملی اور آپ بنفس نفیس
اس کے سر پرانے تشریف لائے اس کا سر اپنے زانوے مبارک پر رکھا۔ بیہوشی
کا سبب دریافت کیا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے روزہ افطار نہیں کیا
تھا اور روزے پر روزہ رکھا آنحضرت اُس کی حالت پر بیہوشی دیکھ کر محزون ہوئے

نوراً جبرئیل امین خدمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ آیت خداوند عالم
کی طرف سے لے کر حاضر ہوئے وَكَلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَبَيِّنَ لَكُمْ الْخِطُّ
الَّذِي يَخُصُّ مِنَ الْخِطِّ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ۔ ص
(سورۃ البقرہ آیت ۱۸۷) کھا ڈا اور پیو یہاں تک کہ صبح کی سفیدی رات کی کالی
دھاری آسمان پر تمہیں نظر آنے لگے۔ پھر رات تک روزہ پورا کرو اس سے ظاہر
ہوتا ہے کہ خواتین کی بیہوشی خدا و رسول کی خوشنودی میں تھی۔ احادیث میں
وارد ہوا ہے کہ اسلام کے آغاز میں خداوند عالم نے ماہ رمضان المبارک میں دو چیزیں
حرام قرار دی تھیں لیکن وہ حکم حرام بعدہ منسوخ ہو گئے اور وہ چیزیں حلال ہو
گئیں۔ ان میں سے ایک چیز یہ ہے کہ شوہر اپنی زوہر سے شب یا رمضان المبارک
میں مقاربت نہیں کر سکتا تھا بعدہ خداوند عالم نے بندہ کی کمزوری کو دیکھ اس حکم کو
منسوخ کر دیا اور سورۃ البقرہ کی آیت ۱۸۷ نازل فرمائی۔ کہ عورتیں مردوں کے واسطے
لباس میں اور مردان کا لباس میں یعنی کہ شوہر اپنی زوہر کا اور زوہر شوہر کا لباس ہے
یہاں تک وارد ہوا ہے کہ ماہ رمضان المبارک کی طاق راتوں میں ازواج سے
مباشرت اور مقاربت کرنے کا زیادہ ثواب ہے اسی طرح ماہ رمضان المبارک میں
روزہ کا حکم نازل ہوا جس کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ فی الواقع خواتین بن جبریل غشی
بھی عجیب تھی کہ جس سے ساری ملت کو فائدہ پہنچا یہ مرد مسلم ایک ساعت
کے لیے بیہوش رہا تھا لیکن اس کی بیہوشی رضاء خدا کے لیے تھی خدا کو اس کی
بیہوشی پسند آئی اور روزہ کے متعلق مذکورہ حکم نازل فرما دیا۔ جس سے ساری ملت
اسلامیہ کو فائدہ پہنچا۔ روز عاشوراء حضرت فاطمہ آل عبا بشار رسول الثقلین امام
حسین علیہ السلام علیہ السلام بھی گھوڑے سے زمین کو بلا پر گرنے کے بعد زخمی

حالت میں بیہوش ہوئے ہیں۔ امام عالی مقام کی بیہوشی بھی عجیب مرتبہ رکھتی ہے امام حسین علیہ السلام کی یہ بیہوشی نہ صرف ملت اسلامیہ کے لیے بشارت ہے بلکہ اس بیہوشی میں حیات اسلام مصفر ہے۔

بچہ اسلام زندہ ہو گیا بس کر بلا کے بعد

امام حسینؑ نے اسلام کو زندہ جاوید بنادیا۔ اور اس بیہوشی کا عوض بارگاہ خداوندی سے یہ عطا ہوا ہے کہ آپ کی شفاعت عند اللہ مقبول ہے۔ آپ کی بیہوشی کے متعلق۔

ابی مخنف اپنے مقل میں لکھتا ہے کہ وخر صریحا مغشیا علیہ وبقی مکبوا علی وجہ ثلاث ساعۃ۔ کہ امام حسین علیہ السلام تین ساعت تک بیہوش رہے۔ اس بیہوشی میں نہ اپنی فکر نہ اپنے اہل و عیال کی فکر۔ صرف توجہ الی اللہ تھی مرحوم علامہ اپنی کتاب الزیاض میں فرماتے ہیں کہ حالت غشی میں انسان اپنی ذات اور غیر چیزوں سے غافل ہوتا ہے لیکن اس حالت غشی میں امام عالی مقام غافل نہ تھے بلکہ مثل مغشی علیہ (یعنی کہ جس پر حالت غش طاری ہو) اپنا چہرہ مبارک خاک پر رکھے ہوئے تھے اور گوشہ چشم سے بسوی آسمان دیکھ رہے تھے۔

اور راز و نیاز کے طریقہ پر فرما رہے تھے کہ میں خدایا میں نے تیری بلاؤں پر صبر کیا ہے اور تیری قضا و قدر یعنی تیرے احکام پر راضی ہوں (قضا اس حکم کو کہتے ہیں کہ جو مخلوق میں دفعتاً جاری ہو) اور تیرے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔ اور تو فریاد کرنے والوں کا مددگار ہے و احسبنا ان وقت رسول خدا کہاں تھے کہ امام حسین علیہ السلام بیہوشی کی حالت میں خاک و خون میں غلطان ریگ کر بلا پر پڑے تھے کہ شمر ملعون نے آپ کا سر مبارک گردن سے جدا کیا۔ لا لعنة الله

علی القوم الظالمین۔

اختلاف اقوال در بارہ قتل حضرت سید الشہداء

علیہ السلام

روز عاشورا سلطان دین و دنیا حضرت خاتم آل عبا امام حسین علیہ السلام خاک کر بلا پر بیہوش پڑے ہوئے تھے تو بروایت لہوف۔ عمر بن سعد ملعون نے اپنے لشکر کے ایک سردار کی طرف رخ کیا اور کہا۔ و یحک انزل الی الحسین و ارحہ۔ کہ وائے ہو تجھ پر اپنے گھوڑے سے نیچے اتر۔ اور حسینؑ کو ان زخموں سے راحت دے یعنی قتل کر۔ وہ شخص گھوڑے سے اتر یعنی پیادہ ہوا خولی بد سخت ملعون نے پیش دستی کی کہ امام حسینؑ کو قتل کرے کہ اس کے جسم میں لڑہ پیدا ہو گیا۔ کتاب منتخب میں ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے گوشہ چشم سے خولی کی طرف دیکھا۔ اور اس کے جسم ناپاک میں لڑہ پیدا ہو گیا اور وہ آپ کو قتل نہ کر سکا۔ اور اپنے لشکر میں واپس پلگیا۔ کتاب تبر المذاب میں ہے کہ خولی کے جسم نجس میں جب لڑہ پیدا ہو گیا اور وہ واپس چلا گیا تو شمر ولد الحرام نے اس کو دیکھا تو کہنے لگا کہ وائے ہو تجھ پر کہ تو لڑہ بر اندام ہے اور قتل کرنے سے باز رہا۔ شیخ فخر الدین اپنی کتاب منتخب میں روایت کرتے ہیں کہ اس وقت کہ جب امام حسین علیہ السلام غشی کی حالت میں تھے روح پرواز کر گئی تھی بعد چالیس سوار امام مظلوم کے قتل کے ارادے سے لشکر عمر ابن سعد سے نکلے اور ہر ایک نے چاہا کہ سر مبارک امام حسینؑ قطع کرے۔ ان لوگوں میں شیت بن ربعی ملعون بھی تھا جب کہ وہ نزدیک پہنچا تو

روایات درباره قتل امام حسین علیہ السلام باجماع

کتاب نوادر میں علی ابن اسباط روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ کان ابی مریضاً یومر قتل ابوه وکان فی الخیمۃ یعنی کہ جس روز امام حسینؑ شہید ہوئے ہیں جہ نامدار امام زین العابدینؑ بیمار تھے اور خیمہ میں تھے۔ میرے پدر بزرگوار روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کنت اسی موالینا کیف یختلفون مع الحسین ویبغونہ ولما ۱ میں دیکھتا ہوں کہ شیعیان و غلامان کو لے کر پدرم امام حسینؑ پانی لینے کے لیے گئے۔ چنانچہ پانی کی خاطر جانے آنے میں لشکر عمر بن سعد ملعون حائل ہوا اور انجام کار شہادت ہوا۔ ولقد قتلوه نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ان یقتل بھا الکلاب۔ اور اس طرح گھیر کر قتل کرنے کو آنحضرتؐ نے منع فرمایا ہے حالانکہ مسلمانوں نے تو اسے رسولؐ خدا کو اسی طرح شہید کیا۔ بعدہ فرمایا لقد قتل ابی السیف والسنان والحجارة والخشب والعصا وقلطہ الخیل بعد ذلک۔ کہ ہمارے پدر مظلوم کو تلوار، سنان، تیر، پتھر، لکڑیاں وغیرہ سب کچھ مارے گئے اور بعدہ لاش مطہر پر گھوڑے دوڑا دیئے گئے یعنی کہ لاشیں پائمال ہو گئی اور بعض روایات میں ہے کہ امام حسینؑ کو لشکر اعدائے گرفتار کر لیا اور شہید کر دیا۔ حضرت سید سجاد علیہ السلام کے خطبات سے کہ جو آپؑ نے کوفہ میں دیئے ہیں ظاہر ہوتا ہے کہ میرے پدر بزرگوار کو صبر کے ساتھ قتل کیا ہے یعنی کہ گھبراؤ ال کر شہید کیا۔ اُم کلثومؑ فرماتی ہیں اے اہل کوفہ قتلہم اخی صبدًا یعنی اے اہل کوفہ تم نے میرے بھائی کو گھیر کر قتل کیا ہے کتاب ریاض میں علامہ فرماتے ہیں

حضرت میں ابھی رت جان باقی تھی آپؑ نے گوشہ چشم سے اس کی طرف دیکھا۔ اور وہ کانپ گیا اور قتل سے باز رہا اور لشکر میں واپس چلا گیا۔ ابی مخنف لکھتا ہے کہ سنان ابن انسؑ نے قتل کرنے کی طرف رجوع کیا۔ اور شیت بن ربیع سے کہا کہ میں نہ سمجھ سکا کہ تو نے حسینؑ کو کیوں قتل نہ کیا اور تو نے اپنی قوم کو بد نہاد کیا۔ پھر کہنے لگا کہ مجھے تلوار دے میں ذبح کروں گا۔ شیت بن ربیع اور سنان بن انس ملعون دونوں قتل گاہ کی طرف آئے اور جب امام حسینؑ کے نزدیک پہنچے کہ امام حسینؑ نے آنکھ کھول کر ان کی طرف دیکھا۔ اور شیت بن ربیع کے جسم بخش میں لرزہ پیدا کیا اور وہ وہاں سے واپس آگیا۔ اس وقت سنان بن انس نے واپس پہنچ کر عمر بن سعد ملعون سے سارا واقعہ بیان کیا۔ اور کہا اے عمر تو چاہتا ہے کہ روز محشر میرا گریبان ہو اور پیغمبر خدا کا دست مبارک ہو لیکن سید مرحوم کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ اس وقت جب کہ وہ حضرتؐ کے سامنے آیا کہ تلوار آپؐ کے گلوے مبارک پر پھیرے اور ذبح کرے۔ کہنے لگا کہ میں تمہارا سر قطع کروں گا حالانکہ جانتا ہوں کہ تم فرزند رسولؐ خدا ہو بعض اہل سیر و تواریخ لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ علیہ السلام کے سر مبارک کو نظر بن خبشہ ملعون نے کاٹا ہے۔ لیکن یہ سارے اختلافات ایک طرف فی الواقع امام حسینؑ کا قاتل شمر ولد الحرہم ہے کہ جس نے امام حسینؑ علیہ السلام کا سر مبارک جدا کیا ہے۔ حضرت نے اس وقت پانی مانگا مگر اس ملعون نے پانی نہ دیا۔ کہنے لگا کہ اے حسینؑ تمہارے بابا علی مرتضیٰؑ ساقی کوثر ہیں وہ تمہیں سیراب کریں گے۔ اس وقت زمین کربلا میں زلزلہ پیدا ہو گیا۔ فزات کے پانی میں تلاطم پیدا ہوا اور فضاء کربلا میں سیاہ آندھیاں چلتی لگیں متادی نے پکارا قتل الحسینؑ بکر بلا ذبح الحسینؑ بکر بلا۔ الا لعنة الله على القوم الظالمین۔

تجھ مبارک ہو کہ شمر نے حسینؑ کو قتل کر دیا۔ میں چونکہ اس سے بے خبر تھا۔ صنفوں کو چیتا ہوا قتل گاہ امام حسینؑ تک پہنچا۔ اور حضرت کے سر ہانے کھڑا ہو گیا۔ لیکن یہ خبر بالکل غلط اور بے بنیاد تھی آپ کو قتل نہیں کیا گیا بلکہ حضرت امام حسینؑ نے خود جان دی ہے ایسا نورانی چہرہ جب کہ وقت جان کنی حسینؑ کا چہرہ تھا کبھی کسی اور کا چہرہ نہیں دیکھا۔ نور جمال سے سارا مقل منور تھا۔ اور اس وقت امام حسینؑ پانی مانگ رہے تھے۔ مگر کسی نے آپ کو پانی نہیں دیا۔ ان ملعونوں نے پانی کے جواب میں یہ کہا تھا معاف اند تم اب گرم پیو گے۔ جس پر امام حسینؑ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اپنے نانا رسولؐ خدا خدا اپنے بابا علی مرتضیٰ سے اب کوثر پیوں گا شکر بے دین نے جب یہ جواب سنا تو سب کے سب غیض و غضب میں آ گئے۔ ان کے دلوں میں ذرہ بھر بھی رحم نہ تھا۔ وہ سب کے سب حسینؑ ابن علیؑ پر لوٹ پڑے فغضبوا باجمعہم کان اللہ لہ یجعل فی قلب احد منهم من الہۃ نشیثاً۔ میں نے اس وقت اس قوم پر نہاد کی بی رحمی پر سخت تعجب کیا۔ اور میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اب اس قوم جفا کار میں نہیں ٹھہروں گا۔

بروایت اہل بیتؑ کی موجودگی میں مبارک

امام حسینؑ کا قطع ہونا

جب امام حسینؑ علیہ السلام ملائین کے جوہر ستم سے بحالت زخمی گھوڑے پر نہ سنبھل سکے زمین پر قرار لیا۔ سر مبارک خاک پر تھا اور لبوں پر مناجات تھی۔ ذوالجناح آپ کے گرد طواف کر رہا تھا۔ اور دشمنوں کو دہر کر رہا تھا۔ کبھی حضرت

کہ معنی قتل صبراً ای حسا و قال لا تقتلوا الحيوان بالصبر۔ کتاب جمع البحرین میں ہے کہ نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ عن قتل شیء من الدواب صبراً۔ یعنی کہ حیوانات میں سے کسی حیوان کو از روئے صبر یعنی گھیر کر قتل نہ کرو کیونکہ یہ زمانہ جاہلیت کی رسم ہے۔ اس زمانہ میں ایسا ہوتا تھا کہ جانور کسی جگہ بند کر دیا پھر اس کو لکڑی وغیرہ سے خوب مارتے اور جب وہ نیم مرده ہو جاتا تو اس کو قتل کرتے تھے۔ آنحضرتؐ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا کہ جب تم کو سفند کو ذبح کرو یا اونٹ کو کھر کرو تو جیسے اس کو پانی پلاؤ پھر اس کے ایک ہاتھ اور ایک پاؤں باندھ دو۔ اور پھر امام فرماتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار کو گھیر کر قتل کیا۔ (از مترجم حضرت سید الشہداء امام حسینؑ علیہ السلام کا شہید ہونے سے قبل حملے کرنا تو اثرات میں سے ہے زخمی حالت میں گھوڑے سے گرنا ثابت ہے اور قاتلان امام حسینؑ مد کئے امتیخاص کے نام بھی وارد ہوئے ہیں اور یہ متفق علیہ ہے کہ شمرؑ ولاحام نے آپ کو ذبح کیا ہے اور سر مبارک جدا کیا ہے پس جناب سید سجاد علیہ السلام اور جناب ام کلثوم سلام اللہ علیہما کے ایسا فرمانے کی کہ حسینؑ کو گھیر کر قتل کیا ہے تو چہ بہ یہ ہے کہ عمر ابن سعد ملعون کا تمام لشکر ہی قتل امام حسینؑ کے لیے کر لیا میں جمع ہوا تھا پس آپ کا شہید ہونا ایسا ہی ہے کہ جیسے گھیر کر قتل کیا ہو)

مرحوم سید بن طاووسؒ کتاب لموف میں فرماتے ہیں کہ ہلال بن رافع کتنا ہے کہ ا فی لواقف مع اصحاب عمر بن سعد اذ صاخر ما رخ البشاہا الامیر فہذا اشمہ قتل الحسین ہلال بن رافع کہتے ہیں کہ میں لشکر عمر بن سعد میں کھڑا تھا۔ کہ میں نے شور و غل کی آواز سنی کہ لوگ کہہ رہے تھے کہ اے امیر

کے نزدیک آنا اور قدموں کو چومتا۔ کبھی صیغہ کرتا۔ کبھی آپ کے سر ہانے کھڑا ہو جاتا۔ اور بزبان حال کہتا تھا ہے

زجائی زبیر کہ زخم تنہا فراوانست
برہنہ جسم تو در آفتاب سوزانست
زجائی خیز ہرم سوئے خیمہ بیکر تو
کہ انتظار تو دار و سکنہ دختر تو
زجائی بر خیز کہ ترسم مقابل زینت
بحیم زار تو تازند کو فیال مرگ
زجائی خیز رخ از خون دید با ترکن
کفن بکشتہ زار ملی اکبر کن
ز بعد این ہمہ خدمت کمر آبر و دام
ز حضرت تو ہمیں من یک آرزو دام
کہ بار دیگرم از ہمرنگار شوی
زجائی خیز و پر پشت من سوار شوی

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ ذوالجناح نے بزبان حال امام مظلوم سے خطاب کیا اے مولیٰ اپنی جگہ سے اٹھئے کہ آپ کے جسم مبارک پر کثرت سے زخم ہیں۔ اور آپ کا جسم مبارک دھوپ میں پڑا ہے۔ مولیٰ اپنی جگہ سے اٹھئے کہ میں آپ کو سوئے خیمہ لیجاؤں کہ آپ کی پیاری بیٹی سیکینہ آپ کے انتظار میں ہے۔ مولیٰ اپنی جگہ اٹھئے مجھے خوف ہے کہ زینت خاتون کے سامنے کو فیوں کے گھوڑے آپ کی لاش کو پائمال نہ کر دیں۔ اے مولیٰ اٹھئے اور اپنی آنکھوں کو خون سے تیر کیجئے اور علی اکبر کے کفن کا انتظام کیجئے۔ ان تمام باتوں کے بعد میری ایک آرزو بھی آپ سے ہے وہ یہ کہ اکبر تہ مجھ غلگارا کو موقعہ عطا کیجئے اور میری پشت پر سوار ہو جائیے۔

ذوالجناح جب مایوس ہو گیا کہ کلاب حسین مظلوم خیمہ تک نہیں جاسکتے۔ تو خود درخیمہ پر پہنچا اور صیغہ کیا اہلحرم نے جب ذوالجناح کی آواز سنی تو سب درخیمہ

پر جمع ہو گئے۔ دیکھا کہ غالی ذوالجناح ہے اس کلمہ فریاد کرنے لگیں ذوالجناح میرے بھائی کو کہاں چھوڑ آیا۔ اور پھر تمام اہلحرم نے سوائے سید سجاد، ذوالجناح کے ساتھ مقتل کا رخ کیا۔ امام زمانہ علیہ السلام فرماتے ہیں واسمہ فرسک۔ شیخ خلیجی کہتے ہیں کہ وقت ذبح امام مظلوم تمام مخدرات اہلبیت موجود تھیں۔ اور جناب زینب خاتون نے جب بھائی کے لاشہ پر نظر کی تو دیکھا کہ آپ کے دست و پا گھوڑوں کے سموں سے پائمال ہو گئے ہیں دل سے آہ کھینچی اور امام مظلوم کو مخاطب کر کے فرمایا ہے

اخی هل للسبایا من ولی

اخی هل للیتامی من کفیل

یعنی اے بھائی اب ہم اسیروں اور یتیموں ملکوں ولی و کفیل ہے۔ اور یہ کہہ کر بھائی کی لاش پر گرا دیا روئیں فریاد کی۔ نوہ پڑھا پھر بھائی کے خون میں انگلی تر کر کے کہلے

الایام قومی واسعدینی

علی نکبات دھری واندی لی

یعنی اے مادر گرامی قدر ذرا قبر سے باہر نکلے کہ بلا آئیے اور یہ روزید دیکھئے کہ آپ کی بیٹی لاش برادر پر نوحہ کر رہی ہے صاحب مفتاح البکا کہتے ہیں کہ شہر لعل نے آپ کو اپنی ٹھوکر مار کر برادر سے جدا کیا۔ وہ مظلومہ فرماتی ہیں کہ میں نے شمر سے کہا کہ بھائی کے بدلے مجھے قتل کر دے لیکن اس ظالم نے رحم نہ کیا بلکہ اہلحرم کو تازیانہ مار کر لاش امام حسین علیہ السلام سے دور کیا۔

الشیخ الدررکی فرماتے ہیں

فأقبلت زينب تقول له يا شمر يا شمر خذ سيدنا
يا شمر نقد يه بالنفوس هان قتلته فالمصاب يقتلنا
يعني دختر امیر عرب نے باپ شمر گریاں شمر سے فرمایا اے شمر حسین کو مت قتل کر بلکہ
حسین کے بدلے مجھے قتل کر دے کہ میں بہشت میں حسین کے ساتھ رہوں لیکن شمر
ملعون نے تازیانہ مار کر بی بی زینب اور الحرم کو لاش مظلوم سے جدا کیا۔
حضرت میر سید شریف کا فلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں
قرآن من خذل السنور نوا دیا
یمسین من نجل علی استحیا

کہ جب امام مظلوم کا گھوڑا درخیاں طبیعت پر پہنچا تو تمام مخدرات خیموں سے باہر
نکل آئیں۔ اور سب نے قتل گاہ کا رخ کیا۔ اور شمر ملعون سے التماس کیا کہ خدا را
قتل کرنے میں جلدی نہ کر اے شمر یہ فرزند رسول خدا ہے فرزند علی مرتضیٰ ہے یہ
فاطمہ زہرا کا نور نظر ہے۔ اے شمر اس کے عوذ میں قتل کر دے۔ اے ظالم
شاید کہ حسینؑ حالت غشی سے ہوش میں آجائیں لیکن اس ملعون نے تمام عورات
اور بچوں کے سامنے امام حسینؑ کو ذبح کیا۔ الحرم دیکھتے اور نوحہ کرتے رہے اور
شمر ولد الحرم امام مظلوم کو ذبح کرتا رہا۔ زیارت ناحیہ مقدسہ میں ہے کہ والشہ
جالس علی صدرک مولع سیفہ علی غرک قابض علی
شیبتک بیدہ ذابحک بمہندہ وقد سکت حواسک و
حقیقت انفاک و رفع علی القتا راسک و سبی اہلک
کالعبید و صفدوا فی الحدید فوق اکتاب المطیات

تلفح وجوههم حرا لفاجرات یساقون فی البراری والنوا
ایں یہم مغلولۃ الی الاعناق یطاف بهم فی الاسواق فالویل
للعصاة القساق۔

بقول جہور اہل خبر و سیر الیسا ہے کہ اس وقت الحرم خیمہ کو واپس چلے گئے تھے۔
کس طرح واپس ہوئے اور ان پر کیا گزری۔ صاحب ریاض الاحزان لکھتے ہیں کہ
جب الحرم قتل گاہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی حالت زار دیکھ کر آپ کی حیات سے
ہو گئے تو خیمہ میں واپس آ گئے۔ لیکن شمر ولد الحرم نے تازیانوں کے ذریعہ الحرم
اور عورتوں کو منقل سے جانے پر مجبور کیا ہے۔ پھر شمر ولد الحرم امام حسینؑ کو ذبح
کرنے کے لیے آیا اور آپ کے سینہ اقدس پر نوزہ پہنے ہو قدم رکھا۔ آپ نے
اُس سے فرمایا کہ تیرے خون ناحق میں کیوں ہاتھ رنگتا ہے اس نے کہا کہ یزید
انعام ملے گا۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے انعام دینوی بہتر ہے یا شفاعت آخرت۔
اس بد نہاد نے کچھ جواب نہ دیا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر قتل کرنا چاہتا ہے
تو پہلے مجھے پانی پلا دے اور پھر ذبح کرنا۔ لیکن اس ملعون نے پانی نہیں پلایا۔
پھر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے شمر اپنے چہرہ سے نقاب اٹھا لے کہ
میرے نانانے فرمایا تھا کہ اے حسینؑ تیرا قاتل میری ہوگا اس نے چہرہ اپنا کھولا
آپ نے دیکھا تو وہ مبروں تھا۔ اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ وہ صورت میں کتے
سے ملتا جلتا تھا۔ اور اس کے بال خنزیر (سور) کی مانند ہوں گے جب شمر نے
سنا تو کہنے لگا کہ اے حسینؑ تم مجھے کتے اور سور سے تشبیہ دیتے ہو۔ لاذ بحذ
من القفأ۔ کہ بخدا میں اسی دم تمہیں پس گردن سے ذبح کر دوں گا
پس اس نے امام مظلوم کو ذبح کیا پس اے شیخو علم امام حسینؑ میں ماتم کرو۔ گریہ کرو

نوحہ پڑھو

العزیزان در غم سبط نبی افغان کنید

سینہ را از سوز شاہ کربلا بریان کنید

از پی آن تشنہ لب برفاک میریزید اشک چشم

در میان گریہ یاد آن گل خندان کنید

یعنی کماے شیعوں سبط نبی میں گریہ و ازاری کرو۔ اپنے سینوں کو سوز فراق شاہ شہداء میں جلاؤ اور اس تشنہ لب کے لیے اشک بہاؤ اور زور و کر اس مظلوم کی یاد تازہ کرو۔ خود امام مظلوم نے فرمایا ہے کہ اے شیعوں جب ٹھنڈا پانی پیو تو میری پیاس یاد رکھو۔

تحقیقات درباره قطع سر مطہر امام حسین علیہ السلام

کتاب الریاض میں ریاض الشہادۃ کے حوالہ سے وارد ہوا ہے کہ انہ لما کان صلوات اللہ علیہ عہد مع رب الارباب اذا اصاب اول قطرة من دم حلقہ الارض ان يتجاووا عن سیئات مشیعتہ ومحبیہ و اشہد بذلك رسول اللہ و جبرئیل الخ حضرت امام حسین علیہ السلام کا عالم ذر ہی میں روز ازل رب الارباب خدائے تعالیٰ سے یہ عہد یاد تھا تھا کہ جیسے ہی میرے خون کا ایک قطرہ میرے گلے سے نکلے اور زمین پر گرے گناہان شہید اور مجنوں کی خطاؤں کو معاف کر دے خداوند عالم چونکہ کریم مطلق ہے وہ مومنین کے گناہوں کو معاف کر دے گا اور انہیں بخشے گا۔ اور اس عہد و میثاق پر رسول خدا بہ نفس نفیس اور جبرئیل امین گواہ

ہوئے ہیں اس وقت جب کہ شہر ولد الحرام اس وقت جب کہ شہر ولد الحرام نے آپ کے سینہ چاک چاک پر قدم رکھا اور سر مبارک قطع کرنے میں مشغول ہوا۔

اس وقت آپ کی توجہ حضرت امیر کی طرف ہوئی۔ اور بارگاہ خدا میں عرض کیا۔ اللھم

انی قد وفیت بعہدی وانت قد عہدت لی ذلک فانت

اولی بالوفاء بما عہدت لی۔ یعنی کہ آپ نے فرمایا اے خدائے حسین کہ میں

نے اپنا وعدہ وفا کیا اب تو بھی اپنا وعدہ وفا کر اور میرے شیعوں کے گناہ بخش دے۔

فاذا هتف ها تفت و نادى یا حسین طب نفسا فانا ایضا قد

وفیتا بما عہدنا و تجا ونا عن سیتنا اشیا عک لاجلک حتی ترضی۔

اس وقت ہاتھ تیری نے تیری کہ اے حسین اے سر بلند صدق و مفا حسین اے

پیکر وفا حسین اے شہید کرب و بلا حسین۔ خاطر جمع رکھ کہ میں اپنا عہد وفا کروں

گا۔ اور تیرے شیعوں اور مجنوں کے گناہ معاف کر دوں گا۔ میں تجھ سے راضی اور تو

مجھ سے راضی ہے اس وقت شہر ملعون نے آپ کا سر مبارک قطع کیا اب دیکھنا

یہ ہے کہ شہر ملعون نے خنجر سے سر مبارک قطع کیا یا تلوار سے سر مبارک کاٹا روایات

میں ہے کہ شہر نے امام حسین کو اس طرح ذبح کیا جیسے گو سفند کو ذبح کرتے ہیں

اور دوسری روایت یہ ہے کہ پس گردن سے ذبح کیا۔ حضرت قائم آل محمد

امام مہدی علیہ السلام کے کلام مقدس یعنی زیارت ناحیہ میں یہ فقرات وارد

ہوئے ہیں کہ والشہر لعنجا لس علی صدرک ومولع سیفہ علی نحرک

قابض علی شیبک بیدہ ذابح لک ببھندہ۔ یعنی کہ شہر ملعون

حضرت امام حسین کے سینہ اقدس پر بیٹھا تھا اور اپنی تلوار سے آپ کو ذبح کیا۔

دوسری روایت امام رضا علیہ السلام کی طرف منسوب ہے کہ آپ نے ریان شیب

سے فرمایا کہ اے ربان تو حسینؑ مظلوم پر گریہ کر فائدہ نہ پہنچا دینا۔ ہم الکبش کہ ہمارے جد بزرگوار حسینؑ مظلومؑ شہید کو سفند ذبح کیا ہے۔

اور پس گردن سے ذبح کرنے کے سلسلہ میں روایت ہے کہ شیخ فخر الدین نے کتاب منتخب میں اور لوط بن یحییٰ نے اپنے مقتل میں اور صاحب تبر مذاب نے اپنی کتاب میں اور بھی بعض اشخاص نے لکھا ہے کہ خاکبہ علی وجہہ و قطع سر اسہ۔ کہ شمر ولد الحرام نے حضرت کو اس طرح لٹایا کہ جیسے سجدہ کی حالت میں کوئی انسان ہوتا ہے اور پھر آپ کا سر مبارک قطع کیا اور خصوصاً حضرت زینبؑ خاتونِ کا مدینہ پہنچ کر جدا مجد رسولؐ خدا کی قبر مبارک پر یہ فرمایا کہ یا جدا ہذا حسینک مجروح و نہ الرأس من القفا۔ یعنی کلاے مانا یہ حسینؑ ہیں کہ جنہیں پس گردن سے ذبح کیا گیا۔ اور سید سجاد علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ انا ابن المجزوء الرأس من القفا۔ یعنی کہ اس کا فرزند ہوں جو پس گردن سے ذبح کیا گیا۔ پس امام حسینؑ علیہ السلام کا سر مبارک پس گردن سے جدا کیا گیا۔ صاحب کتاب ریاض لکھتے ہیں کہ شمر لعین آپ کے سینہ مبارک پر بیٹھا اور سر مبارک قطع کرنا شروع اور جب گردن سے سر جدا ہو گیا تو پھر باقی رگوں کو پس گردن سے کاٹا اور سر مبارک جدا کیا۔ اس وقت ندائے غیبی آئی۔ یَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (سورۃ الفجر آیت ۲۷) یعنی اے اطمینان پانے والی جان اپنے پروردگار کی طرف چل۔ تو اس سے خوش او وہ تجھ سے راضی۔ شمر نے سر مبارک قطع کرنے کے بعد نیزہ پر سر بلند کیا۔ اس وقت اس لشکر سیدین نے نعرہ اشد اکر بلند کیا۔

سید زینبیؑ فرماتے ہیں کہ اس وقت قضا کر بلا میں سیاہ آنندھیاں چلنے لگیں۔

اور ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ اب عذاب نازل ہوگا۔ حضرت صادق آل محمدؑ فرماتے ہیں کہ لشکر عمر ابن سعد میں سے ایک شخص شور مچانے لگا لوگوں نے اس سے دریافت کیا کہ تیرے شور مچانے کا کیا سبب ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے پچشم خود بھی دیکھا کہ رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہیں اور ایک نگاہ بھر لشکر پر ڈالی ہے وہ کہتا ہے کہ میں ڈرتا ہوں کہ میں عذاب نازل نہ ہو جائے لوگوں نے اس سے کہا کہ تو دیوانہ ہو گیا ہے۔ راوی نے حضرت صادق آل محمدؑ علیہ السلام سے سوال کیا کہ وہ صحیح کرنے والا اور نالہ کرنے والا کون تھا آپ نے فرمایا کہ وہ جبریل امین تھے کہ جو حسینؑ مظلوم پر گریہ کرناں تھے۔ الا لعنة الله على القوم الظالمین۔

قتل امام حسینؑ علیہ السلام کی خبر کا منتشر ہونا اور کائنات

پر اثر

جو کچھ کہ کتب معتبرہ سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ کہ جب حضرت امام حسینؑ علیہ السلام قتل کر دیئے گئے تو ہاتھ غیبی نے ندا دی قتل حسینؑ بکر بلا۔ ذبح الحسینؑ بکر بلا۔ مرحوم سید کتاب ابووف میں فرماتے ہیں وجائت جاریۃ من ناحیۃ خیمۃ الحسین فقال رجل یا امۃ اللہ سیدتک قد قتل۔ کہ ایک کنیز خیمہ سے نکلی تو اس سے ایک شخص نے کہا اے کنیز خدا تمہارے سید قتل ہو گئے۔ اس کنیز کو اہل علم کی مخدوات نے بغرض آگہی مالالت سید الشہداء باہر بھیجا تھا کہ ایک شخص نے دریافت کیا کہ تو کہاں جاتی ہے اس نے کہا کہ

پھر قبر رسول خدا پر آتم کیا۔

روح حضرت سید الشہداء علیہ السلام کا عرش خدا کی

طرف عروج

جب حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مطہر تن سے جدا ہو گیا اور امام مظلوم کو دیئے گئے۔ تو فرشتے آپ کی روح مطہر کو آسمانوں پر لے گئے بلکہ آپ کا جسد چاک چاک بھی فرشتے آسمان پر لے گئے ہیں فلما عرج بروحہ صلوات اللہ علیہ الی السموات انقلب الحال علی ہلما کہ جب آپ کی روح پر فتوح آسمانوں پر پہنچی تو ہر ایک آسمان کے فرشتے گریہ و زاری کرنے لگے۔ اور نالہ و زاری کی صدائیں بلند ہو گئیں۔ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر ایک آسمان پر ستر ہزار فرشتوں نے استقبال کیا اور گریہ و زاری کی۔ اور دفعتاً قیامت تک یہ فرشتے حضرت امام حسین پر گریہ و زاری کریں گے فلما بلغ الی العرش المجید اخذت قوامہ فی الرعدۃ الشدیدۃ۔ جب کہ روح مطہر امام حسین عرش خدا پر پہنچی ستونہائے عرش خدا متزلزل ہو گئے۔ یعنی کہ عرش خدا نے اس طرح اظہار غم کیا۔ خداوند ذوالجلال والکرام نے روح پر فتوح کو مورد الطاف و عنایات بنایا۔ اور اسی طرح امام حسین کے جسد پارہ پارہ کی ملائکہ نے زیارت کی اور پھر وہ جسد مبارک زمین کو بلایا واپس لایا گیا۔ اور تین دن کے بعد سپرد خاک کہا گیا کہ جہاں اب قبر مبارک امام حسین واقع ہے اور مرکز زیارت اہل ایمان ہے۔ حضرت امام العصر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ملائکہ قبر رسول خدا پر نازل ہو اور آپ کو ان کے فرزند حسین مظلوم کا

خبر امام حسین کی خاطر قتل جاری ہوں تو اس نے کہا کہ اے کیز حسین قتل ہو گئے۔ جب اس کیز نے خیمہ میں خبر دی تو سب سے پہلے حضرت زینب خیمہ سے باہر نکلیں دیکھا کہ ذوالجناح درخیمہ پر کھڑا ہے زین خالی ہے باگیں کٹی ہوئی ہیں۔ الجحرم نے ذوالجناح کے گرد جمع ہو کر نوحہ و زاری کی اور تمام کائنات عالم حسین کے غم میں غمگسار تھی تمطر السماء دما و دما۔ اس وقت آسمان فونی اور راکھ میرے۔ سورج مثل خون سرخ ہو رہا تھا جب حضرت سید الشہداء علیہ السلام کا سر مبارک قطع ہو گیا۔ اور نیزہ پر بلند کیا گیا اس وقت ایک ساعت تک لوگوں نے یہ محسوس کیا کہ وہ موت کے موہنہ میں ہیں اور عذاب نازل ہونے والا ہے۔ اس وقت زمین کو بلایں زلزلہ تھا فضا کو بلایں سیاہ آنہیاں چل رہی تھیں دریائے فارت میں تلاطم تھا۔

یہ تمام سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ روز عاشورا محرم بسم نے آسمان سے خون برستا دیکھا بعد معلوم ہوا کہ اسی روز حضرت حسین سید الشہداء قتل ہوئے تھے۔ شیخ بھائی نے بیان کیا کہ میرے پدر بزرگوار کو مسجد کوفہ میں ایک عقیق ملا جو خون کی طرح سرخ تھا۔ اور اس پر تحریر تھا کہ میں ایک موتی تھا کہ جو روز ترویج علی المرتضیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر نثار کیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ جب روز عاشورا خون حلق امام حسین زمین پر گرا رنگ مثل خون سرخ ہو گیا۔ اسی شب جناب ام المومنین ام سلمہ نے خواب میں دیکھا کہ رسول خدا تشریف لائے ہیں اور پریشان ہیں اور گرد کپرون پر پڑی ہے۔ اور وہ مٹی جو رسول خدا نے ہمیں دی تھی جب اسے دیکھا تو اس میں خون تازہ جوش زن تھا۔ اس وقت زبان ہاشمیہ اور مدینہ کی عورتات جمع ہوئیں اور ماتم سید الشہداء کی نوحہ و بکا اور گریہ و زاری کی صدائیں بلند ہوئیں۔ او

پرسر دیا۔ اور پھر یہی فرشتے قبر سیدہ عالم فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا پر گئے اور ماتم حسین کیا اس طرح قبر امیر المومنین پر ماتم کیا۔ پس زمین و آسمانوں میں ماتم حسین برپا ہوا۔ اے شیعو تم بھی غم امام حسین علیہ السلام میں گریو و بکا کرو۔ روز عاشورا محرم گیر بیان چاک کرو۔ برہنہ سر ہو جاؤ۔ اور شایانہ امور ترک کر دو۔ امام حسین کی یاد میں فاقہ کرو بپا سے رہو۔ اور بعد ہنگام عصر۔ امام حسین کی پیاس یاد کرتے ہوئے پانی پیو۔ **لا لعنة الله على القوم الظالمين**۔

شکر عمر ابن سعد کا لباس حضرت امام حسین کو غارت کرنا

اور احوال ذوالجناح

بعد قتل امام حسین علیہ السلام کرو غبار ختم ہوا۔ تو عمر ابن سعد ملعون کے شکریوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے لباس کو لوٹنا شروع کیا۔ ہم اس مقام پر صرف یہ ایک روایت سپرد قراں کرتے ہیں و سلبوا جمیع ما کان علیہ حتی سرا ویدلہ۔ اعدا دین نے تمام لباس لوٹ لیا یہاں تک کہ پانچ جامہ بھی چاک چاک کر ڈالا۔ آپ کا جامہ ”ثوب عتیق“ کے نام سے مشہور و معروف ہے ثوب کہتے ہیں جامہ، لباس کو اور عتیق کے معنی ہیں پُرانا۔ بحیر بن عمر ملعون نے زیر جامہ آندنا چاہا پس جیسے ہی اس نے گستاخی کی اس کے دونوں ہاتھ شل ہو گئے یعنی خشک ہو گئے اور وہ زیر جامہ نہ آتا رہا۔ یہ کہہ لباس آنحضرتؐ نے وقت رخصت آخر پر ہٹا تھا۔ مرحوم نیک کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ یہ لباس بہت زیادہ بوسیدہ تھا جگہ جگہ سے چاک چاک تھا۔ امام مظلوم کا عمامہ افس بن مرشد ملعون نے لوٹا۔ رلاحظ

ہو کتاب لہوف) اور بحار میں ہے کہ آپ کی قبائے مبارک جو حوٹہ بن جویہ ملعون نے اتار لی۔ مالک بن شاعر ملعون نے آپ کی زرہ، اسود بن خالد ملعون نے آپ کے نعلین اتار لئے۔ اسود بن حنظلہ ملعون نے آپ کی تلوار اور زحر بن کعب تمیمی ملعون نے اوپر کا لباس اتار لیا۔ بروایت مرحوم السید۔ عمر ابن سعد ملعون نے امام حسین علیہ السلام کی زرہ لوگوں کو دکھائی جو طلائی تھی یعنی سونے کی تھی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ زرہ بیدامن تھی۔ ان غارتگروں میں آخری شخص بجدل بن سلیم ملعون تھا۔ اس نے جب یہ دیکھا کہ لشکر والے قتل گاہ کی طرف جلتے ہیں واپس آتے ہیں تو عمر بن سعد بد نہاد انہیں انعام و اکرام سے نوازتا ہے۔ بجدل بن سلیم بھی لالچ میں آکر یا اس خیال سے کہ عید اللہ ان زیاد کی نظروں میں ممتاز ہوگا۔ یہ حرام زادہ مقل میں پہنچا دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام کی لاش بے لباس پڑی ہے۔ اس کو کوئی لباس اتارنے کے لیے نہیں ملا تو مایوس ہو کر واپس ہو رہا تھا کہ اس ظالم کی نظر امام مظلوم کے دست مبارک پر پڑی آپ کی انگشت مبارک میں انگشتی تھی اس نے چاہا کہ انگشتی اتارے مگر وہ نہ آتا رہا۔

اس حرام زادہ نے تلوار سے انگشت مبارک قطع کی اور انگشتی اتار لی زیارت میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں السلام علی الاصبع المقطوع۔ کہ سلام ہو اس پر کہ جس کی انگشت مبارک قطع کی گئی۔ وارد ہوا ہے کہ جب روز قیامت پرپا ہو گا تو جبریل امین اپنے سر پر ایک طبق لیے ہوں گے اور اس میں امام حسین علیہ السلام کی وہ انگشت مبارک ہوگی۔

علامہ اپنی کتاب الایمان میں فرماتے ہیں کہ جب شکر عمر ابن سعد سامان لاش امام حسین علیہ السلام لوٹنے میں مشغول تھا تو اس وقت ذوالجناح۔ آپ کی لاش مبارک

سے دور کھڑا تھا۔ اور کبھی کبھی لاش کے گرد طواف کرتا تھا۔ اور شکر کے لوگ اس کو گرفتار نہ کر سکے کیونکہ ذوالجناح آپ کی میراث میں سے ایک تھا۔ مگر کوئی میراث نبوت کو نہیں لے سکتا۔ لباس و عمامہ و تلوار، انگشتری وغیرہ جو اعداؤں نے غارت کیں از قسم میراث نہیں ہیں۔ ذوالجناح امام حسین علیہ السلام زخم خوردہ، پیاسا کھڑا تھا۔ صاحب کتاب الریاض لکھتے ہیں کہ ذوالجناح کو قرار نہیں آتا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے اکثر ظالموں کو زخمی کیا۔ اس پر دشمنوں کی نظر تھی۔ شیخ درکزی کہتے ہیں کہ ذوالجناح کی آنکھوں سے آنکھ جاری تھے۔

لحقی له والشمر یقطع ساسه وخیوالهم تجری علی اغصانه والمہر یندبہ ویلہم نحرہ ویعود عادى السج فی بیدانہ یعنی اندوہ و انفسوس ہے مجھ پر کہ شمر ملعون نے میرے سامنے میرے راکب کا سر قطع کیا اور دوسرے گھوڑوں نے میرے سوار کی لاش مطہر پر قدم رکھے۔ عمران سعد ملعون نے حکم دیا کہ ذوالجناح کو پکڑ لیا جائے کیونکہ یہ گھوڑا رسول اللہ کے گھوڑوں میں سے ایک ہے جو کوئی ذوالجناح کو پکڑنے آتا تو ذوالجناح اُسے دانتوں سے کاٹتا۔ کبھی دولتی مارتا۔ پھر عمر بن سعد ملعون نے زیادہ تعداد میں لوگ بھیجے کہ ذوالجناح کو پکڑ سکیں۔ آخر کار ذوالجناح نے پھر خیام اہلبیت کا رخ کیا۔ اور درخیمہ پر پہنچ کر صبح کیا۔ اہلحرم درخیمہ پر جمع ہو گئے۔ سکینہ خاتون بابا بایا کہہ کر فریاد کر رہی تھیں۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ اپنی کتاب الامالی میں تحریر کرتے ہیں کہ ام کلثوم نے ذوالجناح کی گردن میں باہیں ڈال دیں اور گریہ و زاری کیا۔ ذوالجناح کے گریہ و زاری پر بکثرت روایات پائی جاتی ہیں۔ صاحب کتاب الریاض فرماتے ہیں کہ ذوالجناح صبح کرتا ہوا زمین پر گر ا اور اس نے اپنی جان دیدی۔ محمد ابن ابی طالب

کتاب مناقب میں درج کرتے ہیں کہ اندر فی بنفسہ علی الارض وجعل یصلہ ویضرب براسہ علی الارض عند الخیمۃ حتی مات۔ کہ وہ ٹپک ٹپک خیمہ کے سامنے ہی مر گیا۔ بروایت روضۃ الشہداء ابوالموید خوارزمی نقل کرتے ہیں کہ بعد شہادت امام حسین ذوالجناح صحرا کی طرف چلا گیا اور کسی کو اس کا نشان نہیں ملا۔

در بندی لکھتے ہیں کہ ذوالجناح پر شہر بانو دختر بزر ورجہ امام حسین علیہ السلام سوار ہوئیں اور ذوالجناح اور شہر لے کی طرف چلا گیا۔ لیکن یہ روایت ضعیف ہے ابی مخنف نے عبد اللہ بن قیس سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے میں نے دیکھا کہ ذوالجناح نے لوگوں کو حضرت امام حسین سے دور کیا۔ خیمہ اہلحرم پر پہنچا اور وہاں سے نہر فرات پر پہنچا اور داخل نہر ہوا اور معلوم کہاں چلا گیا اس کے بعد کی خبر نہیں۔ بعض لوگوں نے تحریر کیا ہے کہ ذوالجناح کربلا سے مدینہ منورہ میں مقابل مسجد نبوی لایا گیا اور خبر قتل امام حسین آنحضرت کو پہنچائی۔ اور اب ذوالجناح حضرت قائم آل محمد امام مہدی علیہ السلام کی خدمت اقدس میں موجود ہے۔

تاراجی خیام اہلبیت

صاحب کتاب الریاض لکھتے ہیں کہ جب اعداء دین حضرت امام حسین علیہ السلام کی لاش مطہر سے لباس وغیرہ لوٹ چکے تو ان ظالموں نے خیام اہلبیت کا رخ کیا۔ اور اثنائے اہلبیت لوٹا۔ اس وقت اہلحرم میں ایک قیامت برپا تھی۔ کتاب الارشاد میں ہے کہ قال حمید بن مسلم فواللہ لقد کنت اری المرأة من نسائه وبنائہ واهلہ تنازع ثوبها وعن ظہر ما حتی تغلب علیہ فذهب بہ عنہا۔

یعنی حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ جب کسی عورت یا بھرتی طرف چادریں پھینکنے کے لیے ظالم ہاتھ بڑھاتے تو وہ از خود چادریں زیور و غیرہ آتا کہ زمین پر پھینک دیتی تھیں۔ تاکہ کوئی نا محرم ہاتھ نہ لگا سکے۔ اس بے کسی میں یہ پردہ کی شان تھی۔ و احسن تا کوئی اس وقت ان بیکس بیٹیوں کا مددگار نہ تھا کہ ان ظالموں کو دوا کرے۔

زینب! آنسو غا جو دید از انہر طرف
کرد از سوز دلش رو برنجف
گفت ای جلّال مشکہاء علی
ای چہ سارخ جملہ دلہا علی
ہر کہ در تنگی علی گفت اے پدر
دست او بگرفت از ہر رگبند
ماکہ در بند بلائیم یا علی
جملہ اولاد شمائیم یا علی
از نجف تا کہ بلا پر دوز نیست
آمدن بہر تو نامقدور نیست

غلام یہ ہے کہ حضرت زینب بیکس نے جب یہ غارت گری دیکھی نہ کوئی مونس تھا نہ غمخوار نہ عباس نہ علی اکبر نہ عون و محمد نہ اصحاب حسینؑ، ایک مرتبہ نجف کی طرف رخ کیا اور پکار کے فرمایا اے شکل کشائے عالم علیؑ ولی (میری تصنیف مشکل عالم ملا حقلہ ہو) مدد کو آئیے۔ ہماری دست گیری کیجئے۔ تنگی میں مدد کیجئے آپ کی اولاد بلاؤں میں مبتلا ہے کہ بلا سے نجف دور نہیں اور آپ کے لیے یہاں پہنچنا آپ کے اختیار سے باہر نہیں ہے۔ ہائے بابا ہمارے خیموں میں آگ لگ رہی ہے۔ ہماری چادریں آتار لی ہیں شمر ستمگر سیکندہ کو طمانچہ مار دیا ہے۔ اس وقت اہل حرم میں شور و فغان و آو بر پا تھا کتاب لہوٹ میں ہے کہ جب اس قوم بے حیائے خیام اہلیت رسولؐ کو لوٹا تو ایک ظالم دوسرے پر لوٹتے میں سبقت

کر رہا تھا۔ کوئی چادر آتار رہا تھا تو کوئی مقتدہ، کوئی سکیئہ کے گوشوارے آتار رہا تھا حمید بن مسلم کہتا ہے کہ جب لوٹ مار زوروں پر تھی تو ایک عورت نے آل بکر بن وائل کو جو لشکر عمر ابن سعد ملعون میں تھے غیرت دلائی چنانچہ وہ لوگ حمایت اہل حرم میں تلواریں کھینچے ہوئے آئے اور شمر ولد الحرام کو لوٹ مار سے روکا۔ اور کہنے لگے اے مسلمانوں یہ تمہارے پیغمبرؐ کی اولاد میں تم ان کو غارت کر رہے ہو ان کے خیموں کو تالاج کر رہے ہو۔ اس وقت اس زن نیک شو کا شوہر آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ فاخذھا زوجھا و ر دھاالی رحلہ یعنی کہ اس ضعیفہ کا شوہر آیا اور اس کو خیمہ میں لے گیا۔

محمد بن ابی طالب تحریر کرتے ہیں کہ جب لشکر بے دین تاراجی خیام کے لیے آیا تو شمر ملعون ان کے ساتھ تھا۔ اور ان بیرحموں نے شمر کے حکم پر آل رسولؐ کی چادریں گوشوارے اور زیور چھین لیے۔ خیموں میں آگ لگا دی۔ بچوں، عورتوں کو تازیانے لگائے۔

الشیخ خیر عاملی فرماتے ہیں کہ جب لشکر اعداد بقصد غارتگری خیام آیا تو حضرت زینبؑ خاتون نے عمر ابن سعد ملعون کو پیغام بھیجا کہ ہمیں لوٹنے میں جلدی نہ کر اگر مسلمان زیورات لباس وغیرہ ہی لوٹنا نہ نظر ہے تو ہم تمام اسباب خود جمع کر کے دیدیں گے۔ قبل اس کے کہ نا محرم ہمارے خیموں میں داخل ہوں اور ہمیں ہاتھ لگائیں حضرت زینبؑ خاتون نے تمام مخدرات سے فرمایا کہ سب سامان جمع کر دو۔ سب نے اپنا اپنا زیور آتارا۔ چادریں جمع کیں اور حضرت زینبؑ خاتون نے ایک خیمہ میں ان چیزوں کو جمع کر دیا اور لشکر اعداد نے لوٹنا شروع کیا جس کے ہاتھ جو چیز لگی وہ لے گیا۔ مقتل ابی مخنف میں ہے قال زینب بنت علی کنت فی ذلک الوقت

گئے اور ترغیب و تحریریں جہاد دلائی۔ اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ ایہا الناس فان
الجهاد باب من ابواب الجنة فتصالحوا لخاصة اولیاء و هو لباس
التقوی و درع الله الخصیة والجنة الوثیقة فمن توكدة رغبة
عنه البسه الله ثوب الذل وشملة البلاء و دیت بالصغار والعائنة
وضرب علی قلبه بالاسهات و اذیلہ الحق منه تبضع
الجهاد و سیم الخسف و منع النصف -
ماصل مقبول یہ ہے کہ لوگوں کو جہاد سے دربارہ ہشت بندے
پر مکمل جاتے ہیں۔ جہاد لباس تقویٰ ہے جو مومن کے لیے ضروری ہے۔ جہاد
زردہ ہے جو بلاؤں سے محفوظ رکھتی ہے جہاد مقام محمود ہے، جہاد ہشت
موجود ہے۔ جو لوگ جہاد سے قرار کرتے ہیں ان کے لیے ترک جہاد سے ذلت
کے دروازے کھلتے ہیں اور وہ لوگوں کی نظر میں ذلیل ہوتے ہیں۔ اور ان پر بلائیں
اور مصیبتیں آتی رہتی ہیں۔ پس حق کے لیے جہاد کرو الا وافی قد دعوتکم
الی قتال هؤلاء القوم لیلا ونهاراً و قتلناکم اغزوهم
قبل ان یغزوکم فوالله ما غزی قوم قط فی الغزو
دارهم الا ذلوا فتواکلتهم و تحاقلتم حتی شنت علیکم
الغارات و مملکت علیکم الا وطان۔ اسے گروہ مردم میں نے چند مرتبہ تم کو آگاہ
کیا ہے کہ اس قوم سے جنگ کرو۔ دلت دن کہتا ہوں کہ اس قوم سے جنگ کرو
لیکن تم غلبہ پیش کرتے رہتے ہو۔ اور ذلت تم پر غالب آرہی ہے۔ جہاد میں اس قدر
کو تا ہی جس کے سبب تمہاری املاک تباہ ہو رہی ہیں۔ تمہارا وطن تباہ ہو رہا
ہے اذاب ایسا ہے کہ معاویہ نے کثیر لشکر بھیجا دیا ہے۔ اس نے حسان بن حان

واقعه فی الخیمہ اذ دخل رجل اسراق العینین فاخذ ما کان فی الخیمہ
حضرت علیاً زینب فاقون فراتی ہیں کہ میں خیمہ کے صدر دروازے پر کھڑی
تھی کہ ایک نامزد ظالم نیلی آنکھوں والا خیمہ میں آیا۔ جو کچھ خیمہ میں تھا تاراج کیا۔
اس وقت میرا برادر زادہ سید سجاد خیمہ میں بیماری کی حالت میں تھا کہ اس
ملعون نے بیمار کو بیدار کیا اور اس کو زمین پر ڈال دیا اور ستر کیلینچ لیا۔ میرے سر سے
چادر اور گوشوارے چھین لیے اور وہ ملعون بچوں کو تازیانے لگا رہا تھا۔ واہ محمدا
کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں کتب فقہ میں وارد ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو
تازیانہ مارے تو خداوند عالم روز جزا اس کو تازیانہ آتش اس کے بدن پر مارے
گا۔ ظاہر ہے کہ خداوند عالم عادل ہے ایک تازیانہ لگتے ہی خدا پر انتقام لینا واجب
ہے۔ واہ مصیبتا۔ ظالموں نے اہل محرم اور بچوں کو کستہ تازیانے لگائے ہوں
گے۔ کتاب منتخب میں ہے کہ فاطمہ بنت الحسینؑ فرماتی ہیں کہ وقت تاراجی خیمہ
ایک شخص آیا۔ وہ گھوڑے پر سوار تھا۔ ایک بلند نیزہ اس کے پاس تھا۔ اور وہ
ظالم بچوں اور عورتوں کو نیزہ مارتا اور ہمارے خیموں کو لوٹ رہا تھا۔ وسیعہم
الذین ظلموا آل محمد۔

خطبہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام دربارہ فضیلت جہاد

اور حالت سید سجاد وقت تاراجی خیمہ

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خلافت ظاہری کے زمانے میں معاویہ دوستداران
علی مرتضیٰ کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچا رہا تھا انجناحت ایک روز میں یہ تشریف لے

نائب الحکومتہ کو قتل کر دیا ہے اور ہماری سرحدات پر لشکر جمع کر دیا ہے اور اب یہ خبر پہنچی ہے کہ معاویہ نے ایک زن مسلمہ کے گھر سامان جنگ جمع کیا ہے اور اس نے ایک زن یہودیہ کے جو اسلام کی پناہ میں ہے کے مکان کو تباہ کر دیا ہے اور اس کے زیورات اور سامان خانہ کو لوٹ لیا ہے اور اس زن یہودیہ کو گھر سے نکال دیا ہے کوئی ایسا نہیں ہے کہ جو اس زن مسلمہ کے جس کے مکان پر سامان حرب جمع کیا ہے اور زن یہودیہ کی حمایت کرتا۔ اے کاش ٹائی زندہ نہ ہوتا کہ مجھے یہ سننا پڑا کہ میری دوست و حکومت میں ایسی بلائیں نازل ہو رہی ہیں۔ دل چاہتا ہے کہ مولا علی سے خطاب کر دوں مولا۔ ذرا کہ بلا میں آئے اور دیکھئے کہ لشکر عمر ابن سعد ملعون مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی کرتا ہے اور آپ کی اولاد کے خیموں کو لوٹ رہا ہے کوئی شخص اہلحرم کے سروں سے چادریں پھین رہا ہے کوئی گوشوارہ اتار رہا ہے کوئی سید سجاد کا بستر کھینچ رہا ہے۔ اور زینب خاتون فریاد کر رہی ہیں اتسب بنات رسول اللہ وانته تنظرون اے مسلمانوں تم اہلبیت رسولؑ کی پادریں پھین رہے ہو۔ رسول زادیاں استغاثہ بلند کر رہی تھیں مگر کوئی ان کی فریاد کو پہنچنے والا نہ تھا۔ کوئی بی بی کہہ رہی تھی اے اے علیؑ اکبر برادر جان من در کجائی بشتوی افغان من یعنی کلاے علی اکبر برادر من کہاں ہو میری فغان و نالہ تو سنو یعنی میری مدد کو پہنچو۔ فقہ جعفریہ میں ہے کہ اگر کو شخص کسی برادر مومن کو جو فقیر و تنگ دست ہو لباس پہنائے یا تنگی میں اس کی معاشی امداد کرے۔ تو خداوند عالم سات ہزار فرشتے اس پر مومل کرتا ہے کہ جو اس کا طرف سے اس کے گناہوں کے لیے استغفار کرے

ہیں۔ لیکن و احمر تا ابن سعد کے لشکریوں نے اہلحرم کا لباس لوٹ لیا۔ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ حق قطعاً انہیں امر کلثوم لحدقہ۔ کہ ظالم نے گوشوارہ کان سے پھینکا اور کان کی نو تکافتر ہو گئی۔ و احمر تاہ صاحب اخبار الدول لکھتے ہیں کہ شمر ملعون جب غارت گری سے فارغ ہوا تو اس نے حضرت یسجد کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اس وقت جناب زینب خاتون نے اس بے حیا کے پاس آکر کہا کہ اگر سجاد کو قتل کرنا ہی منظور ہے تو پہلے مجھے قتل کر دے۔ شمر ولد الحرام کا ظلم دیکھ کر اہلحرم میں شور فغان بلند ہوا۔ تو ناگاہ عمر بن سعد در سے آتا ہوا نظر آیا وہ مرد و حضرت امام حسینؑ کی زدہ پہنے ہوا تھا۔ اہلحرم نے دیکھا تو نالہ و لکامیں شدت پیدا ہو گئی۔ عمر بن سعد ملعون سے کہا کہ اے ظالم آخر اولاد علیؑ کو قتل کرنے کی کوئی مدد بھی ہے۔ اس نے لشکریوں سے کہا کہ کوئی شخص اس بیمار کو اذیت نہ پہنچائے پس شمر ولد الحرام آپ کو قتل کرنے سے بارہا۔ لیکن کہنے لگا کہ آخر کار اس کو عمر ابن سعد کیوں قتل نہیں کرتا۔ اس کو آگاہ کیا کہ اس کو دربار ابن زیاد میں زندہ پیش کرتا ہے۔ پھر شمر ملعون نے حکم دیا کہ خیام اہلحرم کو آگ لگا دی جلے چنانچہ خیموں کو آگ لگا دی اور فخر جن حواس مسلمات حافیات باکیات۔ تمام خدرات اور بچے سراسیمہ حالت میں خیموں میں جاتی ہے اور کھیمہ سے باہر نکل آتی ہے اور بھر جاتی ہے میں نے اس سے دریافت کیا اے محمد وہ کیا خیمہ میں تمہارا کوئی مسلمان رہ گیا ہے فرمایا کہ خیمہ میں میرا بھائی حسینؑ کی نشانی میرا بھتیجا سید سجاد بیماری کے حال میں بستر پڑا ہے اسے لینے جاتی ہوں غرض کہ جناب زینب خاتون سید سجاد کو لے کر باہر نکلیں۔ الا لعنة الله على القوم الظالمین۔

سربا شہداء کے ساتھ ساتھ اہل محرم کا قتل

سے گزرتا

روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ عمر ابن سعد ملعون نے بعد تارا جی خیم اہلبیتؑ یہ حکم دیا کہ وقت روانگی سربا شہداء علیہم السلام جب قتل سے اہل محرم گزریں تو ان کو وہاں لاشوں پر نہ جلنے دیا جائے۔ کیونکہ آہ و بکا بلند ہوگی جب زینب خاتون کو یہ خبر ملی تو آپ نے ان ظالموں کو قسم دلائی اور فرمایا کہ خدا را ہمیں ہمارے عزیزوں کی لاشوں کی طرف سے چلو تاکہ ہم چھرا ایک بار کا دیدار کر لیں۔

مابدل حسرت دیدار شہیدان دایم
دم آخر ہوس روے جوانان دایم

یعنی کہ ہمارے دلوں میں حسرت ہے کہ ہم آخری بار اپنے شہیدوں کی زیارت کر لیں۔ پس اجازت ملی اور اہل محرم لاش ہا شہداء پر پہنچے آگے آگے زینب خاتون تھیں اور اہل محرم خدات بچے سب ساتھ ساتھ تھیں ماتم کرتے ہوئے لاشوں پر پہنچے۔ آنسوؤں کی صدف میں خون جگر بہاتے ہوئے قتل میں قدم رکھا ناگاہ حضرت زینب خاتون کی نظر حسینؑ کے جسد پارہ پارہ پر پڑی۔ راوی کہتا ہے کہ زینب خاتون نے روتے ہوئے بھائی کی لاش پر گرا دیا۔ مرموم سینہ فرماتے ہیں آپ نے اس وقت مدینہ کی طرف رخ کئے فرمایا۔ یا جدا یا محمد اہل صلبہ ملک السماء ہذا الحسین مومل بالدماء مقطوع الاعضاء۔

سربا شہداء کے ساتھ ساتھ اہل محرم کا قتل

سے گزرتا

روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ عمر ابن سعد ملعون نے بعد تارا جی خیم اہلبیتؑ یہ حکم دیا کہ وقت روانگی سربا شہداء علیہم السلام جب قتل سے اہل محرم گزریں تو ان کو وہاں لاشوں پر نہ جلنے دیا جائے۔ کیونکہ آہ و بکا بلند ہوگی جب زینب خاتون کو یہ خبر ملی تو آپ نے ان ظالموں کو قسم دلائی اور فرمایا کہ خدا را ہمیں ہمارے عزیزوں کی لاشوں کی طرف سے چلو تاکہ ہم چھرا ایک بار کا دیدار کر لیں۔

مابدل حسرت دیدار شہیدان دایم
دم آخر ہوس روے جوانان دایم

یعنی کہ ہمارے دلوں میں حسرت ہے کہ ہم آخری بار اپنے شہیدوں کی زیارت کر لیں۔ پس اجازت ملی اور اہل محرم لاش ہا شہداء پر پہنچے آگے آگے زینب خاتون تھیں اور اہل محرم خدات بچے سب ساتھ ساتھ تھیں ماتم کرتے ہوئے لاشوں پر پہنچے۔ آنسوؤں کی صدف میں خون جگر بہاتے ہوئے قتل میں قدم رکھا ناگاہ حضرت زینب خاتون کی نظر حسینؑ کے جسد پارہ پارہ پر پڑی۔ راوی کہتا ہے کہ زینب خاتون نے روتے ہوئے بھائی کی لاش پر گرا دیا۔ مرموم سینہ فرماتے ہیں آپ نے اس وقت مدینہ کی طرف رخ کئے فرمایا۔ یا جدا یا محمد اہل صلبہ ملک السماء ہذا الحسین مومل بالدماء مقطوع الاعضاء۔

اے جد نادر اے محمد مصطفیٰؐ آپ پر ملا کہ سموات نے نماز پڑھی آپ کا یہ حسین خاک و خون میں غلطان پڑا ہے نہ گورو کفن ہے نہ ہی دفن کیا گیا ہے او اے مانا آپ کی نواسیان قیدی بنائی گئی ہیں ہذا الحسین بالعرء تسفی علیہ البصا قتیل اولاد الیخاء یعنی کہ یہ حسین دریا و خون میں تیر رہا ہے جنگل میں پڑا ہوا ہے یا حزنناہ یا کربا الیوم مات جدی رسول اللہ و احسناہ و امصیتناہ آج گویا ہمارے نانا رسول خدا شہید ہو گئے پھر آپ نے از روے حسرت فرمایا۔ یا اصحاب محمد اہ ہولاء ذریۃ المصطفیٰ یا قون سوق المسبایا۔ فرماتی ہیں کہ اصحاب پیغمبر خدا کو نہیں مانتے کہ ذریۃ رسول خدا کو اسیروں کی طرح لیے جا رہے ہو پھر آپ نے لاش برادر کو مخاطب کر کے کہا ہائے کوئی جگہ ایسی نہیں ہے کہ زینبؑ اس جگہ کا بوسہ لے سکے ہاں برادر تو زخموں سے چوڑ پور ہے اور میں تجھے بے کفن چھوڑ کر جا رہی ہوں۔

برخیز ز خواب خوشش برادر کایں دشت بلانہ جای تو ابست
برخیز کہ شمس را سوئی شام بر بخروں کو دکان شتابست
برخیز کہ شور محشر آمد روز از شب من سید ترا مد
یللی بسراغ اکبر آمد در نالہ و نوحہ یوں رب ابست
رفیقم زکوے تو بصد آہ یا ما زہ کرم تو اے شاہ

یک چند قدم بیا ہمراہ
ہمراہی بیکسان ثواب ابست

ان اشعار میں فارسی شاعر نے بزبان حال حضرت زینب خاتون کے تاثرات پیش کئے ہیں کہ زینب خاتون نے لاش امام مظلوم سے مخاطب ہو کر فرمایا اے بھائی جان اس

خواب خوش سے بیدار ہو جائے اٹھئے۔ اٹھئے کہ یہ دشت بلا سونے کی جگہ نہیں ہے۔ اے برادر اٹھئے اٹھئے کہ شرمelon سوئے نام بچوں کو بڑی تیزی سے لیجا رہا ہے۔ یعنی کہ بچے شتران بے کجاہ سے گرتے ہیں اور آغوش موت میں چلے جاتے ہیں۔ اے برادر اٹھئے اٹھئے کہ شور قیامت برپا ہے اور راتوں سے زیادہ دن ہم پر سخت گزر رہے ہیں۔ ام ایلی علی اکبرؑ نور نظر کی تلاش میں قتل میں آئی ہے نوہ کر رہی ہے اے برادر من ہم تیرے کو چہرے سے رخصت ہو رہے ہیں بھدا، و بکا جا رہے ہیں۔ ان اشعار میں شاعر نے جو درد بھر دیا ہے ہر صاحب دل اس کا اندازہ کر سکتا ہے۔

راوی کہتا ہے کہ دست دشمن سب ہی زینت خاتون کا لوح سن کر رو رہے تھے غرض کہ۔۔۔

روز شہادت شہ طہاشام شد	بر اہلیت غمزہ صبح قیام شد
آزرد میکہ قافلہ تشنہ حجاز	از کربلا روانہ سوئے شہر شام شد
ناگہ گرزخیل اسیران بے پناہ	بر قنکاہ سبط رسول انام شد
از آن زمان بیکس اطفال بے پدر	بر دور نعل پاک حسین آردھام کرد
بر سر برہنہ دخترک ماہ پارہ	در طوف جسم کشتہ عالم مقام شد

کاشی تشنہ لب برادر بجان براہم

بنگرہ بخاہرت کہ اسیر ظلام شد

غلامہ اشعار یہ ہے کہ حضرت زینبؑ بیکس نے فرمایا کہ شاہ بطحا کی شہادت کا روز ختم ہو گیا اور اہلیت پر صبح اسیری آگئی۔ واسر تارہ کہ کوئی دم میں اب ہم کربلا سے شام روانہ ہوں گے۔ ناگاہ اہلحرم کا قافلہ قتل گاہ شاہ شہیدان سے گزرا۔ اس وقت

شاہ مظلوم کی لاش کے گرد آردھام ہو گیا۔ مختارات سر برہنہ تھیں۔ اور لاش مہلر کا طواف کر چکی تھیں زینبؑ خاتون نے صبحہ کیا اور چرخ گردوں سے آواز آئی کہ زمانہ کا ظلم مد کو پہنچ گیا پھر آپ نے لاش برادر سے خطاب کیا اے برادر بجان برابر۔ ذرا دیکھئے کہ تیری بہن اسیر ظلم ہو کر جا رہی ہے روایات معتبرہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بعد شہادت امام حسن علیہ السلام شب یازدہم محرم کو اہلیت کہ بلا میں رہے اس شب کو خیمہ اہلیت تاراج کئے گئے۔ اعدادین نے آل رسولؐ کے خیموں کو آگ لگا دی اور گیارہویں محرم کو بعد وقت ظہر اسیروں کا قافلہ کوفہ کو روانہ ہوا۔ جب قافلہ روانہ ہوا اور بیکسوں نے شہیدوں کی لاشوں کو پٹا ہوا دیکھا تو بیبیوں نے اونٹوں سے گرا دیا اور گریہ فزاری کرنے لگیں۔ مرحوم بیتہ فرماتے ہیں اور نہایت ناچہ میں ہے کہ اہلیت نے شہیدوں کی لاشوں کو دوا کیا۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ اہلحرم دو مرتبہ قنکاہ میں آئے ہیں ایک مرتبہ اس وقت کہ جب امام حسینؑ شہید ہو چکے ہیں اور گیارہویں محرم کو بعد وقت ظہر لاشوں پر پہنچے ہیں۔۔۔

زینبؑ چون دید سیری اندر میان تون

چون آسمان و زخم تن ازا بخشش فرون

یعنی اس وقت جناب زینبؑ نے لاش برادر پر نگاہ کی دیکھا کہ لاش حسینؑ خاک و خون میں غلطان ہے اور آپ کے جسم مبارک پر ستاروں سے زیادہ زخم ہیں ایک آہ سرد کہجینی اور بی بی نے صبحہ کیا اور لاش امام کی طرف مخاطب ہوئیں اور فرمایا عانت اخی کیا تو ہی میرا بھائی ہے تو ہی میری ماں کا فرزند ہے تو ہی میرے بابا کا نور نظر ہے۔ ایک ساعت پہلے تو خیمہ میں تھا اور اب خاک کربلا پر سو رہا ہے۔ پھر زینبؑ خاتون بھائی کی لاش کے نزدیک بیٹھ گئیں۔ شیعہ اس وقت زینبؑ بیکس کی کیا حالت ہو

گی۔ اور جب تک زینب خاتون نے دوسری مخدرات کو اجازت نہ دی کوئی بی بی لاش حسین کے پاس نہیں بیٹھی۔ تمام عورتاں حلقہ بننے کھڑی رہیں۔ اس وقت زینب خاتون نے تیروں پتھروں سے لاش مطہر کو علیحدہ کیا۔ اور گلوے بیدہ کے بوسہ لیے۔ اور فرمایا اے بھائی مجھ پر سخت گراں ہے کہ تیری لاش زمین پر پڑی ہے اور تیرا سر نیزہ پر بلند ہے۔ ہا، حسین کہہ کر لاش سے اٹھیں۔ اور فرما رہی تھیں۔ دیننی کنت قبل هذا البیع عمیا۔ اے لاش میری آج کے دن آنکھیں نہ ہوتیں اور میں اپنے مانجائے کو خاک پر سوتا نہ دیکھتی۔

صاحب فوادح حسینہ لکھتے ہیں کہ جب مخدرات۔ حضرت زینب کے فرمانے پر متفرق ہو گئیں۔ جدا جدا ہو گئیں تو ہر ایک بی بی اپنے جوان کی لاش پر پہنچی جناب سکینہ خاتون لاش پد سے لپٹی ہوئی بین کر رہی تھیں ہر ایک بی بی اپنے اپنے وارث کی لاش پر رو رہی تھی کہ شرف المرحام نے ان کو تازیانہ مار مار کر لاشوں سے جدا کیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی لاش مطہر کی نگہبانی کے

لیے شیر کا انا

بعد شہادت امام حسین علیہ السلام یہ شور و غل برپا ہوا کہ عمر ابن سعد کا حکم ہے کہ لاش امام حسین علیہ السلام پر گھوڑے دوڑا دیئے جائیں اور لاش مبارک پائمال کر دی جائے۔ اس آواز کو سن کر ابوجہم میں برپا ہو گئی۔ علامہ مجلسی روایت کرتے ہیں۔ عن ادریس بن عبد اللہ قال لما قتل الحسين ارادوا القوم ان يوطئوه الحیل۔ یعنی ادریس بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے

گئے۔ لشکر عمر ابن سعد نے چاہا کہ آپ کی لاش مطہر پائمال سم اسپاں کریں۔ اس وقت جناب فقہ کبیر جناب فاطمہ زہرا نے زینب خاتون سے عرض کیا کہ اے مخدقہ کہ حضرت رسول خدا نے جب سفینہ غلام آزاد کیا تو اس وقت ان کی کشتی دریا میں تھی اور ایک جزیرہ میں ٹھہری۔ اس جزیرہ میں ایک شیر رہتا تھا۔ وہ سفینہ پر حملہ آور ہوا تو میں نے اس شیر کو مخاطب کر کے کہا یا ابا الحارث انا مولی دسول اللہ کہے شیر میں آزاد کردہ رسول خدا ہوں مجھے اذیت نہ دے۔ فہمہم بین ید یہ حتی اذ قعہ بین الطریق جیسے ہی شیر نے نام مبارک رسول خدا سنا فوراً راستہ سے ہٹ اور ہلاک کرنے سے باز رہا۔ اور ہمہم کر کے اشارہ کیا اور راستہ تک پہنچا دیا پھر فقہ نے کہا کہ اے زینب خاتون میں نے سنا ہے کہ حوالی کر بلا میں ایک شیر رہتا ہے اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں جا کر شیر کو آواز دوں۔ اور اس دلوں واقعہ کی اطلاع دوں۔ شاید کہ شیر حفاظت لاش امام مظلوم کر سکے۔ جناب زینب خاتون نے فقہ کو اجازت دی اور فقہ نے صحر اکارخ کیا اور معلوم کس قدر مسافت طے کی اور کس طرف گئیں بہر حال شیر تک پہنچیں۔ شیر نے دیکھ کر چھٹکار ماری مگر فقہ نے باواز بند فرمایا کہ ابا الحارث انا قدری ما یریدون ان یعملوا غذا بابی عبد اللہ اے شیر کیا تجھے معلوم ہے کہ یہ لشکر اعداء سلطان دین و دنیا ربط رسول خدا حسین ابن فاطمہ کی لاش کو پائمال کرنا چاہتا ہے جیسے شیر نے فقہ سے یہ سنا قتلگاہ کی طرف چلا۔ لاش امام مظلوم کے نزدیک پہنچا اور محسرت نظر ڈالی۔ حتی وضع ید علی جہد الحسین کہ اپنے دونوں ہاتھوں کے درمیان لاش مطہر کو لے لیا۔ کتاب منتخب میں ہے کہ وجد یرغ وجہہ یدم الحسین ویبکی علی الصباہ۔ کہ اس حیوان نے خون امام حسین سے پیشانی رنگیں کی اور روتا رہا کہ واقبلت النخیل فلما نظروا الیہ قال لم یمن سعد فقہراً

یعنی کہ جب کوئی لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر لاش امام حسین علیہ السلام کو پائمال کرنے آئے دیکھا کہ شیر موجود ہے گھوڑے وہاں نہ ٹھہر سکے اور بے قابو ہو کر بھاگ نکلے سواروں نے بھی پلٹ کر نہیں دیکھا۔ جب اس واقعہ کی عمر بن سعد ملعون کو خبر پہنچی تو کہنے لگا کہ اس کو کس پر ظاہر نہ کیا جائے یہ ایک فتنہ ہے۔ فتنہ نے شیر کے آنے کی خبر جناب زینب کو سنائی اور اس طرح لاش مطہر پائمال ہونے سے محفوظ رہی۔

”تعرف محمد وآل محمد زنده باد“

تحقیقات اہل تواریخ و شعراء در بارہ پائمالی لاش

ہاء شہداء

مؤلف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ مجلسی قدس سرہ نے جو حدیث ازادریس نقل کی ہے خود ان کو اس پر اعتماد نہیں ہے خصوصاً اس بات پر کہ گھوڑے جسد امام پر نہیں دوڑ سکتے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی لاش مطہر پائمال سم اسپان ہوئی ہے (از مترجم) اس روایت میں چونکہ شیر کا آنا مسلم امر ہے اور کوئی حیوان یا انسان شیر کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا۔ پس اس موقع پر پائمالی لاش مطہر کا نہ ہونا یقینی امر ہے۔ لیکن اس چیز کا سہارا لے کر کہ گھوڑے لاش مبارک پر دوڑ سکتے ہیں اور مافوق العادت ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس نظریہ کو تقویت حاصل نہیں ہے کیونکہ لاش امام حسین کا پائمال ہونا انتہائی ہتھکڑا باعث ہے جو تقدیس امامت کے خلاف ہے۔

مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ پائمالی لاش امام حسین علیہ السلام پر بکثرت روایات پائی جاتی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا۔

قتل جہدی بالسيف والسنان وبالحجارة والعصا ولقد اوطئوه الخيل۔
یعنی کہ ہمارے جدا مجد حسین مظلوم تلوار و سنان۔ پتھر۔ عصا سے قتل ہوئے اور بعدہ گھوڑے لاش مبارک پر دوڑائے گئے۔

علی ابن اسباط کتاب نوادر میں حضرت صادق علیہ السلام اور امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں لقد قتلوه فتلة زهی رسول الله اور اسی میں فرمایا کہ ولقد اوطئوه الخيل بعد ذلك۔ کہ آپ کی لاش مطہر پر گھوڑے دوڑائے گئے۔

حضرت امام العصر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قطول الخيول بحواضرها وتعلوك الطغاة ببواقرها۔ ان ارشادات معصومین سے ظاہر ہوتا ہے کہ لاش مطہر پائمال سیم اسپان ہوئی ہے حضرت امام حسین علیہ السلام نے جب مکہ سے نکلنے کا ارادہ کیا تو فرمایا و کافی باوصاف تقطعه إعلان الفلوات۔ یعنی کہ میں دیکھتا ہوں کہ میرے اعزاء و جوارح کو شری گھوڑے پارہ پارہ کر رہے ہیں۔

اس حدیث میں لفظ علان وارد ہوا ہے فیروز آبادی کتاب قاموس میں لفظ علان کے معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ غسل الذئب او الغرس یعنی کہ علان سے مراد بھیڑیہ یا گھوڑے ہیں۔ اور غسل اس گھوڑے کو کہتے کو کہتے ہیں کہ جو اپنا سر ہلاتا رہے۔ ہاتھوں کو بلند کرے اور سوار کو اچھی طرح نہ بیٹھنے دے۔ پس یہ بھی دلیل ہے کہ لاش مطہر پر گھوڑے دوڑاتے گئے ہیں (از مترجم)۔ اگر بغائر دیکھا جائے تو واضح ہوگا کہ بھیڑے وغیرہ یعنی درندے لاش امام کو گزند نہیں پہنچا سکتے۔ اور نہ ہی کوئی رویت ایسی پائی جاتی ہے کہ جس سے یہ ثابت ہو کہ درندے لاش امام حسین پر معاذ اللہ اپنی طبعی عیوس پورا کرنے آئے ہوں۔ بلکہ ائمہ معصومین کی

حیات میں اکثر واقعات ایسے ملتے ہیں کہ درندوں نے اطاعت امام کرتے ہوئے قدموں پر سر رکھ دیتے ہیں اور کسی قسم کی گوند نہیں پہنچا سکتے ہیں لہذا بعد شہادت گھوڑوں کا لاش منظر پر دوڑنا غور طلب ہے اس کی یہ ایک توجیح ہو سکتی ہے کہ گرگ یعنی بھیڑیے اور سرکش گھوڑوں سے افواج کو فہ و شام مراد ہو۔ اور چونکہ کوفیوں اور شایہوں نے امام حسینؑ اور آپ کے یار و انصار اقرباء کو شہید کیا ہے پس اس صفت درندگی کے اعتبار سے بھیڑیے اور سرکش گھوڑوں سے قاتلان امام حسینؑ مراد ہیں۔

جناب فاطمہ بنت امام حسین علیہ السلام کہ جن کا عقد کر بلا میں حضرت قاسم بن حسن کے ساتھ ہوا ہے فرماتی ہیں کہ میں روز عاشورا ہنگام عصر خیام کے صدر دروازہ پر پکڑی تھی مقتل کی طرف رخ تھا۔ میں نے دیکھا کہ میرے بابا کی لاش دوسرے شہداء کے ساتھ مقتل میں اس طرح پڑی ہے جیسے قربانی کے گوشت سفند ہوں۔ والخیول علی اجسادہم بحول۔ گھوڑے لاش ہمارے شہداء پر دوڑائے جا رہے ہیں۔

مرحوم السید کتاب بہوف میں فرماتے ہیں کہ ثعنا دہی عمر بن سعد فی اصحابہ من ینتدب الحسین فیوطوا النخیل ظہرہ فانتدب منهم عشرة فدا سو الحسین بحوا فرخیلہم حتی رضوا صدرہ و ظہرہ۔ اور شیخ فخر الدین کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ ثعان عمر بن سعد نادہی باصحابہ من یبتد الحسین فیوطی ظہرہ و صدرہ بفروہ فانتدب من القوم عشرة منهم اسحق حبوة الحضرمی۔ اور

محمد بن شہر آشوب مناقب میں فرماتے ہیں کہ فانتدب عشرة فوطوہ بنخیولہم۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ کتاب الاشراف میں فرماتے ہیں کہ بعد سلب الحرم

ونادی فی اصحابہ من ینتدب الحسین فیوطوہ و صدرہ لفروہ فانتدب عشرة فدا سو الحسین حتی رضوا ظہرہ و صدرہ۔ ان سب علماء کے ارشادات سے واضح ہوتا ہے کہ امام حسینؑ کی لاش منظر پر گھوڑے دوڑاتے گئے ہیں۔

طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ میں گھوڑے سوار آئے اور لاش منظر امام پر گھوڑے دوڑائے جس سے آپ کا سینہ مبارک پور پور ہو گیا۔ مزید لکھتے ہیں کہ پائمالی لاش ہمارے شہداء کا ابن زیاد ملعون عمر بن سعد کو حکم دیا تھا کہ قتل حسینؑ کے بعد لاش ہمارے شہداء پائمال کر دی جائیں۔

علاوہ ازیں۔ قصائے عرب اور شعراء حضرات نے اپنے اپنے منظوم کلام میں اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے ان شعراء کرام کے اسماء مبارک یہ ہیں۔ ابن ابی الحدید، شیخ راشد حریری، شیخ ابن حجاج، شیخ غلیعی، شیخ مخیر النعمین، شیخ محمد بن النبیغ، شیخ مقامس، شیخ صالح بن عبدالوہاب، شیخ نعمان، شیخ محمد سلیم، شیخ محمود بن طریح، شیخ سیف بن عمیر، اور بھی اکثر شعراء کرام ہیں کہ جنہوں نے حال پائمال لاش ہمارے شہداء لکھا ہے۔

مؤلف فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد مرحوم نے کتاب ریاض الاخوان میں دونوں نظریوں یعنی گھوڑے دوڑانے اور گھوڑے نہ دوڑانے کو جمع کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ممکن ہے کہ روز عاشورا بعد عصر شیر کی آمد کی وجہ سے لاش مبارک پائمال سے محفوظ رہی ہو اور گیارہویں محرم کو بعد ظہر جب عمر بن سعد کے لشکر نے اپنے کشتوں کو دفن کیا تو حکم دیا کہ لاش ہمارے شہداء مع لاش امام حسینؑ سپرد سم اسپان کر دی جائے۔ گیارہویں محرم کو یہ واقعہ اس لیے بھی تہرین عقل ہے کہ

فخر جب شیر کو بلانے گئی ہیں تو کہا تھا یہ یوں خدا ان یعملوا۔ کہ لشکر اعداء کا ارادہ ہے کہ کل (وامحرم) کو لاش با شہداء پائمال کریں۔ شیر روز عاشورا محرم بعد عصر آیا اور شب بھر لاش امام حسینؑ پر پہرہ دیا۔ اور پائمالی سے بچایا۔ (از مترجم۔ جناب فتنہ کا شیر کو حراست کے لیے بلانا ثابت ہے اسے نہیں ہے کہ شیر آئے اور چلا جائے تقاضائے واقعہ یہ ہے کہ جب تک خطرہ برقرار ہے حفاظت لازمی ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ جب تک لاش شہداء دفن نہیں ہوئے ہیں شیر کی موجودگی یقینی ہے)

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے معجزات

حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جناب عمار یا سر صحابی رسولؐ خدا نقل کرتے ہیں کہ میں ایک ہزار خادموں کے ہمراہ خدمت حضرت امیر المومنین میں حاضر تھا۔ اس وقت ہم مصیفی روانہ ہو رہے تھے۔ میں نے آٹھائے سفر میں عجیب و غریب توارق عادات یعنی معجزات مشاہد کئے۔ میں نے دیکھا کہ ہم ایک جزیرہ پر پہنچے اور اسے عبور کیا۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ مقدمہ لشکر امیر المومنین یعنی دستہ ہراؤل درہم برہم ہو گیا اور ایک شور و غوغا بلند ہوا۔ حضرت امیر المومنینؑ نے اصحاب سے فرمایا کہ کیا معاملہ ہے لوگوں نے عرض کیا یا امیر المومنین یہاں جنگل میں ایک شیر رہتا ہے وہ لشکر کی طرف آ رہا ہے۔ جس کی وجہ سے بے چینی پھیل گئی ہے آپ نے فرمایا کہ اس کو راہ دید تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ کس غرض سے آ رہا ہے۔ اصحاب نے اس کو راستہ دے دیا جب وہ شیر حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا تو آپ کے دلال کے قدموں پر اس نے اپنی پیشانی ملی اور اس قدر گریہ کیا کہ اس کی آنکھوں سے

سیل اشک روان ہو گیا۔ اور پھر اس نے حضرت سے اپنا حال بیان کیا۔ چونکہ امام کی شان یہ ہے کہ حیوانات کی زبان بھی جانتا ہو۔ امیر المومنین اس کی باتیں سماعت فرماتے رہے۔ آپ نے فرمایا کہ تیری حاجت پوری ہوگی۔ پھر وہ شیر چلا گیا۔ اور جزیرہ میں جا کر ٹھہر گیا۔ اصحاب نے سوال کیا یا امیر المومنین یہ شیر کس لیے آیا تھا کیا عرض کر دیتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ شیر مدنی ہے کہ اب اس کچھار میں رہتا ہے۔ اس نے دل سے درخواست کی تھی کہ مجھے زیارت امیر المومنین نصیب ہو۔ ہاتھی غبی نے اس کو خبر دی کہ اسے شیر ولیؑ کو دگا را سدا اللہ حیدر کرار اس جزیرہ کی طرف آ رہے ہیں تو جاوہر ان سے مشرف ہو۔ اور آپ نے فرمایا کہ اس کی آرزو یہ تھی کہ وہ اب زندگانی دنیا سے سیر ہو چکا ہے اسے جلد موت آ جائے آپ نے فرمایا کہ اب اس کی موت نزدیک ہے۔ پھر آپ نے جویرہ بن مہدادی کو جو آپ کے موذن تھے حکم دیا کہ میری طرف سے نیابت کرو اس نے سوال کیا مولیٰ کس امر میں نیابت کا حکم ہے فرمایا کہ اس شیر کے عقب میں جاؤ اور دیکھو اور اس کے ہاتھ پاؤں رو بقلہ کر دو۔ اور اس کو قبر میں دفن کرو۔ جویرہ کہتے ہیں کہ میں بحکم جناب امیر المومنین شیر کے عقب میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ شیر تل سے نکلا اور رو بقلہ ہاتھ پاؤں دراڑ کئے۔ اور جان دیدی۔ میں نے شیر کے لیے قبر کھودی اور اسے سپرد خاک کیا۔ اس وقت ایک آواز غبی آئی کہ جویرہ اپنے سرانے کی طرف دیکھو۔ جویرہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ خود حضرت امیر المومنین علیہ السلام موجود ہیں۔ اور آپ نے شیر کی قبر پر مٹی ڈالی اور زار زار گریہ فرمایا۔ جویرہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا مولیٰ آپ اس حیوان کے لیے گریہ فرماتے ہیں آپ نے فرمایا اسے جویرہ علیؑ کی غیرت نے گواہ نہیں کیا کہ شیر جو تمام درندوں کا سردار ہے برہمنہ پڑا رہے۔ میں نے مجھے اس کو سپرد خاک کرنے کا حکم

دیا اور میں بھی یہاں آگیا۔ لیکن اسے جویرہ بنی امیہ کے لوگ حسینؑ کو قتل کریں گے اور میں دل تک اس کی لاش بے گور و کفن پڑی رہے گی۔ ملقات ثلثا بلا غسل ولا کفن۔

کبوتروں کا خیر شہادت امام حسین علیہ السلام

منتشر کرنا

مرغان کربلا زغم ماتم حسینؑ

خون بر لب فرات ز منتقاریہ سختند

جب امام حسین علیہ السلام شہید ہو چکے تو کائنات میں غم کی گھاٹ چھا گئی۔ اس وقت کبوتران سفید ہوا میں نمودار ہوئے اور انہوں نے خون امام حسینؑ سے اپنے پروں کو رنگین کیا۔ اور ہوا میں پرواز کیا۔ ان کبوتروں میں سے ایک کی نگاہ دوسرے کبوتروں کے گروہ پر پڑی جو کثیر تعداد میں جمع تھے۔ اس کبوتر نے نوحہ پڑھا و ینکم اتستغفلون بالاملاہی و ذکر الدنیا والنبأہی و الحسین فی ارض کربلا فی هذا الحر ملق علی المضاظام مذبح و دمه مسفوح۔

یعنی کہ دای ہو تم پر کہ تم آب و دانہ میں مشغول ہو۔ حالانکہ حسینؑ فرزند رسول خدا ہیں دن کا بھوکا یہاں خاک و خون میں غلطان ریگ کربلا پر پڑا ہے۔ اور میں اس کے خون میں اپنے بال و پر رنگیں کئے ہوں یہ سن کر ایک مرتبہ تمام پرندوں نے آہ و فغان بلند کی۔ اور وہ سب پرندے پرواز کرتے ہوئے کربلا پہنچے جیسے کنار قتلگاہ پہنچے حسینؑ مظلوم کے جد مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے دیکھا۔ وہ وجہ

بلا راس لا غسل ولا کفن علیہ قد سفت السواء فی مروض قد شمت الحیل بحوا فرھا۔ جد بے سر، غریبان یہ شکستہ سیات میں پڑا ہے لیکن ایک نور آپ کے چہرہ مبارک سے ظاہر ہو رہا ہے جس سے سارا منقل منور ہے۔ کبوتروں نے بال و پر رنگیں بخون حسینؑ کئے اور اطراف کربلا اڑ گئے۔ ایک کبوتر مدینہ منورہ پہنچا اور رسول خدا کے روضہ پر پہنچ کر بلند آواز کے ساتھ فریاد کی کہ یا رسول اللہ قتل الحسین بکربلا۔ اس کبوتر کی آواز سن کر اور کبوتر جمع ہو گئے۔ اور پھر وہ کبوتر جناب فاطمہ صغریٰ کی پشت بام پر بیٹھا۔ اور صیحہ کیا۔ جب فاطمہ صغریٰ نے آواز سنی تو آپ حجر سے باہر نکلیں دیکھا کہ کبوتر کے پروں سے خون ٹپک رہا ہے فرمایا کہ آتے ہیں بر دیسیوں کی خیر ہو۔ اس کبوتر نے فریاد کی اور کہا قتل الحسین بکربلا۔

خون امام حسین کے قطرہ سے یہودی لڑکی

کایلتا ہونا

کتاب کنز الغرائب، روضۃ الشہداء اور دوسری بعض کتب میں ہے مکان فی المدینۃ رجل یہودی لہ بنت ذمنا عمیاً طرشا مشلولۃ والجذم قد احاط ببید نہا۔ کہ مدینہ منورہ میں ایک یہودی تھا اس کی ایک لڑکی تھی جو آنکھوں سے اندھی یعنی کوہ چشم، اس کے پاؤں شل ہو گئے تھے۔ برس و جذام میں مبتلا تھی وہ مرد یہودی شہر سے باہر رہتا تھا اور وہاں پر اس دختر کی دیکھ بھال کرتا تھا اب وہ کھانا اس کو فراہم کرتا تھا ایک روز اتفاقاً وہ

لو کی تنہا تھی اور اپنے مکان کے باغیچہ میں کھڑی تھی کہ ایک درخت پر ایک پرندہ خون آلودہ آکر بیٹھا۔ اس کبوتر کے بال دیر سے قطرہ خون گرا اور وہ قطرہ اس نابینا لڑکی کی آنکھ میں گرا فوراً ہی اس کی آنکھ روشن ہو گئی۔ پھر دوسرا قطرہ گرا۔ اس طرح قطرات گرے اور وہ لڑکی اس خون کو ملتی گئی اور جذام و برص و شل وغیرہ سب ختم ہو گئے اور لڑکی از سر نو جوان و صحت مند ہو گئی کہ اس کا والد آگیا۔ دیکھا کہ ایک عورت کھڑی ہے اس نے کہا اے عورت تو کون ہے اس نے جواب دیا کہ اے بابا میں آپ کی وہی دختر علیل ہوں مگر اب صحت و سالم ہوں۔ یہ یہودی حیران رہ گیا اور کہنے لگا اے بیٹی یہ کیا ماجرا ہے تجھے کیونکر یہ دولت صحت ملی۔ اس نے کہا بابا جان میں اس درخت کے سایہ میں کھڑی تھی کہ ایک کبوتر گریہ کناس اس درخت پر آکر بیٹھا اس کے بال دیر خون میں رنگے ہوئے تھے اس کی آواز ایسی تھی جیسے کسی کی روتے ہوئے آواز نکلتی ہے اس کے بال دیر سے خون کا ایک قطرہ میری آنکھ میں گرا اور بینائی آگئی۔ اسی طرح جب کوئی قطرہ گرتا میں اسے اپنے جسم پر ملتی اور صحت ہوتی چلی گئی۔

ندانم اینچہ خون ہست کائے مرث
یقین دانم خدا را خلق کشتند
یعنی کہ معلوم اس پرند کے بال پر کس کا خون ہے میں یہ سمجھتی ہوں کہ خدا کو مخلوق نے قتل کر ڈالا ہے اور یہ اس کے خون کا اثر ہے کہ مجھے صحت ہو گئی۔ یہ یہودی نے اس کبوتر کو دیکھا اور سوال کیا کہ اے کبوتر یہ کس بزرگ ہستی کا خون ہے کہ جس میں تو نے اپنے بال دیر رنگین کئے ہیں۔ بقدرت خدا کبوتر ہوا کہ اے یہودی کہ یہ خون حسین ابن علی ہے حسین کربلا میں شہید کر دیئے گئے اور میں ان کے خون میں غلطان

ہو کہ خبر شہادت دینے مدینہ آیا ہوں پس امام حسین کے خون میں شفا ہے تو بے پاک میں شفا ہے۔

محرم کی گیارہویں شب کے حالات

امشب شب غریبی اولاد مصطفیٰ است

زینب السیر شمر حسین سر زن جدا است

یعنی کہ شب یازدہم اولاد مصطفیٰ کے لیے عجیب شب ہے۔ اس شب میں زینب خاتون اسیر ظلم و ستم گاریں اور سر امام مظلوم تن سے جدا ہے۔ الیذا پنی کتاب ہر طرف میں فرماتے ہیں کہ اور ایک بیمار سیدہ سجاد کی نگرانی کرنے والی زینب خاتون ہیں۔

امشب شب غریب غریبان کربلا است

طفلان غریب وزینب بے خانمان غریب

ناایم اے خدا بلکہ ام آشتا

زین العباد خستہ دل و ناتوان غریب

سوزیم از غریبی خود با از این کہ ماند

نفس حسین غریب و پریش برستان غریب

در قتلگہ فتادہ غریب ایہ ہمہ جوان

مادر میان این ہمہ نا محراب غریب

فارس شاعر نے گیارہویں محرم کی شب کو میکسوں کی ان الفاظ میں نقشہ کشی کی ہے کہ شب مسافران کربلا پر عجیب گزری ہے۔ نفس حسین مقل میں سرین سنال پر

ہے اور زینب جلے ہوئے خیمہ میں سو گوار ہے اور مقتل میں جو انان ہاشمیہ کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں اور ہم نا محرموں کے درمیان اسیر ہیں۔ فاطمہ کبریٰ بنت امام حسینؑ کا یہ عالم ہے کہ کبھی گریہ وزاری اور کبھی غش ہو جاتا ہے زینب بیکیں کا یہ حال ہے

گہی در غم زینب داغ دیدہ
کہ پشتش زمرگ برادر خمیدہ

کہ زینب خیریں داغ اٹھائے ہوئے ہیں اور بھائی کے مرنے سے مگر خیمہ ہو گئی ہے۔ بعض کتب متاخرین بحر المصائب میں ہے کہ گیارہویں شب محرم زینب خاتون نے فتنہ سے کہا کہ ہمیں حسینؑ کے بچوں کو ایک جگہ جمع کرنا چاہیے۔ چنانچہ بچوں کو جمع کیا اور فتنہ کی سپرد فرمایا۔ تلاش کرنے پر معلوم ہوا کہ دو بچے گم ہیں پس جناب زینبؑ اور جناب ام کلثومؑ نے اس جنگل میں بچوں کو تلاش کرنا شروع کیا۔ کبھی نیام میں دیکھا کبھی مقتل میں تلاشی کیا۔ ناگاہ زینبؑ خاتون نے دو انسانی سایہ دیکھے کہ وہ خیم کی طرف آرہے ہیں آپ نے فرمایا کہ یہاں حرم حسینؑ بیکیں کی حالت میں پڑے ہیں یہاں کیا رکھا ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ میری ماں فاطمہؑ زہراؑ ہیں اور میرے بھائی علیؑ مرتضیٰؑ ہیں پس وہ غائب ہو گئے۔ غرض کہ جناب زینبؑ و ام کلثومؑ دونوں بچوں کی تلاش میں سرگردان تھیں کہ ایک غار دار درخت کے تلے دونوں بچوں کو دیکھا جب ان کے نزدیک پہنچیں تو ان کو مردہ پایا۔ لاشوں کو اٹھایا اور مقتل میں رکھ دیا۔

حکایت جمال ملعون

علامہ مجلسیؒ نے بحار میں، اور شیخ فخر الدین نے کتاب منتخب میں اور صاحب

تاج الملوک نے تحریر کیا ہے کہ اہل حجاز میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ میں قفقاز حاجت کے لیے بعض کوچہ ہامدینہ میں پھر رہا تھا کہ جابر بن عبد اللہ انصاری سے ملاقات ہوئی ان کا غلام ان کے ساتھ ساتھ تھا کیونکہ ان دونوں میں وہ نابینا ہو گئے تھے۔ وہ بزرگوار زار زار رو رہے تھے میں نے سلام کیا اور سبب گریہ دریافت کیا۔ میں نے کہا خدا نخواستہ فقر و پریشانی کی وجہ سے گریہ ہے یا کوئی اور وجہ ہے فرمایا کہ ان میں سے ایک وجہ بھی نہیں ہے۔ فرمایا کہ مجھ سے میرے غلام نے کہا کہ میں نے ایک قبیح صورت شخص دیکھا۔ میں نے غلام سے سوال کیا کہ وہ مرد تھا یا کہ عورت۔ غلام نے کہا کہ مرد تھا، وجہ کا نہ قالب تار و شعرا کا نہ مسہ نار و عینا ہما زادت علیہما الاحماء ویداہما کا نہما قطعاً بمنشار یعنی اسے آقا یہ شخص روسیہ تھا اور ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ آگ سے چہرہ جھلسا ہوا ہے آنکھیں سرخ تھیں اور ہاتھ خشک کئے تھے۔ میں نے غلام سے کہا کہ اس کو میرے پاس لے آ۔ غلام گیا اور اس روسیہ کو اپنے ہمراہ میرے پاس لایا۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ اسے مرد تو کون ہے۔ کیا اہل کوفہ سے ہے۔ پھر میں نے اس کی روسیہ اور قبیح صورت ہونے کے متعلق سوال کیا۔ اس نے کہا اے جابرؑ تم مجھے نہیں جانتے البتہ میں تمہیں جانتا ہوں تم جابر بن عبد اللہ انصاری ہو۔ پھر اس نے اپنا نام بتلایا کہ میں بریدہ ابن وابل ہوں کنت جملاً لاب عبد اللہ الحسینؑ کہ میرا نام بریدہ ہے اور میں وابل کا فرزند ہوں اور میں حسینؑ ابن علیؑ کا جمال تھا اور سفر میں ہمراہ تھا پس جیسے ہی جابرؑ نے نام حسینؑ سنایا سختہ رونے لگے۔ پھر وہ ملعون کہنے لگا کہ اے جابرؑ ان ہوا ی قدا غلبتی واعانہ شقونی۔ وہ مرد و د کہتا ہے کہ مجھ پر ہوائے نصافی غالب آئی اور خدا نے اس عذاب میں مبتلا

کیا۔ حالانکہ امام عالی مقام دوران سفر میرے ساتھ مہربانی پیش آتے رہے ہیں۔ کتاب زہرۃ الیاض میں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اُنٹائے سفر کسی منزل میں شلوار اتاری۔ اور میری سپرد کی۔ فرایت تکتہ کانت اهداھا الیہ ملک فارس حین تزوج ابنتہ۔ شہر بانو میں نے دیکھا کہ اس شلوار میں ایک ازار بند زرد دوزی کا کام دار ہے کیسے آپ کی زوجہ شہر بانو کو ان کے والد بادشاہ یزدجرد نے دیا تھا۔ اور اس پر جو اہرات بڑے ہوئے تھے۔ ویشتی لھا الابصار۔ مناد و ذوقا و شرق اشراقا کبدر تھلا میں نے ہر چند کہ اس ازار بند کا حضرت سے سوال کروں مگر آپ کی ہیبت مانع رہی۔ پھر چاہا کہ کسی طرح اس کو چرائوں لیکن ایسا نہ کر سکا۔ یہاں تک ہم کربلا پہنچے اور شب عاشورا محرم کو امام حسینؑ نے سب خادموں کو آزاد کر دیا اور خلعت وغیرہ سے نوازا۔ اس وقت میرے دل میں اس ازار بند کے حاصل کرنے کی آرزو تھی مگر پوری نہ ہو سکی کتاب سماج الملوک میں ہے کہ میں نے کربلا سے مشرق کی طرف ایک گودی میں قیام کیا۔ یہاں تک کہ روز عاشورا ختم ہوا اور شام غریبان نمودار ہوئی۔ گیا رہوں شب کی تاریکی نے دنیا کو ڈھانپ لیا۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ حسینؑ شہید ہو گئے اور ان کی لاش زمین پر پڑی ہے۔

میکند شتم در میان قتلگاہ دیدم افتادہ بروین خاک شہ
سرجہ دار فلک و خون غلیظہ بود جسم صد چاک بر یک اسودہ بود
میراگز قتلگاہ میں ہوا دیکھا کہ لاش امام عالی مقام خاک پر پڑی ہے میں نزدیک پہنچا تو دیکھا کہ وہ ازار بند شلوار میں موجود ہے۔ میں نے چاہا کہ وہ ازار بند شلوار سے نکالوں پس جیسے ہی میں نے شلوار کو ہاتھ لگایا اور گرو کھولنے کی کوشش کی۔ ناگاہ حضرت

نے دست راست سے ایسا طمانچہ رسید کیا۔ یہ اس کا اثر ہے اور وہ شخص عذاب میں مبتلا ہے۔

کتاب زہرۃ الیاض میں ہے کہ اس ملعون نے آپ کے دائیں ہاتھ کی چھوٹی اونگی قطع کی اور انگشتی اتاری۔ علامہ مجلسی۔ بحار میں تحریر فرماتے ہیں کہ جمال ملعون نے آپ کے دودست ہاء مبارک قطع کر دیئے۔ اس وقت گویا یہ آواز آئی ہے

سار باناد دست من دست خدا است
دست حق را قطع کردن کی روا است
سار باناد دست من دست خدا کی است
یوسر گاہ حضرت پیغمبر است
جبرئیل امین دست را بوسیدہ است
مادوم زہرۃ یرخ مالیدہ است

یعنی کہ بے جمال ملعون۔ میرے ہاتھ۔ خدا کے ہاتھ میں اور دست ہاء خدا قطع کرنا کب جائز ہے میرے ہاتھ رسول خدا نے چومے ہیں اور میری ماں فاطمہؑ زہرا نے ان ہاتھوں پر اپنے رخسار مس کئے ہیں۔ شیخ فخر الدین نے کتاب منتخب میں فرمایا ہے کہ جمال ملعون نے امام مظلوم کے دونوں ہاتھ قطع کئے اس وقت آسمان سے ایک سخت آواز آئی اور لرزہ پیدا ہو گیا اور فی الفور اس کے دونوں ہاتھ خشک ہو گئے۔

سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔
جمال ملعون کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ نور کی مانند کوئی سواری آسمان سے نازل ہوئی اور قتلگاہ پر اتری جس کے چاروں طرف فرشتے تھے اس وقت میں نے دیکھا کہ

سواری سے یہ بزرگوار اترے یعنی کہ پیغمبر خدا، علی المرتضیٰ، فاطمہ زہرا۔ حسن مجتبیٰ صلوات اللہ علیہم اجمعین تشریف لائے ہیں۔ اس وقت رسول خدا نے کونہ کی سمت دیکھا اور دست مبارک دراز کیا تو آپ کے ہاتھ پر سر مبارک امام حسین اگیا اور جسد مبارک سے ملحق ہو گیا۔ اور آپ نے نانا کو سلام کیا السلام علیک یا جداء۔ آنحضرتؐ نے جواب سلام دیا وعلیک السلام یا قرۃ عینی۔ بعدہ امیر المومنین علیہ السلام سامنے آئے اور فرمایا وا حسرتاہ اے فرزند تجھے امت نے ذبح کر ڈالا پھر جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے حسینؑ کی بلائیں لیں اور فریاد کی وا حسرتاہ اے فرزند تو خاک و خون میں غلطان پڑا ہے۔ نہ گور و کفن ہے نہ تجھے دفن کیا ہے۔ شیخ طریحی تحریر کرتے ہیں امام حسینؑ نے عرض کیا اے نانا، اے بابا اور اے مادر گرامی اے بھائی "حس" مجتبیٰ میرے سارے جوانان قتل کر دیئے گئے۔ ہمارے خیام نارت کر دیئے۔ مال و متاع لوٹ لیا۔ اس وقت سیدۃ عالم باذن رسول خدا خون حسینؑ اپنے چہرہ پر ملا۔ پھر جبریل آئین آئے اور تعزیت ادا کی جمال کہتا ہے کہ پس اس وقت حضرت رسول خدا میری طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا اے ملعون تو نے میرے فرزند کے ساتھ بے مروتی کا ثبوت دیا ہے اور یا ساطم کیا ہے کہ دونوں ہاتھ قطع کئے۔ وہ کہتا ہے کہ رسول خدا نے میرے حق میں نفیر کی اور بد بختی نے مجھے گھیر لیا اور اب معذب صورت میں موجود ہوں۔

آنحضرتؐ اور انبیاء و مرسلین کا قتلگاہ میں

دار و موتنا

کتاب انوار تعانیہ اور کتاب نظم الزہراء میں طراح بن عدی سے روایت ہے

وہ کہتا ہے۔ کنت فی واقعۃ کربلا وقد وقع فی ضربات و طعنات فاختتنی بالجراح۔ یعنی کہ میں واقعہ کربلا میں موجود تھا۔ اور ہر کاب حضرت سید الشہداء علیہ السلام تھا کہ زخموں سے چور چور ہو کر گھوڑے سے زمین پر گرا۔ اور اسی حالت میں پڑا تھا کہ میں نے جاگتے ہوئے یعنی بہوش دیکھا کہ تقریباً آدمی سفید لباس پہنے ہوئے قتلگاہ میں وارد ہوئے جن سے مشک و عنبر کی خوشبو محسوس ہو رہی تھی میں نے خیال کیا شاید ابن زیاد ملعون ہو گا لیکن میں نے دیکھا کہ وہ انتحاس لاشیں سید الشہداء میں پہنچے ان میں سے ایک بزرگ نے اپنا دست مبارک کوفہ کی سمت بلند کیا۔ اور امام حسینؑ سر بریدہ دست مبارک میں اگیا۔ ان بزرگ نے وہ سر ملہر جسد امام حسینؑ سے ملحق کیا۔ اور امام حسینؑ زندہ ہو گئے۔ اور گریہ فرماتے ہوئے ان بزرگ سے اپنی مصیبتیں بیان کیں۔ ان بزرگوار نے فرمایا۔ یا ولدی قتلوک اتر اھم فاعرفوک ومن شرب الماء منعوک وما اشد جراتہم علی اللہ۔ یعنی کہ اے حسینؑ اے میرے فرزند تجھے اس قوم نے قتل کیا تجھے اس نے قتل کیا۔ تجھے نہ پہچانا یعنی تیری حرمت نہ کی۔ تجھ پر پانی بند کیا۔ تیری جراتوں کا اجر اللہ ہی ہے۔ پھر ان بزرگ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ جو ہمراہ نازل ہوئے تھے ارشاد فرمایا۔ یا ابا آدم یا ابا اسمعیل یا اخا موسیٰ یا اخا عیسیٰ مابرون ما صنعت الطغاة بولدی۔ یعنی اے ابا کریم آدمؑ واسمعیلؑ اور اے برادران موسیٰؑ و عیسیٰؑ آیا دیکھتے ہو کہ اس قوم جفا شعار میرے فرزند حسینؑ کے ساتھ کیسا ظلم کیا ہے لا انا لھم الشفاعة۔ میں ہرگز خدا سے ان کی شفاعت نہیں کروں گا۔ سب پیغمبران نے حسینؑ بن فاطمہؑ پر گریہ فرمایا۔ طراح بن عدی کہتا ہے کہ میں اس وقت سمجھا کہ یہ بزرگوار حضرت رسول خدا ہیں۔

کتاب الانوار میں ہے کہ فجعلوا یكون ویغدون النبی زمانا طویلا۔ میں نے دیکھا کہ تمام پیغمبران گریہ فرما رہے ہیں۔ اور رسول خدا کی خدمت اقدس میں تعزیت ادا کر رہے ہیں دھو صلی اللہ علیہ وآلہ یحشوا القرب علیہا اسہ وشیبہ الطاہرۃ۔ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بیٹھی خاک سارے انبیاء کی ریش ہاد مبارک اور سروں پر ڈالتے ہیں جو کہ انتہائی تعزیت کی نشانی ہے اور امام حسینؑ خود واقعات کہ بلا بیان فرما رہے ہیں (از مترجم) کیا امام حسینؑ خود یہ نفس نفیس ذاکر واقعات مصائب میں اور سامعین میں نبی دلی و فاطمہؑ حسرت اور انبیاء و مرسلین اور فرشتے شامل ہیں (یہاں تک کہ آنحضرتؐ پر غشی طاری ہو گئی۔ بعد عالم ارواح کو سب چلے گئے۔

خواب جناب ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

الشیخ طبری کتاب منتخب میں روایت کرتے ہیں کہ ام المومنین ام سلمہؓ ایک روز آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں حجرہ میں تشریف فرما تھیں۔ اس زمانہ میں امام حسینؑ علیہ السلام کمسن تھے اور آپ کی عمر تشریف تین سال تھی کہ خانہ ام سلمہؓ میں تشریف لے آئے۔ آنحضرتؐ نے دیکھا فرمایا۔ مرحبا بقرۃ عینی مرحبا بشہداء فواد ی یعنی کائے نور چشم اے سرور دل و جان مرحبا آؤ آؤ لے حسینؑ سرور جنت آؤ۔ امام حسینؑ نزدیک پہنچے آنحضرتؐ نے اپنی گود میں لے لیا۔ پھر امام حسینؑ آپ کے سینہ پر نور پر بیٹھ گئے ام سلمہؓ نے ان کو سینہ سے اتارنا چاہا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ لے ام سلمہؓ جدانہ کرو۔ ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ کوئی چیز آپ کے ہاتھ میں ہے اور آپ گریہ فرما رہے ہیں۔ میں

نے سبب حزن و ملال و گریہ دریافت کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ابھی جبرئیل ائین نازل ہونے اور انہوں نے مجھے یہ مٹی دی ہے یہ مٹی کربلا میں تربت حسینؑ کی ہے کہ جہاں حسینؑ قتل ہوگا اور دفن کیا جائے گا۔ پھر آنحضرتؐ نے وہ مٹی ام سلمہؓ کو دی اور فرمایا کہ اس کو حفاظت کے ساتھ رکھو۔ جس دن یہ مٹی خون ہو جائے سمجھ لینا کہ میرا حسینؑ قتل ہو گیا۔ جناب ام سلمہؓ ہر روز اس مٹی کو دیکھا کرتی تھیں پس جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پاۃ اور حسنؑ مجتنب دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اور امام حسینؑ نے سفر عراق اختیار کیا۔ یہاں تک کہ حرم کی دسویں تاریخ نمودار ہوئی۔ اور میں نے ہنگام عصر اس مٹی پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ مٹی خون ہو گئی ہے۔ مجھے یقین ہو گیا سبط رسول الثقلین حسینؑ بن فاطمہؑ شہید ہو گیا۔ تمام دن و رات گریہ و زاری میں گزارا۔ پھر میں نے کسی شب عالم خواب میں آنحضرتؐ کو دیکھا کہ تشریف لائے ہیں۔ ریش مبارک پر گرہ پڑی ہے رضاء مبارک آنسوؤں سے تر ہیں۔ سر مبارک پر خاک پڑی ہوئی ہے۔ میں نے رسول خداؐ سے دریافت کیا کہ کس واسطے آپ گریہ فرما رہے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ ام سلمہؓ میرا حسینؑ قتل ہو گیا میں کربلا سے آ رہا ہوں میں نے قبر حسینؑ کھودی ہے۔ میں خواب سے بیدار ہوئی اور وحیہا کی صدائیں بلند ہوئیں میں نے فریاد کی فوائد قتل الحسینؑ۔ مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ اسی روز کو تو اپنے بال و پر خون امام حسینؑ میں رنگیں کر کے خانہ صغریٰ پر وارد ہوا اور اس نے میح کر کے قتل حسینؑ کی خبر دی ہے۔ اور مدینہ میں ایک کہرام برپا ہو گیا ہے۔

فرزندانِ مسلم کی شہادت

علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ کتاب بحار میں از مناقب روایت کرتے ہیں کہ محمد بن یحییٰ دہلی کہتا ہے لما قتل الحسين بن علي بكر بلا هرب علامان من عسكر عبید اللہ زباد۔ کہ جب حضرت امام حسینؑ کو بلا میں روز عاشورا شہید ہو گئے۔ اور آپ کے اہلحرم اسیر ہو گئے تو حضرت جعفر طیار کے دو فرزند لشکر عمران سعد ملعون سے بھاگ نکلے۔ ان میں سے ایک کا نام ابراہیمؑ دوسرے کا نام محمد تھا اس وقت کہ جب لشکر اعدا لوٹ مار اور غارت گری میں تھا یہ دونوں طفل نسات اٹھ رہے تھے اور یہ لشکر عمر بن سعد کی حراست میں تھے کہ وہاں سے نکلے اور صحرا کا رخ کیا۔ تقصیر کو فرہ پہنچ گئے۔ ایک کنوئیں ایک عورت پانی بھر رہی تھی کہ اس نے دیکھا کہ دو چاند سے طفل سو رہے ہیں یا یہ ہوشیں ہیں۔ یہ حیرت میں رہ گئی کہ کون میں اس ضیعفہ پاس جا کر ان سے دریافت کیا کہ تم کون ہو۔ یہاں کیسے آئے ہو۔ بچوں نے لڑتے ہوئے جواب دیا کہ ہم اولاد جعفر طیار ہیں۔ ہم سلطان دین و دنیا امام حسینؑ کے ہمراہ کر بلا میں تھے۔ حسینؑ شہید ہو گئے اور جب ظالموں نے خیام کو برباد و تاراج کیا تو ہم لشکر عمر بن سعد کی حراست میں تھے کہ موقعہ پاکر وہاں سے نکل کھڑے ہوئے اور یہاں کو قہ میں وارد ہوئے ہیں۔ وہ ضیعفہ متاثر ہوئی اور بچوں کو اپنے گھر لے آئی ایک روز وہ دونوں نوہال نماز شب سے فارغ ہوئے تو آپس میں کہنے لگے کہ بھائی جان اب ہماری زندگی کی یہ آخری شب ہے

اس کے بعد مظلوم ہمیں صبح دیکھنا نصیب ہو یا نہ ہو۔

شہر ولد الحرام یا خونِ ملعون کا سر طہر امام حسین علیہ السلام

کو قہ لے جانا

جب روز عاشورا ہنگام عصر امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے تو آپ کے مبارک جسم طہر سے جدا کیا گیا اس وقت عمران سعد ملعون نے کہ سر امام حسینؑ کو ابن زیاد نہاد کو دیر کیا جائے اور ہم اہلحرم حسینؑ کو قیدی بنا کر عقب میں پہنچیں گے۔ صاحب تبر مذاب کہتے ہیں۔ لما حمل الشمر راس الحسين جعله في مخلعة وذهب به الى منزله۔ کہ شمر نے سر مبارک جدا کرنے کے بعد اسے مخلات میں رکھا مخلات کہتے ہیں وہ تو بڑے کہ جس میں دانہ بھر کر گھوڑے کے موہنے پر چڑھاتے ہیں (وا حسرتنا) اور سر مبارک کو اولاد اپنی منزل میں لے گیا۔ اور بعدہ کو قہ روانہ ہوا۔ بعض کتب میں وارد ہوا ہے کہ وعلقہ علی فرسہ کہ سر طہر کو اپنے گھوڑے کی گردن میں اوڑھان کیا۔ اور بڑی تیزی کے ساتھ کو قہ روانہ ہوا۔ کہ بلا سے کو قہ کوئی دس فرسخ کی مسافت پر ہے اس ملعون نے بڑی تیزی کے ساتھ مسافت طے کی۔ روایت ہے کہ مسافر وہ ملعون تیزی کے ساتھ گھوڑے کو دوڑاتا اسقدر ہوا تلیک ہوتی جاتی تھی۔ تاریکی قضا راہ کو فرہ چھائی ہوئی تھی کہ سر طہر سے اولاد آئی کہ اسے ملعون تو نے سر کو جسم مبارک سے جدا کیا۔ امام حسینؑ کے سر مبارک نے فرمایا یا شمر یا شقی الا شقیاء یا عدا و اللہ ورسولہ فرقت بین راسی وجدی فرق اللہ بین لجمک وعظمتک وجعلک لکلاً للعلیین اے دشمن خدا و رسول تو نے سر اور جسم کے

درمیان جدائی ڈال دی خدا تیرے گوشت اور تیری استخوان میں جدائی ڈالے۔ شرح شافعیہ میں مذکور ہے کہ حیران نامی شخص کہتا ہے کہ میں اس روز شمر کے ساتھ ساتھ ہمسفر تھا۔ اور میں نے سر امام حسین سے وہ آواز سنی کہ جو ذکر کی گئی ہے۔ شمر ملعون نے فوجہ العین سوطاً کان معہ بید و لم یزل یضرب الراص (واہ مصیبت آہ) کہ اس ملعون نے سربارک پر تازیانہ مارا اس وقت سربارک سے آواز آئی لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ صاحب تبریز نے واقعی سے روایت کی ہے کہ جب شمر ملعون سر امام حسین علیہ السلام کو اپنے گھر لایا ہے کیونکہ اس وقت وہ ابن زیاد کے پاس نہیں پہنچ سکتا تھا۔ پس شمر ولد الحرام نے دجلہ علی اجابہ کہ سربارک کو مٹی کے مرتبان میں رکھا۔ اور اس پر سرپوش رکھ دیا اور وہ ملعون سو گیا۔ اس کی زوجہ شب کو اٹھی فرات نوراً مسلطاً الی السماء دیکھا کہ ایک نور اس جگہ سے آسمان تک ظاہر ہو رہا ہے۔ اور آواز گریہ و بکا اس مرتبان کے پاس سے آرہی ہے جیسے کوئی مال اپنے فرزند کے لیے رو رہی ہے۔ وہ صیغہ شمر ولد الحرام کے پاس آئی اور سارا واقعہ بیان کیا۔ پھر دریافت کیا کہ اس میں کس کا سر ہے اس ولد الحرام نے کہا کہ (معاذ اللہ) ایک خارجی کا سر ہے۔ اس صیغہ نے نام دریافت کیا تو کہا کہ حسین ابن علیؑ پس جیسے ہی صیغہ نے امام حسین ابن علیؑ سنا۔ ایک پیچ ماری اور روتے روتے یہ ہوش ہو گئی۔ جب ہوش میں آئی تو کہا اے یہودی تو نے فرزند رسول خدا کو قتل کر دیا۔ پھر اس مومنہ نے دوسری عورت کو خبر دی اور بلایا کہ اس غریب پر گریہ کریں اور ماتم حسین کریں۔ جب آخر شب وہ صیغہ سو گئی خواب میں دیکھا کہ اس کے مکملی کا معین وسیع ہو گیا ملائکہ نازل ہو رہے ہیں جو بصورت مرغان سفیدہ میں یعنی سفید پرندوں کی صورت میں ہیں۔ پھر جناب ظہر

السیّد کتاب لہوف میں تحریر کرتے ہیں کہ فہم ان عبد بن سعد بحث براس الحسین فی ذلک الیوم وهو یوم عاشوراء مع خولی بن یزید الاصبحی وحمید بن مسلمہ الازدی الی عبید اللہ بن زیاد۔ یعنی کہ عمر بن سعد ملعون نے سر امام حسینؑ کو دیا۔ اور کوفہ روانہ کیا حمید بن مسلمہ نے بھی ایسا ہی نقل کیا ہے۔ اور باقی شہداء کے سربارک شمر بن ذی الجوش ملعون لے گیا ہے۔ اس کے ہمراہ قیس بن اشعث اور عمرو بن حجاج ملعون بھی گئے ہیں باقی قافلہ گیارہویں محرم کو بعد ظہر کوفہ روانہ ہوا ہے۔

شیخؒ نے اپنی کتاب الارشاد میں تحریر فرمایا ہے کہ سر امام حسینؑ کو کوفہ لے کر خولی ملعون گیا ہے۔ ایسا ہی محمد ابن ابی طالب نے کتاب مناقب میں لکھا ہے۔

درمیان جدائی ڈال دی خدا تیرے گوشت اور تیری استخوان میں جدائی ڈالے۔ شرح شافعیہ میں مذکور ہے کہ حیران نامی شخص کہتا ہے کہ میں اس روز شمر کے ساتھ ساتھ ہمسفر تھا۔ اور میں نے سر امام حسین سے وہ آواز سنی کہ جو ذکر کی گئی ہے۔ شمر ملعون نے فوجہ العین سوطاً کان معہ بید و لم یزل یضرب الراص (واہ مصیبت آہ) کہ اس ملعون نے سربارک پر تازیانہ مارا اس وقت سربارک سے آواز آئی لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ صاحب تبریز نے واقعی سے روایت کی ہے کہ جب شمر ملعون سر امام حسین علیہ السلام کو اپنے گھر لایا ہے کیونکہ اس وقت وہ ابن زیاد کے پاس نہیں پہنچ سکتا تھا۔ پس شمر ولد الحرام نے دجلہ علی اجابہ کہ سربارک کو مٹی کے مرتبان میں رکھا۔ اور اس پر سرپوش رکھ دیا اور وہ ملعون سو گیا۔ اس کی زوجہ شب کو اٹھی فرات نوراً مسلطاً الی السماء دیکھا کہ ایک نور اس جگہ سے آسمان تک ظاہر ہو رہا ہے۔ اور آواز گریہ و بکا اس مرتبان کے پاس سے آرہی ہے جیسے کوئی مال اپنے فرزند کے لیے رو رہی ہے۔ وہ صیغہ شمر ولد الحرام کے پاس آئی اور سارا واقعہ بیان کیا۔ پھر دریافت کیا کہ اس میں کس کا سر ہے اس ولد الحرام نے کہا کہ (معاذ اللہ) ایک خارجی کا سر ہے۔ اس صیغہ نے نام دریافت کیا تو کہا کہ حسین ابن علیؑ پس جیسے ہی صیغہ نے امام حسین ابن علیؑ سنا۔ ایک پیچ ماری اور روتے روتے یہ ہوش ہو گئی۔ جب ہوش میں آئی تو کہا اے یہودی تو نے فرزند رسول خدا کو قتل کر دیا۔ پھر اس مومنہ نے دوسری عورت کو خبر دی اور بلایا کہ اس غریب پر گریہ کریں اور ماتم حسین کریں۔ جب آخر شب وہ صیغہ سو گئی خواب میں دیکھا کہ اس کے مکملی کا معین وسیع ہو گیا ملائکہ نازل ہو رہے ہیں جو بصورت مرغان سفیدہ میں یعنی سفید پرندوں کی صورت میں ہیں۔ پھر جناب ظہر

اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ خولی نے سر مبارک تنور میں رکھا تھا۔

علامہ مجلسی بحار میں اور صاحب کامل السیفہ و صاحب مناقب و ابن نما لکھتے ہیں کہ ابو جنت کہتا ہے کہ ان عبد بن سعد لما رفع الراس الى الخولى الاصبغى ليحمله ابى ابن زياد اقبل به خولى ليلا فوجد باب القصر مغلقا فاقى به الى منزله۔ ابن سعد ملعون نے سر مطہر امام حسینؑ خولی کے حوالہ کیا کہ وہ اس کو ابن زیاد ملعون کے پاس لیجائے وہ ملعون جب سر مبارک لے کر کوثر پہنچا تو شب کا وقت تھا اور ابن زیاد کے قمر کا دروازہ مقفل ہو چکا تھا در قمر خراب بند ہو چکا تھا وہ خانہ خراب سر مبارک لے کر اپنے گھر پہنچا اور اس کو تنور میں رکھ دیا۔ اور خود اپنے حجرے میں جا کر سو گیا۔ خولی ملعون کی دو بیویاں تھیں ایک کا نام اسدیہ دوسری کا نام خضر میہ تھا۔ حجرہ خضر میہ کے اس کا نام غوارا تو ان تھا وہ خولی سونے لگا تو اس صغیفہ نے پوچھا کہ اسے خولی تو کہاں تھا اور تو کیا چیز لایا ہے۔ اس نے کہا یہ سر فرزند پیغمبر خدا حسین بن علی ہے جو میں لایا ہوں صبح دم ابن زیاد کو پیش کر دل کا اور انعام حاصل کر دل گا۔ اس صغیفہ نے سنا تو کہنے لگی داسے ہوتھ پر سر بریدہ حسین ابن علی لایا ہے کہ ابن زیاد سے انعام لے میں تیرے پاس ہرگز نہیں رہوں گی۔ یہ کہہ کر اس مومنہ نے گریہ و زاری شروع کی۔ اس وقت اس ملعون نے اپنی دوسری زوجہ زن اسدیہ کی طرف رجوع کیا اور اس کے کمرہ میں بستر پر سو گیا۔ خولی ملعون کی زوجہ خضر میہ نے کہا واللہ انظرالى نوسر ساطع مثل العمود يسطمع من الاجابة التي فيهما راس الحسين عليا السلام۔

بتحہ لگانہ میں نے دیکھا کہ ایک نور تنور سے ساطع ہوا اور آسمان تک پہنچا پھر میں نے دیکھا کہ کچھ سفید پرندے آسمان سے نازل ہوئے اور اس تنور کے گرد طواف

کرنے لگے۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ صبح ہونے تک اس تنور سے قرآن خوانی کی آواز آتی رہی۔ اور وہ قرآن خوانی اسی پر آیت پر ختم ہوئی۔ سيعلم الذين ظلموا اي منقلب ينقلبون۔۔۔۔۔۔ لا لعنة الله على القوم الظالمين۔

کتاب روضۃ الشہداء اور تاریخ دینوری میں ہے اس طرح مفسور ہے کہ عمر ابن سعد نے خولی اصبحی کو طلب کیا اور خولی اصبحی کو دیا کہ وہ کوثر لیجائے اور ابن زیاد کو پیش کرے وہ بد بخت جب کوثر پہنچا تو شب ہو چکی تھی اور در قمر ابن زیاد ملعون بند ہو چکا تھا۔ خولی کا مکان شہر کوثر سے باہر تھا اس کی ایک زوجہ مومنہ تھی جو کہ انصار کے قبیلہ سے تھی۔ خولی ملعون چاہتا تھا کہ یہ عورت محب اہلبیت ہے اس نے سر امام حسینؑ کو اس سے پوشیدہ طور پر ایک تنور میں رکھ دیا۔ اور خود حجرہ میں جا کر آرام کرنے لگا اس صغیفہ نے پوچھا کہ کچھ دنوں تک کہاں رہا۔ اس نے کہا کہ یزید بن معاویہ کا ایک باغی تھا۔ اس پر ابن زیاد نے چڑھائی کی تھی اس سے جنگ ہوئی اور وہ قتل ہو گیا اس مومنہ نے نام دریافت کیا تو اس نے کہا کہ نام پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ غرض کہ خولی ملعون سو گیا۔ اس مومنہ نے دیکھا کہ اس کا صحن مکان روشن ہے اس نے خیال کیا کہ شاید صبح ہو گئی ہے وہ باور چہ خانہ کی طرف چلی کہ ناشتہ تیار کرے اس نے دیکھا کہ تنور سے ایک نور ساطع ہو رہا ہے اور آسمان تک جلا رہا ہے وہ حیران رہ گئی کہ تنور میں کیا چیز ہے وہ یہ منظر دیکھ کر بے ہوش ہو گئی اور عالم مدہوشی میں دیکھا کہ جناب سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا تنور کے پاس تشریف لائی ہیں تنور کا مومنہ کھولا اور سر مبارک کو بوسہ دیا اور گریہ فرمایا۔ ولدی ولدی یا حسین ایہا الشہید ایہا المظلوم قتلك و ماعذ فوك ومن شرب الماء منوك۔ یعنی اے میرے

فرزند حسینؑ تجھے مظلوم بنا کر شہید کیا اور تجھ پر پانی بند کر دیا۔ شہید ثلاث علیہ الرحمة کتاب مجالس میں فرماتے ہیں کہ خولیؑ کی زوجہ نے دیکھا کہ ان خاتون نے سر مٹھر کو اپنے زانو پر رکھا اور اپنے مقنعہ کے گوشے سے خاک و خون کو صاف کیا۔ اور فرمایا۔
ضاقک عیدک الارض بر حیمھا۔ کہ اے بیٹا حسینؑ زمین خدا تیرے لیے تنگ ہو گئی۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ وہ عورت جب ہوش میں آئی تو نور کے پاس گئی دیکھا کہ اس میں سر امام حسینؑ رکھا ہوا ہے۔ پھر بیہوش ہو گئی اور عالم مدہوشی میں آواز سنی کہ اے ضعیفہ تو نے سیدۃ عالم ہدیجۃ الکبریٰ۔ مریمؑ کو دیکھا۔ وہ ضعیفہ اٹھی اور سر مٹھر کو دھویا اور گرد و خاک دور کی۔ القاس دعا برائے موفات کتاب و مترجم۔

خولی ملعون اصبحی کا سر امام حسینؑ ابن زیاد کو پیش کرنا

جب گیارہویں محرم کی صبح نمودار ہوئی۔ اہل محرم کا نہ کوئی نمونہ وغیرہ تھا اور نہ کوئی یاد و ناصرتھا علی اکبرؑ نہ عباسؑ نہ عونؑ و محمدؑ نہ قاسمؑ سب ہی لگے گئے مقل میں سو رہے تھے۔ اور ادھر خولی ملعون خواب سے بیدار ہوا۔ نور کے پاس آیا۔ سر مٹھر کو باہر نکالا۔ اور ایک طبق میں سر مبارک رکھا۔ اور دارالامارہ کی طرف چلا۔ قہر پر پہنچا اس وقت عید الشہدینؑ زیاد بن نہاد تخت پر بیٹھا ہوا تھا کہ خولیؑ سر امام حسینؑ لے کر حاضر دربار ہوا۔ اور ابن زیاد ملعون کے خادم طلائی لٹشت لے کر آئے اس میں سر امام مظلوم شہید کو بٹا رکھا اور ابن زیاد کو ہدیہ کیا۔ اس ملعون نے اشارہ کیا کہ سر حسینؑ کی سخت پر رکھ۔ تاکہ میں سر حسینؑ سے باتیں کروں۔ خولی ملعون نے سر مبارک تخت پر رکھا اور سامنے کھڑے ہو کر کہا ایھا الامیر اعطی الجائزۃ کا میراب

تو انعام عطا کر طبریؑ اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ خولیؑ نے اس وقت جب کہ انعام طلب کیا تو کہا کہ میں نے بہترین نسب والے شخص کو قتل کیا ہے۔ علامہ کتاب الریاض میں لکھتے ہیں کہ جب ابن زیاد ملعون فارغ ہوا تو خادم سے کہا کہ سر حسینؑ لاؤ۔ اس وقت اس ظالم و دیدین کے پاس ایک چوبدستی تھی جو وہ اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا۔ اور ایک تلوار بھی اس کے پاس تھی۔ سر مبارک اس کے سامنے رکھا گیا تو اس ولد الحرام نے اس چوبدستی سے بے ادبی کی اور لب ہار مبارک کھول کر وہ چوبدستی دندان مبارک پر لگائی۔

شیخ صدوقؑ نے بھی امالی میں اس بات کا ذکر کیا ہے۔ شیخ مفیدؑ نے کتاب الارشاد میں لکھا ہے کہ زید بن ارقم صحابی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجلس ابن زیاد میں موجود تھے۔ وہ عربی و مدنی اور بزرگ صحابی تھے۔ جب اس صحابی رسولؑ نے اس حرام زادے کی یہ جرات دیکھی اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا اے ابن زیاد ملعون واللہ الذی لا الہ الا هو قتلے وعدہ لا شریک لہ کی قسم میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لمبوں کے بوسہ لیتے تھے۔ اور تو بے ادبی کر رہا ہے یہ کہہ کر آپؑ باواز بلند گریہ کرنے لگے۔ ابن زیاد ملعون نے اس وقت کوئی تعزیر نہیں کیا۔ کتاب عمدۃ المطالب میں ہے کہ زید بن ارقمؑ گریان و نالہ کنان قصر ابن زیاد سے اٹھ آئے اور اہل کوفہ سے کہا وائے ہو تم پر کہ حسینؑ بن فاطمہؑ کو شہید کر دیا اور ابن زیاد یہ گستاخی کر رہا ہے کہ آپ کے لبائے مبارک پر چوبدستی لگا رہا ہے۔

علامہ مجلسیؑ کتاب بحار میں از سجد بن معاذ و عمرو بن سہیل سے کہ جو اس

وقت ابن زیاد میں موجود تھے نقل کرتے ہیں کہ ابن زیاد سر مطہر امام حسینؑ سے بلایا کرتا رہا۔ شیخ صدوق نے امالی میں بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ اسی شہر آشوب نے مناقب میں بھی لکھا ہے کہ ابن زیاد نے کہا کہ میں نے نیک خوئی اور ایسا خوب حسن نہیں دیکھا جیسا کہ سر حسینؑ ابن علیؑ میں ہیں۔ اس وقت انس بن مالک کھڑے ہو گئے اور فرمایا اے ابن زیاد رسول خداؐ بھی اسی شکل و شمائل کے تھے۔ ایک دوسرے شخص نے کہا بہت خوب اے امیر۔ کیا خوب تو نے شبیر رسول خداؐ کے بلے مبارک پر خوب دستی لگائی ہے گویا کہ ابن رسول خداؐ کے ساتھ لے ادبی کر رہا ہے ابن زیاد بے ادبانہ گفتگو کر رہا تھا کہ ایک مرتبہ سر امام حسینؑ نے انھیں کھولیں اور اس مردود کو از روئے غضب دیکھا۔ اس وقت اس ملعون پر مہبت طاری ہو گئی۔ جسم تجس میں ریشہ پیدا ہو گیا۔ ہوش و حواس پر انگڑ ہو گئے معین الدین ابوالمفاخر سے نقل کرتے ہیں کہ امام حسینؑ کے سر مطہر سے ایک قطرہ خون اس کی ران پر گرے۔ اس کا گرنا تھا کہ اس بد نہاد کی ران میں سوراخ ہو گیا۔ اور اس حوامر نے کی ران میں اس قدر سوزش اور تکلیف ہوئی کہ وہ مضطرب و پریشان ہو گیا۔ شرح طریخی کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ راوی کہتا ہے کہ میں اس وقت دربار ابن زیاد میں موجود تھا کہ جب اس ملعون نے سر امام حسینؑ سے ادبی کی تو میں نے دیکھا۔ نایت ناراقہ خروجت من القصر کا دت مخزوقہ میں نے دیکھا کہ آگ نے اس کے دوقصر سے آئی نزدیک تھا کہ آگ قصر کو خاکستر بنا دے بعض دوسری روایت میں ہے کہ آگ نے نصف قصر کو جلا کر خاک کر دیا۔ اس وقت وہ ولد الحرام قصر سے دوسری جگہ منتقل ہو گیا کتب بحار میں عبد الملک بن کردوس سے روایت وارد ہوئی ہے کہ ابن زیاد آگ دیکھ کر مشتعل ہو گیا۔ اور آستین پڑھالی یہاں تک کہ آگ ختم ہو گئی۔

اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ اے دربان کیا تو نے وہ آگ دیکھی ہے۔ اس نے کہا کہ بے شک میں نے وہ آگ دیکھی ہے ابن زیاد نے کہا کہ اس کو ہرگز ظاہر نہ کرنا۔ شرح شافینہ میں ہے کہ جب سر مطہر امام حسینؑ دربار میں لایا گیا اور ابن زیاد کو پیش کیا گیا اس نے سر مبارک سے بے ادبی کی اس وقت آگ نمودار ہوا اور ابن زیاد اس آگ کو دیکھ کر خائف ہوا اور قصر سے چلا گیا۔ اس وقت آپ کے سر مطہر سے آواز آئی آپ نے فرمایا۔ این تمرب من النار یا ملعون لمن عجزت منک فی الدنیا فانھا فی الآخرة منواک۔ یعنی اے ملعون کہاں بھاگ کر جائے گا اگر آگ سے اس دنیا میں بھاگ سکتا ہے تو آخرت میں آتش جہنم سے نہ بھاگ سکے گا جو کہ تیرا ٹھکانا ہے۔

صاحب تبر مذاب لکھتے ہیں کہ جب ابن زیاد ملعون کی ماں کو اس آگ اور بیٹے کی اس گستاخانہ حرکات کا علم ہوا تو اس نے دیکھا کہ ابن زیاد غائب ہو گیا ہے بھاگ گیا ہے۔ اور ایک گوشہ میں بیٹھا ہے رنگ فق ہو گیا ہے مرجانہ والدہ ابن زیاد نے کہا اے بد نہاد کہ پسر رسول خداؐ کو قتل کیا اور خوشیاں مندا رہا ہے نف ہے تجھ پر زن زانیہ بھی اس کے ان افعال شنیعہ سے بیزار تھی سيعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

شکر عمر ابن سعد کی کربلا سے کوفہ روانگی اور تقسیم

سرباء شہداء

صاحب کتاب البیان تحریر فرماتے ہیں۔ لما اصبح عمر بن سعد فی کربلا

بخیلہ درجلہ والنصار و اعوانہ و شمر و سنان یعنی کہ جب صبح گیارہویں محرم نمودار ہوئی تو عمر بن سعد ملعون خواب غفلت سے بیدار ہوا۔ اور اپنے خیمہ کے صدر دروازہ پر اپنے انصار و اعوان و یار و مددگار شمر و سنان وغیرہ کے ساتھ کرسی پر بیٹھا۔ ادھر اس کا لشکر خوشیاں منا رہا تھا اور ادھر یہ عالم کہ سہ

ہمہ آغشتہ در خون شاہ شکر

حرم شہ اسیر قوم کافر

کہ مقتل میں سید الشہداء اور تمام لشکر حق خاک و خون میں غلطان پڑ ہوا ہے اور ابھرم شاہ مظلوم اسیر ہو چکے ہیں کہ عمر ابن سعد نے حکم دیا کہ شہداء کے سر باہر بیدہ حاضر کئے جائیں شہداء کے سر باہر مبارکہ جسد سے جدا کر کے پیش کئے گئے کتاب ہوف میں ہے کہ عمر ابن سعد ملعون نے قیس بن اشعث اور عمرو بن حجاج کو طلب کر کے کہا کہ سر باہر شہداء کو فہ بجاؤ۔ اور امیر کوفہ ابن زیاد ملعون کو ہدیہ کرو۔ اور اس کے عون اُس سے زور مال حاصل کرو۔ اس پر قبائل کوفہ کے مختلف لوگ کہنے لگے کہ ہم بھی رئیس و سردار قبائل میں ہمیں بھی یہ شرف ملے کہ سر باہر شہداء ابن زیاد کو پیش کروں عمر ابن سعد ملعون نے ان کی بات قبول کر لی۔ اور سروں کو تقسیم کیا۔ محمد ابن ابی طالب الموسوی تحریر کرتے ہیں کہ سر باہر بیدہ اٹھتر تھے جنہیں مختلف قبیلوں کے سرداروں کو دیا کہ وہ ابن زیاد کے دربار میں تقرب حاصل کر سکیں۔ قبیلہ کندہ کو تیرہ سر باہر شہداء دے گئے ان کا سردار قیس بن اشعث تھا۔ گردہ ہوازن کو بارہ سر باہر شہداء دیئے ان کا سردار شمر ذی الجوش ملعون تھا قبیلہ بنی تمیم کو سترہ سر باہر شہداء دیئے اور دوسرے لشکر کی لوگوں کو تیرہ سر باہر شہداء دیئے اور تمام سرداروں نے سر باہر شہداء نیزوں پر بلند کئے اور کوفہ کو روانہ ہوئے۔ راوی حضرت

لکھتے ہیں کہ عمر بن سعد ملعون نے گیارہویں محرم کی دوپہر تک کربلا میں قیام کیا اور بعد ظہر کوفہ روانہ ہوا۔ اس مردود نے اس لیے دوپہر تک قیام کیا کہ اولاً سر باہر شہداء تقسیم کئے۔ دوم اپنے لشکر کے کشتہ ہار جس کو سپرد خاک کیا یسے شہداء کی لاشوں پر گھوڑے دوڑانے کا انتظام کیا یہ بھی روایت ہے کہ اس بد تہاد نے ازرق کو دفن کیا اور لاش حضرت عباس علیہ السلام کنارہ نہر بڑی رہی۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ فجمہ قتلاء فضلی علیہم و د فتمہ و ترک

الحسین واصحابہ منبذین وارد ہوا ہے کہ ایک گروہ از بنی ریاح آیا اور عمر ابن سعد ملعون سے کہا کہ تخر بن یزید ریاحی ہمارا قریب تدار ہے۔ اس کی لاش ہمیں دی جائے کہ اسے دفن کریں ابن سعد نے ان کو لاش حرد دفن کرنے کی اجازت دی۔ لیکن لاش ہار شہداء کو دفن کرنے کی اجازت نہیں دی۔ البتہ لاش ہار شہداء پر گھوڑے دوڑائے گئے۔ واہم سرتاہ واہ مصیبتاہ۔

عمر بن سعد ملعون اور شکر بیدین کی کربلا روانگی

اور اسیری اہل محرم

روایات معتبرہ سے واضح ہوتا ہے کہ عمر بن سعد ملعون محرم کی گیارہویں تاریخ بعد ظہر کربلا سے مع لشکر کوفہ روانہ ہوا۔ لشکر میں مدائے بلند ہو رہی تھی اور اہل محرم حبشی کہ جن میں پڑھتے مختارات اور بچے شامل تھے اور ایک سید سجاد دھوپ میں زمین پر بیٹھے ہوئے تھے اور قریب آدھ دو کیکا بلند ہو رہی تھی۔ اور جناب زینب خاتون مقتل کی طرف رخ کر کے فرما رہی تھیں بھتیہ حسین اب زینب اسیر

ہے اور تم قتل میں سو رہے ہو۔ اس اثناء میں ساریاں لوگ شتران برہنہ لے کر آئے فاطمہ بنت الحسین نے جب شتر برہنہ دیکھے تو فرمایا یا عمتا فدیوا الاجمال وارتحلوا والراس یقدمہم والدمع مشہود۔ اسے چھو بھی مال ذرا دیکھئے تو سہی ہمارے واسطے شتران بے کجاوہ لائے گئے ہیں۔ جناب زینب خاتون فرماتی ہیں کہ اس وقت عابد بیمار کا سر میرے زانو پر تھا۔ امام زین العابدین نے مجھ سے فرمایا کہ اے چھو بھی مال شتران بے کجاوہ دیکھتی ہو۔ ان اونٹوں کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے ہیں اور یہ دوسرے اونٹوں سے کہہ رہے ہیں کہ ہم آل رسول اور فاطمہ کی بیٹیوں کو لے کر جائیں گے۔ آہستہ آہستہ چلتا ایسا نہ ہو کہ کوئی سواری زمین پر گر پڑے اور میں علی ونبی سے شرمندہ ہوتا پڑے یہ بھی وارد ہوا ہے کہ شکستہ ولبوسیدہ مجلس بھی لائی گئیں اور الحرم کی مخدعات اور بچے ان میں سوار ہوئے اور ان کو ملائین قتل کی طرف سے لے کر چلے۔ اس وقت الحرم کا عجب حال تھا۔ خدا حافظ کی صدائیں بلند تھیں اور لاش ہمارے شہداء زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ روایت ہے کہ جب اسیروں کا قافلہ روانہ ہوا تو جناب کلثومؑ کو نہ پایا۔ الحرم میں اس سے ایک شور مچا دیا گیا ہوا۔ اور کنار نہر سے رونے کی آواز آئی جناب زینب نہر کی طرف گئیں دیکھا کلام کلثومؑ لاش حضرت عباس علیہ السلام پر گر رہا ہے ہی ہیں آپ نے ام کلثومؑ کو لاشہ سے اٹھایا اور اپنے ساتھ لائیں آپ سوار ہوئیں اور قافلہ روانہ ہوا۔ اللہ اللہ مشکل کشاء و عقدہ کشاء کی بیٹیاں اسیر ہو کر کوثر جا رہی ہیں۔

روایت ہے کہ عمر ابن سعد ملعون نے حکم دیا کہ اسیروں کو جلد سوکرایا جائے۔ اے شیعو! کون سوار کرتا نہ عباسؑ ہیں نہ علیؑ نہ قاسمؑ ہیں نہ عونؑ و محمدؑ نہ الحرم ان کو

سوار نہیں کرا سکتا۔ جب یہ لوگ آگے بڑھے کہ سوار کرائیں تو حضرت زینبؑ نے حالت غضب میں فرمایا کہ دور ہو جاؤ ہم آل رسول میں ہمیں کوئی نا محرم ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ راوی کہتا ہے کہ زینبؑ خاتون نے کچھ اسے جلال و غضب میں ان سے کہا کہ وہ سب کے سب دور چلے گئے۔ اور زینبؑ و ام کلثومؑ نے تمام الحرم کو سہارا دے کر اونٹوں پر سوار کیا۔ اور جب حضرت زینبؑ ہمارے گئیں تو کوئی سوار کرنے والا نہ تھا۔ خدا ہی جانتا ہے کہ آپ کیونکر سوار ہوئیں میں تو یہ سمجھتا ہوں۔ یقین رکھتا ہوں کہ شاہ نجف نے نجف سے آکر اپنی بیس بیٹی کو سوار کیا ہو گا یا عباسؑ نہر فرات سے آئے ہوں گے اور بہن کو سوار کیا ہو گا اکثر راویوں نے نقل کیا ہے کہ لشکر عمر بن سعد نے نیزہ اور تازیانہ کے ساتھ سوار کیا ہے یعنی یہ بد ہنماذیتیں پہنچاتے تھے۔ اور الحرم چاروں چار سوار ہوتے تھے اس وقت جناب سیکتہ بنت الحسین کی زبان گویا پر یہ الفاظ جاری تھے سے

بابا بنگر سوز دل و چشم میرا

از کوئی تو عازم بسوئے شام خرام

یعنی اے بابا ہماری روتی ہوئی آنکھوں اور دل کی تڑپ دیکھئے اب ہم آپ کے کوچہ سے شام روانہ ہو رہے ہیں۔ اور سید سجاد طوق و زنجیر میں گرفتار سالقاقلہ الحرم تھے زیارت ناحیہ مقدسہ میں وارد ہوا ہے کہ اس قوم بے حیا کے سید سجادؑ کے ہاتھ لیں گردن سے باندھ دیئے تھے۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ آپ کے پاؤں بادلک اونٹ کے شکم سے باندھ دیئے تھے سید نعمت اللہ جو اثری نے ایک واقعہ صحیح کیا ہے کہ جناب سیکتہ خاتون نے یزید پلید سے کہا کہ میں نے گذشتہ شب عالم خواب میں اپنی جدہ ماجدہ فاطمہ زہراؑ کو دیکھا انہوں نے مجھ سے واقعہ کربلا بیان کیا

کیا۔ میں نے بیان کیا پس آپ نے مجھ سے میرے بیمار بھائی کی علالت کا حال دریافت کیا۔ میں نے عرض کیا اے دادی صاحبہ۔ کیا حال پوچھتی ہو۔ بھائی سجاد بیمار تھے اور اکثر ان ملعونوں نے ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اور اے دادی صاحبہ اگر تم موجود ہوتیں تو دیکھتیں کہ بیمار کو کس طرح اونٹ پر سوار کیا ہے اور کس طرح ان کو لوق و سلاسل پہنائے ہیں۔ اور اے جدہ محترمہ دو وقت ایسے گزے ہیں کہ بھائی سجاد پر گریہ بشت طاری ہوا ہے۔ ایک اس وقت کہ جب آپ نے بابا کا سر نیزہ پر دیکھا دوسرے اس وقت کہ جب آپ نے پکھو بھی زینت و ام کلثوم اور مخدرات کو برہنہ سر دیکھا۔ پس جناب سیدہ فاطمہ زہراؑ نے آہ سر دیکھی اور زار و قطار رونے لگیں اور فرمایا بس اے بیٹی سکیٹہ بس، اب سیدہ میں طاقت نہیں ہے کہ مصائب کا حال سن سکے۔

— اسیر ہو کر اہلحرم کا مقتل شہداء سے گزرتے ہوئے گریہ وزاری کرنا —

در بندی اسرار الشہادۃ میں احمد کوئی سے روایت کرتے ہیں کہ میں اس روز مدینہ میں تھا کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے سفر عراق اختیار کیا اور مدینہ سے ہجرت کی اس وقت آپ کے اہلحرم جس شان و شوکت اور عزد و جلال کے ساتھ شتران محل پر سوار کئے گئے ہیں وہ تمام مناظر میری نگاہ میں تھے کہ حضرت عباسؑ حضرت علی اکبرؑ جناب قاسم پردہ داری کا اہتمام فرما رہے تھے اور حضرت زینبؑ کو خود حضرت امام حسینؑ نے شتر محل کشیدہ پر سوار کیا تھا ”وا حسرتا“ مدینہ میں یہ

شان نذیب تھی اور کربلا میں جب اہلحرم اسیر ہوئے میں تو یہ شان تھی کہ سے شامیاں بستند بازو زینت و کلثوم را
لے نلک آن ابتداء و این اتمائے اہلیت
روایت ہے کہ محرم کی گیارہویں تاریخ بعد ظہر اہلیت اسیر ہو کر شتران بے کجاہ پر سوار ہوئے اور لشکر عمر ابن سعد نے بڑے ظلم و ستم کے ساتھ اہلحرم کو سوار کیا۔ اور جب کربلا سے یہ قافلہ قیدیوں کی صورت میں کو فہ کے لیے روانہ ہوا۔ تو قافلہ کے آگے آگے شہیدوں کے سر ہا مبارک تھے جو نیزوں پر بلند تھے ایک نیزہ طویل پر امام حسینؑ کا سر بلند تھا۔ اور قافلہ کے عقب میں لشکر کے دین طبل و نقارہ بجا رہے تھے اس طرح یہ قافلہ روانہ ہوا۔

صاحب کتاب الریاض تحریر فرماتے ہیں کہ لشکر اعداء اہلحرم کو اسیر کر کے مقتل شہداء کی طرف سے گزرے جب مخدرات نے اپنے عزیزوں کی لاشیں دیکھیں تو سواروں سے لاشوں پر گر دیا۔ اور گریہ و بکا اور ماتم و شیو کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں

نالہ ہائے کودگان بے پدر	نالہ ہائی اہل بیت در بدر
آمد آن یل سیدہ تا قتلگاہ	چوں روال شد کار روان اشک
سبزہ خطی لالہ روی آہی	ہر طرف افتادہ سرو قلمی
خواست تا از یافتہ از سر قناد	ہر کہ چشمش بر علی اکبر فتاد
پیرہن را بد امان بردید	ہر کہ اورا باتن عسبان بدید
نفثہ دست و پا بخون خود زینت	قاسم داماد اندر آفتاب
من کجا آندست و آن پیکر کجا	آہ کز عباس افتادم جدا

ایں سپہ سیلی پی در پی زند
کعب نی بروئے کعب نی زند

یعنی کہ جب آل اطبار کا گزرنے کا وقت ہوا اور مختصات اور بچوں کی نظر لاشیں
ہاں شہداد پر پڑی سب سے سواری سے لاشوں پر گرا دیا۔ اس وقت مقتل شور و فغان
کے نالہ بلند تھے۔ اور جب بیسیوں کی نگاہ جوانان رعنا پر پڑی۔ جگر تھام کے بیٹھ
گئیں۔ کسی نے علی اکبر کی لاش پر نوچہ کہا کسی نے عباس علمدار کی لاش پر مین کئے۔
اور کسی نے قاسم گلگوں قبا کی لاش پر گریہ و زاری کیا۔ زینب خاتون حسین کی لاش پر
روتی رہیں کہ لشکر عمر ابن سعد کے جفا کاروں نے ان بیسیوں کو تازیانوں کے
ذریعہ لاشوں سے جدا کیا۔

کامل ان زیارت میں وارد ہوا ہے اور ایسا ہی قدامت نے اپنے پدر زائدہ سے
نقل کیا ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا اے زائدہ کہ جب اعداء
ہمیں اسیر کر کے تلگاہ شہیدان میں لے گئے اور ہم نے بابا اور بھائیوں کو لاشیں
دیکھیں اور کسی نے انہیں دفن بھی نہیں کیا تو قریب تھا کہ اس صدمہ سے میری روح
مفاقت کر جائے۔ اس وقت میری پھوپھی زینب نے جب میری یہ حالت دیکھی
میری طرف دیکھ کر فرمایا اے حسین کی نشانی اسے جد و پدر کی یادگار لے اسیروں کے
قافلہ سالار تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ اس قدر گریہ و بکا۔ میں نے کہا پھوپھی اماں میں کیونکر روؤں
کہ میرے ملنے بھائیوں۔ اور بابا کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں خوفناک و خون میں غلطان
ہیں نہ کسی کو کفن میسر ہے اور نہ قبر اس پر جناب زینب نے فرمایا کہ اے میرے
بھائی کی نشانی ان ذلک لعنہ من رسول اللہ الی جدک و ابیک و عنک
خدا کی قسم اے سجاد تمہارے جدا و پدر اور عم نامدار کے درمیان عہد ہو چکا ہے کہ

حسین کہ بلا میں شہید ہوں گے بے گور و کفن پڑے ہوں گے کہ خداوند عالم ایک
گروہ کو دفن و کفن شہداد پر مامور کرے گا جو اس گروہ یمین سے نہیں ہوں گے
بلکہ وہ ہمارے محب ہوں گے۔ وہ یہاں آئیں گے۔ لاشوں کو جمع کریں گے۔
اور شہداد کو سپرد خاک کریں گے اور اے بیٹا یہ تمہارے بابا کی قبر کی جگہ ہے اور
یہاں قبر پر قبہ بنایا جائے گا تاکہ شیعہ اور محب لوگ زیارت کے لیے آئیں۔
اور بارگاہ حسینی کبھی بوسیدہ نہ ہوگی۔ ہمہ وقت زیارت کرنے والوں کا ہجوم ہے
گاہ۔ سید سجاد نے آپ سے فرمایا کہ پھوپھی اماں اس خبر کا ماخذ بیان کیجئے۔ تو
حضرت علیا زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا کہ اُمّ ایمن سے یہ حدیث مروی ہے
کہ جو میں نے تم سے بیان کی اگر خدا نخواستہ سجاد زندہ نہ رہتے تو چونکہ امام قطب
زمان ہوتا ہے کائنات باقی نہ رہتی۔ زینب خاتون یہ حدیث بیان کر رہی تھیں اور
نیزہ پر سلام حسین تلاوت قرآن کرہ ہوتا تھا۔

جبرئیل امین کا صحیفہ سماویہ لے کر خدمت رسول خدا

میں حاضر ہونا

چونکہ امامت لازماً نبوت ہے پس ائمہ معصومین کے لیے صحیفہ سماوی اور
دستور العمل خداوندی کا ہونا ضروری ہے تاکہ ائمہ اس کے مطابق عمل کریں تاہم
ذیل سے وضاحت ہوں اور اپنے بعد ہونے والے امام کو سپرد کریں۔ چنانچہ
جبرئیل امین وقت آخر حضرت رسول خدا کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ
یہ وصیت نامہ ہے جو آپ اپنے اہلبیت کو سپرد کریں تاکہ وہ آپ کے بعد اس پر

عمل پیرا رہیں۔ آنحضرت نے فرمایا اسے جبریل میرے اہلبیت کون ہیں۔
 جبریل نے عرض کیا کہ تمہارے چچا زاد امیر المومنین علی ابن ابی طالب تمہارے اہلبیت
 میں داخل ہیں (از مترجم آنحضرت نے تو خود اپنے اہلبیت کا بار بار تعارف کرایا
 ہے اس جگہ اہمت کو تاکید درس دینے کے لیے جبریل سے خطاب و تعین
 اہلبیت کی گئی ہے) اور حضرت علیؑ کے بعد ان کی اولاد سے گیارہ امام ہوں
 گے۔ وہی ائمہ دین ہیں اور یہ وصیت نامہ یکے بعد دیگرے ان میں منتقل ہوتا
 رہے گا چنانچہ حضرت علیؑ نے امام حسینؑ کو یہ وصیت نامہ عطا کیا۔ اور امام حسنؑ
 نے امام حسینؑ کو یہ وصیت نامہ سپرد کیا اور امام حسینؑ نے یہ وصیت نامہ امام
 زین العابدینؑ کو سپرد کیا۔ اس طرح اب یہ وصیت نامہ حضرت قائم آل محمد امام مہدی
 آخر الزمان عجل اللہ فرجہ کے پاس ہے۔ جب امام حسینؑ نے یہ وصیت نامہ
 امام زین العابدینؑ کو سپرد کیا تو اس میں یہ تحریر تھا کہ یا علی ابن الحسین اطرق
 واصمت والزم بیتک واعبد ربک حتی یاتیک الیقین۔
 اے علی پسر من میرے قتل ہونے کے بعد غموش رہنا راضی برضائے الہی رہنا۔
 اور حقدور بلائیں آئیں ان پر صبر کرنا۔ اور جب قید شام سے رہا کر مدینہ پہنچو تو گوشہ
 نشینی اختیار کرنا اور عبادت الہی کرنا یہاں تک کہ تیرا وقت رحلت آئے چنانچہ
 سید سجادؑ نے اپنی زبان مبارک سے کوئی ایسی بات نہیں فرمائی کہ جو اس سے
 منافی ہوتی شمر ولد الحرام نے آپ کو قتل کرنا چاہا مگر حضرت زینبؑ نے حمایت
 سجاد میں گفتگو کی اور شمر ولد الحرام قتل کرنے سے باز رہا۔ یہاں تک کہ جب
 حضرت امام زین العابدینؑ علیہ السلام نے کوئی حدیث بیان کی تو اس طرح کہ۔
 حدثتني عمی نہ یئب۔ کہ میری پھوپھی زینبؑ خاتون نے بیان کیا (از مترجم

سبحان اللہ بی بی زینبؑ خاتون کی امام زین العابدینؑ علیہ السلام کے نزدیک یہ
 منزلت ہے کہ حدیث بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میری پھوپھی زینبؑ نے
 بیان کیا ہے۔ کیونکہ نہ ہو زینبؑ بنت علی وفاطمہ عالمہ غیر معلمہ ہیں۔
 شیخ مفیدؒ کتاب ارشاد میں فرماتے ہیں کہ زین العابدینؑ غموش ہی
 رہا کرتے تھے۔ طوق و زنجیر پہن لیا۔ مگر زبان سے کچھ نہ کہا۔ مقتل میں جب امام حسینؑ
 کے جسد صہ پارہ کو دیکھا اور جناب زینبؑ نے گریہ و زاری سے روکا اور فرمایا
 کہ لے سجاد تم حجت خدا ہو۔ آپ نے صرف اس قدر فرمایا کہ پھوپھی اماں بابا بھی
 تو حجت خدا ہیں مگر وحسرتا قوم بخاکار نے قتل کر دیا۔ ابن زیاد ملعون نے
 سید سجاد کے سامنے اپنے دربار میں حضرت علیا زینبؑ خاتون کی شان میں
 ناروا الفاظ کہے تو سید سجادؑ نے فرمایا۔ یا بن مرجانہ کہ تھمتک حرمة عی
 زینب بین من یعرفها ومن لم یعرفها۔ آپ نے فرمایا کہ اے ابن زیاد تو کس
 واسطے ناروا الفاظ کہہ رہا ہے میری پھوپھی زینبؑ خاتون کے مرتبہ کو اکثر تیرے
 درباری جانتے ہیں اور بعض نہیں جانتے۔ اور شہر شام میں بھی آپنے خطاب
 فرمایا ہے۔

افاد ذلیلا فی دمشق کاتنی

من الزنج عبد غاب عنه نصیبوا

عزالت نشینی کی مدح و تعریف

انباتی زمانہ کی محبت سے عزالت نشینی اختیار کرنا مستحسن فعل ہے۔
 احادیث میں وارد ہوا ہے کہ ریح بن خنیس ہمیشہ گوشہ نشینی کی زندگی گزارتا تھا۔

اگر کسی کو اس کا نفع اور فائدہ معلوم ہو جائے تو وہ ضرور گوشہ نشینی کی زندگی کو ترجیح دے گا۔ گوشہ نشینی سے ترک دنیا اور ترک احباب مراد نہیں ہے بلکہ مکروہاتِ بانیہ سے دور رہنا۔ صحبتِ صالحہ اختیار کرنا۔ روح گوشہ نشینی ہے۔ ابو بکرؓ اسلمیؓ جو کہ اصحابِ آنحضرتؐ میں سے ہیں بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضورؐ پر نور کی صحبت اختیار کی اور اس منبعِ علم و حکمت و عرفان سے اپنی زندگی کے نقش و نگار سنوائے اور حبیبِ سرورِ انبیاءؐ نے دنیا سے کوچ فرمایا تو منبر و محراب خالی دیکھ کر شام میں عزتِ نشینی اختیار کی۔ معاویہؓ نے ہر چند چاہا کہ ابو بکرؓ اسلمیؓ اس کی مجلس و محفل میں آئیں مگر ابو بکرؓ نے کوئی توجہ نہیں دی اور عزتِ نشینی ہی میں رہے جب معاویہؓ کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ یزیدؓ پیدا ہو گیا جانشین ہوا تو اس نے تحفہ و ہدیایا بھیجے مگر آپؐ نے قبول نہ کئے اور گوشہ نشین رہے۔ یہاں تک اہلبیتؑ رسولؐ اشیر ہو کر واردِ شام ہوئے آپؐ کا غلام کسی ضرورت سے باہر نکلا۔ جب اس نے دیکھا کہ آلِ رسولؐ قیدی بنا کر لائے گئے ہیں روتا ہوا واپس آیا اور بریدہؓ اسلمیؓ سے واقعہ بیان کیا۔ اور کہا کہ بسطِ رسولؐ الثقلین امام حسینؑ کا سر بریدہ شام میں لایا گیا ہے اور ان کے المرحم علیؑ و فاطمہؑ کی بیٹیاں اسیر ہو کر آئی ہیں۔ اور امام زین العابدینؑ طوق و زنجیر پہنے ہوئے ہیں جب ابو بکرؓ اسلمیؓ نے یہ سنا تو غمناک سر سے پھینک دیا۔ اور اس قدر سر و سینہ پٹیا کہ بیہوش ہو گئے اور کہا اے غلام مجھے دربارِ یزیدؓ میں لے چل۔ غلام ان کو دربار میں لایا۔ یہ اس وقت پہنچے کہ سرِ مطہر امام حسینؑ طشتِ طلا میں رکھا تھا۔ اور یزیدؓ ملعونؑ چوب دستی سے لبِ ہادی مبارک اور دندانِ مبارک سے بے ادبی کر رہا تھا یہ دیکھ کر بے چین ہو گئے اور فرمایا اے یزیدؓ یہ وہ لب ہیں کہ رسولؐ خدا ان لبوں کو بوسہ دیا کرتے تھے۔

اہلبیتؑ کا کربلا سے کوچ کرتے ہوئے مقتل

شہداء سے گزرنا

جب المرحم قیدی ہو کر کربلا سے کوفہ کے لیے روانہ ہوئے تو اقل قتلاہ شہداء کی طرف سے گزرے ہر ایک بی بی نے اونٹ سے اپنے آپ کو نیچے گرا دیا۔ ام ایلیٰ علیؑ کی لاش پر ام فروہ قاسمؑ کی لاش پر اور ام کلثومؑ جناب عباسؑ کی لاش پر پہنچیں اور ماتم کیا۔ اور لاش امام حسینؑ پر زینبؑ خاتون اور سکنہ روتی رہیں۔

کتاب منتخب اور کتاب بحار میں ہے کہ بنی اسد کے قبیلہ کے ایک شخص نے کہا کنت زار عا علیٰ نہم العلقی۔ یعنی کہ میں نہر کے کنارے زراعت کرتا تھا۔ جب لشکرِ عمر بن سعدؓ چلا گیا اور میدان کربلا ان کافروں سے خالی ہو گیا تو میں نے عجیب و غریب امور دیکھے مشک و عنبرانی خوشبو آ رہی تھی میں نے دیکھا کہ جب آفتاب غروب کر گیا تو قبیلہ کی سمت سے ایک شیر آیا۔ بہمہ کرنا ہوا یعنی چھنکارنا ہوا میں خوف زدہ ہو کر کسی جگہ چھپ گیا۔ جب صبح ہوئی میں نے دیکھا کہ وہ شیر جس راستے سے آیا تھا واپس چلا گیا میں نے دل میں کہا کہ یہ شخص یعنی امام حسینؑ معاذ اللہ خارجی تھے ابن زیادؓ پر خروج کیا تھا۔ اور میں عجیب غریب آثار و علامات دیکھ رہا ہوں کہ ایسی باتیں کبھی دیکھی ہی نہیں میں نے قسم کھائی کہ آج شب کو میں جاگتا رہوں گا کہ دیکھوں شیر لاشیں ہادی مقتولین کے ساتھ کیا کرتا ہے جب آفتاب غروب کر گیا اور شب ہو گئی۔ پھر وہی شیر قبیلہ کی طرف

کیفیت دفن اجساد شہداء کربلا

الشیخ مفید کتاب الاشداد میں تحریر فرماتے ہیں کہ بنی اسد نے شہداء کربلا کو دفن کیا ہے دوسرے ارباب مقاتل بھی اسی چیز کے قائل ہیں۔ روضۃ الشہداء، طبری اور کامل السقیفہ اور مقتل ابی مخنف اور کتاب مناقب ابن شہر آشوب میں بھی ایسا ہی مذکور ہوا ہے کہ شہداء کربلا کو بنی اسد کے لوگوں نے دفن کیا ہے۔ اور کسی یہ نہیں لکھا کہ وقت دفن شہداء حضرت سید سجاد آئے ہیں لیکن ہم شیعہ امامیہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ تمام ارباب خبر و حدیث کا اس پر اتفاق ہے کہ متولی امر امام از غسل و کفن و دفن و حنوط بغیر از امام کوئی دوسرا شخص انجام نہیں دے سکتا۔ مجلسی علیہ الرحمۃ نے تحریر کیا ہے کہ بنی اسد کے لوگوں نے شہداء کربلا کو دفن کیا۔ تو اس کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ یہ بظاہر ایسا ہے کہ بنی اسد نے امام حسین کی لاش مطہرہ کو دفن کیا ہے مگر باطناً امام کو امام ہی دفن کر سکتا ہے کہ نہ کہ غیر امام۔ پس زین العابدین علیہ السلام کا باعجاز وقت دفن کربلا تشریف لانا اور اپنے پدر بزرگوار کو دفن کرنا صحیح و درست ہے حضرت امام علی الرضا علیہ السلام نے اپنے شیعوں کے ایک مجمع میں فرمایا ہے کہ ہمارے بعد امام زین العابدین بظاہر قید تھے لشکر عمر ابن سعد آپ کو اسیر کر کے شام لے جا رہے تھے کہ آپ باعجاز امامت مخفی انداز میں اس وقت کربلا تشریف لائے کہ جب قبیلہ بنی اسد کے لوگ شہداء کی لاش ہمدیکہ کو سپرد خاک کر رہے تھے۔ بعدہ امام زین العابدین واپس چلے گئے۔ اسی طرح باعجاز میں اپنے پدر بزرگوار موسیٰ بن جعفر کی نماز جنازہ انجام دی غلام

سے نمودار ہوا۔ میں اسے دیکھ کر کاپنے لگا۔ اور میرے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ یہ شیر آدم خور ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے کہا جائے میں نے اسی آستانہ میں دیکھا کہ وہ شیر لاش ہا مقتولین کے درمیان گیا۔ اور ایک لاش کو جوٹل آفتاب نورانی تھی اس نے اپنے ہاتھوں کے درمیان لے لیا۔ مجھے پھر یہی خیال ہوا کہ شیر اس لاش کو کھائے گا لیکن اس نے خون لاش چھڑا اپنے ماتھے پر لگایا۔ نالہ و بہہ۔ اور لاش کے گرد طواف کرنے لگا۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ شب کا کچھ حصہ گزرا۔ اس وقت کچھ شمع سارے مقتل میں روشن ہو گئیں اور گریہ و زاری اور نوحہ کی آوازیں آنے لگیں میرا دل اس پر درد نوحوں کو سن کر بیتاب ہو گیا اور دل پر غم و اندوہ کی گھٹنا چھا گئی۔ پھر آواز آئی ہا حسین، خیال کیا کہ ان نوحہ گردوں کو دیکھو کہ کون ہیں جو اس طرح روپیٹ رہے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ نوحہ گراں غائب ہو گئے۔ میں نے باوازی بلند کہا خدا را بتلاؤ کہ یہ مقتول کون بزرگ ہے۔ تو جواب سنا کہ یہ حسین ابن علی ہیں جو راہ خدا میں شہید ہوئے ہیں اور شیر جو تو نے دیکھا شاہ نہیف شیر خدا علی ابن ابی طالب ہیں جو اپنے فرزند کی لاش پر تشریف لائے ہیں۔

یاسد الرحمن یا شختہ النخیف جزاء وصبرا للحمین قتیل
فداک دوحی یا حمین و عترق وانت عتیر فی التراب جلیل
وجسمک عریک طریق علی الثری علیہ خیول الظالمین تجول
یہ حکایت صحیح اور مؤلف ہے اور اس کو مؤلف کتاب کے والد ماجد مرحوم نے اپنی کتاب ریاض میں تفصیلاً درج کیا ہے۔

کفن کیلے آیا تھا نماز پڑھی اور چلا گیا۔ اور امام محمد ثقی نے امام رضا کو اسی طرح تشریف لاکر غسل و کفن دیا نماز پڑھائی اور آپ چلے گئے۔

اب ہم ایک مسئلہ کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ لایلی اموال امام الا امام یعنی کہ امام کو امام ہی کی غسل و کفن و حنوط وغیرہ کے کام انجام دے سکتا ہے نہ کہ غیر امام۔ پس حضرت جتہ اللہ تعالیٰ فرجہ کو غسل کون دے گا اور کون نماز پڑھے گا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت امام حسین بعد ظہور امام العصر علیہ السلام رجعت فرمائیں گے اور آپ بنی تہجد و تکفین و تدفین انجام دیں گے۔ بہر حال جس وقت بنی اسرائیل شہداء میں مشغول تھے حضرت امام زین العابدین تشریف لائے اور اپنے پدر بزرگوار حسین کو دفن کیا۔ اور باقی ماندہ شہداء علیہم السلام کو پہچان پہچان کر آپ نے بنی اسد کو حکم دفن دیا ہے ورنہ شہداء کو بنی اسد نہیں پہچان سکے تھے کہ یہ کس شہید کی لاش ہے اور یہ کس شہید کی لاش ہے۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین ہر ایک شہید کی لاش کو پہچانتے تھے اور حکم دفن دیتے تھے یہاں تک کہ آپ نے امام حسین کو دفن کیا اور پائیں ہاں حضرت امام حسین۔ جناب علی اکبر کو دفن کیا یہ وہی جگہ ہے کہ جہاں اب تربت امام حسین موجود ہے۔ اور یہ بھی جانا چاہیے کہ قبر امام حسین علیہ السلام اور گنج شہیدان کی وسیع قبر خود حضرت رسول خدا نے تیار کی ہے چنانچہ کتاب منتخب المراثی اور کتاب الارشاد میں ہے کہ ام المؤمنین ام سلمہ نے محرم کی گیارہویں شب کو خواب میں آنحضرت کو دیکھا کہ آپ گریان و محزون و مگر دو غبار میں آٹے ہوئے تشریف لائے ہیں ریش مبارک پر آنسو ٹپک رہے ہیں نے رسول اللہ سے دریافت کیا یا حضرت گریہ کیوں فرما رہے ہیں اور کہاں تشریف لے گئے تھے تو ارشاد فرمایا۔

ما زلت اللیلۃ احضر القیور للحسین واصحابہ کہ میں اس شب کربلا میں حسین اور ان کے اصحاب کی قبریں کھودتے میں مشغول رہا۔ تمام شہداء ایک ہی قبر میں آرام فرمائیں البتہ حضرت عباس علیہ السلام کی قبر مبارک کنارہ غافر یہ ہے۔ آپ کی قبر مبارک علیحدہ اس لیے ہے کہ آپ کی لاش مبارک اس قدر ٹکڑے ٹکڑے تھی کہ امام حسین لاش برادر اٹھانہ سکے پس آپ کو ایسی جگہ دفن کیا گیا کہ جہاں اب روضہ مبارکہ ہے اور ایسا بھی وارد ہوا ہے کہ حضرت عباس لمویل القامت تھے مگر واسطہ آپ کی قبر مبارک آپ کے جسد مبارک کی مناسبت سے چھوٹی ہے قلم میں طاقت نہیں ہے کہ اس کا سبب تحریر کر سکوں کیونکہ آپ کا بدن مبارک ٹکڑے ٹکڑے تھا کہ جنہیں جمع کر کے دفن کیا گیا ہے۔

تحقیقات درباره دفن حضرت سید الشہداء

علیہ السلام

علامہ مجلسی کتاب بحار جلد عاشتر (دسویں جلد) میں میسرۃ بن عبد العزیز سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ حبیب ہمارے جد نذر حسین علیہ السلام وارد کربلا معلیٰ ہوئے ہیں تو آپ نے اپنے بھائی محمد حقیقہ کے نام ایک خط ارسال کیا جس میں بزرگان نبی ہاشم کو بھی مخاطب فرمایا ہے مضمون خط یہ ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مِنَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ إِلَى مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ وَمَنْ قَبْلَهُ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ مَا بَعْدَ فَكَانَ الْغَدَا لَمْ تَكُنْ وَكَانَ الْآخِرَةُ لَهْ تَوَلَّى وَالسَّلَامُ

جس وقت میں نے آپ بتامہ مدینہ ارسال کیا ہے چاروں طرف ناکہ بندی تھی۔ اذ

آپ کا محاصرہ بھی ہو چکا تھا چار ہزار کوفہ گھیرا ڈالے ہوئے تھے اس وقت امام حسینؑ کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ زمین کو بلا پر قبروں کے واسطے بلکہ ہونی چاہیے۔ چنانچہ امام حسینؑ نے زمین کو بلا کے مالکوں کو جو غاضبہ کے رہنے والے تھے طلب فرمایا۔ چار در چار فرسخ زمین کو بلا ساٹھ ہزار تو مان میں ان سے خرید کی۔ اور پھر اس کو وقف کر دیا۔ اور اس زمین خرید کردہ کی تولیت بنی اسد کے نام قرار دی اور چند شرائط مقرر کئے ان میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ دس دن گزرنے کے بعد ہمارے اجساد پاکیزہ کو اس زمین میں دفن کر دینا اور جب ہمارے شیعہ دور نزدیک سے ہماری قبور کی زیارت کے لیے آئیں۔ تو ان کا استقبال کرنا اور ان کو ٹھہرنے کے لیے بلکہ دینا۔ تین دن تک ان کی مہمانی کرنا چنانچہ بعد دفن شہداء قبیلہ بنی اسد نے ان امور کو انجام دینا شروع کیا۔ یہاں تک کہ وہ امام علیہ السلام سے رخصت ہو گئے اور یہاں دسویں محرم کو امام حسینؑ اور تمام عزیز و انصار درجہ شہادت پر فائز ہو گئے اور لشکرِ عربین سعد ملعون سے کربلا خالی ہو گیا۔ لیکن لاش ہمداد ریگ گم پڑ گئی ہے

چون دوروز ازل قتل شاہ دین گزشت

با خبر گشتند ازل کوہ و دشت

یعنی کہ جب قتل سید الشہداء کو دوروز گزر گئے تو تمام ان لوگوں کو جو کربلا کے آس پاس دوروز دیکر رہتے تھے۔ یا پہاڑوں پر اور صحرا میں رہتے تھے خبر شہادت معلوم ہو گئی۔ اور بنی اسد کی عورتوں نے لاش ہمداد کو بے غسل و کفن پڑا دیا دیکھا تو اپنے مردوں کو غیرت دلائی کہ فرزند رسولؐ خدا بے گور و بے کفن پڑا ہے اور جب کہ تم لوگوں نے بیخ زمین کے وقت لاشوں کو دفن کرنے کی شرط

بھی قبول کی تھی مگر اب غموش بیٹھے ہو۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم خدا و رسولؐ سے نہیں ڈرتے۔ وہ کہنے لگے کہ میں عبید اللہ ابن زیاد سے ڈر لکھا ہے کہ اگر اس کو خبر ہو گئی تو ہمیں قتل کرادے گا۔ لیکن جب عورت بنی اسد نے شور و غوغا کیا تو مردان بنی اسد دفن کرنے کی نیت سے کربلا پہنچے۔ گردہ بنی اسد مقتل میں حیران و پریشان کھڑا تھا کہ ان اجسادِ مطہرہ کو جو کہ ٹکڑے ٹکڑے ہیں کیونکر دفن کریں اور کس طرح انہیں سپرد خاک کریں۔ کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ یہ کس کی لاش ہے اور یہ کس کی لاش ہے۔ وہ ابھی سرگردان و پریشان تھے کہ ایک سوار عالیقدر وہاں نمودار ہوا۔ اس نے شہیدوں کے لاش ہمداد پر نظر ڈالی۔

بسان حضرت یعقوب نالہ بریکو کہ او پسر پسر و او پدر پدر میکو
بسر عامہ سبزی و لیک ژو لیدہ بسان چشم غزالان سیاہ پوشیدہ
یعنی کہ وہ سوار نمودار ہوا اور جیسے ہی مقتل میں قدم رکھا۔ مثل یعقوب نالہ کہا۔

یعقوب پسر پسر کہتے تھے اور یہ پدر پدر کہہ رہے تھے۔ سبز عامہ مبارک پر مگر پریشان و درہم و برہم۔ آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے جب بنی اسد نے دیکھا تو حیران رہ گئے کہ یہ کون ہیں۔ کہنے لگے کہ ہم آپ کو نہیں پہچانتے فرمایا ہے

گفت من این کشتہ ہارا سبسر

می شناسم چون پدر ہارا پسر

فرمایا کہ میں ان شہداء کو اس طرح جانتا ہوں اور پہچانتا ہوں جیسے باپ کو اولاد پہچانتی ہے۔ بنی اسد سمجھ گئے کہ یہ ابن الحسینؑ زین العابدینؑ میں پس وہ لوگ تہذیب و تکفین کے کاموں میں مشغول ہو گئے۔ ہر ایک کی لاش کو اٹھا کر لاتے اور سید باڑ

اس کو پہچان کر دفن کرنے کا حکم دیتے تھے کہ وہ لوگ ایک لاش نہ اٹھا کر لائے۔

پس برآوردند از خون پیکری ہموگول سپارہ جسم بے ستری
ز دلسر گفت این علی اکبر است این شبیہ حضرت پیغمبر است
یعنی کہ وہ لوگ ایسی لاشیں اٹھا کر لائے جو پارہ پارہ تھی۔ آپ نے فرمایا کہ میرے بھائی علی اکبر ہمیشہ پیغمبر ہیں۔ شیخ مفید فرماتے ہیں۔ وحضر والاشہداء من اهل بيته واصحابه الذين صرعوا حوله ما يلي رجل الحيان وجمعوهم ودفنوه جميعاً یعنی تمام شہداء کے لیے کہ ہوا اصحاب و اہلبیت سے تھے امام حسین کی قبر مبارک اطراف میں پڑے ہوئے تھے قبر تیار کر کے ان پر نماز پڑھی اور دفن کر دیا جو کہ اب گنج شہیدان کے نام سے معروف و مشہور ہے و دفنوا الحسين حیدت قبرہ الان۔

ناگمان شد باگ و او بلا بلند از تمام آنگرد مستمند
پیکرے دیدند افتادہ بخاک قطع قطعہ پار چارہ چاک چاک
ناگمان ان کی نظر ایک ایسی لاش مٹھر پڑی کہ جو ٹکڑے ٹکڑے تھی اس وقت ایک شور بکا بلند ہوا امام زین العابدین سے سوال کیا اے آقا یہ کس کی لاش مبارک ہے اس وقت امام زین العابدین نے اس لاش مٹھر پر گر دیا۔ اور زخم ہائے مبارک کو بوسہ دینا شروع کیا آپ روتے جاتے تھے اور فرماتے تھے۔

ۛ

از تربت تو رو بسروارم لے پد از خون دل دویدہ تو وارم لے پد
آہ فغان کہ رفت و فرست نداد شمر کنز آفتاب نعلش تو بر وارم لے پد

انکو یادم کہ کنم دفن پیکرت
بر خاک جسم پاک تو بسپارم لے پد

یعنی کہ اے بابا جان اب آپ کی تربت سے میں جدا ہونے والا ہوں۔ سفر شام پیش نظر ہے و احسرتا کہ شمر ملعون نے مجھے فرصت نہ دی کہ آپ کے جسم مبارک کو دھوپ سے بچاؤں اور اے بابا اب میں آپ کو سپرد خاک کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں اور آپ نے لاشیں مٹھر کو دفن کیا۔ اہ فرمایا کہ رے

غیر من لا ثوب نباشد این مقام

لا یلی اہوال امام الا الامام

یعنی کہ میرا غیر یعنی جو امام نہ ہو امام کو دفن نہیں کر سکتا امام کو امام ہی غسل و کفن و منوط دے سکتا ہے اور دفن کر سکتا ہے۔ پس آپ نے نماز پر کھڑے ہو کر جسد مٹھر امام حسین کو قبر مبارک میں دفن کیا اور یہی وہ قبر مبارک تھی کہ جسے حضرت رسول خدا نے تیار کیا تھا آپ نے شہزادہ علی اکبر علیہ السلام کو بھی آپ کے پائیں پارہ دفن کیا کیونکہ امام حسین نے وصیت فرمائی تھی اہ پھر آپ نے قبر مبارک پر تحریر کیا عذرا قبر حسین بن علی ابن ابی طالب بعدہ گنج شہیدان تیار ہوا اور تمام شہداء دفن کے گئے اور حضرت عباس علیہ السلام کنار نہر علقہ دفن ہوئے ہیں اس طرح کہ آپ کے دست ہا و بریدہ عبا کے دامن میں رکھے اور دفنوا علی العباس بن علی بن ابی طالب فی موصعة الذی قتل فیہ علی طریق الفاضریۃ۔ یعنی کہ حضرت عباس علیہ السلام کو اسی جگہ دفن کیا کہ جہاں آپ گھوڑے سے زمین پر کنار نہر علقہ گرے تھے۔

اہلبیتؑ اہل ہمار کا کوفہ میں داخلہ، پریشان حالی اور

تماشا نیوں کا ہجوم

جب عمر ابن سعد ملعون نے محرم کی گیارہویں تاریخ بعد ظہر کو بلا سے بطرف کوفہ کوچ کیا۔ اور اہل حرم کا قافلہ اسیر ہو کر کوفہ پہنچا۔ بیرون شہر ابن سعد ملعون نے اپنے لشکر کے ساتھ منزل کی اور ابن زیاد ملعون کو اطلاع دی کہ شہداء کے سر بار مبارکہ اور اہل حرم حسین ابن علیؑ اسیر ہو کر وارد کوفہ ہو گئے ہیں دربار میں حاضری کی اجازت دی جائے۔

رسید یک بشارت بسوی ابن زیاد	کرای امیر حسینؑ شہد بشارت باد
بر تیغ لشکر ناشرش فنا گشتند	ہمہ ذبیحہ میدان کربلا گشتند
رسن بگردن کلثوم بازوے زینب	فگندہ ایم بصد خواری و ہزار نعب
بقیدہ سلسلہ یتیم پانچ زین العباد	زردیم کوش بنام یزید وابن زیاد
بورگ و کوچک اہل حسین شاہ جاز	نشاندہ برانواق بہار و جہاز

رساندہ ایم نیز دیک کوفہ خوار و اسیر

کنوں چہ حکم در ورود شہر امیر

یعنی کہ عمر ابن سعد نے ابن زیاد کو خوشخبری کا صد کے ذریعہ پہنچائی کہ حسینؑ قتل ہو گئے تھے کو مبارک ہو۔ ہمارے لشکر نے لشکر حسینؑ کو فنا کر دیا۔ سب کے سب کربلا میں قتل کر دیئے گئے۔ زینب و ام کلثوم اسیر ہو گئی ہیں۔ سید سجادؑ کے ہاں ملک میں زنجیر ہے۔ اہد ہم نے یزید و ابن زیاد کے نام کا ڈنک بجا دیا ہے شتران بے کجادہ پر اہل حرم کو لایا گیا ہے۔ اب ہمیں حکم ملے کہ دربار میں اسیروں کو لے کر حاضر ہوں۔

لما جاء الرسول وبشراً بالما مول امر اللعین بدق البشار و ضرب الطھول جب عمر ابن سعد ملعون کا قاصداں کا پیغام لے کر داخل دربار ابن زیاد بہ نہاد ہوا۔ تو اس مرد نے حکم دیا کہ طبل فوج و ظفر بجائے جائیں اور یہ حکم جاری کیا کہ کوئی شخص آلات حرب لے کر گھر سے باہر نہ نکلے۔ اور اہل حرم کو برہنہ سر داخل دربار کیا جائے۔ صاحب کتاب الزیلعی لکھتے ہیں کہ شہر بھر میں خوشیاں منائی گئیں۔ دربار آلاستہ کیا گیا اور تماشا نی کوفہ کے گلی کوچوں میں جمع ہو گئے۔ کوٹھوں کو ٹٹھوں عورتیں موبود تھیں کہ آل رسولؐ کا تماشہ دیکھیں۔ لیکن جب زنان کوفہ نے سنا کہ حسینؑ قتل ہو گئے و احسینہ کی صدا میں بلند ہو گئیں صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ اسی آئنا میں خولیٰ میدین لعین پہنچا۔ سر امام حسینؑ نیزہ پر بلند تھا وہ ملعون اس نیزہ کو لیے ہوئے تھے اس وقت جناب زینبؑ خاتون نے سر امام حسینؑ پر نظر ڈالی۔ سوز قلب کے ساتھ فرمایا کہ اے برا در بجان برابر تمہارا سر نیزہ پر ہے اور میرا سر کھلا ہوا ہے اور اے بھائی جان یہ وہ کوفہ ہے کہ جہاں زینبؑ شہزادی کھلاتی تھی۔ اب میں اور مخدرات کنیزوں کی طرح اسیر ہو کر کوفہ آئے ہیں کوئی زینبؑ کیسے کمال نہیں پوچھتا۔ خلق خدا تماشا نی ہی ہوئی ہے۔ اس وقت اہلبیت کی پریشانی حد سے زیادہ بڑھ گئی کہ جب عمر ابن سعد ملعون نے حکم دیا کہ سرول کو ترتیب وار لے جائیں۔ آگے آگے سر امام حسینؑ اور اس کے عقب میں شہداء کربلا کے سر بار مبارکہ ہوں۔ علامہ کتاب ریاض میں فرماتے ہیں کہ سر امام حسینؑ نیزہ پر مثل چاند چمک رہا تھا اور شہداء کے سر ایسے معلوم ہو رہے تھے کہ چاند کے گرد ستارے ہوں۔ اور اہل حرم کنیزوں اور اسیروں کی شتران بے کجادہ پر سوار تھے۔ ثم ساروا بھمد علی اسوا الحال حتی قربوا الکوفۃ۔ پھر گروہ شتران بڑی دلت و ذلولی کے ساتھ اہل حرم کو لے کر داخل ہوئے اور تماشا نیوں سے گلی کوچہ بھر گئے۔ اور منادی کہہ رہا تھا ہذا اس الحسین کہ یہ

شہر کو فہ میں ہوا۔

امام حسین علیہ السلام کے سربریدہ کا نیزہ پر قرآن

پڑھنا

مقل ابی مختلف میں ہے۔ قال سئل الشہد زوری کنت قد اقبلت فی السنۃ ارید الحیر الی بیت اللہ۔ سہل کہتے ہیں کہ میں نے اس سال حج خانہ خدا کے ارادہ سے سفر اختیار کیا تھا کہ وار کو فہ ہوا دیکھا کہ تمام بازار اور دوکانیں بند ہیں اور مردم گردہ در گردہ تماشائی کی صورت میں موجود ہیں۔ میں نے ایک مرد بزرگ و سن رسیدہ سے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ کچھ لوگ خوش خوش ہیں اور بعض لوگ رورہے ہیں۔ وہ مرد پیر مجھے ایک طرف لے گیا۔ اور بلی بکلاء مالیا کہ وہ بازار بلند رونے لگا اور کہا اے سردار آج ہمارے لیے کوئی عید نہیں ہے نہ کوئی خوشی ہے لیکن ریرہ اس لیے ہے کہ حسین ابن علی شہید کر دیئے گئے۔ کربلا میں حسین قتل ہو گئے اور یہ ان کے اہلبیت میں جو اسیر ہو کر یہاں آئے ہیں۔ سہل کہتے ہیں کہ میں نے یہ سب کلام ختم نہ ہوا تھا کہ حق سمعت البوقات والوایات تحققت والاعلام قد نشرت۔ کہ صدائے بوق رپڑی کرنا ہے جس سے حبیب آواز نکلتے سنی اور مختلف علم نگاہ سے گزرے۔ بلبل جنگ، فتح و ظفر کے تقلدہ کچھ رہے تھے۔ ناگاہ میری نظر ایک ٹوبل نیزہ پر پڑی اس پر امام حسین کا سربریدہ نصب تھا۔ واذا براس الحسین قد اقبل بہ علی ریحہ وقد لاجت شواربہ والنور یسطع منہ۔ یعنی کہ اس سربریدہ سے جو نیزہ پر تھا

حسین کا سر ہے۔ لوگوں نے سر امام حسین کے گرد ہجوم کر لیا تھا۔ اور جب لوگوں کی نگاہیں اسیروں کے قافلہ پر پڑیں تو زمان و مردان کو فران کے حال زار پر رونے لگے تناسم بن امیغ مجاشعی کہتا ہے کہ میں اس وقت تماشائیوں میں موجود تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک سواری نمودار ہوئی سر پہ خون گھوڑے کی گردن میں اور زان تھا۔ وہ سر کی جوان کا معلوم ہو رہا تھا۔ وہ سوار کہ جس کے گھوڑے کی گردن میں سر پاک تھا۔ کبھی گھوڑے کو دوڑاتا کبھی گھوڑے کو اس کے پیروں کے بلٹاٹھاتا تو سر مبارک بھی کبھی زمین پر لگتا اور کبھی بلند ہوتا پھر معلوم ہوا کہ وہ حضرت عباس بن علی کا سر مبارک ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ سر محمد بن عباس کا تھا۔ اس وقت ابن زیاد ملعون کو مطلع کیا گیا کہ ہجوم بہت زیادہ ہے اہلجم کی حفاظت کے لیے اپنی سپاہ بھیجے ایسا نہ ہو کہ لوگ اہلجم کے قافلہ کو آزاد کرالیں۔ یہ بھی ایک مؤثر اور معتبر خبر ہے کہ جب حضرت علی ابن ابی طالب نے شہادت پائی تو آپ نے اپنی بیٹی زینب فاتون سے فرمایا تھا کہ اے زینب تو ایک دن کو فہ میں اسیر ہوگی اس وقت میر کرنا اور صبر چل کرنا۔ غرض کہ ابن زیاد ملعون نے اپنے فادموں کو بھیجا کہ مجمع عام سے اہلجم کی حفاظت کریں۔ مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ اس وقت ام کلثوم نے ابن زیاد کے حاجب یعنی حافظ سے کہا۔ ویکل ہذا الف در ہر خذ ہا۔ کہ یہ ہزار درہم لے اور سر بار شہداء ہم سے دور بجاتا کہ لوگ سروں کی طرف دیکھیں اور ہم پر نا محرموں کی نظر نہ پڑے۔ اس حاجب نے وہ درہم لے لیے اور سروں کو اہلجم سے دور کر دیا۔ جب وہ حاجب گھر گیا اور اس نے درہم دیکھے تو وہ سیاہ رنگ کے پتھروں میں بدل گئے تھے اور ان پر ایک طرف یہ لکھا ہوا تھا ولا تحسبن اللہ غافلاً عما یعمل الظالمون او دوسری طرف وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب یتقلبون۔ تحریر تھا غرض کہ اسیروں کا داخلہ

تھا ایک نور لب ہا ہ مبارکہ سے ساطع ہو رہا تھا و اخجلہ الاسلام جاء وبارسك
یا بن بنت محمدؐ۔ سہل کہتے ہیں کہ اس سر بریدہ کو دیکھ کر مجھ پر گریہ طاری ہوا
اور میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا خیال کہ ایسا نہ ہو کہ ابن زیاد کے آدمی مجھے گرفتار کر لیں
ناگاہ دیکھا کہ اسیران آل محمدؐ ظاہر ہوئے و یقدهما علی بن الحسین۔ ان کے آگے
آگے امام زین العابدینؑ تھے جو سالار قافلہ اسیران بنے ہوئے تھے اور طوق و زنجیر
پہنے ہوئے تھے۔ اور ان کے عقب میں ام کلثوم بنت علیؑ تھیں جو اہل کوفہ سے
خطاب کر رہی تھیں۔ یا اهل الکوفة نحن سبا یا الحسین فغضوا البصار کم
سنا وعن النظر الینا کلے اہل کوفہ ہم حسینؑ کے اہلبیتؑ میں اور اسیر میں اپنی
آنکھوں کو بند کر لو۔ ہمارا تماشہ بناؤ ہمیں نہ دیکھو مگر وہ بے حیا قوم آپ کے فرمانے
پر تماشہ سے باز نہیں آئی۔ جناب زینبؑ خاتون نے فرمایا۔ معاشر الناس اما
تسحیون من الله ورسوله ومن علی المرتضیٰ وفاطمة الزهراء فغضوا البصار
عن النظر الیہن۔ اے قوم بے حیا دے شرم خدا اور رسولؐ سے شرم کرو و خوف خدا در خوا
کو کہ تم ملی وفا طہ کو آزار پہنچا رہے ہو کہ ان کے اولاد کا اسقدر تماشا دیکھ رہے
ہو اس خطاب پر عقاب سے کوفیوں نے اسیران حرم کو دیکھنا بند کر دیا ہے
این بانگ داری کاروان است یازینب زار در فغانست
خوشید بنوک نیز رفتہ یار اس سین برسانست
ردا ست ینالہ یا کہ یسلی در ماتم اکبر جوان ست
از اہر بہار ثالہ ریزد
یا چشم سیکہ خوشچال ست
یعنی کہ نیز پیر سر امام حسینؑ ہے یا سورت تابدہ ہے۔ ام لیلیٰ ماتم علی اکبرؑ میں نہ

میں سیکہ خاتون کی آنکھوں سے خون آنسو بن کر برس رہا ہے۔ سہل کہتے ہیں کہ
شہداء کے سر ہا ہ مبارکہ دروازہ بنی خزیمہ تک پہنچے وہاں پر ایک مدت تک
ٹھہرے رہے۔ سر امام مظلوم نیز طویل پر تھا میں نے نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ لب ہا ہ
کو جنبش ہو رہی ہے۔ وجہ میں نے کان لگا کر آواز سنی تو معلوم ہوا کہ سر بریدہ امام
حسینؑ قرآن مجید کی سورہ کہف کی تلاوت کر رہا ہے۔ اور جب سر امام مظلوم اس آیت
پر پہنچا اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ الْکُفْرَ وَالرَّقِیْعَ کَا نُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا۔
سہل کہتے ہیں کہ مجھ پر شدید گریہ طاری ہوا۔ اور سر مطہر کی طرف دیکھ کر عرض کیا موی آپ
کا کام تو عجیب و عظیم تر ہے اور میں یہ ہوش ہو گیا اور جب ہوش میں آیا تو دیکھا کہ سر
امام نے سورہ کہف تمام کر دی تھی۔

کوفہ میں اہلبیتؑ اہل ہمار کی پریشانی کے بقیہ حالات

جب اہلبیتؑ اہل ہمار میں داخل ہوئے تو تماشائیوں کی کثرت کی وجہ سے
راستے بند ہو گئے تھے چنانچہ علامہ کتاب ریاض میں فرماتے ہیں کہ وقد ملئت
شوارعہا و سکتھا و زقاتہا من الرجال والنسوان والشيوخ والشبان والصبية
والصبیان فنتهم بالک ومنتخب ومنہم ضاحک و طرب۔ کہ اسقدر ہجوم
تھا کہ راستے مسدود ہو گئے تھے۔ ہر سن و سال کے لوگ مرد و عورت موجود تھے
کچھ ان میں ایسے تھے کہ اہلبیتؑ کی حالت دیکھ کر رو رہے تھے اور کچھ لوگ ہنس رہے
تھے اور خوشیاں منانے تھے علامہ مرحوم نے بعض کتب کے حوالہ سے تحریر کیا
ہے کہ سہل شہر زوری ایک شخص نے کہ جو اسدی کے نام سے مشہور تھا نقل کیا ہے
کہ میں ۳۰ سالہ میں کوفہ میں تھا کہ لشکر ابن زیاد بد نہاد کربلا سے واپس کوفہ پہنچا۔ اور

اسیران آل محمد بھی اس لشکر کے ساتھ دار کوفہ ہوئے۔ میں کسی مرد پر سے سوال کیا کہ یہ کون ہیں تو اس پیر نے کہا کیا تو نہیں دیکھتا کہ سرفرازند پیغمبر نیزہ پر بلند ہے۔ پھر اس نے عورات اہل محرم کا تعارف کر لیا۔ اور کہا کہ یہ بیمار جو سالار قافلہ ہے طوق و زنجیر میں گرفتار ہے علی ابن الحسین ہے۔ میں نے جب اس بیمار پر نظر کی تو گریہ لگو گریہ ہو گیا۔ ایک اونٹ پر زینب خاتون اور سیکنتہ بنت الحسین سوار تھیں۔ جناب زینب نے فرمایا کہ اے اہل کوفہ اپنی آنکھیں بند کر لو۔ ہم آل رسولؐ میں ہم نبی زایاں ہیں

علامہ کتاب ریاض میں لکھتے ہیں کہ کوفہ کے بازار میں کوٹھڑیوں پر عورات کوفہ بیٹھی ہوئی اسیران کر بلا کا تماشا دیکھ رہی تھیں۔ ایک ضعیفہ ناقل ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایک اونٹ پر ایک بی بی بیٹھی ہیں اور ان کی گود میں ایک بچی بیٹھی ہوئی ہے جو پریشان حال ہے اور اس کی زبان پر ہا ہا پیدر ہا پیدر جاری ہے۔ میں نے ان سے دریافت کیا۔ مِّنْ آتِیَ الْأَسَارِ | اَنْتُمْ کہ تم کہاں کے اسیر ہو۔ جناب زینب نے فرمایا کہ یہ کیا سوال ہے اس نے کہا میں نے ایسے قیدی نہیں دیکھے جیسے کہ تم لوگ ہو۔ جناب زینب نے فرمایا کہ نحن بنات رسولؐ اللہ و بنات نساء الحسین لے ضعیفہ ہم دختران رسولؐ خدا ہیں پیغمبرؐ فدا کے قریبی ہیں

ما آل رسولؐ مصطفیٰ ثم افتادہ بورطہ جفا ثم پروردہ دامن بتولیم امروز اسیر و مبتلا یہ یعنی لائے ضعیفہ ہم آل رسولؐ مصطفیٰ ہیں (صلو علیہ وآلہ) اور آج کل ہم کو قیوں کی جفا و ستم سے ہلاکت میں ہیں ہم بتول عذرا کے دامن میں پلے ہیں، اور آج اسیر محن

ہیں۔ پس جیسے ہی اس مومنہ نے سنا اپنے موہنہ پر طمانچہ لگائے اور رونے لگی دامصیبتاہ آل رسولؐ کجا اور اسیری کجا وہ ضعیفہ کوٹھے سے نیچے اتری اور اپنے اہل فائز کو سالار واقعہ سنایا۔ اور کہا تم گھروں میں ہو اور علی و فاطمہ کی بیٹیاں قیدی بنی ہوئی ہیں لوگ تماشا دیکھ رہے ہیں۔ اس ضعیفہ کا نام بھی زینب تھا۔ اور جب حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کوفہ میں تھے تو آپ کے ایک غلام کی یہ ضعیفہ بانو سے حرم تھی۔ ضعیفہ بڑی جلدی کے ساتھ چادر اوڑھ کر گھر سے باہر آئی اور چادریں اٹھ کر کو دیں۔ جناب زینب نے فرمایا کیا یہ چادریں بطور صدقہ میں اور صدقہ ہم پر حرام ہے اس ضعیفہ نے کہا کہ بطور ہدیہ پیش کر رہی ہوں جناب زینب نے وہ چادریں اور منقح قبول کیا۔ اس وقت زجر بن قیس ملعون و حرام زادہ اس مومنہ کو دیکھ رہا تھا کہ اس عورت نے چادریں دی ہیں اس بد بخت نے اس مومنہ کو سخت و سست الفاظ کہے چادریں حسین بن ارونہ مومنہ اپنے گھر چلی گئی اللہ تعالیٰ علی القوم الظالمین جب اہل محرم اسیر ہو کر کوفہ پہنچے ہیں تو سب عورت مردوں کے چوڑے سے لے کر چوڑائی تک وارد ہوئی ہے۔ چوڑا سی تھی۔ اور سر ہا ہا شہداد جو نیزوں پر بلند تھے وہ پچاس یا ستر تک بتلائے جاتے ہیں۔

کتاب لہوف میں ہے کہ اسیران اہلبیتؑ ہیں مردوں میں سے علی ابن الحسینؑ یعنی امام زین العابدینؑ اور حسن بن الحسنؑ ثنیٰ اولان کے علاوہ زید، عمرو بن الحسنؑ بھی ہمراہ تھے اور علامہ مرحوم کتاب ریاض میں لکھتے ہیں کہ عمرو بن الحسین اور محمد باقر علیہ السلام بھی تھے۔ جب کوفہ کے لوگوں نے اسیروں کو دیکھا تو ہر طرف سے گریہ و بکا کی صدا میں بلند ہو گئیں حضرت سید سجادؑ نے فرمایا کہ اب تم روتے ہو وادہ تم نے ہمارے مردوں کو قتل کیا ہے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ کوفہ کے لوگ اہلبیتؑ کی معرفت نہیں

رکھتے اب معلوم ہوا تو گریہ و زاری کرنے لگے۔

فوج بن اعثم کو فی اور ترجمہ ابو الفتح میں وارد ہوا ہے کہ وہ لوگ کہ جو اسیران آل محمد کے ساتھ کربلا سے واپس آئے ہیں اور ان کے نام بیان کئے ہیں وہ اس جماعت میں شامل تھے کہ کربلا سے چلتے ہوئے نادم پیشان تھے اور اپنے افعال پر شرمندگی محسوس کرتے تھے اور راستہ بھر گریہ کرتے تھے۔ ویظہرون التأسف والندامة۔ چنانچہ علی ابن الحسین علیہ السلام جب کہ میل تھے فرماتے ہیں کہ انہی لوگوں نے میرے پدر بزرگوار۔ چچا اہل اور بھائیوں کو قتل کیا ہے اور اب ہم پر یہ لوگ گریہ کرتے ہیں۔

شہر کوفہ میں حضرت زینب خاتون کا خطبہ

علامہ مجلسی یا سناد خود از شیخ مفید روایت کی ہے کہ لما اقبل بالنسوة

الی الکوفة علی الجمال بغیر و طاء جعل نساء الکوفة یبکین۔ فرماتے ہیں کہ زنان کوفہ نے جب الحرم کو شتران بے کجاہ پر دیکھا گریہ و زاری شروع کی۔ جب امام زین العابدین علیہ السلام نے ان کی آواز گریہ و بکاسنی تو آپ نے فرمایا کہ یہ عورت کوفہ ہم پر گریہ کر رہی ہیں اور ان ہی کے مردوں نے ہمارے مردوں کو قتل کیا ہے۔ شیخ کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ جب سید سجاد کو طوق و سلاسل سے زیادہ تکلیف پہنچی تو حضرت زینب نے اہل کوفہ سے خطاب فرمایا یا قوم و اللہ نحن عترة رسول اللہ فاکرموا الاجل رسول اللہ یعنی کہ اے کوفہ کے مرد و زن ہم تو اہل کرام و اکرام و استرام سب پر واجب ہے کچھ اس ہیئت کی صورت میں فرمایا کہ تمام شور و غل ختم ہو گیا اور لوگ متوجہ ہو گئے غرض کہ آپ نے خطبہ شروع کیا اور اہل

کو سخت ترین نصیحت آپ کی فصاحت و بلاغت کو سن کر لوگ سمجھے کہ علی مرتضیٰ کلام کر رہے ہیں۔

تکلم کردش را بر کہ دیدی فاش میگفتی

لسان حیدری گویا کہ در طی سال دار

یعنی کہ آپ کے خطبہ کو سن کر یہ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ زبان حیدر سے خطبہ ادا ہو رہا ہے چنانچہ فقالت الحمد لله والصنوة علی ابی رسول الله اما بعد یا اهل الکوفة یا اهل الختل والختل فلا رقات العبرة ولا هدايات الرقة فانما مثلکم کالتی نقضت غزلها من بعد قوۃ انکاثا تتخذون ایما نکم دخلا بینکم الا و هل فیکم الا الصلف والزف خوارون فی اللقاء عاجرون عن الاعداء فاکثون للبیعة مضیعون للذمة فبس ما قدمت لکم انفسکم ان سخط الله علیکم و فی العذاب انتم خالدون۔

پس جب آپ کا خطبہ یہاں تک پہنچا تو مرد و زن میں ایک کہرام برپا ہو گیا۔ جناب علیا زینب نے فرمایا کہ۔ انبیون ای واللہ فابکوا کثیرا واضحکوا قلیلا ولقد فرتم بجا رہا و شنارها ولن تقسوا رنما عنکم ابد یعنی کہ اب گریہ کرتے ہو پس بہت زیادہ رونا اور کم ہسو۔ یہاں تک کہ تم تنگ و عار میں مبتلا ہو۔ اور یہ دھیمہ تمہارے دامن سے نہیں دور ہوگا خواہ تم کتنی ہی کوشش کرو۔

فلیل خاتم الرسالة وسید شباب اهل الجنة وملا ذخیرتکم ومفرع نازلکم وامارۃ محبتکم ومدرجۃ حجتکم خذ لکم وقتلکم۔ یعنی کہ خاتم المرسلین کے فرزند سرور جوانانِ جنان جو کہ تمام بلائیں میں پھر تھے اور تمہارا

لیے بلندی کا نشان اور سبب کشادگی رزق تھے۔ ان کو تم نے ذلیل کر دیا اور ان کو قتل کر دیا۔ الاشاما تدرون فتعسا ونكسا ولقد خاب السعي وتبت الایدی وحسرت الصفة وثبوت بغضب من الله وضربت عليهم الذلة والمسكنة۔ حضرت زینب خاتون کی تمام فرمائشیں حق اور صادق ثابت ہوئیں۔ ان لوگوں نے اپنی جائیں اور ایمان خطرے میں ڈال دیا اور اب گریہ کرتے ہو۔ اس سے کیا فائدہ۔ جناب زینب خاتون نے فرمایا یا اهل الکوفة اتدرون ای کید لرسول الله فربیتہ وای دم له مفکم وای کربتہ سیتم لقد شیئا اذا نکاد الشموت مقطرن وتنشق الاده وتخر الجبال هذاً۔ آیا جانتے ہو کہ تم نے فرزند رسول خدا حسین بن فاطمہ کو پارہ پارہ کر دیا۔ اور ان کے اہل گم کو قید کر کے یہاں لائے ہو کہ تماشا دیکھو نزدیک ہے کہ آسمان نیلگوں پھٹ جائے۔ پہاڑ شگافہ ہو جائیں مخلوق خدا عذاب میں مبتلا ہو۔ افعجبت ان قطرق السماء دما ولعذاب الاخرة اخری فلا يستخفکم المهمل فانه لا يعجزه لیلدار ولا تحاف علیهم فوت الفار کلا ان ربکم بها المرصاد۔ جناب علیا مخدہ زینب خاتون کا کلام جب یہاں تک پہنچا راوی کہتا ہے کہ تمام لوگ حیرت میں گم ہو گئے تھے۔ غرابت الناس حیادت قدر دوا ایدیم الی افواهم۔ تمام لوگ انگشت حیرت موہنہ میں رکھے ہوئے تھے۔ وادیت شیخا وقد بکی حتی اخضب لحیه۔ تمام بزرگ لوگ سس رسیدہ آدمی اس قدر روئے کہ ہر ایک کی ریش آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اور روتے روتے کہا۔ کہولکم خبر الکھول ونسلکم اذا عذ نسل لا یخیب ولا یجزی۔ یعنی لوگ کہنے لگے اے خاتون ہاشمیہ تمہارے بزرگ تمام عالمین میں بزرگ ہیں

اور سب بیروں سے افضل ہیں۔ اور تمہاری اولاد کا شمار عام لوگوں کی اولاد میں نہیں ہے اور تم لوگ ہرگز ذلیل و خوار نہیں ہوں گے عزت تمہارے زیر قدم ہے مولف کتاب کہتے ہیں کہ اس وقت شمر ولد الحرام نے ان لوگوں سے کہا کہ جو سربراہ شہداء و بیروزوں پر لیے ہوئے تھے کہ سر لے کر اونٹوں کے نزدیک پہنچیں اور خصوصاً سر امام حسینؑ جس نیزہ پر بلند تھا اس کو حضرت زینب کے اونٹ کی برابر لائے اور آپ کی نظر سر بریدہ امام حسینؑ پر پڑی بیساختہ خطبہ ختم کر دیا۔ اور آپ خوش ہو گئیں آپ کے اس خطبہ کو مرحوم سید نے اور شیخ طبری نے بھی نقل کیا ہے۔ حضرت سید سجادؑ نے بھی خطبہ ارشاد فرمایا ہے اس خطبہ مخدہ کے بعد ان زیاد ملعون نے اہل گم کو زندان میں بھیج دیا۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ جب اہل گم زندان میں بھیج دیئے گئے۔ تو زندان کو قہ نے صف ماتم امام حسینؑ پچھائی۔ بال پریشان کر دیئے۔ سینہ کو پی کی۔ ابی مخنف کہتا ہے کہ ابو جریہ اسدی ان دنوں میں کو قہ میں تھے انہوں نے کسی مرد بزرگ سے پوچھا کہ یہ گریہ نزاری کس لیے ہے اس شیخ نے کہا کہ حسین بن علی قتل کر دیئے گئے ان کا سر کو قہ میں آیا ہے اور یہ ماتم حسینؑ ہو رہا ہے۔

حسین داد غریبی سر بریدند

تن پاکش بخاک و خون کشیدید

یعنی کہ حسینؑ عالم غربت میں قتل کر دیئے گئے ان کا سر مبارک تن سے جدا کیا گیا اب لاش مطہر زمینی کر بلا پر خاک و خون میں غلطان پڑی ہے اور سر کو قہ میں ہے

روایت مسلم گچکار اور اسیروں کا دروازہ کوفہ پر پہنچنا

مسلم جہاں گچکار۔ چونہ وغیرہ عمارت کے لیے بنانے والا کتاب ہے کہ ابن زیاد ملعون نے مجھے دارالامرہ کی مرمت رنگ و روغن پر مامور کیا۔ کیونکہ میں کوفہ میں معاری کا کام انجام دیکرتا تھا۔ اس وقت کہ جب قصر ابن زیاد پر گچکاری کر رہا تھا۔ فاذا بالزعمات قد ارتفعت من جنبات الكوفة کہ میں نے دیکھا کہ اطراف و جوانب کوفہ سے طرح طرح کی آوازیں سنائی دیں۔ طبل و ناقوس کی آوازیں آئیں جس جگہ میں گچکاری کر رہا تھا۔ خادم نے کہا کہ ایک خارجی (معاذ اللہ) نے ابن زیاد پر خروج کیا تھا۔ میں نے دریافت کیا وہ خارجی کون تھا اس نے کہا حسین ابن علیؑ۔ پس جیسے ہی میں نے سنا کہ حسین قتل ہو گئے ہیں افسوس کرنے لگا اور موہنہ پر طمانچہ لگائے اور کہنے لگا کاش میں گچکار نہ ہوتا اور قصر ملعون کی مرمت نہ کرتا۔ کاش میرے ہاتھ شل ہو جاتے۔ میں قصر سے اتر آیا اور باہر آیا کتنا سہ پہنچا تو وہاں ایک اڑدھلم تھا اور سب لوگ اسیروں کی آمد کے منتظر تھے۔ دریں آئنا دیکھا کہ پالیس اڑدھلم کے نزدیک زیر دیوار پہنچے اور ان پر اولاد علیؑ و فاطمہ قیدی بنے ہوئے سوار تھے۔ مسلم جہاں کتاب ہے کہ ہر ایک اڑدھلم کے ساتھ بندھا ہوا تھا۔ اذا قبلت نحو ربعین شقة تحمل علی اربعین جملا فیہا لحم والنساء واولاد فاطمة علیہا السلام۔ و امصیباتہ قریب پالیس اڑدھلم بغیر کجاوہ تھے کہ جن پر اہل حم حسینؑ سوار تھے۔ ناگاہ میری نظر حضرت امام زین العابدینؑ پر پڑی دیکھا کہ آپ طوق زنجیر میں بکڑے ہوئے اور بعض اعضاء امام زنجی میں۔ مسلم گچکار کہتا ہے کہ آپ کی زبان پر کبھی آہ جاری ہوتی تھی اور کبھی شکر خدا فرماتے تھے میں

نے اس وقت کہا اسے بدترین امت اے کوفیو۔ تم نے بہترین لوگوں کو اسیر بنایا ہے اس وقت و صدار اهل الكوفة ینالون الاطفال خور و سال پر غرے اور روٹی کے ٹکڑے اور اخروٹ وغیرہ پھینک رہے ہیں اس وقت جناب ام کلثومؑ نے فرمایا اے اهل الكوفة ان الصدقة علینا حرامہ۔ کہ ہم پر صدقہ حرام ہے ہم آل رسولؐ میں ادا آپ بچوں سے وہ ٹکڑے اور غرے وغیرہ لے کر پھینک دیتی تھیں مسلم گچکار کہتا ہے کہ اس وقت جناب زینبؑ خاتون نے اہل کوفہ خطاب فرمایا لوگوں کا شعلہ و غل غم ہو گیا۔ اس وقت اہل حم کے اذنوں کے نزدیک سربراہ شہداء لائے گئے اور سب سے آگے سر بیڈہ امام حسینؑ تھا۔ جب وہ ملعون نیزہ کو حرکت دیتے تھے تو سر مبارک بھی حرکت میں آتا تھا۔ اس وقت زینبؑ خاتون نے چوب محل پر اپنا سر مار کر زخمی کر لیا

اسیران اہلبیتؑ اظہار اور زندان کوفہ

شیخ صدوق علیہ الرحمۃ نے کتاب امالی میں ابن نعیم سے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ قال حدثنی حاجب عبید اللہ بن زیاد۔ کہ ابن زیاد کے پہرہ دار و محافظ نے بیان کیا کہ ابن زیاد نے حکم دیا کہ اسیروں کو زندان میں بھیج دیا جائے۔ چنانچہ اسیران اہلبیتؑ اظہار کو زندان میں پہنچایا گیا۔ قم امر بعلی ابن الحسینؑ نقل و حمل مع النسوة والسباہا الى السجن۔ حکم ابن زیاد ہوا کہ زین العابدینؑ کی زنجیر و طوق پہنا دو گنا دیا جائے اور تمام عورات و بچوں کو زندان میں مقید کر دیا جائے۔ اسیر زندان کوفہ میں بھیجے گئے۔ اسیروں نے جب زندان دیکھا تو شور مچا

بلند ہوا خدا جلنے کہ وہ زندان تھا یا کوئی بوسیدہ مکان تھا اتنا پتہ چلتا ہے کہ جو زندان کے نگہبان تھے وہ اسیروں کو باہر نکلے یا ادھر ادھر دیکھنے کی ممانعت کرتے تھے۔ ان کا رویہ اسیروں کے ساتھ نہایت سخت اور بیرحمانہ تھا۔ کتاب ریاض میں ہے کہ فلما جلست زینب بنت علی فی المجلس وحولها النساء والبنات والیتام بحالة تقشعر منه الجلود بل ید ورجل الجلود یعنی کہ زینبؓ خاتون بنت علیؓ مرتضیٰ جب قید خانہ کوفہ میں پہنچیں تو تمام اہل محرم کو جمع کیا۔ یتیموں اور مخدرات کو پاس بٹھایا اور تنگی قید خانہ سے متاثر ہو کر آہ موزان بگڑے کھینچی۔ تاریکی زندان سے دل گھیرایا۔ تو کہ بلا میں خیموں میں تاریکی کا منظر نگاہ کے سامنے آگیا۔ آپ نے اس وقت اپنی بہن ام کلثومؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اے بہن یہ روز سیاہ بھی دیکھنا مقدر ہوا ہے واعزبتاہ واحسینا۔ صدائے پردرد بلند ہونے لگی۔ شیخ صدوق فرماتے ہیں کہ ان دنوں میں خیب کہ اہل محرم زندان کوفہ میں تھے۔ عید اللہ ابن زیاد ملعون نے جناب ام کلثومؓ کی طرف قاصد بھیجا اور یہ پیغام پہنچایا کہ امیر کوفہ کہتا ہے۔ الحمد للہ الذی قتل رجلاً لکھ فکیف یدرون ما فعل بکھ کہ خدا کا شکر ہے کہ اے ام کلثومؓ تمہارے مرد قتل کر دیئے گئے۔ اور خدا نے تمہارے ساتھ کیا کیا جناب ام کلثومؓ نے جواب فرمایا کہ اے قاصد ابن زیاد ملعون سے کہو اعد لجدہ جواباً فاندہ خصمک عندا۔ یعنی کہ اے ابن زیاد بد نہاد حضرت رسولؐ خدا کو جواب دینے کے لیے تیار رہ کہ آنحضرتؐ قیامت میں انتقام لیں گے اس دشمنی کا جس کا تو نے حسینؑ کو قتل کر کے ثبوت دیا ہے۔ الا لعنة الله على القوم الظالمین۔

عمر ابن سعد ملعون کو قتل امام حسین علیہ السلام کا ابن زیاد

سے صلہ نہ ملنا

جب ابن نہاد بد نہاد نے اہلبیتؑ اہل ہار کو زندان کوفہ میں بھیج دیا۔ عمر ابن سعد ملعون انتہائی غرور و کبر کے ساتھ عبید اللہ ابن زیاد کی خدمت میں حاضر دربار ہوا اور اس بد سخت نے ابن زیاد کی تعریف و مدح سرائی کی۔ لیکن ابن زیاد نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اور نہ ہی اس کی خدمات کو سراہا۔ اور عمر ابن سعد ملعون اپنی مراد کو نہیں پہنچا۔

علامہ مجلسیؒ کتاب بحار میں اور شیخ فخر الدین منتخب میں نقل کرتے ہیں کہ بعد شہادت امام حسین علیہ السلام۔ ابن زیاد اور عمر ابن سعد ملعون کے درمیان جب ملاقات ہوتی ہے تو ابن زیاد نے عمر ابن سعد ملعون سے کہا کہ ایتنی بکتآب الذی کتبتہ الیک فی معنی قتل الحسین وملك الثری۔ یعنی ابن زیاد نے عمر ابن سعد ملعون سے کہا کہ وہ تحریر کہ جو میں نے تجھے قتل حسینؑ کے بارے میں لکھی تھی۔ پیش کر دو۔ عمر ابن سعد نے کہا واللہ انہ قد ضاع۔ کہ بخدا کہ وہ تحریر ضائع ہو گئی ہے اور اب میرے پاس نہیں ہے۔ ابن زیاد نے کہا کہ وہ تحریر تو ضرور حاضر کرنا پڑے گی بغیر اس کے کوئی بات قابل شنوائی نہیں ہے۔ اور اس کے بغیر میں تجھے کوئی جائزہ نہیں دوں گا۔ میں نے جب تجھے کہلا بھیجا ہے کہ حسینؑ سے مجاہدہ کرے جنگ کرے تو اس وقت تو نے جنگ کرنے میں تباہل برتا اور حسینؑ کو مراعات دی ہیں۔

ابن زیاد ملعون نے اس سے کہا کیا تو نے یہ اشعار بار بار نہیں پڑھے ہیں۔

فوالله ما ادرى واني لصا دق افكرنى امرى على خطرين
عترك ملكك الودى والرى منيتى ام ارجع ما شوما بقتل حسين
عمر ابن سعد ملعون نے کہا کہ بے شک میں نے تجھے اس فعل شنیع تو بیخ کی تھی
اور تجھے نصیحت کی تھی کہ قتل حسین سے باز رہے۔ اگر میرا پاپ بھی اس کے لیے
اشارہ کرتا تو بھی میں ہرگز امام حسینؑ کو قتل نہ کرتا حالانکہ میں حقوق پورا دانا اپنا
فریضہ سمجھتا ہوں۔ لیکن میں کرتا جب کہ تو نے میری نصیحت پر کان نہ دھرے۔
ابن زیاد ملعون نے کہا کذب یا لکھ یعنی اے بن سعد تو نے جھوٹ کہا۔
تو نے کوئی نصیحت نہیں کی بلکہ تو قتل حسین کے لیے برضا و رغبت گیا تھا۔
جب عمر ابن سعد نے ابن زیاد کی گفتگو سنی تو کہنے لگا کہ میں نے قطع رحم
کیا اور نافرمانی خدا اور رسولؐ کی۔ اور دربار ابن زیاد ملعون سے ناکام اٹھ کر
چلا آیا۔ اور خود کہنے لگا ذلک هو الخسران العین۔ یہ شعر اس
ملعون کے حسب حال ہے۔

حب الذي قتل الحسين من الخسارة والندامة
ان الشفيع لدى الاله خصيمه يوم القيامة
یعنی کہ قتل امام حسین علیہ السلام قاتل کے حق خسارہ فی الدنیا والآخرۃ۔ لعنت
دنیا میں اور آخرت میں عذاب دائمی ہے۔

قید خانہ سے اہلبیتؑ اطہار کی دربار ابن زیاد میں

طلبی

مروی ہے کہ محرم کی بارہویں شب آل رسولؐ نے زندان کوفہ میں گزاری لقا
اصبح عید اللہ ابن زیاد جلس فی تجبرہ وتفرعہ کالشدد واجتمع علیہ
اهل الاحاد من الامراء والقواد بالباب من الشرطیہ والجند تدخلت کثیر
وحجقت عظیم۔ یعنی کہ جب ابن زیاد نے صبح کی محرم کی
ادبار ہویں تاریخ اتق عالم پر نمودار ہو تو ابن زیاد ملعون نے حکم دیا کہ قید خانہ سے
آل رسولؐ کو دربار میں پیش کیا جائے ابن زیاد بڑے غرور و کبر کے ساتھ ثانی
فزع بنایا ہوا تھا۔ گرد و پیش دربار میں اشرا ر جمع تھے ابن زیاد ملعون نے حکم دیا۔
فامواللعین فی النشأتین باخضار داس الحسین فی طشت من اللجن
یعنی کہ اس نے حکم دیا کہ ایک طشت طلا میں سرفرازند رسولؐ اقداد دربار میں میرے
سامنے پیش کیا جائے۔ فاحضره عند لاوساثر الرؤس منصوبۃ علی
الاختاب بالباب۔ پس سر سلطان الشہداء طشت طلا میں لایا گیا۔ اور باقی
سربا عر شہداء نیزوں پر بلند کر کے لائے گئے۔ ثما مرحضار الاماری ذکوراً
واناثاً من السجن فی المجلس۔ پھر حکم ابن زیاد بد نہاد قید خانہ سے
اسیران اہلبیتؑ مرد و عورت سب بلائے گئے۔ دربار میں پیش ہوئے تمام الحرم
ایک دوسرے سے اس طرح وابستہ تھے جیسے زنجیر کی کڑیاں آپس میں مسلسل ہوتی
ہیں فناسب فی حق الامام المسبحون المشحون قوله تعالیٰ رب السجن
احب الی مما یدعوننی الیہ۔ امام زین العابدینؑ علیہ السلام کے نزدیک زندان کوفہ

دربارِ ابن زیاد سے بہتر تھا۔ لیکن بادلِ نخواستہ اہلبیتؑ اہلِ امام اور امام علیہ السلام
دربار میں آئے۔ فجا وہم علی حالۃ من تصورھا تفتت الابدان وقتفت فی
الاعضاء۔

اے سپہر و انگوں از دور بیدار تو داد

دختر زہرا کجا و مجلس زیاد

دختران زہرا زہرا تمانی بی حجاب

بستہ بر رخسار ہا گیسوان خود تلاب

زینب گیسو پریشان در میان دختران

ہیچو ماہ مخفف اندر میان اختران

در میان بنشستہ آن مظلومہ پر شور و شین

زیر لب اہستہ گفتی داحسینم و احسین

یعنی کاسے آسمان برگشتہ تیرے دور میں یہ بیدار کہ دختر زہرا زینب خاتون
ابن زیاد ملعون میں موجود ہیں۔ کجا دختر فاطمہ اور کجا دربار بد نہاد۔ تمام مخدرات اور
فاطمہ کی بیٹیاں بے پردہ تھیں اور ان کے چہروں پر ان کے گیسو پردہ کر رہے تھے۔
اور زینب خاتون ان مخدرات پردہ نشین کے درمیان اس طرح تھیں جیسے ستاروں
میں گہن میں آیا ہوا چاند ہو۔ اور مظلومہ بہن کے لبوں پر کبھی ہا حسین اور کبھی ہا میر
حسین جاری تھا فادخلوہم علیہ والراس بین ید یہ واقفوہم اجمعہ لدیہ
اس حالت میں اسیر دربار میں لائے گئے۔ اور ابن زیاد ملعون کے سامنے پیش کئے
گئے کہ مر دان اسیر سب نگاہ نیچی کئے ہوئے تھے اور کم سن لڑکیاں لرزہ برآمد تھیں
مخدرات کے بال پریشان تھے۔ ایک عورت دوسری عورت سے ملی ہوئی تھی

فاطرق عندہ رجالہم واسترت نساءہم بعضہن بالشعر والمنشور۔
کہ دختران علی و فاطمہ اور امام حسینؑ کی بیٹیاں نامحرموں کے درمیان بے پردہ کھڑی
تھیں۔ اور جلاد تلواریں بے احاطہ کئے ہوئے تھے۔ دربار میں ہر ایک کو آنے کی
اجازت تھی اسی لیے عام لوگ کثیر تعداد میں جمع تھے امام زین العابدین علیہ السلام
نے ابن زیاد سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ سنفت و تفتت و نسفت و تفتت و نسفت و تفتت
وانتہ لا تعدون ولا ترون رسول اللہ کہ تمہارے سامنے ہم کھڑے ہوئے
ہیں اس طرح عیساکہ تم نے چاہا۔ بعض لوگ روز جزا حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے سامنے کھڑے ہوں گے اور جس طرح تم ہم سے سوال کرتے ہو اسی طرح
ہم تم سے سوال کریں گے اس روز تمہارا کوئی عذر کارگر نہ ہوگا۔ آخر تم رسول خدا
کے سامنے کیا جواب دو گے۔ ابن زیاد بد نہاد نے سنا اور کچھ جواب نہ دیا۔

مقتل ابی مخفف میں ہے کہ فاما زینب الکبریٰ دوسری مخدرات اسیروں سے
الگ کھڑی ہوئیں اس وقت بعض کنیز ہی ان کو اپنے حلقہ میں لیے ہوئے تھیں۔
شیخ مفید فرماتے ہیں۔ دخلت زینب اخت الحسین فی جملہہم متکذرة
و علیہا رذل ثیابہا فمضت حتی جلست ناحیۃ من القصر وجفت بھا ما نحا
جناب زینب خاتون بادلِ نخواستہ داخل مجلس ہوئیں مگر اس طرح کہ کوئی آپ
کو نہ پہچان سکا اور ایک گوشہ میں بیٹھ گئیں۔ ابن زیاد نے دریافت کیا کہ یہ کون بی بی ہے
کہ خود دوسری عورتوں سے الگ بیٹھی ہے۔ مگر کسی نے ابن زیاد کو کوئی جواب نہ دیا
اس نے دتین مرتبہ دریافت کیا تو ایک کنیز نے کہا کہ ہذا زینب بنت فاطمہ
بنت رسول اللہ ابن زیاد ملعون نے یہ سن کر کہا۔ الحمد للہ لذل فیض حکہ وقتلہ
وکن جدو تنکم کہ اے زینب میں شکر خدا اور اس کی حمد ادا کرتا ہوں کہ خدا نے تم پر

لوگوں کو ہنسے والا قرار دیا یعنی کہ معاذ اللہ تم کو ذلیل کیا۔ تمہارے مردوں کو قتل کیا۔ اور تمہارا کذب و جھوٹ سب پر ظاہر ہو گیا۔ جناب علیا زینبؑ نے فرمایا۔ الحمد للہ الذی الرمنابہ نسبه محمد صلی اللہ علیہ والہ و طہرنا من الرجس تطہیرا انما یقتضیہ الفاسق و یکذب الفاج و هو غیفا کہ میں خدا نے بزرگ و برتر کی حمد و اکر تھی ہوں کہ اس نے ہمیں اپنے پیغمبر کی ذریت میں قرار دے کر شرف عظیم عطا کیا ہمیں پاک کیا اور ایسا پاک جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے۔ اور اے ابن زیاد تو فاسق و فاجر بنی رسوا ہوا کرتا ہے۔ اور وہ ہمارا غیر ہے یعنی کہ وہ ہم سے نہیں ہے اور وہ تو ہے۔ شاعر فارسی نے بزبان حال اس طرح گفتگو سے زینبؑ خاتون کو پیش کیا ہے۔

ما شفیع گناہ خلقانیم !
نام ما ابتدای ہر نام است
ہم بازندہ ہر کجا نام است
دستگیر جہانیاں مائیم
دور از حبس و پاک از عیبم
آن توی فاسق ای زنا زادہ
ما عزیز خداے سبحانیم
اول آغاز و آخر انجام است
از درماست ہر کجانی است
قاسم رزق بندگان مائیم
کاشف القرم الم القیم
دین بدنیای خویشن دادہ

فاجر مستحق نادر توی

دور از فیض کردگار توی

خلاصہ معنوی یہ ہے کہ جناب زینبؑ نے فرمایا کہ ہم مخلوق کے لیے شفیع روز جزا ہیں۔ اور خدا نے سبحان کے نزدیک بزرگ تر مخلوق ہیں۔ ہمارے نام سے ابتداء اور ہمارے نام پر اختتام ہے، ہم باقی ہیں تو زمانہ باقی ہے اور ہمارے ہی دور سے

رزق سب کو ملتا ہے۔ ہم زمانہ والوں کے مددگار ہیں۔ ہر قسم کے رحمت پلیدی اور یحیو سے پاک و پاکیزہ ہیں۔ لوگوں کے دکھ دور کرنے والے ہیں۔ اور ہمیں خدا نے علم غیب عطا کیا ہے۔ اور اے ابن زیاد تو فاسق و فاجر ہے۔ تو نے دین کو دنیا کے لیے چھوڑ دیا ہے اور تو رحمت خداوندی سے دور ہے۔ یعنی کہ تیرا ٹھکانا جہنم ہے۔ ابن زیاد ملعون نے کہا اے زینبؑ خدا نے تیرے بھائی اور قریب داروں کے ساتھ کیا کیا۔ کہ وہ سب قتل ہو گئے۔ اور ذیل و خواہ ہوئے آپ نے فرمایا کہ میرے بھائی اور میرے اقربا نے شہادت قبول کی ہے۔ قتل ہو کر صدفات و حق کو زندہ کر دیا ہے۔ اور ایک دن آئے گا کہ خداوند عالم کی بارگاہ میں تو اور ہم دونوں ہوں گے اور خدا تجھ سے جواب طلب کرے گا۔ کتاب ہبوط میں ہے کہ حضرت زینبؑ نے فرمایا اے پیغمبر جانے اسے ان زیاد یہ کلام سن کر سخت غصہ میں آ گیا۔ اور بعض سخت سست الفاظ کہے۔ عمرو بن حریث کہ جو داروغہ دربار تھا اپنی جگہ سے اٹھ کر تخت کے نزدیک آیا اور کہا ایہا الامیر انہا امراة و المراة لا تواخذین من من منطقھا۔ اے امیر ابن زیاد ملعون کہ تو اس عورت کی باتوں کا کب تک جواب دیتا رہے گا جب کہ یہ بیکیں ولا چار بھی ہے۔ ابن زیاد مردود و دیرین کر غم و شوش ہو گیا۔

اور ادھر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ قال لابن زیاد کہ تھتک عمتی بین من یعرفھا و من لا یعرفھا۔ یعنی اے ابن زیاد تو کب تک ہماری چھو بھی کی شان میں گستاخانہ کلام رہے گا خصوصاً ان لوگوں میں کہ جو آپ کی معرفت رکھتے ہیں اور ان لوگوں میں بھی جو آپ کو نہیں پہچانتے ہیں۔ قطعہ اللہ یدیک و رجلیک۔ خدا تیرے دست و پا قطع کرے ابن زیاد آپ

کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھنے لگا کہ تو کون ہے۔ فرمایا کہ انا علی ابن الحسین کہیں حسین کا فرزند علی ہوں۔ اس ملعون نے آپ سے کہا کہ لوگوں نے حسین کو قتل نہیں کیا ہے بلکہ خدا نے ان کو قتل کیا ہے۔ اس پر حضرت سید سجادؑ نے فرمایا کہ اللہ بتوقی الانفس حین موتھا۔ یعنی کہ اسے ابن زیاد ماننا چاہیے کہ خدا کا بعض روح علی اکبر خدا کا ہے لیکن قاتل منقذ بن مرہ گبر دغا ہے یہ سن کر ابن زیاد غضب آلود ہوا۔ اور کہانے فرزند حسینؑ تمہاری اس قدر حرمت کہ میرے سامنے مجھے نفرت کر رہے ہو اور ابن زیاد ملعون نے جلاد سے کہا کہ اس کے ہاتھ پیر قطع کر دے پس جیسے ہی حضرت زینبؑ نے اس مردود کا یہ کلام سنا سید سجادؑ کو اپنی طرف کھینچ لیا اور لعل میں لے لیا اور فرمایا کہ لے ابن زیاد ملعون فتعلقت بہ ذینب عمتہ حسب من دما نسا لے بے حیا اس کے قتل سے باز رہے کہ ہمارے مردوں میں ہمارا یہ بھتیجہ ہی باقی ہے۔ اور اگر تجھے قتل ہی کرتا ہے تو پہلے مجھے قتل کر دے امام زین العابدینؑ علیہ السلام نے فرمایا کہ اسے ابن زیاد قتل ہونا تو ہماری عادت اور شہادت ہمارا شیوہ ہے یہ سن کر اس مردود نے قتل امام زین العابدینؑ کا ارادہ ترک کر دیا۔

بعض کتب مقاتل میں وارد ہوا ہے کہ ابن زیاد ملعون نے حکم دیا کہ مختارؑ کو قید خانہ سے لایا جائے اور دربار میں حاضر کیا جائے۔ مختارؑ کو دربار میں لایا گیا۔ ہم نے واقعہ مختارؑ کو تفصیلاً علیحدہ سپرد قراں کیا ہے۔ سر دست اسبقدر لکھنا مطلوب ہے کہ جب مختار دربار میں پہنچے تو مختارؑ نے ابھرم کو دیکھا تو نزدیک تھا کہ روح ان کے جسم سے نکل جائے مختارؑ نے حضرت سید سجادؑ کی طرف دیکھا اور کہا اے پابند لوط و سلاسل اور اے طوفان بلا کے کہ بلا کے نوح میں خود زنجیر پہنے ہوئے ہوں ورنہ آپ کے قدموں پر آنکھیں ملتا۔ ابن زیاد نے مختارؑ کو پھر قید خانہ بھیج

دیا۔ اور اس نے آل رسولؐ کو بھی زندان میں بھیج دیا کہ جہاں وہ قید کے لیے تھے یہ بھی وارد ہوا ہے کہ کوفہ کی بعض عورات آئی تھیں اور حسینؑ غریب کا پرستہ المجرم کو دیتی تھیں۔

سربریدہ امام حسینؑ علیہ السلام کی شہر کوفہ میں تشہیر

مروج سید کتاب لہوف میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب ابن زیاد ملعون نے اسیران کو بلا کو زندان کوفہ میں بھیج دیا تو یہ حکم دیا کہ امام حسینؑ کا سربریدہ کو چہ کو چہ اور شائع عام پر تشہیر کیا جائے گا کہ کوفہ والوں کو معلوم ہو جائے کہ حسینؑ قتل ہو گئے۔ معلوم سربریدہ کی کس طرح تشہیر کی گئی۔ دست بدست بیان نیزہ پر بلند کر کے پھرایا گیا جو کچھ روایات سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ آپ کا سر مبارک ایک طویل نیزہ پر بلند تھا اس نیزہ کو ابن زیاد کے غلام گلی کو چہ لے جاتے تھے۔ اور لوگ معاذ اللہ فرزند رسولؐ کے قتل کا تماشا دیکھتے تھے۔ اور ایسا ہی واقعہ ابن دیکھو سے ظاہر ہوتا ہے۔

مقتل ابی مخنف میں مسطور ہے کہ ابن زیاد ملعون نے عمر بن جابر مخزومی سے کہا کہ سر حسینؑ کوفہ کے بازاروں میں پھراؤ۔ چنانچہ اس نے تشہیر کیا۔ شیخ مفیدؒ کتاب ارشاد میں فرماتے کہ جس روز ابن زیاد نے حکم تشہیر سربریدہ دیا ہے اس کے دوسرے روز جب کہ اس کی مجلس برفاست ہو گئی تو اس نے سر امام حسینؑ گلی کو چوں اور بازاروں اور شارع عام پر پھرنے کے لیے خادموں کو دیا اور سر مبارک کی تشہیر کی گئی۔ و اممیتاہ سر امام حسینؑ کجا اور کو چہ و بازار میں تشہیر کیا یہ وارد ہوا ہے کہ اس وقت اسقدر کثیر لوگ تماشا ٹی جمع تھے کہ راستے محدود ہو گئے تھے اور گزنا مشکل تھا۔ مصنف کامل السیفہ تحریر کرتے ہیں کہ۔

فخرجت في خلال ذلك من دوز الكوفة واسواقها وقبائلها من الناس مائة الف
يعني کہ اس وقت کہ سرسلطان دین امام مظلوم کو چہ، و بازار اور اطراف شہر میں تشریف
کیا جا رہا تھا تو تقریباً صد ہزار یعنی ایک لاکھ تماشاچی جمع ہو گئے تھے۔ اور مبارک
کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ فہنہم من خرج للفرجة والسروا ومنہم
من خرج مع الویل والنبور یعنی کہ اس گروہ میں بعض سیر و تفریح کے لیے اپنے گھروں
سے نکل کر جمع ہوئے تھے اور بعض مبارک کو دیکھ کر گریہ و زاری کر رہے تھے۔
لیکن کسی کو ان زیادہ کے ظلم و ستم کو دیکھ کر حایت سر امام مظلوم کرنے کی جرأت نہیں
ہوتی تھی سب غموش اور گریہ کنان تھے اور ان پر خوف عظیم طاری تھا۔

سربریدہ امام حسین علیہ السلام کا متعدد مقامات پر۔

کلام کرنا

جب سر امام حسین علیہ السلام کو فہ شہر کے گلی کوچوں اور بازاروں میں پھرایا جا
رہا تھا۔ تو زید ابن ارقم کے مکان کے پاس سے سر مطہر گزرا۔ شیخ مفید تحریر فرماتے
ہیں کہ زید ابن ارقم اس وقت اپنے مکان کے ایک بیرونی طرف کے درجہ میں بیٹھے تھے۔
اور باہر کی جانب نظر تھی دیکھا کہ ایک طویل نیزہ پر ایک سربریدہ نصب ہے جب
سربریدہ ان کے مکان کے نزدیک پہنچا تو انہوں نے بغور دیکھا کہ یہ سر امام حسین ہے
نیچے اتارے نیزہ کے نزدیک گئے تو لب ہار مبارک میں جنبش دیکھی اور پھر سربریدہ نے
سورۃ کہف کی اس آیت کی تلاوت کی۔ ام حسب ان اصحاب الکہف والرقیہ
کانوا من آیاتنا عجباً۔ یعنی کہ امام حسین نے اس آیت کی تلاوت کر کے

یہ ظاہر کیا کہ میرا امر (کلام) اصحاب کہف و رقیم سے بھی زیادہ عجیب و غریب ہے
زید ابن ارقم نے جب یہ سنا تو کہا اے فرزند رسول! خدا نے تنک آپ کا امر عجیب و
غریب ہے زید ابن ارقم نے اپنا عمامہ سر سے پھینک دیا اور گریہ طاری ہو گیا۔
سربریدہ امام حسین علیہ السلام کے کلام کرنے کے بارے میں مولف کتاب
تحریر فرماتے ہیں کہ یہ غور طلب امر ہے کہ سر امام حسین جسد مبارک سے جدا تھا۔
روح مبارک پر واز کر چکی تھی۔ پھر آپ نے کلام کس طرح کیا۔ موصوف خود ہی خواب
تحریر فرماتے ہیں کہ کلام کرنے کے دو طریقہ میں ایک تو یہی طریقہ کہ جس طرح ایک
زندہ آدمی کلام کرتا ہے اور دوسرے شیخ و تقدیس خدا پر ایک شئی بجالاتی ہے
ما من شیء الا یسبح بحمده۔ اس کلام کرنے میں بے جان چیزیں بھی شامل
ہیں۔ بہر حال امام حسین کے سربریدہ نے کلام کیا۔ حروف مخارج کے ساتھ ادا کئے۔
ایسا اس لیے ممکن ہے کہ خداوند عالم نے نفوس ناطقہ کاملہ نبی و وصی نبی کو تصرف
کرنے کا حق عطا کیا ہے مقصد یہ ہے کہ آپ کے مبارک کلام کرنا بطور معجزہ
ہے۔ یہ کلام کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ کوہ طور پر شجر سے آواز آ رہی تھی (از مترجم)
آیہ مبارکہ ثم اور ثنا الکتاب الذین الیکم تحت ائمة ہدی وارث کتاب اللہ ہیں اور
وارث وہی ہوا کرتا ہے کہ جو ورثہ پر حق تصرف رکھتا ہو نہ کہ الفاظ کا محتاج ہو۔
پس سر مطہر امام حسین نے وارث کتاب اللہ ہونے کی صورت میں تلاوت کلام مجید
کی اور مختلف موقعوں پر حسب ضرورت کلام کرنا ہادی کل ہونے کی بنا پر یقینی
خبر ہے ہماری تصنیف معرفت امام میں اور یادگار مجلسیں ملاحظہ ہوں) کتابہ
مناقب القدر شرح شافعیہ میں بلال بن معاویہ سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ
جس وقت سر امام حسین ابن زیاد ملعون کو پیش کیا گیا ہے اور اس کو نیزہ سے اتارا

گیا ہے تو اس وقت ابن زیاد کے سامنے سر مطہر نے فرمایا۔ ولا تحسبن الله غافدا عما يعمل الظالمون اور دوسری مرتبہ ابن زیاد کے سامنے سر مطہر پھر گویا ہوا اس وقت کہ جب اس مردود نے خوب دستی لہہائے مبارک پر رکھی اور گستاخی کی اس وقت دربار میں آگ کا شعلہ بلند ہوا۔ ابن زیاد خوف کی وجہ سے بھاگ گیا تو سر مطہر نے فرمایا ابن تہاب یا عدو الله من النار۔ اے دشمن خدا کب تک آگ سے بھاگے گا۔ آتش جہنم سے نہ بھاگ سکے گا۔ ایسا ہی تذکرہ شریح شافعیہ میں بھی ہے۔ کامل التقیہ میں ہے کہ جب وقت تشہیر اتر دھام ہو گیا تو آپ کے سر مبارک نے سورۃ کہف کی مذکور آیات کی تلاوت کے بعد اس مقام پر پہنچ کر کلام ختم کیا۔ انھم فقیہ امنوا بربهم وذرناھم ھدی فلم یزدھم ذلك الا اضلال مقل ابی مخنف میں ہے کہ سر مطہر ایک درخت میں اویزان کیا گیا لوگ تماشہ کے لیے جمع ہو گئے تو سر مطہر نے فرمایا کہ وسیعہ الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ شہر شام کے دروازہ پر سر مبارک لٹکایا گیا تو سر پریدہ نے فرمایا لا قوۃ الا باللہ۔ فاضل رضی قزوینی تحریر فرماتے ہیں کہ مسند تول میں بائنا خود عارث بن وکید کی روایت ہے عارث بن وکید کہتا ہے کہ میں کوفہ میں ان تماشا یوں میں موجود تھا کہ جو سر مطہر امام حسینؑ کی تشہیر میں تھے۔ ناگہاں میں نے دیکھا کہ بیلوں کو جنبش ہوئی اور فرمایا کہ یا بن وکیدہ انا معاشرۃ الامۃ احیاء عند ربنا یرزقون۔ یعنی کہ ہم گروہ آئمہ ہدیٰ خدا کے نزدیک زندہ و پائندہ ہیں اور خدا سے روزی پاتے ہیں۔ عارث بن وکید کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ کلام سنا تو میرے دل میں خیال گزرا کہ میں سر مطہر کو چوری کروں کیونکہ ابن زیاد کے آدمیوں سے زبردستی حاصل نہیں کر سکتا۔ سر مبارک پیراؤں اور جسد مبارک گھٹی

کو کے کر بلا میں دفن کروں تاکہ سر مبارک اس ہتک آمیز تشہیر سے محفوظ رہے یہ خیال گزرا ہی تھا کہ سر مبارک سے آواز آئی۔ یا بن وکید یس للہ الی ذلک سبیل سفکھم دمی عند الله اعظم۔ یعنی کہ اے عارث بن وکید ایسا نہ کرو کیونکہ میرا خون یہاں خدا کے نزدیک عظیم تر ہے۔ میں یتیموں کو ایاہی فذرہم فسوف یعلمون۔ میرا سر کوچہ و بازار میں پھرایا جانا بہت جلد رنگ لائے گا کیونکہ اس کی بڑا خدا پر ہے۔ الا لعنة الله علی القوم الظالمین۔

بعد قتل سید الشہداء ابن زیاد کا مسیحی کوفہ میں خطبہ اور

عبد اللہ بن عقیف کی شہادت

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ ابن زیاد بد نہاد نے اسیران کر بلا کو اپنے دربار سے زندان کوفہ میں بھیج دیا تھا جو کہ مسیح کوفہ کے پہلو میں تھا۔ اور دوسرے روز اس ملعون نے سر مطہر امام حسین علیہ السلام کو شہر کوفہ کے گلی کوچوں اور بازاروں میں تشہیر بھی کیا۔ اور اس نے خود بڑی مہکت و شوکت کے ساتھ مسیح کوفہ کا رخ کیا۔ اور اس کے عقب میں درباری لوگ بھی مسجد میں آئے۔ شیخ مفید فرماتے ہیں کہ وہ بد نہاد منبر مسجد کوفہ پر گیا۔ اور خطبہ شروع کیا۔ وقال الحمد لله الذی اطہر الحق واهله وفضرا امیر المؤمنین (معاذ اللہ) یزید وخریہ و قتل الکذاب (معاذ اللہ) ابن الکذاب وشیعۃ۔ یعنی کہ حمد و ثنا خدا کیلئے ہے کہ جس نے امیر شام یزید پلید کو فتح عطا کی اور معاذ اللہ کاذب ابن کاذب کو قتل کیا۔ اس وقت حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ایک مشیعہ عبد اللہ بن عقیف

اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے۔ سیدان طاؤس فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عقیف شیعان علیؑ مرقنہ سے تھے اور ان کا شمار علید و زاہد لوگوں ہوتا تھا۔ مطیع حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام تھے۔ اور جنگ صفین میں امیر المومنین کے ہمراہ تھے۔ آپ ایک چشم تھے۔ آپ کی آنکھ جنگ جمل میں جاتی رہی تھی اور ہمہ وقت مسجد کوفہ میں مشغول عبادت رہتے تھے جب آپ نے ابن زیاد ملعون کی زبان نفاق سے یہ الفاظ سنے تو آپ کو تاب ضبط باقی نہ رہی اور فرمایا اے ولد الزنا۔ اے لکڑی ابن کذاب تجھے کس نے امیر کوفہ بنایا ہے۔ تو ایمان کا دعویٰ دے رہا ہے اور اولاد پیغمبر خدا کو قتل کیا ہے۔ اے بے حیا منبر سے اتر اس وقت ابن زیاد ملعون بہت زیادہ غضبناک ہوا۔ دریافت کیا کہ نابینا کون ہے کہ جو اس طرح مجھ سے کلام کر رہا ہے عبداللہ بن عقیف نے خود جواب دیا کہ میں عبداللہ بن عقیف ہوں اور میں تجھ سے کلام کر رہا ہوں تو نے خاندان رسول خدا کو غالت و برباد کر دیا۔ اور اس ظلم و ستم پر تو دعویٰ اسلام کرتا ہے۔

کجا اتر تو اسلام دار و خبر
تغویہ تو دوزخ است ای بے پدر
حسین نور چشم رسول خداست
فرو زنده محفل مصطفیٰ است

یعنی کہ اے ابن زیاد تھے اسلام کی کیا خبر تجھ پر اور تیرے دین پر توف بے حسین نور چشم رسول خدا اور ان کی محفل کے شب چراغ ہیں واغوثا و ایمن اولاد المهاجرین والانصار اے اولاد ہاجرین والانصار مدد کو آؤ۔

کجا اتر اولاد انصار دین
برائند شمشیر کین از زمین
ہمارہ بر این خیرہ جنگ او ند
چہا نرا بر او تار و تنگ او ند

یعنی کہ انصار زادے کہاں ہیں۔ تلواریں نیام سے نکالیں۔ اور اس بد نہاد سے

مقبول ترین جنگ کریں۔ اور اس پر زندگی تنگ کر دیں۔ بروایت ابی مخنف عبداللہ بن عقیف نے کہا فضائل اللہ فاک ولعن اللہ اباہ و عبدیلہ و اخزالہ۔ یعنی خدا تیری زبان بند کرے۔ اے بد نہاد اما کفاک قتل الحسين علی سبہ علی المنبر۔ تجھے قتل حسینؑ کافی نہیں ہے کاب تو منبر پر جا کر آل رسولؐ کی شان میں گستاخی کر رہا ہے۔ اس نے حکم دیا کہ عبداللہ کو گرفتار کر لو لیکن روماء کوفہ مانع ہوئے اور ان کو ان کے گھر پہنچا دیا گیا۔ ابن زیاد پھر خطبہ نہ دے سکا اور غضب کی حالت میں منبر سے اتر آیا۔ اور یہ حکم دیا کہ اس کو چشم کو میرے پاس دربار میں لایا جائے۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ جب وہ مردود دربار میں پہنچا تو اس نے اراکین دربار سے ان کی تسکایت کی۔ اور اراکین نے ابن زیاد کو زیادہ بھڑکایا اس نے محمد بن اشعث و عمر بن جراح اور شیبث کو بلایا اور کہا کہ تم اس کو چشم کے گھر جاؤ اور گرفتار کر کے یہاں لاؤ اور عبداللہ کا مکان گرا دیا عبداللہ بن عقیف کے ایک دختر تھی جو فریاد کر رہی تھی اور زبان حال سے کہہ رہی تھی کہ

ظالمات کی جفائے بے حساب

کردی از کین فائے مارا خراب

یعنی کہ اے ابن زیاد ستم شعار یہ بے پناہ جفائیں تو نے ہمارا مکان خراب و تباہ کر دیا عبداللہ نے اس کو تلی دی اور فرمایا کہ کسے بیٹی تم دیکھتی ہو کہ یہ ظالم لوگ کس طرف سے حملہ کرتے ہیں اور مجھے میری تلوار دید و غرض کہ قدسے ہنگامہ کے بعد عبداللہ کو گرفتار کر لیا۔ اور ابن زیاد ملعون کے پاس لے گئے۔ اس ملعون نے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس محب آل اہلہار کو سولی دیدی۔ ان کے قبیلہ ولے ان کی لاش لے گئے اور غسل و کفن کے بعد دفن کر دیا۔

ابن زیاد کا یزید ابن معاویہ کو خیر قتل امام حسین دینا

قال السيد قال الراوى وكتب عبيد الله ابن زياد الى يزيد بن معاوية بخبره بقتل الحسين وخبر اهل بيته .

مرحوم سید فرماتے ہیں کہ راوی کہتا ہے کہ ابن زیاد نے اہل علم کو مفید کرنے اور سر بیدار امام حسین علیہ السلام کو تشہیر کرنے کے بعد یزید ملعون کو ناہم ارسال کیا جس میں خیر قتل امام حسین اور تشہیر سر مبارک اہل اسیری اہلیت کا ذکر تھا ہے

نمی دانی چہ بیدادی من بیداد کریم
چہ بادد کر بلا عزت غیر البش کریم
ابن زیاد نے یزید کو تحریر کیا کہ اے یزید مجھے کیا معلوم کہ مجھ بیداد کرنے عزت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کس قدر بیداد کی ہے اہل کربلا میں ان پر کیا گزری ہے

چونصرت یا فتم بد شمن تو بادل خرم
چراغان ابن ولایت را از ان فتح نظر کنم
میں نے جیسے ہی تمہارے دشمن حسین ابن علیؑ پر فتح پائی تو میں نے فتح و کامرانی کی خوشی میں اپنی مملکت میں چراغان کیا۔ (وامصیتاہ چراغ نبوی گل کر دیا اور کو فروشام میں چراغان ہوا)

جب یزید بن معاویہ کو ابن زیاد کا مکتوب ملا۔ خط طرچا۔ درباریوں سے کہنے لگا کہ حسین ابن علیؑ قتل ہو گئے۔ یزید یہ جانتا تھا کہ حسین ابن فاطمہ۔

نواسہ رسول خدا ہیں مسلمانوں کی حرمت اور عزت برقرار ہے ممکن ہے کہ مسلمانوں پر یہ غم گراں گزریں اس نے انہی سیاست کو بروئے کار لائے تھے

کہ وہ مرجانہ فعل کہ ادا کر کے لے کر تھوڑی دیر میں اس نے ابابا کی یعنی حسین اور اصحاب و اولاد حسین کو بے رحمی سے کربلاء میں ابابا کے اسی قتل سے خوش نہیں ہوں۔ میں نے ابن زیاد سے قتل حسین کے لیے نہیں کہا تھا صرف اس قدر اس سے کہا تھا کہ حسین مسلمانوں کو حدود اسلام سے دور کر رہے ہیں اور علیحدہ سلطنت قائم کرنا چاہتے ہیں وہ مثل دوسرے مسلمانوں کے سرچھا کر لیں یعنی میری بیعت کر لیں لیکن ابن مرجانہ نے ان کو قتل کر دیا ان کے انجم کو اسیر کیا ہے یہ تو کچھ ابن زیاد نے کیا ہے اپنی ذاتی خواست طبع کا ثبوت دیا ہے میں اس کے اس فعل کو تبیح سمجھتا ہوں۔ اس طرح یزید نے قتل حسین کے تاثرات کو جو مسلمانوں پر ہونا ضروری تھے سر د کر دیا۔ لیکن جب یزید ملعون نے ابن زیاد کو اس کے خط کا جواب تحریر کیا تو وہ اس کے برعکس تھا۔ مضمون جواب یہ ہے کہ اے ابن زیاد تیرا خط مجھے ملا۔ جو میرے دل کی تسکین کا باعث ہوا۔ تجھ کو آفرین ہے کہ تو آل سفیان کا حق ادا کر دیا اور ان کے بزرگوں کے خون کا بدلہ حسین ابن علیؑ سے خوب خوب لے لیا نسل علیؑ کو تباہ و برباد کر دیا تجھے چاہیے کہ سر ہاشمہ اور سر حسینؑ ابن علیؑ اور اسیران کربلا کو حفاظت تمام میرے پاس بھیج دے اسانہ ہو کہ اہل عراق جو حسینؑ کے طرف دار ہیں راستہ میں اسیر دل کو رہا کر لیں اور سر ہاشمہ و شہداء حاصل کر لیں۔ میرا لشکر تیری مدد کے لیے موجود ہے۔

بگو رہ لشکر ما کا ہی سپاہ خون آشام
بجائے من کہ دمی خوبی و وفا یکند
بر اہلیت حسینؑ از عراق تا در شام
بختر ستم نہ پسندید و جز جفا یکند

ز کوفہ تا بدشتن آب نان شان یکسر
دید آب زائشک غذا از خون جگر

یعنی کہ میری فوج خون آشام سے کہے کہ اہلبیت حسینؑ پر کوفہ سے درشام تک پہنچتے ہوئے ظلم و ستم سے کام لے بجائے پانی و آتش بھائیں اور بجائے غلاوہ خون جگر عین۔ (یہ ہے یزید ملعون کی دلی کیفیت) چنانچہ ابن زیاد کو یزید کا خط ملا۔ ابن زیاد نے اہلحرم اور سربراہ شہداء دمشق روانہ کئے۔

قال السيد في اللطيف فاستدعى ابن زياد بعد حضرته بن ثعلبة العابدی فسلم اليه الرؤس والاسرى والنساء فصار بهم فحضرة الى الشام كما يسار لسيايا الكفار يتصفه وجوههن اهل الاقطاراه واولاد من حذلة الاسلام وخجلة المسلمين من صنع المعاند من بصاحب الدين والاصيبناك۔ اس عبارت جانشور و جگر گداز سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب ابن زیاد ملعون نے خبر قتل امام حسینؑ فرزند فاطمہ کا نامہ یزید ملعون کو ارسال کیا اس نے حکم دیا کہ امرہ بلسیر الرؤس والقتلى و الاسارى الى الشام مستجلا۔ یعنی کہ ابن زیاد ملعون کو یزید نے تحریر کیا کہ سربراہ شہداء اور اسیروں کو کوفہ سے شام بھیج دیئے اور راستہ میں ان کی کڑی نگرانی کی جائے تاکہ حجاب حسینؑ مقابلہ کر کے ان کو آزاد نہ کر لیں۔ جب یزید بلید کا خط ابن زیاد بہ نہاد کو ملا۔ اس کو نکر لاحق ہوئی کہ سربراہ شہداء اور اہلحرم کو دمشق روانہ کرے چنانچہ شتران بے کجاوہ پڑی میرجی کے ساتھ روانہ کیا۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب ابن زیاد نے مبارک کو کوفہ میں تشہیر کرا چکا تو سربراہ امام حسینؑ کو زہر بن قیس لعنہ اللہ کی سپرد کیا۔ اور اسیروں کو سربراہ بریدہ کے ساتھ دمشق روانہ کیا۔ اور ان کے ساتھ اہل کوفہ کی ایک جماعت بلوائے حفاظت روانہ کی۔ ان میں ابابردہ بن عوف ازدی اور طارق بن ابی طیالہ ملعون تھے جو شام تک

بمراہ رہے اس طرح یہ قافلہ دروازہ دمشق پر پہنچا کہ سید سجاد سالار قافلہ تھے گے میں طوق اور زنجیر پہنے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ ساتھ اہلحرم کے انوکھے تھے شمر و اہلحرم بھی ساتھ ساتھ تھا راستہ بھر یہ ملعون قافلہ کو بڑی تیزی سے لے گیا یہاں تک بچے اونٹوں سے گر جاتے تھے اور یہ ملعون ان کو نہیں اٹھاتے تھے معلوم کس قدر بچہ شہید ہوئے۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ولہ یکن علی ابن الحسین بکلم احد من القوم بالطریق بکلمۃ متی بنو ابد مشق یعنی کہ جب شامی لوگ اونٹوں کو تیر چلاتے تو دوران راہ سید سجاد نے کسی شتران یا شامی فوج کے آدمی سے کوئی شکایت نہیں کی۔ یہاں تک یہ ٹا ہوا قافلہ وارد در شہر دمشق ہوا۔ پس جیسے ہی قافلہ اور شہیدوں کے سر پہنچے ہزاروں لوگ تماشا کے لیے نکل آئے بلکہ ان لوگوں کی تعداد ایک لاکھ تک روایت کی گئی ہے جو سب کے سب دشمنان آل نبی دال ٹٹی تھے۔ جب سید سجاد نے تماشا یوں کی بھیڑ دیکھی تو ہراسے غیور امامؑ نے صرف اتنا فرمایا غیالیت و لہم الک حیا۔ یعنی کہ اے کاش میری ماں مجھے جہنم نہ دیتی اور میں یہ روز شام نہ دیکھتا۔ اسے غیرت دار و امام زین العابدین علیہ السلام کے یہ الفاظ زندگی بھر رونے کے لیے کافی ہیں۔

تحقیق اس بارے میں کہ خبر قتل امام حسینؑ علیہ السلام میرے

میں یزید نے بھیجی یا ابن زیاد

ابن نما علیہ الرحمۃ روایت کرتے ہیں کہ جب ابن زیاد نے اس کو امام حسینؑ کے

قتل ہونے کی اور اسیران کو بلا کے کوثر پہنچنے کی خبر یزید کو بھیجی تو اس نے عمرو بن سعید دانی مدینہ کو اپنی فتح و ظفر اور امام حسینؑ کے شہید ہونے کی خبر دی۔ اور دو قاصد ایک مخزن بن حریت بن ابی ہوگر وہ بنی مدی بن حباب ویک دیگر از قبیلہ نیرا کو مقرر کیا اور وہ دونوں یزید کا خط لے کر والی مدینہ کے پاس پہنچے۔ ابن نما لکھتے ہیں کہ یہ دونوں شخص مدینہ وارد ہوئے کہ اولاد عبدالمطلب میں سے ایک عورت نے کہ جسے بعض لوگوں نے دختر عقیل بتلایا ہے خبر قتل امام حسینؑ سنی ناشتہ شعرھا و اصنعتہ مکھا علی راسھا۔ عورات ہاشمیہ بال پریشاں کئے ہوئے آئیں اور اس شخص سے کہا کہ تو پیغمبر خدا کو کہا جواب دے گا کہ حبیب حضور سوال کریں گے کہ میری اولاد کے ساتھ کیا سلوک کیا سعادۃ انقولون اذ قال بنی۔۔۔ الخ الابیات مرحوم السید کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ ابن زیاد ملعون نے یزید کو نامہ لکھا اور براہ مدینہ قاصد بھیجا تاکہ اولاد مدینہ والوں کو خبر قتل حسین ابن علی ہو جائے ابن زیاد ملعون کے نامہ کا حال بزبان شاعر ملاحظہ فرمائیے۔

ہ

کہ ای والی ولایت راکن آباد	یہ بند آئین و بشتنواں خبر شاد
کہ چون آمد حسین با تو جو تان	بریدم از گولیش آب و ہم تان
بنصف روز در صحرای پیرتاب	تو دیم سر جدا از اصحاب و احباب
حسین را در غمیبی سر بریدم	تن یا کشتن بخاک و خون کشیدم
خبر میدہ بزہائی مدینہ	بخون غلیظہ شد باب سیکتہ
بگو زینب برا شتر شد سوارہ	دیدہ گوشش بہر گوشوارہ
سر سجدہ بھوان از تن جدا شد	بگور ان ظلم ہا در کربلا شد

ماحصل یہ ہے کہ اسے والی ریاست یعنی اسے یزید بن معاویہ تیری سلطنت آباد ہے مجھے یہ خبر بعد خوشی سنا تا ہوں کہ حسینؑ کربلا میں اپنے عزیزوں، اولاد و اصحاب کے ساتھ مارے گئے۔ ان کا سر جدا کیا گیا اور لاش خاک و خون میں غلطان پڑی ہے زمان مدینہ کو خبر دیتے ہوں کہ سیکتہ کے پدید ہونے کو خون میں غلطان پڑے ہیں زینبؑ اور ابوجہم شتران بے کجاوہ پر سوار ہو کر دشمن کے لیے روانہ ہو گئے ہیں۔ اور حسینؑ پر سارے مظالم کربلا میں ہوئے ہیں۔

شیخ مفید کتاب ارشاد میں فرماتے ہیں کہ ابن زیاد نے عبد الملک ابن ابی المحرث السلی سے کہا کہ تو مدینہ جا اور غیر فتح و ظفر پرید اہل مدینہ کو شتا۔ عبد الملک کہتا ہے کہ میں فسد کیت و اخلق و سرت المدینہ کے میں اپنے شتر پر بیٹھ کر مدینہ روانہ ہو گیا۔ جب میں مدینہ پہنچا اور مردان قریش نے مجھے دیکھا تو خیال کیا کہ یہ قاصد ہے سوال کیا مالنخیر۔ کہاں سے آتا ہوا اور کوئی خبر خوشگوار لایا ہے۔

اُس نے کہا النخیر عند الامیر۔ خبر والی مدینہ کے لیے ہے۔ اگرنا چاہتے ہو تو اس کے پاس چلو۔ یہ سن کر مرد قریش نے کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون قتل و الله الحسین کہ بخدا حسینؑ قتل ہو گئے۔ وہ قاصد کو قہ عمرو بن سعید والی مدینہ کے پاس پہنچا سلام کہا۔ والی مدینہ نے پوچھا ماوراک۔ یعنی کہ میرے لیے کیا خبر لایا ہے اس بذخث نے کہا کہ ایسی خبر کہ تو اس سے خوش ہو گا یہ کہہ کر اس ملعون نے کہا قتل حسینؑ بن علیؑ کہ حسین ابن علی قتل ہو گئے جیسے والی مدینہ نے منا خوش ہو گیا اور حکم دیا اخرج قناو بقتلہ۔ باہر جا۔ کوچہ و بازاروں میں منادی کر کہ حسین قتل ہو گئے تاکہ اہل مدینہ کو خبر ہو۔

حسینؑ در کربلا با تو جو تان میان خاک و خون افتادہ عربان

کہ حسینؑ کو بلا میں اپنے جواہروں کے ساتھ قتل ہو گئے اور ان سب کی لاشیں خاکِ خون میں غلطان پڑی ہیں۔ بعد الملک کہتا ہے کہ اس وقت جب میں نے قتلِ حسینؑ کی خبر دی تو شہر مدینہ میں ایک شور مچا برپا ہو گیا و احسیناہ کی صدائیں بلند ہو گئیں۔ اور بنی ہاشم میں قیامتِ غیرِ گریہ و زاری کی آوازیں بلند ہوئیں اور عورت اور مرد روتے ہوئے رسولِ خداؐ پر پہنچے اور حم رسولؐ نما میں ماتم حسینؑ ہوا۔ وہ کہتا ہے کہ جب میں والی مدینہ کے پاس واپس آیا تو وہ بد بخت ہنس رہا تھا۔ پھر وہ منبر پر آیا اور قتلِ امام حسینؑ کے اعلان کی تصدیق کی۔ اظہارِ خوشی و سرور کیا اور یزید ملعون کے حق میں دعا دی۔

علامہ مجلسیؒ کتاب بحار میں از مناقب روایت کرتے ہیں کہ عمر بن سعید ملعون نے اپنے خطبہ میں کہا۔ انھا لدمۃ بدمۃ و صدمۃ بعد مۃ کھر خطبہ بعد خطبہ و موعظۃ بعد موعظۃ حکمۃ بالغفۃ فما تغى الندۃ۔ یعنی کہ عمر بن سعید ملعون نے اپنے خطبہ میں کہا اے مرد ماں مدینہ کوئی افسوس نہیں ہے اس کام پر جو واقع ہوا یعنی شہادتِ حسینؑ پر جو واقع ہوئی یہ مصیبت بدر کا بدلہ ہے۔ یعنی بدر بھی قتل ہوئے تھے کس قدر مدہ اٹھائے۔ خطبہ و وعظ بیان کئے اور بیان کرتے ہیں لیکن قضا و قدر کے سامنے سب مجبور ہیں۔ واللہ لوددت ان داسہ فی بدنہ و روحہ فی جدہ احیا نا کان یسبنا و قدحہ و یقطعنا و فصلہ کما دتنا و عادۃ و لم یکن الامر ما کان۔ یعنی بختِ مجھے یہ بات بہت پسند ہے کہ سر بدنِ حسینؑ ہیں اور روح ان کے جسم میں پھوٹی گر ان کے زمانہ میں لوگ (اہل مدینہ) ہم پر لعنت کرتے تھے اور ہم ان کی مدح کرتے تھے چنانچہ ہمارا بشیر و ماواران کا شیوہ زندہ و باقی ہے۔ اب ہم اس کے قتل پر راضی ہیں اور

اس کام یہاں تک پہنچ گیا و لکن کیف نصنع بمن سبل سیفہ یرید قتلنا الا ان یدفعہ عن انفسنا۔ لیکن ہم کیا کریں کہ اگر کوئی شخص ہمارے سامنے اپنی تلوار کھینچ لے اور ہم پر وار کرے تو ہم پر واجب ہے کہ اس کا دفاع کریں اور اس کو اپنی جان سے دور کریں۔ فقال عبد اللہ بن السائب یعنی عبد اللہ بن سائب نے کہا جو کہ ان کے درمیان تھا کہ اے عمرو بن سعید خدا را انصاف سے کام لے۔ لو كانت فاطمة حية خوات رأس الحسين فکت علیہ یعنی کہ اگر فاطمہ بنت رسولؐ خدا زندہ ہوتیں اور سر پریدہ حسینؑ دیکھتیں تو کیا گریہ نہ کرتیں۔ اس پر عمرو بن سعید ملعون نے ترش رو ہو کر کہا کہ فطش ہو جا۔ کہ ہم فاطمہ سے یہ نسبت تیرے زیادہ قریب ہیں فاطمہ کے پدر بزرگوار ہمارے عم محترم ہیں۔ فاطمہ کے شوہر ہمارے بھائی ہیں۔ اور ان کے پسر ہمارے پسر ہیں۔ ہاں اگر فاطمہ ہوتیں گریہ کرتیں۔ اور قاتل کے حق میں کلام بد نہ کرتیں۔ اس وقت کہ جب عمر و ملعون منبر سے اٹھی اتر ابھی نہ تھا کہ خبر قتلِ امام حسینؑ پورے مدینہ میں پھیل چکی تھی گھر گھر ماتم حسینؑ ہو رہا تھا۔ گلی کوچہ اور بازاروں میں و احسیناہ کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ لوگوں نے اپنے گریبان چاک کئے ہوئے تھے سروں پر خاک ڈالی تھی۔ روئے پر طمانے لگا رہے تھے۔ زبانِ مدینہ روتی ہوئی گھروں سے نکل آئی تھیں۔ خصوصاً مرد و زن۔ بنی ہاشم کو مکہ کنان تھے ام البنین زوہر علی اپنے بیٹوں کے غم میں فوہ کر رہی تھیں۔ غرض کہ بنی ہاشم کا کوئی گھر ایسا نہ تھا کہ جہاں صفِ عزاء امام حسینؑ برپا نہ ہو۔

مرحوم شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس روز جب شب ہوئی تو ہاتھ غیبی کی آواز اہل مدینہ نے سنی کہ وہ کہہ رہا تھا ہے

ایہا القاتلون جہلاً حسینا
 البشور بالعذاب والتذلیل
 کل اهل السما یدعو علیکم
 من بنی وملئکة وقبیل
 قد لعنتہ فی لسان ابن داؤد
 وموسی وصاحب الانجیل
 اے حسین علیہ السلام کے قاتلو تم کو عذاب خدا کی شدت ہو۔ تم بمطابق قتل امام حسین
 عذاب ہو گا یعنی ہر ایک ظلم کے بدلے عذاب ہو گا۔ تمام اہل سموات، ملائکہ اور
 ان کی قبیل کے فرشتے سب ہی تم کو عذاب کی دعوت دیتے ہیں سلیمان پیغمبر
 ابن داؤد اور موسیٰ صاحب انجیل تم پر لعنت کرتے ہیں۔ غرض کہ اس روز
 مدینہ میں کھرام پر ہوا تھا۔ خبر شہادت امام حسین سن کر مدینہ میں گھر گھر صفا غزا
 پیچھ گئی گویا عزاداری امام مظلوم قائم ہو گئی جو آج تک جاری ہے اور قیامت
 تک جاری رہے گی۔ مدینہ کے گھروں میں بالخصوص خانہ جناب ام البنین
 عزرا خانہ جا ہوا تھا۔ اقامت العزا فی دار ام المؤمنین زوجۃ امیر المؤمنین
 دوسرے عزرا خانہ جناب امام حسین کا ذاتی مکان تھا کہ جہاں آپ کی بیٹی فاطمہ صغریٰ
 رہتی تھیں۔ زنان ہاشمیہ میں اور فاطمہ صغریٰ کو برساتی تھیں۔
 جناب محمد حنفیہ کے گھر بھی صفا غزا کی گئی ہوتی تھی مردان و جوانان ہاشمی
 آتے تھے اور آپ کو حسین مظلوم کا برسرہ دیتے تھے۔
 بیزان حال ان کا یہ نومہ تھا۔

الا ید رسول اللہ یا خیر مرسل
 حسینک مقتول ولسلک ضایع
 ذار یدک قد سبقوا الاسادی بدلة
 و لیس طعمہ بین الخلائق شامہ
 یعنی کہ اے سید المرسلین اے رسول اللہ آپ کا حسین قتل ہو گیا۔ آپ کی نسل
 ضائع و برباد ہو گئی۔ آپ کی فدیت قیدی بنائی گئی ہے۔ کبھی ہاشمی لوگ قبر نبی پر

کبھی قبر فاطمہ پر اور کبھی قبر امام حسن مجتبیٰ پر گریہ و زاری کرتے تھے۔ خصوصاً
 قبر زہرا پر ایک جھوم عام نومہ کتان تھا۔ قبر مبارک پر ماتم ہو رہا تھا۔
 علامہ نجفیؒ ہجری میں غصاٹھن ابی ربیعہ نامی سے نقل کرتے ہیں کہ فضا
 ہوا میں یہ آواز بلند تھی کہ لوگوں نے سنی کہ کہنے والا کہہ رہا ہے۔
 یا من یتول بفضل آل محمد بئذہ رسالتہا بغیر توانی
 قتلت شرار بنی امیۃ مسیدا خیر البریۃ ماجداً اذانی
 ماحصل یہ ہے کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ یہ آل محمد کا فضل و کرم ہے کہ رسالت کی
 تبلیغ بغیر طاقت و توانائی بنی امیۃ کے شریروں نے سید و سر دار اسلام کو قتل
 کر دیا۔ اور وہ سید خیر الریتہ تھا کہ اس جیسا کوئی اور نہ تھا۔

عبداللہ بن جعفر طیار کو فرزندوں کی شہادت کی

خبر ملنا

قال المفید علیہ الرحمۃ کہ جب مدینہ میں عمرو بن سعید والی مدینہ نے نامہ یزید
 ملنے پر خبر قتل امام حسین اہل مدینہ کو سنائی تو مردماں مدینہ جوق و جوق وحسینہ
 کہتے ہوئے جمع ہو گئے۔ اس وقت عبداللہ جعفر کا ایک غلام کہ جس کا نام ابو السلا
 تھا اسے فرزند ان عبداللہ جعفر کی شہادت کی خبر ملی وہ عبداللہ جعفر کے پاس آیا
 اور ان سے کہا کہ اے آقا ابھی ابھی یہ خبر ملی ہے کہ آپ کے دونوں فرزند کربلا
 میں شہید ہو گئے۔ جناب عبداللہ جعفر نے سنا تو کلمہ استرجاع زبان پر جاری
 فرمایا۔ یعنی کہ انا للہ وانا الیہ راجعون زبان سے کہا غلام کہنے لگا کہ۔

هَذَا مَا لَقِينَا مِنَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ كَرِجُولٍ كُنِيَ شَهَادَتِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ كِي
 دیر سے ہوئی ہے پس جیسے ہی اس غلام سے آپ نے یہ سنا تو اپنی نعلین
 اتار کر اسے اس قدر ماریں کہ وہ بے ہوش ہو گیا آپ نے پھر فرمایا۔ یا بن الحنا
 المثل الحسین تقول هذا۔ کہ تو حسین ابن علی کے بارے میں ایسا ایسا کہتا ہے
 میں اگر کربلا میں موجود ہوتا تو بخدا حسین ابن علی کے ہم کرباب ہو کر جام شہادت
 پیتا۔ اور شہید ہونے میں سبقت کرتا۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ میرے ذوق فرزند
 حسین کے فرزند علی اکبر پر قربان ہو گئے۔ اس وقت آپ نے ان لوگوں سے
 کہ جو وہاں موجود تھے خطاب کرتے ہوئے کہا الحمد للہ عز علی بمصرع
 الحسین الا کن واسیت حسینا ید ی فقد واسینا ولدی
 یعنی کہ اگر میں کربلا میں نہ تھا تو کیا مصائفہ میں نے اپنے دو بیٹے حسین ابن علی
 پر قربان کر دیتے اور میں نبی و علی سے سرخرو ہوں۔

محکم یزید۔ مدینہ میں اہلبیت طاہرین کے مکانات

کی بربادی

مؤلف کتاب کے والد مرحوم کتاب الریاض میں تحریر فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ
 میں قتل حسین و اصحابہ کی خبر کے منتشر ہونے کے چند دن بعد یزید نے والی مدینہ
 عمرو بن سعید کو حکم دیا کہ مدینہ میں اہلبیت اطہار کے مکانات کو غارت و برباد کر دیا
 جلے چنانچہ والی مدینہ نے یزید کے اس حکم پر عمل کیا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ
 شہر برباد رفت بد تعمیر خاک شام بطی خراب شد بہ تنالک ری

یعنی کہ مدینہ برباد ہو گیا اور اس کی خاک سے شام کی تعمیر ہوئی۔ اور مکہ معظمہ
 مسجد کی تمنائے رے کی خاطر خراب و برباد ہو گیا۔

و عجل فزعاعی کہتا ہے کہ

بکیت لرسم الدار من عرفات و اجریت دمع العین من عبرات
 مدارس آیات خدت من بلاوة و منزل وحی مقفر العرصات
 جعفر بن محمد ابن غما علیہ الرحمۃ نے عمر بن علی سے نقل کیا ہے کہ ان المختار راسل
 الی علی بن الحسین عشرين الف دينار فقبلها و بنی منها دار عقیل بن
 ابی طالب۔ کہ مختار نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو بیس ہزار دینار
 بھیجے جنہیں امام زین العابدین علیہ السلام نے قبول کر لیا۔ اور اپنے واولاد عقیل
 کے مکانات کی تجدید کی۔ یعنی مکانات بنوائے اور مرمت کرائی۔ ابن حماد
 علیہ الرحمۃ نے بھی ان آیات میں اس کی تصدیق فرمائی ہے۔

وقفت علی ایما قمر فرایتها خرابا اراھا مقفلا الجوز بقلعا
 وان لم فی عرصۃ الطف وقعة تکاد له الا طوار وان تیزعزعا

جناب ام المومنین ام سلمہؓ کو قتل حسینؑ کی خبر ملنا

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ روز شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام سے
 ہی علامات اور نشانیاں جگہ بجگہ ظاہر ہونے لگی تھیں۔ مثل اس کے کہ کتاب
 کو کھن لگتا۔ سورج ہو جاتا۔ آسمان سے خون کا برس گنا دانی آسمانی، اور غی و اولاد
 کا رتا۔ خواب ام سلمہؓ، جو نبی آنحضرتؐ نے ان کو دی تھی اس کا روز عاشورا
 سورج و خون ہو جاتا۔ بہرین کے بیچہ کا عبداللہ ابن عباس کے ہاتھ خون ہو جاتا۔

اور کو ترکا نکل آلودہ مکان فاطمہ صغریٰ پر اگر صحیحہ کرتا۔ اور شخص غریب یعنی اجنبی کا مسجد نبویؐ کے صدر دروازہ پر قتل الحسینؑ کی آواز بلند کرنا ابن زیاد کا خالی مدینہ کو غیر شہادت دینا۔ علاوہ ازیں والی مدینہ کا اہل مدینہ کو غیر قتل حسین دینا۔ یہ وہ تمام چیزیں ہیں کہ جن سے یقین ہو گیا تھا کہ امام حسینؑ کربلا میں شہید ہو گئے ہیں علامہ مجلسیؒ بحار میں نقل کرتے ہیں کہ مسدودان حیل اور سہل کی سند سے کہ سہل کہتا ہے کہ جیسے ہی جناب ام سلمہؓ زوجہ رسولؐ خدا کو امام حسینؑ کے قتل کی خبر ملی تو آپ نے اہل عراق پر لعنت کی کہ عراقیوں نے فرزند رسولؐ خدا کو قتل کر دیا ام المؤمنینؑ نے فرمایا کہ خدا ان کو قتل و خواہ کرے ان لوگوں نے حرمت نبی اکرمؐ پر یاد کر دی۔ فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسولؐ خدا کی خدمت میں کسی ایک دیگ ملواند کی۔ آنحضرتؐ نے اپنی بیٹی فاطمہؑ سے فرمایا کہ اے فاطمہؑ علیؑ و حسنؑ و حسینؑ کو بلاؤ۔ جب وہ سب جمع ہو گئے تو حجرہ ام سلمہؓ جنت الفردوس بن گیا میں نے دیکھا کہ آنحضرتؐ نے حسینؑ خوش اطوار کو اپنے زانوؤں پر بٹھایا۔ اور وائیں بائیں جانب علیؑ و فاطمہؑ رونق افروز ہوئے۔ اور ام سلمہؓ کہتی ہیں۔

قالت ام سلمہؓ فاجتدب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من تحتی کسائی خیمہ یا کان بساط لنا۔ یعنی کہ جناب ام سلمہؓ نے فرمایا کہ رسولؐ خدا نے ہاتھ بڑھایا۔ کسا خیمہ کو اوڑھا اور اس میں علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو لے لیا۔ اور پھر آیہ تطہیر نازل ہوئی۔ یہ ہے حسینؑ کی منزلت کہ آپؐ خامس آل عبا ہیں اب ہم حدیث شریف کسا کو سپرد قرطاس کرتے ہیں۔

حدیث شریف کسا اور فضیلت پنجتن پاک

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ خبر قتل حسینؑ مظلوم ملنے پر آپؐ نے قائدانہ امام حسینؑ پر لعنت کی اور فضیلت امام حسینؑ بعنوان حدیث کسا بیان کی۔ فرمایا کہ حضرت رسولؐ خدا نے کسا خیمہ اپنے جسم مبارک پر ڈالی اور اسی چادر میں علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو لے لیا اور بعدہ خداوند عالم کی بارگاہ میں عرض کیا۔ اللھم ھؤلاء اھل بیتی فاذهب عنهم الرجس وطھرم تطھیرا۔ اے خدا نے علیم و حکیم یہ میرے اہلبیتؑ میں یعنی ان کے علاوہ کوئی اہلبیتؑ نبوت نہیں ہے تو ان سے رجس کو دور رکھ اور ایسا پاک و پاکیزہ قرار دے جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے۔

۵

خدا یا جہان بادشاہی ترا است زما قدرت اید خدای ترا است
پناہ و بلندی و پستی توئی ہمہ نیستند آنچه ہستی توئی
مراست این حاجت از توید برآری توای حاجتی را کہ ہست
خدا یا تو این اہلبیت را کہ ہستند حاضر بزرگسار
ز ہر رجس کن پاک پاکیزہ دار
توئی مقتدرای جہاں کردگار

ماحصل یہ ہے کہ اے خداوند عالم تو ہی مالک و خالق مختار مطلق ہے تیری ہی حکومت ہے امر تیرے ہی لیے ہے۔ دنیا فانی ہے اور تو باقی ہے باقی رہے گا حئی لایموت ہے۔ میری تجھ سے اے خداوند عالم یہ حاجت ہے اور حاجت روحانی تیرے ہاتھ ہے۔ میری حاجت یہ ہے کہ بزرگسار

علی وفا طہ حسن و حسین یہ ہی میرے اہلیت ہیں ان کے سوا کوئی دوسرا میرا اہلیت نہیں ہے تو ان سے جس کو دور رکھ اور ان کو ایسا پاک و پاکیزہ قرار دے جیسا کہ حق ہے پاک کرنے کا۔ پاک رکھنے کا کیونکہ تو ہی صاحب اقتدار و اختیار ہے۔

جناب ام المومنین ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول خداؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے بھی اجازت دیکھئے کہ شریک کساء ہو جاؤں فرمایا اسے ام سلمہؓ تم خبر یہ ہو مگر تمہاری جگہ یہ کساء نہیں ہے شہر ابن آشوب فرماتے ہیں کہ راوی کہتا ہے کہ میں خدمت ام سلمہؓ میں حاضر تھا اذ دخلت امراة صارحة ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک عورت روتی پیٹی دروازے سے آتی اور کیا داوید اقل الحسین کہ حسینؑ قتل ہو گئے۔ ام سلمہؓ نے یہ خبر سن کر باوازی بند کر لیا فرمایا۔ یہاں کہ ان پر غشی طاری ہو گئی۔

حدیث کساء مشہور و معروف ہے۔ شیخ فرید الدین طریکی نجفی علیہ الرحمۃ نے کتاب منتخب میں اس حدیث مبارکہ کو نقل کیا ہے۔ اور بھی اکثر علماء نے اس مبارکہ کو نقل کیا ہے۔ اور بھی اکثر علماء نے اس حدیث کی صحت و استنادی صورت کو تسلیم کیا ہے یہ حدیث مبارکہ معصومہ آخر الزمان بنت رسول خداؐ سے مروی ہے کہ روى عن فاطمة الزهراء قالت دخل على ابی رسول الله في بعض الايام فقال يا فاطمة انی لاجد فی بدنی ضعفاً۔ یعنی جناب سیدہ طاہرہ صدیقہ کبریٰ فاطمہؓ زہرہ فرماتی ہیں کہ ایک روز میرے پد بزرگوار میرے غریب خانہ پر تشریف لائے اور فرمایا کہ نور نظر میں اپنے بدن میں ضعف یعنی کمزوری محسوس کر رہا ہوں (از مترجم علماء حضرات نے ضعف سے

کمزوری مراد لی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ ضعف از قسم کمزوری و بیماری نہ تھا بلکہ آثار وحی نمودار ہو رہے تھے۔ وحی ربانی منتظر تھی کہ آپؐ کے ساتھ علیؑ و فاطمہؓ حسن و حسینؑ چادر میں داخل ہوں اور آیہ تطہیر مدح کرتی ہوں نازل ہوں فقال یا فاطمة ایتى بالكساء یمانی و غطینی بہ آنحضرتؐ نے فرمایا اسے بیٹی چادری مٹی لاکر مجھے اڑھا دو۔ غطیتہ بہ میں نے حسب فرمان پد بزرگوار آپ کو مٹی چادر اڑھا دی وصرت انظر الیہ و اذا وجه تیلو لکانہ البدر فی تمامہ۔ میں آپ کے چہرہ کی طرف دیکھنے لگی کہ آپ کا چہرہ مبارک نور سے اس طرح چمکنے لگا ہے گویا کہ چودھویں رات کا چاند ہے (از مترجم۔ اذا وجه تیلو لکانہ البدر فی لیلۃ تمامہ۔ یعنی کہ آنحضرتؐ کا چہرہ مبارک نور سے اس طرح چمکنے لگا ہے گویا چودھویں رات کا چاند ہے جو تمام و کمال کے درجہ پر ہوتا ہے۔ اگر ضعف بمعنی کمزوری طبع ہے تو تمام و کمال سے تشبیہ کیسی؟ پس ہمارے نظریہ کے بموجب ضعف سے مراد۔ آثار وحی ہیں کہ جن میں منزلت وحی ربانی ایک قسم کا غلط ہوتا ہے یعنی کہ ضعف)

فما کانت الا ساعة واذ ابولدی الحسن قد اقبل کہ اچھی تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ میرا بیٹا حسن آگیا۔ وقال السلام علیک یا امانہ فقلت وعلیک السلام یا قرة عینی و شہدة فؤادی فقال لی یا امانہ انی اشم عندک رائحة طيبة کأنها رائحة جدی رسول الله۔

مجھے مادر گرامی کہہ کر سلام کیا۔ میں نے جواب سلام دیا اور کہا اے میرے نور نظر اے میرے میوہ دل خدا ہمیں زندہ و سلامت رکھے پھر امام حسنؑ نے اے ماں جان میں آپ کے پیاس ایسی پاک و پاکیزہ خوشبو محسوس کر رہا ہوں کہ وہ میرے جذبات

کی خوشبو ہے قالت نعم ان جدك نائم تحت الكساء میں نے کہا کہ ہاں تمہارے نانا کسایمائی اورھے ہوئے آرام فرما رہے ہیں۔ فاقبل الحسن نحو انكساء۔ پس امام حسنؑ قریب گئے وقال السلام عليك يا جداه السلام عليك يا رسول الله اتاذن لي ان ادخل تحت الكساء اور آنحضرتؐ کو سلام کیا اور عرض کیا کہ آیا مجھے اجازت ہے کہ میں اس کسایمائی میں داخل ہوجاؤں۔ فقال له قد اذنت لك۔ فرمایا کہ ہاں تمہیں اجازت ہے کہ چادر میں داخل ہو۔ فدخل معه۔ پس امام حسنؑ داخل کسایمائی ہو گئے۔ فلما كان الساعة واذا بالحسين قد اقبل۔ ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ میرا فرزند حسینؑ آگیا۔ وقال السلام عليك يا اماه اني اشعر عندك رائحة طيبة كانها رائحة جدی رسول الله۔ مجھے مادر گرامی کہہ کر سلام کیا۔ میں نے جواب سلام دیا پھر حسینؑ نے کہا اے اہل جان میں آپ کے پاس ایسی نفیس خوشبو محسوس کر رہا ہوں گویا کہ وہ خوشبوئے جد محترم ہے۔ فقالت يبنی ان جدك واخاك تحت الكساء۔ میں نے کہا کہ بے شک تمہارے نانا اور تمہارے بھائی اس کلی کے نیچے آرام کر رہے ہیں پس شاہباز بلند پروازانوج شہادت یعنی حسینؑ نے چادر کسائی طرف رخ کیا۔ فقال السلام عليك يا جداه السلام عليك يا من اختاره الله اتاذن لي ان اكون معك۔ پس امام حسینؑ نزدیک گئے سلام عرض کیا اور عرض کیا آیا مجھے اجازت ہے کہ آپ دونوں کے ساتھ میں بھی داخل ہوجاؤں۔ فقال له قد اذنت لك يا حسين جناب رسول خداؐ نے فرمایا اے میرے فرزند اے سر بلند صقہ صدق وصف حسینؑ اے پایندہ رشتہ مہر و وفا حسینؑ اے وارث تاج شفاعت آؤ تم بھی داخل

کسایمائی ہوجاؤ۔

فدخل معه حسینؑ گئے اور داخل کسایمائی ہو گئے۔ فاقبل عند ذلك ابوالحسن علی بن ابی طالب علیہ السلام وقال السلام عليك يا بنت رسول الله فقالت وعليك السلام فقال كافي اشم رائحة اخي وابن عمی رسول الله کہ حسینؑ کے بعد ابوالحسن علی بن ابی طالب آگئے مجھے دختر رسول خدا کہہ کر سلام کیا۔ میں نے بھی ابوالحسن کہہ کر جواب سلام دیا۔ پھر جناب امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ اے سیدہ میں اس وقت تمہارے گھر میں اپنے ابن عم رسول خدا کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں فقالت ها هو مع ولدك تحت الكساء میں نے عرض کیلے شک تمہارے دونوں بیٹے اور میرے والد بزرگوار چادریمائی اورھے ہوئے لیٹے ہیں۔ فاقبل علی نحو انكساء۔ پس ولی کائناتؑ شریک کائنات رسالتؑ مشکل کشاء علی ولی کسائی طرف آئے اور سلام کیا وقال السلام عليك يا رسول الله اتاذن لي ان اكون معكم تحت الكساء۔ امیر المومنینؑ نے سلام کرنے کے بعد داخل کسایمائی ہونے کی اجازت مانگی قال له وعليك السلام میرا اخى قد اذنت لك۔ کہ اے بلادر بجان برابر تم پر میرا سلام ہو تمہیں اجازت ہے کہ چادریمائی میں آجاؤ۔ فدخل علی علیہ السلام تحت الكساء۔ علی مرتضیٰ علیہ السلام بھی داخل کسایمائی ہو گئے۔ ثم اتت فاطمة وقالت السلام عليك يا ابتاه السلام عليك يا رسول الله امیر المومنینؑ کے بعد میں بھی کسایمائی کے نزدیک آئی اور میں نے اپنے پدر بزرگوار کو سلام اور عرض کیا۔ اتاذن لي ان ادخل معكم تحت الكساء۔ آیا مجھے بھی داخل کسایمائی ہونے کی اجازت ہے قال قد اذنت لك فدخلت فاطمة معهم آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہاں

نور نظر تمہیں اجازت ہے کہ چادر میں داخل ہو جاؤ یس میں بھی داخل کساء
یمانی ہو گئی۔ فلما اکتملنا خمسة النجباء تحت الكساء قال الله تعالى
عز وجل۔ یعنی کہ جب یہ پانچوں تن چادر یمانی میں جمع ہو گئے۔ تو خداوند عالم
نے ملائکہ سموات سے بصورت ایجاد کلام مباہات فرمایا۔ یا ملائکتی و
سکان سمواتی فی خلقت سماء مبینة ولا ارضا مدحیة ولا قمرًا
منیرا ولا شمسًا مضیة ولا فلکًا یدور ولا بحرًا یجری ولا فلکًا
یسری الا فی محبة هؤلاء الخمسة الذین هم تحت الکساء۔
یعنی خدا نے تعالیٰ نے فرمایا اے میرے فرشتو اور اے میرے آسمانوں کے رہنے
والو۔ میرا آسمان کو خلق کرنا۔ زمین کا فرش بچھانا۔ چاند کو منور کرنا سورج کو روشنی
دینا۔ گھومتے ہوئے فلک قائم کرنا۔ دریاؤں میں پانی جاری کرنا۔ ان میں کشتیوں
کو روانہ کرنا یہ سب کچھ ان پانچوں ہستیوں کی محبت کی وجہ سے ہے۔ (یعنی
کہ اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ خدا بھی ان دوست رکھتا ہے اور ان کی تخلیق
کی غایت یہ ہے کہ دیندار لوگ ان کو دوست رکھیں۔ فقال الامین جبرئیل
یا رب ومن تحت الکساء۔ یعنی جبرئیل امین نے عرض کیا پروردگار یہ مقدس
ہستیاں ہیں کون فقال اهل بیت النبوة ومعدن الرسالة وهم فاطمة
وابوها وبعولها وبنوہا۔ کہ خطاب خداوند عالم ہوا
اے جبرئیلؑ وہ نبوت کا خاندان، رسالت کی کان یعنی فاطمہ زہرا اور اس
کے پدر بزرگوار محمد مصطفیٰ اور اس کے شوہر عالی قدر علی مرتضیٰ اور اس کے دونوں
برخوردار حسین و خورشید کو دریں ان میں ایک حسنی ہے جو منظر محسن ہے اور
دوسرا حسینؑ ہیں جو قدیم الاحسان ہیں

فقال جبرئیل اذن لی ان اهبط الی الارض لا کون معکم سادسًا
کہ جبرئیل امین نے عرض کیا اے پروردگار عالم کیا مجھے اجازت ہے کہ میں زمین
پر نازل ہو کر ان پانچوں حضرات کے ساتھ داخل کساء ہو کر چھٹا ہو جاؤں۔
فقال الله قد اذنت فھبط الامین جبرئیل خداوند عالم نے جبرئیل کو اجازت
دی اور جبرئیل امین پر واز کر کے زمین پر نازل ہوئے۔ وقال السلام علیک یا
رسول الله العلی الاعلیٰ یقرئک السلام ویخصک بالتحمیة والکرام۔
اور رسول خدا کی خدمت میں پہنچ کر فرمایا کہ خدا نے بزرگ و برتر آپ کو سلام کہتا
ہے اور تحمیت و اکرام کے ساتھ مخصوص فرماتا ہے ویقول الله عز وجل
ما خلقت سماء مبینة ولا ارضا مدحیة ولا قمرًا منیرا ولا
شمسًا مضیة ولا بحرًا یجری ولا فلکًا یدور ولا فلکًا یسری الا
لاجلکم قد اذن الله لی ان ادخل معکم تحت
هذا الکساء فھذا اذن لی انت یا رسول الله۔
یعنی کہ اللہ اے عزت و جلال کی قسم کہا کہ ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے آسمانوں کو
پیدا کیا، زمین کو فرش بنانا۔ چاند کو نورانیت بخشی۔ سورج کو روشنی عطا کی
گردش کرنے والے آسمان کو قائم کیا۔ سمندروں کو جولانیاں عطا کیں۔ کشتی کو
ان میں رواں کیا یہ سب کچھ جو میں نے کیا ہے محض تمہاری خاطر سے اور تمہاری
محبت کی وجہ سے کیا ہے پھر جبرئیل امین نے عرض کیا کہ مجھے خداوند عالم نے
تو داخل کساء ہونے کی اجازت دیدی ہے تو کیا آپ بھی اجازت رحمت
فرماتے ہیں۔

مولف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ میں نے تالیفات فاضل کاشفی ملاحین علیہ الرحمۃ

مطالعہ کیا۔ جس میں جبرئیل امین اور آنحضرت کے مابین یہ گفتگو درج ہے کہ جبرئیل امین نے عرض کیا یا رسول اللہ خدا نے تو اجازت دیدی ہے کہ میں داخل کساء ہو جاؤں کیا آپ کی طرف سے بھی اجازت ہے۔ اس پر آنحضرت نے فرمایا کہ اے اخی جبرئیل تم محرم عبادیمانی نہیں ہو کیونکہ جو بھی اس عباد میں ہے وہ محنت و رنج کا نشانہ بنے گا۔ علی شریک کسار میں ضرب تلوار سے شہید ہوں گے حسن شریک میں زہر الماس سے جگر بارہ بارہ ہوگا حسین شریک ہیں۔ کربلا میں تین دن کے بھوکے پیاسے شہید ہوں گے۔ فاطمہ مکرزہ عسکت ہیں۔ بہلولی فاطمہ زحی ہوگا اور فاطمہ دنیا سے رخصت ہوں گی۔ جبرئیل اس لئے عرض کیا یا رسول اللہ کہ میں ان بلا کشیدگان سے زیادہ قریب ہوں۔ میں نے سیدہ عالم کے عوض چکیاں پیسی ہیں۔ میں علی کے لیے آب کوثر لے کر آیا ہوں میں نے حسین کا گہوارہ بھلایا ہے۔ پس میں بھی حق دار ہوں کہ مجھے اجازت ملے تاکہ میں داخل کسار ایمانی ہو سکوں۔

کتاب منتخب میں ہے کہ فقال قد اذنت لك فدخل جبرئیل معهم تحت الكساء۔ کہ آنحضرت نے فرمایا کہ اے جبرئیل تمہیں اجازت ہے پس جبرئیل امین بھی کسائے ایمانی میں داخل ہو گئے کیونکہ خدا و رسول کی طرف سے اجازت مل گئی تھی۔ وقال لهم ان الله عز وجل اوحى اليكم يقول انما يريد الله ليزهق عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا کہ خداوند عالم صرف یہی چاہتا ہے کہ اے اہل بیت تم کو رجس سے دور رکھے اور ایسا پاک رکھے جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے۔ فقال علي بن ابي طالب يا رسول الله صلى الله عليه واله اخبرني ما جئوسنا هذا تحت الكساء من العقل عند الله

امیر المؤمنین نے آنحضرت سے عرض کیا کہ ہمیں یہ تو بتائیے کہ ہم سب کا اس چادر کے نیچے بیٹھے رہنا، اس چادر کے نیچے جمع ہونا خدا نے بزرگ و برتر کے نزدیک کیا مرتبہ رکھتا ہے۔ فقال النبي صلى الله عليه واله والذی بعثنی بالحق نبیا واصطفانی بالرسالة نجیا ما ذکر حزننا هذا فی محفل من محافل الارض وفيه جمع من شيعتنا ومجینا ۷۱ ونزلت عليهم الرحمة وحقت بهم الملائكة واستغفرت لهم الى ان يتفرقوا۔ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اس ذات کی قسم کہ جس نے مجھے برحق نبی بنایا۔ اور رسالت کے لیے چن کر نجات دہندہ عالم قرار دیا۔ ہماری یہ حدیث جس کسی ایسی محفل میں بیان کی جائے کہ جہاں ہمارے شیعہ اور محب موجود ہوں تو ان سب پر خدا کی رحمت نازل ہوگی۔ ان کو فرشتگان رحمت ہر طرف سے گھیر لیں گے۔ اور جب تک وہ مجمع متفرق نہ ہوگا براہ فرشتے دعائے مغفرت کرتے رہیں گے۔ فقال علی والله فخرنا وفخرت شيعتنا ورب الكعبة جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ رب کعبہ کی قسم اب تو ہم بھی اور ہمارے شیعہ کامیاب ہو گئے۔ فقال رسول الله صلى الله عليه واله والذی بعثنی بالحق نبیا واصطفانی بالرسالة نجیا ما ذکر حزننا فی محفل من محافل اهل الارض وفيه جمع من شيعتنا وفيهم مہموم الا فرج الله همہ ولا مغموم الا وكشف الله غمہ ولا طالب حاجة الا وقضى الله حاجتہ۔ جناب رسالت اکرم نے مکرر فرمایا کہ اے علی اس ذات کی قسم جس نے مجھے برحق نبی بنایا اور رسالت

کے لیے چن کر نجات دہندہ جن وانس قرار دیا۔ ہماری یہ حدیث اہل زمین کی جس شیعہ محفل میں یا ہمارے دوستوں میں پڑھی جائے گی ان میں جو متفکر ہو گا تو اس کی فکر دور کر دے گا۔ اور جو غفلت ہو گا خداوند عالم اس کا غم دور کر دے گا۔ اور جو حاجت ہو گی خدا نے تعالیٰ اس حاجت پر لائے گا۔ اللہ صلی علی محمد وآل محمد فقال علی علیہ السلام اذ الله فزنا سعدنا وكننا شيعتنا فازوا وسعدوا في الدنيا والاخرة۔ یعنی اہل المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کی قسم ہم کامیاب ہو گئے اور ہمارے شیعوں بھی کامیاب ہو گئے دنیا و آخرت میں۔

اللهم اجعلني من شيعتهم و محبيهم بحقهم آمين۔
مؤلف کتاب ہذا میرزا صدر الدین واعظ القزوينی اعلیٰ الشرف مقامہ فرماتے ہیں کہ حدیث کساء سید الادبیت ہے اس میں خصوصاً سید عالمین فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی منزلت منقصر ہے سید عالم ملائک اعلیٰ میں بھی معروف ہیں۔ آپ کے شوہر علی مرتضیٰ آپ کے دونوں فرزند حسن و حسین کی مثل کوئی دوسرا شخص نہیں ہے۔ دستور زمانہ ہے کہ کبھی تعارف شہر کا نام لے کر کرایا جاتا ہے کبھی خاندان کا نام یا جاتا ہے اگر باپ مشہور و معروف ہو تو کہتے ہیں کہ فلال کا فرزند ہے۔ لیکن حدیث کساء میں خود خداوند عالم نے اپنے ملائکہ میں جب صاحبان حدیث کساء کا تعارف کرایا ہے تو فاطمہ زہرا کو مرکز تعارف قرار دیا ہے کہ ہم فاطمہ و ابوہا و بعلہا و بنوہا کہ فاطمہ میں اور ان کے پدر رسول ذی قدر اور ان کے شوہر علی مرتضیٰ اولاد کے فرزند حسن و حسین ہیں۔ راز مترجم ہم فاطمہ و ابوہا و بعلہا و بنوہا۔ یعنی کہ فاطمہ میں بعدہ نام نہیں لیکن منیر فاطمہ زہرا کی طرف راجع ہیں

یعنی کہ فاطمہ کے والد ماجد یعنی کہ فاطمہ کے شوہر عالی قدر یعنی کہ فاطمہ کے دونوں فرزند اس طرح پانچ جگہ نام فاطمہ زہرا آیا ہے پس فاطمہ زہرا مرکز عصمت ہیں، اے شیعوں جو پاک بنی بنی مرکز عصمت و طہارت ہو۔ جس کے متعلق آنحضرت نے فرمایا ہے فاطمہ بضعة منی کہ فاطمہ میرا ٹکڑا ہے امت رسول خدا نے اس کی قدر و منزلت کو بھلا دیا۔ بعد وفات رسول خدا آپ پر کچھ ایسے مصائب پڑے کہ فرماتی ہیں کہ بھر پر ایسے مصائب پڑے ہیں کہ اگر دونوں پر ایسے مصائب پڑتے تو مثل شب تار تاریک ہو جائے آپ کا پہلو ٹکستہ ہوا۔ شکم مبارک میں محسن شہید ہوئے اللعنة الله على القوم الظالمين۔

واقعہ مباہلہ اور حقانیت پختن پاک

جیسا کہ حدیث کساء کے عنوان میں ذکر کیا جا چکا کہ آیہ تطہیر میں پختن پاک شریک ہیں اور اس میں لفظ اہل البیت جو ایک جگہ وارد ہوا ہے مگر اس کا مصداق پختن پاک یعنی نبی و علی و فاطمہ و حسن و حسین ہیں۔ اسی طرح مباہلہ میں بھی پختن پاک، نصاریٰ و مجوسیٰ کے مقابل میں گئے ہیں اور اسلام کی حقانیت و صداقت کو واضح کیا ہے۔ واقعہ مباہلہ ۲۴ ذی الحجہ ۳۵ھ کو ہوا ہے بعض گو کہتے ہیں کہ ۲۵ ذی الحجہ کو منعقد ہوا ہے۔ لفظ مباہلہ مشتق ہے بھلا سے۔ اور پہلہ بمعنی لعن و نفرین ہیں۔ اور مباہلہ میں دونوں طرف سے لعن و نفرین کا حق حاصل ہے لیکن جو حق پر نہ ہو گا وہ تباہ و برباد ہو جائے گا اور آخرت میں مستحق لعن ہے۔ آنحضرت اور نصاریٰ و مجوسیٰ نے یہ وعدہ تھا کہ مقررہ دن پر ایک گروہ دوسرے گروہ پر لعن و نفرین کرے گا اور طلب عذاب کرے گا اگر چہ آنحضرت اور نبی جان

عیسائیوں کے درمیان مباہلہ وقوع پذیر نہیں ہوا۔ تاہم اس واقعہ کی تصویر کشی حسب ذیل ہے:-

یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصاریٰ نجران کو دعوت اسلام دی نجران علاقہ یمن میں سے ہے چنانچہ نجرانیوں نے تحقیق حالات اسلام اور حضرت عیسیٰؑ کے متعلق اسلامی نظریہ معلوم کرنے کے لیے ایک منتخب وفد بھیجا۔ اس وفد کا سردار عاقب نامی عیسائی تھا۔ جو تمام نصاریوں میں بزرگ قوم تھا عالم انجیل تھا۔ دوسرے شخص شریک وفد ابوالحارث نامی تھا یہ بھی نصاریٰ کا پیشوا تھا۔ اسی کو بعض علماء اسقف کہتے ہیں۔ اسقف بمعنی عالم ہے چنانچہ جاثلیق و قینس و مطران ان لوگوں کے القابات ہیں جو علماء نصاریٰ کو دیئے گئے ہیں۔ جب نبی نجران کا وفد آنحضرتؐ کی خدمت اقدس میں مدینہ حاضر ہوا۔ اور آپ کی زیارت سے مشرف ہوا تو اسقف نے آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کیا فرماتے ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ عبد خدا اور اس کی مخلوق ہیں نہ کہ خالق، خداوند عالم نے ان کو برگزیدہ قرار دیا ہے۔ رسول بنایا ہے۔ اسقف نے کہا کیا ان کا باپ تھا آپ نے فرمایا کہ ان کا کوئی باپ نہیں ہے۔ اور آنحضرتؐ نے اس کے جواب میں یہ آیت تلاوت کی۔ اِنَّ مَثَلِي عِيسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ط خَلَقْنٰهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَا لِمَ كُنَّ فَيَكُوْنُ - (سورۃ آل عمران آیت ۵۹) یعنی کہ خدا کے نزدیک تو جیسے عیسیٰ کی حالت ویسی ہی آدم کی حالت کہ ان کا مٹی سے پتلا بنایا اور کہا کہ ہو جا پس (فورا ہی) وہ (انسان) ہو گیا۔ یعنی کہ اگر آدم بغیر ماں باپ پیدا ہوئے ہیں تو عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ اگر خدا آدم کو بغیر ماں

باپ پیدا کر سکتا ہے اور پیدا کیا ہے تو عیسیٰ کو بغیر باپ پیدا کرتے ہیں خدا عاجز نہیں ہے جس طرح چاہے پیدا کرے۔ جب طرفین میں گفتگو نے طول پکڑا۔ تو آنحضرتؐ پر وحی نازل ہوئی فَمَنْ حَاجَّكَ فِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ ابْنَاءَنَا وَابْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ ۚ اَلْفُسْنَآ وَ اَلْاَنْفُسَکُمْ ثُمَّ بُنِیْہُمْ فَنَجْعَلُ لَّعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ - (سورۃ آل عمران آیت ۶۱)

اجب تمہارے پاس علم (قرآن) آچکا اس کے بعد بھی اگر تم سے کوئی (نصرانی) عیسیٰ کے بارے میں حجت کرے تو کہو (اچھا میدان میں) آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو ہم اپنی عورتوں کو بلائیں اور تم اپنی عورتوں کو ہم اپنی جانوں کو بلائیں اور تم اپنی جانوں کو اس کے بعد ہم سب خدا کی بارگاہِ گدگد کر جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں۔ نصاریٰ نے آپس میں مشورہ کیا۔ اور مباہلہ کرنا طے پا گیا۔ بروایت اس روز پنجشنبہ (جمعرات) تھا۔ اور مباہلہ کی تاریخ ہم زدی الحجہ یوم التوار قرار پایا۔ اور آنحضرتؐ نے علیؑ و فاطمہؑ حسن و حسینؑ کو مطلع کر دیا کہ مباہلہ میں چلنے کے لیے تیار رہیں چنانچہ آنحضرتؐ مسجد سے برآمد ہوئے جیسے افق کائنات پر آفتاب برآمد ہوتا ہے اور روشنی پھیل جاتی ہے اس طرح چونکہ تنلیٹ کی تلر کی دور کرنے کے لیے آنحضرتؐ اپنی مسجد سے برآمد ہوئے۔ اور علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کو اپنے ساتھ لیا۔ اس طرح کہ سیدہ عالم کو اپنے عقب میں اور حسنؑ کو دائیں جانب اور حسینؑ کو بائیں جانب اور علیؑ مرتضیٰ کو آگے آگے رکھا اور اس شان سے میدان مباہلہ میں تشریف لے گئے۔ نصاریٰ کے نزدیک پہنچے۔ اسقف نے اپنی قوم سے کہا کہ دیکھو اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اپنی اولاد کو لے کر آئے تو ہم ہرگز مباہلہ مباہلہ نہیں کریں گے کیونکہ وہ اگر حق پر نہ ہوئے (معاذ اللہ) تو وہ نفرین و لعن کو اپنی اولاد کے لیے قبول نہ کریں گے۔ اور اگر اصحاب و یاروں کو ساتھ لائے تو ہمیں پھر کوئی خوف و ہذر کو ضرورت نہیں ہے ہم ان سے مباہلہ کریں گے۔ لیکن جب آنحضرتؐ اپنی اولاد کو لے کر مباہلہ کے میدان میں پہنچے تو اسقف نے سوال کیا کہ آپ کے ہمراہ آنے والے کون ہیں۔ ان کو بتایا گیا کہ میرے ساتھ میری بیٹی فاطمہؑ ہے اور اس کے شوہر علی ابن ابی طالبؑ ہیں اور اس کے دونوں فرزند حسنؑ و حسینؑ ہیں یہ سن کر اسقف نے کہا کہ اے نصاریٰ اگر ان سے مباہلہ کیا اور ان ہستیوں نے ہم پر نفرین کی تو کوئی شخص از قوم نصاریٰ باقی نہ رہے گا۔ چنانچہ مباہلہ کی بجائے آپس میں مصالحت کر لی اور نصاریٰ نے جزیرہ دنیا قبول کیا۔ اسلام کو فتح ہوئی۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ عمارت ابن علقمہ کہ جو قیتس کہ جو دین عیسوی کا عالم تھا قدم آگے بڑھا اور جمال سیف بزر، صورت حیدر اور حسینؑ کے نورانی چہرہ دیکھے اور دیکھا کہ ایک خاتون چادر عصمت اوڑھے ہوئے ہے وہ مثل بید لرزے لگا اور فوراً ہی اپنے وفد میں واپس ہوا اور کہا کہ اے میرے ساتھیو! میری بات پر کان دھرو گوش دل میرا سخی سنو۔ ان سے مباہلہ ترک کرو بخدائی عظیم میں ایسے چہرہ دیکھ رہا ہوں کہ گریہ ذوات مقدسہ خدا کے دعا کریں کہ پہاڑ اپنی جگہ ہلٹ جائے تو بے شک خدا ان کی دعا قبول کرے گا اور پہاڑ اپنی جگہ سے حرکت کرے گا۔ اور اگر ان ہستیوں نے نصاریٰ پر نفرین و لعن کیا تو پھر روئے زمین پر کوئی نصاریٰ باقی نہ رہے گا یہ ستر ہے کہ ان سے مباہلہ کی بجائے مصالحت کر لیا جائے۔

اے دوستو۔ مباہلہ میں نصاریٰ نے پنجتن پاک کے چہرہ دیکھ کر یہ یقین کر لیا کہ یہ لوگ خدا کے مقرب بندے ہیں۔ جو خدا سے مانگیں وہ ان کو ملے گا۔ لیکن آنحضرتؐ کے ساتھ ابو جہل نے جو سختی اختیار کی وہ سب پر ظاہر ہے۔ کو صفا پیر آنحضرتؐ کی پیشانی مبارک کو زخمی کیا۔ ماہ رمضان المبارک کی انیسویں شب حضرت علی مرتضیٰ کو ابن ملجم نے ضرب لگائی جس سے آپ کی شہادت واقع ہوئی۔ جناب فاطمہ زہراؑ دختر رسولؐ کو ایسا صدمہ پہنچا کہ بعد وفات رسولؐ خدا زیادہ زندہ نہ رہ سکیں۔ امام حسنؑ مجتبیٰ علیہ السلام کو زیر دس کر شہید کیا۔ اور امام حسینؑ کو کربلا میں ان کے اصحاب و انصار عزیز و برادران اور اولاد کے ساتھ شہید کیا یہ سب مظالم مسلمانوں کے ہاتھوں ہوئے۔ بہر حال جب نصاریٰ نے مباہلہ کی بجائے مصالحت یعنی صلح کر لی تو جزیرہ دنیا قبول کیا کہ وہ ہر سال دو ہزار عہلہ کہ ہر ایک عہلہ (پوشاک) چالیس درم کا، تیس گھوڑے اور تیس زرو، بطور جزیرہ دینا قبول کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس خدا نے بزرگ و برتر کی قسم ہے کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر نصاریٰ مباہلہ کرتے تو خداوند عالم ان کو زندہ اور سُرور کی شکلوں میں تبدیل کر دینا غرض کہ مقابلہ میں پنجتن پاک کی صداقت اور حقانیت نے اسلام کو بچایا اور یہ اسلام کی شاندار فتح ہے۔

پنجتن پاک کی شیعوں اور مجنوں کے حق میں دعا

مغفرت اور وصیت و مصائب جناب فاطمہ زہراؑ

کتب امدادیت سے ثابت ہے کہ آئمہ معصومین اپنے شیعوں اور مجنوں کے

یہ برابر دعا مغفرت کرتے رہتے تھے مروی ہے کہ سیدہ عالمین نے اپنے بابا سے عرض کیا کہ آپ کو اپنی امت کے گناہ گاروں کا ہمہ وقت خیال رہتا ہے لہذا آپ اپنے دوستوں اور علیؑ کے شیعوں کے لیے دعا فرمائیں۔ کیونکہ امت آپ کی دعاؤں کی محتاج و امیدوار ہے۔ آپ دوستوں کے لیے دعا فرمائیں ہم آمین کہیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کے لیے ہاتھ بند کیے اور خداوند عالم سے عرض کیا کہ پروردگار عالم جو شخص میرے البیتؑ کو دوست رکھے اس کے گناہ بخش دے۔ اور ان کی حاجتیں بر لا۔ جناب امیر المومنینؑ۔

امام حسنؑ امام حسینؑ اور حضرت سیدہ عالمین نے آمین کہا اس حدیث سے استفادہ ہوتا ہے کہ جو بندہ دوسرے بندہ کے حق میں آزار کن باتیں کرتا ہے اس کو چاہیے کہ اس سے معاف کر لے اور توبہ کرے اللہم اجعلنا من شیعتم و محبہم امین یا رب العالمین۔ (برائے مولف کتاب ہذا مومنین دعا مغفرت کریں)

کتاب کنز الواعظین میں کتاب تبر المذنب اور کتاب عقائل سے روایت ہے کہ بعد رحلت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب فاطمہ زہراؑ بیمار ہو گئیں اور آپ کو فلال فلال کے ہاتھوں صدمات پہنچے جس کی وجہ سے آپ اپنے بابا کی جدائی پر درد و کراہی سے ان کی تسکیت کرتی تھیں۔

جناب معصومہؑ دو عالم آنحضرتؐ سے زیادہ مشابہت رکھتی تھیں جب کبھی حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو دیدار رسول خدا مطلوب ہوتا تو آپ سیدہ عالم کو دیکھتے تھے۔ اور جناب سیدہ کی گفتگو سنتے اور تسکین قلب ایمان ہوتی۔ پس جب کہ سیدہ عالم پر مرغن نے زیادہ غلبہ کیا حضرت امیر

علیہ السلام نے ایک روز دیکھا کہ سیدہ بیماری کی حالت میں بستر پر آرام کر رہی ہیں جسم کمزور ہو گیا ہے اور آپ کے پاس آپ کے دونوں فرزند حسنؑ و حسینؑ موجود ہیں۔ معصومہ کے سر مبارک کے نیچے پوست گوشت تھی اور لحاف اونی تھا۔ دوا اور غذا فاطمہؑ حمد و ثناء خداوندی تھی امیر المومنین نے مزاج پرسی کی سیدہ عالم نے فرمایا کہ اے ابوالحسنؑ میری خواہش ہے کہ میں ان دنوں میں دنیا سے رخصت ہونے والی ہوں اور اے ابوالحسنؑ میری اپنے دونوں فرزندوں کے بارے میں یہ وصیت ہے کہ میرے بچوں پر نظر لطف و کرم رہنا۔ اور جب یہ دونوں فرزند میری قبر پر آنا چاہیں تو ان کو منع نہ کرنا۔ میری قبر پر قرآن پڑھنا۔ میں اگرچہ بچوں سے اور تم سے دور رہوں گی۔ مگر میری روح میرا دل بچوں میں رہے گا اے علیؑ میں تم سے راضی ہوں اور اے علیؑ میں نے تمہاری خدمت میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے۔ فبکی علی علیہ السلام

وقال یا بنت المصطفى یا سیدة القادری لروحی لروحک الفداء یا بنت العبد الذی ومن ارسل رحمۃ للعالمین۔ حضرت امیر المومنین فاطمہ زہراؑ کی وصیتیں سن کر گریہ فرمانے لگے یہاں تک کہ آپ کی محاسن شریف دینی ریش مبارک انسوؤں سے تر ہو گئی اور فرمایا اے بہترین نساء عالمین کہ میں تم سے راضی اور خوشنود ہوں اور خدا و رسولؐ تم سے راضی و خوشنود ہیں۔ پر سیدہ عالم نے فرمایا کہ اے ابوالحسنؑ جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو آپ مجھے غسل و کفن دینے سے فارغ ہوں اور مجھے قبر میں اتاریں تو قارورہ یعنی ڈبہ اور شیشہ قبر میں رکھ دیں پس آپ نے فقہ سے فرمایا کہ دونوں چیزیں لاؤ فقہ نے حاضر کیں۔ فقال علی یا سیدة النساء ما الذی فی ہذہ القارورہ

ہل هو من ماء زمزم ۔

حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ اے خاتون اس قارورہ میں کیا چیز ہے کیا یہ لب زمزم ہے ۔ حضرت فاطمہؑ زہراؑ نے فرمایا کہ اے علیؑ جو اُنک میری آنکھوں سے خوف خدا میں رواں ہوئے ہیں وہ میں نے جمع کئے ہیں جو کہ اس قارورہ میں ہیں اور یہ روزِ حشر کے لیے جمع کئے ہیں یہ آبِ زمزم نہیں ہے اور اے علیؑ اُن آنسوؤں کو میری قبر میں رکھ دینا ۔ میں نے اپنے پدر بزرگوار رسول خداؐ سے سنا ہے وہ فرماتے ہیں ۔ ان الدمة قطعی غضب الرب وان القبر لا یكون روضة من ریاض الجنة الا ان یكون العبد قد بکی من خيفة الله تعالى وخوفا من النار ۔ یعنی کہ آنسو غضبِ خدا کو رحمت سے بدل دیتے ہیں اور اس کی قبرِ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ اس وقت ہوگی کہ جب بندہ خوفِ خدا اور خوفِ جہنم میں ابدیدہ ہو ۔ اے امیر المومنینؑ میں نے یہ آنسو خوفِ خدا میں اپنی آنکھوں سے برساتے ہیں اور جمع کئے ۔ امیر المومنینؑ نے سنا اور گریہ فرمایا اور جب سیدہ عالم نے آپ کو گریہ کرنا دیکھا تو فرمایا ۔ لو بکی محزون فی امة لرحمه الله تعالى تلك الامة ۔ یعنی کہ اے علیؑ اگر آپ میری محزون ہوئے ہیں اور آنسو گرائے ہیں تو خدا ان آنسوؤں کی برکت سے مجھ پر رحم کرے گا کہ میں کبیر خدا اور دختر رسول خدا ہوں اور تم ولی کائنات ہو ۔ اس وقت امام حسنؑ اور امام حسینؑ رونے لگے جناب امیر المومنینؑ نے ان کو تلقینِ صبر فرمائی اور خوش کیا ۔ فتح الحق ۔ پس فاطمہؑ زہراؑ نے وہ قارورہ کھولا ۔ اس میں ایک ٹکڑا حیرت سبز تھا جس میں ایک کاغذ تھا ۔ اور اس کاغذ سے ایک نورِ ساطع ہو رہا تھا ۔ جناب امیر المومنینؑ نے فرمایا یا بنتِ خدیجة الکبریٰ ما هذا ۔ یہ کاغذ کیا ہے کہ

جس میں اس حقہ یعنی قارورہ کو پہنا کیا ہے اور اسے تم اپنی قبر میں اپنے ساتھ رکھنا چاہتی ہو ۔ فرمایا کہ سفینۃ النجاة یعنی کہ یہ سفینۃ نجات ہے ۔ یہ قارورہ اور اس میں جو کچھ ہے وہ امانتِ رب العزت ہے حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ اے سیدہ وہ کیا امانت ہے ۔ معصومہؑ دو عالم نے فرمایا کہ اے علیؑ نمازِ وحی بک ابی اس زمانہ میں جب کہ آپ کے ساتھ میرے پدرِ عالیقدر نے مجھے تزویج کیا مجھ سے فرمایا اے بیٹی کہ خداوند عالم نے عرش کے نیچے شجرِ طوی کے سایہ میں تمہاری محفل عقد منعقد کی اور شجرِ طوی المنتہی کہ جو وسطِ بہشتِ رفنا میں ہے اس وقت حوروں نے جواہرِ نثار کئے ۔

وہی عند ہم ذخیرۃ اور یہ وہی دُربارِ جنی اور جواہر ہیں ۔ اور روزِ قیامت مومنین کو ہدیہ ہوں گے اور شبِ عروسی جب آپ آئے تو میرے پاس دو پیرا ہن تھے ۔ ایک لباس نو اور دوسرا کہنہ لباس تھا کہ ایک سائل کی آواز میرے گوش زد ہوئی کہ وہ کہہ رہا تھا ۔ یا اهل بیت النبوة ومعدن الخیر والفضوة وان کان عندکم قمیص خلقی فانی بہ جد یروا فی سائلہ فقیتہ کہ اگر کوئی کہنہ ہو تو مجھ فقیرِ عورت کو دیا جائے ۔ اے علیؑ میں نے اپنا کہنہ لباس اس فقیرِ عورت کو دینا پسند کیا اور اپنا نیا لباس اس کو دے دیا ۔ صبحِ عروسی کو میرے پدر بزرگوار تشریف لائے دیکھا کہ میں کہنہ لباس میں ہوں تو فرمایا اے بیٹی البس لک قمیص جد ید ۔ یعنی اے بیٹی کیا تمہارے پاس نئی قمیص نہیں تھی ۔ میں نے واقعہ سائل بیان کیا اور عرض کیا اے بابا جان میں نے سائل کو نئی قمیص بخش دی اور ایسا اس لیے کیا کہ جب میری ماں کی تزویج آپ سے ہوئی ایک روز سائل کے دروازے پر آیا ۔ اس نے لباس کا سوال کیا ۔ آپ

نے اپنا پیراہن اپنے جسم مبارک سے آمارا اور اس سائل کو دے دیا۔ پس میں نے آپ کے اسوہ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے اپنی نئی قمیص سائل کو دے دی آنحضرتؐ یہ سن کر بہت غموں میں پڑے اور مجھے پیار کیا اور اسی دوران جبریلؑ میں نازل ہوئے اور عرض کیا اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کہ میرا سلام فاطمہؑ کو بھی پہنچاؤ۔ اور اس کو مبارکباد دوا اور اس سے کہو کہ جو کچھ مجھ سے مانگے گی وہ میں عطا کر دوں گا۔ اور بشرھا انی احببھا اور اس کو بشارت دو کہ میں اے فاطمہؑ تجھے دوست رکھتا ہوں۔ آنحضرتؐ نے وہ پیغام مجھے سنایا۔ میں نے عرض کیا مجھے سوائے لقاء خدا یعنی رہنا۔ خدا کچھ اور نہیں چاہیے اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا اے بیٹی تم میری امت اور اپنے شیعوں کے لیے دعا مغفرت کرو۔ میں نے دعا مغفرت کی۔ پھر جبریلؑ آئین نازل ہوئے اور خدا کا پیغام پہنچایا کہ خدا فرماتا ہے کہ اے میرے رسولؐ قد غفرت لعصاة امتک وذنایہ علی مومن فی قلبہ محبة من فاطمة و محبة من ابیہا وعلیہا وولہا۔ کہ میں نے تمہاری امت اور علیؑ کے شیعوں بخشنے ان لوگوں کو بھی بخش دیا کہ جو فاطمہؑ اور اس کے پدر بزرگوار اور اس کے شوہر نامدار اور اس کے دونوں بیٹوں سے محبت کرتا ہے میں نے رسول اللہؐ سے عرض کیا کہ میں اپنے شیعوں کے لیے بخشش نامہ چاہتی ہوں۔ خداوند تعالیٰ نے جبریلؑ امین کو حکم دیا کہ بہشت بریں سے ایک پارچہ سبز و سفید لا جبریلؑ اس پارچہ کو لے کر آؤ قلم قدرت نے کتب علیٰ نفسہ الرحمۃ۔ جبریلؑ و میکائیلؑ گواہ بنے۔ اور پیغمبر اسلامؐ نے اس کتبہ کو اس حصہ میں رکھا اور مجھے عنایت فرمایا اور حکم دیا کہ اس کی حفاظت کرو تا روز وفات آئے۔ فعیلک بالوصیۃ ان یوضہ فی الحدک یعنی اے فاطمہؑ

و صیت کر کہ اس کو میری قبر میں رکھا جائے۔ اور جب روزِ برپا ہو تو تمہارا مال امت رحمت خدا سے مالوس نہ ہو۔ اور یہ نو شستہ وعدہ الہی ہے جو روزِ قیامت پورا ہوگا پھر سیدہ عالمینؑ نے امیر المومنینؑ سے یہ وصیت بھی کی کہ اے علیؑ وقت غسل میرا جسم برہنہ نہ کرنا بلکہ میرا بدن کے نیچے مجھے غسل دینا۔ حضرت فاطمہؑ دنیا سے رحلت ہوئیں اور امیر المومنینؑ نے آپ کو غسل دیا مگر واحسرتاجب علیؑ غسل دے رہے تھے تو چیخ مار کر رونے لگے یہ بگڑا گیا یہ دریافت کرنے پر فرمایا کہ فاطمہؑ کا پہلوئے شکستہ پر نظر پڑی واحسرتا دختر رسول خدا کی امت نے کچھ قدر نہ کی۔

واقعہ غریبیہ۔ شیخ طریحی نجفی جو کہ مومنین و علماء حضرات میں مرد صالح شہرہ و معروف تھے روایت کرتے ہیں کہ علماء صحابی مومنین میں سے ایک بزرگ نے جناب سیدہ عالم فاطمہؑ زہرا سلام اللہ علیہا کو خواب میں دیکھا کہ آپ حوران بہشتی اور اپنے پدر بزرگوار اور شوہر نامدار علی مرتضیٰؑ اور اپنے بر خوردار حسن مجتبیٰؑ کے ساتھ کربلا میں قبر امام حسینؑ علیہ السلام پر موجود ہیں اور توحہ و تہیون فرما رہی ہیں۔ پس میں نے دیکھا کہ فاطمہؑ زہرا نے حضرت رسولؐ خدا کی طرف رخ کیا اور عرض کیا یا ابی یا رسول اللہ اما تنظر الی امتک۔ کہ اے بابا جان اے رسول خداؐ آپ نے اپنی امت کی طرف کبھی نگاہ نہیں فرمائی اور نہ کبھی دیکھا کہ اس امت نے میرے فرزند کے ساتھ کیا کیا ظلم کئے ہیں۔ قتلوا ظلموا وعدوا فانما منہ میں کوئی اس طرح قتل نہیں کیا گیا جس طرح کہ حسینؑ قتل کئے گئے قتلوا و من الماء منعوہ و لمانیا و القصی جعوا اسے قتل کیا اور پانی نہ دیا۔ و اخر قلباہ کان ربنا ما خلقنا الا للبلاء۔ اے بابا جان میرا دل ان مظالم کو دیکھ

کہ سوختہ ہو گیا ہے اور یہ دیکھ کر کہ خدا نے ہمیں صرف بلاء و ابتلا کے لیے خلق فرمایا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اے بابا جان ذرا علی مرتضیٰ کی طرف دیکھئے کہ اُمت نے ان کو ماہ رمضان المبارک میں حضرت لگائی اور علیؑ کو شہید کیا۔ میرے دروازہ پر لوگ جمع ہو گئے اور احترام ختم کر دیا۔ میرے حسن کو زیر دیا۔ میرے شکم میں محسن کو شہید کیا۔ "وا حسرتاہ" کافی نہ اکن بضعة منك۔ گویا جیسے میں آپ کی پارہ جگر ہی نہیں ہوں کیا آپ نے فرمایا تھا فاطمة بضعة منی اس کے باوجود انت تعلم ما صنع فی کسر اللعین ضعی حتی مت اور میں جانتی ہوں کہ آپ کی اُمت کے لوگوں نے مجھ پر کس قدر ظلم کئے ہیں۔ اور اے بابا جان واعظم من هذا صنعونی من البکاء۔ اور حد ہو گئی کہ آپ کی رحلت کے بعد مجھے رونے بھی نہ دیا گیا اُمت نے اعتراف کیا یہاں تک کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئی۔ وہ سید علیل بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں آنحضرتؐ کی یہ حالت دیکھی کہ آنحضرتؐ نے باواز بلند گریہ فرمایا۔ اور جناب فاطمہؑ سے فرمایا کہ اے فاطمہ! واکریا نہ کر یکب یعنی اے فاطمہ! آہ تیری مصیبتیں پھر آنحضرتؐ نے ان لوگوں کی طرف موہنے کو کہ فرمایا کہ جو وہاں موجود تھے۔ واعلیٰ و احسن تاک و اعباسا و احساہ و اباطالباہ قتل و لدی الحسین مانعاضبات ولم تحضر لبوث الغزوات

حسینؑ را در غریبی سر بریدند
تن پاکش بخاک و خون کشیدند

اے علیؑ، اے حمزہؑ، اے عباسؑ، اے حسنؑ تم شیرانِ بیشہ شجاعت اس وقت نہ تھے کہ جب میرا حسینؑ قتل ہوا ہے۔ وقد قتلوا صغیرم و کبیرہم

و ذبحوا رضیعہم و فطیمہم و استباحوا نساءہم و حریمہم۔ اطفال خورد سال۔ شیر خوار علیؑ صغیر، اور حسینؑ کے جوانوں اور بوڑھوں کو قتل کیا۔ اور میری حرمت نہ کی۔ وائے اس جماعت پر یہ کیونکر میدان حشر میں میرے پاس آنے کی اور کیونکہ مجھے دیکھے گی کہ میری اولاد کو قتل بھی کیا اور مجھ سے شفاعت طلب ہیں۔ اے دوستو میری بیٹی فاطمہؑ قیامت میں وارد ہوگی اس وقت منادی ندا دے گا اے اہل محشر غفوا البصائر یعنی اے اہل محشر اپنی آنکھیں بند کر لو۔ میری بیٹی فاطمہؑ آئی ہیں و ثیابھا بدم الحسین مصبوغة و سحما قمیص اخر ملطخ بالسم۔ اس کے ساتھ دو پیراں ہوں گے۔ ایک پیراں حسینؑ خون آلودہ ہوگا و دوسرا پیراں حسنؑ زہر آلودہ ہوگا اس وقت تمام اہل محشر میں شور مگرے و بکا بلند ہوگا راز مترجم۔ چونکہ شیطان و مہمان امام حسینؑ دنیا میں بھی مجلس عزاء امام حسینؑ برپا کرتے ہیں اور گریہ و بکا کرتے ہیں اور چونکہ میدان حشر کو روزِ معاد کہتے ہیں پس مجلس عزاء جو دنیا میں ہم برپا کرتے ہیں وہ میدان حشر میں بھی برپا ہوگی۔ اور شیعہ ہی گریہ و بکا کریں گے۔ جو لوگ یہاں رونے کے خلاف ہیں وہ وہاں بھی خوش رہیں گے۔ پس اس وقت فاطمہؑ زہراؑ ایک بلند گریہ فرمائیں گی اور خداوند عالم کی بارگاہ میں عرض کریں گی۔ یا عدل یا حکیم یا حکم بینی و بین قاتل و لدی اے خداوند عادل و احکم الحاکمین تو میرے اور قاتلانِ حسنؑ و حسینؑ کے درمیان فیصلہ کر خداوند عالم کی طرف سے جواب آئے گا کہ اے فاطمہؑ تو داخل بہشت ہو قاتلان کو میں ہرگز نہیں بخشوں گا ان کو داخل جہنم کر دوں گا۔ اس وقت فاطمہؑ عرض کریں گی کہ پروردگار! میں یہاں حسینؑ کو شہید ہونے کی حالت میں دیکھنا چاہتی ہوں۔ خطاب قدرت

- (۱) نہ ہا دن زنجیر گیسو !
 (۲) مردان خستہ مجموع بستہ
 (۳) بنٹ ستہ از غم مرد گر بیان
 (۴) کردند یکبار رودر خرابہ
 (۵) بگرفتہ باغیظ آن تیغ بر کف
 (۶) از آن غریبان بر شد بکیوان
 (۷) از حال زار آن غم نصیبان
 (۸) از آنک حسرت خون تابگردن
 (۹) چشم سکیدہ در انیمانہ
 (۱۰) بانالہ گرفت دامان زینب
 (۱۱) عمہ رضایم مارا بنہند
 (۱۲) اما نیفتد یک لحظہ چشم
 (۱۳) زہرا کہ دیدم باب مرا زد
 (۱۴) آنگاہ دیدم خصما بہ نشست
 (۱۵) بر قاست آنکہ اوسینہ وی
 (۱۶) بیرید از خشم سرد از قفالش

ایوای برین ای حیف بر او

وہ میر جم یعنی کوئی دشمنی لوگ اسیران کو بلکہ کو زندان سے باہر لائے شترالے بے کجاؤ
 لائے گئے اور انہیں ان پر سوار ہوئے۔ اس وقت ہل کو فہ تماشائیوں کی طرح
 جمع تھے۔ مرد و عورت اور بچے اسیروں کے دیکھنے میں مشغول تھے۔ اور ظلم

یالائے ظلم یہ تھا کہ کوئی لوگ خوش ہو رہے تھے اور اسیروں پر ہنس رہے
 تھے۔ جب زینب خاتون نے دیکھا تو آہ سرد بھری

زینب چو بدید خواری خویش افغان بکشید از دل ریش
 گفت لے شہ کشور ولایت لے صاحب منبر ہدایت
 از قبر نجف سدی برون آں بنما نظرے زینب زار
 اے مادرم اے حمیدہ زہرا انداختہ از نظر تو مارا
 ویران نہ چنال شد است کام کابادی خود امید وارم
 صافی تن من چو درد گشتہ از ضربت سنگ خوردہ گشتہ
 فرسودہ تن شد است جانم از غم شد آب استخوانم

ای راحت جان من کجائی

در بردن جان من نیائی

غلامہ اشعار یہ ہے کہ جب شہزادی دین و دنیا حضرت زینب خاتون نے
 کوفہ میں کہ جہاں شہزادی کہلاتی تھیں اپنی یہ ذلت و خواری دیکھی تو فغان کی آؤ
 زنجی دل سے آہ کھینچی۔ اور عالم تصور میں شاہ نجف اور اپنی ماں زہرا کو یاد کیا
 اور فریاد کی کہ اے دیکھئے کہ کیا کیا ظلم و ستم ہو رہے ہیں لوگ پتھر مار رہے ہیں
 لوگ ہمارا تماشا دیکھ رہے ہیں اے ماں اے مروی ہے کہ ابن زیاد ملعون نے
 اسیران کو بلکہ کو اوٹوں پر بلا کجاوہ و محل سوار کیا۔ اور انہیں العابدین کو طوق و
 سلاسل کے ساتھ شام روانہ کیا۔

علامہ کتاب ریاض میں فرماتے ہیں کہ اہلیست اہلہارا اوٹوں پر سوار ہے
 نہ سرول پر مقننہ چادریں تھیں نہ کوئی خاص لباس تھا بلکہ اسیران اہلیست ترک ظلم

کے قیدیوں کی طرح اسیر بنائے گئے تھے زبان پر ہمارے حسین تھا۔ کوفیوں نے عجب ذلت و خواری کے ساتھ الحرم کو شام روانہ کیا۔

دختران علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا کوفہ سے دُ

مرتبہ باخفت نکلتا۔

کتاب ریاض میں ہے خرجت بنات علی اخوات الحسین عنوة و کدھا مہتین یعنی کہ دوم مرتبہ دختران علی و بتول۔ جبراً و کرها کوفہ سے باہر آئی ہیں پہلی مرتبہ اس وقت کہ جب حضرت امیر المومنین کی شہادت ہو گئی۔ تو زینب ام کلثوم۔ حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے ہمراہ کوفہ سے نکلیں۔ اور مدینہ گئیں لیکن وقت روانگی۔ احترام و انتظام دیدنی تھا۔ دور باشش کی صدائیں بلند تھیں کہ لوگو دور ہو جاؤ اب دارشان تطہیر سوار ہو رہی ہیں۔ بنی ہاشم پردہ کا ہتھا کر رہے تھے مگر پھر بھی کوفہ سے تہران نکلتا تھا کہ امیر المومنین کی شہادت ہو چکی تھی اور زمانہ کوٹ بدل چکا تھا۔ معاویہ ابن ابوسفیان امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کے لیے تیار تھا۔ کوفہ والے حضرت امام حسنؑ کی شان میں نازیبا الفاظ کہہ رہے تھے لہذا امام حسنؑ کو ناگزیر تھا کہ کوفہ سے مدینہ ہجرت کر جائیں۔ ایسے عالم میں جب سیدائیں نے کوفہ چھوڑا تو ایک طرف بابا کی قبر سے جدائی کا تصور دوسری طرف کوفہ والوں کی بیوفائی کا خیال نشر کا کام کر رہا تھا۔ قال الراوی وهو عبد اللہ بن جندب الازدی عن ابیہ جندب الازدی جو علی علیہ السلام کے مخلصین میں سے تھے کہتے ہیں کہ اس روز کہ جب شہزاد کا حسنؑ حسینؑ کوفہ

چھوڑ رہے تھے اور عازم سفر مدینہ تھے۔ میں ان کو رخصت کرنے کے لیے کچھ دور ہمراہ گیا۔ فلما جاء ونا دارالہند پس جب ہم دارمند سے کچھ دور ہوئے دیکھا کہ شہزادہ عالمین یعنی حسینؑ آہ سرد بھرتے ہوئے اور یہ فرماتے ہوئے اے کلا سے کوفہ میں پھر دوسری مرتبہ اپنے سر کے ساتھ تیری طرف آؤں گا لیکن میرے اہلبیت باحال پریشان ہو گئے چونکہ قضاء الہی نہیں بدلا کرتی ایسا ہی ہوا کہ امام حسینؑ کا سر بریدہ کوفہ میں آیا اور الحرم اسیر ہو کر کوفہ آئے۔ اس وقت بنات علی یندبنہ و بیکن علیہ۔ چنانچہ علیؑ کی بیٹیاں زور و فاری کرتی ہوئی آئیں۔ دوسری مرتبہ نبی زادیاں اور علیؑ و فاطمہؑ کی بیٹیاں جب شام جانے لگیں تو زندان سے نکلیں اور اسیر ہو کر شام کو روانہ ہوئیں اس وقت تماشا یوں کا ہجوم تھا اور زینبؑ و ام کلثومؑ کے لیے یہ خواری و ذلت سامنا تھا۔

اسیران اہلبیتؑ اہل ہمار کی کوفہ سے شام کو روانگی

شیخ طریحی نے اپنی کتاب منتخب میں تحریر فرمایا ہے کہ جب ابن زیاد ملعون نے اسیروں کو شام بھیجنے کا ارادہ کیا۔ اسیر زندان کوفہ سے باہر آئے اور ابن زیاد بد نہاد نے شمر ودا الحرم، شیدت بن ربیع، اور عمرو بن العجاج ملعون کو قافلہ کے ساتھ روانہ کیا۔ مصیبتوں سے دوچار ہو تلو دمشق پہنچا تو شمر ودا الحرم نے حکم دیا کہ ابن زیاد چاہتا ہے کہ شام کے ہر شہری کو چاہیے کہ الحرم اور سربراہ شہر کے داخل دمشق ہونے کی ایک دوسرے کو خبر کرے تاکہ اسیری اہلبیت کی سب کو خبر ہو جائے۔

مقتل ابی مخنف میں ہے کہ ابن زیاد ملعون نے دو ہزار کی جمعیت شمر و الحارث اور عکرم بن حجاج وغیرہ کے ساتھ روانہ کی تھی سروضۃ الشہداء میں ہے کہ پانچ ہزار کی جمعیت تھی اور سربریدہ امام حسینؑ پر نگرانی کے لیے چالیس افراد مقرر کیے تھے۔ بعض کتب میں ہے کہ پچاس افراد مقرر کئے تھے اور سر مبارک ایک صندوق میں تھا۔ اور باقی شہداء کے سر مبارک دوسرے صندوقوں میں بند تھے۔ ابن زیاد ملعون نے حکم دیا تھا کہ سر امام حسینؑ راستہ میں نہ نکالا جائے بلکہ دشمن پہنچ کر حسینؑ نکالا جائے۔

شیخ فخر الدین کی کتاب منتخب، مقتل ابی مخنف، تبر مذاب وغیرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب داخل دمشق ہوئے ہیں تو میدان سجاد زنجیری پہنچے ہوئے تھے۔ اور اسیران بلبے کجاوہ اوتوں پر سوار تھے۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ سہل کستا ہے کہ میں جیسے ہی دیکھا کہ اسیروں کا قافلہ سربریدہ امام حسینؑ شام روانہ ہونے والا ہے۔ جمعیت رائی علی الیسرہ معہم۔ میں نے معہم ارادہ کہا کہ ان کے ساتھ شام جاؤں۔ میں نے ہزار دینار اور ہزار درہم جمع کئے اور اس قوم کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ کوفہ سے روانہ ہونے کے بعد پہلی منزل قادسیہ ہے جہاں قافلہ والے منزل کرتے ہیں یعنی قیام کرتے ہیں۔ ہر شخص سایہ دار جگہ میں قیام کرتا ہے خیمہ نصب کئے جاتے ہیں مگر اسیران اہلبیتؑ زمین پر بیٹھے رہے نہ خیمہ۔ نہ سائبان۔ نہ ان کے سروں پر چادریں تھیں۔ اسیران حلقہ بنائے ہوئے تھے جیسے کوئی ماتمی حلقہ ہوتا ہے ان کے درمیان نوہ کی آواز بلند ہو رہی تھی۔

شیخ اپنی کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ لشکر ابن زیاد نے اسیروں کے پہلو پہلی منزل میں قیام کیا تو سر مبارک شہداء کو اپنے سامنے رکھا اور اسیروں کو ایک گوشہ

میں جگہ دی اور بروایت ہاتھ نمودار ہوا۔ اور یہ اشعار خون سے دیوار پر رقم ہو گئے۔

اترجوا امۃ قتلت حسینا شفاعۃ جدہ یوم الحساب
فلا والله لیس لہم شفیع وہم یوم القیمۃ فی العذاب
کیا وہ امت حسینؑ کے نانا سے شفاعت کی امید رکھ سکتی ہے کہ جس نے حسینؑ کو قتل کیا۔ خداؤ اللہ الجلال کی قسم ایسے لوگوں کے لیے شفاعت رسول خدا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ قاتلان حسینؑ کے لیے اور جو اس قتل پر راضی ہیں ان کے لیے قیامت میں دائمی عذاب ہے۔ وہ لوگ عذاب میں رہیں گے جب لشکر ابن زیاد نے یہ اشعار دست غیبی سے دیوار پر لکھے ہوئے دیکھے تو لشکر والوں کو خوف محسوس ہوا۔ اور جب لشکر ابن زیاد اسیروں کا قافلہ کو پہلی منزل سے روانہ ہوا تو ہاتھ غیبی کی یہ آواز سن (آواز آ رہی تھی مگر آواز دیتے والا نظر نہیں آ رہا تھا)۔

ماذا تقولون اذ قال النبی لکم ماذا فعلتم وانتم اخرا لامہ
بعترق و باہلی عند مقتدی منہما ساری ومنہم ضروجا بدم
علاء مجبئیؑ نے ان اشعار کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ یہ اشعار منزل اول ہی میں لکھے ہوئے دیکھے گئے اور اس کے بعد ملائکہ کے نوہ کی آواز سنی گئی کہ وہ نوہ کر رہے تھے۔

ایہا القاتلون جہلا حسینا ابشروا بالعداب والتذکیل
یعنی اے قوم نابکار تم نے حسینؑ کو قتل کیا تم عذاب دردناک کی بشارت ہو۔
رازمجرم حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے بعد اس قسم کی غیبی اشعار لکھے ہوئے

دیکھتے گئے اور صدائیں سنی گئیں کہ جن میں انجام قاتلان امام حسینؑ کی خبر ہے۔ مگر پھر بھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ قاتلان حسینؑ اگر توبہ کر لیں تو ان کی نجات ہو سکتی ہے حالانکہ قتل امام و قوع پذیر ہوتے ہی قاتل عذاب کا مستحق ہے)

حکایت جناب فتنہ اور غذا ہشتی

مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ ارباب مقاتل نے کوئی ایسی خبر نہیں دی ہے کہ راہ شام میں کسی منزل میں بھی اہلبیتؑ طاہرین کو لشکراں زیاد نے غذا و طعام خاطر خواہ فراہم کیا ہو۔ اور اگر آب و غذا فراہم بھی کی ہے تو وہ کافی نہ تھی۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے مہمال بن عمرو کو فی سے فرمایا واللہ الی الان ما شبعن بطونہن ولا اکسین رؤسہن یعنی کہ اسیروں کو شکم سیر ہو کر کھانا نہیں ملا۔ اور اہلبیتؑ نے اپنے سروں میں لنگی بھی نہیں کی ہے مگر یہ کہ فتنہ کی درخواست پر غذا ہشتی جو فتنہ نے اہلبیتؑ طاہرین کے لیے پیش کی تھی۔ اس غذائی ہشتی کی حکایت یہ ہے کہ کتاب مصابیح القلوب میں ہے کہ شب ہائے رمضان المبارک میں سے ایک شب حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدعو کیا اور عرض کیا کہ آپ ہمارے ساتھ روزہ افطار فرمائیں۔ آنحضرتؐ نے شرف قبولیت بخشا اور وقت افطار تشریف لائے اور علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے ساتھ روزہ افطار فرمایا۔ دوسری شب محرمہ کو میں جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں دعوت افطار صوم دی آنحضرتؐ نے قبول فرمایا اور وقت افطار صوم تشریف لائے اور سب کے ساتھ روزہ افطار فرمایا۔ اسی

طرح امام حسن مجتبیٰ اور امام حسینؑ نے آپ کو افطار صوم فرمایا۔ آج سیدہ عالم کا گھر قباب قوسین اودانی کا منظر پیش کر رہا تھا کہ شب معراج اللہ نے اپنے حبیبؑ کو بلایا اور یہاں علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ نے دعوت دی معراج میں رسول خداؐ نے جنت کا سیدب نوش فرمایا تو یہاں بھی جنت سے طعام آگیا ہوا یہ کہ حسینؑ شریفین کے بعد فتنہ کنیز فاطمہ زہراؑ نے دعوت افطار صوم دی مگر اس دعوت کا ذکر گھر میں نہیں کیا اور ادھر آنحضرتؐ بھی نماز سے فارغ ہو کر اپنے گھر تشریف لے جانے لگے تو میرٹل نازل ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آگیا آپ کی فتنہ نے مدعو کیا تھا وہاں تشریف لے جائیے اللہ اکبر یہ ہے منزلت فتنہ پس آنحضرتؐ تشریف لائے سیدہ عالم تعظیم بجالائیں۔ علیؑ اور حسینؑ ذوالقرنین سلام بجالائے جناب سیدہ عالم نے بصد ادب عرض کیا بابا یہ آپ ہی کا گھر ہے مگر آج کس لیے تشریف لائے ہیں فرمایا کہ اے سیدہ آج ہمیں تمہاری کنیز فتنہ نے مدعو کیا ہے۔ سیدہ نے کچھ جواب نہ دیا اہلبیتؑ کے گھر آج افطار صوم کا کوئی خاص اہتمام نہیں تھا حضرت امیر المومنین نے فتنہ سے فرمایا کہ اے فتنہ تم نے ہمیں خبر کیوں نہ کی تاکہ کچھ انتظام ہو سکتا فتنہ نے کہا اے امیر المومنین میں کنیز فاطمہ زہراؑ ہوں جو سیدۃ نساء العالمین میں جنت کی عورتوں کی سردار میں۔ غالتون جنت میں اللہ خود انتظام فرمائے گا یہ کہہ کر آپ مجھ میں گئیں اور خداوند عالم کی بارگاہ میں یہ عرض کیا کہ میں نے تیرے حبیبؑ کو دعوت افطار صوم دی ہے اور میں تیرے نبیؐ کی بیٹی کی کنیز ہوں پس ابھی معروضہ فتنہ ختم نہیں ہوا تھا کہ رضوان جنت طعام ہشتی لے کر نازل ہوا۔ فتنہ وہ خوان نعمت بلکہ حاضر خدمت رسول خداؐ ہوئیں کیونکہ آج فتنہ کو اپنے مقدر پر ناز تھا کہ سیدہ

ز جابر قاست فتنہ بادل شاد
ہنماہ ان سقرہ را در نزد آتش
خلاق ریزہ خوار خوان بودت
زمطبخ خانہ تال یعنی ز جنت
چو آورده کنیز آستانست
ز جوئی دیدہ زین العابدین اشک
بگفت ای فتنہ فکر تازہ کردی
نہ من در ماندہ بہر نان و آبم
بزنجیر گلویم کن نظارہ
چو فتنہ چشم بزنجیر انداخت
کہ در ہر جنتی چندیں قصور است
بیالائی سہر ہر خود رعنا
ہمہ استادہ اندر انتظار اند
چو فتنہ دید این واپس رواں شد
علی ابن الحسین فرمودہ ز احسان
بیر نزدیک زینب عتہ من
بگوای عتہ زین خوان خدا داد
بیامد خدمت بیمار سجاد
بگفت ای نکتہ من کنت مولاہ
دو گیتی آفریدہ از وجودت
رسیدہ این غذا بیمزد و منت
قبولش کن قدا ای جسم جانت
روان نبود بر رخسار بچوں اشک
بطفان رحم بی اندازہ کردی
زیہر باب خود من دل کیا بم
بہا این حلقہ را بہما شمارہ
بہر حلقہ بہشت خرمی یافت
بہر قصری ہزاران قصر خواست
بود خوانی پیراز نعمت مہنیا
کو تا گوید بیاد در جملہ آرند
ز جان فتنہ ہم تاب تو انشد
بیا بر دارای فتنہ تو این خوان
جگر از خون لبالب عتہ من
بدہ بر کس کہ میباید باو داد

سخن این قصہ را ہی صدر بقدر

امام حیار میں بدہ ترا اجر

ماحصل اشعار یہ ہے کہ فتنہ نے بارگاہ خداوند عالم میں عرض کیا۔ پروردگار! تو ہی

کی کنیز ہوں اور طعام جنت میری درخواست پر آگیا۔ پنجتن پاک نے نوش فرمایا۔

جناب فتنہ نے محرم کی گیارہویں شب یا سفر شام میں جب بچوں اور عورتوں کو بھوک و پیاس کی وجہ سے قریب یہ ہلاکت دیکھا تو آپ نے غم حسینؑ میں اشک ریزی کرتے ہوئے خدا سے عرض کیا پالنے والے تو عظیم ہے کہ اے محرم حسینؑ پر کیسی مصیبت کا وقت ہے۔ پالنے والے یہاں نہ پانی ہے اور نہ کھانا۔ ظالموں نے تیرے حبیب کی عترت پر کھانا پانی بند کر دیا ہے پروردگار! اے

تو یاری رس فریاد ہر کس
بخت این غیبیان سراہ
بخت این زنان دل شکستہ
بہر طاعت کہ نزد تو اب است
من یکس در این درگہ غبارم
کہ بینم دختران شاہ سردان
ز جوع دور عطش آل پیغمبر
بانعام خود ای فرود گمانہ
چو این خواہش بر آورد از دل پاک
جبین بر خاک بودش تاکہ از غیب
بقریاد تیمان حسینؑ رس
بہ تسلیم اسیران دل آگاہ
بخت آن شہ در خون تشنہ
بہر دعوت کہ پیشست مستجابست
از این افروز گد طاعت ندادم
گوستہ تشنہ ماندہ در بیابان
بمثل محقر با شندیک سر
طعامی بہر ایشان کن روانہ
بسان اشک خود غلطیدہ بر خاک
بیامد نعتی از ستر لاریب

ہمالوں سقرہ پیراز ہمہ چیز

ظروف از ہر موافد یود لبریز

فریادیوں کی فریاد سننے والا ہے حسین مظلوم کے یتیموں کی فریاد سن لے۔ تجھے ان غریبوں کا جو تیری راہ میں سفر شام طے کر رہے ہیں علم ہے اور تو ان اسیروں کے دل سے آگاہی رکھتا ہے یہ تیری اطاعت میں سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں۔ ان بیکس عورتوں کے حق کا واسطہ کو جو حسین مظلوم کے سوگ میں بیٹھی ہیں اطاعت کو تیری بارگاہ سے ثواب ملتا ہے اور دعا تیری ہی جناب سے مستجاب ہوتی ہے میں اس سفر شام کی گردوغبار میں مبتلا ہوں بیکس ہوں مسافر ہوں اور کوئی طاقت نہیں رکھتی ہوں میں دیکھ رہی ہوں کہ علی مرتضیٰ کی بیٹیاں بھوک پیاسی ہیں۔ ان پر بھوک پیاس کی وجہ سے احتضار کا عالم جیسا طاری ہے تو اپنے لطف و کرم سے انعام عطا کر اور ان بیکسوں کے لیے طعام نازل فرما۔ پس جیسے ہی یہ خواہش جناب فتنہ کے دل میں دعائیں کرائی اور اس کی آنکھوں سے اشک زمین پر گرے۔ پیشانی جھکانی اور غیب سے نعمت کا نزول ہوا۔ اور مسافرت کا توشہ دان طعام گوناگون سے لبریز ہو گیا۔ فتنہ خوشی خوشی حضرت سید سجاد کی خدمت میں وہ طعام ہشتی لے کر حاضر ہوئیں اور عرض کیا اے مولا یہ طعام ہشتی حاضر ہے۔ اور اے مولا آپ ہی کی ذات اقدس کے صدقہ میں کائنات میں رزق جاری و ساری ہے۔ یہ طعام جنت مجھے کسی مزدوری کے عوض نہیں ملائے بلکہ یہ تو آپ ہی کے کرم کی ایک دلیل ہے۔ سید سجاد نے دیکھا مگر آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ فرمایا اے فتنہ تم نے بچوں پر رحم کیا۔ لیکن اے فتنہ ہم مجبور تو نہیں میں ذرا میری زنجیر کے حلقوں کو دیکھو۔ اب جو فتنہ نے نظر کی دیکھا کہ ہر حلقہ زنجیر میں قمر جنت حوریں نعمتیں تازہ تازہ خرمے موجود ہیں پس جیسے ہی فتنہ نے یہ نظارہ دیکھا فتنہ حیران تھی کہ سید سجاد نے

فریاد کراے فتنہ حیران نہ ہو ہمیں تمہاری خاطر منظور ہے اسے اس طعام ہشتی کو میری چھو بھی زینب کے پاس لے جاؤ وہ سب میں تقسیم کریں گی۔ جناب زینب خاتون نے سب میں وہ طعام تقسیم کیا۔ گویا یہ پہلی نذر حسین شہیدان کربلا تھی جو راہ شام میں تقسیم ہوئے۔ صدر عالیقدر یعنی مولف کتاب نے یہ واقعہ نظم کیا ہے مرحوم کی دلی آواز ہے کہ اس کا صلہ ان کو حضرت امام چہارم زین العابدین علیہ السلام سے ملے گا اور مل کر رہے گا۔

واقعات منازل راہ شام اور مصائب اہلبیتؑ

الطہار

کوفہ سے شام روانہ ہونے بعد اسیروں کے قافلہ منزل منزل قیام کیا۔ پہلی منزل قادسیہ ہے کہ جہاں یہ قافلہ لشکر ابن زیاد کے ساتھ ٹھہرا۔ قال ابو مخنف و اسادی بالروث من الی شرق البصا صۃ ثم عبد و انکریت یعنی کہ حصانہ کے شرقی طرف اسیر اور سرہاد شہداد منزل قادسیہ سے روانہ ہوئے اور شہر حکمیت کو پار کرنے والے تھے کہ عامل شہر کو نامہ لکھا کہ پوری شان و شوکت کے ساتھ ہمارے استقبال کو پہنچو اور طعام و غذا ہمراہ لاؤ۔ ہمارے ساتھ سرہاد شہداد کربلا اور امام حسینؑ کا سر بریدہ ہے اور ان کے اہلحم اسیر کر کے دمشق لے جا رہے ہیں اور لوگوں میں یہ تاثر دیا کہ یہ سر مبارک معاذ اللہ ایک خارجی کا سر ہے۔ اتفاقاً اس مجمع میں ایک نصرانی شخص میں موجود تھا وہ ملت ترسا پر تھا مگر آئین مسیح پر عمل پیرا تھا۔ کوفہ سے شہر حکیت وارد ہوا تھا۔ اس نے کہا۔ ویلکم افی کنت فی الکوفۃ۔ کہ میں کوفہ میں تھا اور در کوفہ کے نزدیک

کھڑا تھا میں اس سربارک کے نام سے واقف نہ تھا مجھے بتلایا کہ یہ سر حسین
ابن علی ہے اور ملی مدتوں تک کوفہ میں سلطنت رکھتے تھے۔ اس سر بیدہ کی
ماں قاتلہ زہرا ہیں جو کہ رسول خدا کی دختر میں اس سر بیدہ کے نانا حضرت
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں پس جیسے ہی اس جمعیت مردم نے
نصرانی سے یرتائیں سنی تو بحر فکر میں ڈوب گئے اور سوچنے لگے کہ پھر یہ تو
خارجی کا سر نہیں ہے۔ پس اس نصرانی نے کیرت شہر میں اپنے ناقوس بجائے
اور اپنی قوم کو آگاہ کیا کہ یہ سر بیدہ رسول اسلام کے نواسہ کا ہے پھر ان
نصرانیوں نے قاتلان امام حسین پر نفرین و لعنت کی۔ وہاں کے لوگ آمادہ شورش
ہوئے اور لشکر ابن زیاد شہر میں داخل نہ ہو سکا وہاں سے روانہ ہوئے اور
اُسیا پہنچے مگر وہاں منزل نہیں کی اور روانہ ہوئے اور عروہ کی منزل کو بھی پار کرتے
ہوئے منزل صلتیا پہنچے یہاں بھی قیام نہیں کیا اور وادی النخل پہنچے اور ایک
رات یہاں پر بسر کی۔ واہ مصیبتاہ راستہ پھر کسی نے اسیروں کے حال زاریہ
تو یہ نہ کی۔ ابی مخنف لکھتا ہے کہ جب لشکر والوں نے وادی النخل میں قیام کیا
نزلوا بیلا فیما و بانوا فسمعو بکاء الحق علی الحسین ومن بطمن الخلد و یقلن
اس وادی میں جنات کے نوحہ کی آواز سنی گئی۔ شیخ فخر الدین طریحی اپنی کتاب
منتخب میں نقل کرتے ہیں کہ رات کو جب کہ اہل محرم وادی النخل میں تھے جنات
کی عورتوں کے نوحہ وزاری کی آواز سنی گئی۔ لیکن جب لشکر ابن زیاد نے یہ نوحہ
سنا تو فوراً وہاں سے کوچ کیا۔ اور پھر لشکر اور قافلہ ارمیا پہنچا۔ اور قدرے قیام
کرنے کے بعد لبنا پہنچا اس شہر کی آبادی قریب قریب اس قدر تھی کہ جتنی آبادی
مدینہ کی ہے۔ یہاں سے مرثاد پہنچے۔

شیخ طریحی لکھتے ہیں کہ اہلیت کو مرثاد لے گئے۔ اور بقول ابی مخنف
اہلیت کو لبنا لے گئے بہر حال کوئی بھی منزل ہو اہلیت وہاں گئے۔ اس
شہر کی جمعیت باہر نکل آئی۔ اور تمام مرد و زن بچے بوڑھے جوان باہر آ گئے
اور جب ان کی نظر سر مطہر امام حسین پر پڑی انہوں نے بیساختہ قاتلان امام حسین
پر لعنت کی۔ اور قاتلوں کو سخت و سخت کہا اور امام مظلوم پر گریہ وزاری
کیا۔ اور کہنے لگے کہ یا قتله اولاد الانبیاء اخر جوامن بلدنا اے قاتلان اولاد
بنی ہمارے شہر سے نکل جاؤ جب لشکر بے حیائے یہ سنا اس شہر کو تباہ برباد
کر دیا۔ اور رحلوا من لبنا اس جگہ سے کوچ کیا۔ و سادوا حق وصلوا
الی النخیلة لشکر ابن زیاد منزل کیلہ پہنچا اور شہر کے رئیس کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ استقبال
کے لیے آئے اور طعام و غذا کا انتظام کرے اور کہا کہ ہم سر امام حسینؑ ساتھ
لائے ہیں۔ اور اب بسوئے شام جارہے ہیں کرینید کو سر امام حسینؑ پیش کریں
چنانچہ عامل شہر نے ایک جم غفیر کے ساتھ استقبال کیا۔ شہر کو آراستہ کیا۔
لوگ چاروں طرف سے جمع ہونے شروع ہو گئے۔ لیکن ہر ایک شخص آپس
میں ایک دوسرے سے دریافت کرتا تھا کہ یہ استقبال کیسا ہے کیا خبر ہے۔
لیکن حقائق پر پردہ ڈالا جاتا تھا اور لوگ کہتے تھے کہ معاذ اللہ یہ ایک خارجی کا
سر ہے۔ اس گروہ مردوں میں ایک شخص نے کہا دے ہو تم پر یہ خارجی کا سر نہیں
ہے بلکہ یہ تو حسین ابن علی کا سر بیدہ ہے اس قوم جفا کار نے حسین کو کربلا
میں شہید کر دیا ہے اور اب سر حسینؑ لے کر تمام جارہے ہیں جب امام لوگوں
نے یہ سنا کہ کلم برپا ہو گیا وحیناہ کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ گریہ وزاری کی
آواز فلک تک جانے لگی چنانچہ اس نہر کے جلد ہزار سواروں نے آپس میں عہد

کیا کہ سپاہ ابن زیاد تو ہم قتل کریں گے اسیروں کو اس سے نجات دلائیں گے اور سر ہاشمہ دے لیں گے۔ لیکن یہ خبر جاسوسوں کے ذریعہ لشکر ابن زیاد کو ہو گئی کہ جماعت اوس و خزرج کے چار ہزار سوار عازم جنگ ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ اسیروں کو رہا کر لیا جائے۔ چنانچہ لشکر ابن زیاد نے بڑی تیزی کے ساتھ وہاں سے کوچ کیا اور منزل جہنیم پہنچے وہاں کے عامل کو اپنی آمد کی خبر بھیجی۔ استقبال کی خواہش ظاہر کی۔ لیکن جب شہر والوں کو معلوم ہوا کہ اچھرم حسین کو قیدی بنا کر لائے ہیں اور سر امام حسین بھی ہمراہ ہے کہ دربار یزید میں پیش کریں۔ تیس ہزار کی جمیعت نے شور برپا کیا کہ اسیروں کو رہا کر لیں لیکن لشکر ابن زیاد نے ان کے حملے سے پہلے ہی وہاں سے کوچ کیا۔

مؤلف کتاب تحریر کرتے ہیں کہ یہ واقعہ دو منزلوں کے ساتھ یعنی منزل کحیلہ اور منزل جہنیم کے ساتھ مشہور ہے بہر حال ایسا واقعہ ضرور ہوا ہے تو وہ کسی منزل میں پیش آیا ہو۔ روئے الشہداء میں اس واقعہ کو شہر موصل کہا بیان کیا گیا ہے۔ واقعہ منزل موصل یہ ہے کہ جب لشکر ابن زیاد شہر موصل کے نزدیک پہنچا اور حسب دستور وہاں کے عامل سے استقبال کی خواہش ظاہر کی تو عامل شہر موصل نے عمائد بن شہر کو جمع کیا اور واقعہ بیان کیا کہ لشکر ابن زیاد سرمدیہ امام حسین اور ان کے اچھرم کو اسیر کر کے شام لے جا رہے ہیں اور ہم سے استقبال کے لیے کہا ہے لیکن اے موصل کے باشندوں ہم اصلاً الفصال کریں گے اور نہ اپنے شہر سے۔ نے دیں گے کیونکہ یہ کام ہمارے لیے قیامت تک باعث تنگ و عار ہے۔ اس پر حاضرین نے کہا اے امیر تم کو فدا لے لے گا غیر عطا کرے۔ لا ذلت امیرنا صفا مشفقاً یعنی کلبے امیر تم ہم پر ہمیشہ

جہاں رہے ہو۔ اور ہم آپ کی اطاعت کرتے ہیں۔ ہم نہ ان لوگوں استقبال کریں گے اور نہ ہی لشکر ابن زیاد کو اپنے شہر موصل سے گزرنے دیں گے۔ پس عامل موصل نے لشکر ابن زیاد کو اپنے عوام کی طرف سے یہ پیغام بھیج دیا کہ ہم ہرگز استقبال نہیں کریں گے اور نہ تم لوگوں کو ہمارے شہر سے گزرنے کی اجازت ہے البتہ طعام و غذا ارسال ہے۔

غم امام حسین علیہ السلام میں جمادات و حیوانات

کا انس و بہانا

جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ شہر موصل کے باشندوں نے اپنے امیر کے ذریعہ لشکر ابن زیاد کو پیغام بھیج دیا کہ ہم لوگ استقبال ہرگز نہیں کریں گے اور نہ ہمارے شہر سے گزرنے کی اجازت ہے جب یہ پیغام لشکر ابن زیاد کو ملا تو وہ ملعون بہت برہم ہوئے اور شہر موصل کے پشت کی جانب تقریباً ایک فرسخ کے فاصلہ پر لشکریوں نے منزل کی۔ اور سرمدیہ امام حسین علیہ السلام کو تیز سے اتارا۔ وہاں پر ایک بڑا پتھر تھا اس پر سربازک سے ایک قطرہ خون گرا اور پتھر میں جذب ہو گیا۔ اور بعد ہر سال بروز عاشوراء محرم اس پتھر سے خون تازہ جوش زن ہوتا تھا اس کی شہرت دور دور تک ہوئی اور مجتبان امام حسین ہر سال زیارت کے لیے آتے تھے ماتم حسین ہوتا تھا۔ گریہ و زاری اور نوحہ و سینہ کوبی ہوئی تھی۔

عبدالملک مروان ملعون نے اپنے عہد حکومت میں اس پتھر کو وہاں سے دوسری جگہ منتقل کرادیا۔ مگر پھر بھی مومنین کرام روز عاشوراء محرم اس جگہ جمع ہوتے تھے اور

عزاداری کے مراسم انجام دیتے تھے اہل موصل نے اس جگہ ایک قبۃ تعمیر کیا اور اس جگہ کا نام مشہد النقطہ قرار دیا اور اس طرح موصل شہر میں عزادیں رسول الثقلین جاری ہوئی۔

مولف کتاب هذا تحریر فرماتے ہیں کہ پتھر سے خون تازہ ظاہر ہونا کوئی عجیب بات نہیں ہے قزوین شہر کے نشیبی علاقہ میں ایک بہت پرانا درخت ہے کہ برسوں سے روز عاشوراء محرم بوقت ظہر اس درخت سے ایک نالہ کئے کی آواز پیدا ہوتی ہے۔ اور اس کی شاخوں سے خون تازہ ٹپکتا ہے یہ حالت گیارہویں شب محرم ختم بہانی ہے قزوین اور اس کے چاروں طرف کے مومنین و مومنات جمع ہوتے ہیں اور حسین غریب کی عزاداری کرتے ہیں۔

یہ بھی وارد ہوا ہے کہ شہر روم کے بعض علاقہ میں ایک شیر جو پتھر سے تراشا ہوا ہے اس شیر کی دونوں آنکھوں سے ہر سال روز عاشوراء محرم چشمہ آب روال ہوتا ہے اور مومنین حضرت امام حسین کی تشنگی یاد کر کے گریہ و ماتم کرتے ہیں قاتلان امام حسین پر لعنت بھیجتے ہیں۔ سلام اللہ علی الحسنین و اصحابہ لعنہ اللہ علی قاتل الحسنین و اعدائہ۔ کتاب الریاض میں ہے کہ ایک مولائی اور محب اہلبیت ظاہرین کہتا ہے کہ میں شہر موصل میں تھا کہ ایک روز میل اپنی منزل سے باہر نکلا۔ فناء شہر شور و غلغلہ سے پُر تھی۔ میں نے کسی سے سوال کیا کہ خیر غلو ہے۔ اس نے کہا کہ امام حسین کے الجرح کو لشکر ابن زیاد اسیر کر کے لایا ہے اور اسیروں کو لے کر دمشق جا رہا ہے۔ اسیروں کے ہمراہ شہداء کے سر ہاں مابک بھی ہیں اور لشکر ابن زیاد ہمارے شہر سے گزرے گا وہ دوستدار اہلبیت کہتا ہے کہ میں نے خیال کیا کہ جا کر دیکھو کہ یہ خیر صبح ہے یا غلط۔ جیسے ہی میں لشکر

کی طرف گیا تو قیامت نگاہ کے سامنے آگئی مخدرات عصمت و طہارت برہنہ سر قیدی بنی ہوئی تھیں۔ اور حضرت امام زین العابدین طوق و زنجیر سے ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ۔

سر ہاں شہیدان بسر نیزہ اعدا خونیں ہمہ چون دستہ گل باختر انا
پیوستہ زبان سینہ زنان بادل خونین بستہ بطنانی ہمہ چون عقد ثریا
بجاریہ تن بیرہنی داشت ز آہن
انکس بزمین میشد و آہش سوی بالا

شہیدان کربلا کے سر ہاں بریدہ نیزوں پر بلند تھے۔ اور خون میں رنگے ہوئے تھے جیسے سرخ پھولوں کا گلہستہ ہوتا ہے۔ عورات اور بچے سینہ کو بی کرہے تھے اور اسیروں کو طناب سے باندھا تھا۔ اور سید سجاد آہنی پیرہن میں تھے یعنی زنجیر، طوق اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں۔ آنسوؤں میں گرہے تھے اور وہ سوزاں فلک پر جاری تھی اور لشکر کے لوگ عیش و عشرت میں مشغول تھے۔ یہ دیکھ کر میں رونے لگا۔ اور مجھے گریہ و بکا کرتے ہوئے نیند آگئی عالم خواب میں دیکھا کہ عورتوں کا ایک ہجوم ہے اور سر امام حسین درمیان میں رکھا ہوا ہے کہ نورانی بی بی آمنہ ان کے پاس دو حلقہ تھے ایک سبز رنگ کا اور دوسرا خون آلود پیراہن حسین تھا۔ تیروں سے چھلنی ہو گیا تھا۔ میں نے کسی کینز سے سوال کیا کہ یہ کون بی بی ہیں اس نے کہا کہ یہ فاطمہ زہرا ہیں اور باقی دوسری خواتین انبیاء ہیں اور جوڑیں ہیں ادھ آپ فرمادی ہیں دلہی الحسین اے بیٹا حسین تجھے اعدا و کرا نے قتل کر دیا اور تیرا سر بریدہ شام لجا رہا ہے میں اس وقت گریہ و بکا کا ایک لیا عالم تھا کہ زمینی میں لرزہ تھا۔

ہنور فاطمہ اندر بہشت بادلِ خونین

برائے نور و چشماں خود عزا دار است

یعنی کہ خاتونِ جنت - جنت میں اپنے دونوں بیٹوں حسن و حسین کی عزا دیں
پس اسے شیعوں نے بھی عزا داری امام حسین قائم کرو۔

شاعر علوی زادہ کا خواب میں حضرت فاطمہؑ

کا نو سنا

مؤلف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ شاعر علوی زادہ کی خواب کا کاتب حلیۃ الشہداء اور مخزن البکار باختلاف جُزئی ذکر کیا گیا ہے اور المخزن میں بھی مسطور ہے۔
علوی زادہ صاحب ایک معزز گھرانے کی فرد ہیں انہیں شروع جوانی ہی سے
نوحہ و سلام اور مرتبہ سرائی کا شوق تھا گویا کہ علوی زادہ صاحب سرشار و لائے
مرقنوی تھے۔ مجالس عزاء میں پابندی اور شوق کے ساتھ شریک ہونا ان کا
شعار تھا۔ ایک شب نوحہ خوانی اور گریہ و بکا کے بعد علوی زادہ صاحب نے
خواب دیکھا کہ وہ ایک عظیم الشان سرسبز و شاداب پُرماز میوہ جات باغ میں ہیں
لیکن وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ یہ باغ کس کا ہے۔ باغ میں ایک چھوٹی سی نہر جاری ہے
اس کے نزدیک یہ بیٹھ گئے دیکھا کہ ایک خاتون - نہایت میل القدر تشریف
فرما رہی ہیں اور آنکھوں سے آنسو رواں ہیں ان سے مرثیہ
ہو کر ایک درخت کی آڑ میں چُپ کر بیٹھ گیا۔ وہ مخدومہ فرما رہی تھیں کہ اے
میرے فرزند تو نے اعداءِ دین پر اپنا حسب و شہرت کیوں ظاہر نہیں کیا ہو سکتا ہے

ہے کلامِ دین پہ بچاؤ نہ کے بعد تجھے قتل نہ کرتے میں نے یہ سنا اور فوراً ہی

ایک دوسری طرف سے آواز آنی لگا اے مادرِ گرامی میں نے ان پر اپنا حسب و نسب

ظاہر کیا میں نے کہا کہ میں پس فاطمہ ہوں، میں پس علی مرتضیٰ ہوں میں تمہارے

نبی کا نواسہ ہوں۔ لیکن کسی نے کوئی نوحہ نہیں کی۔ اور اے اہلِ جان دشمنوں

نے میری لاش پر گھوڑے دوڑا رہے۔ اس وقت جب مجھے یقین ہو گیا کہ یہ

خاتون محضہ فاطمہؑ زہراؑ ہیں جو میری بھی جدہ ہیں اور وہ حسینؑ میں جو جد ہیں۔

میں آگے بڑھا اور سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا اور فرمایا کہ اے فلان شخص یہ

حسینؑ ہے کہ جن کی تو عزا داری قائم کرتا ہے۔ نوحہ پڑھتا ہے گریہ و بکا کرتا ہے۔

تو نے میرا حق ادا کیا۔ خدا و رسول تجھ سے خوشنود ہیں اور اے علوی زادہ حسینؑ

کو بڑی مہربانی شہید کیا۔ انگشتی کی خاطر انگشت مبارک کاٹی پائمال سم اسپان

کیا پس اس وقت پورا باغ - عزا خانہ سید الشہداء پر بنا ہوا تھا۔ میں نے پھر

عرض کیا اے سیدہ عالمین اے جدہ ماجدہ میرے والد بزرگوار مشہور و معروف

شاعر ابلیسی تھے اور معائب ابلیسی نظم کرتے تھے۔ آیا ان کی مدح اور

نوحہ کہتا آپ نے قبول فرمایا ہے سیدہ عالمین نے فرمایا کہ ہاں تیرا تیرے پدر

کا کلام ہے۔ اس وقت سیدہ عالم نے مندرجہ ذیل اشعار مجھے تلقین کئے

بنت النبی رسول اللہ فاطمہؑ

بکت الا و احینا لا و اولی

رتبہ و هجوت الغم ساہرة

فراح عنی دخلی النار فی کیدی

ما در شمر اجد السیف یدبحہ

بارض الطوف فی الوضائی کدی

حسین ضاقت علیک الارض لجمعها

وجنت الی کربلا لذیذہ یا سندی

یا لیتنی کان شمر الوحش یدبحنی

او یترک السبط احیا و ذاک مقصدی

از مؤلف کتاب سے

خاتون جنان جناب نہرا پارہ بگر رسول بطیاء
 بنشستہ باغ دلربا جوی میبود حسین تشہ لب جوی
 میگفت حسینم ای حسینم ای میوہ طلب نود غنیم
 تابستر تو بخاک دیدم من نیز ہماں زمین گزیدم
 جسمت چو در آفتاب دیدم سوزش بدل خراب دیدم
 ہر تیر کہ برسد تو آید بر دیدہ مادر تو آید
 برگوی بزیخت غینم داند ختر مضطر و مستزیم
 منزل بہ کدام خار دارد بستر بکدام خار دارد

زارم ز غمش عظیم زارم
 ای وای کہ دست رس ندام

غلام ان اشعار کا یہ ہے کہ خاتون جناب فاطمہ زہرا پارہ بگر رسول خدا ایک باغ میں لب جو بیٹھی ہوئی حسینؑ کو درہی ہیں زبان پر ہا حسینؑ ہا حسینؑ ہا میری ہے۔ فرماتی ہیں ہا میرے میوہ دل اور میری آنکھوں کے نور۔ میں تیرا بستر خاک پر دیکھتی ہوں۔ تو نے اے حسینؑ زمین کو پسند کر لیا ہے اے حسینؑ تمہارا جسم نازنین دھوپ میں پڑا ہے اور میرا دل یہ دیکھ کر جل رہا ہے۔ ہر وہ تیر کہ طرف سے تجھ پر آیا وہ مجھ کو کھلی ماں کی آنکھوں پر لگا۔ اے حسینؑ میری پارہ بگر زینبؑ یکس سے کہنا کہ اسے زینبؑ تیری مثل کہل ہے۔ اور تیرا بستر تو پارہ پارہ ہو گیا ہے مجھے تیرا غم بہت زیادہ ہے مگر افسوس کہ میرا اس پر قابو نہیں کہ میں تیرا غم بانٹ ہوں۔

منزل نصیبین ایک ملعون کا رسولؐ کی بے

احترامی کرنا

روضہ الشہداء میں مسطور ہے کہ جب اہل موصل نے لشکر ابن زیاد ملعون کو اسیر کرنے کر شام جاتے ہوئے اپنے شہر موصل سے گزرنے کی اجازت نہیں دی۔ تو عمرو بن العاصؓ نے لشکر کے ساتھ بیرون شہر منزل کی اور صبح کو وہاں سے نصیبین روانہ ہوا۔ سربراہ شہداء نیزوں پر بلند کئے جب حضرت زینبؑ نے بھائی کا سر دیکھا تو آہ سرد بھری اور نوحہ کیا۔ معین صاحب روضہ لکھتے ہیں کہ لشکر ابن زیاد نے کسی آدمی کو عامل شہر نصیبین کے پاس بھیجا۔ اس شخص کا نام مقصود بن الیاس تھا۔ کہ وہ حاکم نصیبین سے استقبال کرنے کے لیے کہے اور شہر کو آراستہ کرنے کے لیے شمو کا پیغام دے۔ وہ شخص حاکم سے ملا۔ مطلب برآری ہوئی اور شہر تاشانی بن کر جمع ہو گیا اور اظہارِ نوحہ کرنے لگا کہ بقدرتِ خدا آسمان سے بجلی گری کہ پورا نصف شہر جل کر خاکستر ہو گیا اور لوگ قبر الہی میں مبتلا ہو گئے شور و غل برپا ہوا۔ لشکر باطل بہت زیادہ شرمندہ ہوا۔ مگر پھر بھی لشکر شہر میں داخل ہوا اور عامل شہر سلیمان بن یوسف تھا اس سے ملاقات کی۔ سلیمان بن یوسف کے دو بھائی تھے ایک جنگ صفین میں حضرت علیؑ کے ہاتھوں قتل ہوا تھا۔ اور ان میں سے دوسرا بھائی حکومت شہر میں شریک تھا شہر نصیبین کے دو دروازے تھے ایک کا تعلق سلیمان بن یوسف سے تھا اور اس کے دوسرے بھائیوں کو جب لشکر ابن زیاد کے آنے کی خبر ہوئی تو انہوں نے یہ

چھٹا کھڑا کر دیا کہ لشکر ہمارے حصہ کے دروازے سے داخل ہو۔ اسی دوران آپس میں فتنہ و فساد کھڑا ہو گیا اور دونوں طرف تلوار چمکنے لگی۔ اسی ہنگامہ کے دوران سلیمان بن یوسف وارد جہنم ہو گیا۔ اور شمر ملعون نے لشکر کو حکم دیا کہ حلب کو روانہ ہوں۔ کتاب کامل السیفہ میں ہے کہ لشکر ابن زیاد نے راہ بہار اختیار کی۔ اور لشکر باطل مینا فارقین کی طرف روانہ ہو گیا۔ لفظ مینا فارقین بفتح المیم ہے کتاب قاموس میں ہے کہ یہ منزل شاہ حلب کے زیر حکومت نہ تھی۔ اور لشکر ابن زیاد اس خیال سے کہ شہیدان علی راستہ میں حملہ نہ کریں۔ غیر معروف راستے اختیار کر رہا تھا بایں وجہ لشکر ابن زیاد کے حالات سفر ترتیب وار منزلوں کے حساب سے نہیں ہیں اور ارباب مقاتل ترتیب وار حالات قلمبند نہیں کر سکے۔ جیسا موقعہ ہوا راہ اختیار کر لی۔

چنانچہ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ لشکر ابن زیاد ملعون نے نصیبین منزل میں واردہ کی راہ اختیار کی اور کنار نہر کو عبور کر کے ناصر جہان سے گزرتے ہوئے دوغان پہنچے مقتل ابی مخنف میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ مین الوردہ کو چھوڑتے ہوئے قریب دعوات پہنچے اور والی دعوات سے استقبال و طعام و غذا کی فرمائش کی۔ اور وہاں کا حاکم شہریوں کے ساتھ استقبال کے لیے آیا۔ اور سپاہ شہر دروازہ اربعین سے داخل شہر ہوئی۔ اور پھر لشکر حلب شہر کے لیے روانہ ہو گیا۔ ابی مخنف لکھتا ہے کہ شہر حلب کو اسیران المجرم کے لیے آراستہ کیا گیا تھا و آخر تاہ آل محمد قیدی بنا کر داخل شہر ہوئے اور شہر سجاد ہوا تھا۔ سربریدہ امام حسینؑ کو رعبہ پر نصب کیا گیا۔ کچھ ایسے لوگ بھی تھے کہ جو حجتان اہلبیت طاہرین تھے وہ ناز و قطار و درہے تھے بکدان کی تعداد بہت ہی کم تھی۔ اور لشکر ابن زیاد

کا آدمی یہ منادی کر رہا تھا کہ معاذ اللہ یہ خارجی کا سر ہے۔ کہ اس ہذا اس خارجی حزن جبارض الحراق علی یزید بن معاویہ۔ کہ یہ ایک خارجی کا سر ہے کہ جس نے یزید بن معاویہ پر خردوج کیا تھا۔ جب یہ آواز حضرت زینبؑ خاتون کے گوش زد ہوئی تو ابجرم میں شور مچا دیا۔ بکا پیدا ہوا۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ سربریدہ امام حسینؑ کو رعبہ میں نصب کیا گیا تھا جو کہ شہر حلب میں موجود ہے۔ لایجوز فیہا احد الا لقتضیٰ له حاجتاً یعنی کہ یہاں ہر ایک حاجتمند کی حاجتیں اور دعائیں مستجاب ہوتی ہیں۔ لشکر ابن زیاد عیش و طرب میں تھا اور آل رسولؐ آہ زاری میں مشغول تھے۔

صاحب روضۃ الشہداء نے ایک عجیب و غریب واقعہ لکھا ہے کہ شہر ولد المیر اسیران آل محمد کو شام لے جاتے ہوئے حلب پہنچا حرب کے کرد و نواح میں ایک پہاڑ ہے اس پر آبادی بھی ہے اس آبادی کو پہاڑ گھیرے ہوئے ہیں۔ اس قریب کا نام معمرہ ہے اس قریب کا رئیس یہودی تھا اور رعایا بھی تمام تریہودی تھی اور رئیس قریب کا نام عزیز ابن ہارون تھا یہ لوگ حریر و دیبا کا کام کرتے تھے۔ بھائی کا لباس دور دور تک مشہور تھا۔ جب لشکر ابن زیاد بد نہاد اسیروں اور شہداء کے سر ہار مار کر لے کر وہاں پہنچا تو ایک جگہ اسیروں کو ٹھہرایا۔ اور شہداء کے سروں کو ٹھکے میدان میں رکھنے کی بجائے صندوق میں رکھا۔ اس واقعہ کو لکھتے ہوئے معین الدین صاحب روضۃ الشہداء حکایت نقل کرتے ہیں کہ جناب شہر بانو والدہ ماجدہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام بھی اسیروں میں تھیں اور کہنے میں کہ اتوی خبر اس کے خلاف ہے۔ جس کا حسب موقعہ ذکر کیا جائے گا۔

واقعہ شیریں در راہ شام اور سر امام حسین علیہ السلام کا اعجاز

جب لشکر ان زیاد نے اسیروں کو حلب میں ٹھہرایا۔ تمام اسیر حضرت سید سجاد کے گرد اگر بیٹھے تھے اور سید سجاد ان کے درمیان میں طوق و زنجیر پہنے ہوئے بیٹھے تھے۔ صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ شہر بانو کی ایک کنیز بھی جس کا نام شیریں تھا۔ لکھتے ہیں کہ جب حضرت شہر بانو اسیر ہو کر ایران سے مینہ پہنچیں۔ تو ان کے ساتھ ایک سو کنیزیں اور بھی تھیں۔ حضرت شہر بانو نے پہلی ہی رات کی صبح کو پچاس کنیزیں آزاد کر دیں۔ اور حبیب سید سجاد آپ کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے تو چالیس کنیزیں آزاد کر دیں۔ اب ان کے پاس دس کنیزیں رہ گئی تھیں۔ ایک روز حضرت شہر بانو امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں تشریف فرما تھیں کہ شیریں آگئی۔ امام حسین علیہ السلام نے ازراہ خوش مزاجی فرمایا اے شہر بانو شیریں کس قدر شیریں ہے۔ جناب شہر بانو نے یہ خیال کیا کہ شاید حسین ابن علی اس کی خواستگاری فرما رہے ہیں آپ نے شیریں کو آزاد کر دیا اور لباس فاخرہ پہنا کر امام حسین کو بہہ کر دیا۔ حبیب امام حسین علیہ السلام نے یہ دیکھا تو فرمایا اے شہر بانو ہم نے بھی شیریں کو آزاد کیا۔ لیکن شیریں باوجود دیکھ آزاد ہو گئی تھی مگر اس نے خالوادہ نبوت کو چھوڑنا پسند نہیں کیا اور خدمت شہر بانو میں رہی۔ وہ وقت آیا کہ امام حسین علیہ السلام نے سفر عراق اختیار کیا وادکر ملام علی ہوئے۔ بعد شہادت امام عالی مقام شیریں نے بھی وہ تمام صدقات برداشت

کئے جو ابھرم پر پڑے تھے۔ یہاں تک کہ کوہ حلب پر قافلہ اسیران آل محمد پہنچا۔ شیریں ایک شب غم و رنج خوردہ قافلہ الحرم سے نکلی اور کوہ حلب پر کسی سمت چلی گئی اور سرزاتو پر رکھے روتی رہی۔ شیریں کو جناب شہر بانو نے یہاں پر یہ اجازت دیدی تھی کہ جہاں دل چاہے چلی جائے۔ شیریں نے جناب شہر بانو سے یہ عرض کیا تھا کہ مجھے اجازت دیں کہ میں اس قریہ میں جا کر بطور کنیزی فروخت ہو جاؤں اور جو درہم و دینار ملیں گے ان سے چادریں خرید کر کے الحرم کے سروں پر ڈالوں۔ جناب شہر بانو نے شیریں کو اجازت دی اور شیریں تاریکی شب میں قلعہ کی طرف روانہ ہو گئی اور قلعہ کا دروازہ بند تھا۔ آہستہ آہستہ قلعہ کے دروازہ کھٹکھٹانا شروع کیا۔ سب نے پہلے اس قلعہ کے رئیس عزیز بن ہرون نے کہا کہ کون ہے جو دروازہ پر دستک دے رہا۔ اس نے زم لب و لہجہ سے بات کی تھی شیریں متعجب ہو گئی۔ شیریں کے کہنے پر عزیز ہارون نے دروازہ کھولا۔ سلام کیا شیریں نے جواب دیا۔ اور آپ نے فرمایا کہ اے عبدالستار کیف علت رانی شیریں۔ کہلے بندہ خدا تو نے کس طرح سمجھ لیا کہ میں شیریں ہوں۔ رات کا وقت ہے در قلعہ بند ہے اور تو نے پہچان لیا کہ میں شیریں ہوں۔ عزیز نے کہا کہ اقل شب جب میں سو رہا تھا خواب میں حضرت موسیٰ و ہارون کو دیکھا کہ وہ تشریف لائے ہیں۔ سر و پا برہنہ ہیں اور رہے ہیں۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ اے ہمارے سید و سر دار آپ گریہ کنان کیوں ہیں۔ فرمایا کہ اے عزیز تو اب تک بے خبر ہے سبط رسول آخر الزمان شہید ہو گیا ان کا سر بریدہ اور ان کے الحرم قیدیوں کی طرح شام کو جا رہے ہیں لشکر ان زیاد انہیں دمشق لے جا رہا ہے تاکہ دریا یزید میں پیش کیا جائے۔ خداوند عالم نے عالم ذریں ہم سے عہد لیا تھا

ہوگا اے فاطمہ ذرا نظر کرو اہل محشر پر اس وقت فاطمہ دیکھیں گی کہ حسین کا سر بریدہ کٹا ہوا ہے اور حسین آ رہے ہیں اس وقت تمام محشر سے یہ حالت نہ دیکھی جائے گی۔ گریہ و بکا کی آوازیں بلند ہوں گیں۔ اور غم حسین میں رونے والے داخل بہشت ہوں گے۔

شام بھیجنے کے لیے السیروں کا زندان کوفہ سے

باہر آنا

یا شیعة الآل ویا ارباب الکمال ان الله
بنی السانعة ورحمة واسعة - یعنی اے شیعیان آل اہل بیت اور اے صاحبان کمال اللہ تعالیٰ نے تم کو منتخب کیا ہے محبت اہلبیت طاہرین میں اور اپنی رحمت واسعہ کے لیے پس شیعة السائقون السابقون اولیک المقبولون کے مصداق ہیں اپنی غرض تخلیق کو پہنچانے ہوئے اپنے مدارج کو جو دوسری امتوں کے مقابلہ میں حاصل ہیں پہنچانا چاہیے کہ دوستی حضرات اہلبیت طاہرین ہماری خلقت میں ودیعت کی گئی ہے اور ان کی اقتدار و دلیل ایمان قرار دی گئی ہے۔

فانتم شیعتهم المخلصون واصحابهم المؤيدون اليكم نظروا شفقتهم ولكم حظ شفاعتهم منهم قرب وسيلتهم وفيهم الرحمة الموصولة ولديهم السفاعة المقبولة وطعمهم المقام المحمود وبيدهم مفتاح المقصود وعليهم وما دواكل مقبول ومردودهم الصراط المستقيم والمسئول عن النعيم فتنافسوا الى اقامة لوازم الولا وسارعوا الى مراسم العاتم والعزاء وادامة النوح والبكاء على خاصس

اهل الکساء وانصروه بالسنتکم وعیونکم بالغدو والرواح
اذ فاتکم نصرته بالایدان والارواح فانها احدى الوسیلتین
للفوز بسعادة النشأتین من ولاء علی وعزا الحسین۔

خلاصہ یہ ہے کہ شیعیان اہلبیت طاہرین عند اللہ مخلصین ہیں مستحق شفاعت ہیں۔ جو بھی اہلبیت اہل بیت تک پہنچ گیا وہ مقبول خدا و رسول ہے اور جس نے ان سے انحراف کیا وہ صراط المستقیم سے منحرف ہے اور بروزیات وہ جو ایدہ ہوگا۔ پس ولاء مرتضوی اور اہلبیت طاہرین کی موت مقتفی ہے کہ عزاء حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام پر پائی جائے۔ مراسم عزاء ماتم کو برقرار رکھا جائے نوحہ و بکا غم امام حسین کیا جائے شہیدان کربلا کی نصرت کی جائے یعنی کہ یا لیتنی کنت معہم فافوز فوزاً عظیماً کی روح اور حقیقت یہ ہے کہ قائم عزاء امام حسین کی حفاظت کی جائے ایسا ہی ثواب ہے جیسا کہ ہر کاب امام حسین رہ کر جام شہادت پیا۔ یہیں سے سینہ کو بی اور زخمی زنی بھی مستفاد ہوتی ہے۔

مروی ہے کہ جب یزید پلید نے ابن زیاد بنہاد کو نامہ لکھا کہ سر باد شہداء کربلا اور اسیران الحرم کو بغیر کسی تاخیر کے شام بھیج دے۔ جب ابن زیاد ملعون کو یزید کا حفظ ملا تو اس نے فوراً ہی الحرم کو قید خانہ سے باہر لانے کا حکم دیا۔ الحرم زندان کوفہ سے نکلے۔ سر باد شہداء اور اسیروں کو شام روانہ کرنے کا انتظام کیا گیا۔ شتران بے کجاہ لائے گئے۔ اور ان ظالموں نے کہا ایتھنا الاساری قوموا وارتحلوا۔ اے اسیران کربلا اٹھو اور سوار ہوتا کہ بسوئے شام روانہ ہوں۔ اسیران کربلا کی اس وقت کی حالت کی منظر کشی حسب ذیل ہے۔

کہ ہم فرزند رسول خدا پر گریہ کریں۔ عزیز نے کہا کہ کوئی نشانی بتلائے تاکہ میرے ایمان میں اضافہ ہو۔ تو مجھ سے خواب میں فرمایا کہ حسینؑ فرزند رسول آخر الزمان کی ایک کنیز شیریں نامی قلعہ کے دروازہ پر موجود کھڑی ہے۔ تو دروازہ کھول دے اور اس کو ہم نے تیری زوجہ قرار دیا۔ موسیٰ نے شیریں کا ابجا بختی عزیز بن یوسف انجام دیا اور ہارون نے قبول فرمایا۔ اس طرح شیریںؑ عزیز بن یوسف کی زوجہ قرار پائی۔ اور عزیز مسلمان ہو گیا اور انہوں نے کہا کہ اے عزیز اسیل ان آل محمد کی خدمت میں جا اور اسلام لانے کی گواہی دے۔ اور سربریدہؑ امام حسینؑ سے خطاب کر کے یہ کہو کہ السلام علی الراس المذبح المفظوع فانه لیسع صوتک ویحبیب سلامک دھو علی الرحمہ المنصوب والد م من اوداجہ مسخوب جب وہ بزرگوار تیرا سلام اور کلام سنیں گے تو جواب دیں گے۔ ان کا سر مبارک نیزہ پر ہے اور خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں یہ کہہ کر موسیٰؑ اور ہارونؑ دونوں میری نظروں سے غائب ہو گئے۔ اور میں خواب سے بیدار ہونے پر ہراساں تھا تو در قلعہ پر تیری آواز دستک سنی۔ جب شیریں نے اس کی خواب سنی تو کہا کہ اے عزیز بن ہارون اب تو مجھ پر طلال ہے پھر شیریں سے عزیز بولا کہ تو خدمت اسیران کر بلا میں جا اور امام حسینؑ کو میرا سلام کہے اور نام بجاؤ کہ میری طرف سے سلام کہے۔ شیریں صبح ہونے پر پھر اہلحم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور سارا واقعہ بیان کیا۔ اور اس کے ساتھ عزیز بن ہارون بھی آیا اور ہزار دینار لشکر ابن زیاد کے ان لوگوں کو دیئے کہ جو سربراہ شہداء کے محافظ تھے اور سربراہ شہداء ان کی زیرنگاہی میں تھے۔ اور ان سے کہا کہ مجھے اسیروں کی خدمت کرنے اور سربراہ مبارک کی زیارت کرنے دی جائے۔ ثم اقبل الامام اقر لدیہ بحقیقۃ الاسلام۔ امام زین العابدینؑ

علیہ السلام کی خدمت میں آیا اپنے اسلام لانے کا حال بیان کیا اور ہزار دینار تندر امام کئے۔ پھر وہ سربریدہؑ امام حسینؑ کی زیارت کے لیے اس جگہ آیا کہ جہاں سر رکھا ہوا تھا۔ اور کہا اے حسینؑ میرا سلام اور سلام موسیٰؑ و ہارونؑ قبول فرمائیے۔ سربریدہؑ امام حسینؑ سے آواز آئی کہ آپ عزیز تو نے ہمارے اہلحم کے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے نیکی کی ہے میرے نانا رسول خدا اور میرے بابا علی مرتضیٰؑ اور میری ماں فاطمہ زہراؑ اور بھائی حسنؑ تبھ سے راضی ہیں خدا تبھ سے راضی ہے۔ اور تو روز قیامت ہمارے ساتھ محصور ہوگا۔

قال المعین فلما انجوا لامرالی همناء۔ جب کام اس مقام تک پہنچا تو حضرت شہر بانو نے شیریں سے کہا کہ اگر تو میری خوشنودی چاہتی ہے تو عزیز کو بشوہری قبول کر۔ پس شہر بانو اور جناب سید سجادؑ کے فرماں کے بموجب شیریں نے عزیز بن ہارون کو اپنے لیے قبول کیا اور اُس کی زوجیت میں داخل ہو گئی۔ اور شیریں کی بدولت اس قریہ کے سب یہودی مسلمان ہو گئے۔

جناب شہر بانو کا اسیر ہو کر زمانہ خلافت حضرت

عمرؓ میں مدینہ آنا

مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ جابر ابن عبد اللہ انصاری نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا لما قدموا بنیت یزدجرد شہر یار آخر مملوک الفرس وحاتمہ علی عمر۔ یعنی کہ شہر بانو دختر یزدجرد شہر یار ایران خلافت ثانی میں آئی میں اور عرب،

ایران پر متحد ہوئے ہیں اور سلطنت ایران ختم ہوئی ہے۔ جب دختران یزدجرد اسیر ہو کر مدینہ پہنچیں تو تماشائی لوگ جمع ہو گئے۔ اور جب وہ وارد مجلس عمر بن الخطاب ہوئے تو بروایت انہوں نے فارسی زبان میں کلام کیا۔ لیکن چونکہ خلیفہ ثانی کی مادری زبان عربی تھی فارسی سے نابلد تھے۔ گمان کیا کہ انہوں نے گالیاں دی ہیں۔ جلا کو بلایا اور کہا کہ ان کو قتل کر دے۔ اس وقت حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب نے فرمایا کہ اے عمر جب کہ تمہیں علم نہیں کہ انہوں نے کیا کیا ہے۔ تو ان کو قتل کرنا کیا معنی؟ چنانچہ انہوں نے لوگوں کو قتل نہیں کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت امیر المومنین نے فرمایا کہ ایسا لایحوز بیع بنات المملوک وان كانوا کافرن یعنی کہ شریعت اسلامیہ کی رو سے بادشاہوں کی بیٹیاں فروخت نہیں کی جاسکتی خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ پھر کیا کریں حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا کہ اعرض علیہا ان یختار رجلا من المسلمین حتی تزوج منه۔ یعنی کہ ان کو اختیار دیا جائے کہ وہ مسلمانوں میں سے اپنا زوج پسند کریں۔ اور پھر وہ شہزادی اس شخص حوالہ عقد میں دی جائے کہ وہ اس کی زوجہ ہے اور زہر مہر بیت المال سے ادا کیا جائے۔ (از مترجم۔ مذکورہ عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دختران بادشاہ یزدجرد فارس خلیفہ ثانی کے وقت میں بروایت فتح مدائن کے موقع پر آئی ہیں فتح مدائن ۱۱ھ یا ۱۲ھ میں ہوئی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ ان شہزادیوں میں سے ایک شہزادی شہربانو کا عقد حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ہوا جب کہ امام حسین علیہ السلام کی ولادت ۱۰ھ میں ہوئی ہے تو کیونکہ ممکن ہو سکتا ہے کہ حضرت علی شہربانو کو حوالہ عقد امام حسین میں دیدیں جب کہ آپ

کی عمر صرف بارہ سال ہوتی ہے۔ اور اس وقت تک امام حسن کی شادی بھی نہیں ہوتی تھی حقیقت یہ ہے کہ تیسری خلافت کے دور میں اہل فارس نے بغاوت کر کے عبداللہ بن عمر والی فارس کو مار ڈالا اور حدود فارس سے لشکر اسلام کو نکال دیا۔ اس وقت فارس کی فوجی چھاؤنی اصطخر تھا۔ ایران کا آخری بادشاہ یزدجرد اہل فارس کے ساتھ تھا۔ چنانچہ تیسری خلافت کے دور میں عبداللہ بن عمر حضرت عثمان کے حکم پر بصرہ اور عمان کے لشکر کو ملا کر فارس پر چڑھائی کی حدود اصطخر میں زبردستی لڑائی ہوئی۔ مسلمان کامیاب ہوئے۔ اصطخر فتح ہو گیا۔ اصطخر کے فتح ہونے کے بعد یزدجرد بادشاہ ہوا۔ اور وہ وہاں سے خراسان ہوتا ہوا گروہ پہنچا۔ اس کے ہمراہ چار ہزار کی فوج تھی۔ یزدجرد خاقان چین کی سار شس کا لشکار ہو گیا اور مارا گیا۔ اور اس کی لاش کو لاکر اصطخر کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ اسی دوران حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی خلافت ظاہری کا زمانہ آگیا اور جنگ کے بعد خراسان کے مقام مرو میں سخت بغاوت ہوئی اس وقت ایران میں بروایت ارشاد مفید و روضۃ الصفا، حدیث ابن جعفر جعفری گورنر تھے حضرت علی علیہ السلام نے مرو کے قفسیہ کو ختم کرنے کے لیے امدادی طور پر خلید ابن قرقہؓ کو روانہ کیا۔ وہاں جنگ ہوئی اور لشکر اسلام کو فتح ہوئی۔ حریت ابن جعفر جعفری نے یزدجرد ابن شہریار ابن کسری جو عہد اسلامی میں مارا جا چکا تھا کی دو بیٹیاں شہربانو، گہمان بانو، عام اسیروں کے ساتھ حضرت امیر المومنین کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت امیر المومنین نے شہربانو کو حضرت امام حسین علیہ السلام اور گہمان بانو کو محمد بن ابی بکر کی زوجیت میں دے دیا۔ جیسا کہ روضۃ الصفا ج ۲ طبع نو کشتور ارشاد مفید ج ۲ ۱۹۳ء،

اعلام الودی ص ۱۰۱، عمدۃ المطالب ص ۱۶۱، جامع التواریخ ص ۱۵۱،
کشف الغمہ ص ۸۹ ابی طالب السؤل ص ۲۶۱، صواعق ص ۱۲، انوار الابصار
ص ۱۲۲، تنصیف سلیمانہ شرح ارشاد ص ۳۹۱ میں موجود ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ
علیہ السلام کی خلافت ظاہری ۶۰ھ سے ۶۵ھ تک رہی ہے اور جناب
شہر بانو سے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ۳۸ھ میں پیدا ہوئے ہیں۔
اور گہمان بانو سے قاسم بن محمد پیدا ہوئے ہیں مانوفا از افاضات علامہ السید
نجم الحسن صاحب قبیلہ رضوی کراوی اعلیٰ البشر مقامہ)۔ یہی واقعہ درست ہے
چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کے ارشاد پر عمل ہوا اور ان شہزادیوں نے
جس کو پسند کیا اسی کی زوجیت میں دے دی گئی اور صدق بیعت المال سے ادا
ہوا۔ ان شہزادیوں میں سے ایک شہزادی نکلی فجاءت ووضعت یدھا
علیٰ منکلبہین علیہ السلام یعنی کہ وہ دختر مردوں میں آئی۔ اور اس نے امام حسین کے
دوش مبارک پر ہاتھ رکھا جس کا مطلب یہ تھا کہ اس نے امام حسین کو پسند فرمایا
ہے کہ ان کی زوجیت میں رہے۔ جب حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب
علیہ السلام نے یہ دیکھا تو اس سے فارسی زبان میں گفتگو کی فرمایا اے کینز تیرا کیا
نام ہے اے منی اسمک۔ اس نے جواب دیا کہ میرا نام جہان شاہ ہے جس
پر حضرت علیؑ نے فرمایا ”بار خدا“ یعنی بارک اللہ کیا خوب نام ہے شہر بانو
نے عرض کیا کہ وہ میری بہن ہے اے تلک اختی۔ حضرت نے فرمایا کہ تم نے سچ کہا
پھر جناب شہر بانو امام حسین کی طرف متوجہ ہوئیں امیر المومنین علی علیہ السلام
نے امام حسین کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اس کی حفاظت کر وہ تمہاری زوجہ ہے۔
امام حسین نے جیسے ہی ارشاد امیر المومنین سنا فوراً اپنی جگہ سے اٹھے اور اس کے

سر پر اپنی عیادالی۔ اللہ اکبر امام حسین علیہ السلام کو اپنے ناموس کے پردہ کا اسقہ
احساس تھا کہ حسین کی طرف نسبت ہونے کے بعد شہر بانو بے پردہ نہ رہے پھر
امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا کہ ستلذذین خیر اهل الارض
فی زمانہ بعدک وہی امر الاوصیاء الغدیریۃ الطیبۃ فولدت علی بن الحسین
زین العابدین۔ یعنی کہ اس سے خدا تمہیں ایک فرزند عطا کرے گا جو اس
ہوگا اور اہل عالم کے لیے امان کا باعث ہوگا۔ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ
امام زین العابدین کی والدہ جو شہر بانو دختر یزدجرد ہیں ان کا اصلی نام جہان شاہ ہے
اور بنابر مشہور آپ شہر بانو کہلاتی ہیں۔

حضرت شہر بانو کے حالات اور نام کی تحقیق

امام زین العابدین علیہ السلام کے القایات میں سے ایک لقب کریم الطرفین
و ابن الخیرین ہے آپ کو کریم الطرفین اس لیے کہتے ہیں کہ آپ کو داد ہمال اور
نہتیاں دونوں طرف سے بزرگی و اصالت حاصل ہے کیونکہ آپ از جانب
پدر فلامنہ خاندان ہاشم میں جو تمام عالمین میں برگزیدہ خاندان ہے۔ اور آپ ماں
کی جانب سے آپ آل کسریٰ ہیں۔ باپ کو دیکھو تو حسین ابن علیؑ اور ماں کو دیکھو
علامہ آل کسریٰ آپ کی والدہ ماجدہ یعنی جناب شہر بانو کے اسم مبارک کے بارے
میں اباب مقاتل میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض اہل خبر کہتے ہیں کہ شہر بانو نام
تھا بعض کا خیال ہے شاہ تان نام تھا۔ بعض غزالہ اور بعض جہان شاہ بتلاتے
ہیں۔ لیکن علامہ قزوینی والد ماجد مؤلف کتاب نے ریاض الاعتراف میں فرمایا ہے
و علی بن الحسین زین العابدین امہ شاکہ زمان ۷ شہر بانو۔

وشہر بانویہ خالہ علی الاصحہ۔ یعنی امام زین العابدینؑ کی والدہ ماجدہ کا نام شاہ زنان تھا۔ شہر بانو نہیں تھا بلکہ شہر بانو نامی۔ شاہ زنان کی بہن اور امام زین العابدینؑ کی قالہ تھیں اور یہی اخبار صحیحہ سے ثابت ہے۔ شاہ زنان و شہر بانو دونوں یزدجردی شہر یاربین خسرو پرور تھیں۔ شہر یاربین آخری بادشاہ فارس تھا اور اولاد نوشیروال کسری سے تھا۔ اور جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ زمانہ خلافت عمر بن الخطابؓ میں دونوں شہزادیاں اسیر ہو کر مدینہ آئیں تھیں۔ حضرت امام حسینؑ کو شاہ زنان نے اختیار کیا تھا اور شہر بانو جلالہ عقد محمد بن ابوبکر میں آئی تھیں۔ ان سے محمد ابوبکر قاسم پیدا ہوئے اور قاسم کی دختر ام فروہ ادبطن شہر بانو سے تھیں جو والدہ ماجدہ حضرت امام جعفر صادقؑ میں محمد بن ابوبکر حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کے زمانہ میں والی مصر مقرر ہوئے مگر عمرو بن عاص نے مصر میں محمد بن ابوبکر کو قتل کر دیا۔ اور اس بد بخت نے ان کی لاش کو گدھے کی کھال میں رکھ کر جلادیا۔ شہر بانو یہ بیوہ ہو گئیں۔ اور حضرت امام زین العابدینؑ شاہ زنان کے بطن سے پیدا ہوئے ہیں جب شہر بانو یہ بیوہ ہو گئیں تو حضرت امام حسینؑ نے ان سے عقد کر لیا۔

رازمترجم۔ یہیں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ والدہ جناب امام زین العابدینؑ علیہ السلام کا خواہ وہ شاہ زنان نامی ہوں یا بربنہ مشہور شہر بانو ہوں۔ آپ کی پیدائش کے فوراً۔۔۔۔۔ میں انتقال ہو گیا تھا جس کے بعد امام حسینؑ علیہ السلام نے اپنی مایہ زوجہ کی بہن سے عقد فرمایا ہے

علامہ مجلسیؒ کتاب بیمار میں فرماتے ہیں کہ شہر بانو سے ایک فرزند تھا جو حضرت علی اکبرؑ کی لاش پر جلتے ہوئے شہید ہوا۔ صاحب روضۃ الشہداء حضرت

علی اصغر کو بطن شہر بانو سے مانتے ہیں جو کہ کہ بلا میں موجود تھیں۔ بعض کہتے ہیں شہر بانو گھوڑے پر سوار ہوئیں اور وقت اسیری اہلبیتؑ چلی گئیں۔ قاضی نور الدین کتاب مجالس میں، اور سید نعمت اللہ انوار نعنائیہ میں اور معین الدین روضۃ الشہداء میں لکھتے ہیں کہ آپ حضرت امام حسینؑ کے گھوڑے پر سوار ہوئیں اور کوہ رسی پہنچ کر پوشیدہ ہو گئیں۔ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ شیخ مفید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ انہما اتلفت نفسہما فی الفرات۔ کہ شہر بانو نے خود کو نہر فرات میں ڈال دیا اور جال بحق ہو گئیں یہ شہر بانو نامی زوجہ امام حسینؑ کا انجام ہوا۔

رازمترجم۔ الشیخ مفیدؒ کا یہ ارشاد کہ انہما اتلفت نفسہما فی الفرات کہ شہر بانو نامی زوجہ امام حسینؑ آپ کے گھوڑے پر سوار ہوئیں اور نہر فرات میں خود کو تلف کر لیا۔ قطعاً غلط ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جناب شہر بانو کا حضرت سید سجادؑ کی پیدائش کے فوراً۔۔۔۔۔ میں انتقال کر جانا صحیح ہے پس حضرت سید سجادؑ کی والدہ کا نام ہی شہر بانو ہے کیونکہ امام حسینؑ کی طرف خود بخود کاتب دینے والی روایت مؤلف کتنے ہی مؤلف راوی سے منقول کیوں نہ ہو قابل رد اور ناقابل قبول بہر حال دختران یزدجرد جب مدینہ پہنچیں تو ان میں سے ایک شہزادی بقول مولف کتاب "شاہ زنان" نے امام حسینؑ کو اختیار کیا اور وہ آپ کے عقد میں آئیں۔

شاہ زنان بنت یزدجرد کا عالم خواب میں حضرت

فاطمہ زہراؑ کے ہاتھ پر اسلام لانا

جناب شاہ زنان دختر یزدجرد بادشاہ فارس فرماتی ہیں کہ میں نے اسیر ہو

کہ مدینہ پہنچنے سے پہلے عالم خواب میں دیکھا کہ ایک نورانی تخت آراستہ ہے اور اس پر ایک بزرگ بہ جاہ و جلال نبوت تشریف فرمائیں اور ان کے پہلو میں ایک جوان رعنا بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے ایسی پر وقار صورتیں اس سے پہلے نہیں دیکھی تھیں۔ شاہ فرماتی ہیں کہ میں نے ان بزرگ کے بارے میں موجودہ کسی شخص سے سوال کیا کہ یہ بزرگ اور یہ جوان رعنا کون ہیں جواب ملا

نور ہفت باغ چرخ کہن درہ التاج عقل و تاج سخن
ہست این خواجہ مؤید رای احمد مرسل آن رسول خدای
ہمہ ہستی طفیل اور مقصود او محمد رسالتش محمود
اینکہ بینی نشستہ با آن شاہ این چون خورشید و آندہ گر چولماہ
پر دست رسول خداست شمع پر نور سید دو کماست
ہست محبوب عالین این شاہ نور چشم علی ولی اللہ

نام نامی حسینؑ خدا خواندہ

مضطر عالین خدا خواندہ

یعنی کہ یہ ساتوں آسمانوں کے باغ کا ٹمرو ہے یہ موتی ہے تاج عقل و سخن کا یعنی کہ یہ عقل اول ہیں۔ یہ بزرگ احمد مرسل ہیں۔ یعنی خدا کے رسول ہیں۔ یہ نہ ہوتے تو آسمان وزمین نہ ہوتی یہ مقصود کائنات میں خدا کو پیدا نہ کرتا تو زمین آسمان کچھ بھی پیدا نہ ہوتے۔ ان کا نام نامی محمدؐ ہے اور ان کی رسالت محمود یعنی پسندیدہ ہے۔ اور یہ جوان خوش رو کہ جو تخت پر بیٹھا ہوا ہے ماہ آسمان نبوت ہے یہ بزرگ خورشید اور یہ جوان چاند ہے یہ جوانی ان بزرگ یعنی رسول خدا

کی بیٹی کا فرزند ہے تمام عالین کا محبوب ہے اور یہ نور چشم علیؑ ہے نام نامی حسینؑ ہے۔ اور خود خدا نے اس کو کائنات کا سر تاجہ فخر قرار دیا ہے شاہ زنان کہتی ہیں کہ اس جوان رعنا کی زیبائی کے نقوش میرے لوح دل پر کھینچ گئے ناگاہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے طلب فرمایا۔ میں حاضر خدمت رسول خدا ہوئی اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میرے اس فرزند کو اپنا زوج قرار دے میں نے ازراہ حیا و شرم سر ہنچا کر لیا۔

اور زبان حال یہ عرض کیا ہے
گر بدیں مژدہ حیاں بیفتام در حوزم ز آنکہ ہست جانانم
گفتم اسی ختم انبیای کبار بر منت ہمیت منت بسیار
بست عقد مرا رسول مجید داد بدست ہیکل توحید
ماہ درختندہ دست من گرفت من در آن ماہروی ماندہ شکفت

بسکہ دلشاد بودم و خرم

کہ ز شادی ز خواب بر خرم

خلاصہ یہ ہے کہ شاہ زنان کہتی ہیں کہ بے برگزیدہ خدا، اے اللہ کے رسول آپ میرا عقد اس جوان سے باندھنے اور اس جوان رعنا۔ منفرد کائنات کے ہاتھ میں میرا ہاتھ دے دیجئے پس اس ماہ رُونے میں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور خوش و خرم خواب سے بیدار ہوتی۔ جب بیدار ہوئی تو میرے بستر سے خوشتر از غیر دشک خوشبو آ رہی تھی۔ چند روز اسی نشہ خواب خوشگوار میں گزارے پھر میں نے خواب میں ایک خاتون معظمہ کو دیکھا کہ وہ تشریف لائے ہیں ان کے تشریف لانے سے میرا مکان روشن اور معطر ہو گیا ہے میں نے کسی

دریافت کیا کہ یہ خاتون معظمہ کون ہیں جواب ملا ہے۔

گفت این بانوی حیم خدا است فاطمہ دختر رسول خدا است

گفت خاتون عالمین است این فاطمہ مادر حسین است این

یعنی کہ یہ خاتون حرم - خانہ زاد خدا ہیں علی ولی کی زدہ میں نبی پاک کی پاک دختر ہیں۔ تمام عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں یہی تو والدہ حسین ہیں کہ جن کی زیارت کا شرف تجھے پہلے حاصل ہو چکا ہے میں نے اس وقت ان کے قدم چومے۔ اور بعد احترام ان کو سلام کیا۔ پھر میں نے عرض کیا کہ آپ کے نور نظر مجھے دیکھتے نہیں آتے روزانہ میرا غم بڑھ رہا ہے۔ وہ کونسا دن ہوگا کہ تشریف لائیں گے۔

جناب سیدہ عالمین فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے فرمایا کہ اے شاہ زنان وہ تیرے پاس کس طرح آئیں تو ابھی مسلمان نہیں ہوئی ہے تو کلمہ شہادت زبان پر جاری کر اشد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ تاکہ میں اپنے فرزند کے ہاتھ میں تیرا ہاتھ دوں۔ پس میں نے کلمہ شہادت اپنی زبان پر جاری کیا اور دل سے تصدیق نبوت آنحضرت کی مسلمان ہو گئی۔

لما حضرت ابی الاسلام واسلمت ثم قالت سوف یجئ عسکر الاسلام الیک و یكون الغلبة للمسلمین و انک تصلین عنقریب الی ابی الحسین سالمة لا تصیبک ید احد الخ جب اسلام قبول کر لیا۔ تو جناب سیدہ عالمین نے فرمایا کہ غم مت کر عنقریب لشکر اسلام ایلان پر حملہ کرے گا اور اسلام کو فتح نصیب ہوگی۔ اور تو اسیر ہو کر موہنہ پہنچی گی اور دست غیر تجھ کو مس نہ کرے گا صحیح و سالم با عفت تو مدینہ پہنچی گی اور تجھے میرا نور نظر مدینہ میں ملے گا۔ یہاں تک کہ وہ وقت آیا

کہ مدینہ میں خبر پھیلی کہ دختران شاہ فارس اسیر ہو کر مدینہ ہی آئی ہیں۔ اور بصورت مذکورہ میں باطنی مسلمان ہو کر آقائی نامدار حضرت علی مرتضیٰ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئی اور آپ نے حسین ابن علی کو میرا سرتاج قرار دیا اور مجھے شرف زوجیت امام حسین عطا ہوا۔

دیور اہرب میں سر ہاں شہداء کر بلا کار کھنا جاتا۔

جنت سے سیدہ عالمین کا آنا اور راہرب نصرانی

کا مسلمان ہونا

یہ کہ راہ شام میں بعض واقعات ایسے رخ اختیار کر گئے ہیں کہ جن کی نشاندہی کسی منزل کے ساتھ نہیں کی جاسکتی ان واقعات میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ ابن شہر آشوب و سید جزائری، مناقب میں معمولی اختلاف کے ساتھ تحریر کرتے ہیں کہ ابو لہب کہتا ہے کہ میں مشغول طواف بیت اللہ تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص خانہ کعبہ کا پردہ پکڑے ہوئے مناجات کر رہا ہے کہ اللھم اغفر لی و ما اراک فاعلدا۔ اے خداوند عالم تو میری خطا بخشتے حالانکہ میں جانتا ہوں کہ تو میری خطا نہ بخشے گا بلکہ عتاب و عذاب کرے گا۔ میں نے اس سے کہا کہ اے بندہ خدا۔ تو شرم کر خدا سے اس طرح کہہ رہا ہے گناہ اگر چہ بزرگ ہاں شجر سے بھی زیادہ ہوں تو خدا معاف کر دے گا وہ غفور رحیم ہے۔ اس نے کہا کہ میں رحمت خدا سے مایوس نہیں ہوں۔ لیکن جو ظلم و جفا میں نے کی ہے وہ یہ ہے کہ

اعلم ان کنا خمسين نفرا ممن سار مع راس الحسين
يعني که میں ان پچاس آدمیوں میں سے ایک ہوں کہ جو سر امام حسینؑ شام لیجاتے
ہوئے حفاظت کر رہے تھے۔ ہم سب کے سب شراب نوشی اور سستی میں
تھے اور سر امام حسینؑ علیہ السلام نیزہ پر تھا ایک شب جب کہ اس کا نصف حصہ
گزر رہا تھا کہ تیز و تند آندھی آئی۔ بادل گرہنے لگے اور بجلی کرکے لگی۔ اور درہائی آسمان
کھل گئے اور آسمان سے آدم صفی اللہ، نوح نبی اللہ، ابراہیم خلیل اللہ، اسماعیل ذبیح اللہ
موسیٰ کلیم اللہ اور عیسیٰ روح اللہ بہ ہمارے حضرت رسولؐ خدا تشریف لائے۔
ان کے ساتھ جبریلؑ اس ملائکہ کا حکم غفر لیے ہوئے ساتھ ساتھ تھے۔ اس وقت
سر امام حسینؑ ایک صندوق میں رکھا تھا۔ جبریلؑ نزدیک لائے اور صندوق کھولا۔
سر مبارک باہر نکالا۔ سینہ سے لگایا اور پچشم گریان۔ آنحضرتؐ کو پیش کیا۔ آنحضرتؐ
نے گریہ فرمایا تمام انبیاء و مرسلین نے باگریہ و زاری آنحضرتؐ کو پرہیزہ دیا۔ اس وقت
جبریلؑ امین نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے خداوند عالم نے حکم دیا ہے کہ میں آپ سے
حکم حاصل کروں اور زمین میں زلزلہ پیدا کروں۔ میں نے خدا کے حکم سے قوم لوط کو
زمین دھنسا دیا تھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے جبریلؑ آخر قیامت تو آنے والی
ہے میں میرے کرتا ہوں کہ قیامت میں ان سے مخاصمہ پر کروں پھر رسولؐ خدا پر
گریہ طاری ہو گیا ملائکہ گریہ رسولؐ خدا سے ملے ہوئے اسی دوران پاسبان سر
امام حسینؑ تھے وہ سب کے سب لائے گئے اور ان کے قتل کا حکم دیا گیا۔
اور وہ قتل کر دیئے گئے۔ جب میرا نمبر آیا تو میں نے فریاد کی اور رسولؐ خدا
سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ الامان الامان۔ بخدا میں تمہارے فرزند کے قتل میں
شریک نہ تھا۔ اور اس پر راضی بھی نہ تھا کہ حسینؑ قتل کئے جائیں مجھے آپ سختیں

فرمایا دای ہو تجھ پر کیا تو اس قوم کے ہمراہ نہ تھا۔ اور میرے اہلبیت کی یکس
غربت پر نگاہ نہ کی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا لا غفر الله لك۔ خدا تجھے نہیں
بخشنے گا۔ پس رسولؐ خدا نے ملک الموت کو حکم دیا کہ اس پر ہاتھ رکھو کہ یہ شخص خود
ہی مرجئے گا میں نے یہ سن کر وہاں سے حسرت لگائی و فی المناقب اصبح
رایت اصحابی کلمہ جاشین رماداً۔ صبح کو میں نے دیکھا کہ تمام رفقا کہ جو سر امام حسینؑ
پیراہ شام میں پاسبان تھے یک بیک خاکستر ہو گئے ہیں گویا جل کر خاک ہو
گئے ہیں۔ صاحب روضۃ الشہداء نے اس واقعہ میں جزئی اختلاف کیا ہے وہ
نقل کرتے ہیں کہ کہتے ہیں وہ شخص ابو الحنوق تھا آنحضرتؐ کے یہ فرمانے پر کہ اس
پر تم ہاتھ رکھو۔ ملک الموت، یا کسی دوسرے فرشتے نے اس کے مونہ پر
طمانچہ مارا پس جب ابو الحنوق ملعون پیدا ہوا۔ دیکھا کہ اس کی نصف صورت سیاہ
ہو گئی ہے اور جل گئی ہے۔ اور اے شیعوں اس حرام زادے نے روز عاشورا
امام حسینؑ علیہ السلام جب کہ آپ میدان میں کھڑے تھے تیر مارا تھا وہ تیر ستر شعبہ
تھا امام مظلوم زمین پر گر پڑے تھے۔ (از مترجم بہر حال ابو الحنوق ملعون قاتلان
امام حسینؑ سے تھا اور ابو لہیفہ کہ جس کا ذکر کیا جا چکا شریک قاتلان امام حسینؑ تھا۔
بعد واقعہ شہادت ان ملعونوں کا توبہ کرنا جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ثابت ہے مگر ان
کی توبہ قبول نہیں ہوئی۔ پس قاتل امامؑ کی توبہ ہرگز قبول نہیں ہے مگر وہ مصیبت
یہ بھی کوئی نہ کوئی مفتی قاتلان امام حسینؑ کی وکالت کرتے ہوئے یہ فتویٰ دیتا
ہے کہ اگر قاتل امامؑ توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول ہے قاتل امامؑ کی توبہ قبول نہ ہونے
کے بارے میں ہماری کتاب عقیدہ و عمل اور نجات ملاحظہ ہو)

واقعہ دیر راہب کا ذکر کتاب فوارح الحسینیہ میں حسین بن محمد بن احمد رازی

نے اور اس نے شیخ ابوسعید شامی سے نقل کیا ہے۔ معین الدین نے روضۃ الشہداء میں ابی سعید دمشقی سے روایت کیا ہے کہ میں اس جماعت کے ہمراہ تھا کہ جو سرام حسینؑ اور آپ کے ابجرح کو شام لیجا رہے تھے۔ جب دمشق کے نزدیک پہنچے یہ خبر ملی کہ قعقاغ خزاعی نے لشکر جمع کر لیا ہے اور وہ لشکر ابن زیاد ملعون پر شب خون مارے گا۔ ابن زیاد کے لشکر یہ سن کر گھبرا گئے۔ اور بڑی احتیاط کے ساتھ سفر کرتے رہے۔ رات ہونے تک وہ منزل پر پہنچے وہاں دیر راہب تھا۔ اور وہاں نصرانی لوگ ٹھہرتے تھے۔ لشکر ابن زیاد نے اسی جگہ پڑاؤ ڈالا کہ اگر شب خون کا موقعہ درپیش ہو تو سرام شہیدان کربلا محفوظ رہیں اس خیال سے لشکریوں نے دیر کے بزرگ عالم کو بلایا اور اس سے کہا۔ فطلعہ شیخ من سطح الحصان فالتفت الی الیمین والیسار۔ اس وقت اس بزرگ دیر نے اپنے قلعہ کی چھت پر کھڑے ہو کر دائیں بائیں جانب نظر ڈالی دیکھا کہ فوج سے سالامیدان گھیرا ہوا ہے راہب نے دریافت کیا۔ کہا کتنے ہو اور کیا چاہتے ہو۔ شمر ولد الحرام نے کہا کہ ایک شخص عراق میں یزید کے خلاف بغاوت کی تھی۔ ابن زیاد والی کو نہ نے اپنی فوج بھیجی اور اس کو فتح ہوئی اب ہم اس باغی (معاذ اللہ) کا سرا اور اس کے ساتھیوں کے سر لے کر یزید بن معاویہ کو پیش کر کے آئے ہیں۔ اس راہب نے جب سرام شہداء پر نظر کی تو دیکھا کہ یہ تو نورانی چہرے ہیں پھر اس نے بغور سر بریدہ امام حسینؑ دیکھا تو حیران رہ گیا کہ سر نو مثل آفتاب درخشندہ ہے اس کے دل پر اثر ہوا اور حالت متغیر ہونے لگی۔ راہب نے سوال کیا کہ آخر دیر کس لیے چلے گئے ہو۔ شمر ولد الحرام نے کہا کہ سرام بریدہ کی حفاظت کے لیے کیونکہ ہمیں خبر ملی ہے کہ ایک گروہ شب خون مارنے کا

ارادہ رکھتا ہے راہب نے دہریں سرام شہداء رکھنے کی اجازت دیدی۔ پس سرام حسینؑ ایک منقل صندوق میں رکھ کر دہریں لایا گیا۔ اور شمر ملعون نے حکم دیا کہ سرور کے پاس بان باری باری پاسبانی کریں۔ اس دہریں علیحدہ علیحدہ محرابیں بنی ہوئی تھیں۔ سرام حسینؑ دیر میں رکھ دیا اور ابجرح کو بھی دہریں جگہ دی اور دروازہ دہر مقتول کر دیا۔ جب رات کا تقریباً نصف حصہ گزر گیا۔ راہب نصرانی اپنے حجرہ سے باہر نکلا۔ اور اس محراب کا کہ جس میں سرام حسینؑ علیہ السلام رکھا تھا۔ طواف کرنے لگا اور دیکھا کہ دہریں تو روشنی وغیرہ کچھ نہیں تھی آج دہر منور ہو رہا ہے روشنی ہی روشنی ہے۔ راہب اپنے حجرہ گیا اور اس میں ایک روزن تھا اس میں دہر کی طرف نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ اس صندوق سے کہ جس میں سر بریدہ رکھا ہوا ہے نور طالع ہو رہا ہے۔ اور روشنی مارے دیر میں پھیلی ہوئی ہے مختصر یہ ہے کہ وہبط من السماء ہودج وطلعت منه خاتون رضیۃ واحفقت جوار بدیع والجمال۔ دہریں شگافہ ہوئی اور ایک ہودج آسمان سے اتر کر دیر میں داخل ہوئی اس ہودج سے کچھ خواتین اتریں۔ منادی صدا دے رہا تھا۔ یہ ہاجرہ مادر اسمعیل میں یہ آسمان میں یہ میٹ ہیں۔ سب کے آخر میں ایک اور ہودج نازل ہوا۔ آواز آئی کہ یہ خدیجہ الکبریٰ میں ہے کہ پھر میں نے دیکھا کہ ایک ہودج نازل ہوا اور اس سے ایک بی بی اتریں اس وقت آواز آئی کہ اسے راہب ہودج کی طرف نگاہ نہ کر۔ اس میں رسول خدا کی بیٹی فاطمہ زہرا ہیں جو اپنے فرزند حسینؑ کے سر بریدہ کی زیارت کے لیے آئی ہیں۔ راہب کہتا ہے کہ میں اس آواز کو سن کر بیہوش ہو گیا مگر حیرت افاقہ ہوا اور اس طاق کی طرف نگاہ کی جس میں سر بریدہ رکھا ہوا تھا تو میری نگاہ پر پردہ پڑ گیا اور میں نہ دیکھ سکا۔ البتہ اس طاق سے گریہ و زاری اور نوحہ

کی آواز گوش زد ہو رہی تھی۔ اس وقت ان مخدّرہ نے سر بریدہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ السلام علیک ایہا المظلوم الحریب السلام علیک ایہا الشہید الغریب السلام علیک یا ضیاء العین ومہجۃ قلب الام یاحسین قتلوک ومن شرب الماء منحوک۔ یعنی اے میرے مظلوم وشہید وغریب نینوا فرزند حسین صائب روئے الشہداء لکھتے ہیں کہ یہ وارد ہوا ہے کہ اس شب کو سیدہ عالم نے ماتم حسینؑ میں مرثیہ کہا ہے پیر راہب نے جب وہیں گریہ و زاری کی آواز سنی اور مدہوشی کے بعد ہوش میں آیا۔ تو طاق کے نزدیک گیا مگر وہاں کوئی عماری یا ہودج کا نشان نہ تھا۔ بعد اس نے وہ صندوق کھولا کہ جس میں امام حسین علیہ السلام کا سر بریدہ تھا۔ جب صندوق کھولا تو سر بریدہ سے ایک نور ساطع ہو رہا تھا حالانکہ وہ سر خاک و خون میں غلطان تھا۔ راہب بہت رویا اور سر مٹھر کو مشک و گلاب سے دھویا۔ اور اپنے عبادتی سجادہ پر بیٹھا اور دوزخ و موبہ ہو کر عن کیا اے سر سردار عالم مجھے بتا کہ تو کس برگزیدہ سر مٹھر ہے۔ سر بریدہ سے آواز آئی کہ

من کشتہ تیغ کو فیانم
آغشتہ بخون ز شامیانم

کوفیوں اور شامیوں نے مجھے قتل کیا ہے اور میں فرزند رسول ہوں میں محمد مصطفیٰ کی آنکھوں کا نور ہوں اور علیؑ مرتضیٰ کا بیٹا ہوں۔ اور میں فاطمہؑ کا نور نظر ہوں۔ جب اس راہب سے آپؑ نے اپنے مصائب بیان کئے تو وہ راہب بیہوش ہو گیا اور ہوش آنے پر اس نے ان تمام نصاریٰ کو جمع کیا کہ جو اس قلعہ میں رہتے تھے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ پھر وہ اپنے لوگوں کے ساتھ امام زین العابدین علیہ السلام

کی خدمت میں آیا دیکھا کہ ایک بیٹا نواں۔ طوق و سلاسل میں گرفتار اسروں کا سالار ہے یہ حالت امامؑ دیکھ کر راہب اور تمام نصرانی روئے لگے۔ اور امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ہمیں اجازت دیں تو شب خون ماریں اور آزاد کرالیں مگر امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ اس گروہ ستم شعار کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔
ظالمان را بگردگار سپار
تاجہ ز اشان دہد بزاری نرا

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ۔ وہ راہب سر مٹھر امام حسین علیہ السلام کا اعجاز دیکھ مسلمان ہو گیا۔ حسینیّت زندہ باد۔ مولف کتاب فرماتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کا سر بریدہ چند مقام پر از روی محبت دھویا گیا ہے اور ایک جگہ از روئے عداوت دھویا گیا ہے ازل خولی کی زوہ نے سر امام مظلوم دھویا۔ دوم شمر ملعون کی زوہ نے سوم دہر راہب میں جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ان تینوں جگہ از روئے عقیدت و مودت سر امام مظلوم کو مشک و گلاب سے دھویا گیا ہے اور از روئے عداوت دربار یزید ملعون میں پیش کرنے سے پہلے سر امام کو دھویا گیا اور طشت طلا میں رکھ کر پیش کیا۔

منزل قنسرین میں سر بریدہ امام حسینؑ کا راہب نصاریٰ

کو دعوت اسلام دینا

کتاب الخراج میں سانحہ راہ شام کے سلسلہ میں قطب راوندی نے ابوالفرج

سے اور اس نے سعید بن ابی رجا سے اور اس نے سلیمان اعش سے روایت کیا ہے کہ ایک روز میں مشغول طواف خانہ کعبہ تھا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ غلاف خانہ کعبہ پکڑے ہو کہہ رہا تھا کہ اللہم اغفر لی وانا اعلم انک لا تغفر یعنی خدایا تو مجھے بخش دے مگر میں جانتا ہوں کہ تو مجھے نہیں بخشے گا۔ میں اس شخص کے پاس گیا اور اس سے دریافت کیا کہ اے شخص تو ایسا کیوں کہتا ہے خداوند عالم غفور رحیم ہے وہ گناہ معاف کر سکتا ہے۔ آخر تجھ سے ایسا کون سا گناہ عظیم ہوا ہے کہ تجھے اپنی مغفرت کی امید نہیں ہے اس نے کہا کہ تم میرے ساتھ حرم سے باہر چلو تو میں تم کو اپنے گناہ سے آگاہ کروں گا۔ باہر پہنچنے پر اس نے کہا کہ اے برادر میں لشکر عمر بن سعد میں تھا۔ اور ان چالیس آدمیوں میں سے تھا کہ جو راہ شام میں سر باہر شہداء کی پاسبانی پر لگائے گئے تھے۔ اتنا راہ میں ایک شخص نمرانی ملا وکان الرأس معناترکونا علی رمح ومعہ الاحراس۔ کہ سر مقدس امام حسین ایک نیزہ پر نصب تھا ہم لوگ غذا و طعام میں مشغول تھے کہ ایک ہاتھ نمودار ہوا اور اس نے دیر کی دیوار سے یہ لکھا ہے

اترجوا امة قتلت حسینا

شفاعة جده يوم الحساب

کہ وہ امت یعنی وہ گروہ کہ جس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا یوم حساب رسول خدا کی شفاعت کی کیا امید رکھ سکتی ہے ہمارے ساتھیوں نے اس کو محض وہی چیز تصور کیا اور ہم کھانے پینے میں مشغول رہے۔ پھر ہم نے دیکھا کہ ہاتھ دوبارہ نمودار ہوا اور اس نے دیوار پر یہ تحریر کیا ہے

فلا والله ليس لهم شفيع وهد يوم القيامة في العذاب

خدا کی قسم ہرگز ہرگز اس گروہ یعنی قاتلان امام حسین کے لیے کوئی شفاعت نہیں ہے ان کا زور قیامت کوئی شفیع نہ ہوگا اور وہ دائمی عذاب میں رہیں گے ہم اگرچہ یہ واقعہ دیکھ کر خوف زدہ ہوئے مگر پھر بھی شقاوت سے باز نہیں رہے۔ اور بدستور طعام و غذا میں مشغول بے پرتیزی سر مرتبہ وہی ہاتھ نمودار ہوا اور اس نے قلم قدرت سے لکھا کہ

وقد قتلوا الحسين بحكم جور

وخالف حكمهم حكم الكتاب

کہ امام حسین کو حاکم جابر و ظالم کے حکم پر قتل کیا اور ظالموں نے حکم قرآن کے خلاف کیا اسی اثنا میں ہم کھانے سے فارغ ہو چکے تھے اور دیر راہب پہنچ گئے۔ ہم نے دیکھا کہ راہب اپنے دیر کی چھت پر آیا اور اس نے سر مطہر امام حسین پر نظر کی۔ فرمایا نوذا ساطعا من فوق الراس۔ کہ سلام حسین علیہ السلام کے کہ اوپر ایک نور تابندہ ہے وہ راہب اپنے دیر سے باہر آیا۔ دریافت کیا کہ تمہارا شکر کہاں سے آیا ہے اور یہ کس بزرگ کا سر مبارک ہے کہ جس سے نور ظاہر ہو رہا ہے اور نور بالائے نور احاطہ کئے ہوئے ہے۔

ہم نے کہا کہ ہم اہل عراق میں اور یہ سر مطہر حضرت امام حسین علیہ السلام کا ہے جو نواسہ رسول خدا اور پسر علی ابن ابی طالب ہیں۔ جب راہب نے یہ سنا کہ سر بریدہ پیغمبر اسلام کے نواسہ۔ فاطمہ زہرا کے نور عین کا سر ہے کہنے لگا کہ تبا لکم واللہ لو کان بعیسی بن مریم ابن محدثنا علی احدنا قتل۔ اے لوگو۔ تم پر تمہارے آئین پر ولے ہو کہ اگر عیسیٰ ابن مریم کے کوئی فرزند ہوتا تو ہم گروہ نصاریٰ فرزند عیسیٰ کو اپنی آنکھوں کا نور قرار دیتے۔ اے یہ جیا

لوگو تم نے اپنے پیغمبر کی اولاد کو قتل کر دیا۔ اور اس کے قتل ہونے پر خوشیاں منا رہے ہو۔ میری تم لوگوں سے ایک خواہش ہے ہم نے کہا آخر تم کیا چاہتے ہو راہب نے کہا کہ دس ہزار درہم جو مجھے میرے بزرگوں سے میراث میں ملے ہیں مجھ سے لے لو اور اس مطہر کو مجھے دید و کہ میرا مہمان ہے۔ ہم نے راہب کی بات مان لی اور اس نے مذکورہ رقم لا کر دیدی وہ دو تھیلیاں تھیں اور ہر ایک تھیلی یعنی ہیمانی میں پانچ ہزار پانچ سو درہم تھے۔ عمر سعد ملعون نے ان کو اچھی طرح کسوٹی پر پرکھ کر اپنے خازن کے حوالہ کیا۔ اور سر مطہر راہب کو دے دیا۔ راہب سر بریدہ امام حسینؑ لے کر اپنے گھر آیا اور اس کو مشک و گلاب سے دھویا۔ اور اپنے حجرہ میں رکھ دیا اور خود سر امامؑ کی طرف دیکھتا رہا۔ اور دل میں کہتا رہا کہ مسلمانوں نے اپنے رسولؐ کے فرزند کے مبارک کے ساتھ اس قدر خوار کی کاسک کیا ہے کہ نیزہ پر آدینان کیا ہے۔ وہ اس کے ساتھ ساتھ گریہ بھی کرتا تھا اور نوحہ کرتا تھا۔

علامہ مرحوم اپنی کتاب الایمان میں لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ راہ شام میں منزل قنسرین کا ہے۔ جب راہب سر امام مظلوم لیکر اپنے گھر آیا ہے اس نے آواز سنی کہ کوئی کہہ رہا ہے۔ طوبی لکم و طوبی لمن عرف حرمتہ۔ اے راہب خوش بحال تو کہ تو نے سر مطہر کی اس قدر تعظیم و تکریم و تقدیس کی ہے۔ ابھی وہ راہب مسلمان نہیں ہوا تھا مگر پھر بھی احترام و عظمت سر امامؑ بجالایا۔ پھر راہب نے سر مطہر کو اپنے ہاتھوں پر رکھا اور عرض کیا پروردگار! حضرت علیؑ بن مریمؑ کی پاکیزگی کا واسطہ اس سر مطہر کو حکم دے کہ وہ اپنا تعارف کرائے۔ اور مجھ سے کلام کرے۔ ناگاہ سر امام مظلوم گویا کہ اے راہب! انابن محمد بن المصطفیٰ

انابن علی المرتضیٰ انابن فاطمہ الزہراء۔ انا المقتول بکریلا انا المظلوم انا العطشان جب سر امام کلام کر چکا تو راہب نے سر پاک کو زمین پر رکھا اور اپنے چہرہ پر خاک ملی بالوں میں خاک ڈالی۔ اور سر مبارک پر اپنی پیشانی رکھ کر عرض کیا۔ حتی نقول اناشفیعک یوم القیامۃ۔ کہ آپ اپنی زبان مبارک سے فرمائیں کہ میں روز قیامت تیرا شفیع ہوں گا۔ سر امام حسینؑ سے آواز آئی اے راہب اگر تو میری شفاعت چاہتا ہے تو میرے نانا کا دین قبول کر۔ پس راہب نے کہا اشھدان لا الہ الا اللہ۔ اشھدان محمد رسول اللہ۔ پھر سر امام حسینؑ نے فرمایا اے اناشفیعک یوم القیامۃ۔ اے راہب! روز قیامت میں تیری شفاعت کروں گا۔ بروایت ابن شہر آشوب راہب نے لشکر والوں سے کہا کہ تمہارا رئیس کون ہے مجھے اس کے پاس لے چلو شکری لوگ راہب کو عمر بن سعد ملعون کے پاس لے گئے۔ جب راہب پسر سعد کے پاس گیا تو اس نے نہایت عاجزانہ طور پر اس سے سوال کیا کہ یا عمر! سئلتک باللہ و بحق محمد صلی اللہ علیہ و آلہ ان لا تعود الی ما کنت تفعلہ بهذا الرأس۔ یعنی کہ میری تمھارے سے یہ خواہش ہے کہ تم مجھے اقدس الہی کا واسطہ اور حضرت رسول خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ تو اس سر مطہر کی بے حرمتی نہ کر اور اس کو نیزہ پر نصب نہ کر۔ عمر سعد بد نہاد نے اس وقت کو قبول کر لیا مگر جب راہب چلا گیا تو اس ملعون نے پھر سر امام مظلوم کو نیزہ پر بلند کیا۔ جب عمر بن سعد اپنے لشکر کے ہمراہ شام پہنچا اور اس نے اپنے خزانچی سے وہ دونوں تھیلیاں جس میں درہم تھے طلب کیں جب وہ ہیمائیاں کھولی گئیں تو وہ تمام دینار ٹھیکری ہو گئے تھے اور ان درہموں کے ایک طرف ولا تقسبن اللہ غافل عما یعمل الظالمون۔

اور دوسری طرف لکھا ہوا تھا وسیعہ الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔
جب عمر بن سعد ملوٹ دیکھا تو کہنے لگا۔ حسرة الدنيا والاخرة۔

شہر سرمدین میں ورود اسیران اہلبیت او وہاں

کے حالات

جب لشکر ابن زیاد راہ شام میں منزل سرمدین پہنچا جو کہ حکومت حلب کا ایک شہر ہے یہاں کے لوگ دیندار، صاحبان خیر اور دوستدارانِ خاندان نبوت ہیں جب شہر والوں کو خبر ہوئی کہ امام حسین علیہ السلام کو عراقیوں نے قتل کر دیا ہے لشکر ابن زیاد ان کے اہلجم کو اسیر کر کے شام لیجا رہا ہے اور وہ اس شہر سے گزریں گے۔ انہوں نے شہر نپاہ کے دروازے بند کر لیے اور قلعہ کی چھت پر جا کر لشکر ابن زیاد کو لعن و طعن کی۔ ان پر تیری کیا۔ اور ان پر سنگ باری کی۔ اور کہنے لگے اے قاتلوں ہم تم تو ہرگز اپنے شہر میں نہیں داخل ہونے دیں گے جب وہاں کی عورتوں کی دُور سے نظر اسیران اہلبیت پر پڑی اور ان کو رسن بستہ اور کھلے سر دیکھا تو بے چین ہو کر اپنے سروں کے بال کھول دیئے اور گریہ و زاری کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ جناب اُم کلثوم نے یہ نوحہ پڑھ لیا

کہ تنصبون لنا الافتاب عاریۃً • کائنات من بنات الروم فی انبید

الیس جدی رسول اللہ ویکم • هو الذی ذلکم قصد الی الرشید

یعنی اے بیچیا تو لشکر ابن زیاد ہمیں برہنہ سر رسن بستہ شتران بے کجاہ پر شہر شہر

یہ اس طرح پھر رہے ہو جیسے لوگ دخترانِ رومی کو لے کر پھرتے ہیں حالانکہ ہم آلِ رسول ہیں۔ بنی زادیاں ہیں۔ تم کیسے کلمہ گو ہو۔ ہماری کیا خطا ہے۔ ہم ان اونٹوں پر سخت تکلیف میں ہیں اور تم کوئی خیال نہیں کرتے غرض کہ اہل سرمدین نے لشکر ابن زیاد کو اپنے شہر میں داخل نہیں ہونے دیا اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔

بیچٹی حرانی کی حمایتِ اسیرانِ آلِ محمد میں شہادت او

بعض منازل راہ شام کے اوقات

جب لشکر ابن زیاد ملعون شہر مدین میں داخل نہ ہو سکا تو اس نے منزل حران کھنچ کیا حران بروزن شنداد ہے۔

صاحبِ روضۃ الشہداء تحریر کرتے ہیں کہ جب لشکر ابن زیاد ملعون حران پہنچا۔ تو وہاں کے لوگ استقبال کے لیے نکلے اور تماشا اہلبیت اہلبار دیکھنے لگے اس جگہ ایک یہودی کا مکان تھا۔ جو کہ بیچٹی حرانی کے نام سے مشہور تھا۔ یہ یہودی بھی بغیر تماشا لوگوں کے مجمع میں موجود تھا۔ وہ کھڑا تماشا اہل اسیرانِ اہلجم دیکھ رہا تھا کہ تنگاہ اس کی نگاہ سر امام حسین پر پڑی جو ایک نیزہ پر بلند تھا۔

جب اس نے بغور سر مبارک کو دیکھا تو اسے امام مظلوم کے لبوں کو جنبش کرتے دیکھا۔ اور آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وسیعہ الذین ظلموا ای منقلب

ینقلبون یہودی کو بہت تعجب ہوا کہ سر بریدہ اور تلاوتِ کلام مجید اس نے خیال کیا کہ یہ سر۔ سر رسولِ خدا ہے یا کسی پیغمبر کے دم کی سر مبارک ہے کسی

منزل معرة النعمان یہاں بھی لشکر ابن زیاد ملعون

نے پڑاؤ ڈالا تھا

اس شہر کو معرة النعمان اس لیے کہتے ہیں کہ نعمان بن بشیر انصاری اس شہر میں آئے اور اس شہر میں وفات پائی اور دفن ہوئے۔ لہذا ان کی نسبت سے یہ شہر معرة النعمان ہوا مشہور ہو مقتل ابی مخنف میں ہے کہ جب لشکر ابن زیاد بدکر دار شہر کے نزدیک پہنچا تو والی شہر نے دروازے کھولنے کا حکم دیا کہ لشکر شہر میں داخل ہو سکے۔ اس شہر والوں نے کوفیوں کو طعام و غلاظہ کی واصرہ کسی نے یہ نہیں کہا کہ آل رسولؐ بھی بھوکے پیاسے ہیں۔ اللہ علی القوم الظالمین۔

منزل شیراز :-

منزل معرة النعمان سے روانہ ہو کر لشکر ابن زیاد نے منزل شیراز پر پڑاؤ ڈالا جب اس شہر کے رہنے والوں کو خبر ہوئی تو ان کی قوم کے بزرگوں نے کہا اے جو الو اس لشکر میں دین نے فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کیا ہے۔ اور امام حسینؑ کا سر بریدہ اور آپ کے ساتھ شہید ہونے والوں کے سر اور حضرت کا ہاتھ قیدی بنا کر شام بجا رہے ہیں۔ ہم اس قوم نابکار کو اپنے شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیں گے۔ اس پر اس قریہ کے تمام لوگوں نے عہد کیا کہ خوزہ مقابلہ کی صورت ہی کیوں نہ ہو ہم لشکر ابن زیاد کو ہرگز ہرگز داخل نہیں ہونے دیں گے۔ اور جیسا کہ ہمارے قومی بزرگ فرماتے ہیں اس پر عمل کریں

کریں گے۔ اس شہر کے ارد گرد ایک خندق تھی اور اس پر عبور کرنے کے لیے پل بنا ہوا تھا۔ لشکر ابن زیاد کے پہنچنے سے پہلے ہی ان لوگوں نے اس پل کو توڑ دیا اور تمام لوگ تلواریں اور سیرے لگے گھروں کے باہر نکل آئے۔ ادھر لشکر ابن زیاد جب خندق کے نزدیک پہنچا دیکھا کہ لوگ داخل شہر ہونے کے سخت مخالف ہیں۔ اور ان لوگوں نے خندق کے پل کو توڑ دیا ہے۔ جب لشکر ابن زیاد نے دیکھا کہ ب کوئی چارہ کار نہیں ہے تو اس بد نہاد نے یزید بن معاویہ کو خط تحریر کیا۔ سارا واقعہ بیان کیا۔ اور فوراً ہی مزید ملعون نے جواب دیا جس پر اس نے حکم دیا کہ اس قریہ کو آگ لگا دو عامل بلیہ کو گرفتار کر لو۔ ان ظالموں نے یزید ملعون کے حکم پر اس قریہ کو غارت و تاراج کر دیا۔ اور آپ اس کی جڑ دیکھ کر لشکر ابن زیاد نے کٹھن کیا۔

منزل کفر طاب۔

کفر بفتح الکاف واسکان الفأی قریہ طاب ذات الکفر۔ بمعنی القریہ ہے یعنی کہ لفظ کفر کے کاف پر زبر ہے اور باقی حروف ساکن ہیں۔ مقل ابی مخنف کہتا ہے کہ کفر طاب ایک چھوٹا سا قلعہ تھا۔ اس جگہ اہل خیر و سعادت اور دیندار لوگ دیتے تھے۔ جب یہاں کے لوگوں کو ابن زیاد ملعون کے آنے کی خبر ہوئی۔ فخلقوا علیہم الاجواب۔ یعنی کہ اپنے مکانوں کے دروازے بند کر لیے۔ اور لشکر ابن زیاد کو کھانا پانی کچھ نہیں دیا۔ خولی بن یزید علیہ اللغۃ قلعہ کے نزدیک آیا اور کہنے لگا اے قوم کیا تم ہمارے زیر اطاعت نہیں ہو جو تم ہمارے احکام تسلیم نہیں کرتے۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ خدا کی قسم ہم لوگ تمہیں ہرگز آب و کھانا نہیں دیں گے کیونکہ

حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھوں پر پانی بند کیا ہے اور انہیں تشنہ دین شہید کیا ہے۔ پس لشکر ابن زیاد ملعون وہاں سے دوسری منزل کے لیے روانہ ہو گیا۔

سیور۔ یہ بھی کفر طاب سے روانہ ہونے کے بعد ایک منزل ہے۔
ابن مخنف لکھتا ہے کہ بزرگان قوم نے اپنے قریہ کے سب لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ لشکر ابن زیاد نے فرزند حضرت رسول خدا کو قتل کیا ہے۔ اور ان کے اہرم اسیر کئے ہیں۔ اب یہ قوم نابکار سرہاء شہداء اور اسیروں کو لے کر شام جا رہے ہیں۔ اے ہماری قوم اگر تم نے ان ظالموں کو طعام و غذا دی یا ان کی حمایت کی تو روز قیامت خدا و رسول خدا مواخذہ کریں گے۔ ہم ہرگز ان کو اپنے شہر میں قدم نہیں رکھنے دیں گے اور البتہ اگر اسیران حرم آئیں تو ہمارے گھر حاضر ہیں تمام لوگوں نے تلواریں نیام سے نکال لیں اور بزرگان قوم کو یقین دلایا کہ لشکر ابن زیاد کو ہم ہرگز اپنے شہر میں داخلہ کی اجازت نہیں دیں گے چاہیے خون خرابہ ہو۔ خولی بن یزید ملعون نے اپنی سپاہ کو مکہ دیا کہ اس قریہ پر حملہ کرے جنگ ہوئی اور اہل سیور نے لشکر ابن زیاد کے چھ سو افراد کو قتل کر دیا۔ اور ان کے پانچ شخص شہید ہوئے رحمہم اللہ تعالیٰ۔ خدا کی رحمت ہو ان پانچوں شہیدوں پر۔ بعض نسخوں میں یہ درج ہے کہ اہل قریہ کے ستر افراد سیور شہید ہوئے اور چھ ستر افراد لشکر باطل دارِ جہنم ہوئے۔ جناب ام کلثوم نے اس شہر والوں کو دعاءِ خبر دی اور فرمایا کہ خداوند اس شہر والوں کے رزق اور امورِ خیر میں برکت عطا فرما لشکر باطل وہاں سے دوسری منزل کی طرف روانہ ہوا۔

منزل حماة اور مسجد راس الحسین

ابن مخنف لکھتا ہے کہ شہر حماة کے لوگوں نے لشکر ابن زیاد ملعون اپنے شہر میں داخل نہیں ہونے دیا فخلقوا الابواب علی وجوہہم و رکبوا بسوس۔ یعنی دروازہ بند کر لے اور دروازے کے برج پر نگران بیٹھا دیئے کہ لشکر ولے داخل نہ ہو سکیں۔ ان لوگوں نے عہد کیا کہ خواہ ہم سب قتل ہو جائیں مگر ہم قاتلان فرزند رسول خدا کو شہر میں نہیں وارد ہونے دیں گے۔ جب لشکر ابن زیاد نے یہ حالت دیکھی تو حکم دیا یرتحلوا الی حمص کہ حمص کے لیے سوار ہو لیکن ابن شہر آشوب اور دیگر علماء کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سپاہ ابن زیاد داخل شہر حمص ہوئی ہے۔ اور اس وقت ایک پتھر پر سر بریدہ امام حسین علیہ السلام رکھا پتھر پر خونِ امام خشک ہو گیا ہے اور وہ جگہ مشہد الاس کے نام سے مشہور ہے مرحوم علامہ کتاب الریاض میں اپنے ہمہ را محاب سے نقل کرتے ہیں کہ فاضل معاصر نے خود بیان کیا کہ وہ اپنے رفیقوں کے ساتھ سفر مکہ میں شہر حماة پہنچے وہاں ایک باغ و بستان میں ایک مسجد دیکھی جو مسجد الحسین کے نام سے معروف مشہور ہے۔ مسجد کی عمارت کی ایک دیوار پر پرہ کھینچا ہوا ہے اور دیوار میں ایک پتھر نصب ہے۔ اور اس پر گولے بریدہ اور شیران نشان پاتا جاتا ہے۔ فاشرفی هذا الحجر ما تراه تاشیراً۔ یہ اس فاضل معاصر بیان کرتے ہیں کہ ہم نے خدام مسجد سے دریافت تو اس نے کہا کہ جب لشکر ابن زیاد ملعون سرہاء شہداء اور اسیران اہل بیت کو لے کر کوفہ سے شام جا رہا تھا تو لشکر اس شہر میں پہنچا۔ اور بیرون شہر اس پتھر پر حضرت امام حسین علیہ السلام کا

سربریدہ رکھا تھا چنانچہ آپ کے گلوے بریدہ اور گے کی رگوں کا نشان پتھر پر نقش ہو گیا اور خون پتھر کے دل میں اتر گیا۔ فاشرفی هذا الحجر ما تراه تائیداً پس گلوے بریدہ اور رگ شریان کا نقش ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ درمیان مسجد تلاوت قرآن مجید کی آواز سننے میں آتی ہے اور کوئی تلاوت کرنے والا نظر نہیں آتا۔ اور ہر سال شب عاشوراء محرم نصف شب کے بعد ایک نور اس پتھر سے رونے کی آواز آتی ہے۔ اور روز عاشوراء آخر وقت (یعنی ہنگام عصر) اس نشان گلوے سے خون کے قطرے ٹپکنے شروع ہوتے ہیں اور پھر وہ خون میخند ہو جاتا ہے اور کسی کو یہ جرئت نہیں ہوتی کہ خون کو جمع کر لے خادم مسجد نے یہ بھی کہا کہ سالہا سال سے ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے فاضل معاصریان کہتے ہیں کہ جب ہم مسجد سے باہر آگئے تو ہم نے وہاں کے لوگوں دریافت کیا تو واقعہ کی تصدیق کی ہے

بعد از شہادت پسر فاطمہ حسین

داغ شہادتش بگرنگ آب کرد

حاصل کلام یہ ہے کہ لشکر ابن زیاد دینہاد نے حماتہ سے کوچ کیا اور شہر حمص پہنچا۔

منزل حمص۔

لشکر ابن زیاد منزل حماتہ سے شہر حمص پہنچا۔ اور وائی حمص کو خط لکھا کہ ہم کو قہ سے شام جا رہے ہیں اور ہمارے ساتھ سر حسین ابن علیؑ ہے ان کا محرم ہمارے قبوی میں تم ہمارے استقبال کو آؤ۔ شہر کو آراستہ کر دادر لشکر کے لیے طعام و غذا و پانی کا انتظام کرو۔ اس وقت امیر شہر حمص براء خالد بن شیط

تھا کہ شہر حمص میں حکومت کرتا تھا۔ اور ایک بھائی حمص میں عامل شہر تھا جب لشکر کا خط اس کو ملا۔ تو اس بد بخت نے استقبال کرنے کا حکم دیا۔ شہر آراستہ کیا گیا اور رنگ برنگ کے جھنڈے لے کر لوگ استقبال کے لیے نکلے۔ اور لشکر ابن زیاد نے مند و قول میں سے سربار شہداء نکال کر نیرول پر بلند کئے اور امام حسینؑ کا سر مبارک بھی بلند کیا۔ اہل حمص دروازے سے تماشہ سربار شہداء کے لیے جمع ہوئے لیکن جب ان کو یہ تحقیق ہو گیا کہ یہ اسیر ذریت پیغمبر اسلام ہے اور یہ سواد لاذنبی و حیدر کے بی اداسیروں میں دختران فاطمہ اور حسین کے ناموس ہیں تو ان لوگوں میں حمایت اہلبیتؑ کا ایک جوش پیدا ہو گیا۔ مرد و زن آواز دے کر نکلے گئے اور کہنے لگے و امصیتاہ کہ ان ملعونوں نے خاندان نبوت کو تباہ کر دیا۔ چونکہ لشکر ابن زیاد سے مقاتلہ کی طاقت نہ تھی پس اہل حمص نے ان پر سنگ پاری شروع کر دی اور ان پر لعنت ملامت کرتے تھے۔ اسی سنگ باری سے لشکر کو قہ کے چھ سو اور اصل جہنم کئے اور شہر پناہ کے دروازوں کو بند رکھا اور ان کا یہ نعرہ تھا یا قوم لا کفر بعد الایمان۔ کہ لے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار نہ کرو۔ ہم خولی بن یزید ملعون کو اصل جہنم کر کے دم لیں گے ہم سر امام مظلوم آزاد کرائیں گے تاکہ روز قیامت پیغمبر اسلام کی بیٹی جناب سیدہ کی شفاعت میں نصیب ہو۔ اور ہمارے شہر کو یہ فخر حاصل ہو چنانچہ نصاریٰ کے کینسے یعنی گرجا گھر کے جو خالد بن شیط کے پہلو میں تھا کے نزدیک اجتماع کیا۔ لشکر ابن زیاد نے اس لشکر سے جنگ و جدل کیا۔ مگر شہر حمص کے کسی دوسری دروازہ سے سربار شہداء اور اسیروں کو لے کر فرار کر گئے۔

منزل بعلبک۔ لشکر ابن زیاد ملعون نے شہر حمص سے کوچ کرنے کے بعد

جمعیت کے ساتھ مقابلہ کی نوبت نہ آجائے پس ان ملائین نے آل رسول کو راہ
بیراہ لے جانا پس نہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ محمدؐ کی ریت دگر د اور گرم ہواؤں
نے اسیروں کے چہروں کو متغیر کر دیا تھا۔ ساریاں تیزی سے اونٹ چلا رہے تھے
اور بے کجاوہ و محل اسیران کربلا سوار تھے جب اونٹ تیز چلتے تھے تو سیکینہ خاتون
اپنی چھوچی زینب خاتون سے کہتی تھیں کہ چھوچی اگر اونٹ آہستہ آہستہ چلتے
تو ہمیں اس قدر تکلیف نہ ہوتی۔ اے چھوچی اماں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ساریاں
ہمیں نہیں پہچانتے آپ ان کو اپنا تعارف کرائیں شاید ان کے دل میں رحم پیدا ہو
جائے۔ جناب زینب خاتون نے فرمایا اے بیٹی سیکینہ اگر ساریاں اونٹوں پر نگاہ
رکھیں تو البتہ خشکی کم ہو سکتی ہے لیکن اے بیٹی زینب کیا کرے لیکن جناب سیکینہ
آپ کو بہت پیاری تھیں، حضرت زینب نے ساریاؤں سے خطاب فرمایا۔

ان جدنا طہ وفاطمہ امہا

وعلی والدنا البطیق الانزاع

کہ میرے جد ماجد حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں کہ جن کو خداوند عالم
نے قرآن میں ناطہ کے نام سے یاد فرمایا ہے۔ میری ماں ناطہ زہرا سلام اللہ علیہا
ہیں۔ اور میرے پدر عالیقدر علی مرتضیٰ ہیں اور تم نے ہماری یہ حالت بتائی ہے
کہ لوگ ترکِ دین کی کنیزیں سمجھتے ہیں۔ واما علی بن الحسین السید العلیل مع
الصدرا العلیل ودمہ یسبل علی ابن الحسین۔ یعنی امام زین العابدین بیمار و ناتوان
ہیں و امیبتاہ ان کے پیارے مبارک اونٹ کے شکم کے نیچے باندھ دیتے ہیں۔ آپ
کی رانوں کے دھنوں سے خون ٹپکتا ہے۔ صحرای گم ہوا میں۔ طوق و زنجیر نے اور
بھی ٹنڈھال کر دیا ہے۔ وارد ہوا ہے کہ حضرت سجاد سجاد سے کسی نے سوال کیا کہ

شہر بعیک میں قیام کیا اور عامل شہر کو حکم دیا کہ استقبال کرے۔ یزید کی فتح
کی خوشی میں شہر کو آراستہ کیا جائے اور محفل رقص و سرود و منقہ کی جائیں۔
عاصم بن قیس اس منزل کا حال لکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ لشکر ابن زیاد کو شراب نوشی
اور خوشی و سرور کے علاوہ کوئی اور شغل نہ تھا۔ یہاں کے لوگ اہلبیت طاہرین کے
سخت ترین دشمن تھے۔ ان کی عظمت کے بھی منکر تھے۔ اور طرح طرح کی خلاف
دین باتیں کرتے تھے۔ جناب ام کلثوم سلام اللہ علیہا نے کسی سے دریافت کیا کہ
اس شہر کا کیا نام ہے کہ لوگ اس قدر بدین ہیں۔ جواباً لوگوں نے کہا کہ اس شہر کو
بعیک کہتے ہیں۔ پس جناب ام کلثوم نے نفرین کی اور فرمایا۔ یا د اللہ تعالیٰ حضور
وہذا عذاب اللہ تعالیٰ شر بہم و لا رفا یدای الظلمۃ عنہم الخ۔
یعنی کہ خداوند تعالیٰ اس شہر والوں کو کمزور اور پرانگندہ کر دے حاصل یہ ہے کہ اس شہر
والوں کو آبِ شیریں میسر نہ ہوا۔ اور اس قوم سے دستِ ظلم کوتاہ نہ ہوا۔

ناحصل بزبان عربیۃ از مؤلف کتاب ہے

الا لعن اللہ الذین تواذوا
ایا ساد فی یا آل بدت محمد
علی ظلم آل المصطفیٰ و تجمعو
بک صدد مستعصم متمم

روضہ خوانی مجالس عزرا

مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ ہم نے واقعاتِ منازل راہ شام پیش کر دیئے
لیکن گریز مجالس کا ذکر نہیں کیا اے شیخو شکر ابن زیاد ملعون ان منازل میں اسیران
آل محمدؐ کو مروہ شاہ راہوں سے نہیں لے گئے انہیں یہ خوف تھا کہ ایسا نہ ہو کہ
مروہ شاہ راہوں پر گزرتے ہوئے دستارِ آل محمدؐ متصادم نہ ہوں اور

آپ پر سخت ترین مصائب کس جگہ پڑے اور وہ کون سے مصائب تھے تو بیمار کر بلانے سوز دل سے تین مرتبہ کہا۔ الشام الشام الشام، سرنگے میا کہ نہ تھا اور گرد و خالص تھے لوگ بیسیوں کے نام لے کر بیٹھے تھے۔ پھر سائل نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کو کس طرح شام لے گئے۔ تو روایت حضرت امام جعفر علیہ السلام کہ آپ نے فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار محمد باقر علیہ السلام نے اس طرح بیان کہ میرے والد ماجد نے فرمایا کہ۔ حلتی علی عبیدی نطعم بغیر و طاء و رأس الحسین علی علم و نسوتنا خلق علی بغال فاکف والغارطة خلقنا و حولنا بالو ما ح ان دعت من عین احد قرع راسه بالدمع حتی اذا ادخلنا الح د مشق۔ مصائب اہلبیت طاہرین ہیں یہ ایک عجیب مصیبت ہے امام زین العابدین علیہ السلام و الحمد تو فرماتے ہیں کہ مجھے ایک لاغر اونٹ پر سواریا تھا نہ اس پر حمل تھی نہ ہو درج۔ برہنہ تھا۔ اور ہمارے اہجرم کو نبی زادیوں۔ فاطمہ کی بیٹیوں اور بچوں اور ناموس المہینوں کو خچروں پر سواریا تھا۔ یہ سب میرے اونٹ کے عقب میں تھے۔ امام زین العابدین علیہ السلام کے اس ارشاد گرامی میں ایک لفظ والغارطہ ہے۔ اس سے مراد ہے کہ وہ لوگ کہ جو نیزہ کی طرف سے پاس بان مقرر کئے گئے تھے اور یہ ملعون کے ہوا خواہ تھے وہ سب کے سب ہم ظلم و ستم کرتے ہیں ایک دوسرے پر سبقت کر رہے تھے۔ ہم اس حالت میں دمشق پہنچے۔

مقتل جوانی مختلف کی طرف منسوب ہے اس کے ایک نسخہ میں ہے کہ شکر ابن زیاد ملعون بلبک میں رات بسر کی تو وہ سب کے سب نشہ شراب میں مخمور تھے اور پھر وہاں سے کوچ کر کے عصر کے ہنگام تک صومعہ راہب

پہنچے۔

واقعہ صومعہ راہب

جب شکر ابن زیاد ملعون نزدیک صومعہ راہب پہنچا تو اس جگہ پڑاؤ والا سر ہار شہداد صومعہ سے ایک طرف رکھے اور دوسری طرف اسیران اہلبیت طاہرین کو جگہ دی۔ اور خود شکر دسے عشرت و سرور میں مشغول ہو گئے۔ اور اہلبیت اہلدار گریہ و زاری کرنے لگے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی یتیم بیٹیاں کبھی گریہ و زاری کرتیں اور کبھی پدر بزرگوار کی لاش کو دفن کرنے کی بابت خیال کرتیں مگر جیسو تھیں کس طرح دفن کرتیں کتاب مقتل میں ہے فلما عسعس الليل سمع الراہب دویا کدی الرد و تسبیحا و تقدیسا۔ یعنی جب تلک کی شب زیادہ ہوگی تو راہب نے تسبیح و تقدیس کی آواز سن۔ اور وہ آواز کڑک دار تھی پھر ایک نور پیدا ہوا۔ کراس سے عالم منور ہو گیا اور اس کا پر تو صومعہ پر پڑا اور صومعہ میں نور پھیل گیا۔

فاطمہ الراہب راسه من الصومعة یعنی کہ راہب نے اپنا سر صومعہ سے باہر نکالا۔ دیکھا کہ جس نیزہ پر سر بریدہ بلند ہے اس سر سے نور ظاہر ہو رہا ہے۔

قد لحق النور لعنان السماء اس سر مطہر کا نور قتل عمود نور آسمان تک بلند ہے راہب نے دیکھا کہ آسمان کے دروازہ کھلا ہوا ہے اور یہ شمار فرشتے اس دروازہ سے زمین پر نیزہ کے نزدیک نازل ہو رہے ہیں۔ اور سر مطہر کو مخاطب کر کے سلام کرتے ہیں السلام علیک یا بن رسول الله السلام علیک یا ابا عبد الله راہب نے جب یہ شان دیکھی تو اسے یقین ہو گیا کہ یہ سر مطہر بادشاہ دین و دنیا کا ہے۔ اپنے صومعہ سے باہر آیا۔ لشکر کے اور لوگوں سے دریافت کیا من زعيم القوم۔

کہ تھا راہب بزرگ کون ہے۔ لشکریوں نے بتلایا کہ خولی بن یزید ملعون راہب نے خولی بن یزید سے دریافت کیا کہ سر کس بزرگ کا ہے۔ اس نے کہا یہ حسین بن علی کا سر ہے اور رسول خدا کا نواسہ ہے۔ اس کی ماں فاطمہ زہرا دختر رسول ہے۔ راہب نے کہا تباہ کنک و لما جئتم فی طاعة۔ وای ہو تم پر کہ تم نے اپنے پیغمبر کے نواسہ کو قتل کر دیا۔ اور پھر بھی تم اطاعت رسول خدا کے مدعی ہو۔ راہب نے کہا کہ ہمارے علماء نے خبر دی ہے کہ جب مسلمان اپنے نبی کے نواسہ کو قتل کریں گے تو آسمان سے خون برسے گا۔ میں نے روز عاشورا عسقلان سے خون کے قطرے گرتے ہوئے دیکھے ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ یہ وہی رسول خدا کا سر ہے۔ اب میں تم سے ایک درخواست کرتا ہوں کہ ایک ساعت کے لیے یہ سر مبارک مجھے دیدو۔ اور وقت کوٹھ مجھ سے واپس لے لینا۔ خولی ملعون نے سر دینے سے انکار کیا اور کہا کہ اس سر کو یزید بن معاویہ کو پیش کرنا ہے۔ تاکہ میں اکرم و انعام ملے۔ راہب نے کہا یزید جس قدر درہم و دینار دے گا اس قدر جائزہ میں دینے کو تیار ہوں۔ چنانچہ خولی راضی ہو گیا اور راہب نے حسب خواہش خولی درہم و دینار حاضر کئے۔ سر مہر نیزہ سے اتار کر راہب کو دیا۔ جب سر مہر امام حسین راہب کو ملا تو راہب رونے لگا اور کہا یعز و اللہ علی یا ابا عبد اللہ ان لا واسیك بنفسی اے فرزند رسول خدا مجھ پر بہت گران ہے اگر میں اپنی جان آپ پر قربان نہ کروں۔ میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ مجھے آپ درجہ شہادت عطا فرمایں تاکہ میں شہیدان کربلا میں مشہور ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے کلمہ شہادت ابن زیاد سے ادا کیا۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ و احد لا شریک لہ وان محمد اصی اللہ علیہ والہ رسول اللہ وان

علیاً ولی اللہ و انک الامام۔ اس کے بعد راہب نے سر مہر خولی کو دے دیا اور اپنی نگاہ اٹھا کر موضع کی طرف دیکھا۔ خولی ملعون اور اس کے ساتھیوں نے وہ درہم و دینار جو راہب نے دیئے تھے آپس میں تقسیم کئے۔ بعدہ دیکھا کہ وہ مٹی کے ہو گئے ہیں اور ان پر تحریر ہے سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ یہ دیکھ کر لشکر کے لوگ حسرت میں رہ گئے مگر خولی بد نہا دنے کہا کہ اس معاملہ کو چھوڑو اس نے دیاں سے کوچ کیا اور عسقلان میں پڑاؤ ڈالا۔

منزل عسقلان اور ضریر خزاہی کا حمایت اہلبیت

اہلہار میں خروج

علامہ مرحوم اپنی کتاب ریاض الاحزان میں فرماتے ہیں کہ ابی مخنف اور دیگر صاحبان مقاتل نے منزل عسقلان کا ذکر نہیں کیا ہے۔ ممکن ہے کہ اس منزل کا تذکرہ سہوانہ گیا ہو۔ البتہ ابن شہر آشوب کتاب مناقب میں تحریر کرتے ہیں کہ عسقلان ایک جگہ ہے کہ اس کو مشہد الرأس کہتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ سر مہر امام حسین علیہ السلام اس شہر میں لایا گیا ہے اسی وجہ سے سر مہر کی طرف اس کو نسبت ہے اور مشہد الرأس الحسین کے نام سے موسوم ہے مناقب کے علاوہ معین الدین نے بھی کتاب روضۃ الشہداء میں مشہد الرأس الحسین کا ذکر کیا ہے اور خصوصی طور پر لکھا ہے کہ لشکر ابن زیاد نے ملعون عسقلان میں بھی منزل کی ہے اور واقعہ ضریر خزاہی کو اس شہر کے حالات میں مفصلاً اور تشریحاً لکھا ہے واقعہ عسقلان یہ ہے کہ۔

روقتہ الشہداء میں مسطور ہے کہ لشکر ابن زیاد اسیران اہلبیت طاہرین کو شہر عسقلان میں لایا ہے و عسقلان مدینہ بالشام یعنی عسقلان شام کا ایک شہر ہے۔ ہی عروس الشام یہ شہر شام میں بہت خوبصورت حیثیت رکھتا ہے اسی لیے اس کو عروس شام کہتے ہیں۔ کما فی الصحاح و فی القاموس انہ بلد بالساحل الشام بحجة النصارى و کیفہ کات یعنی کہ جیسا کہ صحاح اور قاموس میں ہے کہ شہر ساحل شام پر واقع ہے اس شہر کا عامل یعقوب عسقلانی تھا اور وہ شام کے امیر لوگوں میں سے ایک تھا۔ اور یعقوب عسقلانی کربلا میں جنگ حضرت امام حسینؑ میں موجود تھا اور اپنا لشکر لے کر واپس چلا گیا تھا۔ جب اپنے شہر کے نزدیک پہنچا تو اس نے حکم دیا کہ شہر کو آراستہ کیا جائے اور اہل شہر عمدہ اور فاخرہ لباس پہنیں۔ اور خوشی و سرور کا اظہار کریں۔ اور فتح یزید کا جشن منائیں۔ چنانچہ شہر آراستہ کیا گیا اور بل و دف بجائے گئے محافل شراب منقذ کی گئی۔ یہاں تک کہ اسیران کربلا کا داخلہ ہوا۔ اس وقت شہر عسقلانی میں یزیدی ہوا خواہوں میں حزن منایا جا رہا تھا اور موالیان اہلبیت طاہرین میں صدمے ماتم و زوہ بلند ہو رہی تھی۔ اسی دوران ایک شیعہ مسافر بھی عسقلان وارد ہوا تھا۔ وہ شور و غل سن کر اپنی منزل سے باہر آیا۔ و دای الخلائق یستبشرون ویتضا حکون ویرن فوجا فوجا لوگوں کو دیکھا کہ خوش خوش گروہ درگروہ رقص و سرود میں مشغول ہیں اور یزید پلید کی فتح کے ترانے گارہنے ہیں۔ مزیر خزامی نے کسی سے دریافت کیا کہ شہر کو آراستہ کس لیے کیا گیا یہ خوشی کیسی ہے اس سے جوابا کہا کہ تو مسافر معلوم ہوتا ہے واقعہ یہ ہے کہ یزید کے خلاف عراق میں بغاوت ہوئی تھی اس کو شامی اور کوئی لشکر نے قتل کیا

ہے۔ مزیر خزامی نے سوال کیا کیا وہ مسلمان تھا یا مشرک و کافر۔ اس پر مزیر کو جواب دیا کہ وہ نہ مشرک تھا نہ مسلمان بلکہ معاذ اللہ باغی تھا۔ اور یزید علم سکین پر خروج کیا تھا اور اس کا دعویٰ تھا کہ میں یزید سے بہتر ہوں۔ یزید کا یہ دعویٰ تھا کہ میں بہتر ہوں۔ وہ یہ کہتا تھا کہ میرے نانا رسول خدا ہیں میرے بابا علی مرتضیٰ امام محمدی اس میری ماں فاطمہ زہرا دختر رسول خدا ہیں۔ میرے بھائی حسن مجتبیٰ ہیں جو صلح کل ہیں۔ یزیدی فروغ نے معاذ اللہ اس باغی کو قتل کیا ہے اور ابن زیاد کا لشکر شہیدوں کے سر اور اہل حرم کو اسیر کر کے دمشق لے جایا ہے میں۔ مزیر خزامی نے جب یہ سنا تو کلیجہ شق ہو گیا و امصیتاہ۔ آنکھوں سے اندھیرا چھا گیا حسینؑ قتل ہو گئے۔ اس دروازہ دمشق کی طرف دیکھا کہ جس کے قیدیوں کا قافلہ داخل ہونے والا تھا بے پناہ آردھام نظر آیا۔ اذا قیدت الاریات وارتفعت الاصوات وجاء بادرؤس و السبایا علی و کاف البعال و عتاب المطایا۔ علم کھٹے ہوئے آگے آگے تھے نیزوں پر سر براء شہداء اکبر الانصیب تھے۔ اور ان کے عقب میں اسیران خستہ حال۔ بال پریشان سر کھٹے ہوئے نبی زادیاں اور بحجم علم۔ اور ایک ناقہ عربیان پر سید سجاد علیہ السلام۔ اونٹ کے شکم سے قدم ہا مبارک بندھے ہوئے گلے میں لٹوق۔ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں مزیر خزامی آگے بڑھا اور سید سجاد کو سلام کیا اے آقا و مولیٰ میرا سلام قبول فرمائے۔ مزیر خزامی کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور ادھر امام زین العابدین علیہ السلام گریہ فرما رہے تھے۔ آپ نے اس کو سلام جواب دیا پھر دریافت کیا کہ اے جوان تم کون ہو۔ کہ اس بیکس و مظلوم کو سلام کر رہے ہو۔ جب کہ سب لوگ خوش ہیں اور تم درد رہے ہو۔ مزیر خزامی نے صرف اتنا کہا کہ کاش میں مردہ ہوتا اور یہاں

نہ آتا دفتر ان فاطمہ اسیر ہیں اور میں دیکھ رہا ہوں۔ میں مسافر بھی ہوں تنہا بھی ہوں
امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا اے جوان میں تم سے بڑے محبت محسوس
کر رہا ہوں ضریر خزاہی نے عرض کیا مولیٰ کوئی خدمت کرنے کا موقعہ رحمت فرمائیے
آپ نے فرمایا کہ سربراہ شہداء پر کلان شخص موکل ہے اس کی طرف اشارہ کر کے
فرمایا کہ اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ سربراہ شہداء کو اہل حرم کے اونٹوں سے دور لے
جائے تاکہ تماشائی لوگ سرول کے دیکھنے میں مشغول ہوں اور نبی زادیوں پر نظر نہ
پڑے ضریر نے عرض کیا مولیٰ ابھی جاتا ہوں چنانچہ ضریر اس کے پاس گئے
اور اس کو ہتھیاس دینے لگے اور کہا کہ سربراہ شہداء کو اسیر دل کے اونٹوں سے
دور لے جا بعد کے ضریر خزاہی امام علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کوئی
اور حکم ہو تو ارشاد فرمائیں ہمارے بیمار امام علیہ السلام نے فرمایا ضریر اگر ہو سکے تو
کچھ چادریں لا دو تاکہ اہل حرم اپنا سر ڈھانپ سکیں۔ ضریر گئے اور چادریں لائے۔
سید سجاد کے لیے عمامہ جیتے لائے۔ اور پیش کیں کہ بازار میں شور و غل برپا ہوا۔
ضریر نے نظری دیکھا کہ شمر ولد الحرام نشہ شراب میں مست، سنگ ناپاک کی سورت
میں آ رہا ہے۔ اور کہہ رہا ہے کہ خوشیاں کرو۔ بعض ناروا الفاظ بھی امام علیہ السلام
کے بارے میں کہے۔ ضریر سے ضبط نہ ہو سکا آگے بڑھے اور اس مردود کے
گھوڑے کی لجام تھام کی اور کہا اے شمر نیزہ پر کس کا سر بلند ہے کیا تو حسین کے
نانا کا کلمہ نہیں پڑھتا۔ بد سخت تو نے آل رسول کو تباہ و برباد کر دیا۔ نبی زادیوں
کو اسیر کیا ہے۔ لوگ تماشادیکھ رہے ہیں تجھے خوف خدا نہیں ہے۔ جب شمر
ملعون نے ضریر کا کلام سنا اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا کہ ضریر پر حملہ کریں۔ کوئی
لوگوں نے ضریر خزاہی پر حملہ کیا۔ اور وہ بے ادب لوگ سنگ سنگ باری کرنے لگے۔

اور ادھر ضریر نے بھی حملہ کیا۔ شور و غل برپا ہوا۔ ان ملعونوں نے اس قدر سنگ باری
کی کہ ضریر ان میں حب گئے۔ اور لوگوں کو یقین ہو گیا کہ یہ شہید ہو گیا ہے مگر ضریر
خزاہی اسی حالت میں اٹھے اور تھوڑے سے فاصلہ پر کچھ مسلمان کے مزارات
تھے اور لوگ زیارت کر رہے تھے ضریر وہاں پر پہنچے دیکھا کہ یہاں پر لوگ برہنہ
سز گریبان چمک ماتم و نوہ کر رہے ہیں۔ ضریر نے اس قوم سے پوچھا کہ کیا بات
ہے کہ تم ماتم کر رہے ہو۔ لوگوں نے کہا اے جوان ہم دوستداران آل رسول
ہیں اگر تو بھی ان کا محب و دوست ہے تو شریک ماتم مہار دینے یہاں سے
پہلے جا۔ ضریر نے اپنا سارا ماجرا سنایا اور کہا کہ میں تو دوستداران محمد ہوں یہ
کہہ کر سن پر گریہ طاری ہو گیا۔ اپنے ارادہ میں مضبوطی پیدا کی اور سامان حرب
خرید کیا کہ خروج کریں۔ صاحب روضۃ الشہداء نے اس کے بعد کے حالات علیحدہ
منضبط کئے ہیں اگر ضریر خزاہی نے خروج کیا ہوگا تو اسیران کربلا کے کوچ کرنے
کے بعد تاکہ حرمت و تقدیس اہلبیت اطہار دشمنوں کے ہاتھوں ضائع نہ ہو۔
العلم عند اللہ۔

یزید ملعون کو اسیران کربلا کے شام پہنچنے کی قبل از داخلہ

دمشق خبر ملنا

علامہ مرحوم کتاب الیاض الاحزان میں فرماتے ہیں کہ فلما قرب خیل
الکوفان من الدمشق بعد علی المراحل نزلوا منزلا الى دمشق اربعة فراسخ۔
جب کو قہ و شام کا لشکر سر امام حسین علیہ السلام کو لے کر اور اہل حرم کو اسیر کر کے دمشق آ رہا

تھا تو ابھی دمشق چار فرسخ کے فاصلہ پر تھا کہ درود اہلبیتؑ اظہار کی خبر یزید کو پہنچ گئی تھی مگر پھر بھی لشکر ابن زیاد کے امیر نے یزید کو نامہ تحریر کیا اور سرباز شہداد کے پہنچنے کی خبر تحریر کی۔ کتاب منتخب میں ہے کہ لشکر ابن زیاد کا قاصد یزید کے پاس پہنچا تو اس وقت یزید کے سرخس پر رومال بندھا ہوا تھا اور وہ گرم پانی کے ایک طشت (یعنی ٹب) میں بیٹھا ہوا تھا کیونکہ وہ اعصابی درد میں مبتلا تھا اور طبیب نے گرم پانی میں بیٹھنے کی اس کو ہدایت کی تھی بنی امیہ کی ایک جماعت بھی اس وقت موجود تھی کہ قاصد دروازہ سے داخل ہوا اور کہا کہ اس الحسینؑ سے تیری آنکھیں روشن ہوں۔ یزید بد نہاد نے کہا کہ تیری بھی آنکھیں روشن ہوں ابی مخنف کی طرف منسوب مقتل ہی ہے کہ قاصد نے باواز بلند یہ کہا کہ تیری آنکھیں روشن ہوں یزید ملعون نے لوگوں میں یہ کہا کہ میں اس خبر سے خوشحال نہیں ہوں اور قاصد کو زندان بھیج دیا پھر یزید نے طبیب کی طرف توجہ کی اور کہا جو کچھ علاج کرتا ہے جلدی کرو۔ طبیب کے جانے کے بعد یزید ملعون نے اڈا ابن زیاد کا خط پڑھا۔ اور جو مصیبتیں سلام حسینؑ پر پڑیں ان کا بغور مطالعہ کیا اور انگشت بدندان ہو کر کہے لگا کہ جو کچھ ابن زیاد نے کیا ہے وہ میری اجازت سے نہیں کیا۔ اس نے خود امام حسینؑ کو قتل کیا ہے اور اہلحرم کو اسیر کیا ہے۔

حاضر بنی مجلس یزید نے جب نامہ پڑھا تو کہنے لگے کہ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو بہتر تھا۔ ہذا ما کسبت ایدیکہ حاصل کلام یہ ہے کہ ابن زیاد بد نہاد نے اس نامہ سے پہلے ہی یزید کو اطلاع دیدی تھی مگر یزید نے اس کو ظاہر نہیں کیا۔ علاوہ ازیں جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ابھی دمشق چار فرسخ کے فاصلہ تھا کہ یزید کے

خصوصی کارندوں نے اہلبیتؑ اظہار کے اسیر ہونے کی خبر دیدی تھی بہر حال جب یزید کو نامہ ملا تو اس نے حکم دیا کہ شہر دمشق آراستہ کیا جائے۔ قتل حسینؑ کی خوشیاں منائی جائیں۔ اور خود یزید کی تاج پوشی کی جائے پناہ جبہ دمشق شہر سجایا گیا۔ گلی کو چہرہ تماشا یوں سے بھرے ہوئے تھے۔ لوگ فافرو باس زیب تن کئے ہوئے تھے اور اس آرائش سے اہل دین شرمندہ ہوئے تھے۔ دین اسلام پر مردہ پور ہا تھا۔ شریعت رسول خداؐ کے نقوش مٹ رہے تھے۔ قرآنی احکام پس پشت ڈال دیئے گئے تھے۔ اور یزید شاہنشاہ بنا ہوا تھا اہل شام سے حقیقت کو چھپایا جا رہا تھا۔ بہت کم لوگ ایسے تھے کہ جنہیں قتل امام حسینؑ کا علم ہو۔

اسیران اہلبیتؑ کا شام میں داخلہ اور ہجوم عام

مصنف کامل التقیفہ کہتے ہیں کہ قریب قریب پانچ لاکھ مرد و زن تماشا ئی موجود تھے بیرون دروازہ شام لوگوں کی کثرت اور محشر کا سماں پیش کر رہی تھی۔ اسی دوران اسیران کربلا اوتلوں پر سوار نمودار ہوئے۔ مخدرات کے سر برہنہ تھے بالوں پر گرد پڑی ہوئی تھی گویا چادر گرد پرودہ کر رہی تھی شامی لوگوں نے شور مچایا کہ باغی و خارجی (معاذ اللہ) آگئے۔ اس وقت اہلبیتؑ اظہار میں رونے کی آواز بلند ہوئی۔ اس وقت جناب زینبؑ خاتون نے نجف کی طرف رخ کر کے فریاد کیا بابا علی آپے۔ مزار سے نکلتے اور دیکھتے کہ آپ کی بیٹی زینبؑ کس طرح قیدی بنائی گئی ہے۔ اور سب زیادہ ظلم کی بات یہ تھی کہ شامی لوگ آل رسولؐ کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہہ رہے تھے اور ہمارے بیمار امام زین العابدینؑ سن رہے

تھے - وسیعہ الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون سے

شخصی سوال کرد زیمہ رکبلا
کای بکلام کو قہ دای داغدا شام
جور کلام و رطہ شمارا عظیم تر
آہی کشیدہ گفت کہ داد از جفا

کسی شخص نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے سوال کیا کہ اے بکلام میداد کو فیاں اور اے گرفتار مصیبت شام - تم پر جو ظلم و ستم ہوئے ہیں اور تمہاری شہادت عظیم تر ہے آپ نے ایک آدمی کو بھری اور فرمایا کہ جفا شام کی داوچا بتا ہوں - حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا حمدنی علی بیعو و طاء و در اس

الحسین علی علم و نسوتنا خلفی علی بقال فا کف یعنی کہ مجھے ایک لاغر برہنہ اور پیرسوار کیا تھا - اور میرے بابا کا سر مطہر ایک نیزہ پر بلند تھا - اور مخدرات حرم خچروں پر سوار کی گئی تھیں ہمارے چاروں طرف لشکر این زیاد کے لوگ تھے - ہم اس طرح داخل دمشق ہوئے - رسید کہتے ہیں کہ جب امیران کربلا نے یہ مشورہ دیا دیکھا تو جناب ام کلثومؓ نے شمر ملعون کو بلایا فقال علیک حاجۃ فرمایا کہ اے شمر میں تجھ سے ایک حاجت بیان کرتی ہوں شمر نے کہا بتاؤ کیا حاجت ہے آپ نے فرمایا ہمیں ایسے دروازے سے داخل کر کہ جہاں تماشا ٹائی کم ہوں -

اور ان سرہاد شہداد کو ہم سے دور کر دے تاکہ لوگ سروں کے دیکھنے میں مشغول ہوں ہم اولاد پیغمبر خدا ہیں جب لوگ دیکھتے ہیں تو ہمیں بے مددہ ہوتا ہے - لیکن اس ملعون نے نہ مانا - اور سرہاد شہداد اونٹوں سے جدا نہ کئے - کتاب منتخب میں ہے کہ سہل بن سہل شہر زور علی روایت کرتا ہے کہ میں اپنے شہر زور سے بیت المقدس کی زیارت کی غرض سے نکلا - وہ ایام قتل امام حسینؑ تھے -

جب شام پہنچا تو میں نے ایک اردھام دیکھا - شہر کو آراستہ دیکھا - اور تماشا ٹائی لوگ باس فاخرہ پہنے ہوئے تھے میں کسی سے سوال کیا کہ یہ آرائش شہر کیسی ہے - مجھے بتلایا کہ (معاذ اللہ) کسی خارجی نے کہ جس کا نام حسین ابن علی ہے یزید خروج کیا تھا - وہ قتل ہو گیا اب اس کا سر اور اس کے اہلیت داخل دمشق ہوئے ہیں - جس کی خوشی میں شہر آراستہ ہوا ہے - سہل نے جب نام حسین ابن علیؑ سنا تو بے ساختہ کلمہ استرجاع یعنی انا للہ وانا الیہ راجعون زبان ہوا کیا اہر کہا کہ قتل فرزند رسول خدا پر یہ خوشی کا مظاہرہ ہے اسی اثنا میں شہداد کے سرہاد مبارک داخل دروازہ دمشق ہوئے - سہل کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ سرہاد حسین علیہ السلام آگے آگے اور آپ کے سر کے ساتھ حضرت قمر بنی ہاشم عباس علمدار کا سر مبارک داخل ہوا - چہروں سے جلالت و نور ظاہر ہو رہا تھا - جب میں نے سر مبارک امام حسینؑ دیکھا تو طاقت و تاب صیر نہ رہی میں نے اپنے مونہ پر طمانچہ مارے و احینہ کہہ کر رونے لگا - اپنے گریبان کو جاک کر دیا - قریب تھا کہ مدد سے میری روح نکل جلتے - میں نے عالم تصور میں روح پیغمبر خدا سے خطاب کیا یا رسول اللہ آپ کی بیٹیاں قیدی ہو کر شام آئی ہیں پھر میں نے پکارا ابن علی ابن ابی طالب - کہ علی کہاں ہیں مولاد کو آئیے - میں گریہ و زاری کرتا رہا مگر چونکہ بہت زیادہ لوگ تھے وہ میری طرف متوجہ نہ ہوئے اور سرہاد مبارک کے دیکھنے میں مشغول رہے اسی اثنا میں محل جناب زینب خاتون گزرا - میں آگے بڑھا اور کہا السلام علیکم یا اهل البیت محمد ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ان مخدہ نے جواب سلام دیا - اور فرمایا اے عید خدا تو کون ہے کہاں کا ہے والا ہے کہ اس شہر میں تو میں سلام کر دیا ہے میں نے عرض کیا اے خاتون عصمت

میں شہر زوری کیا شہزادہ ہوں اور سہل میرا نام ہے اور میں خدمت حضرت رسول خدا میں رہا ہوں۔ اس وقت جناب زیتب نے فرمایا اے سہل دیکھتا ہے کہ اس قوم نابکار نے ہمیں کس طرح ذلیل و رسوا کیا ہے۔ میں نے عرض کیا اے خاتون عصمت کوئی کام ہو تو فرمائیے۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ سارے بالوں سے کہہ کر سر ہار شہداء۔ محفلوں سے علیحدہ رکھیں تاکہ تماشائی لوگ سروں کے دیکھتے ہی مشغول ہوں اور ہمارا پردہ رہ جائے۔ سہل کہتے ہیں کہ میرا ساقی نصرانی تھا میں اسے اس سے ذکر کیا اور ہم دونوں نیزہ دار کے پاس گئے۔ او اس سے درخواست کی کہ سر اسیروں سے علیحدہ لیجائیے۔ مگر وہ بد نخت راضی نہ ہوئے بلکہ ہمیں گالیاں دیں۔ میرے رفیق نصرانی کی نظر امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک پر پڑی۔ اس کے دل پر ایک خاص اثر ہوا۔ اس نے دیکھا اور سنا کہ سر مطہر امام مظلوم نے اس آیت کی تلاوت کی ولا تحسبن الله غافلا عما یعمل الظالمون توفیق ایزدی اس کے شامل ہوئی وہ متقلد سیف و شہ علی القوم ایک تلوار خون نشان اس کی کمر سے بندھی ہوئی تھی۔ چونکہ وہ مظلومی اسیران کربلا دیکھ چکا تھا اور سر مبارک کا تلاوت قرآن کرنا دیکھ چکا تھا۔ اس نے باوازد بلند کلمہ شہادت اپنی زبان پر جاری کیا کہ اشھدان لا الہ الا اللہ و اشھدان محمد رسول اللہ کہہ کر مشرف باسلام ہوا۔ ثناء انتضی سیفہ و شد علی القوم۔ تلوار نیام سے نکالی اور شامیوں پر حملہ کر دیا۔ اور ایک جماعت کو زخمی کیا اور کچھ لوگ واصل جہنم گئے۔ اس وقت ایک بڑا ہجوم اس پر آپڑا۔ اور نصرانی تارہ محب آل رسول زخمی ہو کر زمیں پر گرا۔ اور اس کا سر اونٹوں کے پیروں تلے کچل گیا۔ اور روج جنت کو پرواز کر گئی۔ ام کلثوم نے کسی دریافت

کیا کہ کیا ماجرا ہے جواب ملا کہ ایک نصرانی سر سید الشہداء دیکھ کر متاثر ہوا وہ مشرف باسلام ہوا اور اسیروں کی حمایت میں جہاد کیا اور اونٹوں کے پیروں تلے آکر شہید ہو گیا۔ اس وقت جناب ام کلثوم نے فرمایا اے بے حیا قوم نصرانی تو حرمت اولاد رسول خدا کرے اور تم تماشا بن رہے ہو۔ علامہ مجلسیؒ بحار میں یہ واقعہ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سہل نے کسی سے سوال کیا کہ اسیران کربلا کس دروازے سے داخل ہو گئے۔ کسی نے کہا کہ باب الساعات سے داخل ہوں گے۔ مرحوم علامہ کتاب ریاض الاحزان میں فرماتے ہیں کہ شام میں اس نام کا دروازہ نہیں ہے بلکہ اس دروازہ کا نام دردار اللامۃ ہے چونکہ اس دروازہ پر اہلبیت طاہرین میں گھنٹہ کھڑے ہے ہیں پس یہ دروازہ باب الساعات مشہور ہو گیا۔ بلکہ باب جیرون باب خیزران سے گزرنے کی خبر بھی پائی جاتی ہے۔ مقل ابی مخنف میں باب البجایہ کا نام آتا ہے کتاب تیرنداب میں زہری سے منقول ہے کہا کہ جب اسیران اہلبیت الطہار اور سر ہار شہداء داخل دروازہ ہوئے تو یزید ملعون دروازہ جیران پر بیٹھا ہوا تماشائی اہلبیت دیکھ رہا تھا اس وقت ایک نراغ (کوٹا) نے بلند آواز میں ثناء چھایا جسے یزید پلید نے فال بد تصور کیا۔ اور پھر یزید نے اس مضمون پر مبنی اشعار انشاء کئے کہ اے غراب (نراغ) کوٹا کیا فریاد کر رہا ہے کیا شور مچا رہا ہے۔ اور کس لیے توڑتا ہوا آیا ہے میں نے اپنا کام خود بنایا ہے یعنی حسینؑ فرزند رسول خدا کو قتل کر لیا ہے۔ اور اس نے اس طرح اپنے دل سے اس غصہ کو دور رکھا ہے کہ محمدؐ عربی نے میرے اجداد کے سر کاٹے ہیں۔ گویا محمدؐ کا قہر میرے ذمہ تھا کہ اُسے ادا کروں اور اس کی اولاد کے سر قطع کروں دین وہ قہر

ہے کہ جس کے ادائیگی کے لیے وقت مقرر ہو یعنی کہ یزید وقت کا منتظر تھا کہ وہ تخت خلافت پر بیٹھے اور آل رسول کو تباہ و برباد کرے۔

اشعار عربیہ میں ہے

لما بدت تلك الرؤس واشترقت تلك الشمس على ربي جيون
لعب الغراب فقلت صحام لا نصحر فلقد قضيت من النبي ديون
إل دلا کے لیے یہ اشعار مرتبہ ہیں جسے جناب ام کلثوم نے پڑھا اور علامہ مجلسی نے نقل کیا ہے۔

تهدى سبأيا كربلا الى الشام والبلد
قد انتقلن بالدماء ليس لهن فاعل
الى يزيد الطاغية معدن كل و ابيته

شام میں درود اہلبیت اہل ہار اور صدر دروازہ مسجد پر
حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا ایک شامی برگ

کے ساتھ احتجاج

شیخ مفید علیہ الرحمۃ اور ابن نما فرماتے ہیں کہ حبیب السیران اہلبیت قریب دمشق پہنچے عبداللہ ربیع حمیری کہتا ہے کہ میں یزید کے پاس موجود تھا کہ زہر بن قیس ملعون قہر یزید کے دروازے داخل ہوا اُس نے دریافت کیا اے عبداللہ بن ربیع ما ورائک وما عندک تیرے نزدیک کیا خبر ہے یعنی کوئی خبر ہو

تو بیان کر۔ اس ملعون نے کہا کہ اے یزید تجھے حسین پر فتح و کامرانی مبارک ہو کہ حسین نے اٹھارہ جوانان ہاشمی اور ساٹھ اصحاب و انصار ہمارے مقابل ہوئے اور سب قتل ہو گئے۔ اور ان کے سر ہاں بریدہ ہم یہاں لائے ہیں اور ان کے لاشے بے گور و کفن۔ خون میں غلطان ریگ کربلا پر پڑے ہیں۔ دن کی دھوپ لاشوں پر پڑتی ہے اور صحرا کی گردان کا کفن بنی ہوئی ہے۔ اور اسیران کربلا و سر ہاں شہداء تین دن سے یہاں سے چار فرسخ کے فاصلہ پر پھہرے رہے اور روز چہار شنبہ۔ پندرہ ربیع الاول کہ مدت دو ماہ چھ روز ہوتی ہے کہ حسین علیہ السلام شہید ہوئے تھے۔ اب وہ دار دہشہر ہوئے۔ میں کتاب کامل السقیفہ میں مروی ہے کہ تین دن شہر شام آراستہ کیا گیا یاں وجہ داخلہ اہلبیت میں تاخیر ہوئی۔ اور حبیب دربار یزید میں تمام درباری، اموی علماء نصاریٰ جمع ہو گئے تو جیسا کہ مقل ابنی مخنف میں ہے کہ سر ہاں شہداء کربلا باب حیران سے داخل کئے گئے۔ سہل کہتا ہے کہ میں بھی ان لوگوں میں موجود تھا کہ جو وہاں پر جمع تھے میں نے دیکھا کہ ۹۹ علم دروازے سے شہر میں وارد ہوئے جن پر شہداء کے سر ہاں مبارک تھے اور ان کے عقب میں اسیران کربلا تھے اور سر بریدہ امام حسین علیہ السلام ایک طویل۔ یعنی کہ میں ہی طویل نیزہ والا ہوں کہ جس پر سر امام حسین ہے۔ اس وقت حضرت ام کلثوم نے فرمایا کہ اے دشمن خدا تو اس پر فخر کرتا ہے حسین کہ جن کا سر تو بلند کر رہا ہے وہ ہیں کہ حیرت ل نے ان کا گہوارہ بھلایا ہے۔ اور میکائیل لوریاں دیا کرتے تھے حسین کا نام قائم عرش پر کندہ ہے۔ حسین کے نانار رسول خدا میں اور ماں فاطمہ زہرا بنت رسول خدا ہیں سر امام حسین کے بعد حضرت علی اکبر کا سر مبارک تھا۔ پھر حضرت عباس علم

تھا اور آپ کا سر جس نیزہ پر نصب تھا اس کو قسم یعنی معون اٹھائے ہوئے تھا۔ اس کے ساتھ سرخون تھا۔ نیزہ دار سنان بن انس نخعی تھا اور اصحاب یاور و انصار کے سر بڑا بڑیدہ میں آگے آگے نیزہ پر حضرت حُربین یزید رباحی کا سر تھا۔ اور اس کا نیزہ اٹھانے والا شمر و لہ الحرام تھا اور ابن زیاد کے دار نے جناب حضرت شہید کے کان میں ایک رقعہ لٹکایا تھا اور اس رقعہ میں جناب حُر کا انشاء کیا ہوا قصیدہ تھا جس میں حُرب نے بنی امیہ، یزید بن معاویہ اور ابن زیاد کی قدر دی اور نظم کی تھی اور مدح حضرت فاس آل عبا فرزند رسول خدا حضرت امام حسین علیہ السلام نمایاں طور پر تھی۔ یہ رقعہ اس لیے تھا کہ یزید اس کو دیکھے تو آل رسول کے خلاف جذبہ عداوت اور زیادہ پیدا ہو سہل کتاب ہے کہ سر ہاشمہ کے بعد اسیران کر بلا تھے اور ان میں آگے آگے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام تھے اور اہلبیت اطہار فریاد کر رہے تھے وابتاہ و امحمداہ و اعلیاء و احسناء و احسیناء و اعباساء و حمزتاہ ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک بی بی نے مجھے اور سے پکارا میں ان کے اونٹ کے نزدیک پہنچا دریافت کیا اے مخدرہ کس لیے آواز دی ہے۔ اس مخدرہ نے دریافت کہ تم کون ہو اس نے کہا کہ میں سہل بن سعد شہر ذوی ہوں۔ میں آپ کے گھرنے کا غلام ہوں آپ کے گھرنے کا دوستار ہوں۔ کوئی فرمائش تو کیجئے اُس نے امام زین العابدین کی طرف اشارہ کیا سہل حضرت سید سجاد کی خدمت میں آیا مولیٰ میں آپ کے گھرنے کا ادنیٰ سا خادم ہوں۔ دوستدار ہوں کچھ حکم ہو تو فرمائیے آپ نے فرمایا اے سہل کچھ درہم رکھتے ہو۔ اس نے عرض کیا کہ مولیٰ ہزار درہم میرے پاس ہیں اس پر سید سجاد نے اس سے کہا کہ یہ درہم اس نیزہ والے کو دو اور اس سے کہو کہ سر بڑیدہ کو الحرام سے دور

لے جائے تاکہ وارثان عصمت پر ان لوگوں کی نظریں نہ پڑیں۔ سہل گیا اور درہم دیئے۔ اور واپس آکر خدمت امام علیہ السلام فرمائش کے پورا ہونے کی خبر دی۔ یہ سجاد نے یہ مثنیہ کہا۔

اقاد ذلیلا فی دمشق کانتی من الزنج عبد غاب عند نصیره
و جدی رسول اللہ فی کل و شیخی امیر المؤمنین و زیدہ
فی الیت امی لم تلد فی ولہا کن یزانی یزید فی البلاد اسیرہ
ما حصل ان کلمات کلہ ہے کاش میں زندہ نہ ہوتا اور یزید پلید کا موہنہ نہ دیکھا۔
اور مجھ کو وہ قیدی کی صورت میں نہ دیکھتا۔ ہمیں اس طرح قیدی بنایا گیا ہے جیسے
ترک و دہلم کے اسیر ہوں میرے جدا مجتہد حضرت رسول خدا ہیں میرے دادا علی
مرتضیٰ ہیں جو رسول خدا کے وزیر اور خلیفہ ہیں شیخ صدوق علیہ الرحمۃ کتاب
اللعلیٰ میں فرماتے ہیں کہ ایک گروہ کہ جو اسیران آل محمد کے ساتھ کوفہ سے شام آیا
تھا روایت کرتا ہے کہ جیسے ہی ہم دار و تمام ہوئے وقت ظہر تھا۔ اہلبیت رسول
اور ذریت فاطمہ زہرا برہنہ سر و چہرہ (صرف بالوں سے موہنہ چھپا ہوا تھا) تھے
اور تماشا ئی بے حیا لوگ اپنے رسول کی اولاد کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ اور آپس میں
کہہ رہے تھے کہ مارا بیٹا نبیا احسن من ہوا آ۔ کہ قیدی تو اس شہر میں نہایت
دیکھنے میں آئے ہیں لیکن ان اسیروں کی طرح بزرگ و پاکیزہ قیدی اب تک نہیں
دیکھے ہم نے ان مخدرہ سے دریافت کیا کہ من اتم کہ تم کس سلسلہ سے ہو۔ سیکہ
بنت الحسین نے فرمایا کہ اے شخص نحن اساری من آل محمد کہ ہم اہلبیت
محمد ہیں جو قیدی بنائے گئے ہیں اسی آئنا میں قیدی مسجد میں داخل ہوئے۔
یہاں پر تماشا ئیوں کی کثرت تھی۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سر نہ ہٹا رہے

ہوئے طوق پہنے ہوئے ماتھوں میں ہتھکڑیاں اور سیر دل میں بیڑیاں پہنے ہوئے تھے کہ آپ کے اونٹ کے نزدیک کہ شامی سن رسیدہ شخص آیا اور بار بار بلند کہا۔ الحمد للہ الذی قتلکم و اھلکم و قطع قرن الفتنہ - کہ شکر خدا ہے کہ تم کو قتل و ہلاک کیا اور شاخ فتنہ کاٹ دی - اور اس نے جو چاہا سخت و سست اور ناروا الفاظ کہے۔ جب وہ غموش ہوا تو حضرت سید سجادؑ اس کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا اے شیخ کہا تو نے قرآن پڑھا ہے اس نے کہا کہ کیوں نہ پڑھتا پھر آپ نے اس سے فرمایا کہ یہ آیت مجیدہ پڑھی ہے۔ قَدْ لَاحَظْنَاکَ عَلَیْہِ اجْرًا اِلَّا الْمُوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی - کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے حبیب کہہ دو کہ میں تم سے کوئی اجر رسالت نہیں مانگتا۔ سوائے اس کے کہ قربت داروں کی مودت کا طالب ہوں۔ اس پیر نے کہا ہاں یہ آیت پڑھی ہے پھر آپ نے فرمایا کہ وَاَتِیَ الْقُرْبٰی حَقَّہ - پڑھی اس نے کہا کہ ہاں ضرور پڑھی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا یہ آیت کہ وَاَعْلَمُوا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَانِ لِلّٰہِ خُمُسُہٗ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِی الْقُرْبٰی - پڑھی ہے وہ کہنے لگا کہ یہ آیت بھی پڑھی ہے پھر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آیت اِنَّمَا یَرِیدُ اللّٰہُ لِيُذِہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلِ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا۔ پڑھی ہے اس نے اقرار کیا کہ ہاں یہ آیت بھی پڑھی ہے اس شخص نے پوچھا کہ تمہارا ان آیات سے کیا رابطہ و تعلق ہے یہ تو تمام آیات اولادِ عترت رسول خدا سے متعلق ہیں حضرت سید سجادؑ نے فرمایا کہ ہم عترت رسول خدا ہیں ہم اولادِ وفا طہ ہیں ہم علیؑ کے فرزند ہیں۔ اور یہ فرما کر سید سجادؑ روئے گئے جب اس پیر بزرگ نے یہ سنا تو کہتے لگا اے یہ تو آل رسول ہیں کہ جن کو شاہیوں نے قیدی بنایا ہوا ہے۔ آل رسول کجا اور اسیری کجا۔ صاحبانِ تطہیر کجا اور دربارِ شام کجا اس

شخص نے اپنا سراٹھایا سید سجادؑ کو دیکھا اور کہا باللہ انتہم ہم کیا بخدا تم خانوادہ رسالت سے ہو۔ آپ نے فرمایا باللہ نحن ہم کہ خدا کی قسم ہم وہی ہیں کہ جن کی شان میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں۔ اس نے عرض کیا خدا ارہمے معاف فرمائیں مجھے آپ کی معرفت نہیں تھی العفو العفو اور پھر قلم رد کھڑے ہو کر کہا بار الہا میں توبہ کرتا ہوں میں یزید اور دشمنانِ آل سے بیزاری اختیار کرتا ہوں۔ اور آلِ محمدؑ سے تولی رکھتا ہوں اس نے عمامہ زمین پر پھینک دیا اور کہا اے حسین بن علیؑ شہید ہو گئے اور آل رسول اسیر ہو گئے۔ پھر اس نے بیمار امامؑ سے عرض کیا۔ مولیٰ میری توبہ قبول ہے یا نہیں آپ نے فرمایا اے شیخ تیری توبہ قبول ہے یہ سن کر اس نے بارگاہِ خدا میں عرض کیا کہ مجھے درجہ شہادت نصیب ہو بروایت لہوف اس کی غیر یزید ملعون کو ہو گئی اور اس نے اس مرد بزرگ کو قتل کر دیا۔ اور اس کی روح شہداء کو بلا کی خدمت میں پہنچ گئی

مقدمہ درود اہلبیت اطہار باخبرائے شام اور

شکوہ مؤلف

جو کچھ کتب مقال سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ امیرانِ اہلبیت اطہار جس روز وار و غزائے شام ہوئے ہیں اسی روز ان کو دربارِ یزید میں پیش کیا گیا ہے اور ذاکرین دوا عظیمی حضرت ایسا ہی بیان کرتے ہیں لیکن روایات کی پیروی کرنا ہر کس و نا کس کا کام نہیں ہے۔ کیونکہ فی زمانہ روزگار کو چمکانے کے لیے رواہِ علمہ اور عبا کا سپہا رایا جلتا ہے حالانکہ اس لباس کی زینت علم و فقہ سے عبادت

ہے رہا خواندگی مجالس کا کام سو مجالس میں اہل علم و اہل نظر بھی ہوتے ہیں۔ پس حقائق اور روایت فہمی کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ ہر حال مؤلف کتاب کی دلی آرزو ہے کہ واعظین و ذاکرین حضرات وصنعت نظر پیدا کریں اور روایات کی جانچ و پرکھ کے بعد ان کو صرف بیان قرار دیں۔ الغرض بغرض محال اہلیت النبوة اول روز شام پہنچے حالانکہ ایسا نہیں ہوا ہوگا کیونکہ شام سے چاند فرسخ کے فاصلہ پر لشکر ابن زیاد نے پڑاؤ ڈالا تھا اور یزید کو خبر آمد اہلیت ہو گئی تھی بلکہ شام میں عام طور پر خبر پھیل گئی تھی جس کی وجہ سے شام سے لے کر لشکر ابن زیاد کے پڑاؤ کی جگہ تک آزدھام تھا اور راستہ گزرنے کے لیے جگہ کا ملنا دشوار تھا چنانچہ مکمل السیفہ میں ہے اور دوسرے حضرات نے بھی لکھا ہے کہ۔ و

منعہم من العبور فی المعابر والسکک من کثرة الخلائق و هم یبشرون یرقصون یضربون بالدفوف والمزامیر والبوقات والطبول کہ تماشائی لوگوں کی وجہ سے راہ نہ ملتی تھی کہ سر ہار شہداء اور اسیروں کو شام تک پہنچائیں۔ تماشائی گروہ درگروہ رقص و مرقع اور شہنائی بجانے میں مشغول تھے۔ دف بجانے جلے تھے۔ طبل کی آوازیں فضا میں بکھری ہوئی تھیں صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ لشکر ابن زیاد نے ہر چند چاہا کہ اہلیت کو باب الساعات سے لے جائیں یعنی اس دروازہ سے داخل شہر کریں لیکن وہ ناکام رہے۔ آخر کار اسیران کربلا اور شہداء کے سروں کو ایک دوسرے دروازہ سے کہ جس کا نام نوادر تھا داخل شہر کیا۔ الشیخ صدوق فرماتے ہیں کہ وقت ظہر تھا کہ اسیروں کو جامع مسجد میں پہنچایا گیا صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ بعد از زوال وقت نماز دوم اہلیت اظہار دارالامان کے مدد دروازہ پر کھڑے رہے میں نا درگرو پیش لوگوں کا آزدھام تھا ابی حمق اپنے مقل میں

لکھتے ہیں کہ جب سر ہار شہیدان کربلا اور اسیران کربلا یزید کے دروازے پر پہنچے میں فاقہ ثلاث ساعات فلاجل ذلک سہی بیاب الساعات۔ چونکہ تین گھنٹہ تک اس دروازہ پر اسیروں کو ٹھہرنا پڑا۔ پس وہ دروازہ باب الساعات مشہور ہو گیا۔ علاوہ ازیں یہیں سے یہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ تین گھنٹہ تک داخل دربار ہونے کا انتظار کرنا پڑا۔ لہذا اس روز اتنا وقت باقی نہ رہا ہوگا کہ سر ہار شہداء اور قیدی داخل دربار کئے جائیں دوسرے دربار یزید کہ جہاں وہ پلید خود بیٹھا ہوا تھا وہاں تک پہنچے ہیں ایک دروازہ سے دوسرے دروازہ تک پہنچنے میں اکثر ایسے واقعات رونما ہونے کا امکان ہے کہ جس کے وجہ سے کافی وقت صرف ہو سکتا ہے پس یہی قرین عقل ہے کہ وارد شام ہونے کے دوسرے دن سر ہار شہداء اور اسیران حرم داخل دربار یزید ہوتے ہیں۔

دوسرے جناب سکینۃ خاتون نے دربار میں فرمایا کہ کل شب کہ ہمیں اس درخانہ خرابہ میں جگہ دی گئی میں نے خواب دیکھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہل حرم داخل دربار ہونے سے پہلے دروازہ دارالخلافہ میں ٹھہرے اور شب بسر کی۔ اور دوسرے دن دربار میں پیش کئے گئے اور اس روز کہ جس دن شام پہنچے میں داخل دربار یزید نہیں ہوئے ہیں۔ علامہ مجلسی ہمارے نقل کرتے ہیں ایک شخص مجلسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام مجھے کسی رفیق کے ساتھ شام لے گئے۔ جعلوہ فی بیت ان کو یعنی اسیران کربلا کو ایک خراب مکان میں ٹھہرایا۔ کہ اس کی چھت بہت بوسیدہ تھی قیدی آپس میں ایک دوسرے سے یہ کہتے تھے کہ میں اس جگہ اس لیے رکھا ہے کہ چھت گرے اور ہم دب کر ہلاک ہو جائیں اور جو لوگ پاس بان تھے وہ بھی ایسا

ہی کہتے تھے قطب راوندی نے بھی قریب قریب اسی مضمون کی تائید کی ہے کہ پاسبان اسیروں پر طعنے زنی کرتے تھے کہ ان کو اس جگہ اس لیے ٹھہرایا ہے کہ سقف گرے اور یہ دب کمر جائیں۔ غرض کہ یہاں شب کو رہنے کے بعد دوسرے دن پیش از ظہر اسیران اہلیت اہلار داخل دربار یزید پلید ہوئے۔ غلام یہ ہے کہ شام میں داخل ہونے کے دن۔ اسیران کربلا رسن بستہ بھی تھے اور ان کے قتل کئے جانے کا غالب گمان بھی تھا۔ مفصل تحقیق کے لیے کتاب ریاض الاحسان ملاحظہ ہو۔

دربار یزید ملعون کا آراستہ ہونا اسیران کربلا اور

سرباء شہداء کا داخل دربار ہونا

جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ سرباء شہیدان کربلا اور اسیران اہلیت اہلار حبیب وار شام ہوئے تو اسی روز مجلس یزید میں پیش نہیں کئے گئے بلکہ ایک بوسیدہ و شکستہ مکان میں جگہ دی گئی اور شب گزارنے کے بعد دن میں قبل از ظہر داخل مجلس یزید پلید ہوئے۔ یزید کے دربار دوسرے ملک کے سفراء، شام کے امراء و رؤسا اور اراکین سلطنت خون آشام موجود تھے۔ اور خود یزید پلید رزق برق لباس شاہانہ پہنے ہوئے تخت خلافت پر بیٹھا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شایان کسری کا دربار ہے کہ جس کا اسلام سے کوئی دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ یزید نے دوسرے لوگوں کو بھی بدائش حاضر دربار ہونے کا حکم دیا تھا دربار میں کھٹے بندوں شراب چل رہی تھی۔ اور اسیران کربلا۔ رسن بستہ حاضر دربار تھے اور سید سجاد طوق و سلاسل پہنے ہوئے

تھے۔ سروپاء برہنہ تھے۔ آل رسول بھرے دیامیں قیدی بنے ہوئے تھے اور عورات آل ابوسفیان پس پردہ بیٹھی تھیں۔ وحسرتاہ جن کی شان میں آئینہ تطہیر نازل ہوا وہ بے پردہ دیامیں بلائی جائیں۔ ابن زیاد بہتہا نے اعلان کیا تھا کہ جس کا دل چاہے اسیروں کا تماشا دیکھنے آئے۔ و امیبتا کہ نبی زادیوں اور امام زین العابدین شہداء کے دربار میں۔ سید سجاد فرماتے ہیں کہ میں رسن بستہ کیا تھا۔ دربار میں جب آل رسول کو تازیانوں کا نشانہ بنایا تو حضرت علیا زینبؓ بیکس نے سوز دل سے اپنے بابا علی مرتضیٰ سے فریاد کی کہ

یکم بتازیانہ ہمیں زوابعایدیمار

رخ سیکند زرسلی کی کود نمود

یعنی تازیانہ سید سجاد کو اور سیکند خاتون کو طانچے مارے گئے۔ وحسرتاہ حسین کی لاڈلی بیٹی سیکند کجا اور طانچہ کجا۔ سید سجاد امام زمانہ کجا اور تازیانہ کجا۔ دربار میں سرباء شہداء اسیروں کے سامنے تھے اور بیسویں کو اپنے اپنے عزیز یاد آپسے تھے کوئی بی بی علی اکبر رو رہی تھی۔ کوئی بی بی حضرت عباس کو یاد کر رہی تھی کوئی بی بی قائم کی لاش پانچال سم اسپان کا تصور کئے رو رہی تھی اور زینب خاتون کی نگاہوں کے سامنے سرببرہہ حسین مظلوم تھا۔ سہل ہوتا ہے کہ حبیب اسیران اہلیت دارالامارہ کے صدد دروازہ پر تھے اس وقت پانچ عورتیں یزید کے محل کے غرفہ (دریچہ) میں بیٹھی ہوئی دیکھ رہی تھیں ان عورتوں میں ایک بڑھیا عورت بھی تھی جو نہایت گندیدہ صورت اور اٹھتر سالہ تھی اس ملعون نے غرق سے سرامام حسین پر پتھر مارا۔ وحسرتاہ پتھر امام مظلوم کے دندان بیدار پر لگا۔ سہل کہتے ہیں کہ یہ مصیبت دیکھ کر حضرت امام زین العابدینؓ بے چین ہو گئے۔ آسمان کی طرف دیکھا

ادب ارگاہ ایزدی میں عرض کیا۔ اللہم عجل فی عزہا و اھلک من معها
فلا تدنا تو اس وسیعہ ملعونہ کو اور اس کی ساتھی عورتوں کو ہلاک کر دے۔ سہل کہتے
ہیں کہ فدا کی قسم بھی کلام سید سجاد تمام نہ ہوا تھا کہ غرفہ کی ساری عمارت مہندم ہو
گئی یعنی گر پڑی اور وہ سب عورتیں داخل جہنم ہو گئیں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ جب
اسیران اہلبیتؑ اظہار داخل دربار و مجلس یزید ہوئے میں تو صدائے تکبیر بلند کی۔
اور تمام درباریوں نے بھی صدائے تکبیر بلند کی۔ اور یزید نے صدائے تکبیر سنی تو
دیانت کیا کہ کیا بات ہے یہ صدائے تکبیر کیسی ہے۔ بتایا گیا کہ اسیران اہلبیتؑ
داخل دربار ہوئے میں یہ سن کر وہ بد نہاد خوش ہوا اور ہنسنے لگا۔ اور کہا چہ خوب
کیا میں نے آل ہاشم سے انتقام لیا ہے۔ شیخ فخر الدین اپنی کتاب منتخب میں
فرماتے ہیں۔ وَبَيَّنَّا هُمْ كَذَلِكَ اِذَا خَرَجَ مَرَدُّ الْحَكْمِ فَلَمَّا نَظَرَ اس
الحسين عليه السلام الى اعطافه جدا لظربا اس وقت کہ حضرت فاس آل عبا امام حسینؑ
کا سر بریدہ دارالامارہ کے دروازہ پر لٹکا ہوا تھا ناگاہ مروان بن الحکم ملعونؑ آگیا۔ اس
کی نگاہ سر امام حسینؑ پر پڑی۔ اس بد سخت نے اظہار خوشی و مسر کیا۔ اور رقص کرنے
لگا۔ تاروا الفاظ زبان نجس پر جاری کئے۔ اس وقت اس کا بھائی عبدالرحمن بھی آگیا
اس کی نظر سر بریدہ امام حسینؑ علیہ السلام پر پڑی تو اس نے باء ہاء کہہ کر لوگوں کی
طرف دیکھا اور بآواز گریہ کہا اما انتم فقد حجبتم عن جدہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ و آلہ۔ اے ظالموں تم روز محشر کیا رسولؐ فدا کو نہیں دیکھو گے
اور آنحضرتؐ تمہارا گریبان پکڑ کر فرمائیں گے اور تم سے مخاصمہ فرمائیں گے۔ اور
پھر کہا باللہ لا جا معکم ابدا۔ کہ میں اب ہمیشہ کے لیے تم سے جدا ہوتا
ہوں اور میں تمہاری صورت نہیں دیکھوں گا۔ اور یزید پلید کی صورت نہیں دیکھنا

پسند کر دل گا۔ اس کے بعد اس نے سر بریدہ امام حسینؑ کی طرف رخ کیا اور عرض
کیا اے آقا مجھ پر سخت گراں ہے کہ میں آپ کے سر بریدہ کو اس حالت میں دیکھ
رہا ہوں۔ یزید و ابن زیاد ملعون خوش ہو رہے ہیں اور آل رسولؐ کی بے حرمتی کی
جاری ہے۔ اللعنة الله على القوم الظالمين

قصر یزید کا راستہ ہونا اور سر ہاء شہداء کی طلبی

جناب علامہ کتاب الریاض میں فرماتے ہیں کہ جب مجلس یزید ملعونؑ آراستہ
ہو گئی اور ارکان دولت اور سفراء غیر مالک، شعرا سب دربار میں اپنی اپنی نشستوں
پر بیٹھ گئے اور خود یزید ملعونؑ حامل نقض و سر عیب بنام خلیفہ المسلمین دربار پر خنیدہ
میں آگیا۔ محفل طرب آراستہ ہوئی اس وقت اس نے حکم دیا کہ سر ہاء شہداء اور اسیران
اہلبیتؑ کو دربار میں لایا جائے۔ چنانچہ اسیران اہلبیتؑ اس طرح دربار میں لائے
گئے کہ آگے آگے شہیدوں کے سر تھے اور عقب میں اسیران اہلبیتؑ تھے ان
کے آگے آگے امام زین العابدینؑ برہنہ سر گلے میں طوق۔ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور
پاؤں میں زنجیر تھی کہتے ہیں کہ دارالامارہ کے صدر دروازے سے لے کر یزید کی
مجلس تک سلت دروازہ بنائے گئے تھے۔ اور ہر ایک دروازہ پر سات سو غلام
پاسبانی کر رہے تھے۔ علامہ مجلسیؑ فرماتے ہیں کہ ہر ایک دروازے سے اسیران
اہلبیتؑ گزرتے اور ہر ایک دروازہ پر اسیروں کو تازیانے برداشت کرنا پڑے۔
جب زینبؑ خاتون ساتویں دروازے پر پہنچیں تو آپ زین پر بیٹھ گئیں حضرت
سید سجادؑ نے فرمایا کہ اے چھوٹی جان۔ یہ بیٹھنے کی جگہ نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ اے
سجاد اب زیادہ چلنے کی طاقت نہیں رہی ہے۔ چونکہ واقعات دربار یزید کثیر ہیں

بنابری چند مجلسوں میں ان واقعات کو تقسیم کر دیا ہے۔ ان میں سے پہلے ہم سر امام حسین علیہ السلام کے متعلق تحریر کرتے ہیں کامل التقیف میں مسطور ہے کہ یزید ملعون نے سر امام شہداء کو طلب کئے۔ ناگاہ بمعرے ہوئے دربار میں جہاں آل رسول بھی بیٹھے ہوئے تھے پر سر امام شہداء لائے گئے۔ اور ان کو نیزوں سے اتار کر چاندی کے ٹشت میں رکھا گیا۔ اور سر بیدہ حضرت امام حسین ٹشت طلا میں رکھ کر یزید کو پیش کیا گیا۔ اور بعض دوسرے ٹشت میں اعزاز امام حسین کے سر امام مطہر رکھے گئے۔ بروایت ابنی مخنف۔ پہل کہتا ہے کہ میں بھی اس وقت موجود تھا جب امام مظلوم کا سر پاک نیزہ سے اتار کیا۔ اول سر بیدک کو خوب دھویا گیا۔ ریش اقدس میں شانہ کیا گیا اور بعدہ یزید کے سامنے پیش کیا گیا۔ قتال الدامیری فی حیوۃ الحیوان و دخل امراء العراق علی یزید بن معاویۃ معہم رأس الحسنین و بنو یزید، یمیری کہتا ہے کہ امام عراق یعنی عربی سعد ملعون، شمر بن ذی الجوش اور عمر بن النجاشی، خولی بن یزید، زجر بن قیس، بشیر بن مالک، محضر بن ثعلبہ و ایبرہہ بن عوف ازدی، طارق بن ابی طلحان، و ثیث بن ربیعہ وغیرہم جب دربار یزید میں پہنچے اول یزید کو سلام کیا۔ اور پھر سر امام حسینؑ تذکر کیا۔ اسی طرح دوسرے شہداء کے سر بہ ترتیب کوفہ کے دوسرے بعض نامور لوگوں نے پیش کئے یہ واضح رہے ان کی ناموری کا معیار دشمنی اہلبیت تھی۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ شمر بن زجر بن قیس کو مقرر کیا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ شمر و اہل الحرم مذکورہ گروہ کی طرف سے شکم تھا۔ لیکن حق یہ ہے کہ زجر ملعون نے کلام شروع کیا ہے۔ شیخ طبریؒ اذ صاحب کامل التقیف تحریر کرتے ہیں کہ یزید ملعون نے ہر ایک سر کے متعلق علیحدہ علیحدہ دریافت کیا ہے کہ یہ سر کس کا ہے اور یہ سر کس کا ہے۔ زجر ملعون بتلاتا

ربا۔ پھر یزید نے سر مطہر امام حسینؑ کی طرف رخ کیا چنانچہ شیخ مفید علیہ الرحمۃ کتاب ارشاد میں فرماتے ہیں کہ یزید ملعون نے سر امام حسینؑ سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے

تعلق هاماً من رجال اعزۃ

علینا و هم كانوا اعق و اظلماء

یعنی کسے حسینؑ تم نے عزت دار لوگوں کے سر قطع کر دیئے اور ہم پر ظلم کیا۔ مروان بن الحکم کا بھائی یحییٰ وہاں موجود تھا اسے یزید کا یہ طنز ناگوار گزرا۔ اس نے جواباً کہا۔ لہام بارضی الطف اذ فی قرابتہ من آل زیاد العبد ذی الحسب

الردل امیۃ امی نسلہا عدد الحصى و بنت رسول اللہ لیس لہا نسل یحییٰ برادر مروان بن الحکم نے کہا کہ یہ سر جو کر بلا میں کاٹے گئے ان زیاد یعنی معمولی سی قرابت دار کہتے ہیں۔ بنی امیۃ کو راتیں کاٹنی چاہیں کہ ان کی اولاد بے شمار ہو لیکن دختر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری اولاد کر بلا میں قتل ہو گئی۔ فضر بن یزید فی صدر یحییٰ بن الحکم دقال اسکت یزید نے یحییٰ کے سینہ پر ضرب لگائی اور کہا خوش رہ غلط نہ کہے۔ مصنف کامل التقیف لکھتے ہیں کہ یحییٰ مجلس یزید ملعون سے اٹھ کر باہر آیا اور لوگوں کی ٹکاہوں سے غالب ہو گیا اور پھر کسی نے یحییٰ کو زندہ یا مردہ نہیں دیکھا۔

یزید کا اپنی سلطنت و خلافت پر فخر کرنا اور سر مطہر

سید الشہداء کے ساتھ جسارت کرنا۔

عن الثاقب وضع رأس الحسین علی طبق من ذهب یعنی کہ سر امام حسینؑ ٹشت طلا

میں رکھا تھا ایسا ہی بعض دیگر حضرات نے بھی لکھا ہے۔ جب سر امام حسین علیہ السلام اس ملعون کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے سر کی طرف مخاطب ہو کر کہا کیف ایت الضرب یا حسینؑ۔ یعنی کہ اے حسین تم نے میری تلوار کی ضرب کیسی دیکھی (مطلب یہ تھا کہ وہ بارہا قتل حسینؑ کو اپنی فتح سمجھتا تھا۔ حالانکہ قتل حسینؑ اصل میں مرگ یزید ہے) شیخ مفید فرماتے ہیں کہ ثم اقبل علی اهل مجلسہ یعنی کہ یزید نے حاضرین دربار کو دیکھا اور کہا کہ یہ مرد اب تک زندہ ہے۔ مجھ پر فخر کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میرا پیر یزید کے باپ سے بہتر ہے۔ اے لوگو اس کے باپ نے میرے باپ معاویہ سے سلطنت و خلافت کے بارے میں مخاطب کیا۔ یعنی جنگ کی فدا کی تعالیٰ نے میرے باپ کو اس کے باپ پر فتح عطا کی۔ یہ شخص (امام حسینؑ) کہتا ہے کہ میری ماں یزید کی ماں سے افضل و بہتر ہے یہ کہتا درست ہے فلعمری ان فاطمة بنت رسول اللہ۔ اور یہ کہتا کہ میرے نانا یزید کے نانا سے بہتر ہیں بلکہ شخص خدا پر ایمان رکھتا ہے اور روز جزا کو مانتا ہے وہ جانتا ہے کہ رسول خدا تمام کائنات میں افضل ہیں۔ یہ کہتا ہے کہ میں۔ یزید سے بہتر ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے قرآن میں یہ آیت نہیں پڑھی ہے قد اللہ مالک الملک توئی الملک من تشاء الخ صاحب کتاب الایمان لکھتے ہیں کہ یزید ملعون یہ تاثر دے رہا تھا کہ میری سلطنت و حکومت و خلافت و سلطنت تو فرعون و نمرود نے بھی کی ہے۔ سخت انصاف نے بھی سلطنت کی ہے خلافت صرف اس کے لیے ہے کہ جو کتب اللہ اور سنت رسول اللہ پر کاربند رہے نہ کہ مخالفت کرے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک مثال کے ذریعہ استحقاق خلافت پر روشنی ڈالی ہے اس

طرح کہ ایک شخص لباس پہنے ہوئے ہے دوسرا شخص آٹا ہے اور وہ اس سے لباس غصب کر لیتا ہے تو کیا وہ صاحب لباس ہو گیا۔ ہرگز نہیں۔ غصب کے ذریعہ فدائی عہدہ نہیں ملا کرتے۔ تبرئاب ذکر استمدلال یزید بایہ نقل اللقم کرنے کے بعد کہتے ہیں اور خوب کہا ہے۔ اور تاریخ عین القضا سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مقدس یزید کو پیش کیا گیا تو اس وقت اس ملعون کے چوب دستی خیزران تھی۔ اس ملعون نے آپ کے لبہائے مبارکہ پر وہ چوب دستی لگائی۔ اور کہنے لگا کہ میرے ابا و اجداد جو جنگ بدر میں مارے گئے زعمہ ہوتے تو دیکھتے کہ میں نے محمدؐ کی اولاد سے آج کیسے بدے لیے ہیں اور ان کی اولاد کے سر قلم کر دیئے ہیں گویا یزید ملعون نے اس طرح اپنے اندرونی کفر اور ظاہری اسلام کو نمایاں کیا ہے (مسلمان اگر بالنا حامل کفر ہو تو ایسے شخص کو منافق کہتے ہیں۔ خلافت المسلمین منافق کا حق ہے یا نہیں۔ مسلمان خود سوچیں) مرد ماں شامی موجود تھے اور یزید ملعون سے کفر کے کلمات سن رہے تھے۔ اور اہل شام یزید کے ان کفر آمیز کلمات کو سن کر اگرچہ شوش رہے مگر ان کے چہرے متغیر ہو گئے تھے خاف ما شاهد من الناس۔ حالت اہل دربار دیکھ کر یزید کو خوف ہوا کہ اے درباریو پہچانتے ہو کہ یہ سر کس کا ہے۔ یہ سر حسین ابن علیؑ ہے کہ جو ہمیشہ اپنے ابا و اجداد، ماں باپ اور نانا پر فخر کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ رسول خدا کے زانو پر میں بیٹھا تھا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ حسینؑ میرے باغ کی خوشبو ہے۔ حسینؑ جو امان بہشت کا سردار ہے۔ اور آنحضرتؐ نے میری ذریت کے حق میں دعا فرمائی ہے پس بایں امور میں یزید سے برتر و اعلیٰ ہوں لیکن گویا کہ حسینؑ کی نگاہ اس آیت پر نہیں پڑی کہ قل اللہم کہ خدا بہر کہ جسے چاہے سلطنت عطا

کرے۔ اور جس کو چاہے تخت و تاج سے معزول کر دے (معاذ اللہ) حسینؑ کو خدا نے قابل سلطنت نہ جانا اور مجھے نوازا اس نے یہ دلیل اس لیے قائم کی کہ شامی لوگ عقل سے بے بہرہ۔ عدل الہی کے منکر دام فریب یزید میں آجائیں آدم ہر سر مطلب۔ جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ یزید ملعون کے ہاتھ میں خیزران کی چوب تھی اس زمانہ میں صاحبان شوکت چھڑی ہاتھ میں رکھتے تھے حالانکہ یہ چھڑی کھتا جابر لوگوں کی نشانی تھی۔ مرحوم سید کتاب ہوف میں قلم لے رہے ہیں کہ دعا یزید بقضیب خیزران کہ یزید نے چوب خیزران طلب کی۔ غلام نے چھڑی پیش کی۔ فجعل ینکت بہ ثنایا المحسن اس نے دندان مبارک حسینؑ کو اس چوب سے کھولنا شروع کیا۔

ابن شہر آشوب، طبری، بلاذری، اور ابن اعثم کوئی لکھتے ہیں کہ جب سر ہاشمہ اس لمحوہ کافر کو پیش کئے گئے۔ تو اس نے اسی چوب خیزران سے سب سروں کے ساتھ جسارت کی اور اپنی باطنی جہالت کا ثبوت دیا۔ جب وہ چوب بہائی پر بیدہ پر لگاتا تو کہتا۔ یوم یوم بدر۔ یعنی آج روز بدر کی تلافی ہوگئی۔ نکتہ کے از روئے لغت معنی ہیں خط کشیدن شخص متفکر۔ اور اظہار تفکر میں انگشت بزدان ہوتی ہے یا چوب سے زمین پر خط کھینچتے ہیں۔ اس عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نیکت ثنایا کہ یزید بیدہ ایک متفکر کی طرح دندان امام حسینؑ کے ساتھ بازی کر رہا تھا۔ لیکن زیارت آنحضرتؐ میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں۔

السلام علی الثغر المقروع بالقضیب اور لغت میں قرع کے معنی ہیں مارنا اور کوٹنا۔ وہ معاذ اللہ دندان مبارک امام حسینؑ پر چھڑی بار بار مار رہا تھا۔ چنانچہ کامل التقیفہ میں مروی ہے کہ سر بیدہ امام حسینؑ پر پردہ پڑا ہوا تھا اور یزید ملعون نے اپنی چوب دستی سے اس پردہ کو اٹھایا اور بار بار اسی طرح جسارت کرتا رہا۔

در بھی وارد ہوا ہے کہ یزید ملعون نے جب سر امام مظلوم دیکھا تو حسد اس کے سینہ میں بھڑک اٹھی۔ ابی مخنف لکھتا ہے کہ فجعل یزید ینکت ثنایا المحسن۔ یعنی کہ یزید ملعون نے امام مظلوم کے دندان مبارک ثنایا۔ چار دانتوں پر بولا جاتا ہے دو اوپر کے اور دو دانت نیچے کے (پر چھڑی ماری۔ یہاں تک کہ دندان مبارک ٹوٹ گئے۔ سمرہ بن جندب صحابی رسولؐ خدا وہاں موجود تھے وہ اپنی جگہ پر کھڑے ہوئے اور باوازی بلند کیا یزید لعن قطعہ اللہ یدک تضرع ثنایا ظالمًا رایت رسول اللہ یقبلہا ینکم مابین ے یزید خدا تیرا ہاتھ قطع کرے میں نے بار بار دیکھا ہے کہ رسولؐ خدا حسینؑ کے دونوں لبوں کے درمیان بوسہ لیتے تھے۔ صاحب روضۃ الشہداء نے بھی اس واقعہ کو قتل کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ یزید نے سمرہ بن جندب کو اپنی مجلس سے نکال دیا اور کہا کہ مجھے اس کے صحابی ہونے کا خیال ہے ورنہ اس کی گردن کر دیتا۔ و احسرتا صحابیت کی یہ قدر و منزلت اور پارہٴ تن رسولؐ خدا کے ساتھ یہ جسارت کہ چوب خیزران اور دندان مبارک حسینؑ مرحوم علامہ اپنی کتاب ریاض الاحزان میں لکھتے ہیں کہ جس وقت یزید نے سر ہاشمہ دیکھنے کے لیے منگائے ہیں اس وقت اسیران کربلا قصر یزیدی کے صددرواز پر موجود تھے کہ جو باب الساعات کے نام سے مشہور ہے۔ الحرم کی اس وقت کیا حالت ہوگی کہ جب سر ہاشمہ نیردوں سے اُتار کر مجلس یزید میں پیش کئے گئے۔ یہ بھی کتاب ریاض میں ہے کہ الحرم باب الساعات پر دینک کھڑے رہے اور لوگ کھڑے تماشہ دیکھتے رہے۔ آخر کار یزید نے اسیران اہلبیتؑ کو داخل دربار ہونے کا حکم دیا اور آل رسولؐ اسیروں کی صورت میں داخل مجلس یزید پلید ہوئے۔ ابوالحسن ابن ابی سعیدؑ کہتے ہیں کہ یزید ملعون نے امام حسینؑ کے دندان مبارک

کے ساتھ جسارت کی سر مطہر جیب پیش ہوا تو امام مظلوم کی جسم ہار مبارک کھلی ہوئی تھیں اور ان سے نور ساطع ہو رہا تھا۔ اور اس نے یہ اشعار پڑھے۔

لیت اشیاخی بیدر شہد و جزع الحزب من وقع الاسئل
لاهلوا واستهلوا فرجا ثم قالوا یا یزید لعنہ لا تشل
یعنی کہ لے لے کاش بزرگان امیہ آج زندہ ہوتے کہ جو میرے اپنے تھے اور وہ
بدر میں اصحاب محمدؐ کے ہاتھوں قتل ہوئے اور اس مجلس کو دیکھتے تو کس قدر خوش
ہوتے کیونکہ میں نے محمدؐ کی آل سے گن گن کر بدلے لیے ہیں اور آل رسول کو
ترتیب کیا ہے۔

السید کتاب لہوت میں لکھتے ہیں کہ مجلس یزید میں ابو بکر بنہ اسلمی موجود
تھے جب انہوں نے دیکھا کہ یزید امام حسینؑ کے مبارک پرچہ جو دستِ مبارک ہے
تو اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے یزید میں نے بخدا رسولؐ خدا کو حسن و
حسینؑ کے دندان مبارک کو چومتے دیکھا ہے اور فرمایا ہے کہ حسنؑ و حسینؑ جو انان
بہشت کے سردار ہیں۔ خداوند العزت کرے تا ملاں حسینؑ پر۔ اور ان کو اصل
جہنم کرے ابو بکر بنہ اسلمی کا یہ کلام سن کر یزید ان پر غضبناک ہوا اور حکم دیا کہ ان
کو یہاں سے نکال اور یہ جی وارد ہوا ہے کہ ان کی گردن اڑا دو۔

علامہ ریاض فرماتے ہیں کہ عجیب بات ہے کہ قتل ہونے کے اس قدر عرصہ بعد
بھی سر بریدہ مطہر ہر بالکل تروتازہ تھا حالانکہ کس قدر دھوپ سر مطہر پر پڑ چکی تھی۔
غرض کہ تمام کتب معتبرہ میں ہے کہ یزید ملعون چوب خیزران سے جسارت کرتا رہا۔
اور ایک طویل نظم پڑھتا رہا جس کا ایک یہ شعر ہے کہ جس سے یزید ملعون کے عقائد
کا اظہار ہوتا ہے۔

لعبت ہاشم بالملك فلا

خبر جاء ولا وحى نزل

یعنی کہ (معاذ اللہ) محمدؐ عربی نے ایک کھیل کھیلا تھا نہ ان پر وحی نازل ہوئی اور نہ
کوئی فرشتہ آیا۔

ابن مخنف کہتا ہے کہ مجلس یزید میں مروان بن الحکم موجود تھا۔ تخت یزید کے
قرب بیٹھا تھا اور وہ یزید کی وہ یزید کی جسارت دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔

یزید کے اہلحرم میں سے ایک عورت کا خواب اوی

شہادت

مقتل ابن مخنف میں وارد ہوا ہے کہ سہل کہتا ہے کہ میں بھی اس وقت ان
امام حسینؑ پر چھڑی مار رہا تھا اور کہہ رہا تھا کیف دایت الضرب یا حسینؑ
کہ اے حسینؑ میری ضرب لگانا دیکھنا کیسی ضرب ہے۔ یزید کی زبان نجس پر یہ الفاظ
کہ ایک عورت قصر یزید سے نکلی۔ اور مجلس یزید میں آئی اور اس نے یزید کی طرف
دیکھا کہ وہ چوب دستی سے جسارت کر رہا ہے۔ کہا اے یزید قطع اللہ یدیک
ورجلک و احرقک اللہ بنارک الدنیا قبل الاخرۃ۔ اس عورت
نے کہا اے یزید فلا تیرے ہاتھ پاؤں قطع کرے اور مجھے دنیا میں روز آخرت
سے پہلے ہی آگ کا مڑا چھکائے۔ آگ میں جلائے اے ملعون رسول خدا ان
دندان مبارک کو بوسہ دیتے تھے۔ اس کو روئے کہا کہ اے عورت تو کیا کہتی ہے
قطع اللہ راسک ما ہذا الکلام۔ خدا تیرا سر قطع کرے یہ کیسی باتیں کر رہی ہے۔

اور وہ بھی میری مجلس میں نہ میرے باہر جلال کی پرواہ اور نہ میری سطوت کا خوف
 ڈر۔ اس عورت نے کہا اے ظالم آگاہ ہو کہ میں نے اسی دم عالم خواب میں
 دیکھا کہ دریاء آسمان کھلے ہوئے ہیں اور زمین سے آسمان تک ایک زینہ بنا ہوا
 ہے میں نے دیکھا کہ دو جوان خوش رو، نکو خوں سرباس پہنے ہوئے آسمان
 سے اس زینہ کے ذریعہ زمین پر آئے۔ میں نے دیکھا کہ وہ بزرگوار اس بساط پر
 نور پر تشریف فرما ہوئے اور باؤز بلند فرمایا کہ یا ابا آدم اہبط اے پیر
 اے آدم ابو البشر نیچے اترئیے۔ آدم آئے مگر سر کھلا ہوا۔ اور ہاء برہنہ گویا گنا
 پیمان بزرگ نے فرمایا کہ یا ابراہیم اہبط یا موسیٰ اہبط یا عیسیٰ اہبط یعنی اے
 خلیل خدا، ابراہیم، موسیٰ و عیسیٰ آپ بھی نیچے اتریں۔ پس یہ بزرگوار بھی آئے
 اور ایسی اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ اس کے بعد ایک دستور تشریف لائیں
 پس بدیدم یک زنی آمد بزیر صورتش رخشاں تراز بد زینر
 مو پریشان دیدہ گریان اشک ریزہ دمدم گفت اے عزیزم اے عزیز
 میں نے دیکھا کہ مستور کہ جن کا پہرہ نوبان تھا۔ بال کھلے ہوئے تھے اور آنکھوں
 سے آنسو برساتی ہوئی آئیں اعلان ہوا کہ یہ اماں تھو ہیں۔ بعدہ جناب سارا۔
 مریمؑ، جناب خدیجہ الکبریٰ اسی زینہ سے زمین پر تشریف لائیں
 آمدند اماں و سوسینہ زنان
 خوریان شیون زنان و نالہ نشان
 اور پھر جناب سیدہ عالمین فاطمہ زہرا تشریف لائیں۔ ان کے ساتھ دوران
 جنت توحہ و ماتم حسینؑ کرتی ہوئی آئیں۔

آن حسیٹی کہ لب تشنہ بیدند سرش
 لالہ سان سوخت ز داغ علی اکبرؑ سرش
 اس حسینؑ کا ماں کہ جس حسینؑ کا سر کاٹا گیا وہ حسینؑ کہ جس کا جگر علی اکبرؑ کے داغ سے
 سوختہ ہو گیا تھا۔ اس وقت جناب فاطمہ زہراؑ نے اپنے بابا رسولؐ خدا کی طرف
 دیکھا اور عرض کیا یا ابتا الا تری ما فعلت امتک بولد الحسین۔ یعنی اے
 بابا جان کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ آپ کی امت نے میرے فرزند حسینؑ کے ساتھ
 کیا ظلم کیا ہے۔

پیکر ہزار پارہ و بر لوک نے سرش
 گویم ز داستان سرش یا ز پیکر شش
 گویم گرا ز سرش سرا و را بید شمر
 در پیش روی زینت غنیدہ خواہر شین
 گویم اگر ز پیکر او کرد ابن سعد
 با خاک رہ ضرب بسم اسب ہمیش
 تقصیر او چہ بود ندانم کہ تا سر روز
 از خاک تر نہ داشت کسی جسم او شش
 با ساربان بغیر محبت چہ کردہ بود
 کز نبد او نمود جدا دست اطہر شش
 ابن زیاد بسکہ زدہ چوب بر لبش
 اکنون یزید دست نمیدار و از سرش

غلامان اشعار کا یہ ہے کہ سیدہ عالم نے اپنے بابا رسولؐ خدا کی خدمت میں

عزیز کیا یا میرے حسین کا جسد پارہ پارہ ہے سر حسین نیزہ پر ہے میں پیکر حسین کی داستان بیان کروں یا سر حسین کی داستان سناؤں اگر شمر ملعون نے حسین کا سر قطع کیا تو لے بلایا میری بیٹی زینب غم رسیدہ کے سامنے بہن دیکھی اور اس کے بھائی کا سر قطع ہوتا رہا عمر ابن سعد نے حسین کی لاش پر گھوڑے دوڑائے۔ اے بلایا میرے حسین کی کوئی خطا بھی نہ تھی تین دن تک لاش حسین بے گور و کفن پڑی رہی اُمت میں سے کسی کو احساس نہ ہوا۔ اے بلایا ساریاں نے انکشت مبارک جدا کی۔ اے بلایا ابن زیاد نے حسین کے لبوں پر چھڑی لگائی۔ اور یزید نے توحہ کر دی اور بار بار دندان حسین پر چوب دستی لگاتا رہا۔ پس حضرت رسول خدا اس وقت بہت زیادہ روئے۔ آنحضرت کے ساتھ آدم، موسیٰ، عیسیٰ نے بھی گریہ فرمایا اور عورت بہشتی جو ہمراہ سیدہ عالم آئی تھیں سب نے نوہ و ماتم کیا میں نے اسی حال میں دیکھا کہ اسی جوان آنے کہ جو اپنے ہاتھوں میں گرز آتشیں لیے ہوئے تھے۔ اور سب کے سب ان بزرگ کے سامنے کھڑے ہوئے۔ اور پھر ان بزرگ نے حکم دیا کہ یا نار خذی صاحب هذا النار یعنی اے آگ اس گھر والے کو جلا کر خاک کر دے پس بے یزید میں نے دیکھا کہ تو نے خوف کی وجہ سے بھاگنا چاہا۔ اور تو کہہ رہا تھا النار النار ولا مداروا بالنار۔ کہ آگ سے پناہ مانگتا ہوں مگر آگ سے فرار کب ممکن ہے۔ جب اس عورت نے خواب تمام کیا تو یزید ملعون غضب آلود ہو گیا اور اس عورت کو گالیاں دیں بھرے ہوئے دربار میں سب کے سامنے اس زن مومنہ کو قتل کرا دیا۔ ”رمی اللہ عنہا“ چند لوگوں نے یزید سے یہ بھی کہا کہ سر بریدہ امام حسین کے ساتھ اس قدر بے ادبی نہ کر۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے اشخاص کو یزید نے قتل کرا دیا ہوگا۔

راس الجالوت کا یزید کے ہاتھوں قتل

ابن مخنف نے مقتل میں تحریر کیا ہے کہ جب سر ہار شہداء اور اسیران اہلیت اظہار مجلس یزید میں پیش ہوئے ہیں تو حاضرین مجلس میں یہودیوں کا عالم اور بزرگ دین موسیٰ راس الجالوت بھی تھا۔ شنیہ بات دیکھی ہوئی بات کی برابر نہیں ہوتی۔ جب راس الجالوت نے یزید پلید کو سر امام حسین کے ساتھ بے ادبی و جسارت کرتے دیکھا تو اس نے یزید کو لڑکا۔ یزید نے اس کو ناروا الفاظ کہنے راس الجالوت نے سر اٹھا کر یزید کو دیکھا اور کہ میرا تجھ سے ایک سوال ہے وہ یہ کہ سر بریدہ کہ جس سے تو جسارت کر رہا ہے کس کا سر ہے۔ اور اس کا معاذ اللہ کیا قصور تھا۔ یزید نے کہا ہذا راس الحسین ابن علی ابن ابی طالب کہ یہ حسین فرزند علی مرتضیٰ کا سر ہے حسین کی ماں فاطمہ بنت محمد بن عبد اللہ ہے اور آنحضرت مسلمانوں کے رسول میں راس الجالوت نے دریافت کیا تو پھر فرزند رسول خدا کو قتل کیوں کیا۔ یزید نے کہا کہ ملک عراق میں کوفہ والوں نے اس کو خطوط بھیج کر بلایا تھا کہ وہ کوفہ میں اپنی خلافت کا اعلان کرے۔ اور اہل کوفہ کا رابر و مقتدا قرار پائے۔ میرے عامل کوفہ ابن زیاد نے اس کو اثنائے سفر کربلا میں گھیر لیا اس کو اور اس کے اصحاب و انصار و عزیز و اقرباء کو قتل کر دیا۔ اور ان سب کے سرول کو اور حسین کے اہل حرم کو اسیر کر کے یہاں بھیجا ہے۔ راس الجالوت نے یہ سن کر کہا کہ جب کہ حسین تو اس رسول خدا ہے اور پیغمبر اسلام کی ذریت ہے تو یقیناً وہ مستحق خلافت ہے پھر کہا اے یزید میرے اور داؤد

کے درمیان میں تیس پستوں کا فاصلہ ہے اور بروایت اسی پستوں کا فاصلہ ہے لیکن یہودی لوگ میری تعظیم و تکریم اس حد درجہ کرتے ہیں کہ میرے قدم کی خاک کو تبرک سمجھتے ہیں اور میرے بغیر تزویج نہیں کرتے۔ لیکن تم ایسی امت مسلمہ ہو کہ کل پیغمبر تم سے جدا ہوئے اور آج تم نے ان کے فرزند کو شہید کر دیا۔ واللہ اعلم شراً۔ بخدا تمام امتوں میں بدترین امت ہو۔ راس الجالوت کی یہ باتیں سن کر یزید بھرک اٹھا اور کہا اگر ایسا نہ ہوتا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے من اذی معاہداً کنت خصمہ یوم النقیامۃ یعنی اگر کوئی ایسے غیر مسلم کو اذیت دے کہ جو اسلام کی پناہ میں ہو تو اذیت دینے والے سے قیامت میں باز پرس ہوگی۔ راس الجالوت نے جب یہ فرمان پیغمبر اسلام سنا تو کہنے لگا کہ قربان رسول خدا ہوں یہ کہہ کر اس نے سر بیدہ امام حسین کی طرف رخ کیا اور عرض کیا یا ابا عبد اللہ اشہد ان لا الہ الا اللہ وان حقا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول اللہ۔ یعنی اے آقا اپنے جہد کے روبرو میری شہادت دین کہ میں ان پر ایمان لے آیا ہوں میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لا شریک نے اور محمد بن عبد اللہ اللہ کے رسول برحق ہیں۔ اس وقت یزید نے کہا کہ اے راس الجالوت تو خود ہی اپنے دین سے خارج ہو گیا اور دین اسلام میں داخل ہو گیا اور میں چونکہ بادشاہ اسلام ہوں تجھ پر لازم ہے کہ میرے دشمن کی حمایت نہ کرے فقد برئنا من ذمتک۔ میں اب بری ہوں اور یہ کہہ کر اس نے جلاؤ کو بلایا اور حکم دیا کہ اس یہودی کو قتل کر دے۔ جلاؤ مردود نے اس نازہ مسلمان کو اس وقت قتل کر دیا۔ اور اس کی لاش کو مزبلہ پر پھینک دیا اور کوئی شخص اس کے غسل و کفن و دفن کی طرف متوجہ نہ ہوں ہو سکتا ہے کہ امام زین العابدین

علیہ السلام نے باعجاز امامت تکفین و تدفین کو انجام دیا ہو۔ بعض مقاتل میں ہے کہ جب راس الجالوت کو یزید نے قتل کر دیا تو یہودی اور سمانوں کے درمیان غسل و کفن و دفن کے بارے میں جھگڑا ہوا مسلمان کہتے تھے کہ یہ مسلمان ہو گیا ہے اسلامی طریقہ تجہیز و تکفین ہوگی اور یہودی کہتے تھے کہ یہ ہماری قوم کا بزرگ ہے ہم کفن و دفن کا انتظام کریں گے۔ لیکن یہودی غالب رہے اور اس کو بعد احترام غسل و کفن دیا اور دفن کیا۔ و احسرتاہ کہ بلا میں مسلمانوں نے لاش امام حسینؑ بے گور و بے کفن چھوڑ دی لشکر عمر بن سعد ملعون نے اپنے آدمیوں کو غسل و کفن دیا اور دفن کیا مگر پیغمبر اسلام کے نواسہ کو کسی نے دفن نہیں کیا بلکہ مسلمانوں نے نعش مطہر پر گھوڑے دوڑا دیئے۔

شہر واسط میں ایک دوستدار خدا کی موت

حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اولیائے خدا کو حقارت کی نظر سے مت دیکھو کہ روز قیامت ان کو یاد شاہی عطا ہوگی۔ اگر آج وہ مقام امامت و بندگی میں کمزور ہوں لیکن قیامت میں مثل ہر ماہ تابندہ ہوں گے۔ ان کے گرد آلود لباس کو مت دیکھو قیامت میں ان کا خطاب ہوگا اٹھو اٹھو لوگوں کو نجات دلاؤ۔ ان لوگوں کو کہ جنہوں نے دنیا میں تمہارے ساتھ نیکی کا سلوک کیا ہے ان سے خطاب قدرت ہوگا کلاے مرد و لی اے درویش تو نے دنیا میں تکلیف اٹھائی ہے اب تیرے لیے راحت ہی راحت ہے۔ اب ہم ایک حکایت بیان کرتے ہیں جسے گوش دل سے سنو اور دل میں جگہ دو۔ مردان حق میں سے کسی شخص نے کہا میں ایک مدت سے شہر واسط میں

تھا ایک جوان کو دیکھا کہ جوڑی تھا اور عجیب زبان والا تھا۔ وہ ہفتہ میں ایک دن اپنے ہاتھ سے کام کاج کرتا ہے اور اس دن کی مزدوری کو اپنے پورے ہفتہ تک صرف کرتا تھا اور پھر دوسرا ایک دن ہفتہ میں کام کرتا۔ لیکن جب میں نے اس جوان کے چہرہ مہرہ کو دیکھا تو شان و شکوہ کے اعتبار سے وہ ہزاروں معلوم ہوتا تھا۔ پھر ایک ہفتہ گزر گیا مگر وہ شخص نظر نہیں آیا۔ مجھے شوق ہوا کہ کسی عنوان وہ شخص پھر مل جائے ہیں ایسی جگہ گیا کہ جہاں نادار لوگ راکرتے تھے کہ ایک خرابہ سے اس کی آواز بلند ہو سوز دل کے ساتھ تھی گوش زد ہوئی یعنی اس کے ناکہ کرنے کی آواز سنی اس آواز نے میرے دل پر اثر کیا۔ اور میری ٹانگوں کی قوت نے میرا ساتھ چھوڑ دیا۔

ماہیچ کسان کوئی یاریم
گنج است غم اندرون سینہ
دل خستہ و گریہ خون نابست
ای دایے کہ خاتم خرابست
این سحر کہ میزنم نرم
بازار رحیل میکنم گرم

خلاصہ یہ ہے کہ محبت بار میں دل سوختہ ہو رہا تھا۔ اس کے سینہ میں غم کا خزانہ تھا اور اس خزانہ کی کبھی خستگی دل اور خون ناب ہے اور گریہ و بکا ہے افسوس کہ میری حالت خراب ہے اور میری آس جو رفتہ رفتہ کم ہو رہی ہیں بازار کو خرچ کو گرم کر رہی ہیں۔ میں اس جوان کے نزدیک گیا۔ دیکھا کہ خاک مذلت پر پڑا ہوا ہے۔ اینٹ کا ٹیکہ زیر سر ہے۔ نالوالی مسلط ہے۔ چہرہ زرد ہو گیا۔ بون پر خشکی آگئی ہے وہ عالم غربت و ناداری میں خرابہ میں پڑا ہوا حکم الہی کا منتظر ہے کہ کب پیغام موت

موت آئے اور وہ لیکہ کہے۔ میں نے اس کو سلام کیا جواب سلام ملا۔ اس نے آنکھ اٹھا کر مجھے دیکھا میں یہ دیکھ کر خوش ہوا کہ ابھی وہ زندہ ہے۔ میں نے اس سے کہا اے جوان کوئی آرزو ہو یا کوئی مصیبت ہو تو کہو تاکہ اس سے پایہ تکمیل تک پہنچاؤں۔ اس نے کہا رضا و خوشنودی خدا کی آرزو ہے دنیاوی کوئی آرزو نہیں ہے۔ میں نے کہا کیا کوئی دنیاوی آرزو ہے اس نے کہا نہیں۔ پھر کہنے لگا کہ عرصہ ہوا کہ پانچ آرزوئیں دل میں ابھریں۔ میں نے کہا پھر وصیت کرنا ہو تو کرو۔ اس نے کہا کہ میرے والدین حیات میں عرصہ سے میری راہ دیکھ رہے ہیں اب میری آرزو ہے کہ اپنے دوست کے نزدیک جاؤں۔ اس نے کہا اے مرد خدا اگر خدا کی راہ میں کام کرنا مطلوب ہے تو اس مہرہ کو جو میرے بازو پر بندھا ہوا ہے اور اس پر میرا نام لکھا ہوا ہے۔ میرے انتقال کے بعد سلطان ماوراء النہر نوح بن منصور کے پاس لے جاؤ اور اس سے کہنا کہ تیرا خدا اس صاحب مہرہ کی موت سے تجھے اجردے گا اور میری دیگر وصیت یہ ہے کہ میں اس خرابہ کے عقب میں کھلیاں ہے کہ ہر ایک رات کو وہاں سے بڑے بڑے جنگلی جانور اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں اور جب میری روح نکل جائے تو مجھے دروازہ پر لے جانا اور مجھے اس کھلیاں میں شیر کے آنے کی جگہ ڈال دینا اور مجھے دفن نہ کرنا کہ مجھے تاب فشار قبر نہیں ہے۔ یہ وصیت کی اور اس کی روح پرواز کر گئی۔ اس مرحلے نے اس جوان کے مرجلے کے بعد موجب وصیت مہرہ اس کے بازو سے کھولا۔ وہ ایک یا قوت تھا بہت تاملتہ تھا۔ اور اس پر نوح بن منصور سحر بر تھا۔ اس حاصل کرنے کے بعد اس نے چاہا کہ دوسری وصیت کو بھی پورا کرے۔ اس نے میت کے پاؤں کو بکڑا اور چاہا کہ کھلیاں کے پاس لیجائے ناگاہ اس کو آواز آئی کہ

دعہ فاندہ ولی من اولیائی - یعنی اپنا ہاتھ اٹھائے اس کو ہاتھ مت لگا کر یہ میرے اولیاء میں سے ایک ہے۔ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دے کہ یہ میرا خاص دوست ہے۔ یہ مجھے دوست رکھتا تھا میں اسے دوست رکھتا ہوں اس کا غسل و کفن سب میرے ذمہ ہے۔ مرد تن کہتا ہے کہ پھر میں نے صدمے ملا کہ سنی اور غسل میت کے وقت پانی وغیرہ کے گرنے کی آواز سنی۔ تھوڑی دیر بعد جب پردہ اٹھ گیا تو جوان کو سپرد خاک کیا۔ اس کی قبر پر ہٹھکھرتا تم پر بھی اور اس کے بعد باہر آیا اور مہراس امین شخص کو دیا بلانے والی ماوراء النہر کہ وہ اس کے والدین کو پہنچا دے۔

یقیناً ہر ایک انسان دنیا سے غریب جاتا ہے اور وہ اپنے والدین کے لیے کوئی نشانی چھوڑتا ہے کہ غریب دنیا سے رخصت ہو گیا۔ مثل اس کے کہ حضرت زینب خاتون اس وقت کہ جب آپ شام سے واپس میرتبہ پہنچیں اور ماں کی قبر پر گئیں تو ایک نشانی امام حسین کی ان کے پاس تھی۔ اور وہ امام حسین کا پیرا بن چاک چاک تھا خون آلود تھا۔ اور دست بریدہ عباں تھے۔ کہ جب زینب بیس قبر زہرا پر پہنچیں اور عرض کیا اماں جان میں آپ کے لیے تحفہ لائی ہوں۔ اے اماں یہ حسین کا پیرا بن خون آلود ہے۔ اے اماں میں کیا ہوں جب تمہارے حسین قتل میں گئے تو تمہیں یاد کیا سلام کیا۔

موقت کتاب فرماتے ہیں کہ جب عدلے تعالیٰ اپنے بندوں میں سے ایک عام بندہ صالح کے ساتھ یہ سلوک کرنا ہے تو پھر جو اس کے مقرب بندے ہیں ان کے غم میں اگر کوئی آنسو بہائے۔ ان کی عزاداری قائم کرے تو اس کو خداوند عالم کثرتِ بلند مقام عطا کرے گا۔ اللہم اجعلنا من محبہ۔

جاثلیق نصاریٰ کا یزید کے ہاتھوں قتل ہونا

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ یزید ملعون حضرت فاطمہ آل عبا امام حسین علیہ السلام کے سربریدہ کے ساتھ جسارت کر رہا تھا اور کلمات کفر اس کی زبان پر جاری تھے درباری لوگ ہمہ تن گوش تھے کہ اسی اثناء میں جاثلیق نصاریٰ بھی اس کی مجلس میں وارد ہوا۔ یہ طائفہ نصاریٰ کا رئیس و سردار تھا۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ جاثلیق جب دربار میں پہنچا تو یزید چوب دستی سے سر امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جسارت کر رہا تھا۔ وہ تخت یزید کے سامنے کھڑا ہوا۔ اس کے ہاتھ میں عصا تھا کہ جس کے سہارے وہ کھڑا تھا کیونکہ وہ مرد پیر تھا سیاہ لباس پہنے ہوئے تھا کہ اس کی نگاہ سر مطہر امام حسین پر پڑی۔ دیکھا کہ لورانی چہرہ ہے جاثلیق نے یزید سے دریافت کیا یا یزید ہذا من من۔ کہ اے یزید یہ کس کا سر ہے اس مرد نے کہا کہ یہ ایک خارجی کا سر ہے کہ جس نے عراق میں ہم پر خروج کیا تھا قتل ہو گیا جاثلیق نے سوال کیا کہ اس کا کیا نام تھا۔ یزید نے کہا حسین ابن علی، دریافت کیا کہ اس کی ماں کون تھی یزید بولا کہ فاطمہ زہرا دختر رسول خدا محمد ابن عبد اللہ۔ اس بزدل نصاریٰ نے کہا تو پھر تمہارے نزدیک فرزند رسول خدا واجب القتل کیوں کر ہوا؟ یزید نے کہا کہ اہل کوفہ نے اس خطوط دیکھ کر بلایا کہ وہ اس کو اپنا امام اور خلیفہ قرار دیں۔ میری حکومت کے عامل عبید اللہ ابن زیاد نے اس کے خلاف لشکر کشی کی اور اس کو قتل کر دیا۔ اس کے صحاب ویاور و اعزاء سب قتل کر دیئے۔ اس پر جاثلیق نے کہا۔ آخر اس کا معاذ اللہ کہا قصور تھا۔ اہل عراق نے اس کو چلایا تھا دوست ہے

آخر اولاد پیغمبر کا کام ہدایت کرتا ہے اُسے اس نے انجام دیا۔ تو اس کے سر پہ
کے ساتھ جبرائیل دے ادبی کر رہا ہے اپنی چوب دستی اس کے پاس بٹالے
ورنہ خدا تجھے ہلاک کرے گا۔ اور سُن لے کہ میں اپنی عبادت گاہ میں تھا کہ ایک
آواز زلزلہ سے مشابہ سُنی۔ میں نے آسمان کی طرف نگاہ کی۔ دیکھا کہ ایک شخص
دکھن چہرہ، بلکہ آفتاب سے بھی احسن تر، زمین پر آیا اور اس کے ساتھ اور بھی
نورانی لوگ تھے۔ میں نے ان میں سے ایک آدمی سے سوال کیا کہ یہ کون بزرگ
ہیں۔ مجھے بتایا کہ خاتم پیغمبران حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔
محمدؐ کہ دو روز ہیں عصر و صبح در قباب قوسین در قصر اوست
مہیں پنج نوبت زن جان پاک مہیں چار بالشت نہواب و خاک
ماحصل یہ ہے کہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) زمانہ کے لیے خداوند عالم کا ایک
بہترین تحفہ ہیں۔ اور قباب قوسین تک ان کی نبوت کی حد ہے۔ پانچ وقت ان
کا ڈنک بجتا ہے یعنی اذان میں ان کی رسالت کی گواہی دی جاتی ہے۔ اور ان کا
وجود ہی جو دس وقت سے ہے کہ جب یہ چاروں عناصر یعنی آب و آتش
خاک و باد بیدار ہوئے تھے۔

غرض کہ آنحضرتؐ کے ساتھ آدم صقی اللہ، عیسیٰ روح اللہ، برائے تعزیت
حسین آئے ہیں۔ بیزید کو اس کی گفتگو سخت ناگوار گزری اور کہنے لگا کہ میں تیرا
شکم چاک کروں گا۔ تو اس قدر گستاخی کر رہا ہے کہ میرے سامنے مجھے ظالم قرار
دیا ہے۔ پھر بیزید ملعون نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ اس کو پکڑ لو چنانچہ بیزید
کے غلاموں نے اس کو گرفتار کر لیا۔ اور اس کو تازیانے مارنے شروع کئے۔
یہاں تک کہ وہ بیچارہ زار و ناتوان ہو گیا اور اس نے سر پہ امام حسینؑ کی طرف

رخ کر کے آنحضرتؐ کی نبوت و رسالت کا اقرار کیا اور شہادت دی پھر کہا
تیرے پدر عالیقدر علیؑ امیر المؤمنین میں میں گواہی دیتا ہوں میں ان کو اپنا امیر
مانتا ہوں قیامت برحق ہے اس کے بعد جاثلیق نے بیزید کی طرف دیکھ کر کہا
کہ تو مجھے قتل کرو اور قتل کرنے میں جلدی کر میں پھر شہادت دیتا ہوں کہ حسینؑ
اور حسینؑ کے نانا کا دین برحق ہے اور رسول خدا میرے لینے کے لیے بہشت
سے تشریف لائے ہیں اور عہد بہشت عطا فرما رہی ہے یہ کہہ کر جاثلیق نے
دم توڑ دیا اور روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی جب اسیران اہلبیتؑ کو اس واقعہ
کی خبر ہوئی تو حضرت زینبؑ خاتون نے نجف کی طرف رخ کر کے فریاد کی بیا
یہود و ترسا ہماری حمایت کرتے ہیں اور مسلمان ہمیں اسیر بنا کر لائے ہیں۔ بیا
یہ وقت مدد ہے

ہر کہ در مکی علیؑ گفت ای پدر دست او بگفتی از ہر رہگذر
ماکہ در بند بلائیم یا علیؑ جملہ اولاد شما ہم اے پدر
یعنی کہ اے بابا ہم ہر ایک مکی و مصیبت میں آپ کو آواز دیتے ہیں یا علیؑ مدد ہے
اور زندگی کے ہر موڑ پر آپ کا دامن تھامے ہوئے ہیں۔ اے علیؑ ہم مصائب
اور بلاؤں میں پھنسے ہوئے ہیں اور آپ کی ساری اولاد مصائب کا نشانہ بنی
ہوئی ہے۔ اے علیؑ اولی مدد ہے۔

جب جاثلیق کی روح پرواز کر گئی تو نصاریٰ لوگ جمع ہوئے اور اپنی قوم
کے بزرگ و رئیس کو پورے احترام و عظمت کے ساتھ سپردِ خاک کیا۔ البتہ ان
کا ظلم آغوشِ تراب میں سو گیا۔ و احسرتا۔ مسلمانوں نے لاش سید الشہداءؑ
پر گھوڑے دوڑا دیئے۔ دفن کرنا کیسا لاش حد چاک چاک پرالمجرم کو رو لے

نہیں دیا۔ اور پھر سے دربار میں یزید مسلمان ہونے کا دعویدار ہے مگر سر بریدہ امام حسین سے جہارت کر رہا ہے۔ سبیلہم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

عبدالوہاب سفیر بادشاہ روم اور دربار یزید

کتاب منتخب میں شیخ طریقیؒ نے بارشہ معتبرہ وثقہ کتاب منتخب المراثی میں نقل کیا ہے کہ دربار یزید میں جگہ جگہ کے سفیر اور اہل بی و نما میں موجود تھے چنانچہ بادشاہ روم کا سفیر کہ جس کا نام عبدالوہاب تھا دربار یزید میں موجود تھا جب اس نے دیکھا کہ یزید سر بریدہ امام حسینؑ کے ساتھ چوب دستی سے جہارت کر رہا ہے تو سفیر روم پر بہت زیادہ اثر ہوا اور مفلوکیست سے متاثر ہو کر نے لگا۔ جب یزید نے اس کے رونے کی آواز سنی تو کہا اے سفیر روم تو ہماری خوشی کی محفل میں کس لیے رو رہا ہے۔ سفیر روم نے کہا ایک دفعہ میں بغرض تجارت روم سے مدینہ گیا میں نے کسی صحابی سے دریافت کیا کہ پیغمبر اسلامؐ کس قسم کے ہدیہ اور تحفہ کو پسند فرماتے ہیں۔ اس صحابی نے جواب دیا کہ از قسم عطر و خوشبو چیری زیادہ پسندیدہ ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ میں عنبر و اشہب مشک خرید کیا اور خانہ رسولؐ خدا کی طرف روانہ ہوا۔ حضرت رسولؐ خدا ہو۔ حضرت رسولؐ خدا اس روز خانہ ام سلمہؓ میں تشریف فرما تھے۔ میں نے اجازت طلب کی۔ اور داخل خانہ رسولؐ خدا ہوا فلما شاہدت جمالہ ازداد عینی لقائہ نوراً ساطعاً و از دنی منہ مسروراً وقد تعلق قلبی بمحبتہ۔ یعنی کہ جیسے چہرہ پُر نور رسولؐ خدا پر نظر پڑی۔ میری آنکھوں کی بینائی نہ صرف زیادہ ہو گئی بلکہ نور بصیرت اور بھی زیادہ ہو گیا ہے

ہر لطافت کہ نہال بود پس پردہ غیب
ہمہ در سبیل زیبائی محمدؐ تا دیدم

جس قدر لطافتیں، نزہتیں، پاکیزگیاں میری نگاہ سے روپوش تھیں پس پردہ تھیں وہ سب صورت محمدؐ میں جلوہ فگن نظر آئیں۔ میں حاضر ہو کر آداب بجالایا آنحضرتؐ کہ تمہارا نام کہل ہے میں نے عرض کیا کہ عبدالشمس نام ہے اس وقت آنحضرتؐ نے میرا نام تبدیل کرنے کا حکم دیا اور خود بہ نفس نفیس میرا نام عبدالوہاب تجویز فرمایا اور فرمایا کہ اگر تو اس نام کو قبول کرے گا تو ہم تیرا ہدیہ قبول کریں گے ورنہ نہیں۔ پس میں نے غور کیا اور آپؐ میں وہی صفات حمیدہ دیکھیں کہ جن کی خیر علیٰ ابن مریمؑ نے دی تھی تو میں نے فوراً دین اسلام قبول کیا میں چند روز مدینہ میں رہا اور احکام اسلام آنحضرتؐ سے سیکھے۔ میں واپس گیا اور بادشاہ روم نے مجھے اپنا وزیر بنایا۔ میں نے کسی پر اسلام لانے کو ظاہر نہیں کیا تھا۔ اس مدت میں خداوند عالم نے مجھے پانچ فرزند اور چار دختر عطا کیں۔ اور اس وقت جو تو نے مجھے گریہ کنان دیکھا وہ اس وجہ سے تھا کہ میں نے مدینہ کے دوران قیام دیکھا کہ راہبیت هذا العزیز الذی داسہ بین یدیک مہینا حقیراً قد دخل علی جدہ۔ کہ اس دوران یہ بزرگ آئے کہ جن کا سر بریدہ اس وقت موجود ہے اور تو اس کو ذلیل و حقیر قرار دے رہا ہے۔ آنحضرتؐ نے پیار کیا اور اپنی آغوش میں بیٹھالیا۔ اور فرمایا مرحبا بک یا حبیبی۔ اور پھر آنحضرتؐ نے اس شہزادے کے لبوں کو بوسہ دیا اور اس کے دانتوں کو چوما۔ اور فرمایا اکلے حسینؑ ایک وقت آئے گا کہ تجھے لوگ شہید کریں گے خدا ان کو اپنی رحمت سے دور رکھے گا دوسری مرتبہ میں نے یہ عجیب واقعہ دیکھا کہ یہ بزرگوار حسینؑ اپنے بھائی حسنؑ کے ساتھ خدمت رسولؐ خدا میں آئے۔ بچپن

کا زمانہ تھا اور کہا اے نانا ہم نے کشتی ٹوٹی گمراہ ایک دوسرے پر غالب نہیں ہو سکے۔ ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ہم دونوں میں سے کون قوت زیادہ رکھتا ہے نانا جان آپ فیصلہ صادر کریں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کشتی ٹوٹا تمہاری شان کے مطابق نہیں ہے بلکہ تم خط لکھو جس کا خط بہتر ہے وہی زیادہ قوت والا ہے۔

اے یزید دونوں غنیمہ ہا مباح نبوت نے خط لکھا۔ یعنی کچھ عبارت بخط خوشنویسی لکھی۔ اور خدمت رسولؐ آئے اور پھر فیصلہ صادر کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے بیٹو تم اپنی ماں فاطمہؑ زہراؑ کے پاس جاؤ وہ فیصلہ کریں گی۔ دونوں بہنزدگانِ مال کی خدمت میں آئے خط پیش کیا اور کہا ماں جاکس کی تحریر خوبصورت ہے۔ اب حضرت فاطمہؑ زہراؑ سوچنے لگیں کہ گریہ کہتی ہوں کہ حسنؑ کی تحریر عمدہ ہے تو حسینؑ کو رنج ہوگا اور اگر یہ کہتی ہوں کہ حسینؑ کی تحریر اچھی ہے تو حسنؑ کو خیال ہوگا پھر آپؐ نے اپنے گلوے مبارک میں بتو گلو بند تھا اس میں سات موتی تھے وہ ساتوں موتی کھول کر زمین پر ڈال دیئے اور فرمایا کہ جو زیادہ موتی چسنے کا جس کا خط عمدہ مقصور ہوگا دونوں شہزادہ موتیوں کی طرف بڑے اور تین تین موتی ہر ایک نے چُن لیے۔ خداوند تعالیٰ نے جبریلؑ کو حکم دیا کہ اس ایک موتی کے دو ٹکڑے کر دو قبل اس کے کہ یہ موتی ان دونوں میں سے کوئی چُنے۔ جبریلؑ نازل ہوئے اور موتی کے دو ٹکڑے کر دیئے اور دونوں نے ایک ایک موتی کا ٹکڑا اٹھا لیا۔

اس کے بعد عبد الوہابؑ نے کہا اے یزید کہ اگر فاطمہؑ زہراؑ اور رسولؐ خدا سریدہؑ حسینؑ کے ساتھ تیری جسارت دیکھیں اور چوب دستی کو دندان سریدہؑ پر لگانا دیکھیں

تو کہا فاطمہؑ دوران کے ببار رسولؐ خدا خوش ہوں گے۔ یہ کہہ کر وہ سفیر رومؑ بآواز بلند رونے لگا اور بچکی گلو گریہ ہو گئی مصنف کامل التقیفہ تحریر کرتے ہیں کہ یزید ملعون اس پر غضبناک ہوا اور قتل کر دیا۔ لعن اللہ علی یزید۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے ساتھ یزید

کا مکالمہ

یہ مسئلہ امر ہے کہ مصائب سید الشہداء امام حسینؑ علیہ السلام پر گریہ و بکا کرنا۔ ماتم و نوحہ کرنا باعث خوشنودی خدا و رسولؐ ہے پس موالیان اہلبیتؑ اظہار اور شیعان حیدر کرار پر فرض ہے کہ فامعز امام حسینؑ علیہ السلام پر پا کریں۔ اور اکثر اوقات اپنی آنکھوں سے خطاب کریں یا عیونی جودی بتواتر البکا و کلاے میری آنکھوں غم امام حسینؑ میں روڈ اور اس طرح برسو کہ جیسے تیز بارش ہوتی ہے کہتی اپنے قلب ردل سے خطاب کرو۔ یا قلب جدی جد ثواکل النساء۔ کہ امام زین العابدینؑ کو کیوں اسیر کیا گیا کیوں در بدر پھرایا گیا شہر بشہر در بدر۔ اس شان سے پھرایا گیا کہ اہلرم برہنہ سر ساتھ ہیں اور خود امام مظلوم طوق و سلاسل میں گرفتار ہیں۔ اور وہ روئید کہ جس دن آپ دربار یزید ملعون میں اسیر ہو کر پہنچے اور دیار میں آل رسولؐ طلب کئے گئے۔ اور سر ہاد شہداء اسیروں کے سامنے رکھے ہوئے تھے دربار میں سات سو کرسی نشین بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ یزید ملعون نے حکم دیا کہ سید سجادؑ سامنے پیش ہوں۔

چنانچہ سید سجادؑ کو غلاموں نے پیش کیا ہے
غل بگردن مالک ملک وجود از خجالت سریزید افکنده بود
چوں ہلال یکشبہ زرد و ضعیف زیر زنجیر گران جسم نحیف
می شنید از بر طوف دشنام بد

بود ساکت عاشقش اندر دم نبرد
یعنی کہ امام زین العابدینؑ گلے میں طوق پہنے ہوئے۔ پاؤں میں پٹریاں۔ سر کھلا ہوا۔
شرمندگی سے سر نیچا کئے ہوئے۔ مثل ہلال یک شب چہرہ کا رنگ زردی مائل
کمزور اور نحیف جسم زار کے ساتھ دربار میں یزید ملعون کے سامنے پیش کئے
گئے۔ دربار نجس میں اہلبیتؑ اظہار کے خلاف ناروا باتیں بحکم یزید پلیدی ہو رہی
تھیں اور امام علیہ السلام سن رہے تھے بعض کلمات ارباب مقاتل نے نقل کئے
میں کہ ولای سید سجادؑ علیہ السلام اور دوسرے مردوں کو پیش یزید کیا اور بعدہ اسیران
عورتیں اور بچے اناہلبیتؑ اظہار پیش کئے گئے۔ حتیٰ بنجلی لکم عمود الحق و فی
البخار عن ابن لسا قال علی بن الحسینؑ ادخلنا علی یزیدؑ ونحن اثنا عشر رجلا
مغللون۔ حضرت سید سجادؑ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب ہم دربار یزید پلیدی گئے
تو ہم بارہ مرد تھے۔ سب کے سب سلاسل پہنے ہوئے تھے۔ ہم یزید کے تخت
کے سامنے کھڑے ہو گئے۔

یا یزیدؑ نشدک باللہ ما ظنک
برسول اللہ لورانا علیٰ ہذا الحالۃ اے یزید تجھے خدا کی قسم یہ بتلا کہ تیرا آنحضرتؐ کے
متعلق کیا گمان ہے کہ اگر وہ ہمیں اس حالت میں دیکھتے تو ان پر کیا گزرتی۔ تو جواب
دے اور جو چاہے جواب دے زبان حال سے یہ فرمایا ہے

یا آنکہ ما ز گبر و یہودیم ای یزید از بہر چیست پرودہ مارا دیدہ

این ظلم ہمارو انود بائد ای یزید
ظالم مگر تو آل علی را خریدہ

یعنی کہ یزید (معاذ اللہ) کیا ہم آتش پرست اور یہودی ہیں آخر کس واسطے
ہمارے ناموس کو بے پردہ کیا ہے یہ مظالم خدا کی قسم ہرگز روا نہیں ہیں اے
ظالم کیا تو نے اولاد علیؑ کو خرید کیا ہے۔ جو ایسا ظلم کر رہا ہے ابن نماتہ پر کہتے
ہیں کہ حضرت امام زین العابدینؑ نے فرمایا کہ یزید تخت مرصع پر بیٹھا تھا اور اس
کے سر پر زرنگار تاج تھا۔ اور اس مردود کے آس پاس بزرگان قریش بیٹھے ہوئے
تھے جو سب ہی اموی لوگ تھے اس ملعون نے نظر بغض و غضب سے حضرت
سید سجادؑ کو دیکھا۔ اور اپنے حواریوں سے پوچھا کہ یہ کون ہے لوگوں نے بتلایا
یہ علیؑ ابن الحسینؑ ہیں۔ اس بدبخت نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ علیؑ نامی پسر
امام حسینؑ کی پلا میں شہید ہو چکا ہے پس یہ دوسرا علیؑ کون ہے۔ امام زین العابدینؑ
علیہ السلام نے بیچتم گریان فرمایا کہ تیرے لشکر والوں نے ان کو کربلا میں شہید کر دیا۔
ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ یزید نے کہا کہ عجیب بات ہے کہ تیرے پدر بزرگوار
نے اپنے سب بیٹوں کا نام علیؑ رکھا ہے آپ نے فرمایا کہ میرے بابا اس چیز کو
پسند فرماتے تھے کہ اپنی تمام اولاد کو رکھوں علیؑ رکھیں۔ مقتل میں ہے کہ یزید
نے کہا کہ تو اس شخص کا فرزند ہے کہ جس نے دعویٰ سلطنت و خلافت کیا۔ خدا کا
لشکر ہے کہ حسینؑ کو سلطنت و خلافت نہ ملی۔ خدا نے مجھے منقذ و منصور فرمایا۔
اور حسینؑ کے اہلجم اسیر ہوئے حضرت امام زین العابدینؑ علیہ السلام نے فرمایا کہ
دنیا میں کون ایسا شخص ہے کہ جو میرے پدر بزرگوار حسینؑ ابن علیؑ سے زیادہ جبار
خلافت ہو۔ جب کہ وہ جناب بسط پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

کلیم راچہ مگر گشت کند فرعون
سیح راچہ خطر گر سید شود دجال

یعنی نہ موسیٰ علیہ السلام کا کیا نقصان ہو سکتا ہے کہ اگر فرعون ان کا مقابل بنے۔
دعویٰ ربوبیت کرے وہ بہر حال میں اللہ کے نبی ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ موسیٰؑ
کے پاس سلطنت نہ تھی۔ اور فرعون صاحب سلطنت تھا مگر پھر بھی موسیٰؑ نبی
رسول میں اور سلطنت فرعون کو کوئی درجہ نہ دے سکی۔ اسی طرح حضرت علیؑ
ابن مریمؑ اللہ کے رسول ہیں اور دجال لاکھ لشکر رکھتا ہو مگر پھر دجال ہے۔ کتاب
بحار میں ہے کہ یزید نے یہ سن کر کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ تیرے پدر کو میں نے
قتل کیا۔ وہ بد نہاد کہنے لگا کہ تم اللہ پر افترا باندھتے ہو۔ خدا نے لعنت کی
شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ یزید نے کہا یا علیؑ تمہارے پدر حسین نے میرے ساتھ
اچھا نہ کیا بلکہ میرے ساتھ نزع کیا۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام
نے اس وقت آیت پڑھی۔ مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ
إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَ هَآؤُلَآئِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ۔

(سورة المحمداً آیت ۲۲)

جتنی مصیبتیں روئے زمین پر اور خود تم لوگوں پر نازل ہوتی ہیں (وہ سب) قبل
اس کے کہ ہم انہیں پیدا کریں کتاب (روح محفوظ) میں (لکھی ہوئی) ہیں بیشک
یہ خدا پر آسان ہے۔ یزید ملعون نے اس آیت کو سن کر خالد کے بیٹے کی
طرف رخ کیا اور کہا کہ تو اس کا جواب دے مگر وہ جاہل کوئی جواب نہ دے
سکا۔ تب یزید ملعون نے یہ آیت پڑھی۔ وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا
كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ۔ (سورة الشوریٰ آیت ۴۳)

اور جو مصیبت تم پر پڑتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کرتوت سے اور
ناس پر بھی (وہ بہت کچھ معاف کر دیتا ہے۔ کتاب بحار میں ہے جب یزید
نے یہ آیت پڑھی تو حضرت سید سجاد علیہ السلام نے فرمایا کہ تو نے جو کچھ کہا اگر
اجازت تو میں اس کا جواب دوں سید یزید نے کہا ہاں جواب دیجئے۔ لیکن زبان
نہ ہو اس پر یہ سارو قیدی امامؑ نے فرمایا کہ میں تیرا قیدی ہوں میں کیونکر ناروا بات کہہ
سکتا ہوں زیر گفتگو یہ امر ہے کہ میں نے کہا تھا کہ اگر رسول خدا اس وقت تشریف
لائیں اور میں طوق و زنجیر میں دیکھیں تو ان پر کیا گزے گی وہ تم سے خوش ہوں
گے یا ناخوش؟ یزید اس وقت حکم دیا کہ طوق و زنجیر کھول دیئے جائیں۔

علامہ مجلسیؒ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ
اپنے فرمایا کہ جب ہمارے چہرہ بزرگوار اسیر ہو کر دبار یزید میں پہنچے ہیں تو دست
بازو۔ اور گردن میں زنجیریں تھیں۔ اور آپ کے بازوؤں میں زنجیریں تھیں اس
ملعون نے جب آپ کو دیکھا تو کہا اے علیؑ شکر خدا کہ تیرے پدر کو قتل کیا۔ آپ
نے فرمایا کہ خدا لعنت کرے اس پر کہ جس نے میرے بابا کو قتل کیا اور تو نے ہی
میرے بابا کو قتل کیا پس تجھ پر خدا کی لعنت ہے۔ یزید ملعون سن کر غصہ
میں بھر گیا اور حکم دیا کہ اس بیمار کی گردن قطع کر دو۔ آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے قتل
کرنا منظور ہے تو ہی زادیوں کو ان کے گھر پہنچا دینے کی اجازت دے کیونکہ یہ
فاطمہؑ زہراؑ صاحب عصمت کی بیٹیاں ہیں اور ان کو کوئی نا محرم نہیں پہنچا سکتا۔
یزید یہ سن کر خوش ہو گیا۔ اور آپ کے قتل سے باز رہا۔ اور غلام کے ایک
سواہن لاؤ (یعنی اواز لو) کہ جس سے دوسرا لوہا کٹتے ہیں (بحار میں منقول
ہے) فاقبل جرمنا الجامعة عن عتقہ یل و یزید لعنت یعنی یزید نے ایک بڑا آواز اٹھایا

منکایا اور خود اپنے ہاتھ سے طوق گرل کاٹا۔ اور کہا اے فرزند حسین کہ میں نے خود یہ کام انجام دیا ہے ان کا یکن علی مغتہ غیرک۔ کہ میں نے چاہا کہ کسی غیر کا ممنون احسان نہ ہوں یزید اس آیت کو بطور تبریم و کرم پڑھا کہ ما اصابکم من مصیبة فمما کسبت اید بکھ۔ ما حصل یزید یہ تھا کہ یہ جو کچھ زنجیر و طوق و سلاسل میں تم تھے یہ تمہارے ہی ہاتھوں کی بدولت ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ عجب استدلال ہے یہ آیت ہمارے حق میں نازل ہوئی ہے اور تو اس آیت کو ہمارے لیے پیش کر رہا ہے پس امام علیہ السلام نے فرمایا کیا تو نے اس آیت کو نہیں پڑھا۔ ما اصابکم من مصیبة فی الارض الخ (سورۃ الحدید آیت ۲۲) روایت میں ہے کہ یزید نے چاہا کہ امام زین العابدین علیہ السلام کی گردن سے طوق آہنی بلند کرے۔ پس جیسے ہی طوق بلند کیا آپ کی گردن مبارک میں خون جوش مارنے لگا۔ کتاب دعوات الزاوندی میں ہے کہ یزید ملعون نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو قتل کرنے کا مقصد ارادہ کیا تھا۔ اور اس کا خیال تھا کہ دوران گفتگو سید سجادؑ نے کوئی ایسا حرف زبان سے نکلے کہ یزید کو آپ کے قتل کا بہانہ مل جائے۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے قرآن کی آیات سے استدلال قائم کر کے اُسے خموش کر دیا۔ یزید نے کہا کہ تم نے تو تسبیح کے ذریعہ جوابات دیئے ہیں۔ یعنی فدائی کلام سے۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میرے پدر بزرگوار نے جدا مجد رسولؐ خدا کا یدار شادیان کیا کہ جب کوئی شخص نماز صبح بجالائے تو بعد از تسبیح ہاتھ بلند کرے اور یہ پڑھے کہ اللہم انی اصبحت اسبحک و امجدک و احمداک و اهلک بعد ما ۱ دیر۔ یعنی کہ تسبیح پڑھنے کے بعد ہاتھ بلند کرے اور

مذکورہ کلمات پڑھے تو صبح سے لے کر وقت خواب تک اس تسبیح کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا۔ لیکن بجائے اصبحت اسبحک امسیت سبحک کہے تو دوسری صبح تک ثواب تسبیح ملے گا اور میں نے یہ کلمات اقتدار رسولؐ خدا میں کہے ہیں۔ یزید ملعون نے کہا سبحان اللہ کہ جو کچھ میں کہتا ہوں آپ اس کا فوراً جواب دیتے ہیں پس وہ امام زین العابدین علیہ السلام کے قتل سے باز رہا اور آپ کو رہا کرنے کا حکم صادر کیا اور آپ کو زنجیر و طوق سے آزادی حاصل ہوئی۔

صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ دوران مکالمہ یزید ملعون۔ صدائے نقارہ و نوبت سلطنت یزید شروع ہوئی خالد نے حضرت امام زین العابدین کی طرف رخ کر کے کہا کہ میرے پدر کی سلطنت کا نقارہ بج رہا ہے آپ نے اس کی آواز سنی۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا۔ ذرا صبر کراتے میں گلدستہ آذان سے صدائے آذان بلند ہوئی اور موزن نے اشہد ان محمد رسول اللہ کہا تو سید سجادؑ نے فرمایا کہ یہ ہماری نوبت ہے ہمارے جد کا نام آذان ہی لیا جاتا ہے اس وقت یزید بہت متعجب ہوا اور خموش ہو گیا (رگیزہ مجلس) روز عاشوراء وقت ظہر حضرت امام حسین علیہ السلام نے شمر سے فرمایا اب کیا وقت ہے تو شمر ملعون نے کہا کہ وہ وقت ہے کہ موزن گلدستہ آذان سے شہادت دے گا اشہد ان محمد رسول اللہ و احسن ماہ کہ شمر ملعون نے پھر بھی امام حسینؑ کو شہید کر دیا۔ الا لعنة الله على القوم الظالمین °

یزید ملعون کی مے نوشی اور سر امام حسین کے ساتھ

جسارت

کتاب عینون اخبار الرضا میں فضل بن ریح سے روایت ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ من کان من شعثنا فلیتورع عن سب الفقہاء واللعب بالشطرنج یعنی کہ کوئی بھی شخص جو اپنے آپ کو ہمارا شیعہ جانتا ہے اس کو چاہیے کہ فحاشی اور شطرنج سے پرہیز کرے۔ فقہاء اس خبر پر مے کو کہتے ہیں کہ جو سے بنائی گئی ہو۔ یہ بھی حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے جو سے تیار کردہ شراب یزید نے پی ہے جب دسترخوان پر یزید بیٹھتا تھا تو شراب فقہاء موجود ہوتی تھی۔ اور جب سربریدہ امام حسین علیہ السلام اس کے دربار میں پیش ہوا تو اس وقت بھی اس کے لیے شراب بھولائی گئی۔ خود بھی شراب نوشی کی اور اس کے ہم لقمہ لوگوں نے بھی شراب نوشی کی امام علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ شراب مومن کی دشمن ہے۔ شراب کہ جو بمعنی خمر ہے اور اس کا پینا حرام ہے اس کے متعلق معصوم علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اننا خمر الاستصغرة الناس وقہاء یعنی شرابی لوگ اس کو حقیر اور معمولی سمجھتے ہیں حالانکہ علماء فقہ نے شراب فقہاء (یعنی جو سے تیار کردہ شراب) اور شراب انگور دونوں کو یکساں طور پر حرام قرار دیا ہے۔ اور دونوں نجاست میں بھی یکساں ہیں ان کا استعمالی برتن وغیرہ بھی پاک نہیں ہوتا یہ بھی وارد ہوا ہے کہ جب سر امام حسین طشت طلاء میں رکھا تھا یزید شراب نوشی میں مشغول تھا۔

اور پھر جب نشہ ہلکا ہو گیا تو شطرنج کھیلنے میں مشغول رہا۔ از مترجم اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جس دن اسیران کربلا داخل دربار ہوئے ہیں اگرچہ یزید ملیک کے لیے سخت دن تھا مبادا ایسا نہ ہو کہ مملکت میں حملات اہلبیت طاہرین میں خرج کا جذبہ ابھر آئے تاہم یزید ملعون نے نوشی اور شطرنج بازی میں مشغول رہا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونوں حرام کام اس بدنہاد کی عادت بن چکے تھے۔ اس لیے شیعہ اہلبیت طاہرین کا ان دونوں بھس کاموں سے کیا تعلق؟ یہ چیز لمحہ فکریہ کی طالب ہے

تبرنداب میں مسطور ہے کہ فخر یزید لوضع الراس علی طبق من ذهب تعردی بالشرب فثم صب جودعت منه علی الراس وقال کیف سأتیت یا حسین۔ (از مترجم میرادل قابو میں نہیں ہے کہ یزید کے اس گستاخانہ عبارت کا ترجمہ کروں۔ اور مجھے یہ بھی امید ہے کہ کوئی مولوی اور شیعہ اس عبارت کے ترجمہ کو برداشت نہیں کر سکے گا) بس خلاصہ یہ ہے کہ یزید اس دور کا بد مست شرابی تھا۔ اس نے سر مطہر سے خطاب کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ اے حسین تم یہ گمان رکھتے ہو کہ تمہارے بابا علی مرتضیٰ اساقی حوض کوثر ہیں جب تم اپنے بابا کے پاس پہنچو تو کہتا کہ یزید کہتا ہے کہ مجھے اب کوثر نہ دیں گویا مجھے شراب بھوکافی ہے اور اے حسین تم کہتے ہو کہ چاندی سونے کے ظروف کا استعمال حرام ہے اور میں نے تمہارا سر طشت طلاء میں رکھا ہے۔ تم کہتے ہو۔ کہ میرے بابا علی مرتضیٰ قاتل کفار و مشرکین ہیں۔ میں نے آج تم سے کشتہ گان بدگا بدلہ لے لیا ہے۔

کیفیت ورود اہلبیت اطہار بادر بار یزید اور جناب فاطمہ جناب سکینہ و جناب ام کلثوم کو کنیزی میں

طلب کرتا

جب یزید ملعون حضرت سید سجاد کے ساتھ مکالمہ سے خارج ہوا تو اس نے حکم دیا کہ اسیران اہلبیت اطہار میں سے مخدرات اور بچے دربار میں پیش کئے جائیں۔ کتاب الارشاد میں شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے: ثم دعی بالنساء والصبیان۔ پھر اسیر عورتیں اور بچے دربار میں لائے گئے۔ دربار میں آنے سے قبل اسیران اہلبیت، مرد و زن تین گھنٹہ تک بالاساعات پر کھڑے رہے ناگاہ جلاؤ لوگ آئے اور اسیروں کو ریمان سے باندھ کر دربار کی طرف لے چلے۔ افتان و خیزان تمام مخدرات اور معصوم بچے گریہ کنان دربار میں پہنچے اس وقت محضر بن ثعلبہ ولد الحرام دربار میں پہنچا اور باوازلہ کیا کہ میں محضر بن ثعلبہ ہوں اور خدمت امیر المومنین میں حاضر ہوا ہوں۔ جب حضرت سید سجاد نے یہ سنا کہ وہ مرد و یتیم کو امیر المومنین کہہ رہا ہے فرمایا ولدت ام محضرا شر ولا امر یعنی کہ محضر کی ماں نے اس سے زیادہ شریرا اور یتیم (بچہ) بچہ نہ جنا ہوگا۔ ابن نما نے بھی اسی چیز کو نقل کیا ہے و احمر تاء و امصبتاء بنت علی و فاطمہ کجا اور دربار یزید پلید کجا، وارثان تطہیر کجا اور نقاشی کجا سے دربار گریزید زینب چہ کند با این ستم این سوخته کوکب چہ کند

ومنی یابن فاطمہ زہرا سیدہ النساء یابن بنت المصطفیٰ حضرت زینب کے اس نالرو غمان سے درباری لوگ متاثر ہوئے اور رونے کی سدا میں بلند ہو گئیں۔ یزید ملعون فحوش رہا۔ دوسری مرتبہ پھر گریہ و بکا کی آوازیں بلند ہوئیں۔ چنانچہ صاحب فصول الہم نقل کرتے ہیں فجعلت فاطمہ وسکینہ تتطاولان لتنظر الی الواس وجعل یزید یلحن تستر علیہما۔ یعنی کہ فاطمہ اور سکینہ دونوں گروں کھینچنے کھڑی تھیں کہ بابائے سر کی زیارت کر سکیں۔ اور یزید ملعون نے سر کو پوشیدہ کر رکھا تھا ناگاہ ان کی نظریں سر پریدہ امام حسین پر پڑیں صدائے گریہ بلند ہو گئی پس پردہ جو اطہار یزید ملعون تھے ان سب میں گریہ و زاری کی آوازیں بلند ہوئیں۔

بروایت النوار الثمینیہ و منتخب۔ روی ان الحریر لما دخلن فی السبی الی یزید بن معاویہ و هن مریقات بجمل طویل و زجر بن قیس لعنہ اللہ یجرهن یعنی حریم رسالت اور پردہ داران چادر تطہیر حبیب اسیر و خوار ہو کر داخل دربار یزید ہوئے۔ سب ایک ہی رسن میں بندھے ہوئے تھے اور ریمان زجر بن قیس کے ہاتھ میں تھی کہ وہ ان کو لے کر یزید کے تخت کے سامنے پہنچا اسیر کھڑے رہے۔ اس وقت یزید نے زبر سے پوچھا کہ من هذا۔ کہ یہ بی بی کون ہے۔ اور یہ بی بی کون ہے وہ الگ الگ ہر ایک بی بی کو دریافت کرتا رہا۔ اور زجر بن قیس بتلا دیا کہ زینب بنت علی و فاطمہ ہوا و یہ کلثوم خواہر امام حسین ہے یہ علی و فاطمہ کی بیٹی ہے۔ یہ سکینہ ہے یہ فاطمہ ہے یہ رقیہ غرق کہ ہر ایک مستور کا نام لے کر بتلاتا رہا۔ اس وقت یہ بیکیں بییاں ایک ایک دوسری بی بی کے عقب میں موہنہ چھپا رہی تھیں۔ یزید نے ایک بی بی کے متعلق دریافت کیا من هذا النقی لہا ستر

نامحرم وزینب اسی خدا ظلم بہ بین

نور شید رو دہرچ عقرب جب کہ

ماحصل یہ ہے کہ دربار یزید جو ظلم و ستم کی آمادگاہ ہے یزید کی کیا کہے نامحرموں کا مجمع ہے اے خدا یہ ظلم دیدنی ہے کہ وہ زینب خاتون کہ جس کی ماں کا جنازہ بھی پردہ شب میں اٹھایا گیا وہ زینب کہ جو واقعہ کربلا سے پہلے دن میں رونے رسول خدا پر نہیں گئی آج منکر رسول کے دربار میں برہنہ سر ہے ان یزیدیوں نے آل رسول اور نبی زادیوں کو اس طرح اسیر کیا تھا کہ ترک و دہلم کے اسیر بھی ایسے نہ ہوں گے۔ مجلس یزید میں اسیران خسرو جگر بال پریشان کھڑے تھے۔ و احسیناہ کی صدائیں بلند تھیں۔ اس وقت فاطمہ دختر امام حسین نے عورتوں میں سے یزید سے کہا یا یزید بنات رسول اللہ سایا۔ اے ظالم تو نے دختران رسول خدا کو اسیر کیا ہے فبکی الناس وبکی اهل دار لا حتی علیہ الاصوات۔ لوگوں میں شور مگرنے و بکا بلند ہوا۔ دربار یزید میں ماتم ہو رہا تھا۔ یزیدی خوشیاں کر رہے تھے آج دہی رنگ ہے مخالفین عزائم ہمارے رونے اور ماتم پراعترا من کرتے ہیں) معین الدین صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ یزید نے حکم دیا کہ اسیران کربلا کو صف اول سے لیجاؤ اور سب کو ایک جاکر کے لوگوں کے اور اسیروں کے درمیان پردہ کھینچ دو۔ لیکن مرحوم الشیخ کتاب البہوت میں لکھتے ہیں کہ ثم وضع راس الحسین بین یدیه واجلس النساء خلفه لئلا یظن ان الیہ۔ یعنی سر بریدہ امام حسین یزید ملعون کے سامنے ہی رہا اور المجرم کو تخت کے عقب میں جگہ دی تاکہ عورتوں سر مطہر امام مظلوم نہ دیکھیں کہ ناگاہ حضرت زینب خاتون کی نگاہ سر امام حسین پر پڑی بے ساختہ فرمایا ہا حسین اور اپنا گریبان چاک کر لیا فرمایا حسین یا حسین رسول اللہ یا بن مکہ

کہ یہ کون عورت ہے کہ جو اپنے دونوں ہاتھوں سے چہرہ کو چھپائے ہوئے ہے۔ زجر نے کہا کہ یہ سکینہ بنت الحسین ہے۔ یزید اس بیٹی کی طرف مخاطب ہوا اور کہا انت سکینہ کیا تو ہی سکینہ بنت الحسین ہے۔ سکینہ خاتون رونے لگی۔ یزید نے پوچھا کہ اس وقت تجھے کس چیز نے رلا دیا۔ آپ نے فرمایا کہ لا تبکی من لیس لہما ستر۔ کہ وہ دختر کیوں نہ روئے کہ جو نامحرموں میں گھڑی ہوا اور اسیر ہو پردہ کی کوئی صورت نہ ہو۔ کہ میں اپنا چہرہ تجھ سے اور حاضرین دربار سے چھپا سکوں داسے تو انہیں شیعہ یہ ہے پردہ اہلیت جس کی تاسی تم پر واجب ہے) کہتے ہیں کہ اس وقت یزید مردود بھی رونے لگا اور تمام حاضرین دربار باذان بلند رو رہے تھے۔

کتاب منتخب اور مقتل ابی مخنف میں ہے کہ یزید سکینہ خاتون سے کہا کلمے سکینہ تمہارے بابا حسین میرے حق کا انکار کرتے تھے اور میرے لیے قطع رحم کرتے تھے۔ اور میری سلطنت کے بارے میں نزاع کرتے تھے۔ تو نے دیکھا کہ ان کے سر پر کیسی مصیبت آئی۔ جناب سکینہ کو اگرچہ یزید کی یہ گفتگو انتہائی دل شکن تھی۔ جو کہ گران گزری مگر فرمایا اے یزید میرے بابا کے قتل کرنے پر خوش مت ہو میرے بابا مطیع خدا اور رسول تھے۔ مقرب بارگاہ ابنوی تھے۔ خدا نے ان کو داعی حق بنایا تھا وہ شہید ہو کر فائز المرام ہوئے ہیں۔

اور اے یزید تجھے روز قیامت اپنے اعمال زشت کے جواب دہی کے لیے تیار رہنا چاہیئے۔ کیونکہ روز حساب ضرور ہے اس نے مردود نے جناب سکینہ کو جھڑک دیا اور خوش کر دیا اس وقت ایک شخص گروہ لحم سے کھڑا ہوا اور کہا اے یزید اس دختر کو میری کنیزی میں دیدے۔ جناب سکینہ نے سنا تو اپنی

پھر بھی اماں ترینب خاتون سے لپٹ گئیں اور کہا کیا اماں جان۔ نبی زادیاں بھی کینزی بنتی ہیں؟ حضرت ام کلثوم نے بڑی غصیب آلودہ نگاہ سے اس مرد باہنجر کو دیکھا اور فرمایا کہ غموش ہو جاؤ خدا تیری زبان قطع کرے اور تجھے اندھا کر دے اور تیرے ہاتھ خشک ہو جائیں تو اولاد محمد مصطفیٰ پیغمبر خدا کو کینزی میں طلب کرتا ہے راوی کہتا ہے فواللہ ما استتم کلاما حتی اجاب اللہ دعا ثلثا۔ کہ بخدا ابھی جناب ام کلثوم کا کلام تمام نہ ہوا تھا کہ خداوند عالم نے دعا قبول کی۔ اور اس ملعون نے چیخ ماری اس کی زبان خود اس کے دانتوں سے کٹ گئی۔ اور اس کے دونوں ہاتھ اس کی گردن میں مثل طوق ہو گئے اور اس کی آنکھیں جاتی ہیں یعنی بینائی سلب ہو گئی۔ اس وقت حضرت ام کلثوم نے فرمایا کہ الحمد للہ الذی عجل علیہ العقوبۃ فی الدنیا قبل الآخرۃ۔ دختران رسول کی بے حرمتی کرنے والے کی یہ سزا ہے۔

مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ ام کلثوم سے حضرت زینب خاتون مراد ہیں کہ ام کلثوم کبریٰ لقب ہے پس حضرت زینب مستجاب الدعوات ہیں (از مترجم۔ بہر حال حضرت زینب خاتون ہوں یا جناب ام کلثوم ہوں دونوں ہی خداوند عالم کی بارگاہ میں مقرب ہیں اور خاص مرتبہ رکھتی ہیں)

حسن بن محمد بن علی الطبری کامل السیفۃ میں نقل کرتے ہیں کہ اس روز جب کہ یزید نے ورود اہلبیت طاہرین کے موقع پر دربار کو راستہ پیرا ستہ کرنے کا حکم دیا تھا اور اپنی لاکین دربار کو اجازت دی تھی کہ جو کچھ وہ سر مطہر امام حسین کے ساتھ جسارت کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔ اسی اثناء میں ایک مسخرہ زہیر نامی عراقی دربار میں حاضر ہوا۔ اور اس نے ایک نگاہ اسیروں پر ڈالی۔ اس کی نظر جناب ام کلثوم

پر پڑی اور یزید کی طرف رخ کر کے کہا۔ (معاذ اللہ) ہب فی ہذا الجاریۃ کہ اس کو مجھے بخش دے۔ اور اس کا اشارہ جناب کلثوم کی طرف تھا۔ آپ اسیروں کے ساتھ ایک طرف کو کھڑی تھیں۔ پس آپ نے از روئے غصیب دہر فرمایا کہ اقصر یدنا عننا قطعھا اللہ۔ یعنی اپنے ہاتھ کو کوتاہ کر یعنی ہماری طرف اشارہ نہ کر خدا تیرے دونوں ہاتھ خشک کرے۔ جناب ام کلثوم نے اس قدر آمیز طریقہ پر فرمایا کہ زہیر مسخرہ کے جسم میں ریشہ پڑ گیا۔ اور حیرت زدہ ہو گیا یہ دیکھ کر یہ اسیر تو عرب معلوم ہوتے ہیں کہ یہ خاتون عربی میں کلام کر رہی ہیں۔ اس کا خیال تھا کہ ترک و دیلم کے قیدی ہیں۔ اس وقت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ لے مردیہاں نبی زادیاں موجود ہیں یہ قیدی اولاد رسول خدا میں۔ یہ غافلہ زہرا کی بیٹی ہیں کہ تمہارے امیر نے اپنے نبی کی دختروں کو اسیر کیا ہے اور بے پردہ دربار میں حاضر کیا ہے جب وہ شخص یعنی کہ زہیر مسخرہ حالات سے باخبر ہوا مجلس یزید سے باہر آیا۔ اور ایک چھری لے کر اپنا دہ ہاتھ کہ جو جناب ام کلثوم کی طرف بڑھایا خود قطع کیا اور اس کٹے ہوئے ہاتھ یزید کے بائیں جانب پھینک دیا۔ اس کے بازو سے خون ٹپک رہا تھا وہ خدمت امام زین العابدین علیہ السلام میں گیا۔ اور عرض کیا قرزند رسول خدا مجھ سے خطا ہو گئی کیا میرا قصور معاف ہو جائے گا۔ یہ کہہ کر اس نے کٹے ہوئے حصہ پر سے کپڑا ہٹایا۔ اور عرض کیا مولیٰ میں آپ لوگوں کو نہیں پہچانتا تھا۔ میرے جرم سے درگزر فرمائے۔ اور اپنی پھوپھی ام کلثوم سے فرمائے کہ وہ میری خطا معاف کر دیں۔ ان کی دعا خداوند عالم نے قبول فرمائی۔ اب اگر آپ معاف فرمائیں تو خدا بھی میرا جرم معاف کر دے گا۔

اشیخ صدوق علیہ الرحمۃ نے کتاب امالی میں فرمایا ہے کہ عن فاطمۃ بنت علی علیہ السلام انھا قالت لما اجلسنا بین یدی یزید لعنہ اللہ رق لنا اول شوہ و الطغفان۔ شیخ امالی میں فاطمہ بنت امیر المومنین علیؑ سے روایت کرتے ہیں کہ ان محدثہ نے فرمایا کہ جب ہمیں مجلس یزید میں اس کے ربوہ روئے گئے تو اس ملعون نے میری طرف نشان دہی کی اور اس نے ہمارے حال پر رقت کی۔ اور مہربانی کا برتاؤ کیا اس وقت اہل شام میں سے ایک احمق شخص نے یزید کی قدیموبی کی اور کہا کہ اس عورت کو میری کنیزی ہیں۔ بخشدے۔ میں یہ سن کر خوف زدہ ہو گئی۔ اور مجھے خیال ہوا کہ یزید ظالم ہے حاکم ہے جو چاہے کرے میں نے اپنی بہن کے دامن کو پکڑ لیا۔ کیونکہ وہ مجھ سے بڑی تھیں۔ اور مجھ پر زیادہ شفقت فرماتی تھیں۔ انہوں نے مرد شامی کی طرف رخ کر کے فرمایا کن بت واللہ لعنت ما ذاک لک ولولہ۔ تو جھوٹ کہتا ہے تو نے عترت اہلبار کے بارے میں ایسی خواہش کی ہے جو تیرے لیے ممکن نہ ہوگی اور تو ملعون ہو گیا۔ اور یزید بھی تیرے اس کام کو انجام نہیں دے سکتا۔ یزید اس بات کو سن کر غصہ میں آگیا۔ اور میری خواہش سے کہا۔ بل کن بت ولعنت کہ تو نے جھوٹ کہا (معاذ اللہ) اور تجھ پر لعنت ہو۔ اگر میں چاہوں تو کنیزی میں دے سکتا ہوں۔ آخر کیوں ایسا نہیں کر سکتا میری خواہش نے فرمایا کہ خدا نے ایسا قرار ہی نہیں دیا ہے کہ عترت اہلبار کے بارے میں ایسا کام کر سکے اور دین و ملت سے خارج ہو جائے۔ یزید غصہ میں کہنے لگا کہ میرا قلم جیا کرتا ہے کہ ایسا لکھوں مگر کیا کرول۔ کوئی اور چارہ کار نہیں ہے پھر اس نے کہا انما خذہ من الدین ابوک و اخولک میری بہن نے فرمایا کہ اس دین کی میرے بھائی باپ اور جد بزرگوار نے تیرے باپ دادا کو ہدایت کی مقصد یہ تھا کہ اگر ہمارے

جد رسول خداؐ ہوتے تو تیرے باپ دادا مسلمان نہ ہوتے اور پھر تجھے سلطنت کا موقع نہ ملتا اس ملعون نے کہا کن بت یا عد واللہ جب میری بہن نے دیکھا کہ یزید ناروا و الفاظ کہہ رہا ہے تو فرمایا امیر فشتہم ظالما و ققمہ سلطانا میں کیا کرول کہ آج تو امیر مملکت ہے اور میں اسیر ہوں تو مجھ پر ظلم کر رہا ہے فرمایا اے یزید جیا کر۔ یزید فحوش ہو گیا اور شامی باز رہا۔ اور پھر کنیزی کے لیے طلب نہ کر سکا۔

مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ شیخ مفیدؒ نے اس واقعہ کو کتاب الارشاد میں لکھا ہے لیکن اس طرح روایت کی ہے کہ ابن فاطمہ و دختر امام حسینؑ، ماکہ دختر امام حسینؑ فاطمہ نامی نے کہا۔ اور مرحوم السید نے کتاب لہوف میں ابھی ایسا ہی لکھا ہے کہ ایک مرد شامی نے فاطمہ نامی بنت امام حسینؑ کو اپنی کنیزی میں لینے کے لیے یزید سے درخواست کی پس فاطمہ بنت امام حسینؑ نے اپنی بھوپھی جناب زینب خاتون کا دامن پکڑ لیا اور کہا بھوپھی اماں کیا ایسا ہو سکتا ہے آپ نے فرمایا کہ اس فاسق کی کیا مجال کہ تمہیں کنیزی میں لے سکے اس مرد شامی نے دریافت کیا کہ یہ لڑکی کون ہے اور یہ بی بی کون ہیں یزید نے کہا یہ لڑکی فاطمہ بنت امام حسینؑ ہیں اور یہ بی بی دختر علی ابن ابی طالبؑ زینب خاتون ہیں پس جیسے ہی اس شامی نے سنا تو اس نے یزید سے سر امام حسینؑ کی طرف اشارہ کر کے کہا کیا یہ سر مبارک حسین ابن فاطمہ و دختر رسول خداؐ کلہے یزید نے کہا کہ ہاں۔ اس پر وہ شامی بولا لعنت اللہ یا یزید تقتل عترۃ بیتک و تسبی ذمایتہ۔ اے یزید خدا کی تجھ پر لعنت ہو تو نے فرزند رسول خداؐ کو قتل کر دیا اور ان کی عترت کو نار و الفظ کہہ رہا ہے اور ان کو اسیر کیا ہے ان کو دربار میں بلایا ہے خدا شاہد ہے کہ مجھے یہ معلوم نہ تھا اور نہ ایسا خیال تھا کہ

ذریعت و حضرت رسول خدا قیدی ہیں اور تیرے دربار میں سامنے کھڑے ہیں۔ میں یہ خیال کر رہا تھا کہ یہ ترک و دہلم کے قیدی ہیں و امصیبتاہ کہ آل رسولؐ کو قیدی بنایا ہے یزید نے اس مرد مومن کو بھی قتل کر دیا اور اس کی روح محمد و آل محمدؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئی۔

دربار یزید میں حضرت زینبؓ خاتون کا خطبہ

کتاب معتبرہ، ارباب مقاتل، شیخ صدوقؒ اور دیگر علماء سے جو کچھ اگلی حاصل ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ جب امیران اہلبیت طاہرین وارد دربار یزید یدہامد ہوئے ہیں تو اُس نے دربار میں اسیروں کو ایک ناپسندیدہ جگہ دی مرحوم السید اور بعض دیگر علماء تحریر کرتے ہیں کہ تخت شاہی کے عقب ہیں۔ یا ایک پوشیدہ دالان میں جگہ دی۔ اور اولاً یزید کے سامنے اور پھر مذکورہ صورت میں اہلبیت اطہما کو جگہ دی۔ جب امیران اہلبیت یزید کے روبرو کھڑے تھے تو سر امام حسینؑ طشت طلا میں یزید کے سامنے رکھا تھا۔ اور جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے یزید یوب خیزران سے سر مطہر کے ساتھ جہالت کر رہا تھا ورنہ الشہداء میں ہے کہ جب حضرت ام کلثومؑ کی نظر بر یزید پیر پڑی۔ آپ نے یزید سے کہا کہ مجھے اجازت دے کہ میں سر مطہر کو اپنی آغوش میں لوں اور بوسہ دے سکوں یزید نے اجازت دی علیاً ام کلثوم نے سر مطہر کو طشت سے اٹھایا اور لبوں پر اپنے لب رکھ کر خوشبوئے بردار سوگی اور پھر یزید کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ اے یزید بہت جلد اپنے کئے کی سزا پائے گا۔

شیخ صدوق کتاب الامالی میں تحریر کرتے ہیں کہ سکینہ خاتون فرماتی ہیں کہ بخدا

میں نے یزید سے زیادہ سخت دل کوئی شخص نہیں دیکھا۔ اس وقت کہ جب یزید ایسے اشعار پڑھ رہا تھا کہ جن کا یہ ہے کہ آج بدر کے ہمارے مقتول زندہ ہوتے تو میری کارکردگی دیکھتے تو مجھے داد دیتے کہ میں محمدؐ کی آل سے گن گن کر بدلے۔ حضرت زینبؓ خاتون تاب ضبط نہ رہی اپنی جگہ سے کھڑی ہوئیں اور احتجاج خیز خطبہ انشاء کیا۔ ہم اس خطبہ کو کتاب اللہوں سے نقل کرتے ہیں جو حسب ذیل ہے۔

قال الراوی فقامت زینب بنت علی بن ابی طالب علیہ السلام فقالت الحمد لله رب العالمین وصلى الله على رسوله وآله اجمعین صدق الله كذالك يقول ثم كان عاقبة الدين اسواء السوء ان كذبوا بآيات الله وكانوا بما يستهزءون اظننت يا يزيدي حيث اخذت علينا اقطار الارض و افاق السماء فاصبحنا لنساق كما يساق الاسراء ان نيا هو انا على الله و بلك عليه كرامة وان ذلك لعظم خطرت عنده فشمخت بانقله ونظرت في عطفتك خذلان مسرورا حين رايت الدنيا لك مستوثقة والامور متسقة وحين صفنا لك ملكنا و سلطاننا فمهلا مهلا نسيت قول الله تعالى ولا تحسبن الذين كفروا انما نملي لهم غير لا نقسهم انما نملي لهم ليزدادوا اثما ولهم عذاب مهيمن، امن العدل يا بن الطلقاء تحذيرك حوائرك و امائك وسوقك بنات رسول الله سيابا۔

اے یزید تو اپنے آپ کو بادشاہ اور سلطان جانتا ہے کیا یہ ہی تیری عدالت

ہے کہ تیری کنیزی تو پردہ میں ہوں اور دختران رسولؐ خدا با سرو پا برہنہ نامحرموں کے سامنے رسن بستہ کھڑی ہوں۔ قد انتھکت سوسرہن وابدیت وجوہن تعدوا بعن الاعداء من بلد الى بلد وليستشرفن اهل المناخل وينصفن وجوہن القريب والبعيد والد في الشريف ليس محن من رجالهن ولا من حماقن حمى۔ اے ظالم تو نے آل رسولؐ کو بے پردہ کر دیا عورت پردہ پر باد و مصالح کر دی۔ اور ہمیں قیدی بنا کر نامحرموں کو ساربان بنا دیا۔ اے یزید شہر بشہر کے لوگ ہمارا تماشا دیکھ رہے ہیں اچھے بُرے ولی اور شریف سب تماشائی نظر آتے ہیں ہمیں کوئی ایسا نظر نہیں آیا کہ جو طلب خون شہیدان کرے۔ اور ہم بیکس عورتوں بچوں کی حمایت کرے وکیف یرتجی راقبہ ابن من لفظ قرة اکباد الا زکیاء بنت محمد بد ماء الشهداء۔ کس طرح امید کجا سکن ہے اُس کے پسر سے کہ جس نے اُمید میں شہید دل بگرا دیا کان نکال کر چبائے ہوں اور ان کا ہار بنا کر پہنا ہوں۔ وکیف یستوطاء فی بعضنا اهل البیت من نظر الینا بالشفق والشان والاخت والاصناف اور کیونکر آرام مل سکتا ہے ان سے کہ جنہیں اہلبیت طاہرین سے بغض ہے جو آل رسولؐ سے کینہ رکھتے ہیں۔ ثم نقول غیر متائم ولا مستعظم واهلوا واستملوا فوجا ثم قالوا یا یزید لا تشمل من حیثنا علی ثنا یا الی عبد اللہ سید الشاہ اهل الجنة تنکثها بمحضرتک۔ اور از روئے جرات و جسارت کہتا ہے کہ کوئی گناہ نہیں کیا۔ اور اپنے عمل کو نہیں دیکھتا کہ تو کہتا ہے کہ اے کاشش میرے بزرگ جو جنگ بدر میں مارے گئے وہ آج ہوتے تو دیکھتے کہ میں کس طرح آل رسولؐ اور اولاد علیؑ سے بد لایا ہے اور تو خوشیاں

منار ہا ہے اور اے یزید تیرے ہاتھ شل ہو جائیں کہ تو نے خوب بد لایا کہ اولاد نبیؐ کو قتل کیا۔ اور اب قلوب و دندان حسینؑ کے ساتھ جسارت کر رہا ہے۔ میرے اس بھائیؑ کے ساتھ کہ جو جو انان جنت کا سردار ہے۔ چوب دستی یوں پر لگا رہا ہے۔ وکیف لا تقول ذلک وقد نکات الغرحة واستاصلت الشاقة یاد افتک دماء ذریۃ محمد و بنجوم الارض من الی طلب کیوں نہیں کہتا کلاس کلام سے زخموں پر زخم لگا رہا ہے تو نے آل عبد المطلبؑ کا خون بہایا ہے ذریت پیغمبر خدا کہ جو زمین پر شل ستاروں کے تابندہ ہیں اور ان کے نور ہدایت سے اسلام منور ہو رہا ہے و تعنت با شیا خک زعمت انک تناد یعم فلترون وشیکا موسیٰ دھرو لتوزن انک شللت و بکمت ولم تکن قدت ما قدت وفعلت لما فعلت۔ تو اپنے بزرگوں کو آواز دے اور گمان کر کہ وہ تیری آواز سن رہے ہیں اور تو بھی جلد تران سے ملحق ہو جائے گا اور وہاں پہنچ جائے گا کہ جو تیری جگہ ہے۔ کاشش تیرے ہاتھ شل ہو جائیں۔ پس جناب زینبؑ خاتون نے اس پر نفی کی اور اس پر لعنت کی فرمایا۔ اللهم خذ بحقنا وانتقم من ظلمنا واحلل غضبک فی حق من سفک لنا دمائنا و قتل حماقتنا۔ اے خدا نے کریم والحمد واجب النکیم اور اے روز جزا کے مالک اور ہر ایک شے کو لطف و کرم سے نوازنے والے۔ اے زینبؑ یکس کے خدا دشمنی سے ہمارا انتقام لے۔ جنہوں نے ہمارا حق غضب کیا ہے اور ہمارے جوانوں کا خون بہایا ہے۔ ان سے انتقام لے۔ انتقام لے۔ اس وقت جناب زینبؑ نے یزید کی طرف دیکھا اور فرمایا فواللہ ما قربت الا جلدک ولا حمزات الاحلک ولترونی علی رسول اللہ بما تحملت من سفک دمائنا ذریتہ وانتھکت

من حرمتہ فی عترة ولحمت حیث یجمعہ اللہ شملہم ویکتم شعثہم یاخذلہم بجمہ
اے یزید خداوند عالم پر تیرا یقین نہیں ہے کہ تو نے ہمارے حق میں ظلم کیا۔ او
جب تو حضرت رسول خدا کی خدمت میں روز قیامت جائے گا اور وہ بھی اس
حالت میں کہ تو نے ذریت رسول کا خون بہا یا ہے۔ ان کی عمرت کو اسیر کیا
ہے اور جگر رسول خدا کو سوختہ کیا ہے۔ تو جب رسول خدا تجھ سے سوال کریں گے
اور ہمارا انتقام لیں گے تو تجھے اپنی فکر خود کرتی لازم ہے کہ تو نے ہمارا گھر
برباد کیا ہے۔

ای جفا کردہ دل خلق ریش
غافل از اندر کعبتایت ہست
روز قیامت کہ بودہ آوری
چند غیار ستم انگین
آہ کسان خسرو نباد شمر
تیر صیقلان چہ گوشت از کمان
بگذر دازند سپہر آسمان

غلامہ اشعار یہ ہے کہ بے جفا کار، ستم شعار تجھ سے مخلوق کے دل زخمی
ہو گئے ہیں تو نے ستم شکاری اپنا رویہ بنالیا ہے تو اس امر سے غافل ہے کہ تیرے
لیے عتاب خدا ہے کیا تو روز قیامت حساب دینے سے فارغ ہو گیا ہے۔
کچھ سوئے اُس دن تو کیا عذر کرے گا۔ روز قیامت عدل و انصاف کا دن ہے
ستم و جور کی آندھیاں چلانے والے اپنی آبرو کا احساس اور دوسری کا خون
برسانا۔ کسی کی آہ کو بے اثر نہیں سمجھنا چاہے بھڑکتی ہوئی آگ کے سامنے کیا

خورد وہ تو سب کو جلا دیتی ہے۔ کمزوروں کے تیر جو کمان سے نکل چکے وہ تو
آسمانوں سے گزر گئے۔ وَلَا تَحْصِبَنَّ الَّذِينَ قَاتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا
بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرَوِّدُ قُوَّتَ - (سورۃ آل عمران آیت ۱۶)
اور جو لوگ خدا کی راہ میں شہید کئے گئے انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھنا وہ لوگ جلتے
ہیں اپنے پروردگار کی طرف سے رزق پاتے ہیں) یعنی کیا اے یزید تو گمان
کرتا ہے کہ قاتل راہ خدا مردہ ہے نہیں وہ زندہ ہے اور خدا کی طرف سے رزق پاتا

ہے۔ وحسبک باللہ حاکما و محمد خصیما و جبرئیل ظہیرا و سید علم
من رسولک و مکتک فی رقاب المسلمین بئس للظالمین بدلا و ایکم شرس
مکانا و اضعف جناس روز قیامت مخالفہ رسول خدا تیرے عذاب کے لیے کافی ہے
پھر جناب زینبؓ نے فرمایا و لئن جرت علی الدواہی مخا طبتک انی لا استصغر
قدرک و استعظم تقریعک و استکثر تو بیخک یعنی اے بیمرات اگر گردش
زمانہ سے ایسا موقعہ آگیا کہ میں تیری مجلس میں اس ستم میں تجھ سے مخاطبہ کر رہی
ہوں اور میں تیری شوکت کم کر رہی ہوں تجھے نصیحت کر رہی ہوں حالانکہ تجھ پر میرے
واعظ کا کوئی اثر نہیں ہے۔ لیکن میں کیا کر سکتی ہوں۔ الا فالعجب کل العجب

لقتل حزب اللہ الا لقیاء الشرف النجباء بحزب الشیطن السطقاء
پس تعجب در تعجب بلکہ بے مد تعجب ہے کہ اگر شکر خدا میں اقلیا لوگ، عالم و
شریف لوگ اگر لشکر شیطان کے ہاتھوں شہید ہو جائیں اور لشکر شیطان
کا راس و رئیس وہ شخص ہے کہ جو طلاق شدہ ہے یعنی رائدہ دگاہ ہے۔ الا
یدی تنظف من دما شنا والا فواد تتجلب من لحومنا و تلک البحت الطواہر
الرداکی تنابھا العواسل و تغفرھا امہات الفواہل۔ پس ان ہاتھوں میں

کہ جن میں خون شہیدان بھرا ہوا ہے۔ اور اسے ظالم یزید۔ ہمارے جوان جو
 خاک و خون میں غلطان پڑے ہیں ولین اتخذتنا معتمداً لجدتنا وشیعاً مفرماً
 حین لا یجد الا ما قد مت ید الہ وما یریک بظلام العیید والی اللہ الممشکی وعلیہ الموعول
 یعنی کہ اے یزید اگر تو ابھی ہم دشمن آل رسول و بتول کو اپنا مال غنیمت سمجھتا ہے
 تو اے یزید یہ تیری نادانی ہے جو تو نے آخرت میں بھیجا ہے وہ پائے گا۔
 میں خود خدا سے تیرے ظلم کی شکایت کرتی ہوں۔ فکد کیدک وسع سعیدک و
 ناصب جہدک فواللہ لا تدحوا ذکوناً ولا تمیت وحیناً ولا تدرك امداداً یصل
 عنک عارھا اے یزید ہر ایک مکر جو تو رکھتا ہے اسے پورا کر۔ اور ہر سعی کہ جو تو کرتا
 چاہتا ہے اسے عملہ کر اور اپنی سعی و کوشش کی انتہا کر دے۔ جو چاہے سو کر
 مگر ذات خدا کے ذوالجلال تو ہمارا نام صفحہ روزگار سے نہیں مٹا سکتا از مریم
 جناب زینب خاتون کا یہ اشارہ ہے کہ آل محمد میں سے ایک معصوم حواست کا
 امام ہوا اور رسول کا خلیفہ ہو قیامت تک باقی رہے گا اور تو اپنے اعمال
 زشت کو اپنے پاس سے دور نہیں کر سکتا یعنی کہ روز قیامت تیرا اعمال نامہ
 تیرے گے میں ڈال دیا جائے گا۔ وھذ رایک الافندوا یا ما الاعد و جمعک
 الابد و یوم یثاد المناد الا لعنة اللہ علی القوم الظالمین۔
 اے یزید تیری رائے ضعیف اور باطل ہے۔ اور تیرا زمانہ بہت محدود ہے
 اور تیری جمعیت منتشر ہوگی ہے۔ والحمد للہ الذی ختم لا ولنا بالسماء و
 والمغفرة ولا حزننا بالشهادة والرحمة وتسل اللہ ان یکمل لھم
 الثواب ویوجب لھم المزیذ ویحسن علینا الخلافتہ انہ رحیم
 ودود وحسبنا اللہ ونعم الوکیل

حمد و شکر ہے اس خدا نے بزرگ و برتر کے لیے کہ جس نے سلسلہ کائنات میں
 ہمیں اول مخلوق قرار دیا جو دلیل رحمت خدا ہے۔ اور ہمارے ہی ذریعہ سے ثواب
 عطا ہوگا۔ اور ہمیں محل خلافت قرار دیا۔ خدا ہی مہربان اور رحیم ہے اور وہی ہمارے
 لیے کافی ہے اور وہی مددگار ہے۔

مرحوم السید الہوف میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت زینب خاتون سلام اللہ
 علیہا نے اپنا خطبہ تمام کیا تو آپ نے فرمایا۔ یا ویدک یا مدعون ہذا ما ملک و
 نسائک و السطور علیہن الاخلا و و ہنات رسول اللہ علی الاقطاب بغیر و
 طاء ینظر الیہن البر والفاجر ویتصدق علیہن الیہود والنصارى۔
 یعنی اے یزید تجھ پر نفرین ہو۔ کہ تیری مستورات اور کینز تو پردہ میں بیٹھیں۔ اور
 دشمنان رسول خدا علی وفاطہ کی بیٹیاں شتران برہنہ پر بیٹھیں ہر کس و ناکس
 نظر اٹھا کر دیکھے اور یہود و نصاریٰ مدقہ دیں۔ اس وقت یزید ملعون نے دشمن
 جناب امیر علیہ السلام کو غضب آلود نگاہوں سے دیکھا اور اہل مجلس کو یقین ہوا
 کہ اب یہ ملعون بنت علی وفاطہ کو قتل کر دے گا۔ جمد اللہ ابن عمر و عاص نے
 یزید سے کہا ان الذی کلمتک لیس شیء تاخذ بہ فکون غضبہ۔ یعنی یہ کلام
 جو اس زن اسیر و بیگن نے تجھ سے کہا ہے کیا تو اس پر اس سے مواخذہ کئے
 گا۔ لیکن یزید غموش رہا اور اس نے پسر عمر و عاص کو کوئی جواب نہیں دیا مطلب
 یہ ہے کہ یزید نے کوئی مواخذہ نہیں کیا۔

بروایت منتخب حضرت زینب خاتون کا دربار یزید

میں احتجاج

قال الشيخ فخر الدين في المنتخب انه لما دعي اللعين بسبي الحسين وعرضوا عليه - يعني الشيخ فخر الدين كتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ یزید ملعون نے اسیران اہلبیتؑ اہلکار کو اپنے دربار میں طلب کیا چنانچہ اسیر حاضر دربار ہوئے شیخ مرحوم ایک دوسری جگہ اس کتاب میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا - قال علی بن الحسین لما وفدنا علی یزید بن معاویة اتونا بجبال وربقونا مثل الاغنام وكان الجبل بعنقی وعنق ام كلثوم و کیف زینب و سکینہ و البسات - یعنی کہ اسیران اہلبیتؑ اہلکار اس طرح دربار یزید میں پیش کئے گئے کہ شل گو سفند ایک رسی میں سب بندھے ہوئے تھے - اور وہ زیمان میری گردن میں تھی اور یہی زیمان ام کلثوم کی گردن میں تھی او جناب زینبؑ خاتون اور سکینہ خاتون اور دوسری دختران مظلومہ کے بازوؤں میں بندھی تھی و ساقونا و کلمات و قصصنا عن المشیء ضریرنا حتی اوقفونا بین یدی یزید بنی دربار میں اس طرح لے گئے کہ اگر چلنے میں ذرا کمی واقع ہوئی تو دشمن ہمیں تازیانے مارتے تھے - ہم دربار میں پہنچے - وہو علی سریر مہمکتہ - یزید بر سریر سلطنت تھا - مختصر یہ ہے کہ ہم روایت اول میں ذکر کر چکے ہیں کہ اہلبیتؑ اہلکار تاپا سندیدہ شان سے یزید کے تخت سامنے کھڑے ہوئے - حضرت زینب خاتون نے یزید کو مخاطب کر کے فرمایا -

یا یزید اما تخاف الله سبحانه من قتل الحسين وما كفالك حتى تشحت حرم رسول الله من العراق الى الشام وما كفالك انتهاك حرمتهن حتى سوقنا اليك كما تساق الاماء على المطايا بغير وطاء من بلد الى بلد - اے مرقت تو خداوند عالم سے نہیں خوف کرتا کہ تو نے تو چشم رسول خدا حسین فرزند فاطمہ کو قتل کر دیا - اور ایسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ ان کے اہلحرم کو رکن بستہ اسیر کر کے کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام لایا ہے تو نے عظمت و حرمت اہلبیتؑ کو پامال کر دیا - تو ہمیں کر دیا - تو ہمیں شتران بے کجاوہ پر کوفہ سے شام تک لایا ہے شہر بشار ہمیں تشہیر کیا ہے -

اندر سریر ناز تو خوش آریدہ شادی انا کہہ لاس حسین را بریدہ
یا داوہ پیرہ زان خود لے لعین خرم دلی کہ پردہ ما دریدہ
من ایستادہ ام سراؤ کسی گفت بنشین کہ روی غار مغیلان دیدہ
کہ بر فرہش حکم کنی کہ قتل ما ظالم مگر تو آل علی را خزیدہ
زینب کجاوہ ہم ظلم و ستم چرا زینب روایک زن ماتم رسیدہ

بزیان حال شاعر حضرت زینب خاتون کے تاثرات بیان کرتا ہے کہ آپ نے یزید سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے یزید تو سر پر آرائے مسند سلطنت بے باں سبب خوش و خرم ہے اور خوشی اس بات کی ہے کہ تو نے سر امام حسینؑ قطع کیا ہے - اپنے اہلحرم کو پردہ میں جگہ دی ہے اور تیرا دل خوش ہے کہ تو حرم رسولؐ خدا کے پردہ کو چاک چاک کر دیا ہے - تو نے ہماری ہر ایک فرد کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے اے ظالم کیا تو نے اولاد علیؑ کو خنید کر لیا ہے زینب کجاوہ

تمام ظلم و ستم و جور کس لیے ہیں کہا ایک ماتم زدہ عورت پر ایسے ظلم و ستم روا ہیں۔ یزید ملعون نے کہا اے زینبؓ تمہارے بھائی حسینؑ نے دعویٰ سلطنت کیا تھا۔ وہ اپنی خاندانی برتری ظاہر کرتا تھا۔ کہ میں تو اسے رسولؐ قدامتوں۔ میری ماں، میرے باپ، میرے نانا۔ یزید کے باپ، ماں، نانا سے افضل ہیں۔ کیا حسینؑ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ خدا جسے چاہے ملک عطا کرے اور جس سے چاہے ملک چھین لے۔ حضرت زینبؓ خاتون نے جب یہ طعنے آمیز کلام یزید سے۔ دل رواشت ہو گئیں۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ یکسی کے عالم میں فرماتی ہیں کہ اے یزید جو خدا کی راہ میں مارے جاتے ہیں ان کو مردہ نہ سمجھو وہ تو خدا کی طرف سے رزق پاتے ہیں، اور زندہ ہیں۔ یزید نے کہا پس مر جانے ابن زیاد نے حسینؑ کو قتل کیا ہے میں قتل حسینؑ پر راضی نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے ہی قتل حسینؑ کا حکم ابن زیاد کو دیا تھا اگر تو حکم نہ دینا تو حسینؑ سے انکار کر کے اپنے نفس کو دھوکا دے رہا ہے کاتبانِ قدرت تیرے قول اور عمل کو لکھ چکے ہیں جو فرمائے قیامت تیرے گلے میں ڈال دیا جائے گا اور اس دم تو دندان مبارک حسینؑ مظلوم پر چوب دستی لگا رہا ہے اور سر بریدہ کے ساتھ جسارت کر رہا ہے۔ مگر اس ملعون پر کوئی اثر نہ ہوا۔

چوب ستم بر این سرانور مزن یزید تیرالم بجان پیغمبر مزن یزید
این سرکہ نیست از دلش بر تو داہم بودی ملام زینبؓ آغوش فاطمہ
باشد هنوز لعل و لب او چہ کہسبا ! از بس کشیدہ تشنگی این سرکہ بکلا
این سرکہ دیدہ این جور از معاندین آیا راست چوب زدن باز بوزیان

آخر بطعنہ گفت مزن خوب میزنی

ظالم بوسہ گاہ نبیؐ چوب میزنی

دو لفظوں میں خلاصہ اشعار یہ ہے کہ آپؐ نے احتجاجاً فرمایا کہ اے یزید سر منظرِ فاجر پر چوب دستی نہ لگا۔ اس رسولؐ خدا سے رنج و الم پہنچتا ہے یہ سر بریدہ زینبؓ آغوش فاطمہ رہا ہے۔ کہ بلا میں اس سر نے تشنگی اٹھائی ہے۔ اے یزید اس سر منظر پر بار بار چوب دستی لگانا کیوں کر رہا ہے آخر کار یکس بی بی فرماتی ہیں یہ گلوے بریدہ۔ بوسہ گاہ نبویؐ ہے۔ اچھا تو اس پر خوب چوب دستی لگا۔
اللعنة الله على القوم الظالمين۔

محاجہ یزید بامام زین العابدین علیہ السلام

محاجہ کے اردو سے لغت معنی ہیں جھگڑنا۔ اور جھگڑنے کے معنی میں دلیل۔ برہان، غلبہ۔ اہل علم پر امر مخفی نہیں ہے کہ حضرت زینبؓ خاتون نے یزید کے بھرے ہوئے دربار میں عظیم الشان خطبہ دیا ہے اور اس کی روایت کتاب لہوف میں مرحوم سید بن طاووس کی طرف ہے۔ شیخ طبرسی نے کتاب احتجاج میں بعنوان زینبؓ بنت علیؑ خطبہ کا ذکر کیا ہے۔ اور اس کا ذکر شیخ صدوق علیہ الرحمۃ نے بھی کیا ہے۔ ابن شہر آشوب مناقب میں لکھتے ہیں کہ حبیب السیران کہلا دار دربار یزید ہوئے تو شہم ان یزید قتال لڑ بنب تکلیفی فقاقت ہوا ملتئم۔ کہ یزید ملعون نے حضرت زینبؓ کی طرف رخ کر کے کہا کہ کچھ گفتگو کیجئے آپؐ نے فرمایا کہ مرد سے مرد گفتگو کرے تو بہتر صورت ہے یعنی سید سجاد علیہ السلام تجھ سے گفتگو کریں تو مناسب و بہتر ہے۔ حضرت سید سجادؑ نے اس وقت اسی اسیری کی حالت میں یہ اشعار انشاد کئے۔

لا تطمعوا ان یعتونا فنکر مکر وان نکف الاذی عنکم وتودونا

والله يعلم اننا لا نجبركم ولا نكلمكم الا تحبوننا
 ما حصل کلام امام زین العابدین علیہ السلام یہ ہے کہ تو یہ چاہتا ہے کہ میں تیرا خوار و خفیف
 کرے اور ہم تیرا اعزاز و اکرام کریں۔ اگر تم کو ہم اذیت نہ دیں مگر پھر بھی تم ہم کو اذیت
 دیتے ہو۔ لیکن خدا گواہ ہے کہ ہم تم کو دوست نہیں رکھتے۔ اور تم کو ہم ملامت بھی
 نہیں کرتے کہ تم ہم کو دوست نہیں رکھتے یزید نے کہا صدقت یا خدا۔ یعنی
 اے جو ان تم نے سچ کہا لیکن تمہارے جدا و پریدار زوی سلطنت رکھتے تھے لیکن
 الحمد للہ الذی قتلہما و سفک دما ثمنا شکر خدا کہ ہر دو قتل ہو گئے یعنی کہ حضرت
 امیر المومنین علیؑ اور امام حسینؑ دونوں قتل ہو گئے اور ان کا خون بہا دیا گیا۔ امام زین العابدین
 علیہ السلام نے فرمایا کہ اے یزید بعد یزل النبوة والا مرة لا بای واجدادی
 من قبل ان تولد۔ یعنی کہ ہمیشہ نبوت و سلطنت ہمارے ہی
 خاندان میں رہی ہے اور تو ابھی پیدا بھی نہ ہوا تھا۔ بروایت ابی مخنف حضرت
 امام زین العابدینؑ نے جواباً فرمایا کہ آیا میرے پدر بزرگوار امیر مظلومت کے زیادہ حق دار
 تھے یا تو خود حق دار ہے جب کہ میرے والد ماجد فرزند رسول خدا ہیں۔ پھر آپ نے
 یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ما اصاب من مصیبة فی الارض الا قولہ تعالیٰ و
 اللہ لایحب کل مختالی فخور۔ تو اے یزید۔ اپنے باہ و بطل اور
 دولت و حکمرانی پر غرور نہ کر کیونکہ خداوند عالم تکبر وں کو دوست نہیں رکھتا۔ یزید پلید
 اس سخن کو سن کر غضب میں آگیا اور جلا سے کہا کہ اس کی گردن کاٹ دو۔ جلاؤ
 شمشیر لے کر آیا۔ اس ملعون نے آپ کے دست مبارک کو پکڑا۔ اور اسیر دل میں کہرام
 برپا ہو گیا۔ فکی علی بن الحسین۔ سید سجاد نے گریہ فرمایا اور اپنے جد بزرگوار کی
 طرف رخ کر کے فرمایا ہے

انا دیک یا جدا یا خیر موسیٰ
 و آیت امسوا کالامان فجاہ
 یرو عہمہ بالسلب من لا یزوعہ
 و ذائع املاک و املاک اصبحوا
 بجور یزید بن الدعی و ذائع
 فلیتک یا جدا انتظرو حالنا
 نسام و نسرای کالامان یا
 اے جد بزرگوار وائے رسول خدا میری فریاد کو پہنچے۔ کہ حسین کو قتل کر دیا اور آپ
 کی نسل ضائع ہو رہی ہے۔ اور آپ کے اہلبیت کو نہایت ذلت و خواری کے ساتھ
 قید کیا گیا ہے۔ اقاد ذلیل فی الدمشق مکبلا و مالی من بین الخلائق
 مشافعہ۔ اے جد بزرگوار میں بیمار بحالت ناتوانی و کمزوری میں ہوں اور مجھے
 طوق و زنجیر پہنایا گیا ہے۔ اور اب یزید میرے قتل کا ارادہ رکھتا ہے کوئی نہیں
 کہ جو میری شفاعت و سفارش کرے۔ چنانچہ اس وقت تمام مخدرات نے
 آپ کے گرد حلقہ بنالیا اور جناب ام کلثومؑ نے یزید سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ۔ یا
 یزید لعداؤ بیت الارض من دماء اهل بیت و لم یبق غیر هذا الصبیح
 اے یزید تو نے خون اہلبیت سے زمین رنگین کر دی ہے اور اب اس بیمار کے علاوہ
 کوئی دوسرا جوان نہیں ہے

ان غم رسیدہ را بمن بتلا بخش
 بر مانگہ کن بر رسول خدا نہ بخش

یعنی اے یزید مجھ غم رسیدہ، ستم دیدہ کو سید سجاد کو بخش دے ہم بزرگوار مت
 کہ بنام رسول خدا اس کو قتل نہ کر۔ اس وقت تمام اسیر حضرت سید سجاد کے دامن
 سے پٹ گئے۔ اور فریاد کرنے لگے کہ ہمارا کوئی حامی نہیں۔

فتحوا یزیداً ان تاخذ الناس الشفقة - یزید پلید کو خوف محسوس ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ لوگ ان کی حمایت میں شورش برپا کر آئیں۔ یزید نے امام زین العابدین علیہ السلام کے قتل کا حکم واپس لے لیا۔ اور آپ کو قتل نہیں کرایا۔

تفسیر علی ابن ابراہیم میں ہے کہ جب اہلبیت طاہرین اسیر ہو کر داخل دربار یزید ہوئے تو یزید ملعون نے حضرت سید سجاد سے کہا کہ یا علی بن الحسین الحمد للہ الذی قتل ایاک - یعنی اے فرزند حسینؑ خدا کا شکر ہے کہ تیرے پیر قتل ہو گئے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا اس پر لعنت کرے کہ جس نے میرے بابا حسینؑ کو قتل کیا ہے تو مستحق لعنت ہے اس پر وہ ملعون غضبناک ہو گیا اور آپ کے قتل کے حکم دے دیا۔ اس پر سید سجاد نے فرمایا کہ یزید اگر تجھے قتل کرنا ہی منظور ہے تو ہمارے اہل حم کو مدینہ واپس کر دے۔ کیونکہ میرے سوا ان کا محرم نہیں ہے پس یزید نے قتل نہیں کرایا اور کہا کہ تمہارے مناقب ان شہر آشوب میں ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے ابا و اجداد کا ذکر بفرخ و میابت کیا اور اپنی ذات کو حضرت رسولؐ خدا سے نسبت دی ایسا اس لیے کہا کہ قائدان ہاشم میں ہمیشہ خلافت و وصایت اور حکومت رہی ہے جب کہ یزید کے ابا و اجداد ہمیشہ برسر جنگ رہے ہیں اور وہ سب کے سب مشرک تھے اور آپ نے یہ آیت وسیع العلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون - کی تلاوت کی یزید ملعون غضب میں آگیا۔ اور حکم دیا کہ سید سجاد کو قتل کر دیا جائے۔ ہر کاٹ دیا جائے اور یہیں دفن کر دیا جائے پس حضرت سید سجاد کو باغ میں لے جایا گیا۔ وہاں آپ کو حکم دیا کہ اپنی قبر خود تیار کر و آپ قبر کھودنے میں مشغول ہوئے اس وقت آپ بارگاہ خداوندی میں مناجات کر رہے تھے۔

بزیان ملک یہ ہے سے

خدیا چہنان بادشاہی تراست
توی کا فریدی یک قطرہ آب
ہمہ زیر دستیم و فرمان پذیر
اگر بادا دست راہم بہتست
میر گوشہ کا فتم تنہا خوانمت
تو گفتی کہ ہر کس کہ در رنج و تاب
خدیا ز امنت ستوہ آندم
تسکستہ چنان کشتہ ام بلکہ خورد

ولی دارم از خستہ رہزنان
مکن شاد بر من دل دشمنان

حاصل کلام کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے خداوند عالم سے مناجات کی کہ اے خدا بادشاہی تیرے لیے زیبا ہے اور تجھ ایسے بادشاہ کی اطاعت کرنا ہمارا فرض ہے۔ تو نے ہی ایک قطرہ آب سے تابندہ اور چمکنے والے گہر پیدا کئے ہیں۔ کائنات تیرے زیر دست قدرت ہے اور تیرا ہی حکم نافذ ہے تو ہی ہمارا مددگار و جائے پناہ ہے۔ تو ہی قابل حمد و ثناء ہے اور ہم جہاں کہیں بھی ہیں تو ہمارا خدا ہے۔ تو نے ہی تو فرمایا ہے کہ رنج و غم اور مصیبت کے وقت مجھے پکارو میں تمہاری دعا ستا ہوں اور قبول کرتا ہوں۔

خداوند امین امت کا ستایا ہوا ہوں۔ اُمت نے مجھے عاجز کر دیا ہے۔ ستم پر ستم اٹھا رہا ہوں میں تجھ سے ملتی ہوں کہ میرے دل میں امت کے فساد

سے رختہ پڑ گیا ہے میرے دشمنوں کو خوش ہونے کا موقع نہ دے میری رہائی
فرما۔ ابھی سید سجاد قبر کھودنے میں مشغول تھے ناگاہ ہوا میں ایک ہاتھ نمودار ہوا
اور اس جلاؤ کے ایسا ٹانچہ مارا کہ جلاؤ دوڑ جا کر گرا۔ پیچ ماری اور واصل جہنم
ہو گیا۔ خالد پسر یزید وہاں موجود تھا اس نے دیکھا کہ یہ قبر تو سید سجاد کے لیے
کھودی گئی تھی بلکہ خود ہجر امام علیہ السلام نے تیار کی تھی لیکن جلاؤ اس قبر میں
ڈال دیا گیا پس خالد اپنے باپ کے پاس گیا اور سارا واقعہ بیان کیا۔ اور سید سجاد
قتل ہونے سے محفوظ رہے۔

مؤلف اس ہاتھ کے نمودار ہونے کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ یہی
ہاتھ۔ دست خدا تھا یعنی دست علی مرتضیٰؑ تھا کیونکہ مقام نسبت میں آپ
ید اللہ ہیں۔ یعنی کہ خدا کی قوتوں کا مظاہرہ دست علیؑ سے ہوتا ہے۔ دل
چاہتا ہے کہ مولیٰ کائنات مطہر قوت پروردگار سے خطاب کرے کہ مولا کر بلا
میں تشریف لے آتے تو حسینؑ کا سر بدن سے جدا نہ ہوتا۔ شمر ولد الحرام آپ کے
سینہٴ قدس پر قدم نہ رکھتا۔ لا ائمنہ اللہ علی القوم الظالمین۔

دربار یزید میں اموی خطیب اور حضرت امام زین العابدینؑ

کا احتجاج

مقتل ابی مخنف میں وارد ہوا ہے کہ سیران اہلبیتؑ اہلما رجب دربار یزید
میں حاضر ہوئے تو کچھ وقفہ کے بعد یزید نے اپنے خطیب سے کہا کہ منبر پر
جا کر آل ابوسفیان کی مدح کرے اور اولاد علیؑ پر سب دشتم کرے کہتے ہیں کہ

خطیب یزید زبان آفود اور نصیح تھا۔ اس کی آواز بھی کافی بلند تھی۔ چنانچہ یہ
بد نصیب منبر پر آیا۔ اور حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور آپ
کی اولاد طاہرہ کی شان میں نادر الفاظ کہے۔ بلکہ جو نہ کہنا تھا وہ بھی کہا۔ اس وقت
جناب سکنہ خاتون سے نہ ہا گیا۔ خون ہاشمی نے مجبور کیا اور غیرت ہاشمیت
مستقامتی ہوئی کہ اس خطیب کی زبان بندی کی جلے۔ آپ نے فرمایا۔ یا ویدک
ما اقل حیائک وای دمانان فی ابی جدی یعنی کہ فرمایا اے خطیب دلے ہو تجھ
پر کس قدر بے حیائی سے کام لے رہا ہے ہمارے اب وجد کی شان میں گستاخی
کر رہا ہے۔ ہمارے اب وجد کی معرفت میں لب کشائی انتہائی قباحیت کی
نشانی ہے اور ہمارے اب وجد کی یزید کے ساتھ کیسی برابری۔ یزید ملعون نے
سن کر کہا اے لڑکی خوش رہ۔ ویدک ایما حق بالخلافة انت ۱۲۱ ہجری۔
اے بے حیائیں چاہتی ہوں کہ آگہی حاصل ہو کہ کون مستحق خلافت ہے۔ تو یا میرے
پدر بزرگوار کہ جن کے بابا علی مرتضیٰؑ جن کی ماں فاطمہ زہراؑ اور جن کے جد حضرت
محمد مصطفیٰؐ علی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ تجھے ان سے کیا نسبت ہے اور ان کو
تیرے ساتھ مساوات کب ہے وہ تو افضل داعی ہیں۔ تو طلیق ابن طلیق ہے
اور وہ ہادی برحق ہیں۔ اور علی ہادی برحق ہیں۔ مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ صاحب
مقتل اور مرحوم السید نے کتاب لہوف میں لکھا ہے کہ اموی خطیب اور سید سجاد
نے دو موقعوں پر خطبہ دیا ہے ایک تو یہی مجلس یزید میں اور دوسرا خطبہ مسجد میں
دیا ہے لیکن دربار یزید میں سید سجاد منبر پر تشریف نہیں لے گئے۔ مرحوم السید
لہوف میں رقمطراز ہیں کہ دعا یزید بالخاطب واملاۃ ان یصعد المنبر فیدم الحسین
واملاۃ دمانۃ فدم امیر المؤمنین والحسین الشہید صلوات اللہ علیہما۔

اموی خطیب یزید کے کہنے پر منبر پر گیا اور حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام اور حضرت امام حسین کی شان میں تاروا الفاظ کہے۔ قلعہ کی اس وقت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے صیغہ کیا اور اس بے ادب خطیب سے کہا۔ ویکذا یبھا الخاطب اشريت مرضاة المخلوق بسخط الخالق وائے ہو تجھ پر کہ تو نے خدا کو ناراض کیا اور مخلوق کو راضی کیا اہل حق کی مدح نہ کی اور اہل شر کی تعریفیں کیں خداوند عالم تجھے واصل جہنم کر دے۔

حضرت سکینہ خاتون کا اپنی خواب یزید کے سامنے بیان کرنا۔

سید جزائری علیہ الرحمۃ نے کتاب انوار نعمانیہ واقعہ خواب جناب سکینہ بنت الحسین درج فرمایا ہے کہ آپ یہ خواب اس وقت دیکھا کہ جب اسیران کربلا داخل خرابہ یزید ہوئے ہیں اور سید صاحب مرحوم نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ جب جناب سکینہ داخل دربار ہوئی ہیں تو آپ اپنے ہاتھوں سے اپنا مونہ چھپاٹے ہوئے تھیں اس کا ذکر بھی مسطور ہے کہ یزید نے آپ سے مکالمہ فرمایا ہے اور اس وقت کثرت گریہ و بکا آپ پر اس قدر طاری تھا کہ حتی کا رت روحھا تعلد۔ کہ روح بدن سے حقارت کر جائے جناب سکینہ کا یہ گریہ و بکا دراصل اس خواب کی بنا پر تھا کہ جو آپ نے دیکھی تھی جب یزید نے سنا تو کہا کہ اے سکینہ تم اپنا خواب خود بیان کرو۔ فامز بسابق فی الوقوف۔ اسیروں پر سائل کہ (یعنی عقب اسیران چلانے والا) زجرین تیس تھا اور اسیروں کی ریسمان اس مردود کے ہاتھ

ہی تھی۔ یزید نے اس سے کہا کہ تو سکینہ کو دیکھتا رہے تاکہ سکینہ اپنا خواب بیان کرنے سے گریز نہ کرے۔ جناب سکینہ نے فرمایا۔ یا یزید اخی لہ آتہ منن قتل الی حسین۔ یعنی اے یزید میں نے اپنے بابا کو روز شہادت سے لے کر اس خواب سے پہلے میں نہیں دیکھا تھا یہاں تک مجھے ایک لاغر اونٹ پر بغیر کجاوہ سوار کیا گیا۔ جس سے مجھے از حد تکلیف پہنچی۔ اور اگر میں کیس قدر آرام بھی کرتی تو تمہارا یہ ساریاں تازیانے مارتا تھا کوئی نہ تھا کہ جو اس ظالم کے تازیانوں سے مجھے بچاتا۔ یہاں تک میں یہاں پہنچی اور گزشتہ شب جب کہ میں خانہ خراب میں سو رہی تھی عالم خواب میں ایک قصر نورانی دیکھا وہ قصر یا قوت کا تھا۔ میں نے اس قصر پر نظر کی تو دیکھا کہ دروازہ قصر کھلا اور پانچ بزرگ قصر سے باہر تشریف لائے ان سے آگے آگے خدام تھے میں نے ان میں سے ایک خادم سے دریافت کیا کہ یہ سب بزرگوار کون ہیں۔ اس نے کہا کہ آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ پیغمبران خدا ہیں کہ جو اس قصر سے باہر آئے ہیں ان کی خدمت میں گئی کہ اٹنا میں کہ در قصر پھر کھلا اور ایک عظیم المرتبت بزرگ برآمد ہوئے میں نے دیکھا کہ وہ اپنی ریش مبارک اپنے ہاتھ سے ٹکڑے ہوئے ہیں غلگیں ہیں آنکھیں اشک بار ہیں نے دریافت کیا یہ کون بزرگ ہیں جواباً کہا گیا تو نہیں پہچانتی یہ تمہارے جد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ میں ان کے سامنے گئی اور سلام کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھ سے سب مرد مارے گئے باپ، بھائی اور مردان عرب کوئی نہیں یا سب قتل ہو گئے۔ اے جد نامدار ہم پر پانی بند کر دیا گیا ہمیں شتران بے کجاوہ پر سوار کیا اور کربلا سے کوٹہ اور کوٹہ سے شام لائے ہیں پس رسول خدا نے مجھے اٹھایا اور پیار کر کے گریہ فرمایا۔ اسی دوران جناب آدم نے

میری طرف رخ کر کے فرمایا کہ اے دختر بہترین خلق بس زیادہ گریہ نہ کرو تمہارے
جذہ کو بہت صدمہ ہو رہا ہے اتنے میں ایک خادم آیا اور مجھ کو قصر میں لے گیا وہاں
پانچ خواتین بیٹھی تھیں سب کے بال پریشان تھے۔ آنکھیں اشک باریں سیاه
لباس زیب تن تھا اور ایک معطلہ کے ہاتھ ہی خون آلودہ قمیص تھی۔ وہ مجھ سے اس
قمیص کو زانو پر رکھ کر گریہ فرماتی تھیں اور اپنے مونس پر طائفہ مارتی تھیں اور سیل
اشک جاری تھا میں ان بیبیوں کے بارے میں سوال کیا تب مجھے بتلایا کہ جناب خواجہ
جناب مریم، جناب آسیہ، جناب موسیٰ کی والدہ اور حضرت خدیجہ الکبریٰ ہیں۔
اور ان کے ساتھ جدہ ماجدہ حضرت فاطمہ زہرا ہیں میں نزدیک گئی اور ان کو سلام
کیا، فرمایا اے بیٹی سکینہ۔ میں آگے بڑھی اور انہوں نے مجھے سیتہ سے لگایا
میں نے عرض کیا دادی صاحبہ مجھے پیچنے میں یتیم کر دیا۔ اے دادی صاحبہ پڑی
اور دبدبہ نے میں ذیل و خوار کر دیا ہے

شعیتہ دوسرا ائی جیسے باری
عجب در حال دل یکساں خبر داری
تراست گریہ شکا در امت ہر
زفرق مابین بود و نہ کو فیاں معجز
ترا وطن بختان گریہ خواہش دل شد
مر اگوشہ مطلع خرابہ منزل شد
گل بہشت بدست تو گرفتہ رخ
مرا ز خار مغیلاں باندیا مجروح
کما چشمہ کوثر اگر توئی سیراب
ہنوز مرغ دل با توشی است کباب
ترا خوش است اگر دل بول بغیر
سر سیدی یرماست پر ز خاکستر
لباس در پر تو گرد سندس است اوریز
مرا بگردن و بازو و دل و زنجیر
ماں اشعار میں شاعر اہلبیت نے حضرت سکینہ بنت الحسین کے پیچنے کو مد نظر

رکتے ہوئے ان جلیات محمودی و یکسی کی عکاسی کی ہے کہ جو کسی یتیم بچی کو اپنی ماں
اور جدہ کے سامنے پیش کرنا فطری امر ہے۔

بنیان حال سکینہ شاعر اس طرح کہتا ہے کہ جب بچی نے عالم رویا میں اپنی دادی
جناب فاطمہ زہرا السلام اللہ علیہا کو دیکھا تو سکینہ محسوس نے اپنی یکسی اور اپنی دادی
کی راحت و آرام کا موازنہ کیا ہے وہ بچی کہتی ہیں اے جدہ معطلہ آپ کو دونوں جہان
میں شفاعت کرنے والی ہیں۔ آپ خدا کے بزرگ و بڑتر کی مقرب کنیز ہیں تعجب
ہے کیا آپ ہم بیکسوں کے حالات سے بے خبر ہیں۔ اگر آپ کو نیکہ راحت و
انسا طمیس ہے اور یقیناً میسر ہے لیکن ہم بیکسوں کے سروں سے کونیوں نے
اڑھ مٹی بھی اٹا دی ہے۔ اے جدہ معطلہ آپ کا وطن جنت ہے اگر آپ چاہیں تو
مجھے اس خرابے سے نکال سکتی ہیں۔ آپ کے دست مبارک میں بہشتی معمول ہیں
جس سے آپ کی روح کو تازگی ملتی ہے۔ لیکن واہ مصیبتا ہم بیکسوں کے پاؤں
خار مغیلاں سے زخمی ہو رہے ہیں۔ آپ چشمہ کوثر کے کنارے آپ کوثر سے
تشنگی بھاتی ہیں مگر ہم اسیروں کے دل ابھی تک پانی نہ ملنے سے جل رہے ہیں
آپ کا دل آپ کے پند بزرگوار کی زیارت سے خوش ہے مگر بابا حسین کا سر بریدہ
زاگ و غلطان ہے۔ اے جدہ ماجدہ آپ کے چشم کہاں سندس و حریر رکھے مگر
اے دادی میرے بازوؤں پر لسان و زنجیر ہے۔ حضرت سیدہ عالمین نے سکینہ کو
تسلی دی۔ اور فرمایا کہ اے سکینہ میرے بیمار فرزند سید سجاد کا کچھ حال بیان کر۔ میں
نے عرض کیا کہ دادی جان یزید نے بھائی سید سجاد کو قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن بوجہ
یلماری و نالوانی اس پر رحم کیا اور قتل نہیں کیا۔ بھائی سجاد صنعت کی وجہ سے
رنجیدہ ہیں۔ لباس تن بالکل بوسیدہ ہو گیا۔ رواد بٹانے کی طاقت نہیں ہے۔

شر لاغروبے کجاوہ پر سوار کیا گیا ہے اور اے دادی بیمار بھائی کے دونوں پیرائوں کے شکم باندھ دے گئے تھے۔ اور اے دادی صاحبہ کبھی میں اپنی مچھوچی اور بہنوں کے بھلے سر دیکھتی اور کبھی اپنی بے پردگی پر آنسو بہاتی اور کبھی مظالم یزید دیکھ کر خوش ہو جاتی تھی کہ یزید کے عامل ہمیں تازیانے لگاتے تھے یہ داستان غم سن کر سیدہ عالم رونے لگیں اور زیاد کی واحسینہ و اولادہ واقعہ ناصحہ پھر سیدہ عالم نے فرمایا کہ اے بیٹی بس اب داستان غم مٹا چکی اب تاب ضبط باقی نہیں ہے۔ یہی کہتی ہے کہ جب میں خواب سے بیدار ہوں تو برابر رو رہی ہوں۔ گریہ ضبط کرنا چاہتی ہوں۔ مگر ضبط نہیں ہوتا یہ خواب سن کر تمام حاضرین دربار رونے لگے۔ اموی عورتیں جو پس پردہ تھیں بلند آواز سے گریہ کرنے لگیں۔ یزید ملعون نے حکم دیا کہ اسیروں کو دربار سے لے جاؤ خامرہن بالانصرات فانصرفن۔

دربار یزید سے اسیران اہلبیت اطہار کا زندان شام

میں داخلہ

کتاب الیاقین میں مسطور ہے ان یزید لعنة الله شاور القوم فی اہم اخر انجلدس۔ یزید ملعون کے مظالم جب قولاً و عملاً حد سے گزر گئے تو اس نے دربار کے لوگوں سے مشورہ کیا کہ اسیران اہلبیت اطہار کے حق میں کیا کرنا چاہیے۔ حاضرین مجلس یزید اور یزیدی ہو اخواہاں تے اُس کو یہ مشورہ دیا تھا کہ سید سجاد کو قتل کر دیا جائے تاکہ نور ہدایت ختم ہو جائے مگر ان گروہان ملت کو

یہ خبر نہ تھی کہ نور خدا کو کوئی نہیں بجھا سکتا۔ یرید الجاحدون لیطفوہ۔ یعنی ایسے لوگ جو جانتے ہیں اور پھر انکار کرتے ہیں، ہرگز نور خدا کو ہرگز نہیں بجھا سکتے۔ ویلا فی الله الا ان یتھنوم لا الخ (سورة النور آیت ۳۲) اور خدا اس کے سوا کچھ مانتا ہی نہیں کہ وہ اپنے نور کو پورا کرے ایسے لوگوں میں سولے نعمان ابن بشیر ایک ایسا آدمی تھا کہ جس نے یزید کو قتل سید سجاد سے روکا مگر اس نے قتل سے بھی بدتر صورت پیش کی اور کہا کہ یزید ذریت رسول خدا کے ساتھ ایسا روشن اختیار کر بیسی کہ خود آنحضرت نے اپنی ذریت کے ساتھ قائم کی ہے، چنانچہ مرحوم کتاب السید کتاب لہوف میں حضرت زینب کے خطبہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں فاوقفہ فی منزل لا یکھمن حرولا بود لیمنظرفی امرهم ویری رایہ فیہم۔ پس یزید پلید نے اہلبیت رسول کو ایک برسیدہ اہل کہنہ مکان میں قید رکھا کہ جہاں کی دعوت اور رات کی اُوس پڑتی تھی۔ وامصیبتاہ نہ دن کو چمن تھا نہ رات کو آرام اے مہمان اکل رسول خرابہ شام کجاوہ اہلبیت اطہار کجا۔ اس سلسلہ میں مفصل اگر ہی کے لیے مومنین کرام کتاب یاقین الاخوان مطالعہ فرمائیں

بشام تافلہ غم چہ بار بکشا دند
برائے مسکن ایشان خرابہ جادادند
نہ بسیرے نہ نہ چلنے نہ کوڑہ آبی
نہ زاد و توشہ نہ نانی نہ بستر خوابی
نہ بود سایہ جز آفتاب بر سرشان
نمی نشست بجز خار و خارہ و برشان

چراغشان بشب تار بود مشعل باہ

برائے فرش بزدی بغیر خاک سیاہ

تمام بر سر خاک سیاہ خوابیدند

بتعزیت ہم شب ہیچونی فرو شیدند

ان اشعار میں شاعر نے روایات کی روشنی میں زندان شام کا خاکہ پیش کیا ہے۔ کہ یزید نے دربار کے ایام ختم ہونے کے بعد اسیران اہلبیت اہلدار کو زندان شام میں بھیجا یہ ایک بوسیدہ ادھر کہنہ مکان تھا جس میں اہلبیت اہلدار کو نہ فرش میسر تھا اور نہ چادر و بستر تھا۔ اس میں دن کی دھوپ پڑتی تھی رات کو چاند کی روشنی بھی مثل تار سیاہ ہو گئی تھی یعنی کہ روشنی پیچھے کی کوئی صورت نہ تھی۔ سارا وقت اہلبیت طاہرین خاک پر گزارتے اور شب بھر ماتم حسین کرتے تھے۔

قال العلامة فی الویاض ایہم لما یجول انفسہم من عند الطاغیۃ یزید بن معاویۃ وودود دھم علی ذال الخرابۃ فارغبین فی الجملة عن التعلق والاضطرار یعنی کہ جب اسیران کو بلا دربار یزید سے باہر آئے تو ان کی دربار کی اذیتوں اور روحانی تکلیفوں سے قدرے سکون ملا۔ کیونکہ اہلبیت اہلدار کا دربار ماسق و عاجز میں جانا ہی دلوں کو زخمی کرنے کے لیے کافی تھا۔ دربار سے نکلے تو ان کو خرابہ شام میں جگہ ملی حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خرابہ شام ایک ایسا مکان تھا کہ جس کی چھت کہنہ اور دیواریں بوسیدہ تھیں۔ عورتیں اور بچے اس سے خوف کھاتے ہیں۔ بروایت مناقب ابن شہر آشوب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سب کو تسلی دیتے اور ان کی دلجوئی فرماتے تھے۔ اس زندان میں دن کی دھوپ اور رات کی اوس سنائی تھی۔ فرشتے خاک پر سونا ہوتا تھا۔ اس کی بوسیدہ کی کو تمام

عقائل نے کھا ہے یہ بھی وارد ہوا ہے کہ اس خرابہ میں اسیران اہلبیت دور و نزدیک رہے ہیں کیونکہ یزید نے ان کو رہا کر دیا تھا کہ اب ریاض میں رہے واطلق عن ای یفک الاعلا و الحنا بعد الفضل المجلس الاول - یعنی اسیران کو بلا کے مردوں کے گلے سے طوق کاٹے گئے۔ زنجیریں جدا کی گئیں۔ اسیران کو بلا میں بروایت امام زین العابدین بارہ مرد تھے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے ادخلنا علی یزید ونحن اثنتی عشر رجلا مغلولون - بحار میں غلامہ مجلسی نے نقل کیا ہے کہ تمام بارہ نفر طوق و زنجیر پہنے ہوئے تھے جب دربار یزید سے باہر نکلے تو طوق و زنجیر کاٹ دے گئے۔ فخرجوا من عندہ بغیر وثاق یعنی قید و بند سے آزاد تھے اور حضرت امام زین العابدین کو یہ دیوار اور مساجد میں تشریف کئے گئے اور پھر آپ اسی منزل خرابہ میں آگئے جہاں مخدرات اور بچے اسیر تھے۔

صاحب ریاض لکھتے ہیں کہ اس زندان میں قتل ہونے کے خیالات سے نجات ملی۔ اس زندان میں اسیروں کے بیٹھنے کی جگہ کچھ اس طرح تھی کہ تین چار عودات ایک گوشہ میں بیٹھ کر اپنے جگر گوشوں پر نوحہ کرتیں اور یاد آواز بلند کریں و بکا کرتی۔ یتیم بچے زانو پر سر رکھ کر روتے رہتے۔ اور حضرت زینب رات دن حسین پر کیر کرتیں اور خداوند عالم سے مناجات کرتیں۔

لہانس دیتب بالمحروب خاصرۃ تبدی التیاحۃ الحاننا فالحاننا مسجودۃ القلب الا ان اعبیتہا کالمعصرت انصبوب الدمع عقبانا یعنی کہ حضرت زینب دلیکی حالت زار کبھی فراموش نہیں ہو سکتی۔ ہمہ وقت آپ کی بیکس پیش نظر رہتی ہے۔ حضرت زینب نے خرابہ میں قیام کیا تو ایام حسین اور اٹھارہ جوانان ہاشمیر کے فراق میں رویا کرتی تھیں۔ اور کبھی اپنے پدر عالیقدر حضرت امیر المومنین

علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے عالم تصور میں کلام کرتیں کہ سے بابا آپ چلے گئے
خدا کفن سے موہنے نکال کر زندان کو دیکھتے کہ جہاں آپ کی بیٹیاں قید میں یہاں نہ
کوئی ہمارا مددگار و معاون ہے نہ مونس دیا ور ہے۔ آپ نے آئیے نجف سے تشریف
لائے ہم بیکسوں کی پاسبانی فرمائے۔ اے بابا جان نجف میں باؤم ہیں اور ہم
زندان میں اسیر غم ہیں۔ آپ کے بیٹے حسین ہو گئے۔ آپ کے شرف کی نشانیاں
مٹاتی جا رہی ہیں۔ ہم آپ کے اہلبیت ہیں اے دستگیر زمانہ ہاے مشکل کشائے خلق
رد فرمائے۔ زندان کے ایک گوشہ میں حضرت ام کلثوم حسین منکوم کو درہی تمہیں
کبھی حسین کا ماتم اور کبھی عباس علیہ السلام کا ماتم کرتی ہیں کبھی عالم تصور میں فرات کی طرف
نگاہ اٹھتی ہے اے بھیا عباس تم رات کے کنارے سو رہے ہو۔ اور آپ کی بہن
زندان میں خاک پر بیٹھی رو رہی ہے۔ کبھی پھر زبان پر نام حسین آتا ہے۔

آہ حسین حسین وائی حسین حسین

آہ حسین حسین وائی حسین حسین

آؤ اے شیعوں سب مل کر ہاے حسین ہاے حسین، ہائے مظلوم کیلا ہائے علی اکبر
کہیں۔

اسیران اہلبیت اظہار کی زندان شام میں پریشانی

اور نوحہ خوانی

ستم زدہ کسی درجہاں مقابل زینب
نسخہ دست پہنچ دلی در زمانہ پوئل زینب

نگشت شاد دلش از غم زمانہ زمانہ
ز آب غم بکشت مند کو نیا کل زینب
نہ آب بود و نہ فانی نہ شمع و نہ چراغی
چون گشت کج خرابہ مقام و منزل زینب
چگونہ شرح منش را کسی تو اند گفت
کہ جز خدا نے بنا شد کس اگر ازل زینب

ظاہر ہے کہ حبیب اسیران کیلا دربار یزید سے باہر آئے تو خیال ہو گا کہ در مصائب
ختم ہو گیا لیکن حبیب خرابہ شام میں پہنچے۔ تو خرابہ میں جن مصیبتوں کا سامنا ہوا ان کی
تشریح کس طرح ہو سکتی ہے دل پر شہیدوں کے قتل ہونے کے داغ۔ بے کسی۔
پھر خرابہ میں قید ہونا یہ تمام چیزیں حضرت زینب کی زندگی ختم کرنے کے لیے کافی
تھیں۔ اسی لیے شاعر نے کہا ہے کہ حضرت زینب جیسی ستم رسیدہ اور غم زدہ کوئی
ادری بی نہ ہوگی۔ کسی ادربی بی کا دل اس طرح نہ جلا ہو گا جیسی کہ سوختہ دل زینب
تھیں۔ غم کا پانی سر سے گزر گیا تھا۔ گویا آپ غم میں ڈوبی ہوئی تھیں خرابہ شام
میں نہ آب نہ غدا نہ شمع نہ چراغ خرابہ اور مقام زینب۔ وہ مصیبتا۔ کوئی حضرت
زینب خاتون کے غم و الم کی کیونکر شرح کر سکتا ہے پس سوائے خدا کے مال درو دل
زینب کوئی نہیں جانتا۔

کتاب الریاض میں ہے کہ فلما جن عذیبہ اللیل عدت من خلقہم مناداة
النبوء والویل اذ دہشتہم ثلعات الخراب و وہمہم ظلمات جنم الغراب
خرابہ کی شب اول اہلبیت پر بہت بھیا تک گزری کبھی خیال ہوتا تھا کہ شب ہو
گئی اور تمام لوگ اپنے اپنے گھروں کی چلے گئے کہ اہل خانہ میں رات بسر کریں و احسنا

ہم زندان میں ہیں۔ علاوہ ازیں کبھی زندان کی بوسیدگی سے خوف کا احساس کبھی
یہ تصور کہ زندان میں تاریکی ہی تاریکی ہے۔ سو گواریدیاں بچوں کو گود میں لیے بہلا
رہی تھیں۔ تمام اسیرانِ دُشمن کا خیال جنابِ زینبؑ کے پیش نظر تھا۔ ہر طرح
سے ان کی دلجوئی کرتی تھیں۔ کبھی آٹیں، کبھی نلے کبھی سینہ زنی، اے
رہی پنہادہ سب پر بستر خاک کی آہش کشیدہ سر پر افلاک
یکی میگفت اہ اے تور عظیم! بیا ای شاہ بے لشکر حسین
یکی میگفت عباسؑ جو انم بیا بر بادینگر خانانم
یہ کردہ حوادث پائمالش

علی اکبرؑ علی اکبرؑ قتال

ماحصل اشعار یہ ہے کہ کوئی بی بی اپنا سر بستر خاک پر رکھے ہوئے آہ بگر سوز کھینچ رہی
تھی کوئی بی بی یہ کہہ رہی تھی کہ اے میری آنکھوں کے نور تو کہاں ہے آؤ اے شاہ
بے لشکر اے میرے حسین آؤ۔ گویا کہ بی بی یہاں انتظار میں تھیں کوئی بی بی حضرت
عباسؑ علمدار کو یاد کر رہی تھی کہ آؤ اور خانما خراب یکسوں کو دیکھو۔ ہمارے گھر کی
بربادی دیکھو اور کسی بی بی کو زمانہ کی مصیبتیں پائمال کر رہی تھیں اس کی زبان پر علی اکبرؑ
علی اکبرؑ تھا مگر علی اکبرؑ تو مقتل کر بلا میں سو رہے تھے۔

حضرت ام کلثومؑ کا خرابہ شام میں یہ ٹوٹا تھا اے

کہ سیدی بکر بلا فدیۃ السید الغریب
کہ سیدی بکر بلا للموت فی صدورہ حبیب
کہ سیدی بکر بلا عسکرہ بالعری نہیب
کہ سیدی بکر بلا بسم صوق ولا یحبیب

کہ سیدی بکر بلا یقرع فی ثغورہ قضیب
تمام شب بیدیاں کر بلا کہہ کر دیتی تھیں سید سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جناب
زینبؑ مرثیہ پڑھتی تھیں اور تمام مردوزن اسیر گریہ کرتے تھے۔ علامہ مجلسیؒ نے
بحال میں حضرت زینبؑ کے مرثیہ کو درج کیا ہے جو کہ یہ ہے
اما شجاک یا سکن قتل الحسین والحسن
ظمان من طول الحزن وکل وعدنا هل
يقول یا قوم راجع علی البر الوسی
وفاطم امتی الیٰ الٰہی لہا التقی والنائل

یعنی اے بیکس عورتوں میرے بھائی حسینؑ روز عاشورا غریب و تنہا۔ تشنہ لب
میدان کارزار میں دشمنوں کھڑے تھے۔ پھر فرمایا اے قوم میرے پدر علیؑ مرتضیٰ
اور میری ماں فاطمہؑ زہراؑ ہیں۔ میرے بیٹے پیغمبر اسلامؐ کے وصی و جانشین ہیں میری
ماں فاطمہؑ زہراؑ شفیعہ محشر ہیں۔ آج اے میرے حسینؑ اور اے میوہ دل پیغمبرؐ
میری تم سے ایک خواہش ہے

منواعی بن المصطفیٰ بشریۃ تحیی لہا

اطفالنا من الظماء حیث الفزات سائل
یعنی کہ کوئی شخص میری منت فرزند رسولؐ خدا تک پہنچا دے جو کہ یہ ہے کہ ایک
جرعہ آبِ پیا سے بچوں کے لیے مجھ تک پہنچا دے کہ وہ پیاس کی وجہ سے
مر رہے ہیں

قالوا لا ماء لنا الا السیوف والقتال
فانزل بحکم الاءعیاء فقاتل بل اقاتل

جناب زینب علیا خود ہی بھائی کی طرف سے جوایا فرماتی ہیں کہ اے حسین تیرے پاس پانی نہیں ہے کہ جو پیالے سے بچوں کو دیا جائے۔ بلکہ تیرا جواب نیزہ و شمشیر ہے لیکن اگر سر حکم یزید و ابن زیاد کے سامنے جھک جائے تو پانی مل سکتا ہے ورنہ نہیں امام حسین گویا فرماتے ہیں کہ میرا سر یزید و ابن زیاد کے آگے نہیں جھک سکتا۔ میں سر نہیں جھکاؤں گا خواہ جنگ ہو اور میں قتل ہو جاؤں۔ اے عورتوں پس امام حسین نے کی اور سر سے دیا مگر یزید پلید کے سامنے نہ بھکے یعنی یزید کی بیعت نہیں کی جنگ ہوئی یہاں تک کہ

حتى اتاه مشقص رماہ و عند ابرص

من سقر لا يخلص رجس دعی و اغل

ایک ملعون نجس و مبرص نے تیرے پہلو امام حسین کی طرف رہا کیا۔ اس کا تیرا گرگروا شیخ صدوق کتاب الامالی میں لکھتے ہیں۔ باسناء عن الحارث بن كعب عن فاطمة بنت علي عليه السلام ان يزيدي لعنه الله امر يدينا الحسين فحبس مع علي بن الحسين فاطمة دختر امير المؤمنين نے خبر دی ہے کہ یزید پلید نے شہر شام میں عیال و اطفال و حرم امام حسین اور حضرت زین العابدین علیہ السلام کو ایک قید خانہ میں مقید کیا۔ اس قید خانہ میں دن کی دھوپ اور رات کی اوس پڑتی تھی یہاں تک کہ تمام اسیروں کے چہروں کی رونق ختم ہو گئی تھی ان دنوں بلکہ روز شہادت امام حسین سے لے کر جب تک کہ الحرم نے شام سے مراجعت کی ہے بیت المقدس میں جو پیچھا اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے خون موع زن ہوتا نظر آتا تھا

امام حسین و اصحابہ کے سر ہار مبارکہ کا درہا مسجد جامع

دمشق میں لٹکایا جانا

مروم سید کتاب لہوف میں لکھتے ہیں۔ ثم امرهم ابي منزل لا يذهب من حر ولا برد فاقاموا حتى نقشته وجرحهم. یعنی زندان شام میں جب اسیران کر بلا مجوس رہے اس میں دھوپ سے بچاؤ کی کوئی صورت نہ تھی اس طرح شب کو سردی سے بچاؤ ممکن نہ تھا۔ لیکن اس کے باوجود عزاداری امام حسین اور نوحہ خوانی بڑا جاری رہی۔ مذکورہ پر دروایات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ نزاریہ شام میں اسیران کر بلا مشغول گریہ و زاری ماتم نوحہ خوانی رہے کتاب کامل السیفہ میں مرقوم ہے کہ ان یزید بعد اسکا فہم فیہا امر براس الحسين ان یعلق علی منار مسجد جامع بعد دمشق و یعلق سایر الرؤس علی ابواب المساجد والدروب اہ و امیتا یعنی کہ یزید نے حکم جاری کیا کہ اسیروں کو دربار سے خرابہ لیجائیں چنانچہ خرابہ شام میں اسیر قید کے گئے یزید نے بھی حکم دیا کہ سر ہار شہیدان کر بلا مسجد جامع دمشق کے دروازوں میں لٹکائے جائیں اور سر مطہر امام حسین منارہ مسجد پر اوڑھنا کہا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا امام حسین کا سر مطہر منارہ مسجد پر اوڑھنا باقی سر ہار شہداء الگ الگ درہا مسجد میں لٹکائے گئے۔ لوگ ہر روز تماشہ دیکھنے آتے رہے۔ فخلق رأس الحسين علی المنارة أربعین یوماً و لیلاً امام حسین علیہ السلام کا سر مطہر چالیس روز شب منارہ مسجد پر لٹکا رہا۔ اور اس دوران حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سر مبارک کی زیارت کیا کرتے تھے اور گریہ فرماتے تھے۔ اور اس جگہ

باغی لوگوں کے بچے گھومتے پھرتے رہتے تھے کلمہ بیستہ ذکر ہم دیتے رہے
مکانہم یزداد مرادۃ الناس بہم۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ اسیران اہلبیت اطہار کا قیام شام میں ایک سال سے زیادہ رہا ہے اگرچہ
مشہور نہیں ہے کہ آل رسول اسیری کے عالم میں ایک سال شام میں رہے ہیں اس
طرح عوام میں واقعہ کربلا کی شہرت اور شہیدان کربلا کا تعارف بالخصوص حضرت امام
حسین کا تعارف، خاندان سب پر واضح ہو گیا۔ اور عوام میں اہلبیت سے ہمدردی
کا رجحان بایا جانے لگا۔ اور حضرت سید سجاد کے پاس اور خواتین حضرت زینب
کے پاس پر سہ کے لیے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یزید نے اسیروں کے لیے فرش
بچھوا دیئے۔ مکان کو آراستہ و صاف کر دیا اور ایک مدت تک شام کے زندان
میں عمارت رہتی رہی اور جب تک سید سجاد علیہ السلام زندان شام سے رہا ہو
کر مدینہ کے لیے آمادہ سفر ہوئے اس وقت تک پتھروں کے نیچے خون جوش مارتا
ہوا نظر آتا رہا۔ طلوع و غروب کے آفتاب کا سرخ ہونا۔ نہ صرف غم امام حسین
کا اظہار تھا بلکہ قاتلان امام حسین کے لیے عذاب کی بشارت تھی۔ ابن شہر آشوب
اسودین قیس سے روایت کرتے ہیں کہ جیسے ہی حسین بن قاطمہ کو شہید کر دیا۔ اس
دن سے لے کر چھ ماہ تک طلوع و غروب کے وقت سرخی آفتاب ظاہر ہوتی
رہی۔ اس طرح بھی وارد ہوا ہے کہ طلوع و غروب شمس کے وقت سرخی چالیس
روز تک نمایاں رہی۔ بعض روایات میں ہے کہ چالیس روز تک سرخی ظاہر ہوتی
رہی۔ باین سبب قیدی کی موت قید طول پکڑ گئی۔ اور سر بریدہ امام حسین علیہ السلام
مقارۃ مسجد جامع دمشق، باب الساعات شہر شام کے دروازوں پر لٹکایا
گیا۔

پر بھی اوتھان رہا حضرت علامہ مجلسی ہمارے رقم طراز ہیں کہ یزید ملعون نے
حکم کیا تھا کہ سر مطہر امام حسین شام کے دروازہ پر لٹکایا گیا اور امام زین العابدین علیہ السلام
ان دنوں میں ایک روز مجلس یزید میں موجود تھے۔
مرحوم الیہ کتاب لہوف میں تحریر کرتے ہیں۔ وکان یزید یتخذ مجالس
المشراب ویدعی بعلی بن الحسین۔ والی الآخر یزید نے مجلس میں شراب نوشی
کی کتب مناقب میں ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ اس وقت حضرت سید سجاد علیہ السلام
نے یزید ملعون سے شراب حرام پینے پر احتجاج کیا اور فرمایا اے یزید۔
ماذا تقولون اذ قال النبو لکم ماذا فعلتم وانتم اخر الامم
بعترق وباهلی بعد مفتقدی منهم اسادی ومنہم من جردم
یعنی میدان حشر میں جب رسول خدا تجھ سے سوال کریں گے کہ فخر نوشی کرتا تھا اور
یہ بھی آنحضرت نے دریافت کیا کہ میری عنترت کے ساتھ ظلم آمیز رویہ کیوں اختیار
کیا اور کیا جواب دے گا یزید نے سر نہی کر لیا اور کچھ جواب نہ دے سکا
امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا دیکھ یا یزید یعنی دلے تجھ پر اے یزید اگر
تو عقل رکھتا ہے اور جانتا ہے۔ آخر یہ ظلم کیوں ہے کہ ہم تیرے دربار میں اسیر
بنے ہوئے ہیں۔

الیہ مرحوم نے بھی کتاب لہوف میں اس مضمون کو لکھا ہے۔ دوی عن
ابن العابدین انه قال لما اقی براس الحسین ابی یزید کان یتخذ
مجالس المشراب ویفادی براس الحسین ویضعہ بین یدیه و
یشرب علیہ۔ یعنی کلام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب امام حسین
یزید کو نذر کیا گیا۔ تو اس وقت اس ملعون نے مجلس شراب منعقد کی۔ سر مبارک سامنے

رکھا تھا اور وہ ملعون شراب نوشی میں مشغول تھا۔

سفیر روم کا دیار یزید میں حکایت کینسہ حافر بیان کرنا۔

اور شہید ہونا

روایت ہے کہ ایک دن یزید پلید نے مجلس شراب آراستہ کی اور سر مطہر امام حسین علیہ السلام اس کے روبرو طشت طلا میں رکھا ہوا تھا۔ اسی مجلس یزید میں ملک روم کا سفیر بھی موجود تھا۔ چونکہ روم کے باشندوں میں سے ایک مرد بزرگ تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ یزید شراب پی رہا ہے اور ایک سر پریدہ اس کے سامنے موجود ہے سر پریدہ سے جو شان ظاہر ہو رہی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی عظیم بزرگ کا سر ہے۔

آندم کہ ریخت در شراب آن تباہ کار
در طشت ز زہر دسہ آن بزرگوار

سفیر کہتا ہے کہ اسدم یزید پلید شراب اس سر مبارک پر ڈال رہا ہے کہ جو طشت طلا میں رکھا تھا۔ سفیر روم نے دریافت کیا یا مملک العرب هذا من - یعنی کہ اے بادشاہ عرب یہ کس بزرگ کا سر مبارک ہے کہ اس کی پیشانی سے آثارِ یزدگی نمایاں ہیں یزید نے کہا مملک و لهذا اس - اے نصرانی تجھے اس سر سے کیا کام۔ سفیر روم نے کہا کہ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس شخص کا کیا قصور تھا اور جب میں یہاں سے اپنے ملک جاؤں گا تو بادشاہ روم دریافت کرے گا جو کچھ دیکھا تھا ہو تملاد۔ تاوقت کہ مجھے اس سر سے آگئی نہ ہو کیا تملاد

گا۔ یزید نے کہا کہ یہ حسین ابن علی ہے

در دلش آرزوی منصب شائستہای تو

دعوی سلطنت مدعی شاہی بود

ماندا در دل وی آرزوی سلطنتش

گر چه پرورده آغوش رسول اللہ بود

یعنی کہ اس کے دل میں منصب شاہی کی آرزو تھی۔ سلطان عرب بننے کی خواہش تھی۔ مگر اس کے دل ہی دل میں آرزو رہی اگرچہ یہ آغوش رسول خدا میں پلا و پڑھا تھا۔ سفیر نے کہا کہ اچھا پھر تو کیسے مسلمان تھا یا غیر مسلم۔ اس مادر گرامی کا کیا نام تھا یزید نے کہا کہ اس کی ماں کا نام فاطمہ بنت رسول اللہ ہے یعنی کہ رسول خدا کی بیٹی اور علی مرتضیٰ کی زوجہ ہے یہ نواسہ رسول خدا ہے جب سفیر نے یہ سنا تو بڑی حسرت بھری نظروں سے سر پریدہ امام حسین کو دیکھا اور کہا اے یزید اف لک و لک لک لی دین احسن من دینک۔ اے یزید تجھ پر تفس ہے اور تیرے دین پر بھی تفس ہے۔ میرا دین تیرے دین سے بہتر ہے۔ جو ظلم و ستم اس سر مطہر کے ساتھ تو نے کیا ہے وہ یہود و نصاریٰ ہرگز نہیں کر سکتے۔ جب کہ تمہارے اور رسول خدا کے درمیان صرف یہی ایک صاحبِ سر واسطہ ہے اور تم نے اپنے نبی کی اولاد کو قتل کر ڈالا۔ سفیر نے کہا اے یزید میں حضرت داؤد کی اولاد سے ہوں اور ہمارے اور حضرت داؤد کے درمیان چند پشتوں کا فاصلہ ہے پھر بھی تمام نصاریٰ میری تعظیم و تکریم کرتی ہے۔ میرے پاؤں کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ سمجھتی ہے۔ لیکن پسر و دختر رسول خدا کے ساتھ تمہارا یہ ظلم و ستم۔ حیف ہے سفیر کہنے لگا اے یزید کیا تو نے حکایت کینسہ حافر سنی۔ یزید نے کہا اے نصاریٰ سناؤ وہ

کیا حکایت ہے۔ سفیر نے کہا کہ اے یزید عثمان اور شہر چین کے درمیان ایک دیبا ہے کہ اس کی مسافت ایک سال کی ہے۔ اور ایک شہر میں آیا دی ہے دوسرا کوئی شہر نہیں ہے اور وہ شہر کہ جو آیا ہے وسط دیبا میں واقع ہے اس شہر کا رقبہ ۸۰ فرسخ ہے کہ روئے زمین پر اس سے عظیم تر کوئی اور شہر نہیں ہے ہر قسم کی چیزیں دوسرے شہروں کو وہاں سے برآمد کی جاتی ہیں اور وہ پورا شہر نصاریٰ کی حکومت میں ہے وہاں عیسائیوں کے علاوہ کسی اور کی حکومت نہیں ہے اس شہر میں علاوہ دوسرے عیسائی عبادت خانوں کے ایک عبادت خانہ کنیسہ حافر کے نام سے موسوم و مشہور ہے اس کو اس نام سے اس لیے موسوم کیا گیا ہے کہ اس کی محراب میں ایک حُفّہ طلائی لٹکا ہوا ہے اور اس سونے کے حُفّہ میں حضرت عیسیٰ بن مریم کے گدھے کا سُم ہے کہ حضرت عیسیٰ ایک روز اس گدھے پر سوار ہوئے تھے۔ اس سُم کو سونے کے حلقہ میں رکھ کر یہاں ادیزان کیا ہے۔ اور اطراف و جوارب کے عیسائی اس کی زیارت کے لیے آتے ہیں۔ اس کا طواف کرتے ہیں اور اس کی حرمت و تقدیس بجالاتے ہیں۔ اور اس کے ذریعہ اپنی حاجتیں بارگاہِ خدا میں پیش کرتے ہیں لیکن وائے ہو تم پر کہ تم مسلمانوں نے اپنے نبی کے نواسہ کو تین دن کا میموکا دیا سا قتل کیا۔ اور اس کے سر پہر کو سامنے رکھا ہے اور اس کے ساتھ تو جسارت کر رہا ہے۔ اے یزید خدا تجھ کو خیر نہ دے۔ یزید نے جب اس سے یہ باتیں سنی تو غضب آلود ہو گیا اور حکم دیا کہ اقتلوا هذا النصارى۔ کہ اس نصرانی کی گردن قطع کر دو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ نصرانی اپنے ملک میں جا کر مجھے بدنام کرے۔ اس نصرانی نے کہا اے نام کے مسلمان تو مجھے قتل کرنے کا خواہش مند ہے سن میں نے کل شب

حضرت رسول خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اے نصرانی انت من اهل الجنة۔ کہ تو جنت والوں میں سے ہے میں نے خواب سے بیدار ہو کر سوچا کہ یہ کیا راز ہے۔ چنانچہ مجھے اس وقت اس خواب کی تعبیر معلوم ہو گئی یہ کہہ کہ اس نصرانی نے جنت لگائی اور سر بریدہ امام حسینؑ اٹھا کر اپنے سینہ سے لگایا اور کلمہ شہادت زبان سے ادا کیا تو حید و نبوت اور امامت کی شہادت دی۔ اسی اثنا میں یزید ملعون نے جلاؤ کو اشارہ کیا اس نے اس تازہ مسلمان کا سر قلم کیا۔ اور اس کی روح اعلیٰ عیسیٰ میں پہنچی۔ اور اس کی میت کو نصاریٰ اور مسلمانوں نے مل کر دفن کیا۔
اللعنة الله على القوم الظالمين۔

بروایت لہوف زندان شام میں سکینہ خاتون کا

خواب دیکھنا

روایات صحیحہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ خرابہ شام (زندان) ان خرابوں میں سے تھا کہ جو گزر گا عام تھا۔ اور یزید نے اسی خرابہ میں اسیران اہلبیتؑ اظہار کو قید تھا۔ قال السيد في اللہوف انه قال سکينة فلما كان في اليوم الرابع من اقامتنا یعنی حضرت سکینہ خاتون فرماتی ہیں کہ ہمیں خرابہ میں چوتھا روز تھا۔ حالانکہ خرابہ میں نہ گرمی سے بچنے کا انتظام تھا اور نہ ہی شب کو سردی سے محفوظ رہنے کا کوئی بندوبست تھا ہر حال پھر کرب و غم کے عالم میں نیند آگئی اور شب کو عالم خواب میں دیکھا کہ ایک عاری تازل ہوئی اور اس میں سے ایک بی بی آہ زاری

کرتی ہوئی نکلیں واسینا زبان پر تھا۔ جناب سکینہ فرماتی ہیں کہ میں نے کسی سے دریافت کیا کہ یہ کون بی بی ہیں جو باہر حسین کہہ کر رو رہی ہیں۔ مجھ سے جوابا کسی نے کہا کہ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا میں جو مادر حسین ہیں اور دختر حضرت رسول خدا ہیں۔ میں آگے بڑھی اور سلام کیا کہ اے جدہ ماجدہ بیس کا سلام قبول فرمائے میں نے چاہا کہ بابا کے شہید ہونے کے بعد جن ظلم و ستم کا ہم نشان بنے ہیں وہ اپنی دادی صاحبہ کے رویہ و بیان کروں تاکہ دل بیس کو تسکین ہو۔ میں نے عرض کیا۔

یا امہ و اللہ بحدودا حقنا یا امنابددوا واللہ شملنا یا امناباللہ اسنا
حواریمینا یا امناباللہ قتلواالحسین ابائنا۔

ای جدہ زہرا بکجائی	رو از چہ بمانی نمائی
یکدم بخدا رہ جدہ جان آئی	بر حالت زار مایہ سختائی
راندی بر بہشت کشتی خویش	دو تاقی از بہشتی خویش
دانم کہ تو در بہشت جاوید	دخستہ تبری ماہ و خورشید
اولاد تو روی خاک خواندہ	افسردہ زار و دل کبابند
لیکن مسند دختر است	در خاک فتادہ اختر است
یکبشت اسیر و خوار و دیوان	بی فرشت و چراغ و زار و نال
از فرقت باب تاجدارم	ای جدہ ہمیشہ مشکبارم

داغ مسلی اکبر جو انم

افرنختہ جسم نا تو انم

دستور زانہ ہے کہ جب وقت مصیبت کوئی خاندانی بزرگ مر دیا خاتون بجائے تو مصیبت زدہ کا دل آتا ہے آنکھوں سے سبیل اشک روان ہو جاتا ہے اور

آہ دل زبان پر الفاظ کا لباس پہن لیتی ہے چنانچہ سکینہ خاتون نے جب اپنی جدہ ماجدہ فاطمہ زہرا کو دیکھا تو آپ کا دل بھی بھرا یا اور بے ساختہ کہا اے دادی صاحبہ آپ کہاں تھیں، میں اپنی صورت نہیں دکھلائی۔ قصہ یہ تھا کہ لے دادی ہم اسیر ہو گئے اور آپ نے خیر تنگ نہ لی۔ آج شب آپ اس خرابہ میں آئی ہیں گویا کہ آپ نے ہماری حالت زار پر کرم فرمایا ہے ہم نے اپنی کشتی بہشت کی طرف روانہ کر دی جس میں ۱۸۔ جو انان ہاشمی سوار ہیں۔ اس کشتی کے ناخدا عباس علدار ہیں۔ آپ نے کشتی میں سوار ہونے والوں کو دیکھا ہو گا۔ آپ تو دائمی طور پر بہشت برین میں رہتی ہیں لیکن اے جدہ آپ کی اولاد افک پر سو رہی ہے۔ جن کے چہرے مرجھا گئے ہیں دل پژمردہ ہیں۔ اور آپ کی بیٹیاں خاک بسر ہیں۔ ہم سب اسیر ذلیل و خوار ہو رہے ہیں اور ہمارا زندان تاریک ہے نہ چراغ نہ فرشت نہ بستر نہ ٹیکہ۔ سیکتہ ہے تو صرف ذات خداوند عالم پر۔ اور اے جدہ ماجدہ میں اپنے بابا حسین کے غم میں روتی رہتی ہوں۔ آنکھوں سے آنسو برساتی رہتی ہوں۔ اور بھائی علی اکبر کا داغ سینہ پر ہمہ وقت تازہ ہے جناب شدہ عالم نے جب سکینہ خاتون کے یہ بئی سننے تو فرمایا کہ اے نور دیدہ سکینہ بیس اسقدر مرتبہ کافی ہے اسقدر نالہ مت کر ہذا قیصلہ علیک الحسین لا یغادر حتی حتی الحق اللہ۔ اے بیٹی سکینہ یہ تیرے بابا کا پیرا بن خون آلود ہے جو میرے پاس ہے اور میں اسے دیکھا کرتی ہوں اے شیعو۔ سیدہ عالمین فاطمہ زہرا اس خون آلودہ قیص امام حسین کی زیارت کرتی ہیں اور تم بھی بروز قیامت جب مجالس حشر میں مجلس عزائم ہوگی اور سیدہ عالمین یہ کہتا ہے کہ زیر غرض ہمیں گی اور فریاد کریں گی زیارت کرو گے۔ یہ ہیں سے یہ امر مستبط ہو جاتا ہے

کہ امام حسینؑ کی منسوب ہونے والی چیزیں قابل زیارت ہیں اس وقت جناب فاطمہؑ زیر عرش فریاد کریں گی کہ الہیٰ ہذا قمیص ولدی الحسینؑ کہ یہ پیرا ہن حسینؑ ہے کہ جو تیروں سے چھلٹی ہو گیا ہے یہ خواب جناب سکینہؑ نے خواب میں بیان کیا تو امیرؑ میں ایک کلام برپا ہو گیا داحیناہ داحیناہ۔

حضرت امام حسینؑ کی ایک کسین بیٹی کی زندانِ شام

میں وفات

جب اولاد رسولؐ نے دربارِ یزید سے زندانِ شام میں منزل کی تو اسیرانِ کربلاؑ دن رات شہیدانِ کربلا پر گریہ و زاری کیا کرتے تھے۔ امام حسینؑ علیہ السلام کی ایک کسین دختر جس کا نام فاطمہ تھا اسیروں میں زندانِ شام میں تھی۔ زندانِ شام کی راتوں میں ایک رات اس دختر مغیرہ کو اپنے بابا حسینؑ کے دیکھنے آرزو ہوئی۔ روایات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امام حسینؑ کو خداوند عالم نے جو بیٹی عطا کی آپنے اس کا نام فاطمہ رکھا اور جو فرزند عطا کیا اس کا نام علی رکھا اور ان میں برائے امتیاز تماموں کے ساتھ القابات رکھے جیسے علی اکبر علی اوسط، علی اصغر وغیرہ، اسی طرح فاطمہ کبریٰ، فاطمہ مصغریٰ و سکینہ خاتون وغیرہ۔ اس دختر کسین کی عمر تین یا چار سال بتلائی جاتی ہے اور اس کا نام بتلایا جاتا ہے۔ حضرت امام حسینؑ اس دختر کو بہت چاہتے تھے۔ یہ دختر ہمیشہ امام حسینؑ کی آغوش کی زینت رہتی تھی۔ جب یہ مصومہ بچی لاشِ امام حسینؑ پر آتی ہے تو اس نے لاش سے مخاطب ہو کر عرض کیا یا اباہ اذا ظلم اللیل فخذن یحییٰ حمای کہ اے بابا جان اگر یہ رات ہو گئی ہے

اور آپ مجھے اپنی گود میں نہیں لیتے۔ مجھے آپ کی آغوش بغیر نیند نہیں آتی کتاب ریاض میں بعض مولفین کے اقوال کی روشنی میں اس دختر مظلومہ کے حالات پلئے جاتے ہیں اور اباب مقاتل اور مرحوم السید کتاب لہوف میں لکھتے ہیں کہ روز عاشورا مرحوم حضرت امام حسینؑ بعد شہادت اصحاب و غزائے قمیہ میں تشریف لائے اور اپنے الحرم کو رخصت کیا و کان للحسین بنت عمر ہائنت سنوات فجعل یقبلہا وقد نشقت مشفناہا من العطش

فرماتے ہیں کہ الحرم میں آپ کی ایک سہ سالہ تھی سامنے آئی اور آپ کا دامن پکڑ لیا۔ امام حسینؑ علیہ السلام نے اس کو اپنی گود میں اٹھالیا پیار کیا وہ بچی کہتی ہے یا اباہ اذا العطش طش فان الظماء قد احرق اے بابا جان بہت زیادہ پیاس لگ رہی ہے تشنگی کی وجہ سے میرا جگر جل رہا ہے امام حسینؑ نے اس کو تسلی دی۔ اس بچی نے جب کہ امام حسینؑ اس کو لگا کر میدانِ رزم جانے لگے پیغمبر ایک مرتبہ دامن پکڑ لیا۔ اور عرض کیا یا اباہ این تصحی عننا اے بابا ہمیں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو فرمایا کہ اے بیٹی تم خیمہ میں بیٹھو شاید کہ میں تمہارے لیے پانی لاؤں آپ میدان میں پہنچے کنارہ نہر سے لشکرِ اعداء کو دور کیا اور نہر میں داخل ہو کر پانی خیمہ کے لیے لیا۔ لشکر والوں نے شور مچایا کہ اے حسینؑ تم پانی پی رہے ہو۔ اور شامی لوگ خیموں کو لوٹنے آگئے ہیں۔ امام مظلوم نہر سے نکلے خیمہ میں تشریف لائے اس مظلومہ بیٹی کو گود میں لیا۔ اور تسلی دے کر پھر میدانِ قتال میں آئے اور وہ دقت آگیا کہ امام حسینؑ شہید ہو گئے تو اہلحرم کے ہمرہہ برکسین بچی بھی آپ کی لاش پر آئی دیکھا کہ بغیر سر۔ لاش پڑی ہوئی ہے۔ بچی نے اپنے آپ کو لاش پر گرا دیا لیکن حضرت زینب خاتون نے اپنی گود میں اٹھالیا۔ وہ بچی کہنے لگی

پھونچی اماں مجھے بابا کے لاشہ پر جانے دو تاکہ میں گلوے بریدہ کا بوسہ لے سکوں۔ الغرض۔ اسیران کربلا کے ساتھ یہ بچی کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے زندان شام پہنچی۔ خرابہ شام کو دیکھ کر اس بچی کا دل گھٹنے لگا۔ یہ کسن بچی سزا پور سکے رو رہی تھی فریاد کر رہی تھی سے

بابا در این خرابہ سازم بہ بینوائی
چشم براه مانده شاید ز درد رآئی
بودی ہمیشہ جایم در روی دامن تو
از تو ندیدہ بودم اینگونه بیوفائی

یعنی اے بابا اس خرابہ شام میں آپ کا برابر انتظار ہے میں تو ہمیشہ آپ کی گود میں رہتی تھی اب آپ تشریف نہیں لاتے یہ اچھی محبت ہے۔ اسی تصویر میں بچہ رویا کرتی تھی۔ کلاس پر نیند طاری ہو گئی۔

اور اس نے عالم خواب میں دیکھا کہ سر بریدہ حسین علیہ السلام طشت طلا میں یزید کے سامنے رکھا ہے اور وہ ملعون چوب دستی سر پہ پور لگا رہا ہے۔ کہ ناگاہ سر بریدہ نے بارگاہ خدا میں استغاثہ کیا ہے

خدا یا راضم بن برضایت مرتسلیم دارم بر قضاہیت
چہ باشد دست تقدیرم منال گیر کجا بیرون تو انم شد ز تقدیر
نباشم در طریق عشق معذور ! کہ بہر جانی از جانان شوم دور
شہیدم خواستی بانو جوانان فدا کردم سہ اندر راہ جانان
عیالم را اسیر و خوار امت پریشان خواستی کردم فدایت
سرم را خواستی از تن جدا شد تنم را خواستی جوں تو باشد

کنوں در زیر جوب نیز رانم تو آگاہی نداشتی از ہانم
تراکت اللق طراتی ہوا کا
دائمت العیال کی آرا کا

ماصل یہ ہے کہ امام حسین کے سر پہ سے یہ آواز آئی کہ اے فدا دندا میں تیری رونا پر رانی ہوں اور میرا سر تیری حکم کے سامنے جھکا ہوا ہے۔ میں نے شہادت افتیاد کی ادھاپنے جوانوں کو بھی تیری راہ میں فدا کیا اپنے اہل و عیال کو تیری راہ میں اسیر دیکھنا پسند کیا۔ میں نے یہ بھی بعد خوشی چاہا کہ میرا سر تیری راہ میں میرے تن سے جدا ہو۔ لیکن اس وقت میرا سر جذب خیزان کے نیچے ہے اس میں کیا ملازم ہے تو بہتر جانتا ہے۔ بہر حال اس کسن بچی نے جب اپنے بابا کے سر پہ کو چوب دستی کے نیچے دیکھا بیتاب ہو کر اٹھ بیٹھی۔ وابتاہ کی صدامندگی اور رونا شروع کیا۔ حضرت زینب خاتون نے سبب گریہ پوچھا تو بچی نے خواب بیان کیا۔ اور یہ کہہ کر وہ نالہ و فریاد کرنے لگی اور اس کا رونا بند نہ ہوا سب نے اس کو غمخوش کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ حضرت زینب خاتون اس کو تسلی دیتی تھیں مگر وہ بچی غمخوش نہ ہوتی تھی۔

بزدان حال اس دختر صغیر کے یہ جذبات غم میں سے
زباہم بیوفائی کی گمان بود پدر با من بغایت ہیران بود
گرمیت زمن زنجیر باہم کہ کو از آتش فرقت کبابم
اگر زندہ است باب تا جدام چرا زد شمر سیلی بر ندام
تو گوی در سفر رفت است باب
کد امر و زدنہ کا کیا بت

کہا مارا امید وصل باشد

گناہم این سخن بے اصل باشد

گویا کہ دفتر معصومہ کہتی ہے کہ میں اپنے پیارے بابا جان سے یونانی کا گانا نہیں کر سکتی۔ کیونکہ میرے پدر بزرگوار تو مجھ پر بہت ہی زیادہ مہربان تھے۔ مگر اے چوچھی اماں کیا میرے بابا مجھ سے رنجیدہ ہیں ان کی فرقت نے فکر سوختہ کر دیا ہے اگر بابا جان زندہ ہیں تو پھر شمر نے میرے رخساروں پر طاپچے کیسے لگائے۔ اگر تم بہ کہتی ہو کہ تیرے بابا سفر میں ہیں تو آج کل میں زیارت پدر کر رہی ہوں کامیاب ہو گی اے چوچھی اماں دیدار پدر کہاں ہو گا یہ ساری باتیں بے اصل ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ بابا تو شہید ہو گئے۔ میں بے پدر ہو گی۔

اس یتیمہ بچی نے اس قدر گریہ کہا کہ روح جنت کو پرواز کر گئی۔ اس وقت الحرم میں ایک تازہ غم کی لہر دوڑ گئی۔ گریہ وزاری اور شور بکا سے زندان گونجنے لگا۔ یہاں تک کہ عورتوں اور بچوں کے گریہ کرنے کی آواز یزید کے محل تک گئی اور جب اس نے رونے کی آواز سنی تو سبب دریافت کیا۔ طاہر بن عبد اللہ دمشق کہتے ہیں کہ یزید اپنے زانو پر سر رکھے ہوئے تھا اور سران فاطمہ طشت میں تھا کہ خرابہ سے شور گریہ بلند ہوا طاہر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ جس طشت میں سر امام حسین تھا اس سے سر پوش ایک کناسے کو ہو گیا اور سر امام پاک بلند ہوا نزدیک تھا کہ قصر کی چھت سے لمبائے چہر سر مطہر نے باواز بند فرمایا۔ اختی سکتی اجنتی۔ کہے ہیں میری بیٹی کو خوش کرو۔

خواہر بہ بیکیاں حزیم تو بادی

خواہر بکودگان یتیم تو مادی

یعنی کہ اے حسن زینب، اے یکیس و نگار بہن تو ہی میرے یتیموں کی مددگار ہے تو ہی ان کی نگران ہے۔ تو ہی میرے چھوٹے بچوں کے لیے ماں ہے۔

طاہر کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ سر بریدہ امام حسین نے چکر لگایا۔ اور یزید ملعون کی طرف رخ کر کے فرمایا۔ کہ اے یزید میں نے تیرا کیا ہے جو میرے الحرم کو قید کیا ہے۔ یزید پلید نے جب سنا تو کلپنسے لگا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ اے طاہر کیا خبر ہے۔ میں نے کہا اے ظالم خرابہ میں ایک بچی کا انتقال ہو گیا ہے میں نے حسینؑ کو دیکھا اور آواز امام سنی ہے کہ جس سے تو غافل ہے یزید نے اپنا ایک ظالم زندان میں بھیجا تاکہ حالات معلوم کرے۔ وہ زندان پہنچا تو حضرت سید سجادؑ نے سلا با جلا بیان کیا۔ اس نے یزید کو واقعہ بتلایا۔

یزید نے کہا کہ اچھا اس بچی کے باپ کا سر (یعنی سر بریدہ امام حسینؑ) زندان میں میں لے جاؤ۔ غلام سر امام حسینؑ لے کر زندان میں آیا۔ تمام اسیر سر مطہر کو دیکھ کر تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔ حضرت زینبؑ نے وہ سر اس بچی کے سامنے رکھا اس نے سوال کیا کہ یہ سر کس کا ہے بتایا کہ یہ سر حسینؑ ہے اس یتیمہ نے اپنا مونہہ سر حسینؑ پر رکھا۔ اور بین کرنے لگی روتے روتے یہ ہوش ہو گئی حضرت زینبؑ خاتون نے اس کو بلایا تو محسوس ہوا کہ روح یتیمہ جنت کو پرواز کر گئی ہے۔ اسیران اہلبیتؑ اس خرابہ میں مشغول ماتم ہوئے۔ ہم سایہ عورتوں کو جب اس دفتر امام حسینؑ کے انتقال کی خبر ہوئی خرابہ میں آئیں اور پُرسہ دیا۔

غسالہ، کافور و کفن اور چراغ کا انتظام ہوا۔ غسل کے لیے تختہ لگایا۔ بچی کو غسل دیا۔ کفن پہنایا۔ اور اسی خرابہ میں دفن کر دیا۔ اس روز کہ جب امیر ول کو رہائی ہوئی اور شام سے مدینہ کے لیے قافلہ روانہ ہوا۔ تو حضرت در زندان تک

انہیں ادا پنا سر محل سے نکال کر شام کی عورتوں سے فرمایا اے بیٹو میں اپنی ایک بچی تمہارے پاس بطور امانت چھوڑ رہی ہوں۔ سے
برسرِ قبرِ مغمیرِ پاکہ درِ غربتِ بمرود
گاہِ بگذارِ یدِ نغمی از دنا لے ابل شام

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا شام میں منبر پر

تشریف لے جانا اور خطبہ دینا

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام پر جو مصائب گریے ہیں وہ آپ کے پد بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام کے مصائب سے کمتر نہیں ہیں۔ چنانچہ آپ خود فرمایا ہے

لہ یلق خلق ما لقیبت ولا ابتلی
یوما بئشل بلیتی ایوب
حذفی یدوب لہ الجبال وعندہ
یسئلوا ویدی یوسفنا یعقوب
یہمار کہ بلا کے مصائب اور سختیوں میں سے ایک عظیم ابتلا یہ تھی کہ جب آپ امیران
کہ ملکہ کا قافلہ کو لے کر واردِ مدینہ ہوئے تو یزید کے حکم سے ایک
خطیب مسجد جامع میں منبر پر گیا ادا آپ کی موجودگی میں اس بد بخت خطیب نے
مدحِ آباد و اجدادِ یزید کی اور حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی
معاذ اللہ مذمت کی۔ حضرت سید سجاد کے منبر پر تشریف لے جانے ادا اموی
خطیب کے خطبہ کا اباب مقاتل نے کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ بعض اباب
مقاتل کہتے ہیں کہ دربارِ یزید میں امیران کہ ملاکی موجودگی میں اموی خطیب نے خطبہ

دیا اور بعض کہتے ہیں کہ مسجد جامع دمشق میں خطبہ دیا غرض کہ دونوں واقعہ جمع کر دیئے ہیں۔

شیخ طبری نے کتاب احتجاج میں و کامل نے کتاب الشقیفہ میں، والی
مخفف نے مقتل میں، ابن شہر آشوب نے مناقب میں نقل کیا لیکن علامہ مجدلی بحار
میں کتاب مناقب سے واقعہ کو تفصیل سے نقل کیا ہے کہ یزید ملعون نے حکم دیا
کہ لوگوں کو واقعہ کربلا سے خبردار کیا جائے اور ایک زبان دراز اموی خطیب کو
حکم دیا کہ مسجد جامع میں منبر پر جا کر خطبہ دے اور آل ابوسفیان کی مدح سرائی
کرے اور حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کی شان میں ناروا الفاظ کہے یعنی کہ معاذ اللہ
ان کی مذمت کرے۔ پس فصیح الخطیب المنبر خطیب منبر پر گیا۔ اول
حمد و ثنائے الہی ادا کی تھ کہ اکثر الوقیعۃ فی علی و الحسین۔ اس بد بخت
اور محروم سعادت خطیب یزیدی نے معاویہ کی شان میں زبان کھولی اور اس کی
مدح سرائی کی۔ اور کہا کہ معاویہ اور یزید دونوں کی حکومت درست ہے جب
اموی خطیب سلطنت و خلافت یزید کی مدح سرائی کر رہا تھا تو حضرت سید
سجاد علیہ السلام سے ضبط نہ ہو سکا اور آپ نے بلند آواز سے کہا۔ و یدک
ایہا الخاطب اشتريت مرضات المخلوق بسخط الخالق یعنی وائے ہوتیجہ پر
اے خطیب کہ تو نے رضائے خدا کے بدلے میں رضائے مخلوق خرید کر لی کیا تو خدا
کے غضب سے نہیں ڈرتا آپ اپنی جگہ سے اٹھتے اور یزید کے نزدیک جا کر
بیٹھ گئے اور اس سے خطاب کیا اے یزید ایذا لی حتی اصعد هذه الاعود
کہ مجھے بھی اجازت دے کہ منبر پر جا کر رضائے خود شنودی خدا کے لیے خطبہ دوں
تاکہ تمام لوگ اس سے استفادہ کریں یزید نے چاہا کہ سید سجاد خطبہ نہ دیں مگر

روساء شام اور اراکین دربار نے یزید کو مجبور کیا کہ خطبہ دینے کی اجازت دی جائے۔ ہم اس ہاشمی جوان سے خطبہ سنا چاہتے ہیں یزید نے کہا اے شامیو فائدہ من اهل بیت زقوم العلم زقا فاد۔ کہ یہ اہلبیت پیغمبر خدا سے ہے عالم و دانا ہے انہوں نے کہا کہ اچھا پھر تو سید سیاح اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے منبر کی طرف گئے اور عرشہ منبر پر جا کر خطبہ دیا۔ لوگ ہمہ تن گوش تھے۔ اولاً آپ نے حمد و ثناء الہی ادا کی پھر اپنے جذمہ مصطفیٰ پر درود و سلام بھیجا۔ پھر فرمایا کہ خداوند عالم نے ہم کو چھ چیزیں عطا کی ہیں اور سات فضیلتیں ہمارے لیے ہیں۔ چھ چیزیں جو عطا کی ہیں وہ یہ ہیں کہ۔

۱۔ علم ۲۔ علم ۳۔ سماحتہ ۴۔ فصاحت و شجاعت ۵۔ اور محبت جو اہل ایمان کے دلوں میں ہے یعنی کہ ہر مومن ہم کو درست رکھے۔ اور سات فضیلتیں یہ ہیں کہ جو ہمارے لیے مخصوص ہیں

(۱) پیغمبر اسلام ہم میں سے ہیں۔ صدیق حیدر زکریا ہمارے جد ہیں جعفر طیار ہم میں سے ہیں حمزہ شہیر رسول خدا ہم میں سے ہیں حسن و حسین ہم میں سے ہیں اے تمام کے لوگو جو مجھے پہچانتا ہے۔ لیکن ہر ایک شخص تو نہیں پہچانتا اور نہ ہی جانتا ہے اب وہ پہچالیں کہ انا بن مکہ و منی و انا بن زمزم و الصفا انا بن من حمل الرکن باطراف الرداء انا بن خیر من انتعل واحتفی انا بن خیر من طاف وسعی انا بن خیر حجر و بنی انا بن من حمل علی البراق فی السواء انا بن من اسرى به عن المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی انا بن من بلغ بجبرئیل الی سدرۃ المنتهی انا بن من دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادق انا بن صلی

ملائکہ۔ السماء انا بن من اوحی الیہ الحلیل ما اوحی۔

حاصل خطبہ یہ ہے کہ میں مکہ و منی، زمزم و صفا، رکن اور اطراف رواد کعبہ (غلاف) طواف و سعی حج و نبی فرزند ہوں یعنی فرزند نبی ہونے کی وجہ سے وارث کعبہ اللہ اور ارکان حج میں سے ہوں میں صاحب معراج کی ذریت طیبہ ہوں وہ صاحب جسے خدا معراج میں لے گیا مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک (یہ مسجد فلک چہارم پر ہے جس میں شب معراج آنحضرت آنحضرت نے تمام انبیاء مرسلین کو نماز پڑھائی ہے۔ اسی بیت المعمور کہتے ہیں) میں اس کا فرزند ہوں کہ جس کی نماز جنازہ ملائکہ سموات نے پڑھی ہے۔ میں اس کا فرزند ہوں کہ جس پر رب جلیل نے وحی بھیجی۔

جب شام کے لوگوں نے آپ کے حالات سنے تو حیران رہ گئے۔ کہ یہ تو نبی زادہ ہے۔ اور جب کہ یزید ملعون نے یہ مشہور کیا ہے کہ یہ معاذ اللہ خارجی ہے۔ پھر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ انا بن محمد المصطفیٰ کہ میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرزند ہوں فرمایا کلاب پدر بزرگوار کا نام سنو اور میرے آج کل کے القاب سنو۔

انا بن من ضرب خراطیم الخلق قالوا لا اله الا الله انا بن من ضرب بین یدی رسول الله بسیفین و طعن برمحین و ہاجر الحجرتین و بایع البیعتین و قاتل بیدرو حنین و لم یکفر طرفۃ العین انا بن صالح المومنین و وارث النبیین و قاصر المحدثین و یعسوب المسلمین و نور المجاہدین و زین العابدین و تاج البکائین و اصبر الصابرین و افضل القائمین من آل لیسین

رسول رب العالمین انا بن المویذ بجبرئیل المنصور بمیکائیل
المحامی عن حرم المسلمین و قاتل المارقین و الناکثین
و القاسطین و المجاہد اعداء اللہ و افخر من مشی من قریش
اجمعین و اول السابقین و قاسم المعتدین و مبیّد المشرکین و سہم
من مرامی اللہ علی المتأفقین و لسان حکمة العابدین و ناصر دین
اللہ و ولی امر اللہ و یستان حکمة اللہ و عیبة علمہ مسمع
سنی بھلول الزکی الطحی رضی مقدام ہمام صابر صوام مہذب
قوام قاطع الاصلاب مفرق الاحزاب اربطھم عناناً و
اتیتھم جناحاً و امضاهم عزیمة و امشدھم سکینة اشد
یأس بطیخھم فی الحروب اذا انزلتہم الالسة
و قربتہم الا غنة طحن الرجا و ید و راھم بدری
احدی شجری مهاجر من العرب سیدھا و من
الوغایثھا وارث المشعرین ابوالسبطین الحسن و
الحسین ذالک جدی علی بن ابی طالب علیہ السلام

یعنی کہے گروہ مردان شام یہ میرے چہ نامدار ہیں کہ جن کے صفات و
القاب و اسماء مبارکہ میں نے اس وقت بیان کئے خلاصہ یہ ہے کہ میرے جدی اولی
ہیں انجی رسول خدا ہیں زوج دختر رسول خدا ہیں والد ثبیر و شبر ہیں شریک صاحب
معراج ہیں

سلی کا مرتبہ اللہ اکبر خدا نے تلوار دی نبی نے دختر

میری جدہ ماجدہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا بنت رسول خدا ہیں
عممتش سر باسماں پروردہ سایہ بر آفتاب گسترده
روز محشر پناہ خلق جہان دستاترا مقام امن امان
یعنی کہ میری جدہ ماجدہ فاطمہ زہرا دختر رسول خدا شفیعہ روز محشر میں خلق خدا کو
پناہ دینے والی میں ادا اپنے مجنوں کے لیے ذریعہ شفاعت و نجات ہیں۔
وہ عصمت پوشش بی بی ہیں۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا خطبہ سن کر
لوگ باوازن بلند رونے لگے۔

مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ کتاب مناقب میں کتاب احمر سے الفاظ خطبہ
قدس مختلف ہیں اور علامہ مجلسی نے کتاب مناقب سے خطبہ نقل فرماتا ہے
ہم خطبہ کے باقی کلمات درج کرتے ہیں چنانچہ خطبہ سید سجاد علیہ السلام میں
مذکورہ صفات کے ساتھ ساتھ یہ الفاظ بھی پائے جاتے ہیں کہ آپ نے فرمایا
ایھا الناس انا بن المقتول۔ یعنی کہے لوگو میں مقتول کافر زندہ ہوں
یعنی جسے لشکر یزید نے کربلا میں قتل کیا ہے۔ حالانکہ نہ میرے پدر بزرگوار نے
کسی کا مال لیا تھا نہ کسی کو قتل کیا تھا کہ اس کا خون بہا ان کے ذمہ ہو۔ ان
کی لاش مطہر اور ہمارے شہیدوں کے لاشے بے گور و گفن پڑے رہے۔ انا
ابن المہزور و الرأس من القفاء۔ میں اس کافر زندہ ہوں کہ جس کا سر پس گردن
سے قطع کیا گیا۔ انا ابن العطشان حتی قضی انا بن طریح بکر بدلا یعنی میں
پیاسے کافر زندہ ہوں اس کا بیٹا ہوں کہ جیسے پیاسا شہید کیا۔ اور اس کے
بدن مبارک کو سپرد خاک بھی نہیں کیا۔ انا ابن مسلوب العمامۃ والمردا انا
ابن من بکت علیہ ملائکۃ السماء انا بن من فاحت علیہ

الحن في الامراض ويطوخي الهواء انا ابن من راس
على السنات يهدى - يعني کہ میں اس کا بیٹا ہوں جس کا سر نیزہ پر
بلند کیا گیا۔ شہر بشہر بدیدہ کیا گیا اور مسلمانوں ہی نے ہمیں غارت دیر یا دیا۔ پھر
فرمایا انا ابن من حرم من العراق الى الشام - میں اس کا فرزند ہوں کہ جس کے
الہرم کو شل اسیران کفار کو فرسے شام لائے ہیں - وفي المقتل المنسوب
الى ابي محنف انا ابن صريع كوبلا انا ابن من راحت انصارة
تحت الثرى انا ابن من ذبحت اطفاله من غير سوى
انا ابن من اصرم الاعداء في خيمة لظي انا ابن من اضحى
صريعاً بالتقى انا ابن من لا غسل ولا كفن يرمى انا ابن من
رفعوا رأسه على القنا انا ابن من هتك

ان کلمات کے ادا کرتے ہوئے آپ کی
آنکھوں سے سہل اشک روان ہو گیا۔ فلما سمعوا الناس كلامه ضجوا
بالبكاء والخبيب عدت الاصوات في الجامع حبيب حاضرین نے یہ کلمات سنے شور
گریہ و یکا بلند ہوا اور مسجد جامع میں ایک غلغلہ برپا ہو گیا فغان یزید الفتنة
یزید پلید کو خوف ہوا کہ کوئی فتنہ پیدا نہ ہو جائے اس نے موذن کو حکم دیا کہ اذان
دی اور کہا اللہ اکبر امام علیہ السلام نے خطبہ بند کیا۔ اور تکبیر کہی۔ اور فرمایا کہ اے
موذن تو نے خدا کو بزرگی کے ساتھ یاد کیا اور حق بات کہی ہے فی المناقب
لاشی اکبر من الله یعنی کوئی شے خدا سے بزرگ تر نہیں ہے ابی مخنف لکھتے
ہیں کہ موذن نے اشرہ ان لا الہ الا اللہ کہا۔ حضرت نے فرمایا۔ اشہد بها مع
کل شاهد واحتلها مع کل جاهد فی المناقب شہد بها شعری و

میں شہادت دیتا ہوں اپنے ٹوٹے بدن۔ (یعنی بال گوشت پوست اور اپنے
خون سے کہ خدا وعدہ لا شریک لہ ہے۔ ابی مخنف کہتے ہیں کہ موذن نے کہا
اشہد ان محمد رسول اللہ۔ پس سید سجاد زار و قطار رونے لگے اور حضرت کے
ساتھ ساتھ تمام لوگ رونے لگے۔ وفي نسخة من المقتل المخطوطة ثم
بکی ورمی الحماة من راسه ورمی بها الى المؤذن - حضرت سید سجاد نے
اپنے سر سے عمامہ اتارا۔ اور موذن کی طرف رخ کر کے فرمایا اے موذن تجھے خدا
قسم ہے چند منٹ تو قف کر۔ اس نے اذان میں وقفہ کیا اور امام علیہ السلام یزید
کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ اے یزید محمد میرے جد میں یا تیرے محمد
تیرے جد نہیں بلکہ ہمارے جد ہیں۔ تو جن کا کلمہ پڑھتا ہے جن کا نام اذان میں
لیتا ہے اور فرزند پیغمبر کو قتل کیا اور مجھے یتیم واسیر کیا۔ یزید ملعون کے پاس
کوئی جواب نہ تھا۔ مسجد سے نکل آیا۔ اور کہا لا حاجة لی فی الصلوة -
امام علیہ السلام منبر سے اتر آئے اہل شام آپ کے آس پاس جمع ہو گئے اور
معذرت کرنے لگے کہ اے مولیٰ ہم آپ کو نہیں پہچانتے تھے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے ساتھ

منہال کو فی کی گفتگو

مسجد جامع میں جو لوگ خطبہ سننے کے لیے جمع ہوئے تھے ان میں
منہال بن عمرو کی بھی تھا۔ منہال خدمت امام زین العابدین علیہ السلام میں حاضر
ہوا اور عرض کیا کیف أصبحت یا بن رسول اللہ کہ اے مولیٰ آپ کی صبح دشام

کیسی گزری۔ حضرت نے فرمایا کہ اے منہال! کیف حال من اصبیح وقد قتل ابوہ و قتل ناصر ہ اس کا کیا حال کہ جس کے باپ، بھائی اور یادوار و انصار سب قتل ہو گئے ہوں اور اس کے پردہ دار امیر ہوں۔ اور اے منہال! زمانہ نے ہمیں لباس عزت پہنا دیا ہے یعنی کہ ہم سو گوار سید الشہداء ہیں۔ اور زمانہ نے ہم کو اس قدر پیس دیا ہے کہ امت نے ہمارے حسب و نسب کا بھی خیال نہ کیا۔ اور اب ہم شہر میں اسیر یزید ہیں منہال نے کہا اے مولیٰ کس جگہ قیام ہے تاکہ حاضر خدمت ہو سکوں۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ زندان شام یعنی خرابہ شام، او آپ اس قدر روئے کہ بچی گلو گیر ہوگی۔ صاحب احتجاج نے منہال کی بجائے کی بجائے کھول نام تھا جو کہ آنحضرت کے صحابی تھے۔ بہر حال سید جواد ثری نے انور النعمانیہ میں رقم طراز ہیں کہ منہال نے کہا کہ میں کوچہ و بازار دمشق سے گز رہا تھا کہ۔ و اذا بعی ابن الحسین یتو کا علی عسی و رجلا کا منہما قصبستان والدم لبسید من سابقہ والصخرۃ قد از دات علیہ۔ میں نے دیکھا کہ حضرت امام زین العابدین عصار کے سہارے کھڑے ہیں۔ جب میری نظر آپ کی ہاد مبارک کی طرف گئی تو آپ کی پٹلیاں بالکل خشک معلوم ہو رہی تھیں اور خون بھی جاری تھا۔ آپ کا رنگ مبارک نہ دھو گیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اے منہال! ہمارا کیا حال پوچھتے ہو یزید ابن معاویہ نے ہمیں اسیر کیا ہے نہ ہمارے بچوں اور عورتوں کو شکم سیر ہو کہ کھانا ملتا ہے نہ ہی میں شکم سیر ہو کہ کہا سکا ہوں۔ منہال نے یہ سنی کہ عرض کیا کہ سیدی عالی این تیرید۔ کہ آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ مکان کہ جسے زندان کہتے ہیں۔ ادیر یزید نے ہمیں زندان میں رکھا ہے۔ اور یہ اس قدر خراب ہے کہ دن کی دھوپ اور رات کی اوس پڑتی ہے۔ میں چونکہ بیمار

ہوں اس لیے میں بازار کی طرف نکل رہا ہوں کہ کس جگہ سایہ میں سانس لوں۔ میری پھوپھی زینب خاتون ہمہ وقت میرا خیال کرتی ہیں اور زندان سے باہر نہیں جانے دیتی مبادا کوئی اور تکلیف نہ پہنچے

واقعہ ہندہ زوجہ یزید

جبکہ ذکر کیا جا چکا کہ یزید پلید نے اسیران اہلبیت اطہار کو خرابہ شام میں جگہ دی تھی۔ یہ خرابہ ایک مکان تھا کہ جس میں دن کی دھوپ اور رات کی اوس پڑتی تھی جس سے اسیران حرم کے رنگ متغیر ہو گئے تھے پھول سے بچوں کے رخسارے مرجھا گئے تھے۔ ان کے بدن کمزور ہو گئے تھے جب یزید نے ان کی حالت زار دیکھی تو کہا اسیران اہلبیت کو چند روز کے لیے حرم خانہ میں جگہ دی جائے بروایتی بنا بر بنحو اہش بند دختر عبد اللہ بن عامر زوجہ یزید کہ جو پہلے خدمت امام حسینؑ میں رہ چکی تھی۔ بنی ہاشم کو دوست رکھتی تھی۔ اور بنی زادیوں اور اولاد علیؑ کی محبت سے سرشار تھی۔ اس نے اپنے شوہر یزید سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اسیروں کو زندان سے نکال کر چند روز کے لیے میرے قصر میں جگہ جائے تاکہ میں بنی زادیوں کی خاطر خواہ پذیرائی کر سکوں۔ یزید چونکہ اس کو بہت دوست رکھتا تھا اجازت دی کہ اسیروں کو اپنے مکان میں جہان رکھے۔ شیخ کتاب منتخب میں تحریر کرتے ہیں کہ ہندہ ایک رات اسی انتظام میں مشغول رہی کہ اسیران اہلبیت کے لیے چادریں اور لباس وغیرہ فراہم کیا جائے کہ ہندہ پریندہ طاری ہوئی اور عالم خواب میں دیکھا کہ درہاء آسمان کھل گئے ہیں۔

اور ملائکہ صف در صف نازل ہو رہے ہیں اور اس جگہ جلد ہے میں کہ جہاں سر بریدہ امام حسینؑ رکھا تھا۔ فرشتے نزدیک پہنچ کر اس طرح سلام کرتے ہیں کہ السلام علیک یا بن رسول اللہ السلام علیک یا بن یا ابا عبد اللہ ہندہ کہتی ہے کہ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک ابرسفید نیچے آیا۔ اور اس بساط پر چند پروتار نورانی چہروں والے لوگ بیٹھے ہیں۔ وہ ابر سے نکلے اور روتے ہوئے سر مٹھ کے نزدیک گئے اور سر مٹھ کے بول اور دندان مبارک کو بوسہ دیا۔ اور آنسو نچھاور کئے۔ اور فرمایا اے فرزند یار دے قتلک اتر اھم مع عوک من شرب الماء منعوک۔ یعنی کہ اے فرزند تجھے قتل کیا۔ تجھے نہ پہچانا یعنی تیری قدر و منزلت نہ کی اور تجھے پیسا سا رکھا پانی بند کر دیا۔ اور اے حسینؑ میں تیرے رسولؐ خدا ہوں یہ تیرے پدر علیؑ مرتضیٰ ہیں اور یہ تیرے برادر حسنؑ مجتبیٰ ہیں یہ جعفرؑ یہ عقیلؑ یہ حمزہؑ اور وہ عباسؑ ہیں۔ ہندہ کہتی ہے کہ میں خواب سے بیدار ہوئی لباس شب اتارا۔ میں یزید کو دیکھنے آئی مگر اس کو پنا یا۔ بلکہ یزید کے رونے کی آواز سنی۔ میں اس کے پاس گئی دیکھا کہ یزید ایک حجرہ میں بیٹھا ہوا اور رہا ہے۔ اور بار بار یہ کہتا ہے مائی وللحسین۔ کہ میرا حسینؑ کے ساتھ کیا کام تھا مطلب یہ تھا کہ میں نے حسینؑ کو ناحق قتل کیا۔ مجھے دیکھ کر کہنے لگا ہندو یہاں کس لیے آئی ہے میں نے یزید سے اپنا خواب بیان کیا۔ اور اس سے کہا کہ اگر تو اپنے اس فعل پر نادم ہے تو مجھے اجازت دے کہ اسیران اہلبیتؑ اہلدار کو جو خرابہ میں ہیں اپنے مکان میں جہان کر دوں۔ چنانچہ یزید نے اجازت دی اور جب صبح ہوئی تو یزید نے غلام کو بھیجا اور وہ اسیروں کو زندان سے یزید کے گھر لے گیا۔ (ماخوذ از کتاب منتخب) مؤلف فرماتے ہیں کہ اصل میں یزید اسیروں کو

اپنے گھر اس لیے گیا تھا کہ وہ اس کی شان و شوکت دیکھیں۔ یزید نے اس وقت سر امام حسینؑ اپنی حرم سرا کے صدر دروازہ پر اڈیزان کیا تھا۔ علامہ مجلسیؒ کتاب بحار میں مناقب سے، اور ابو مخنف وغیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان یزید امریاء یصلب الراس علی باب دارہ و امر باھل بیت الحسین علیہ السلام ان یدخلوا دارہ۔ یعنی کہ یزید ملعون نے حکم کیا کہ سر بریدہ امام حسینؑ علیہ السلام حرم سرا کے صدر دروازہ پر لٹکایا جائے اور اہلبیت اسی دروازہ سے داخل ہوں چنانچہ اہلبیت اہلدار اسی دروازہ سے داخل حرم سرائے یزید ہوئے توجیب سر مٹھ پر نگاہ پڑی بے ساختہ باوازیلہ رونے لگے۔ ہندہ زوجہ یزید کو جب یہ خبر پہنچی تو وہ دربار یزید میں سر فرہاد برہنہ پہنچی اور یزید سے کہا کہ اے ظالم اس قدر بیدا کہ سر پسر فاطمہؑ میرے محل سرا کے دروازہ پر اڈیزان کہا ہے وہ مرد و بولا کہ ہاں نہیں یہ تو بتلا کہ تو برہنہ دربار عالم کیسے آگئی۔ تو بے شک حسینؑ پر گریہ کر نوحہ و بکا کر اس زیادتی عجلت سے کام لیا اور حسینؑ کو شہید کر دیا۔ بہر حال اسیران اہلبیت داخل حرم سرائے ہندہ ہوئے کتاب بحار میں بحوالہ مناقب ہے کہ تمام زنان معاویہ و ابوسفیان نے ان اسیروں کا استقبال کیا اور حضرت زینبؑ خاتون سے ہندہ نے عرض کیا کہ آپ کے لیے مخصوص فرش و مسند بچھائی ہے اب اس پر تشریف رکھیں لیکن حضرت زینبؑ نے قبول نہ کیا فرمایا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے بھائی کی لاش خاک و خون میں غلطان دیکھی ہے جو ریگ کربلا پر پڑی رہی تمام عورت جمع ہوئیں اور تین دن تک صف عزاد امام حسینؑ بھیجی رہی اور ماتم حسینؑ ہوتا رہا۔ حضرت زینبؑ خاتون نے فرمایا کہ بھائی حسینؑ کا سر منگایا جائے

چنانچہ سر مطہر لایا گیا اس وقت بی بی زینبؓ نے اپنے بال کھول دیئے گر بیاں چاک کیا۔ اور مخدرات نے سر مطہر کے گرد ہالہ بنا کر ماتم کیا۔ اور زنانِ شام نے ساتھ دیا۔ اور حضرت زینبؓ کہتی تھیں اے قوم میں علی وفاطہ کی بیٹی ہوں میں نبی کی نواسی ہوں۔ **اللعنة الله على العوم الظالمين**۔

شام میں تعین مکان برائے اقامہ عزاء امام حسین

علیہ السلام

شیخ کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ جب یزید ملعون نے ظاہر اظلم کرنے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اور زبان پر یہ الفاظ جاری کئے۔ مائی والحسین کہ مجھے حسین سے کیا کام تھا۔ یعنی کہ میں نے حسینؓ کو ناحق قتل کیا۔ اس نے اظہارِ ندامت کے لیے اسیرانِ اہلبیت اظہار کو خرابہ سے رہا کیا اور اپنی زوجہ ہندہ کے محل سرے میں ان کو جگہ دی۔ اور حضرت سید سجادؓ سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو یہاں رہائش پذیر رہیں اور جاہیں تو مدینہ واپس تشریف لے جائیں ان دونوں ہاتھوں میں سے جو پند فاطر ہو آپ عمل کریں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اپنی بیوی زینب بنت علیؓ سے دریافت کر کے فیصلہ کر دوں گا جو وہ معظمہ فرمائیں گی عمل کیا جائے گا۔ حضرت زینبؓ نے پیغامِ بربہائی سنا تو فرمایا کہ اے بیٹا سید سجادؓ میرے مقتول بھائی کی نشانی، جب سے حسینؓ شہید ہوئے ہیں ہم دل بھر کر نہ رو سکے اور نہ ماتم کر سکے اولاً ہمیں اجازت دی جائے کہ ہم شہیدانِ کربلا پر درویش اور نوہ و ماتم کریں جب یزید کو یہ معلوم ہوا تو اس نے

اجازت دیدی ثم اخلیت طفن الحجو والبیوت فی الدمشق۔ پس یزید نے حکم کیا اور مکان و حجرے اسیروں کے لیے خالی کرادیئے گئے کہ وہاں آزادی کے ساتھ ماتم حسین کریں اور اس نے اہلبیت کو اسبابِ عزاداری بھی فراہم کئے زنانِ ہاشمی و قرشی کہ جو دمشق اور شام میں رہائش پذیر تھیں بغرض عزاداری آئیں اور شریکِ اہلبیت ہو کر نوہ و ماتم کیا۔ ولحریق ہاشمیة ولا قرشیة الا ولیست النساء علی الحسین و مذبوہ علی ما یفعل سبعة ایام۔ یعنی کہ زنانِ ہاشمیہ و قرشیہ نے اہلبیت اظہار کے ساتھ دن تک عزاء امام حسینؓ پر پراکھی جناب زینبؓ علیا مصائب بیان کرتی تھیں۔ کبھی حضرت ام کلثومؓ بیان فرماتی تھیں اور جس قدر عذرات اور بچے جمع ہوتے تھے امام حسینؓ غریب پر روتے تھے۔ علامہ مجلسیؒ نے جناب زینبؓ خاتونِ کائنات کا انشاء کیا ہوا مرثیہ جو آپؓ نے دمشق میں پڑھا لکھا ہے ریاض الاحزان کتاب میں ایسے مرثیہ پائے جاتے ہیں شیخ فخر الدین نے بھی کتاب منتخب میں لکھا ہے کہ یزید نے بظاہر جمل و شرمندہ ہو کر اہلبیت اظہار کو زندان سے رہا کیا اور اپنی زوجہ ہندہ کے محل سرے میں جگہ دی یہ بھی وارد ہوا ہے کہ یزید ملعون نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے فرمایا کہ اے سجادؓ میں تمہاری تین حاجتیں پوری کر دوں گا۔ آپ اپنی حاجتیں بیان کریں۔ اس روایت کو مرحوم سید نے اپنی کتاب لہوف میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ علامہ مجلسیؒ بحار میں فرماتے ہیں کہ ایک روز یزید نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے کہا کہ میں حسبِ سلطنت و حکومت میں اندھا ہو گیا تھا کہ حسینؓ ابن علیؓ کو قتل کیا۔ اب میں استغفار کرتا ہوں اے علیؓ ابن الحسینؓ کیا میرے لیے کوئی صورت ہے یا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ بالفرض محال اگر میں تجھے معاف کر دوں اور رسولِ خدا صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نہ چائیں۔ ہمارے جد علی مرتضیٰ اور جدہ ماجدہ نہ چاہیں تو کس طرح تیری نجات ہو سکتی ہے۔ خدا تعالیٰ اور اس کے فرشتے تجھ پر نفرین کرتے ہیں اے یزید کیا تو نے حکایت صالح بن رقبہ یہود کہ جس نے میرے پیدر بزرگوار حسینؑ شہید کر دیا کو اگرچہ کوئی خاص اذیت نہیں پہنچائی تھی نہیں سنی ہے اور وہ حضرت رسول خدا علی وفاطہ کے نزدیک قابل مواخذہ قرار پایا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اے یزید وائے ہو تجھ پر کہ کارہا زشت کو کرنے سے پہلے غور و فکر سے کام لیں یا۔ اور ہم اہلبیتؑ اہلہار کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے اور فرمایا اے یزید یہ کیا ظلم ہے کہ اہلہرم کو اسیر کیا ہے جب کہ تو نے ہمارے مردوں میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑا۔ اب تو اپنی ظلم کا مزہ روز جزا چھکے گا حضرت امام زین العابدینؑ علیہ السلام نے چونکہ ہادی برحق تھے اس کو نماز غفیلہ تعلیم کی۔ کہ اس کے ذریعہ اپنے افعال زشت کی تلافی کرے مگر اس کو توفیق نہ ہوئی کہ وہ نماز غفیلہ پڑھتا۔ راز مترجم اس روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قاتلان امام حسینؑ کے توفیق ایزدی شامل حال نہیں ہوئی۔ پس کسی مفتی کا یہ کہنا اگر قاتل امام تو یہ کہے تو بخشتا جاسکتا ہے۔ کس حد تک یہ فتویٰ درست ہے اس کا اندازہ عزاداران امام حسینؑ علیہ السلام خود کر سکتے ہیں قاتل امام حسینؑ یا کسی امام برحق کا کوئی شخص قاتل ہو اس کی نجات ہرگز نہیں ہے ہماری تصنیف عقیدہ عمل اور نجات ملاحظہ ہو۔

یزید کا ستمگاران کوفہ و شام سے قتل امام حسینؑ کے بارے میں استفسار کرنا۔

معین الدین روضۃ الشہداء میں تحریر کرتے ہیں کہ جب یزید بظاہر اپنے افعال زشت پر تادم ہوا اور اسیران اہلبیتؑ اہلہار کو زندان سے اپنی زدہ ہندہ کی محل ملنے میں لے گیا تو اس نے حضرت امام زین العابدینؑ علیہ السلام سے کہا کہ آپ کی کوئی حاجت ہو تو بیان فرمائیں میں آپ کی تین حاجتیں پوری کر دوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پیدر بزرگوار کے قاتل کو میرے حوالہ کرتا کہ میں اسے قتل کر دوں اور قسام لوں یزید نے حکم دیا کہ سرداران کوفہ جو اسیروں کے قافلہ کے ساتھ کوفہ سے شام آئے ہیں حاضر کئے جائیں چنانچہ سرداران کوفہ کہ جو قتل امام حسینؑ کے مرتکب ہوئے تجھے بلائے گئے۔ سب سے پہلے خولی حاضر ہوا یزید نے سوال کیا کہ تو نے امام حسینؑ کو قتل کیا ہے۔ خولی جانتا تھا کہ یزید کا کیا خیال ہے اس نے کہا کہ میرا حسینؑ کو قتل کرنے سے کیا تعلق۔ یزید نے اس سے کہا آخر پھر کس نے قتل کیا ہے اس نے کہا کہ سنان بن انس نے قتل کیا ہے یزید نے اس کو طلب کیا وہ حاضر ہوا یزید نے سوال کیا۔ آیا تو نے حسینؑ ابن علیؑ کو قتل کیا ہے سنان نے کہا کہ قاتل حسینؑ پر خدا کی لعنت ہو میں نے انہیں قتل نہیں کیا۔ یزید نے غصہ دیکھ کر کہا پھر کس نے قتل کیا ہے کوئی تو قاتل حسینؑ ابن علیؑ ہے شمر ولد الحرام نے کہا اے یزید میں سچ کہتا ہوں کہ حسینؑ کو قتل کیا ہے یزید نے کہا اچھا کس نے قتل کیا ہے شمر ذی الجوشن نے کہا کہ اس شخص نے حسینؑ کو قتل کیا ہے کہ خزانہ کھول دیا کلاسلم

جنگ خرید کیا جائے گھوڑے جنگ کے لیے خرید کئے جائیں جب یہ سارا اسلم جنگ فراہم ہو گیا تو لشکر ترتیب دیا اور حکم دیا کہ جاو حسین بن علی سے جنگ کرو پھر شمر نے کہا جس نے حسین ابن علی کو قتل کیا ہے وہ یزید بن معاویہ ہے جب یزید نے یہ سنا تو کہا کہ تم میں سے ہر ایک فخریہ طور پر یہ کہتا تھا کہ میں نے حسین کو قتل کیا ہے آپ سب انکاری میں خدا کی لعنت ہو تم پر۔ موفقت کہتے ہیں کہ جو بھی لشکر عمر بن سعد میں امام حسین سے جنگ کے لیے شریک ہوا وہ از طرف یزید بن معاویہ تھا۔ پس یزیدی حقیقت میں قاتل امام حسین ہے۔ ابن زیاد، ابن سعد خولی و شمر و سنان سب یزید کے سپاہی ہیں۔ ابن سورا اس لیے قاتل امام حسین ہے کہ آنحضرتؐ اور علی مرتضیٰ نے خبر دی ہے کہ ابن سعد قاتل امام حسین ہے۔ جب کبھی عمر بن سعد کہیں جاتا تو اصحاب کہتے تھے کہ جاء قاتل الحسين۔ کہ حسین کا قاتل آگیا۔ اور چونکہ امام حسین نے یہ خبر بھی دی ہے کہ ابن زیاد میرا قاتل ہے۔ پس ابن زیاد قاتل امام حسین ہے اور یہ سب حکم یزید کے تابع تھے لہذا یزید بن معاویہ قاتل امام حسین ہے اور خداوند عالم نے انبیاء کو خیر شہادت امام حسین دی تو فرمایا کہ یزید کو قاتل فرمایا ہے پس اول قاتل یزید ملعون ہے اور شمر و ولد الحرام اس لیے قاتل ہے کہ اس نے سر امام حسینؑ تن مبارک سے جدا کیا اور اس وقت آپ کی روح اقدس نے جنت کو پرواز کی۔ مختصر یہ ہے کہ قاتلان امام حسین بے شمار ہیں۔

در دھڑ کسی نیند میدیاد

یک کشتہ و مد ہزار بلاد

ایک فات اقدس امام حسین علیہ السلام تھی اور سو ہزار بلاد تھے۔ اب زمانہ ظہور حضرت

قائم آل محمد امام محمدی آخر الزمان عجل اللہ فرجہ میں قاتلان امام حسین سے انتقام لیا جائے گا۔ جیسا کہ آیت مجیدہ۔ وَمَنْ قَتَلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا بُولِيهِ سُلْطٰنًا فَلَا يَسِرُ فِي الْقَتْلِ اِنَّهٗ كَانَ مَنصُورًا۔ بیشک وہ مدد دیا جائے گا (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳۳) اور جو شخص ناحق قتل کیا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو (قاتل پر قصاص کا) قاتل دیا ہے تو اسے چاہیئے کہ قتل میں زیادتی نہ کرے۔ (از مترجم اسی آیت میں خدا کا یہ فرمان کہ انہ کان منصورا کہ وہ بے شک مدد دیا جائے گا کہ وہ قاتل کو قتل کرے۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ خداوند عالم نے حضرت امام حسینؑ کے وارث (یعنی قائم آل محمدؑ) کو اس لیے ہی زندہ رکھا ہے کہ قاتلان امام حسین سے انتقام لیں۔ یہ انتقام دنیا کے اندر ہے اور آخرت میں اس کے لیے عذاب دائمی ہے)

یزید کا اہلبیت اطہار کو بلانا اور معذرت خواہ ہونا

جب اسیران اہلبیت اطہار کو شام میں رہتے ہوئے کافی عرصہ گزر گیا۔ اور اہل شام کو یہ اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ اسیران بلا غار جی نہیں ہیں بلکہ دلا حضرت پیغمبر اسلامؐ میں اہل اسیر مل میں غلطہ دہلی کی بیٹیاں قیدی ہیں۔ تو لوگوں میں ایک ہیجان پیدا ہو گیا اور یزید کے خلاف لعن و طعن کی گفتگو ہونے لگی۔ یزید نے کوشش کی کہ اس کے خلاف آواز دبا جائے اس پر یزید نے یہ پروپیگنڈا شروع کیا کہ ابن زیاد ملعون نے قتل حسینؑ میں جلدی کی ہے خدا اس پر لعنت کرے۔ پھر یزید نے حکم دیا کہ قرآن کے الگ الگ جزو بنا کر اہل بازار کو دیئے جائیں تاکہ

وہ لوگ قرآن کی تلاوت میں مشغول رہیں اور شہادت امام حسینؑ پر تبصرہ کرنے سے باز رہیں تاکہ یزید نشانہ تشیع نہ بنے۔ چنانچہ اسی دن سے قرآن کے تیس پارے کر دیئے گئے۔ اور اسیران اہلبیت اطہار کو یزید نے ہندہ کے محل میں جگہ دی۔ بروایت روضۃ الشہداء جناب ام کلثومؑ نے درخواست کی کہ ہمیں ایک مکان کا تعین کیا جائے کہ ہم اس میں آزادانہ طور پر عزاؤ امام حسینؑ پر کریں۔ چنانچہ ایک مکان برائے عزاداری دیا گیا۔ ۶ شمی اور قرشی خواتین آئی تھیں اور امام حسینؑ کا پرسمہ دیتی تھیں حضرت ام کلثومؑ مرقبہ پر بٹھیں اور تمام عزائم گریہ و زاری کرتیں آپ کے مرقبہ کا نارسہی ترجمہ بصورت نظم یہ ہے کہ ہے

انسوس کہ بیونس و غمخوار بماندیم
رفقند عزیزان و زغم خوار بماندیم
آزاد شدند از غم این دام لایشان
مار در مہلکہ دقتہ گرفتار بماندیم
افکار شد از غم دل ایشان کہ بر قند
مانانہ کنان بادل انگار۔ بمماندیم
در خاک بنمختند: دل از بایہ نہفتند
انسوس کہ در حسرت دیدار بماندیم
عیسیٰ نفسی بود طیب ہمہ دلہا
بگذشت ہمہ بادل و عیار بماندیم

ان درد بھرے اشعار میں درد و غم کی اس طرح تصویر کشی کی گئی ہے کہ داحسرتاکہ ہم بغیر مونس و غمخوارہ گئے یعنی ہم عاجز و بے مددگار ہو گئے ہمارے وارث

قتل کر دیئے گئے۔ قربتدار چلے گئے۔ ہم سے رخصت ہو گئے اور ہم غم نصیب رہ گئے۔ ہم مصائب اور دشواریوں میں پھنسے ہوئے ہیں اور وہ جو جام شہادت پنی چکے آزاد ہو گئے۔ وہ غم سے آزاد اور ہم نالہ کنال باقی ہیں۔ وہ خاک میں سو رہے ہیں یعنی مدفون ہیں۔ اور ان کی یاد ہمارے دلوں میں پوشیدہ ہے اور ہمیں حسرت دیدار باقی ہے وہ عیسیٰ نفس تھے یعنی ہماری زندگی انہی کے دم سے تھی وہ تمام دلوں کے لیے طیب تھے وہ گزر گئے اور ہم سب کے سب بادل غم و الم باقی ہیں۔ الحاصل امام زین العابدین علیہ السلام غالباً یزید کے کہنے پر یزید کے ساتھ کھانے میں شریک ہوتے تھے۔ جب یزید نے دیکھا کہ اب اہلبیت اطہار کا زندان میں میری رسوائی کا سبب ہے تو اس نے حکم دیا کہ تمام اسیران کربلا کو زندان سے رہا کیا جائے اور ان کی رہائی کے بعد اس نے ایک خاص مجلس قائم کی اور ان یکسوں کے سامنے زبان معذرت کھولی۔ اطہار زہدیت کیا۔ مال و اموال اور اسباب وغیرہ فراہم کیا۔ اور اس نے ام کلثومؑ کی طرف رخ کر کے کہا اے بنت علیؑ۔ یہ درہم و دینار بصورت عوض خون حضرت حسینؑ ابن علیؑ ہیں اور آپ لوگ مجھ سے راضی ہوں حضرت ام کلثومؑ نے صرف اتنا فرمایا اے بے حیا میرے بھائی کے ایک بال کی برابر یہ درہم و دینار کیوں کر ہو سکتے ہیں ساری دنیا اس کے مقابلہ میں بیچ ہے۔

مرحوم السید کتاب لہوف میں قلم کرتے ہیں کہ یزید نے پھر امام زین العابدین علیہ السلام سے خطاب کیا اور کہا۔ اذکر حاجتک الثلاث التي وعدتک بقضاءن اے سید سجاد کوئی خواہش ہو تو بیان کرو میں تمہاری تین حاجتیں پُر الاول گا۔ آپ نے فرمایا کہ میری حاجت یہ ہے کہ ان قریبی وجہ سیدی و مولای واجب۔

کہ ہمیں ہمارے بزرگوار حسینؑ کا سر مبارک دکھا دے تاکہ ہم ان کی زیارت کر سکیں۔ اور دوسری حاجت یہ ہے کہ ہمارا سامان جو کچھ کہ تیرے لشکر نے لوٹ لیا ہے وہ واپس کر دے تیسری حاجت یہ ہے کہ اگر تو مجھ کو قتل کر چاہتا ہے تو ایک ایسی دیا نثار شخص کو مقرر کر کہ وہ اہلبیت نبوت کو مدینہ پہنچا دے۔ یزید نے جواباً کہا کہ تم اپنے پدر بزرگوار کا سر بگڑ نہیں دیکھ سکتے اور میں تم کو قتل نہیں کروں گا اور حرم رسالت کو کسی غیر کی سپردگی میں دینے نہیں بھجوں گا۔ تم اب حرم کو لے کر جاؤ گے۔ اور مال کے متعلق یہ ہے کہ اس کے عوض دینے کے لیے تیار ہوں بلکہ مال سے زیادہ۔ آپ نے فرمایا کہ میں تیرا مال لینا نہیں چاہتا ہوں۔ اس سے مال واسباب میں مقنعہ فاطمہؑ زہراؑ تلامذہ اور ان کا پیراؤن ہے یہ چیزیں ہیں واپس دلا دی جائیں۔ تاکہ رست زہرا سے مس شدہ چیزیں نا محرم کے پاس نہ رہیں۔ پس یزید نے حکم دیا کہ یہ تمام چیزیں جو لوٹ لی گئی تھیں فوراً واپس کی جائیں۔ کیا کچھ واپس ہوا اس کا کسی معتبر کتاب میں تفصیلاً ذکر نہیں ہے البتہ کتب متاخرہ میں ہے کہ جب لوٹ کا مال واپس لایا گیا تو ایک پیراؤن خون آلودہ تھا جو تیروں سے پھلتی ہو گیا تھا۔ اس نے سوال کیا کہ یہ کہا خیر ہے آپ نے فرمایا ہذا قمیص الحسینؑ کہ اسے یزید یہ حسینؑ مظلوم کا کرتہ ہے جو انش بن مرتد ملعون نے حضرت کے بدن مبارک سے اتارا تھا یزید نے کہا کہ یہ بوسیدہ اور کہتہ لباس حسینؑ نے کس لیے پہنا تھا۔ آپ نے فرمایا اس لیے کہ بوجہ بوسیدگی لباس کوئی اس لباس دہیں اتارے گا۔ اور یہ چاک چاک اس لیے ہے کہ نیزہ و تلوار و تیر سے پھلتی ہو رہا ہے اس وقت جب کہ اہلبیت اطہار نے وہ قمیص خون آلودہ

دیکھی تو گریہ و زاری کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ روایت ہے کہ یہی خون آلودہ قمیص امام حسینؑ بروز محشر آپ کی سوگوار مال فاطمہؑ زہراؑ کے زیر عرش اس کی اور نامہ عرش کے پاس کھڑی ہو فریاد کریں گی خداوند میں انصاف چاہتا ہوں۔

یزید کا اہلبیت اطہار کو مدینہ جانے کی

اجازت دینا

ابی مخنف نقل میں لکھتا ہے۔ قال الراوی فاعطاهم مالا کثیرا و اخذت علی کل واحد منهم و زاد علیہم من النشاب و الحلی و الاناث بعوض ما اخذ منهم۔ کہ یزید نے ان کو مال کثیر اور لباس ہاد متاخرہ عطا کئے۔ اور حکم دیا کہ شعران خوش رفتار لائے جائیں ان پر کجاوہ محلیں سجائی جائیں ان پر پردہ ڈالے جائیں اور رئیس لشکر کو حکم دیا کہ پانچ سو سواران کے ہمراہ کئے جائیں اور پوری عزت و حرمت کے ساتھ اہلبیت کو مدینہ لے جائیں۔ بناہر مشہور نغان بن بشیر انصاری اس حفاظتی دستہ کا قائد مقرر ہوا تھا لیکن کامل السیفہ میں ہے کہ عمرو بن خالد قرشی رئیس قافلہ تھا۔ یزید نے نغان بن بشیر انصاری کو اس امر کی تاکید کی تھی کہ سید سجاد علی ابن الحسینؑ کو با حفاظت تمام واسطش مدینہ پہنچایا جائے۔ اور اثنائے راہ اہلبیت طاہرین میں سے کسی محذّرہ کو اونٹوں کے تیز رفتاری سے تکلیف نہ پہنچے۔

شیخ مفید اپنی کتاب الارشاد میں فرماتے ہیں کہ جب یہ تمام اختطامات

کمل ہو گئے تو یزید نے حضرت سید سجادؑ سے تنہائی میں گفتگو کی اور اولاً ابن زیاد دینہاد کو سخت بُرا کہا اور دست نام دیں اس پر لعنت بھیجی کہ ابن مرجانہ نے قتل میں عجلت سے کام لیا ہے۔ اگر میں ہوتا تو جو کچھ تمہارے پیڑ بزرگ فرماتے اس پر عمل کرتا۔ اور میں حسینؑ کو قتل نہ کرتا۔ لیکن میں کروں خدا نے ایسا نہ چاہا اب میری آپ سے یہ خواہش ہے کہ مدینہ پہنچ کر جو کچھ حاجت ہو مجھے تحریر کریں میں اُسے پورا کروں گا۔ اس وقت حضرت سید سجادؑ پر گریہ طاری ہو گیا۔ یزید نے اہلبیتؑ اہلہار کو رخصت کیا کہ مدینہ منورہ واپس جائیں۔

اہلبیتؑ اہلہار کی شام سے مدینہ منورہ واپسی

الشیخ فخر الدین طبرکی کتاب منتخب فرماتے ہیں کہ فسار القاعد بعد مکان یتقہ مہم تادۃ وبتاخر منہم تادۃ۔ کہ رئیس قافلہ بشیر یا عمر بن خالد نے اہلبیتؑ اہلہار کے قافلہ کو نہایت ادب و احترام کے ساتھ کو ح کا حکم دیا۔ اہلبیتؑ اہلہار اس شہر شام میں کربلا سے پہنچے ہیں تو یہ حالت تھی کہ۔

شامیان بستہ بازوئے زینبؑ وکشتوم را

لیکن اب شام سے مدینہ روانہ ہوئے تو پردہ دار محملوں میں سوار تھے۔ قرشی عورتوں نے روانگی کے وقت الوداع کیا۔ رئیس قافلہ نے شام سے براہ راست معروف راستہ سے مدینہ منورہ جانا چاہا مگر اہلبیتؑ اہلہار کی یہ خواہش تھی کہ کربلا ہوتے ہوئے واپسی ہو تاکہ پھر ایک مرتبہ زمین کربلا پر سمنے والوں کی قبروں کو بوسہ دے سکیں۔ اور زیارت قبور شہیدان کربلا ہوئے اہلبیتؑ اہلہار نے نعمان بن بشیر انصاری سے التماس کیا کہ میں کربلا کے راستہ سے مدینہ لے

چلے ہم شہیدوں کی قبروں کی زیارت کرنا چاہتے ہیں چنانچہ نعمان بن بشیر انصاری نے کربلا کی راہ اختیار کی۔ مرحوم السید لہوف میں تحریر کرتے ہیں کہ جب اہلہار کا قافلہ عراق پہنچا یعنی کوفہ پہنچا تب اہلبیتؑ نے رئیس قافلہ سے کربلا جانے کے لیے استدعا کی۔ قال الراوی ولما بلغوا العراق الدلیل مر بنا علی طریق کربلا۔ اس خبر سے اور کلام شیخ طبرسیؒ سے یہی مفہوم نکلتا ہے کہ حضرت امام زین العابدینؑ مع اہلبیتؑ اہلہار شام سے اول کوفہ پہنچے ہیں اور کوفہ سے مدینہ روانہ ہو گئے ہیں۔ بہر حال اہلبیتؑ اہلہار کا کربلا پہنچنے کا حال تحریر کیا جاتا ہے۔

رُوسوے کربلا کن کہ من خوشدلہ گشتگو باد بسر قبر برادر دارم
رُوسوے کربلا کن کہ من از شغل آہ شہجا بہر مزار علی اکبر دارم

یعنی کہ سیدہ اہلبیتؑ اہلہار زینبؑ خاتون رئیس قافلہ سے کہا کہ بسوئے کربلا چلو تاکہ میں اپنے بھائی کی قبر پر جا کر گشتگو کروں کچھ شام کے حالات اسیری بیان کروں۔ اور ہمیں کربلا لے چل تاکہ ہم قبر علیؑ پر شمع روشن کر سکیں چنانچہ نعمان بن بشیر انصاری نے اہلبیتؑ اہلہار کی فرمائش پر عمل کیا اور راہ کربلا اختیار کی۔ اور جیسے مناسبت طے ہو رہی تھیں شوق زیارت قبور شہداء بڑھتا جا رہا تھا۔ اہلبیتؑ اہلہار کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ بیوں پر آئیں تھیں۔

قال السید فی اللہوف فلما وصلوا موضع المصراع وجدوا۔ یعنی کہ جیسے قافلہ وارد قملک گاہ سید الشہداء ہوا۔ دیکھا کہ جابر ابن عبد اللہ انصاری موجود ہیں اہلہار کے ساتھ سادات بنی ہاشم اور آل رسولؐ بھی ہیں جو سب کے سب زیارت قبر امام حسینؑ کے لیے کربلا آئے ہوئے تھے۔ پس اس وقت

گریہ و بکا کا شور بلند ہوا۔ مخدرات نے اپنے موہنے پر طانچہ مارے دھینا
کی صدائیں بلند ہوئیں گریہ و بکا کا شور آسمان تک پہنچا
کربلا یا کربلا یا کربلا! باز گشتہ زینب از شام لا
ای زمین تا چند روز این جسم پاک ماندہ بی غسل و کفن بروئے خاک
غیر لوک نیزہ زخمش را کہ دوخت غیر زخم تیر بر حالش کہ سوخت
یعنی کہ اسے کربلا۔ اسے کربلا زینب خستہ جگر اسیری شام سے بہا کہ پھر کربلا آئی
ہے اس زمین پر یعنی کربلا کی زمین پر چند روز لاش مطہر امام حسینؑ بے گور و کفن پڑی
رہی سارے زخم بھر گئے ہیں مگر لوک نیزہ اور تیروں کے زخم تاحال نہیں بھرے۔
اس وقت اس قدر گریہ بلند ہوا کہ جو بھی تنگاہ میں موجود تھا رو رہا تھا۔ اس وقت
مخدرات حرم نے اوٹوں سے اپنے آپ کو قبور شہداء پر گر دیا تھا۔ اہل حرم تو
پڑھتے تھے اور تمام لوگ سر کسینہ بیٹ رہے تھے کربلا میں جیس عزاء امام حسینؑ
پر پاتھی۔

بیان حال حضرت زینبؑ خاتونِ توحہ و مرتبہ حسب ذیل ہے۔

پس از تو جان برادر چہ رنج ہا کہ کشیدم
چہ شہر ہا کہ گشتم چہ کوچہ ہا کہ ندیدم
بسخت جانی خود اینقدر بنود گہا تم
کبری تو زندہ ز درشت بلا شام رسیدم
بروں نمود در آندم چو شمر پیر بہت را
بتن رپیچہ غم جامہ ہر زمان بدریدم

زدم بچو بہ محل سراں زنان کہ سرنی
بنوک نیزہ خولی سر چو ماہ تو دیدم
میان کوچہ و بازار شام یاد بر منہ
سراز خجالت تا محرمال بحیب کشیدم
شدم چو وارد نرم یزید بازوی بستہ
ہزار مرتبہ مرگ خود از خدا طلبیدم
ولی بایں ہمہ شاد مانم اے شہر خویان
کہ نقد جان بچمان دادم و غم تو خریدم

ان اشعار میں پہلا شعر جس قدر جذبات غیرت اور یکسوئی کو اپنے دامن میں لیے ہوئے
ہے عمر بھر رونے کے لیے کافی ہے بیان حال شاعر کہتا ہے کہ حضرت زینبؑ کیس
نے اپنے بھائی کی قبر سے خطاب کیا اسے بھائی حسینؑ تھا اسے بعد جو میں نے رنج
اٹھاتے میں وہ کیا بیان کر دیا بس یہ سمجھ لو کہ تمہاری بہن زینبؑ نے اسیری کی
حالت میں کون کون سا شہر نہیں دیکھا اور کون کون سے کوچوں سے گزر نہیں
ہوا۔ اسے بھائی ہم قیدی تھے ستمگار شہر شہر تمہیں پھراتے رہے تم شایہوں
کا ہجوم تھا اور علی کی بیٹیاں برہنہ سر تھیں۔ معلوم میں سخت جان تمہارے بغیر
کس طرح شام کی بلاؤں میں زندہ رہی۔

اس وقت جب کہ میں آپ کا سر خولی کے نیزہ پر دیکھتی تو محل پر اپنا سر زنی
کرتی تھی۔ میں کوچہ و بازار میں برہنہ یا شہیر کی گئی۔ میرا سر شرم کی وجہ سے جھکا
ہوا تھا۔ جب یہیں دربار یزید میں لے گئے تو ہمارے شانوں میں ریسمان بندھی
ہوئی تھی۔ اور نامحرموں میں سر جھکا ہوا تھا۔ جب میں دربار یزید میں پہنچی تو میں نے

خدا سے بار بار موت طلب کی مگر میں بے پردگی اور اسیری کی مصیبت برداشت کرنے کے لیے زندہ رہی۔ لیکن میرا دل اس بات سے خوش ہے کہ اسے شام میں نے اس دنیا میں اپنی جان تیرے غم کے لیے وقف کر دی ہے یہ بات متحقق ہے کہ اہلبیتؑ اظہار کا قافلہ شام سے مدینہ کے لیے روانہ ہوا۔ نعمان بن بشیر یا کوئی دوسرا شخص قافلاً سالار تھا یزید نے اہلبیت کی روانگی کے وقت کوئی ایسا اشارہ نہیں کیا تھا کہ اہلبیت کو عراق لیجائیں اور کوفہ دیکھیں غالباً ایسا اس لیے نہیں کیا گیا کہ عراق میں شیعیان علیؑ زیادہ ہیں ایسا نہ ہو کہ جب لوگ حضرت سید سجادؑ کو اس حالت میں دیکھیں گے تو خروج وقت نہ برپا نہ ہو۔ بنابرین یزید نے حکم دیا کہ اہلبیت کو مدینہ لیجاؤ۔ پس نعمان ابن بشیر بغیر اذن یزید اہلبیت کو کربلا لے گیا تھا۔ قال السید فی المصنف قال الراوی ولما بلغوا العراق قالوا للدلیل مرمنا علی طریق کربلا۔ مرحوم سند کے کلام سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اہلبیت براہ راست مدینہ پہنچے ہیں اور عراق میں آنا اس سبب سے تھا کہ یہی راستہ عراق ہوتا ہوا مدینہ پر ختم ہوتا ہے اور یہ راستہ بہ نسبت دوسرے راستوں کے کم تر ہے۔

رئیس قافلہ جیسا کہ ذکر کیا گیا نعمان بن بشیر انصاری تھا یا کوئی اور دوسرا شخص تھا لیکن کتاب احتجاج میں شیخ طبری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ حضرت یزید قانون کے خطبات اور حضرت سید سجادؑ کے کلام سے واضح ہوتا ہے کہ رئیس قافلہ جذلم بن شتر الاسدی تھا اس کے نام میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے بعض کہتے ہیں کہ نام شتر بن جذلم تھا۔ لیکن عام ذاکرین ان ناموں کی جگہ بشیر ابن جذلم کہتے ہیں یہ شخص شام سے لے کر مدینہ منورہ پہنچنے تک قافلہ اہلبیت کے ساتھ

رہا ہے۔ اس کے خطبوں کی روشنی میں روایت ہے کہ اہلبیت رسول خدا شام سے واپسی پر کوفہ آئے ہیں اور مروان کوفہ نے انتہائی احترام و اکرام کے ساتھ حضرت سید سجادؑ کی پذیرائی کی ہے مرد و عورت کا ایک اثر دھام اہلبیت کے خیام کے نزدیک رہا اور اقامہ عزائم میں شریک رہا۔

اہلبیت اظہار کا دوسری مرتبہ کوفہ وارد ہونا اور جناب

یزید کا خطاب

روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب اہلبیتؑ اظہار اسیر ہو کر شام روانہ ہو گئے تو اہل کوفہ دن رات گریہ و زاری کرتے تھے اور بے چین رہتے تھے یہاں تک کہ اسیران آل محمدؑ کی شام سے واپسی ہوئی یہ نہیں معلوم کہ کس قدر عرصہ اہلبیت اظہار اسیری کی حالت میں شام میں رہے۔ لیکن اس قدر ضرور معلوم ہے کہ اہلبیتؑ اظہار بروز چار شنبہ ۱۶۔ وین ربیع الاول وارد شام ہوئے تھے۔ مگر یہ نہیں معلوم کہ کس قدر عرصہ قید رہے۔ البتہ یہ ضرور صحیح ہے کہ زندان کی دھوپ اور بات کی آواز سے اسیران کربلا کے چہروں کے رنگ متغیر ہو گئے تھے۔ اور چند روزہ انہیں ہندہ زہرہ یزید کی فرمائش پر اس کے محل میں رہے ہیں۔ اور پھر علیحدہ ایک مکان میں رہے تاکہ حسب دستور عزاد امام حسینؑ برپا کر سکیں اور پھر مدینہ کے لیے روانگی کی ہے قافلہ اہلبیتؑ رات کو سفر کرتا تھا اور دن کو کس مقام پر منزل یہاں کہ کوفہ پہنچ گئے ان دنوں میں ابن زیاد ملعون کوفہ میں موجود نہ تھا بصرہ یا شام چلا گیا تھا۔ اس نے چھ ماہ کوفہ میں اور چھ ماہ بصرہ میں

حکومت کی ہے۔ جب اہل کوفہ کو خبر درود اہلبیت علی تو اہل کوفہ گھروں سے روتے ہوئے نکل آئے اس قدر مردماں و زنان کوفہ جمع ہوئے کہ کوفہ کے صحرا و بیابان بھر گئے۔ اور بڑے عز و اکرام کے ساتھ اہلبیت سوار یوں سے اترے حضرت زینبؓ نے اس وقت اہل کوفہ کو سخت سزائش کی اور ان کی بیوفائی پر ان کو شرمندہ کیا۔ جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ قافلہ سالار جندلم بن بشیر تھا۔ مرحوم سید نے اپنی کتاب اللہوف میں رئیس قافلہ کا نام بشیر بن جندلم لکھا ہے اور یہی نام عوام میں مشہور ہے۔ چنانچہ بشیر ابن جندلم کہتا ہے کہ جب اہلبیت اطہار کوفہ میں پہنچے ہیں تو زبان کوئی گھروں سے نکل پڑیں اور ماتم حسینؑ میں گریہ و زاری کی آوازیں بلند ہوئیں مرد و زن نالہ و شیون کر رہے تھے۔ حضرت سید سجاد علیہ السلام نے فرمایا ہولاء یمکون عینا فمن قتلنا غیرہم یعنی اے اہل کوفہ آج تم ہم پر روتے ہو حالانکہ تم نے اہلبیت نبوۃ کے سردار کو قتل کیا۔ جو انان ہاشمی کو تہ تیغ کیا۔ اس وقت حضرت زینبؓ خاتون نے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے خطبہ احتجاج کا آغاز کیا۔

حضرت زینبؓ خاتون سلام اللہ علیہا کا کوفی

خطبہ احتجاج

جب اسیران اہلبیت اطہار شام سے رہا ہو کر حضرت و احترام وارد کوفہ ہوئے۔ تمام مرد و زن گھروں سے نکل پڑے اور عورت کوفہ کی نظریں پردہ داران حرم رسول خدا پر پڑیں تو بیخبر غم امام حسین علیہ السلام میں مدائے گریہ و زاری

بلند ہوئی۔ لوگوں نے اپنے گریبان پھاڑ ڈالے اور وحشیانہ کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ اس وقت جناب زینبؓ خاتون نے یہ حالت دیکھی تو آپ نے اس مجمع کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا اے لوگو خاموش ہو جاؤ۔ خدا تدا الانفاں و مسکت الاجواس۔ ایسی خوش طاری ہوئی گویا کہ سانس عقب میں چلے گئے ہیں اور اوٹوں کے جرس اور ہبہمہ کی آوازیں بالکل ختم ہو گئیں ہیں آخر کو علیؑ کی دختر میں ولی کائنات کی بیٹی کے ایک اشارے پر پورا مجمع بالکل خاموش ہو گیا سناٹے کا عالم طاری ہو گیا تھا کہ آپ نے اپنے پدربزرگوار خطیب منبر سلونی کے لب و لہجہ میں خطبہ کا آغاز کیا۔

ثم قالت بعد حمد الله والصلوة على ابي رسول الله ما بعد يا اهل الكوفة واهل الخذى والعذرا والحدل والمكر الا فلا رقات العبرة ولا هدايات الزفرة فانما مثلكم كالتى نقضت عنز لها من بعد قوة انكاثا تتخذون ايما نكم وخلا بينكم هل فيكم الا السلف الخلف والشف والكنب وملق الاماء وغنم الاعداء كدمي على ملحوه الا ينس ما قدم لكم انفسكم ان سخط الله عليكم۔

یعنی اے اہل کوفہ اے اہل کرد و غاہم پر گریہ کرتے ہو ہماری آنکھوں کے آنسو ابھی خشک نہیں ہوئے ہیں تمہارے ظلم و ستم نے ہمارے سینے شق کر دیئے ہیں اور تمہاری مثال اس عورت کی ہے کہ جو اپنا رشتہ خود باندھتی ہے اور پھر طلاق لے لیتی ہے۔ آزاد ہو جاتی ہے تم نے رشتہ ایمان خود مستحکم کہا اور خود ہی توڑ دیا۔ اور راہ کفر اختیار کی۔ آگاہ ہو کہ تمہارے سینوں میں سوائے بغض

اتدرون ویکم ای کبد لرسول الله فریتہ وای عہد نکنتم وای کریمۃ
 لہ ابرہہ تہ وایتہ حرمتہ لہ ہتکم وای دم لہ سفکتہ لقد جنتم شیاء
 ارتکاد السموات یقطرن منه و متخشق الارض
 اے کوئیو تم نے جگر رسول خدا کو شق کر دیا تم نے ان کے اہلبیت کو برہنہ سر بشیر
 کیا۔ اور ان کی اولاد کا ناحق خون کیا نزدیک ہے کہ آسمان پھٹ جائیں زمین شق
 ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ لقد جنتم شوا ما حرقاء صلعا و
 عنقا سوا نفعاً طلاء الارض ملا السماء یہ کام جو تم نے انجام دیئے ہیں یعنی کہ
 اولاد رسول خدا کو قتل کیا ہے احمقانہ ہیں۔ قابل لعن و نفرین ہیں۔ تم نے اپنے
 گناہوں سے زمین و آسمان بھر دیئے۔ فحجتم ان تبطر السماء دما و
 لعن اب الاخرة وھم لا یصرون۔ تعجب ہے کہ تم نے بستر رسول خدا کو
 قتل کر کے عذاب کر لیا ہے عجیب نہیں کہ آسمان سے خون برسے اور تم عذاب
 آخرہ سے دوچار ہو۔ فلا یستخفنکم المہل فانہ عز وجل لا یحقرہ
 البدار ولا یخشی علیہ قوت ثار کلا ان ربکم لنا بالمرصاد
 اے اہل کونہ تم نخر نہ کرو۔ غرور نہ کرو تم کو تو خدا نے ہرملت دی ہے کہ ابھی تم بتلا
 عذاب نہیں ہوئے۔ خدا عاجز نہیں ہے جیب چاہے عذاب نازل کرے اس
 کے بعد آپ نے اس حملہ پر خطبہ تمام کیا کہ اے کوئیو تم آلام ہواور تم نے ایسا سنگین
 جرم کیا ہے کہ اپنے رسول کی اولاد کو قتل کیا اور نبی زادیوں کو اسیر کیا۔ اے
 لوگو رسول خدا کو روز قیامت کیا جواب دو گے۔ اور رسول خدا دیا فرمائیں گے کہ
 میری اولاد کے ساتھ یہ سفاکانہ برتاؤ کیا۔ کیا یہی میری رسالت کا اجرا اور اس کی
 مزدوری ہے کیا میں نے یہ ایجر رسالت قرار دیا تھا کہ تم میری اولاد کو تہ تیغ کرنا اور

کچھ اور نہیں ہے۔ تمہارے سینوں میں نرمی ایسی ہے جیسے کہ کثیر کا دل نرم ہو
 کہ جو جلد ہی دشمن پر اتر آئی ہے یا اس گھاس کی مانند ہے کہ جو مزید وغیرہ پر
 ہوتی ہے۔ اے کوئیو تم نے آخرت کے لیے ایسا توشہ اختیار کیا ہے جو نہیں
 ہمیشہ کے لیے جہنم میں کام آئے گا۔ ابکون علی اخی اجل واللہ فابکوا
 فانکم واللہ احریا بالبکا و ابکوا کثیرا و اضعکوا قبیلا فقد بلیتہم
 بعادھا و بشارھا ترخصھا ابدا وانی ترخصو یعنی کہ میرے بھائی کے قتل ہو جانے
 کے بعد گریہ و زاری کرتے ہو حالانکہ میرا بھائی اس کا مستحق ہے کہ اس پر گریہ و زاری
 کی جائے زیادہ رونے کا حکم قرآن میں ہے اور کہہ سننے کی تاکید کی گئی ہے جو
 گناہ تم نے کیا ہے یعنی فرزند خاتم النبیین کو قتل کیا ہے اس سے چھٹکارا نہیں ہے
 قنیل سلیل خاتم النبوة و مہدانا الرسالة و سید شباب اہل الجنة و
 ملا ذخریکم و مغار حز بکم و مقرر سلمکم و مقعر نازل لکم و المرجع
 الیہ عند مقاتلتکم و نباء حجتکم و منار محجتکم الاساء ما قدمتم
 لانفسکم ان سخط اللہ علیکم و انتقم فی العذاب خالد و من
 میرے برابر ذی قدر جگر گوشہ رسول، تو نظر بتول۔ فرزند حیدر کرار اور روشن کشتہ
 حجت کو تم نے قتل کر کے اپنے ہاتھ سے کھو دیا رحمت خدا تم سے دور ہوگی۔
 اور دائمی عذاب تمہارے لیے مقدر ہو گیا۔ سا ما تذرون لیوم بعثکم
 فتعسا نعسا و نکسا لقد خاب السعی و تبت الایدی و حشرت الصفقة
 و یوتو بغضب اللہ و ضربت علیکم الذلۃ و المسکنة اے کوئیاں بے وفا تمہارے
 ہاتھ شل ہو جائیں۔ اور تمہاری کوششیں بار آورہ ہوں تمہاری تجارتوں میں خسارہ
 ہو تم پر غضب خدا لازم ہو گیا ہے تم پر ذلت مسلط ہے۔

الہرم کو اسیر کرنا جب مجھے حضرت زینب خاتون کا خطبہ تمام ہوا تو آپ نے ان لوگوں کی طرف سے رخ مبارک پھیر لیا۔ بشیر ابن جذلم نے کہا خذوا اللہ لعدایت جہاد فی الناس وقد وضعوا یدہم فی افواہہم۔ یعنی خدا کی قسم کہ مرد مال کو فہ آپ کی تقریر سن کر مثل ابرہہ انہویرا سے تھے اور پشت دست دانتوں پر رکھ رہے تھے جو ایک قسم کا حیرت کا مظاہرہ ہے ایک مرد بزرگ سن رسیدہ میرے نزدیک کھڑا تھا کہنے لگا۔ بابی انتہی و امی کھولکم خیول لکھول و شبابکم خیر الشباب و نسوانکم حیرۃ النساء و نسکم خیول النسل ولا تجزی ولا تبری۔ یعنی میرے مال باپ آپ پر خدا ہوں آپ نے جو کچھ بیان فرمایا وہ حق ہے تمہارے عمر رسیدہ یا بہترین بزرگان عالم میں تمہارے جوان بہترین جوانان عالم میں تمہاری عورتیں تمام عالم کی عورتوں سے بہتر ہیں تمہاری نسل۔ خاندان عالم ہیں برگزیدہ ہے تم لوگ ہرگز خوار و ذلیل نہیں ہو سکتے۔ اور نہ کبھی مغلوب ہو سکتے ہو۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اس شخص کو دیکھا تو گریہ کرتے ہوئے پایا۔ تو آپ نے فرمایا اے پچھو بھی اماں پس خطبہ تمام کیجئے۔ انت عاملۃ غیر محملۃ فہمۃ غیر مفہمۃ ان البکا والحزن لا یردن ابادۃ الدہم اے پچھو بھی جان خدا کا شکر ہے کہ آپ عالمہ غیر معلمہ ہیں یعنی کہ کسی سے تعلیم حاصل نہیں کی ہے۔ دانان میں کو فہ آپ کا مقابل نہیں ہے آپ اس قدر دل برداشتہ نہ ہوں پس حضرت زینب خاتون نے بفرمودہ امام زین العابدین علیہ السلام خطبہ تمام کیا۔ بروایت ابی حنفہ اس وقت وہ مظلومہ خطبہ دے کر بیٹھ گئیں اور بھائی کی یاد میں آنسو برساتی رہیں شیخ طبری کتاب احتجاج میں فرماتے ہیں کہ تمہ نزل علیہ السلام و ضرب فسطاطہ۔

وانزل فناءہ و دخل الفسطاط یعنی آپ کے خطبہ کے تمام ہونے پر سید سجاد اپنے مرکب سے اترے اور پھر تمام الہرم اپنی اپنی سواریوں سے اترے اور داخل خیمہ ہوئے۔ مولف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ یہ غور طلب امر ہے کہ یہ حضرت زینب نے خطبہ کر بلا سے کو فہ پہنچے پر دیا ہے یا شام سے واپسی پر جب کو فہ پہنچی ہیں تو دیا تھا۔ عبادت شیخ طبری سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خطبہ دوسری مرتبہ کو فہ پہنچنے پر دیا ہے جیسا کہ روایت ہے کہ قال خذ لم شتہ الاسدی لما فی علی بن الحسین یعنی کہ خذ لم رئیس قافلہ کتا ہے اور یہ شخص اس قافلہ کا رئیس تھا اور شام سے بحکم یزید مامور تھا کہ اہلبیت کو احترام و اسائش کے ساتھ مدینہ پہنچائے۔ اور جب اہلبیت کو بلا سے اسیری کی حالت میں کو فہ پہنچے ہیں تو خطبہ دینے کی اجازت و مجال نہ تھی اور آپ کے اس خطبہ کے بعد فاطمہ صغریٰ سلام اللہ علیہا نے بھی اہل کو فہ سے خطاب فرمایا ہے۔

جناب فاطمہ صغریٰ سلام اللہ علیہا کا اہل کو فہ

سے خطاب

مرحوم سید کتاب لبوف میں لکھتے ہیں کہ زید بن موسیٰ نام روایت کرتا ہے کہ مجھے خبر دی میرے پدر بزرگوار نے کہ جناب فاطمہ صغریٰ سلام اللہ علیہا نے کو فہ میں حضرت زینب خاتون کے خطبہ کے بعد اہل کو فہ سے خطاب کیا ہے الحمد للہ عدد الرمل والحصی وزنة العرش الی الثری احمدہ و اوص بہ و اتوکل علیہ و اشہد ان لا الہ الا اللہ فان محمد رسول اللہ و ان اولاد

ذبح۔ بشط الفوات بغیر دخل ولا قربا یعنی حمد ہے اس خدا نے بزرگ و بتر کی بعد ذات بیابان اور سیگنی عرش تا تحت الشریٰ، اور میں ایمان رکھتی ہوں اور توکل رکھتی ہوں خدا نے وعدہ لا شریک لہ پر اور شہادت دیتی ہوں کہ خدا واحد و یکتا ہے وہی قابل عبادت ہے۔ وہی معصوم حق ہے اور اس کے رسول محمدؐ عربی نبی برحق ہیں۔

اور میں گواہی دیتی ہوں کہ اولاد رسولؐ خدا نہر فرات کے کنارے پاسی شہید ہوئی ہے حالانکہ زمان کے ذمہ کوئی مواخذہ تھا اور نہ ہی ان کا کوئی حرم تھا۔ پھر آپؐ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر فرمایا کہ اللہم انی اعوذ بک ان افتنی علیک الکذب وان اقول علیک خلاف ما تولت علی نبیک ص احد العہود لوصیۃ علی بن ابی طالب المسلوب حقہ المقتول من غیر ذنب کما قتل ولده بالامس فی بیت من بیوت اللہ فیہ معشر مسلمۃ بالکستھم یعنی اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتی ہوں اس امر سے کہ میں تیری طرف افتراء سے کام لوں، یا دروغ کو نسبت دوں۔ یا اس کے خلاف زبان کھولوں کہ جو تو نے اپنے حبیب محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے یا اس کے خلاف گفتگو کروں کہ آنحضرتؐ نے حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کو اپنا وصی بنایا ہے سرمایہ امر پر شہید رکھوں کہ علیؑ ابن ابی طالب کو بے جرم و خطا قتل کیا گیا ہے۔ اور ان کا حق منسوب کیا گیا ہے۔ اور ان کی اولاد کو قتل کیا گیا ہے یعنی ان لوگوں نے قتل کیا ہے کہ جو تیرے نبی کے کلمہ گو ہیں۔ نفساً لردہم ما دفعت عنہ ظلماً فی حیوۃ ولا عند مماتہ حق قبضۃ الیک محمود النقیہ طیب العویکہ معروف المناقب مشہور المذہب یعنی ایسا مسلمان ہونے پر توفیق ہے کہ

ان بزرگوں کی حیات میں آنحضرتؐ سے ظلم کو دفع کیا اور نہ ہی حیات و موت کے ہنگام ضرر نقصان کو دفع کیا۔ حالانکہ ان بزرگوار اطہر مطہر کو مسلمانوں نے خود طلب کیا اور وہ تمہاری طرف تشریف لائے یعنی کہ امام حسینؑ کو کوفیوں نے طلب کیا اور پھر آپؐ سے انحراف کر لیا۔ لہذا خذہ فیک اللہم لومۃ لا تضر ولا عدل عادل ہذا بتہ یارب بالاسلام صغیراً و حمدت یارب مناقبہ کثیراً ولم یزل ناصحاً لک و للرسولک حتی قبضۃ الیک زاهداً فی الدنیا غیر عیہا راغباً فی الاخوة مجاہداً لک فی سبیلک رضیۃ و ہدیۃ الی صراط مستقیم ما بعد یا اهل الکوفۃ یا اهل المعرک و العذر و الحیل فانا اهل البیت ابتلانا اللہ بکم و ابتلاکم بنا فنجعل بلائنا حسناً۔

اے اہل کوفہ والے اہل مکہ و فریب و دعا بدرستی کہ خداوند عالم نے ہم اہلبیتؑ نبوۃ کا امتحان لیا ہے اور ہمیں تمہارے ذریعہ سخت آزمائش میں ڈالا ہے۔ اور ہماری ابتلا کو نیکی قرار دیا ہے۔ و جعل علمہ عندنا فہمہ لدینا فنحن عیبتہ علمہ و دعا فہمہ و حکمۃ و حجتہ علی الارض فی بلادہا لعبادہ اکو من اللہ بکرامۃ و فضلنا نبی محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم من خلق تفضیل خدا نے قدوس کے ہم نزدیک ہیں اور خدا ہمارے قریب ہے۔ علم و علم خدا ہمارے ہی گھرنے میں ہے۔ حکمت و فہم ہمارے ہی پاس ہے خداوند عالم نے ہم کو شرف اس طرح عطا کیا ہے کہ محمدؐ عربی ہمارے جد ہیں جو کائنات میں افضل و اعلیٰ ہیں۔ کن بتمونا و کفر تمونا و ایتیم قتلنا حلالا و اموالنا نہبنا کانا اولاد ترک و کابل۔ تم لوگوں نے (یعنی اہل کوفہ نے)

ہماری تکذیب کی ہمیں جھٹلایا ہمیں کافرو عار جی بنالیا ہے۔ ہم کو قتل کرتا جاؤ
 سمجھا۔ ہمارے مال و مال غنیمت قرار دیا۔ ہمیں لوٹا اور اسباب کوفارت
 کیا گویا ان کے نزدیک ہم آل رسول نہیں ہیں۔ بلکہ ترک یا کابل ہیں۔ قتلتمونا
 کما قتلتم جدنا بالامس و سیوفکم فقط من دماننا اهل البیت
 لحقہ۔ اے اہل کوفہ تم نے ہمارے مردوں کو قتل کیا۔ ہمارے
 جد علی مرتضیٰ کو تلوار سے شہید کیا قوت لذلک عیونکم و فرحت قلوبکم
 یعنی تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں اور دل خوش ہو گئے۔ افترا منکم علی اللہ
 و مکرا مکرم و اللہ خیر العاکرین۔ تم نے افتراء بہتان
 باندھا اور خدا کے ساتھ مکر کیا لیکن تم جاننا چاہیے کہ خدا ہر ایک مکر کو کاٹ دیتا
 ہے اور وہی بہترین تدبیر کرنے والا ہے فلا تدعون انفسکم الی الجدل
 بما اصابکم من دماننا و نالت ایدیکم من اموالنا فہذا اصابنا
 من العصائب الجلیلة و الرزایا العظيمة فی کتاب من قبل ان نبواھا
 ان ذلک علی اللہ یسیراً۔ اے کوفہ والو خوش نہ ہو اس پر کہ تم
 نے ہمارا خون کیا ہے ہمارا مال غارت و برباد کیا ہے۔ ہمارے لیے یہ مصائب
 جو تم نے ہم پر ڈلے ہیں موجب سعادت میں اور خدا نے پہلے ہی سے مقرر فرما
 دیئے ہیں یہ ہمارا امتحان ہے کہ ہم ان پر صبر کریں۔ لکیلا تا سوا علی ما فانتکم
 ولا تقر حوا بما آتیکم واللہ لا یحب کل مختال فخور تباً لکم فانظروا
 اللعنة والعذاب وکانتا قد حل بکم وتواترت من السماء و نغمات
 فی حبسکم بما کنتم و یدیق بعضکم بأس بعض ثم تخذلون فی العذاب
 الالیم یوم القیمة بما ظلمتمونا الا لعنة اللہ علی القوم

الظالمین۔

اے لوگو اپنے گزشتہ افعال پر شرمندگی محسوس نہیں کرتے۔ اور جو کچھ تمہارے
 ہاتھ لگ گیا اس پر خوش ہو۔ خدا ایسے لوگوں کو دوست نہیں رکھا۔ تم منتظر فدا
 نعمت رہو۔ اور غضب الہی کے منتظر رہو۔ بروز قیامت آتش جہنم میں دائمی
 طور پر رہو گے۔ اندرون آیتہ یو طاعوننا منکم و آیتہ نفس نزعنا
 اقل قتلنا ام ہایتہ رجل مسیم الینا تبخون محاربتنا۔ اے اہل کوفہ جانتے ہو کہ تم کیسے نیرہ ہم پر چلائے ہیں۔ اور ہمارے قتل پر راضی
 تھے۔ قست قلوبکم و غلظت اکبادکم و طبع علی افتد تکم و ختم علی
 سمعکم و بصیرکم و رسولکم الشیطان اھلکم و جعل بصرکم عشاۃ و انتم لا تھتدون۔
 اے اہل کوفہ اب تم جو روتے ہو۔ اس کا کیا فائدہ تمہارے دل سخت ہو گئے
 ہیں۔ تمہاری آنکھوں اور کانوں پر پردہ پڑ گیا ہے۔ شیطان تم پر مسلط ہے۔ تبناکم
 یا اھل الکوفۃ ای توات رسول اللہ قبلکم و دخولہ لکم یکم بما
 غدرتم باخیمہ علی بن ابی طالب جدی و نبیہ و عترۃ الطاہرین
 الاخیار فانتم خربنا لکم مفتخر فقتلنا نحن قتلنا علیا و بنی علی بسیوف
 ہندیۃ و دماح جظیۃ و سبینا نساء ہم سبی ترک و نطحنا ہم
 فاعی نطاح۔ اے اہل کوفہ کہ تم کس قدر عداوت و کینہ
 رکھتے ہو اور تم نے اسی مکر و غور کی وجہ سے رسول خدا کے بھائی علی بن ابی طالب
 علیہ السلام کو قتل کیا۔ اور اب اولاد علی کو ہندی تلواروں سے قتل کیا اور فخر کرتے
 ہو۔ ان کے الجرم کو قیدی بنایا۔ ایہا القاتل الکشکث الا ثلب افتخرت
 بقتل قوم زکاھم اللہ و طرہم و اذہب عنہم الرجس

حضرت ام کلثوم سلام اللہ علیہا کا شام سے

والہی پیر کو فہ میں خطبہ دینا

قال السيد في اللهوف وخطبت ام كلثوم منت على عليه السلام في ذلك

اليوم من وراء الكلتها رافعة صوتها بالبكاء فقلت

یعنی کہ سید مرحوم اپنی کتاب اللہوف میں فرماتے ہیں کہ اسی روز جناب ام کلثوم حضرت
حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے درس پر وہ بلند آواز گریختے
ہوئے خطبہ دیا اور فرمایا یا اهل الکوفة سوتہ لکم مالکم جذلتم حسینا و

قتلتمہ وانتمہتم اموالہ وورثتہم وسمیتہم نسائہ ویکتموہ۔ اے اہل کوفہ
تمہارا بڑا حال ہو اس سبب سے کہ تم نے اپنے رسولؐ کے نواسہ کو شہید کیا ان
کمال و متاع لوٹ لیا اور غارت کیا۔ ان کی بہنوں۔ بیٹیوں اور حرم کو اسیر بنایا۔

اور ان کی لاش مہلٹر کو بے کفن و دفن چھوڑ دیا۔ قتلہ لکم و سقوا ویدکم

اقتدون ای دوا و صمتکم وای و نرا دت حملتم وای دم سفکم وای

دم سفکم وای کیمہ اصبرہا وای صیبتہ سلتہا وای اے اہل کوفہ دلے ہو تم پر اور

تمہارے چہروں کو پران ہو کہ تم نے اپنی طاقت کے بل بونے پر کس قدر سنگین

کام کیا ہے۔ اور کس قدر وزن گناہ اپنے دوش پر اٹھایا ہے۔ اور کس قدر پاک و

پاکیزہ خون بہایا ہے اور کس قدر عورات و خدات کو رلایا ہے۔ اور کس قدر پردہ داروں

کے مقنع چھپے ہیں۔ قتلتم خیر رجالا بعد النبی و نزعتم الرحمة من قلوبکم الا ان

حزب اللہ هم الغالبون وحزب الشیطان هم الخاسرون۔

فاکظم واقعہ کیا افعی ابوک فانما لکل امرئ ما اکتسب و ما قدمت یدہ
تم علی اور اولاد علیؑ کو قتل کر کے فخر کرتے ہو تمہارے موہنے میں خاک ہو کہ تم
نے قتل کیا کہ جن کو خدا نے پاک و پاکیزہ قرار دیا ہے جو کثرت تم نے کئے
ہیں و سب خدا کے علم میں ہیں۔ اور تم اپنے کیفر کو پھینچو گے اور احد تمونا
ویل لکم علی ما فضلنا اللہ۔ تم پر دئے ہو کہ تم ہماری فضیلتیں دیکھ
کر ہم سے حسد کرتے ہو۔ زیتا ان جاش دھرا بجورنا و بحرك ما
یواری الدعاء صلا۔ یعنی کیا گناہ ہے کہ اگر دربانے فضل و کرم الہی ہمارے
حق میں جوش زن ہوں۔ اور تمہارے لیے دریا خشک ہو جائے یعنی تمہارے
شامل حال فضل خدا ہے تو جب دریا خشک ہو جاتا ہے تو دریائی چیزیں بھی
خشک ہو جاتی ہیں اور نظر آنے لگتی ہیں تمہارے گناہ تمہیں قیامت میں نظر آئیں
گے۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء ومن له يجعل الله له نورا فالله من
راوی کہ زید بن موسیٰ تمہا کہتا ہے کہ خدا کی قسم جب ان کلمات خطبہ پر جناب
فاطمہ صغریٰ سلام اللہ علیہا پہنچیں تو جوان و پیر سب ڈھاریں مار مار کر رو پے
تھے۔ فقالوا حسبک یا بنت الطیبین فقلوا حق قلبونا والضحیٰ نجرنا وانا جاعنا
سب لوگوں نے کہا اے پاک و پاکیزہ باپ کی بیٹی یعنی اے دختر حسین ابن علیؑ ہمارے
دلوں کو تم نے گرا دیا۔ ہمارے سینوں میں تریب پیدا کر دی۔ اب ہم آتش حسرت
سے جل رہے ہیں فسکت پس آپ خوش ہو گئیں۔

یعنی کہ اسے اہل کوفہ نے تم نے ان کو قتل کیا کہ جو بعد رسول خدا تمام عالم میں برگزیدہ تھے۔ تمہارے دلوں سے رجم بالکل جاتا رہا ہے۔ تمہارا یہ خیال ہے کہ تمہیں غلبہ حاصل ہو گیا ایسا نہیں ہے کیونکہ حزب اللہ ہمیشہ حزب شیطان پر غالب ہوتا ہے۔ پھر جناب ام کلثومؓ نے پیچشم گریان یہ اشعار پڑھے۔

قتلتم اخی صبرا فویل لامکم ستجزون ناسا احرھا تتوقد
یعنی کہ اسے اہل کوفہ تمہاری مائیں تمہارے غم میں بیٹھیں تم نے برادر عزیز حسینؑ ان علیؑ کو جہان بلایا اور بڑی خواری وزاری کے ساتھ قتل کر دیا۔ پیغمبر خداؐ نے فرمایا ہے کہ حیوانات کو بھی صبر کے ساتھ قتل نہ کرو اور تم لوگوں نے میرے بھائیوں کو گھرے میں لے کر تلواروں تیروں کا نشانہ بنایا۔ تم آتش دوزخ کا مزہ چھکو گے ضرور چھکو گے۔

سفکم دماء حرم اللہ سفکھا وحرما القرآن ثم محمدا
خون ناحق یہاں حرام ہے قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خون یہاں حرام قرار دیا ہے۔

الافا بشروا بالنساء انکم غدا
والفی لا بکی فی حیواتی علی اخی
بدامع غریز مستهل و مکفکف
علی الخدمی دائما لیس یجد
ما حصل یہ ہے کہ حضرت ام کلثومؓ نے فرمایا اے اہل کوفہ اور اے قاتلان حسینؑ تمہیں جہنم کی بشارت ہو اور تم ہمیشہ جہنم میں رہو گے۔ جناب ام کلثومؓ کا خطبہ جب اس مقام پر پہنچا کہ میں زندگی بھر رویا کروں گی۔ ففج الناس بالبكاء والحنین والنوح ونشرت النساء شعورهن ووضعن التراب علی رؤسهن وغمضن

وجوههن وضربن صدورهن ودھون بالویل پس مردماں کو نہ چیخیں مار مار کر رونے لگے۔ آواز گریہ فلک تک گئی۔ عورت کوفہ نے اپنے بال پریشان کر دیئے بال بال کو کاٹ ڈالا۔ موہنہ طمانچے گلے اور سب کے سب یہ کہنے لگے کہ ہم رسول خداؐ اور فاطمہؑ زہراؑ کو کیا جواب دیں گے۔ و بکی الرجال وفتوا حاکم فلم یبراکتہ وباك اکثر من ذلك الیوم۔ مردوزن نوحہ وزاری کر رہے تھے۔ اور مردماں کوفہ نے اپنی ڈارھیاں نوحہ ڈالی تھیں سروں پر خاک ڈالی تھی۔ ایسا شور گریہ اور غلگین حالت اس سے پہلے نہیں دیکھی گئی۔

مؤلف کتاب خدا فرماتے ہیں کہ اہلبیتؑ اظہار جب کر بلا سے اسیر ہو کر پہلی مرتبہ کوفہ میں داخل ہوئے ہیں تو اہل کوفہ ابن زیاد ملعون کے خوف کی وجہ سے گھروں میں چھپے ہوئے تھے۔ ان کی عورتیں گریہ وزاری کرتی تھیں۔ اس وقت جو پاسبان قافلہ تھے ان کے جو دستہ کی وجہ سے اہلبیتؑ اظہار بھی اسراں تھے۔ لہذا اس موقع پر خطبہ دینے کا سوال پیدا نہیں ہوتا شیخ صدوقؒ کتاب ابالی میں فرماتے ہیں کہ ابن زیاد ملعون نے یہرہ دار مقرر کئے تھے کہ کوئی اہلبیتؑ کی بات نہ سنتے پائے۔ اہدیہ بھی بیہرہ دار لوگ اسیروں کو کوچہ و بازار میں پھرتے تھے۔ بعدہ ان کو زندان میں بھیج دیا گیا۔ اسیروں کے لیے اس وقت نہ کوئی خیمہ تھا نہ تناس تھی کہ اہلبیتؑ خیمہ سے نکل کر خطبہ دیتے پس اسیران خداوند نے دوسری مرتبہ کوفہ پہنچنے پر خطبہ دیئے ہیں۔

شیخ طبرسی احتجاج میں فرماتے ہیں۔ لہذا فی علی بن الحسینؑ ذین العابدین بالنسوة من کوبلا۔۔۔۔۔ الخ اور ایسا ہی دوسری روایت میں ہے کہ مرحوم سید کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ اسیران کربلا شام کی قید سے رہا ہوئے

کے بعد اول کوفہ پہنچے ہیں اور پھر رئیس قافلہ ان کو ان کی خواہش کے مطابق کربلا لے گیا ہے۔ مؤلف کتاب ہذا کے والد ماجد اعلیٰ الشہداء مقامہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ شام سے واپسی پر اہلبیت اطہار پہلے کوفہ اور پھر کوفہ سے کربلا اور بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے ہیں۔ اور مؤلف کتاب نے بھی اسی نظریہ کی تائید فرمائی ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا شام سے واپسی

پیر کوفہ میں خطبہ دینا

قال الشيخ طبري ثم نزل وضرب فسطاطا و انزل نسائه و دخل الفسطاط يعني کہ جب امام زین العابدین علیہ السلام گھوڑے سے اترے اور فدام چاروں طرف گھیرے ہوئے تھے خیمہ جاتے کی بجائے پہلے آپ نے محذرات اہلبیت اطہار کو باہتمام خاص سواریوں سے اتارا۔ اور ان کو خیمہ میں لے گئے بعد ازاں آپ خیمہ سے باہر تشریف لائے اس وقت ایک اثر دھام مردان کوفہ تھا اور ایک سید سجاد کی زیارت کے لیے بے چین تھا۔ اور نوہ وزاری کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ قال جناب بن خروزمی العابدین علیہ السلام الى الناس و اوصى اليه من اسكتواد هو قائم۔ جب کہ کہتا ہے کہ حضرت سید سجاد خیمہ سے باہر تشریف لائے اور لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے اشارہ کیا کہ جموش ہو جائیے چنانچہ تمام مردان کوفہ اور عورتیں سب جموش ہو گئے حضرت نے کھڑے ہو کر خطبہ شروع کیا محمد بن عبد اللہ و ثنی علیہ صلی علی نبیہ۔ بعد از حمد و ثنا الہی و درود و سلام

پیر رسالت پہنچی فرمایا۔ ایہا الناس من عرفنی فقد عرفنی و من لم یعرفنی فاعرفنی بن الحسین اے اہل کوفہ جو مجھے پہچانتا ہے وہ پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے میں حسین شہید کربلا کا بیٹا ہوں علی میرا نام ہے۔ آیاتم لوگ جانتے ہو کہ حسین کون تھے انا ابن المذبح بشرط الغرات من غیر حق ولا تراب۔ وہ حسین کہ جنہیں نہر فرات کے کنارے قتل کیا گیا حالانکہ ان کا کوئی قصور نہ تھا انا ابن من فتنہ حریمہ و سلب نعیمہ و انتہب مالہ و سبی عیالہ اے مسلمانوں میرا پدر مسلمان تھا بے گناہ مسلمان کو قتل کرنا گناہ ہے۔ میرے پدر کو لوگوں نے مسلمان بھی نہ سمجھا حالانکہ وہ اصل اسلام تھے۔ مسلمانوں نے ان کی بے حرمتی کی اور بعد قتل ان کی لاش کو دفن نہیں کیا۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کا لباس بعد شہادت جسم سے اتار لیا گیا انا ابن من قتل صبرا ففک بدلك فخرًا۔ اے لوگو میرے پدر بزرگوار کو بے حرمتی کیا ہے اور یہ چیز ہمارے لیے فخر کا باعث ہے۔ اے مومنین میرے ساتھ قتل کرنے کو نہ نخواستہ نے منع فرمایا ہے انسان تو انسان حیوان کو بھی میرے ساتھ قتل کرنا منع ہے۔ اور میرے ساتھ قتل کرنے کا یہ مطلب ہے کہ حیوان کو گھیرے میں لے کر اسقدا اس پر سنگ باری کی جائے کہ وہ ترب ترب کمر جائے اس طرح مارنا گناہ ہے بلکہ حکم ہے کہ اگر جالور کو فوج کر دو پہلے اسے سیراب کرلو۔ پیا سازنج نہ کرو۔ میرے پدر بزرگوار پر ابن سعد کی فوج کا ہر سپاہی حملہ کر رہا تھا۔ کوئی تلوار، کوئی تیر، کوئی نیزہ، کوئی سنگ باری کر رہا تھا۔ ایہا الناس انشدکم باللہ هل تعلمون انکم کبتم الی ابی و خذ عثمہ۔ اے اہل کوفہ تمہیں خدا کی قسم ہے آگبی حاصل کرو کہ کوفہ والوں نے کس قدر خطوط بھیج کر میرے پدر علیہ القدر کو بلایا تھا۔

اور پھر ان لوگوں نے مکرو دغا کی۔ واعطتوه من انفسکم العهد والميثاق والبعث وقاتلتوه وخذلقوه۔ یعنی کہ کو فیوں نے میرے بابا کے ساتھ عہد و میثاق کیا تھا۔ لیکن انہوں نے اپنے عہد کو توڑ دیا اور بیعت سے انحراف کیا۔ اور میرے پدر بزرگوار کو ہلا کر قتل کیا۔ فتبا لکم ما قدمتم لافسکم وسوءتہ رايکم بايۃ عين تنظرون الی رسول اللہ اذ يقول لکم قتلتم عترتی وانتہتکم حرمتی فلستم من امتی۔ پس ولئے ہو تم پر کہ تم نے اپنے لیے خود عذاب مہیا کیا ہے روز قیامت تم رسول خدا کو کیا موہنہ دکھاؤ گے۔ جب رسول خدا تم کو دیکھیں گے اور فرمائیں گے کہ تم نے میری عترت کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے ان کی حرمت اور تقدیس نہ جانی۔ ان کو قتل کیا۔ میری عترت کی مندرجات کو اسیر کیا۔ راوی کہتا ہے کہ اس وقت اہل کوفہ میں گریہ و زاری کا ایک شور برپا ہوا اور آپس میں کہنے لگے کہ افسوس ہم پر کہ ہم ہلاکت میں پڑ گئے۔ جب امام زین العابدین نے لوگوں کو روٹے ہوئے دیکھا تو فرمایا۔ رحم اللہ امرء قبل نصیحتی وحفظ وصیتی فی اللہ وفی رسول اللہ وفی اہلبیتہ فان لنا فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ یعنی خدا نے تعالیٰ رحمت کرے اور اس شخص کے گناہوں سے درگزر کرے کہ جو میری نصیحت کو سننے میری نصیحت کو حفظ کرے اور اس پر عمل کرے اور حسب فرمان رسول خدا ہمیں دوست رکھے۔ فقالوا یا جمعہم نحن یا بن رسول اللہ سامعون مطیعون۔ ان لوگوں نے کہا اے فرزند رسول خدا ہم نے آپ کا خطبہ سنا اور جو کچھ آپ نے فرمایا ہے ہم اس کی اطاعت کریں گے آپ کی اطاعت ہم پر واجب ہے۔ ہم آپ کی بیعت نہیں توڑیں گے۔ ہم آپ کی بیعت پر سبقتی رہیں گے۔ اور ہم آپ کے دشمنوں سے جنگ اور آپ کے دوستوں سے

صلح رکھیں گے۔ سیدم حرم کتاب اللہوف میں فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے کہا اے فرزند رسول خدا ہمیں حکم کریں۔ لتأخذن یزید وبنوہ من ظلمت وظلمتہ۔ یعنی کہ ہم یزید کو پکڑیں گے۔ اور آپ کے دشمنوں کو قتل و ہلاک کریں گے۔ ہمیں آپ حکم فرمائیں تو ہم طلب خون کریں گے جو کہ بلا میں بہایا گیا ہے۔ فقال علی بن الحسین ہیہات ہیہات ایہما العذراۃ المکراۃ حیل بینکم وبين شہوات انفسکم اتريدون ان تأخو الی کما ایہما ابا عی من قبل۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا افسوس افسوس یہ سب ظاہری دنیاوی باتیں ہیں اے اہل کوفہ تم لوگ ہمیشہ اپنی خواہشات کے تابع رہے ہو۔ ہمارے حق میں تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا تم وہی کام کرنا چاہتے ہو جو اباء واجداد نے کیا ہے۔ کلا ودب الرافضات الی متی فان الجراح لما یندمل من قتل ابی ہاشم و اہل بیتہ معہ۔ یعنی عا شاہ وکلا یعنی ایسا ہرگز نہیں ہے میرے دل میں ناسور پڑے گا۔ ہمارے تیس جوانان ہاشمی شہ تیغ ہو گئے ہیں ولم یبستی کل رسول اللہ وثکل ابی وقتی ابی وجدی بین مہاتی ومراۃ بین حنا جری وحلقی وغصصہ تجری فی فراش حداسی۔ اے لوگو مجھ میرے حال پر چھوڑ دو میں نے ابھی مصیبت رسول خدا فراموش نہیں کی ہے۔ مصیبت پدر و برادران عالمگیری ہے۔ کتاب لہوف میں ہے کہ رضینا منکم راسا برأس۔ یعنی کہ ہم تم سے سر بسر راضی ہیں بعدہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے یہ اشعار پڑھے۔

قتیل بشط النہر نقسی فدائہ جزاء الذی اوداہ نار جہنم

فلا تغر حوا باہل کوفۃ بالذی اصاب حسینا کان ذلک اعظما

میری جان اس مظلوم پر قربان کہ جسے نہر نرات پر تہ لب شہید کیا۔ اس کی جزاکہ حسین کو قتل کیا نہ جہنم ہے۔ لیکن اے اہل کوفہ تم میرے پدر بزرگوار کو قتل کئے فرحت و خوش نہیں دیکھو گے جانتا چاہیے کہ یہ مصیبت عظیم ترین مصیبت سے وامصیتاہ حضرت سید سجاد واقعہ کربلا کے بعد چالیس سال زندہ رہے اور کسی نے آپ کو ہستے نہیں دیکھا خطبہ تمام شد۔

تحقیقات اس بابے میں کیا جابر ابن عبد اللہ انصاری؟

روز ابین وار دکر بلا ہوئے ہیں اور کیا امام زین العابدین

علیہ السلام سے ملاقات کی ہے؟

سید مہموم کتاب الہوف میں فرماتے ہیں لما رجع نساء الحسین وعیالہ من الشام وبلغوا العراق قالوا للدلیل مدینا علی طریق کربلا فوصلوا الی موضع الصرم فوجدوا جابرا بن عبد اللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ جابر ابن عبد اللہ انصاری فرماتے ہیں کہ جب اولاد رسول خدا نے شام سے رہائے کے بعد مدینہ جانے کے لیے مراجعت فرمائی اور منزلیں طے کرتے ہوئے عراق پہنچے یعنی کہ کوفہ وار دہوئے تو رئیس قافلہ سے کہا کہ ہمیں پہلے کربلا لے چلو تاکہ ہم شہید دل کو الوداع کہہ سکیں۔ رئیس قافلہ۔ ابلیسٹا اطہار کو لے کر وار دکر بلا ہوا۔ جیسے ہی قافلہ کربلا پہنچا اور مقتل امام حسین پر نظر پڑی حضرت سید سجاد علیہ السلام اور تمام مخدرات اپنی اپنی سواریوں سے اتر پڑے اور پابہرہنہ مقتل میں قدم

رکھا دیکھا کلام حسین علیہ السلام کی قبر کے سرہانے جابر بن عبد اللہ انصاری کھڑے ہوئے روہے ہیں اور ان کے ہمراہ آل رسول میں سے کچھ لوگ ہیں جو مدینہ سے بغرض زیارت قبر سید الشہداء آئے ہیں۔ شیخ طریحی نے بھی کتاب منتخب میں اس واقعہ کو لکھا ہے لیکن یہ تصریح نہیں کی کہ جابر ابن عبد اللہ انصاری ابلیسٹا اطہار بروز چہلم امام مظلوم یعنی ۲۰ صفر ۶۱ھ کو کربلا پہنچے ہیں۔ وہ صفر ۶۱ھ ہجری تھا یا بعد؟ حالانکہ جناب جابر ابن عبد اللہ انصاری ۶۱ھ والے ماہ صفر میں وار د کربلا ہوئے ہیں اور مشرف با زیارت قبر امام حسین ہوئے ہیں کیونکہ مدینہ منورہ میں جیسے ہی خبر قتل امام حسین پہنچی ہے تو جابر ابن عبد اللہ عازم سفر کربلا ہوئے ہیں۔ ابلیسٹا اطہار کا ماہ صفر ۶۱ھ کو وار د کربلا ہونا خلاف واقعہ ہے کیونکہ کوفہ سے اسیری کی حالت میں روانہ ہو کر شام پہنچنے کے لیے وقت درکار ہے پھر مدت اسیری کم سے کم ہوتی ہے عرصہ درکار ہے اور اسی طرح مراجعت از شام اور پھر کوفہ میں قیام اور پھر کربلا پہنچنا۔ یہ تمام امور اس واقعہ کی تائید نہیں کرتے کہ ابلیسٹا اطہار ربائی کے بعد بروز چہلم ۶۱ھ وار د کربلا ہوئے ہیں۔ پس حضرت جابر ابن عبد اللہ انصاری در ۶۱ھ بیسویں ماہ صفر زیارت چہلم آئے ہیں اور اثنائے راہ میں جب کوفہ وار د ہوئے اور قدسے وہاں قیام کیا۔ اور اس وقت کے بعض لوگ بھی زیارت قبر امام کے لیے آئے ہیں۔ حسن اتفاق کہ ان دنوں میں سے کی روز جب کہ جناب جابر ابن عبد اللہ انصاری مشغول زیارت قبر شہداء تھے کہ حضرت حجت حق امام زین العابدین علیہ السلام اور پردہ داران نقاشا ملتے ہوئے کربلا آئے ہیں اور جناب جابر نے آپ سے ملاقات کی ہے۔ اقویٰ یہ ہے کہ شہادت امام حسین کے دوسرے سال یعنی ۶۲ھ ماہ صفر کی بیسویں کو دوسرے چہلم کے موقعہ

پر یہ ملاقات بہم ہوئی ہے جیسا کہ عطیہ عونی کی روایت میں ہے کہ کتاب
بشارت المصطفیٰ لشیعۃ المرفعی کہ جو محمد بن ابی القاسم طبری کی تالیفات میں سے
ایک تالیف ہے اعمش سے روایت ہے اور اعمش نے عطیہ عونی سے
نقل کیا ہے کہ عطیہ کہتا ہے کہ میں حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رحمہ اللہ علیہ
کے ہمراہ بقصد زیارت حضرت ابا عبد اللہ الحسین اپنے گھر سے نکلا۔ فلما
وصلنا حکر بلاد۔ کہ ہم جیسے ہی کہلا پہنچے دیکھا کہ والا جابر نے نہر فرات
میں غسل کیا۔ آپ کے پاس دو کپڑے تھے ایک ازار اور ایک ردا تھی جس
طرح حاجی لوگ منیٰ میں احرام کے وقت لباس پہنتے ہیں یعنی جامہ احرام
کی طرح دو لباس تھے۔ چونکہ میرے آقا حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری کو
علم تھا کہ زیارت قبر حضرت سید الشہداء زیارت کعبۃ اللہ سے افضل ہے
اللہم ارزقنا۔ کہ خداوند عالم ہمیں زیارت قبراہم حسین کونا نصیب کرے۔ پس
عطیہ کہتے ہیں کہ آپ نے وہ لباس زیب تن کیا اور خوشبو لگائی اور برہنہ
پاد قبر مطہر پر آئے اور قبر مبارک پر اپنے آپ کو گرا دیا۔ یعنی کہ صیلا نہ ہو سکا اور
قبر پر گرے پڑے بوسہ دیا۔ اور کلمات زیارت ادا کئے۔ حدیث میں وارد ہوا ہے
کہ من زار الحسین بکوبلا کمین زار اللہ فی عدر مشہ۔ یعنی کہ جس نے
کہیلا میں زیارت قبراہم حسین کی اس نے گویا کہ اللہ تعالیٰ کی زیارت عرش پر کی۔
اس حدیث کا واضح سامطلب یہ ہے کہ مزار سید الشہداء بمنزلہ عرش ہے۔
اور امام کی معرفت و زیارت گویا اللہ کی معرفت و زیارت ہے۔ جابر بن عبد اللہ
انصاری جب قبراہم حسین پر پہنچے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہا اور قبر پر گرے اور
غش کر گئے۔ عطیہ کہتا ہے کہ میں نے آپ پر پانی چھڑکا۔ آپ ہوش میں آئے

پھر آپ نے تین مرتبہ یا حسین یا حسین کہا۔ لیکن قبر سے کوئی جواب نہ آیا
تو جابر نے کہا کہ حبیب لا یحب حبیب۔ یعنی کہ دوست۔ دوست کو
جواب نہ دے۔ معذرت کی اور پھر کہا وافی ذلک بالجواب قد شحطت
او داجلک علی الشا جلد فوق بین ذلک واصلک آقا و مولیٰ میں آپ سے کس طرح
جواب کی توقع کروں آپ کی گردن سے مبارک قطع ہو چکا ہے میں نے تو آپ
کی قبر مبارک کی زیارت کرنی یہ عجب زیارت ہے۔ پھر عرض کیا۔ اشہد انک
ابن خیر النبین وابن سید المسلمین وابن خلیفۃ التقوی۔ یعنی کہ میں گواہی
دیتا ہوں کہ آپ سید الانبیاء کے فرزند ہیں۔ آپ سید المرسلین کے فرزند ہیں۔ آپ
خلیفہ برحق کے نور نظر ہیں آپ سیدہ طاہرہ فاطمہ زہرا کے نوز نگاہ ہیں۔ پھر آخر
میں آپ نے فرمایا کہ اشہد انک مصیبت علی مامفی علیہ احوک یحییٰ بن زکویا
عطیہ کہتا ہے کہ جب جابر بن عبد اللہ انصاری نے یہ کلمات ادا کئے تو ان کی نظر
قبر مطہر کا طواف کرنے لگی ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے کوئی کسی گمشدہ چیز کو تلاش
کرتا ہے۔ ثم حال بصرا حول القبر۔ گویا جانتے تھے کہ قبور شہداء (کنج شہیدان)
قبر مطہر کے ارد گرد ہے۔ اور مرقہ علی اکبر۔ امام حسین کی قبر منورہ کے درمیان ہے۔
پس آپ نے ان سب پر درود و سلام بھیجا۔ پھر حجب آپ زیارت سے فارغ
ہوئے تو مجھ سے فرمایا کہ اب مجھے کوفہ لے چلو ہم نے کوفہ کی راہ اختیار کی اور راستہ
میں جابر نے مجھے محبت محمد آل محمد کی وصیت کی۔ اور آل محمد کی فیصلت کی احادیث
راستہ بھر سنا رہے یہاں تک کہ ہم کوفہ پہنچ گئے۔ مؤلف کہتے ہیں کہ اس
روایت میں کہیں یہ ذکر نہیں ہے کہ جابر نے دوران زیارت حضرت امام زین العابدین
علیہ السلام سے ملاقات کی ہو۔

جابر بن عبد اللہ انصاری کا دوسری مرتبہ روزا لعین

وارد کر بلا ہونا اور اہلبیت اطہار کا ملنا

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری کا تیر حضرت سید الشہداء و سائر قبور شہداء روزا لعین (چہلم) سال شہادت امام حسین (ع) وارد کر بلا معلیٰ ہونا صحیح ہے اور اس تاریخ و سن ۳۰ھ میں حضرت سید سجاد کا کر بلا میں ہونا محل اشکال ہے اور امام زین العابدین علیہ السلام سے کر بلا میں ملاقات کرنا صحیح ہے مگر مذکورہ تاریخ و سنہ میں ملاقات واقع نہیں ہوئی ہے بلکہ حضرت جابر جب دوسری مرتبہ زیارت کا تذکرہ کتاب مصباح الزائر میں پایا جاتا ہے۔ عن کتاب مصباح الزائر۔

مستقیضا عن عطاء وقال كنت مع جابر بن عبد الله انصاري يوم العشرين شهر صفر فلما وصلنا الغاصرية اغتسل - عطا کہتا ہے کہ میں جابر بن عبد اللہ انصاری کے ساتھ زیارت حضرت فاس آل عبا امام حسین علیہ السلام کے لیے گیا۔ کہ ہم ماہ صفر ۳۰ھ کی بیسویں تاریخ کو غاصریہ پہنچے اور ہم نے غسل کیا پاک و پاکیزہ لباس پہنا۔ اور ہمارے پاس خوشبو تھی وہ اپنے کپڑوں میں لگائی۔ ہم سرور باربرہ متقل پہنچے اور قبر مطہر امام حسین کے نزدیک پہنچے جابر نے تین مرتبہ اللہ اکبر کہا اور عشق کھا کر گم پڑے۔ چشم بصیرت سے دیکھا تو امام حسین کے جسم مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے پایا۔ قبر امام حسین پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے اور ان کے جذبات غم کو شاعر نے اسی طرح ادا کیا ہے

ای حسین اے گشتہ شمشیر عشق ای حسین اے بستہ زنجیر عشق

ای حسین اے سماع دعوات
السلام اے نور چشم مصطفیٰ
السلام ای لولہ دریائی عشق
دہ جواب جابر اے حتی قدیر
چون توانی داد جابر را جواب
تیغ کیس یریدہ ملق پاک تو
حیف از این جسمیکہ از جان بہتر است
ای حسین اے قاضی الحاجات
السلام اے سبریدہ ارتقا
تن بزیر خاک و سر اندر دشق
از کرم یا جابر العظم البکیر
سرمداری در بدن ای کامیاب
بی سرافتادہ تن صد چاک تو
پارہ پارہ از سنان و خنجر است

آن لبانت کو عیش پشمرودہ بود

شیر از پستان ایمان خوردہ بود

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری کے جذبات کی منظر کشی کا حق شاعر نے ادا کر دیا کہ آپ نے خطاب فرمایا اے حسین اے مقتول تیغ عشق یعنی کہ امام حسین دریائے عشق الہی میں اس قدر غوطہ زن تھے کہ گلوے مبارک پر خنجر تھا مگر لبوں پر یاد خدا تھی۔ اسی کو فنا فی اللہ ہونا کہتے ہیں اور یہ عشق کا وہ آخری درجہ ہے کہ جو کسی کو نصیب نہ ہوا۔ اور اے حسین آپ ہماری دعاؤں کو سننے والے ہیں اور آپ حاجتوں کو بر لانے والے ہیں (بتلانے سے یہ مراد ہے کہ اگر ارادہ حسین شامل دعا ہو جائے وہ کبھی رد نہیں ہوتی خدا پر واجب ہے کہ دعا مستجاب کرے) اے حسین تم نور چشم مصطفیٰ ہو۔ اے حسین تمہارا سرو پاک پس گردن سے جدا کیا گیا۔ آپ کا جسم مبارک زیر خاک اور سر مبارک دمشق میں ہے اے حسین، اے کرم گستر جابر کو جواب دیکھے تیغ ظلم سے آپ کا سر بریدہ تن سے جدا کیا گیا۔ اور تیرا تن صد چاک چاک بغیر سر ہے۔ افسوس کہ تیرا جسم مبارک سنان و خنجر سے پارہ پارہ ہے اور تیرے لب پیاس کی

و جس سے پڑمرد ہو گئے اور تو نے پستان ایمان سے دودھ پیا ہے یعنی کہ ایمان تجھ سے زندہ ہے اے حسینؑ اللہ کے نزدیک مقرب و برگزیدہ ہے تو اللہ در دل کا پیار ہے۔

اہلبیتؑ اہلکار کا وارث و کربلائی معلیٰ ہونا۔

حضرت جابرؓ جی مشغول گریہ و بکا تھے کہ بروایت مرحوم سید - مندرجہ کتاب منتخب کہ اہلبیتؑ اہلکار کا قافلہ شام سے کربلا وارد ہوا - دیکھا کہ زینبؓ غم رسیدہ قبر برادر پر موجود ہے۔

اے زآندم کہ ز دل نالہ برادر چور عد

بر سر قبر حسینؑ زینبؓ مضطرب

گفت ای جان برادر زندہ گریہ مجال

تا گویم کہ مرا ہے تو چہ بر سر آمد

یعنی اس وقت دل سے ایک نالہ پر سوز نکلا کہ جسم دیکھا کہ زینبؓ بکس بھائی کی قبر پر موجود ہے۔ زبان حال سے آپ نے فرمایا کہ اے بھائی اگر گریہ و زاری سے فرصت ملے تو بیان کر مئی کہ تمہارے بغیر زینبؓ پر کیا گزر گئی۔ اے بھیا زینبؓ قید ہو کہ دربار ابن زیاد میں گئی دربار یزید ملعون میں گئی۔ زندان شام میں رہی۔ قید خانہ میں سکیٹھ کوردی اور آپ پھر تمہاری قبر پر گریہ کناں ہوں۔ اس وقت غاضب و کربلا کی صحرائیں عورتیں جمع ہو گئیں۔ اور زینبؓ خاتون کے ساتھ گریہ و بکا میں شریک ہوئیں۔ اور سب کا یہ توجہ تھا کہ ہا حسینؑ تمہیں شمر ملعون نے فخر سے ذبح کیا۔ سر تن سے جدا کیا۔ اس وقت ام کلثومؓ قبر حضرت عباسؓ علمدار پر امد ام لیلیٰ قبر حضرت علیؓ اکبرؓ پر و رہی تھی غرض کہ یہ ایک بی بی اپنے اپنے وارث کو یاد کر

کے نوہ پڑھ رہی تھی۔ مہین دن تک اہلبیتؑ اہلکار کربلا میں مقیم رہے۔ چوتھے روز مدینہ کے لیے روانگی ہوئی۔ اس وقت حضرت زینبؓ قبر مبارک سے خطاب فرمایا

برخیز تار دیم برادر کہ خواہرت

تنہا بسوی روضہ رضوان نمیرود

حضرت جابر ابن عبد اللہ انصاریؓ اور زیارت

اربعین

شیخ علماء اعلام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ زیارت اربعین کے مؤسس یعنی بنیاد ڈالنے حضرت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ ہیں اور شیخان علی مرتضیٰ اس عمل میں آپ کی اقتداء کرتے ہیں اور آئمہ معصومین صلوات اللہ علیہم اجمعین نے اس عمل کے بہت زیادہ فضائل اور بے شمار ثواب بیان فرمایا ہے سید نے کتاب الاقتال میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ علامہ المؤمن خمس ہا کہ مومن کی علامتیں پانچ ہیں یعنی مومن ان پانچ چیزوں سے پہچانا جاتا ہے جو کہ یہ ہیں۔

(۱) نماز کیا دن رکعت پڑھنا۔

(۲) زیارت اربعین پڑھنا۔

(۳) انگشتی دہسنے ہاتھ میں پہننا۔

(۴) تقصیر الجبین یعنی پیشانی پر خاک ملنا۔

(۵) نمازیں بسم اللہ پڑھنا۔

ان پانچوں علامتوں میں زیارت بھی شامل ہے پس زیارت اربعین پڑھنا علامت ایمان ہے روز اربعین کے بارے میں اکثر علماء اہل علم فرماتے ہیں کہ اہلبیت اطہار قید شام سے رہا ہونے کے بعد اس روز وارد کربلا ہوئے ہیں اور جابر بن عبد اللہ انصاری سے ملاقات ہوئی ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس روز اہلبیت طاہرین وارد مدینہ ہوئے ہیں۔

علامہ مجلسی نے اپنی ایک کتاب زاد المعاد میں فرمایا ہے کہ روز اربعین۔ زیارت امام حسین علیہ السلام کا جو کہ زیارت اربعین کے نام سے مشہور و معروف ہے پڑھنا موجب ثواب عظیم ہے کیونکہ اس روز امام زین العابدین علیہ السلام اور اہلبیت اطہار شام سے کربلا پہنچے ہیں۔ اور سر ہاد شہداء ان کے اجسام سے ملحق کیا ہے بنا بریں یہ زیارت بہت زیادہ رکھتی ہے اور اس کے پڑھنے کا زہد ثواب ہے۔ علامہ مجلسی یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضرت سید سجاد کا روز اربعین (یعنی بیس صفر ۱۱ھ) کو وارد کربلا ہونا عید ہے یعنی ممکن نہیں ہے اس کی بہت وجوہات ہیں اور یہ کہنا کہ بیس صفر ۱۱ھ ہی کو مدینہ وارد ہوئے ہیں یہ بات اور بھی زیادہ عجیب ہے کیونکہ مسافت بہت طویل ہو جاتی ہے۔ بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ روز اربعین ۱۱ھ امام زین العابدین علیہ السلام شاید باعجاز امامت کربلا تشریف لائے ہیں اور سر ہاد شہداء مدینوں کے ساتھ ملحق کئے ہیں اس کے بعد علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا باعجاز امامت وارد کربلا ہونے پر کوئی روایت میری نظر سے نہیں گزری بلکہ باعجاز امامت تشریف لانا بعض روایات کے منافی ہے جو میری نگاہ سے گزری ہے۔

الی اخر ما قال رحمۃ اللہ علیہ۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری مکہ رد قعر زیارت امام حسین کے لیے کربلا آئے ہیں۔ روز اربعین بھی اور اس موقع پر آپ نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے ملاقات کی ہے اور آپ کو امام حسین کا پر سہ دیا ہے۔ جابر بن عبد اللہ انصاری کا زیارت قبام حسین بروز اربعین کہ ۲۰ صفر حق ہے اور ملاقات عام بھی حق ہے۔

— روایت دیگر روز اربعین جابر ابن عبد اللہ انصاری

کے وارد کربلا ہونے پر

صاحب مخزن البکا تحریر کرتے ہیں کہ ارد بیل آخوند ملا احمد اعلیٰ اللہ مقامہ نے فرمایا کہ بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کے خزانہ میں ایک کتاب میری نظر سے گزری جس میں یہ خبر آب زر سے تحریر تھی جس کا مضمون یہ ہے کہ میری کتاب ہے کہ میں حضرت جابر ابن عبد اللہ انصاری کے ساتھ کربلا ملحق روانہ ہوا تاکہ زیارت قبام حسین سے مشرف ہوں۔ ہم اونیسویں ماہ صفر کی شب کو کربلا سے ایک منزل کے فاصلہ پر پہنچے۔ میری زوجہ خدیجہ نامی میرے ہمراہ تھی۔ میں وہاں اس کے لیے خیمہ نصب کیا۔ اور میں خود حضرت جابر کے ہمراہ رہا۔ اور ہم ایک جگہ بیٹھ کر گفتگو کرتے گئے جابر نے فرمایا کہ انشاء اللہ کل ہم وارد کربلا ملحق ہوں گے۔ اور آقائے مظلوم کی قبر مبارک کی زیارت کریں گے مراسم عزا باعجال لائیں گے۔ ابھی ہماری گفتگو ہو رہی تھی کہ خیمہ سے کہ جس میں میری زوجہ تھی رونے اور وا حسینا کی آواز بلند ہوئی۔ میں خیمہ میں گیا میں نے دیکھا کہ میری زوجہ مقنعہ سے

اتارے ہوئے واحبینا، وامنظروا ما کہہ رہی ہے اور بڑی بے چینی سے رو رہی ہے۔ میں نے اس سے سبب گریہ و حالت زار پوچھی تو اس نے کہا اے یحییٰ بیٹھ جاؤ میں بیان کرتی ہوں یحییٰ کہتے ہیں کہ میں بیٹھ گیا۔ زوجہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ابھی میں سو گئی تھی کہ خواب میں حضرت خاتون جنت بی بی فاطمہ زہرا کو دیکھا کہ وہ تشریف لائی ہیں سیاہ لباس پہنے ہوئے ہیں بال پریشان ہیں۔ چار ہزار حوران جنت ساتھ ہیں کہ بی بی سیدہ وار و کربلا ہوئیں اور آپ کی نظر قراہام حسین پر پڑی۔ آہ جگر سوز کھینچی۔ اور فرمایا اے میرے نور نظر۔ اے شہید ظلم و ستم اے حسین غریب تیری بہن زینب دام کلثوم اور بچے اور اہل محرم کہاں ہیں۔ اور فرماتی ہیں کہ اے فرزند تیرا سر بریدہ کہاں ہے۔ آپ کے اس درد بھرے کلام سے تمام حوران جنت رونے لگیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ ان حوروں میں ایک بزرگ نور بھی ہے جس کا نام طیبہ ہے۔ اس سے سیدہ عالمین نے فرمایا کہ اے میرے پدر بزرگوار کی قبر پر جلدی جا اور ان سے کہو کہ فاطمہ اس شب قبر حسین پر آئی ہے یہ شب شب اربعین ہے صبح کو روز اربعین ہے۔ ان سے کہا کہ بابا جان آپ کی بیٹی آپ کی منتظر ہے کہ آپ تشریف لائیں اور روز اربعین عزاد حسین پر پا کریں۔ اور ایک دوسری حور یہ کہ آپ نے نجف بھیجا اور یہی پیغام شاہ نجف کو دیا کہ آئے کربلا، کہ ہم روز اربعین عزاد حسین پر پا کریں۔

یا اسد الرحمن یا شختہ النجف جزاء و میرا الحسین قتیل

ای حقہ در نجف شہ مردان بیابا بہر عزای نور و چشمان خود بیا

یعنی کہ اے شاہ نجف کربلا آئیے کہ حسین غریب کی عزاد پر پا کریں۔ اور ایک تیسری حور یہ کہ امام حسن کی قبر پر بیٹھا کہ انہیں کربلا لے آئے۔ جب یہ بزرگوار نبی اور علیؑ

اور حسن جتنے صلوات اللہ علیہم اجمعین تشریف لے آئے۔ تو سید عالم نے قبر حسین پر بین کئے اور گریہ و زاری فرمایا آپ نے فرمایا کہ اے سیدہ صبر کرو۔ علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ اے بنت رسول خدا صبر کے ساتھ گریہ کرو۔ لیکن سیدہ عالم روتے روتے بے ہوش ہو گئیں امام حسن جتنے علیہ السلام آپ کو ہوش میں لائے وہ مومنہ کہتی ہے کہ پھر میں نے دیکھا کہ لاتعداد مرد و زن جمع ہو گئے۔ میں نے سوال کیا کہ یہ کون لوگ ہیں تو حور یہ نے کہا کہ انبیاء علیہم السلام ہیں۔ چونکہ یہ شب شب اربعین ہے لہذا یہ سب کے سب بغرض زیارت جمع ہوئے ہیں۔ اور سب کے سب چہرہ دل پر خاک ملے ہوئے تھے گریہ و زاری کر رہے تھے اے شیعو اس شب اور اس روز تم بھی جہاں بھی ہو مولیٰ کو بطرف کربلا سلام کرو و السلام علیک یا ابا عبد اللہ السلام عدیک یا بن رسول اللہ زینب دام کلثوم پر بھی سلام بھیجو۔ پس روز اربعین ۲۰ صفر کی تاریخ ہے۔ اللعنة اللہ علی القوم الظالمین۔

ثواب زیارت اربعین

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ جابر بن عبد اللہ انصاری اول زائرین یعنی آپ نے بعد شہادت امام حسینؑ مدینہ سے کربلا آکر زیارت کربلا کی ہے اور شرف زیارت حاصل کیا ہے۔ روز شہادت امام حسینؑ علیہ السلام سے لے کر حضرت جابرؓ کے مشرف بہ زیارت ہونے سے پہلے پہلے بہت سے حضرات نے زیارت کی ہے چنانچہ شیخ جعفر مرہوم کتاب خصائص میں فرماتے ہیں کہ اول من زارہ بعد الشہادۃ هو اللہ العلیٰ العظیم۔ کہ بعد شہادت سب سے پہلے خداوند تعالیٰ

نے اپنے عبد خاص حسین فرزند رسول کی زیارت کی۔ اور یہ زیارت میں اس بنا پر ہے کہ خداوند عالم بیض محض ہے۔ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے پس خدا ہی چو تکہ اقل ہے اور وہی آخر ہے پس زیارت کی ابتداء بھی خدا سے ہے اور اختتام بھی خدا پر ہے۔ بعدہ ثم زارہ رسول اللہ۔ کہ پھر رسول خدا نے زیارت کی۔ پھر علی و فاطمہ اور امام حسن نے زیارت کی۔ پھر ان فرشتوں نے زیارت کی کہ جو استغاثہ امام حسین پر نصرت کرنے آئے تھے مگر امام مظلوم نے ان کو اجازت نہ دی پس وہ فرشتے بعد شہادت امام حسین سب سے پہلے زیارت قبر مطہر کے لیے آئے۔ پھر ذوالجناح نے زیارت کی کہ جب امام حسین گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے تو ذوالجناح نے خیمہ میں اہلبیت کو خبر کی اور پھر قتل میں داخل آیا اور دیکھا کہ سر امام حسین بدن اظہر سے جدا ہو چکا ہے زیارت کی اور طواف کرنے لگا۔ جنات نے بھی زیارت امام حسین کی ہے۔ ان کے نوے و مرتبہ کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ اور روز عاشورا محرم جب منادی نے کہا قتل الحسین بکربلاء تو اہلحرم جناب زینب خاتون کے ہمراہ قتل آئے اور زیارت امام حسین علیہ السلام کی اور جناب زینب آداب زیارت بجا لائیں اور اول اپنے نانا کو مخاطب کیا اور فرمایا۔ صلی علیک مدیک السماء و هذا حسینک مرمل بالدماء مقطعم الاغصاء مسلوب العمامۃ والرداء۔ نانا آپ کی نماز جنازہ تو ملا مگر نے بھی پڑھی۔ لیکن کربلا میں جلتی ہوئی خاک پر خاک و خون میں غلطان بے گور و کفن لاش حسین پڑی ہے۔ یہ بیکس حسین کی زیارت کرنے آئی ہے حسین خاک و خون میں غلطان ہیں۔ اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہوئے ہیں لوگ غمامہ اور ردائوںٹ کر لے گئے ہیں اور زائروں کو یعنی کہ ہم بیکس بے وارثوں کو لشکر عمر ابن سعد نے تازیانہ مارا کہ زیارت سے روکا ہے۔ بہر حال اولاد

جناب آدم میں دور شہر سے زیارت کے لیے کربلا وارد ہونے والوں میں جناب جابر بن عبد اللہ انصاری گوئے سبقت لے گئے۔ گویا رسم زیارت جناب جابر نے قائم کی ہے۔ اے شیعوں تم جس جگہ بھی ہو دور ہوں یا نزدیک۔ کربلا کی طرف رخ کر کے زیارت سیندا اللہ علیہ السلام پڑھا کرو تاکہ تمہارا شمار زائران امام حسین علیہ السلام میں ہو۔

شیعہان علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہر دور میں زیارت کے لیے کربلا معلیٰ جلتے رہے ہیں ادواب بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ لیکن بنی امیہ اور بنی عباس دونوں نے اہلبیت اطہار پر ظلم کئے۔ بنی امیہ نے خاندانہ رسالت کو تباہ و برباد کیا امام حسین اور ان کے عزیز و انصار کو قتل کیا اہلحرم کو اسیر کیا سید سجاد امام عصر کو طوق و زنجیر پہنائی تو بنی عباس نے بھی کوئی کمی نہیں اٹھا رکھی۔ بنی عباس میں متوکل ملعون نے قرام حسین علیہ السلام کا نشان مٹانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ مزار اقدس پر حل چلائے مگر حیوان امام کی حرمت جانتے تھے قبر پر آکر ٹھہر جاتے خواہ کتنا ہی ان کو مارا پیٹا جاتا مگر وہ ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھتے تھے متوکل نے نہر سے پانی قبر مبارک کی طرف جاری کیا مگر قبر مبارک پہنچ میں اور پانی چاروں طرف اعاطہ کئے ہوئے تھا۔ قبر محفوظ رہی۔ بنی امیہ اور بنی عباس دونوں ہی آل رسول کے دشمن رہے۔ بنی امیہ نے تیغ کے ذریعہ ان کو مٹایا اور بنی عباس نے قبور مبارک کے نشان مٹا کر ان کو ختم کرنا چاہا۔ مگر آل رسول نور خدا میں اور نور خدا ہوئے دین یعنی انسانی کوششوں سے نہیں سمجھ سکتا۔ جس چراغ کو خدا روشن کرے وہ کب بجھ سکتا ہے زیارت قبر حسین زندہ باد۔ کربلا پائندہ باد۔

تھا ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ آپ سورہے ہیں خواتین و جدت راحۃ المسلمین۔
 بخدا مشک سے بھی بہتر خوشبو آ رہی تھی۔ میں نے صرف اس بو سے اور صد بارک
 پر نظر ڈالی اپنا ہاتھ نہیں لگایا۔ قبر کو بند کیا اور اس کے بعد حضرت کی قبر کے ارد گرد ہل
 چلانے شروع کئے۔ ہر چند کوشش کی مگر یل قبر مبارک سے پاس جا کر ٹھہر جاتے
 اور پھر آگے نہیں بڑھتے تھے حتیٰ کہ میں نے ان کو ہست زد کو ب کیا مگر یل ایک
 قدم بھی آگے نہ بڑھے۔ میں غلاموں سے کہا کہ اس واقعہ کی کسی کو خبر نہ کرنا ورنہ متوکل
 ہمیں قتل کر دے گا کتاب امالی میں مرقم ہے کہ ابی عبد اللہ با قضاۃ کہتا
 ہے کہ عبد اللہ بن یحییٰ خاقان نے کہ میں ہارون معری کہ جو متوکل کے سرداروں اور
 امیروں میں سے ایک سردار تھا۔ اس کا گناہ تھ۔ ہارون معری کا بدلہ گوارا
 تھا مگر اس کے ہاتھ پاؤں اور چہرہ نہایت سیاہ تھا۔ اور ہمہ وقت اس کے موہنہ
 سے بدبو آتی تھی اور سیپ بکتی تھی۔ جب میں اس کا مقرب ہو گیا تو میں نے سوال
 کیا کہ تمہارے جسم کے بعض حصہ بالکل سیاہ اور موہنہ سے بدبو آتی ہے اس کا کیا سبب
 ہے۔ اس نے کہا کہ جب وہ مرض الموت میں مبتلا ہوا۔ پھر میں نے اس کے
 سامنے عہد کیا کہ میں اس واقعہ کو پوشیدہ رکھوں گا۔ تو اس نے مزید کہا کہ متوکل نے
 ابراہیم دیرج کے ہمراہ بھیجا تھا کہ کربلا جا کر قبر امام حسینؑ علیہ السلام کو تسکافہ کروں۔
 اور اس میں پانی بھروں جب میں نے چاہا کہ کربلا روانہ ہوں تو میں نے شب میں
 خواب میں دیکھا کہ حضرت رسول خدا فرماتے ہیں کہ اے ابو عبد اللہ۔ ابراہیم دیرج
 کے ہمراہ قبر حسین پر نہ جانا۔ اور جس کام کے لیے تجھے مقرر کیا ہے اس پر عمل نہ کرنا
 جب صبح ہوتی اور مجھے اپنے ساتھ لیجانے کے لیے ابراہیم دیرج نے لایچ وغیرہ
 دیا تو میں کربلا جانے کے لیے تیار ہو گیا اور کربلا پہنچ کر قبر امام حسینؑ کو تسکافہ کیا

حکایت ابراہیم دیرج

شیخ طوسی علیہ الرحمۃ امالی میں تحریر فرماتے ہیں کہ ابراہیم دیرج کہتا ہے کہ متوکل
 نے مجھے حکم دیا کہ کچھ غلاموں اور خادموں کو ہمراہ لے جا کر قبر حسین ابن علیؑ بر طرف کرو
 اور زمین بیلوں سے جوت کر زراعت کرو۔ اور ایک نامہ جعفر بن عمار کو لکھا
 کہ میں ابراہیم دیرج کو کربلا بھیج رہا ہوں کہ وہ قبر حسین ابن علیؑ پر ہل چلائے۔
 جعفر بن عمار کہ بلا کی بستی میں قاضی تھا۔ اس کو جب نامہ ملا تو اس نے میرے
 لیے زراعتی انتظام کر دیا۔ ابراہیم دیرج کہتا ہے کہ میں نے کربلا پہنچ کر قبر امام
 حسینؑ علیہ السلام کو کھودوں۔ چنانچہ میں نے مزدوروں کے ساتھ قبر امام حسینؑ
 کو کھودا تو اس قبر میں کچھ نہ ملا۔ یعنی جسد امام حسینؑ وہاں نہیں تھا بلکہ قرعہ خالی تھی
 وہ کہتا ہے کہ میں قاضی جعفر بن عمار کے پاس گیا اس کے استفسار پر سارا واقعہ
 بیان کیا اس نے کہا کہ قبر زیادہ گہری کھودو۔ میں واپس آیا اور بہت زیادہ گہری زمین
 کھودی مگر لاش مبارک نہیں ملی۔ قاضی جعفر نے متوکل کو خط لکھا اور واقعہ سے مطلع
 کیا۔ اور یہ بھی لکھا کہ قبر مظہر پر پانی رواں کیا گیا مگر پانی قبر مبارک کے چاروں طرف
 طواف کرنے لگا اور قبر محفوظ رہی۔ ابو علی غامی کہتا ہے کہ میں نے ابراہیم دیرج
 سے تنہائی میں سوال کیا کہ کربلا پہنچنے کے بعد تمہارے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا۔
 حقیقت حال سے مطلع کرو کہ تم نے وہاں کیا کیا اور کیا دیکھا۔ اس نے کہا کہ میں
 اپنے ایک خاص غلام کے ہمراہ قبر مبارک پر پہنچا۔ قبر کو تسکافہ کیا۔ ایک تازہ یوریا
 (پٹائی) دیکھا کہ وہ قبر میں پڑا تھا۔ اور جسد مبارک یعنی جسم امام حسینؑ اس پر پڑا تھا

جانے سے منع کرتے ہیں روکتے ہیں اور تیر مارتے ہیں۔ جب میں ان کے نزدیک گیا تو دیکھا کہ ایک گروہ فی الواقع موجود ہے میں نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ تم بھی تیر مارو۔ میرے غلاموں میں سے جس نے بھی تیران کی طرف پھینکا وہ تیر پلٹ کر غلام کے آگیا۔ اور وہیں وہ غلام بد انجام مر گیا۔ یہ واقعہ دیکھ کر مجھے دہشت طاری ہو گئی اور بخار ہو گیا جواب تک باقی ہے۔ میں نے اس وقت قبر مبارک سے تمام اسباب غارت گری اٹھالیا۔ اور اپنا قتل ہونا اور متوکل کے حکم کی مخالفت کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے ابراہیم دیرج سے کہا کہ اب تم متوکل کے شر سے بالکل محفوظ رہو۔ کیونکہ کل شب باعانت منقصر۔ متوکل مار گیا اور فی النذر ہو گیا ہے۔ دیرج نے کہا کہ میں اپنے بدن میں ایک ایسی حالت پاتا ہوں کہ زندگی کی امید نہیں ہے۔ راوی کہتا ہے کہ جب صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ ابراہیم دیرج واصل جہنم ہو گیا ہے۔

مؤلف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ وہ گروہ کہ جو قبر امام حسینؑ اور کارکنان متوکل کے درمیان ظاہر ہوا از قسم اجنۃ تھا۔ یا ملائکہ تھے کہ جو تیر امام حسینؑ کی محافظت کرتے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ اجنۃ ہوں کیونکہ زعفر جن کا قہر کے لیے استغاثہ امام حسینؑ پر آنا ثابت ہے مگر امام حسینؑ علیہ السلام نے نصرت کرنے سے روک دیا۔ اب زعفر جن نے اپنی فوج بھیج دی کہ جاؤ اور حفاظت قبر امام مظلوم کرو زیادہ ملائکہ کہ جو نصرت کے لیے نازل ہوئے تھے مگر امام حسینؑ نے ان کو بھی اجازت جہاد نہ دی پس بعد ملائکہ حفاظت قبر مطہر کے لیے آئے ہیں۔

اور چلا کہ متوکل کی فرمائش پر اکروں۔ کہ رات ہوگی میں نے پھر حضرت رسول خدا کو خواب میں دیکھا کہ حضور تشریف فرما ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں نے تجھ سے نہ کیا تھا کہ قبر حسینؑ کو غارت نہ کرنا۔ تو نے میرا کہنا نہ مانا۔ یہ فرما کر آنحضرتؐ نے ایک طایفہ موہنہ پر مارا۔ اور تھوک دیا۔ اس رات سے اب تک چہرہ وسیاہ ہے اور بدبو آتی ہے اور پیپ آتی ہے۔ اسی کتاب امالی میں یہ بھی مسطور ہے کہ فضل بن محمد بن عبدالمجید سے روایت ہے۔ کہ کہا میں ابراہیم دیرج کے بڑوس میں رہتا تھا ابراہیم دیرج۔ برمن موت قبل ہوا تو میں اس کی عیادت کو گیا۔ اس وقت اس کے پاس ایک طبیب بیٹھا تھا میں نے دیرج سے سوال کیا کہ کیا حال ہے اور تم کو کیا ہو گیا ہے۔ ابراہیم دیرج نے بوجہ موجودگی طبیب اس وقت کچھ جواب نہ دیا تھوڑی دیر میں طبیب چلا گیا تو اس نے کہا کہ مجھے متوکل نے حکم دیا کہ کربلا جا کر قرام حسینؑ علیہ السلام کو گناہتہ کروں۔ جسد مطہر کو باہر نکالوں اور قبر میں پانی چھوڑ دوں۔ اور قبر پر ہل چلا دوں۔ تاکہ نشان قبر مبارک مٹ جائے۔ ابراہیم دیرج کہتا ہے کہ میں کربلا گیا اور بہت سے غلام اور خادم اور بیلچہ وغیرہ لے گیا کہ قبر مبارک کو کھودوں اور متوکل کی فرمائش پر عمل کروں۔ میں کربلا پہنچا تو رات ہو گئی تھی لیکن میں نے مزدوروں سے کام لیا اور ان کو قبر کھودنے پر مامور کیا اور کہا کہ اس کے بعد ہل چلا دیں۔ اور تخم رانی کریں۔ میں چونکہ سفر کی وجہ سے تھکا ہوا تھا کہ رات کو میند آگئی۔ ناگاہ میرے کان میں شور و غل کی آواز آئی۔ غلاموں نے مجھے جگا دیا میں نے ان سے کہا اے تمہیں کیا ہو گیا۔ انہوں نے کہا ایک ایسا امر عجیب ظاہر ہوا ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی دوسرا واقعہ عجیب و غریب نہ ہوگا۔ غلام کہتے ہیں کہ ایک گروہ قبر امام حسینؑ علیہ السلام اور کارکنان متوکل کے درمیان ظاہر ہوا اور وہ لوگ ہمیں قبر مبارک کے پاس

زید مجنون اور بہلول کا برائے زیارت قبر امام حسینؑ

کربلا جانا

جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ متوکل ملعون نے اپنے غلاموں کو کربلا روانہ کیا کہ وہ قبر مطہر حضرت اید الشہداء علیہ السلام کو شکافتہ کر کے نہر علقمہ سے پانی کاٹ کر محو کر دیں۔ اور کس کو زیارت قبر سوز کے لیے نہ جانے دیں۔ یہ خبر زید مجنون کو بھی ہو گئی کہ متوکل قبر امام حسینؑ کے نشان کو مٹانا چاہتا ہے۔ زید مجنون دراصل صاحب عقل و فراست تھے ان کا دیوانگی سے کوئی تعلق نہ تھا۔ لیکن حقوق آل محمدؑ کی اشاعت اس طرح کہتے تھے کہ لوگ ان پر دیوانگی کا شبہ کرتے تھے۔ زید مجنون ان دنوں مصر میں تھے۔ وہاں سے بعزم زیارت قبر امام حسینؑ علیہ السلام عازم سفر کربلا معلق ہوئے۔ اور بعد طے منازل کو نہ پہنچے تو وہاں بہلول دانا کو دیکھا۔ زید مجنون بھی عقل و بصیرت رکھتے تھے جسم بصیرت سے دیکھ کر بہلول کو پہچان لیا اور بہلول نے کہا کہ تم نے مجھے کیسے پہچان لیا۔ حالانکہ تم نے مجھے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ زید نے کہا کہ ارواح کو آپس میں ربط و محبت ہے عالم ارواح میں جو لوگ ایک دوسرے سے دوستی کر چکے ہیں وہ دنیا میں بھی کسی نہ کسی عنوان پہچان لیتے ہیں۔ بہلول نے سوال کیا کہ تم یہاں کس کام سے آئے ہو۔ تمہارے پاس نہ زادراہ ہے اور نہ مرکب زید مجنون نے سن کر کہا کہ مجھے اس امر کی خبر ملی کہ متوکل شقی قبر امام حسینؑ کا نشان مٹانا چاہتا ہے اور اس نے اس کام کے لیے اپنے غلام کربلا بھیجے ہیں مجھے اس خبر نے انتہائی بے چین کر دیا ہے۔

گھر میں لگتا نہیں صحرائیں گھر تاپہ دل

آخر کا محبت حسینؑ میں عازم سفر ہوا اور یہاں تم سے ملاقات ہو گئی۔ بہلول نے کہا اچھا میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں دونوں کو قہر سے روانہ ہوئے اور وارد کربلا ہوئے جب مقتل میں پہنچے دیکھا کہ قبر امام حسینؑ کے چاروں طرف پانی بھرا ہوا ہے مگر قبر امام حسینؑ علیہ السلام بالکل محفوظ ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پانی اس خیال سے پانی پانی ہو گیا کہ حسینؑ تشنہ لب دنیا سے رخصت ہو گئے۔ پانی طواف کرنے لگا۔ اور حائر کے اندر ایک بوند تک نہیں گئی۔ اور قبر مبارک اس پانی میں بلند نظر آتی تھی جیسے چاند کے گرد ہالہ ہوتا ہے اس طرح قبر مطہر کے گرد اگر دپانی تھا جب زید مجنون اور بہلول نے یہ معجزہ مشاہدہ کیا تو کہنے لگے۔ یَزِيدُ وَنَ يَطْفُؤُا نَوْمًا اَللّٰهُ يَافُوْا اِهْلِيْہِمۡ وَيَاۤبٰى اَللّٰهُ اِلَّا اَنْ يُّنَيِّدَ نَوْمًا وَكَوْكَرَ اُنْكَافُوْا وَنَ ۝ (سورۃ التوبہ آیت ۲۷)

یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اپنے موہنہ سے پھونک مار کر خدا کے نور کو بجھا دیں اور خدا اس کے سوا کچھ مانتا ہی نہیں کہ اپنے نور کو پورا کر ہی کے رہے۔ اگرچہ کفار پر گراں گزرے۔ پس زید مجنون اور بہلول دانا کے یقین میں اور بھی زیادہ پختگی پیدا ہو گئی۔ اور متوکل کا غلام کہ جو قبر امام حسینؑ کو مٹانے کے لیے کو شان تھا اس کی نظر زید مجنون اور بہلول پر پڑی اس نے دریافت کیا اے شیخ کہاں سے آئے ہو۔ زید مجنون نے کہا کہ مصر سے آیا ہوں۔ اس نے پھر پوچھا کہ یہاں کیوں آئے ہو۔ اس لیے کہ متوکل کا حکم ہے کہ جو شخص قبر حسینؑ کی غرض سے یہاں آیا ہوں۔ اور مجھے اس درد نے یہاں پہنچایا ہے کہ متوکل قبر فرزند رسولؐ خدا مٹانا چاہتا ہے۔ پس وہ غلام زید کے قدموں پر گر پڑا کیونکہ وہ نشان قبر مٹانے سے عاجز ہو گیا تھا۔

اور کہنے لگا کہ مدقوں سے قبر مبارک کو مٹانے کی کوشش کر رہا ہوں مگر میں اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اس وقت زید مجنوں نے یہ اشعار پڑھے۔

تَالَهُ انْ كَانَتْ اَمِيَّةٌ قَدْ اَنْتَ قَتَلَ ابْنِ بَنْتٍ نَهِيَهَا مَظْلُومًا
فَلَقَدْ اَتَاهُ بَنُو اَمِيَّةٍ بِمِثْلِهِ هَذَا الْعَمَلُ قَبْرُهُ مَهْدٌ وَمَا
اَسْفَاوَانْ لَا يَكُونُ اَشَارًا كَوَا فِي قَتْلِهِ فَلْيَتَّقُوا رَبَّ مِثْمًا
یعنی کہ اگر بنی امیہ نے اولاد فاطمہؑ کو بے گناہ قتل کیا تو اولاد عباسؑ نے باوجودیکہ
پدری قرابتدار ہونے کے اولاد فاطمہؑ کی قبروں کو مٹانے کی کوشش کی ہیں۔ وہ
غلام بولا کہ اے شیخ آپ کی برکت سے میں نے ہدایت پائی اور میں اپنے
گزشتہ کئے پر پچھتا رہا ہوں اور توبہ کرتا ہوں متوکلؑ خواہ مجھے قتل کر دے یا اگل
میں جلا دے میں اس سے سارا حال ضرور بیان کر دوں گا چنانچہ وہ مرد مومن
متوکلؑ کے پاس گیا اور سارے واقعات کلمات و معجزات اس سے بیان کیا متوکلؑ
ملعون غضبناک ہوا اور اس کے قتل کا حکم دیا اور اس کے پیروں میں رہبان باندھ کر
بازاروں میں کھینچا گیا۔ اور پھر اس کو سولی پر لٹکایا گیا جب زید مجنوں کو اس کے
قتل ہو جانے کی خبر ملی تو زید مجنوں سامرہ (سُمرن رائے) گئے اور اس لاش کو
اٹھا لائے غسل و کفن کے بعد نماز جنازہ پڑھ کر اس کو دفن کر دیا۔ اور مین دن تک
اس کی قبر پر تلاوت قرآن مجید کی۔ جب میسران ہوا تو بہت زیادہ صراٹے
گریہ دیکھا سنی اور بکثرت مرد و عورت دیکھے کہ جو بال پریشان کئے ہوئے تھے
چہروں پر سیاہی ملے جنازہ کے ساتھ ساتھ ہیں زید کو یہ خیال ہوا کہ شاید متوکلؑ
مر گیا دیانت کرنے پر معلوم ہوا اس کی ایک کنیز جو اس کو بہت عزیز و جمعی مر گئی
اور اس کا جنازہ اس دھوم سے اٹھایا گیا ہے زید نے یہ سن کر کہ بلام کی طرف رخ

کیا اور کہا واحسرتاہ نعش مبارک حسینؑ تین دن تک بغیر گور و کفن پڑی رہی۔ اور
اس کنیز کو اسقدر اقسام سے دفن کیا گیا ہے پس زید مجنوں نے کربلا کی طرف رخ
کر کے فریاد کی واحسرتاہ فرزند رسولؐ کی نعش مبارک تین دن تک بے گور و کفن
فاک و خولی میں غلطان پڑی رہی۔ اور اس کنیز جثہ کے مرنے پر اسقدر اہتمام دفن
اور اسقدر گریم و بکا۔ پس زید مجنوں نے اس بارے میں اشعار نظم کئے۔ اور
ایک غلام کے ذریعہ متوکلؑ کو بھیجے۔ وہ اشعار یہ ہیں۔

اَيَحِثُّ بِاللَّطْفِ قَبْرُ الْحُسَيْنِ وَيَعْمُرُ قَبْرَ بَنِي الزَّانِيَةِ
لَعَلَّ الزَّمَانَ بِهِمْ قَدْ يَعُودُ وَيَأْتِي بَدْلَ وَلْتَهُمْ ثَانِيَةِ
اَللَّعْنُ لِلّٰهِ اَهْلُ الْفَسَادِ وَمِنْ يَا مِنَ الدِّيْنَةِ الْفَآئِيَةِ

ماحصل یہ ہے کہ قبر فرزند فاطمہؑ زہراؑ تو مٹائی جائے اور اس کنیز زانیہ کی قبر بنائی جائے
اور اہل فساد پر لعنت بھیجی۔ جب یہ اشعار متوکلؑ کی نظر سے گزرے تو بہت غضبناک
ہوا۔ اور زید مجنوں کو بلا کر بہت ڈرایا دھمکیا۔ زید نے اس کو بہت نصیحتیں کیں
مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا متوکلؑ نے زید سے کہا کہ تم ابو تراب کی مدح کرتے ہو اس
نے کہا کہ ابو تراب کی مدح تو رسولؐ خدا نے کی ہے اہل الوتراب کی مدح قرآن کریم
ہے۔ لیکن متوکلؑ نے زید کو زندان میں بھیج دیا جب رات ہوئی تو اس
ملعون نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص اس کے سر پرانے کھڑا ہے۔ اور متوکلؑ
کولات مار کر کہا اُمّھو اور زید کو قید سے رہا کر ورنہ میں تجھے ابھی قتل کر
دوں گا۔ پس وہ شقی خواب سے بیدار ہوا اور زید کو زندان سے بلایا اور
خلعت و انعام دے کر کہا کہ جو تمہاری حاجت ہو بیان کرو تاکہ میں اُسے پورا
کر دوں زید رحمۃ اللہ نے کہا کہ میری یہ حاجت ہے کہ تو مجھے اجازت دے کہ

قبر امام حسینؑ پر عداوت بنادوں اور توان کے زائرین زیارت سے منع نہ کر۔
متوکل نے کہا اچھا میں نے اجازت دی پس پس زید خوشحال اور نہایت مسرور
سادان باہر آئے اور شہر میں ندا کرتے تھے کہ جو شخص چاہے کہ وہ زیارت قبر
للم حسینؑ کو جائے وہ امان میں ہے۔

زید مجنوں کے تاثرات کو شاعر نے ان اشعار میں پیش کیا ہے

بر شام میرسد ہر لحظہ بویہ کربلا

دوہم ماند است یار دل آزدنی کربلا

تشنہ آب فرات اے اجل ہملت بدو

تا بگیرم در بغل قبر شہید کربلا

یعنی کہ میرے شام میں ہر لحظہ بویہ کربلا آتی ہے یعنی میرا دماغ خوشبو بویہ کربلا
سے بے باہوا اور اے دوستو میرے دل میں ازرونی زیارت کربلا ہے میں تشنہ
آب فرات ہوں اے اجل مجھے اتنی ہملت دے کہ میں قبر مطہر امام حسینؑ علیہ السلام
کو اپنی آغوش میں سکوں۔ پس اگر اے شیعو تمہارے دل میں جذبہ زیارت
روضہ امام حسینؑ علیہ السلام ہے تو انشاء اللہ زیارت نصیب ہوگی ورنہ بعد مردن
روح بکربلا پرواز کرے گی۔ اس آرزو میں سید الشہداء کو سلام کرو السلام علی البدن
السلیب۔

اہلبیتؑ اہل ہار کی وطن کو بازگشت

قال السيد في اللہوف ثم انفصلوا من كربلا طالبيين المدينة الحجاز
یعنی سید کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ شام سے اہلبیتؑ اہل ہار و اردو کربلا علی

ہوئے اور پھر چند روز قیام کرنے کے بعد مدینہ منورہ بازگشت کی۔ لیکن اہلبیت
اہل ہار کا یہ عالم تھا کہ جب مدینہ جانے کا تصور کرتے کبھی دربار اہی زیاد ملعون میں
جانیاد آتا اور کبھی دربار زید ملعون میں جانے کا تصور پیش نظر ہوتا اور خجالت محسوس
ہوتی کہ وطن میں کیوں کر موہنہ دکھلائیں گے۔ زنان مدینہ سوال کریں گی کہ زینبؑ
یہ شانوں میں رسن کے نشان کیسے ہیں۔ زینبؑ تم حسینؑ کو کربلا چھوڑ کر آئی ہو۔
تو میں کیا بخواب دوں گی۔ یہ تصور ساتھ ساتھ ہمسفر تھا جیسے مدینہ نزدیک ہو
رہا تھا زینبؑ خاتون کا منظر پر ہمارا تھا کہ مدینہ کے آثار نظر آنے لگے اس
وقت جناب ام کلثومؑ نے اپنے جد نامدار رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
اپنی اسیری و بربادی کو اس طرح ظاہر کیا کہ مدینہ سے خطاب کیا ہے

مدینۃ جدنا لا تقبلینا فبالحسرات والاحزان جشنا
الا فایکبر رسول اللہ عنا بانا قد فجعنا فی اخیتنا
وانا ما جالنا بالطف صرعی بلاراس وقد ذبحوا البنیینا
یعنی اے ہمارے جد نامدار، رسول مختار، صاحب لولاک کے مدینہ آج ہم
بیکسوں اور غم زدوں پر یہ احساس کر رہیں اندر آنے کو قبول نہ کر کہ ہم یہاں
حسرت و یاس کے ساتھ آئے ہیں۔ مقام اتھاف ہے کہ ہمیں مدینہ میں داخل
ہونا کیوں گوارا ہو۔ ایک دن وہ تھا کہ جب مدینہ سے نکلے ہیں تو سارا کینہ ہمارے
ساتھ اٹھا ہوا بنی ہاشم، فلک اہلبیت کے چاند رستارے تھے اور آج جب
کہ ہم مدینہ واپس آئے ہیں تو دوا حسرتانہ اکثر ہے نہ قابم ہیں اور نہ عباس ہیں۔
اے مدینہ رسول اللہؐ اپنے صاحب کو خبر کر دو۔ کیا رسول اللہؐ آپ کی بیٹیاں
بحالت زار واپس آئی ہیں سائے نانا کے شہر ہمارے نانا کو خبر کر دو کہ زینبؑ ام کلثومؑ

بھائی کو خاک کر بلا میں سلا کر آئی ہیں۔ کربلا آیا دہو گئی اور مدینہ تاراج ہو گیا نہ فرات کے کنارے ہمارے ساتھ جوان مارے گئے۔ ان کے سر بدنوں سے جدا کر دیئے گئے اور بھاری اولاد کو ذبح کر ڈالا۔ اب سوائے بیمار و ناتوان سید سجادؑ کوئی اہلبائی نہیں ہے۔

جناب زینب نے بزبان حال یہ مرثیہ پڑھا ہے
 اہی مدینہ خلم از تو قبوم منما
 خلم از بہر خد از تو رسول منما
 این نگوی تو کہ زینب ز کجای می
 با حسین رفتی و تنہا تو چرا می آئی
 از من زار نہی کہ علی اکبر کو
 قاسم و حضرت عباسؑ علی اصغر کو

یعنی کہ مدینہ میں شرمندہ ہوں تو مجھے قبول نہ کر اور بہر خدا مجھے رسول خدا کے پاس مت آنے دے اے مدینہ یہ نہ کہنا کہ اے زینب تو کہاں سے آئی ہے تو بغیر بھائی کے حسینؑ کو چھوڑ کر آئی ہے

خدر جننا منك بالاهلین جمعا

رجعنا لا رجال ولا بنینا

یعنی کہ وقت کو نبی ہمارا پورا خاندان ہمارے ساتھ مدینہ سے نکلا ہے اب آج میں مدینہ میں آئی ہوں تو نہ ہمارے بھائی ہیں اور نہ اولاد ہے ہمیں یہی خجالت کاٹی ہے کہ اٹھارہ بھائیوں والی بہن۔ کبھی شہزادی تھی۔ اور آج بیکسی کے عالم میں تنہا آئی ہے

و مولینا الحسینؑ لنا اتیس!

رجعنا والحسینؑ بہ رھینا!

بایراد رفتہ بے برادر آدم

تاج بر سر رفتہ بودم خاک بر سر آدم

اے مدینہ۔ میں بھائیوں کو لے کر گئی تھی۔ اور اب بھائیوں کو کھو کر آئی ہوں مدینہ سے نکلتے ہوئے زینب کے سر پہ تاج فخر و عزت تھا اور اب واپسی پر خاک پڑتی ہے۔ اب ہم رو تے پیٹے اور نومہ کنال آئے ہیں۔ داسیناہ داسیناہ۔

بساط سخن۔ در فتح مکہ

یہ ایک حقیقت ہے کہ سفر سے وطن کی طرف بازگشت موجب فرحت و سرور ہوتی ہے۔ اور یہ فطرت کا اہل فیصلہ ہے کہ مسافر اپنے وطن پہنچ کر خوشی محسوس کرتا ہے

جاد وطن از ملک سلیمان خوشتر

خار وطن از سنبل دیرجان خوشتر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے بحکم خدا ہجرت کی۔ آنحضرت کی نبوت کو تیرہ سال گزر چکے تھے۔ قریش کی عداوت زور دل پر تھی۔ بنی ہاشم کا بائیکاٹ ہو چکا تھا۔ مسلمانوں کو طرح طرح کی اذیتیں دی جا رہی تھیں ان اسباب مخالفانہ کی بنا پر آنحضرت نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی۔ مدینہ میں وہاں کے لوگوں نے خیر مقدم کیا ہر طرح کی آسائش دیتا ہو گئی۔ مگر پھر بھی آنحضرت کو وطن یعنی مکہ کی

یاد ناگزیر تھی۔ وطن کی یاد بہت دور تھا۔ سوچنا تھا کہ رمضان ۱۰۰ھ کو دس ہزار کی جمعیت سے رسول اللہ ﷺ سے بقصد فتح مکہ روانہ ہوئے۔ فتح مکہ کی آرزو کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ وہ آپ کا آبائی وطن تھا۔ عشاء کے وقت مرآۃ الظہران میں لشکر اسلام اترا۔ اور آنحضرت نے ایک ایک ہزار کی ایک ایک جماعت علیحدہ کر کے حکم دیا کہ آگ روشن کریں۔

اس شب ابوسفیان، بدیل بن ورقاء و حکیم بن جوام ایک جگہ بیٹھے ہوئے مصروف گفتگو تھے کہ ابوسفیان نے کہا اے دوستو دل چاہتا ہے کہ محرم میں گھوم پھر کے فرحت و سرور حاصل کریں۔

پس یہ لوگ اپنی جگہ سے اٹھے اور گھوڑوں پر سوار ہو کر صحرا کا رخ کیا۔ کہ سر پستہ مرآۃ الظہران پہنچے کہ جہاں لشکر اسلام فروکش تھا اور آگ روشن تھی ابوسفیان کی نظر اس طرف گئی دیکھا کہ جگہ جگہ آگ روشن ہے اس نے اندازہ کیا کہ کوئی لشکر پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے۔ اس کے ساتھیوں نے کہا کہ یہ قوم خزاعہ کا لشکر مطہم ہوتا ہے ابوسفیان نے کہا کہ قوم خزاعہ تو ذلیل تر اور کمزور ہے اس کے پاس اتنا عظیم لشکر کہاں سے آسکتا ہے یہ لوگ اپنی جگہ واپس آگئے اتفاق کی بات جناب عباس بن عبد المطلب اپنے لشکر سے باہر نکلے تھے کہ راستہ میں ابوسفیان سے ملاقات ہو گئی۔ عباس اس کو اپنے ہمراہ لے کر لشکر اسلام کی طرف لے آئے ابوسفیان اس وقت خالی ہاتھ تھا۔ از قسم السلمہ وغیرہ کچھ پاس نہ تھا۔ لیکن وہ اس وقت جناب عباس بن عبد المطلب کی پناہ میں تھا۔ اسی کو حضرت عمرؓ نے جو دیکھا تو موقع کو غنیمت سمجھ کر اس کی طرف بڑھے کہ اس کو قتل کر دیں۔ مگر جناب عباس نے کہا کہ اس کو میں نے اپنی امان میں لیا ہے۔ اور ابوسفیان

کو قتل نہ ہونے دیا۔ جناب عباس بن عبد المطلب اور ابوسفیان دونوں گھوڑوں پر سوار تھے۔ خدمت آنحضرتؐ میں پہنچے تھوڑی دیر میں حضرت عمرؓ بھی آگئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ موقع اچھا ہے ابوسفیان کو میں قتل کر دوں۔ عباس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اس کو اپنی امان میں لیا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے عباس اس کو اپنے ساتھ لیجاؤ صبح کو اپنے ہمراہ لے کر آنا، میں نے شب بھر کے لیے اس کو مہلت دی ہے۔ دوسرے دن صبح ہوتے ہی جناب عباس بن عبد المطلب۔ اس کو لے کر حاضر خدمت رسول خدا ہوئے۔ آنحضرتؐ نے اس سے فرمایا اے ابوسفیان کیا ابھی تک تیرے نزدیک اسلام لانے کا وقت نہیں آیا۔ کہ حضرت عمرؓ آگئے عباس نے کہا کہ جلدی سے مسلمان ہو جاؤ ورنہ عمرؓ تجھے قتل کر دے گا۔ ابوسفیان نے یہ سنتے ہی گھر آکر اپنی زبان پر کلمہ شہادت جلدی کیا اور کہا اشھدان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ اور مسلمانوں میں داخل ہو گیا۔ حالانکہ اس نے اسلام لانے سے پہلے آنحضرتؐ کو کافی عداوت پہنچائے تھے۔ مگر چونکہ وہ بدیع بن خدا مالین کے لیے رحمت ہے۔ آنحضرتؐ نے درگزر فرمایا۔ اور یحنا ابوسفیان کو جادامن قرار دے دیا۔ ارشاد فرمایا من دخل دار ابوسفیان فهو امن۔ یعنی کہ جو کوئی ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے اس کے امان ہے۔ اور آنحضرتؐ نے اس کو خلعت دیا۔ کتاب کنز الذاکرین میں ہے کہ ابوسفیان وہی خلعت ہیں کہ مکہ آیا ہے۔ اور ابوسفیان کے بعد وہ خلعت عید کے موقع پر اس کے فرزند معاویہ نے پہنا تھا تاکہ دوسرے مسلمانوں پر فخر کرے علاوہ ازیں وہ خلعت بہت قیمتی تھا۔ اور پھر معاویہ کے بعد یہی خلعت بنید کو ورنہ میں ملا اور اس ملعون نے وہ خلعت اس روز پہنا کہ جب آل رسول قیدی ہو کر

دربار یزید میں پہنچے ہیں اور سر پریدہ امام حسینؑ طشت طلا میں رکھا تھا اور یزید علیہ السلام کے ساتھ چوب دستی سے جسارت کر رہا تھا۔ و امصیتاہ۔ کہ فرزند رسولؐ خدا کے سر مطہر کے ساتھ یہ بے ادبی اور حسینؑ کے نانا کا عطا کردہ خلعت اس قابل کہ دربار میں پہن کر فخر کرے۔

آنحضرتؐ کی مدینہ منورہ سے وطن مالوف (مکہ)

تشریف آوری

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارہ ہزار کا لشکر جرار لے کر عازم مکہ معظمہ ہوئے اور منزل مراد النہران میں لشکر اسلام نے پڑاؤ ڈالا۔ اور عباس ابن عبدالمطلب کے خوف سے ابوسفیان مسلمان ہو گیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے عباس آج کی شب تم اس کو مہمان رکھو۔ آب و طعام سے نوازو۔ جناب عباس اس کھانپنے خیمہ میں لے گئے اور رات بھر شرکت اسلام کا تذکرہ کرتے رہے صبح ہوئی تو غلغلہ اذان سے فناء لشکر گونج گی۔ ابوسفیان نے عباس سے دریافت کیا کہ اے برادر یہ کیسا شور و غل ہے۔ عباس نے کہا کہ جب ہم نماز پنجگانہ پڑھتے ہیں تو پہلے اذان کہتے ہیں اس اذان کے ذریعہ مسلمانوں کو نماز کے لیے جمع کرتے ہیں اور پھر آنحضرتؐ کی اقتداء میں نماز پڑھتے ہیں اور اللہ کی عبادت کا فریضہ ادا کرتے ہیں نماز سے پہلے ہم وضو بھی کرتے ہیں۔ جب ابوسفیان نے آنحضرتؐ کا یہ جلال و شکوہ دیکھا تو خندہ پیشانی کے ساتھ عباسؓ نے کہا کہ میں نے کسی بادشاہ، قیصر و کسریٰ میں ایسا جاہ و جلال نہیں دیکھا کہ جیسا میرے جتھے محمدؐ میں

ہے اور اے ابوسفیان تو نے اچھی کچھ نہیں دیکھا ہے غرض کہ ابوسفیان آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مکہ جانے کے لیے اجازت طلب کی۔ آنحضرتؐ نے اس کو اجازت دی کہ مکہ جاسکتا ہے۔ جب ابوسفیان نے مکہ کا رخ کیا تو عباسؓ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا ایسا نہ ہو کہ ابوسفیان مکہ پہنچ کر مفاد اسلام کے خلاف کوئی تدبیر کرے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس کے عقب میں آدمی بھیجے جائیں۔ جہاں بھی ابوسفیان اس کا تعاقب کیا جائے۔ عباسؓ خود اس کے عقب میں روانہ ہوئے۔ اور اس کو جالیا۔ اور اس سے فرمایا ابوسفیان جیسے ہی ابوسفیان نے دیکھا تو قدرے اُسے بدگمانی ہوئی اور کہنے لگا کہ اے اہلبیت نبوت تم ہی ہاشم مکہ و مدینہ کرتے ہو۔ عباسؓ نے کہا کہ ہم بنی ہاشم نہ مکہ کرتے ہیں اور نہ مدینہ کرتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ تم ذرا توقف کرو جب تک کہ لشکر اسلام اسلحہ لیں ہو۔ تم دیکھتے کہ مشرکین آمادہ ہیں کہ لشکر اسلام کو تکلیف پہنچائیں۔ آنحضرتؐ جب حکم دیں گے تو یہاں سے روانہ بطرف مکہ ہوں گے اور اے ابوسفیان تم ہمارے ساتھ رہے گے۔ میں سب سے پہلے جو ابوسفیان تک پہنچا وہ خالد بن ولید تھا جو ایک ہزار فوجی دستہ کا سالار تھا۔ اس کی فوج کے دو علم تھے۔ ایک علم عباس بن مرداس کے پاس اور دوسرا کسی اور شخص کے پاس تھا جب ابوسفیان کی نظر اس لشکر پر پڑی وہ کانپنے لگا۔ عباسؓ نے دریافت کیا ابوسفیان کیوں کانپ رہے ہو۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ خالد بن ولید ہے اور یہ جماعت قبیلہ بنی سلیم سے ہے۔ اور جب خالد اس کے پاس سے گزرا تو اس کے لشکر نے تین مرتبہ اللہ اکبر کہا۔ اور مکہ کو روانہ ہو گئے۔ پھر اسی طرح زبیر بن العوام پانچ سو جوانان عرب کے ساتھ، ابوغفار تین ہزار جوانوں کے ساتھ۔ بنو کعب پانچ سو۔ سواروں کے ساتھ،

الوسقیان کے پاس سے گزرنے اور سب نے تین تین میں مرتبہ اللہ اکبر کہا۔ البقیان کی ہتھکیوں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ بعد قبیلہ مزینہ کہ اس کے ایک ہزار جوان تھے، قوم جہینہ، بنو لیت، بنو حمزہ، بنو سہم، قبیلہ اشجع کے لوگ تھے جو سب کے سب اسلحہ سے آراستہ تھے ان سب کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ نفس نفیس کی سواری نکلی۔ اسلحہ سے سچے ہوئے انصار و یاور ساتھ ساتھ تھے۔ اور لشکر اسلام کا علم۔ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کے دست فتح شبیم میں تھا۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر غصبا پر سوار تھے۔ اور سایہ علم حیدر دار آنحضرت کے سر مبارک پر سایہ نکلن تھا۔ الحاصل آنحضرت اس جاہ و جلال لشکری اور عظمت بنوقی، و مولت حیدری کے ساتھ داخل مکہ ہوئے۔ اور اس طرح فاتحانہ انداز میں اپنے وطن مالوف دکنہ معظمہ داخل ہوئے۔ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے اور خداوند عالم نے اٹھ سال پھر وطن مالوف داخل کیا۔ آنحضرت نے کعبہ و شتر غصبا پر سجدہ شکر ادا کیا مسلمانوں نے نعرہ بکیر ادا کیا۔ لیکن آنحضرت پر گریہ لاری ہو گیا۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا کہ علیؑ کی جان آپ پر قربان۔ گریہ کسی لیے طاری ہوا ہے یہ وقت سرور ہے نہ کہ وقت گریہ فرمایا اے علیؑ اس وقت مجھے مکہ سے ہجرت کرنا یاد آگیا۔ اور اب میں بازگشت دیکھ رہا ہوں خدا کا شکر ہے کہ ہم نے اس شان و شوکت کے ساتھ مراجعت کی ہے۔ دل چاہتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سوال کرو یا رسول اللہ آپ اپنے وطن تشریف لائے تو اس شان و شوکت کے ساتھ اور آپ کی بیٹیاں زینب و ام کلثوم شام کی قید سے رہا ہو کہ مدینہ واپس آئی ہیں تو اس شان سے کہ بیسویں کے شانوں پر رس کے نشان تھے۔ سیاہ لباس پہنے ہوئے تھیں۔ اور وحیدانہ کی مدائیں بند ہو رہی تھیں۔ اس وقت

یہ حالت تھی

آج قبر مصطفیٰ پر ایک ہجوم عام ہے
اگلی زینب مدینہ میں یا کھرام ہے

— اسیران اہلبیت اہلہار کا شام سے رہائی کے بعد —

مدینہ پہنچنا

جب اسیران اہلبیت اہلہار شام سے رہا ہو کہ مدینہ پہنچے تو فضا مدینہ گریہ و زاری کی صداؤں سے گونج رہی تھی اور جناب ام کلثوم کی زبان پر یہ توجہ تھا
مدینہ جدنا لا تقبلینا
فبا حسرات والاذان جثنا

اے ہمارے ناناکے شہر اے ہمارے وطن مالوف۔ ہم تو حسینؑ کی لاگ خاک سلا کر آئے ہیں۔ یہاں سے گئے ہیں تو مجھے یاد ہو گا کہ ہماری کیا شان تھی اور اب ہم کینہ ہوئے یہاں آئے ہیں۔ اے مدینہ ہم مدینہ میں رہنے کے لائق نہیں رہے بنی ہاشم جب عباس کو دریافت کریں گے تو ہم کیا جواب دیں گے درگاہی کو ہم کیوں کر موہنے دکھائیں گے۔ فاطمہؑ مغریٰ، حسینؑ کی ایک بیٹی جو مدینہ میں روگئی تھی جب سوال کرے گی کہ بھتیجا علیؑ کہاں ہیں تو زینبؑ کیا جواب دے گی۔ غرض کہ قافلہ اسیران اہلبیت اہلہار۔ بعد آہ و بکا قریب شہر مدینہ پہنچا اور شہر کے اندر دیکھنے اس وقت قریب مدینہ سید سجاد علیہ السلام اپنی سواری سے اترے اور مکہ دیا کہ اس مکیہ خیمہ نصب کئے جائیں۔ خیام نصب ہوئے اور مخدرات اپنی

سواری سے اتریں اور داخل خیمہ ہوئیں۔ حضرت سید سجادؑ نے بشیر ابن جذلم کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ غلام تیرے باپ پر رحمت کرے وہ اشعار کہتا تھا کیا تجھے بھی اشعار انشاء کرنا آتا ہے اس نے کہا اے مولیٰ و آقا میں بھی شاعر ہوں آپ نے فرمایا اچھا شہر میں جاؤ اور ہمارے آنے کی خبر کرو۔ بشیر گھوڑے پر سوار ہوا شال عزرا گلی میں ڈالے ہوئے، سر برہنہ کئے ہوئے شہر میں داخل ہوا۔ اور باواز بلند گریاں نکال کر کیا

یا اہل یثرب لا مقام لکم قتل الحسین وادعی مدار
حسین را در غری سیریند تن پاکش بخاک و خون کشیدند
الجسم منہ بکبر بلا مضرج والراس منہ علی القفا دیدار
تمنش در کربلا عسیران فتادہ
سرش بر نیزہ ہائی کیں تہادہ

یعنی کہ۔ اہل مدینہ اب مدینہ منہنے کے قابل نہیں رہا۔ حسین قتل کر دیئے گئے جنون حسین بہہ گیا اور لاش جلاک خاک و خون میں غلطان پڑی رہی۔ اور آپ کا سر مبارک گردن سے جدا کر کے نیزہ پر بلند کیا گیا۔ جب اہل مدینہ نے یہ خبر محنت اثر سنی۔ تو عورت و مرد دوڑتے پیٹے گھروں سے نکل پڑے۔ احسانہ کی آوازیں بلند ہو گئیں لوگوں نے دریافت کیا کہ تم کہاں سے آئے ہو بشیر نے کہا اے لوگو جلدی کرو کربلائی لوگ آگئے ہیں۔ وھذا علی بن الحسین مع عیالہ وخواۃ فدخلوا ہذا حاکم۔ کہ یہ امام زین العابدین علیہ السلام ہیں کہ پھو پھیول۔ اور ہمنوں سمیت تمہارے شہر کے باہر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اور مجھے امام زین العابدین نے بھیجا ہے کہ قتل امام حسین کی سنانی پہنچاؤں۔ سید کتاب لہوف میں فرماتے ہیں

کہ ہمارا جو انصار اور بنی ہاشم سب روتے ہوئے گھروں سے نکل پڑے۔ فھا بقیت فی المذینۃ محاذۃ ولا محجۃ الا برون من حد و دھن مکشوفۃ شعورہن مخمستۃ وجوہہن صنادبات خدودہن یدعون بالمولیٰ والتبوء۔ کہ مدینہ میں ایک زن مخدرہ بھی ایسی نہ تھی کہ جو گھر سے باہر نہ نکل آئی۔ بشیر کہتا ہے کہ میں نے ایک جوان عورت کو دیکھا کہ وہ میری طرف متوجہ ہوئی اور سوال کیا اے مرد کیا چیز ہے کہ جو میں سنا رہا ہے اور ہمارے غم کو تازہ کر دیا ہے۔ کیا تو خبر مرگ سلطان حجاز لایا ہے۔ تو نے ہمارے دل زخمی کر دیئے بشیر ابن جذلم نے کہا کہ میں بشیر ابن جذلم ہوں اور امام زین العابدین علیہ السلام نے مجھے حکم دیا ہے کہ خبر قتل امام حسینؑ دول اور امام زین العابدین نبی علیہ السلام مدینہ کے نزدیک فلاں جگہ فروش ہیں پس جیسے ہی یہ سنا تمام مرد و زن نے مدینہ کے دروازہ کا رخ کیا۔ اور ہا حسینؑ ہا حسینؑ کرتے ہوئے اس جگہ پہنچے کہ جہاں امام زین العابدین تشریف فرما تھے۔ زنان مدینہ جناب زینبؑ کی خدمت میں روتی ہوئی آس اور احوال کربلا پوچھا۔ زینبؑ بیکس حالات بیان کرتی رہیں اور عورتوں میں کہہ لیں برپا ہوتا رہا کیونکہ عوات گرہ در گرہ آ رہی تھیں۔ اور قافلہ دختر امام حسینؑ نے جب یہ سنا کہ کربلا کا قافلہ مدینہ پہنچ گیا ہے تو اپنے ام نعمان اور جناب ام سلمہؑ کو بلایا ہے

جیدہ بیا کہ کوکب بختم سرامدہ
ایام وصل گشتہ بجران سرامدہ

کہ لے نانی اماں جلدی آئے کہ میرے بخت نے یاوری کی جن کی یاد تریا کرتی تھی وہ آگئے ہیں۔ کنیزوں کو حکم دیا کہ مکان کا دروازہ کھول دے بانی کا چہرہ کا ذکر ہے او مکان کو صاف کرے۔ فرش پھیلایا جائے کبھی عالم تصور میں علی اکبر کی آمد کا خیال کرتی

اتحاد و خیزان وہ اپنے گھر سے نکلی کہ استقبال کرے۔ لیکن وہاں تو عالم ہی
دوسرا تھا بشیر کتابے کہ جب مردوزن مدینہ اسیران کربلا کے استقبال کے لیے مد
دروازہ مدینہ پر پہنچے دیکھا کہ ایک طفل کھڑا ہوا رو رہا ہے۔ اس نے بشیر سے کہا
کہ قدار یہ بتلا کہ عباس بن علی بھی آئے ہیں بشیر نے سوال کیا اے صاحبزادہ تم کس
کے فرزند ہو۔ اس نے کہا کہ میں عباس کا فرزند ہوں اگر وہ آئے ہیں تو میں باس ناخو
ہم نہ کر استقبال کروں گا۔ بشیر کتابے کہ جب اس نے ہمت اصرار کیا تو میں نے
کہا کہ جاؤ سیاہ لباس پہن کر آؤ عباس قتل ہو گئے۔ غرض کہ اہل مدینہ جمع ہو گئے
تو حضرت سید سجاد نے حکم دیا کہ کسی بھائی جانے۔ آپ اپنے خیمہ سے باہر
آئے سارے کرسی پر بیٹھ گئے۔ آنکھوں میں آنسو اور لبوں پر آہ۔ جگر پر قابو نہیں
پھر بھی فرمایا اے لوگوں سنو میں تمہیں داستان کربلا سنا رہا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نے
حمد و ثنائے الہی ادا کی اپنے جد رسول خدا پر درود و سلام بھیجا اور پھر فرمایا کہ اہلبیت
پیغمبر کی مصیبتیں عظیم ہیں ان کا امتحان عظیم ہے سنو کہ ہم پر کیا کوفہ اور شام
میں کیا کچھ نہ گزر گیا سبلا حسینؑ شہید ہو گئے۔ چچا، بھائی۔ سب مارے گئے۔ جہو
گئی کہ چھو بھی زینبؑ اور ابیہم اسیر ہوئے اور سب اسیر ایک ہی رس میں بندھے
ہوئے تھے وارد ہوا ہے کہ اس مجمع میں موصی بن معصوم موجود تھے عرض
کیا اے فرزند شہید کربلا۔ جب تمہارے پدر بزرگوار نے سفر عراق اختیار کیا
ہے تو میں اس وقت میں طبل تھا اور چلنے پھرنے کے قابل نہ تھا۔ درتہ میں
حسینؑ بن علیؑ کے ہمراہ ہو کر شہید ہوتا۔ اب میری اور اس سارے مجمع کی
یہ التماس ہے کہ آپ اور اہلبیت داخل شہر ہوں اور حبی گھروں میں قفل لگے
ہوئے تھے پھر آباد ہوں۔ پس اسیران کربلا نے شہر مدینہ میں داخل ہونے کا

عزم کیا۔ اس وقت پاروں طرف لوگ روتے پیٹتے چل رہے تھے اور درمیان
میں اسیران کربلا تھے گویا بحر شہادت حسینؑ سو گواروں کا یہ پہلا جلوس عزت تھا۔
اور ان کا یہ نومرہ تھا۔ حسینؑ و احسینؑ و اشعیاؑ و شہیدؑ و شہیدؑ
ہلموا! انھک مقتولا بکتہ ملائکہ۔ الالہ من السماء۔

حسینؑ و احسینؑ و احسینؑ

تمام مردوزن ہا حسینؑ ہا حسینؑ کہہ رہے تھے سرور سینہ پیٹ رہے تھے کہ یہ
قافلہ مسجد نبویؐ پہنچا اہلرم داخل روضہ رسولؐ خدا ہوئے اور حضرت زینبؑ علیا
حرم رسولؐ خدا کے نزدیک پہنچیں۔ اور قبر رسولؐ پر گرا دیا اور عرض کیا اے جدنا مار
قتلوا ولدك الحسينؑ۔ اے رسولؐ خدا تمہارا فرزند حسینؑ قتل ہو گیا۔

الایا حدنا قتلوا حسینؑ ولہیرعوا جناب اللہ فینا

لقد همتکوا النساء وحملوها علی الاقطاب قہراً جمیعنا

پس حضرت زینبؑ خاتون کے اس نومرہ سے حرم رسولؐ خدا میں کہرام برپا ہو گیا۔

جناب زینبؑ خاتون نے عرض کیا یا جدہ الایک المشتکی ممداریت بالکشا من

الکشا۔ اے نانا جان آپ کی امت نے آپ کے بعد ہمیں نشانہ ظلم و ستم بنایا۔

ہمیں اسیر کے شام لے گئے۔ ہمیں تازیانے مارے گئے۔ اے نانا جان اب

زینبؑ بھائیوں کو کھو کر یہاں آئی ہے لالعة اللہ علی القوم الظالمین۔

وارد ہوا ہے کہ پھر حضرت زینبؑ اپنی مال کی قبر پر گئیں جیسے ہی مال کی قبر پر نظر

پڑی۔ غش کھا کہ گر پڑیں اور بعد اٹھیں اور فرمایا کہ اہل جان میں کربلا سے ایک

نشانی لائی ہوں وہ حسینؑ کا خون بھرا کرتہ ہے۔ اور پھر ام کلثومؑ نے نومرہ پڑھا کہ

اے اہل جان میرا سلام قبول ہو۔ اہل ذرا قبر سے نکل کر دیکھو کہ آپ کی بیٹیوں

شائوں میں رسن کے نشان ہیں۔

صاحب مخزن ایسا لکھتے ہیں کہ اسی اثنا میں عورت ہی شور مٹا کر بلند ہوا۔ دیکھا کہ ام المؤمنین ام سلمہ زود بہ رسول خدا خون آلودہ شیشی ہاتھ میں لیے ہوئے اور ان کے ہمراہ دختر امام حسین فاطمہ صغریٰ آئیں۔ جب ان کی نظریں زینب دلم کلام پر پڑیں، ہا حسین کہا اور بے ہوش ہو گئیں خصوصاً دختر امام حسین پر عجب انطراب طاری تھا۔ کبھی بابا کی یاد کبھی بھتیجا علی اکبر کو یاد کر کے نوہ کرتی تھی۔

حضرت سید سجاد سے محمد حنیفہ ابن علی مرتضیٰ اعلیٰ

ملاقات

کتاب مخزن ایسا لکھتا ہے کہ جب اہل مدینہ کو بشیر ابن جہلم نے اسیران کو بلا کر آمد خبر دی کہ اہلبیت اطہار شام کے زندان سے رہا کر مدینہ آگئے ہیں اور شہر سے کچھ فاصلہ پر امام زین العابدین علیہ السلام خیمہ زن ہیں اس خبر کے سنتے ہی بنی ہاشم کے مرد و زن میں شور مٹا کر پراپا ہو گیا۔ یہ خیر جناب محمد حنیفہ پسر امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کے گوش زد ہوئی۔ اپنی جگہ سے اٹھے۔ گھوڑے پر سوار ہوئے اب جب کہ باہر نکلے دیکھا کہ تمام مرد و زن مدینہ سرول پر خاک ڈالے ہوئے ہیں۔ آہ و زاری کر رہے ہیں شور مچا رہے ہیں۔ سالار مدینہ سوگوار معلوم ہوتا ہے روضہ رسول خدا پر اسی ہے قبر فاطمہ بنت البقیع میں زینب کی بیگم پر دروہی ہے۔ سیاہ علم کیے لیے ہوئے ہیں۔ آپ گھوڑے سے بے تابانہ اترے سید سجاد علیہ السلام کو خبر ہوئی کہ عم نامدار محمد حنیفہ آکر ہے میں۔ بیمار کہ بلا بھی خود اپنے خیمہ سے باہر نکلے کہ ان کا

استقبال کریں۔ دیکھا کہ محمد حنیفہ غش میں پڑے ہوئے ہیں آپ ان کے سر ملنے پہنچے اور ان کا سر اپنی گود میں لے لیا۔ محمد حنیفہ نے آنکھیں کھولیں یتیم بھتیجے کو دیکھا۔ حسرت کی تصویر نگاہوں میں بھر گئی۔ آہ سرد دل سے کھینچی اور فرمایا یا بنی، میرے بھائی حسین کہاں ہیں۔ میرے سر کا تاج کہاں ہے آہ میں بے حسین ہو گیا اور زندہ ہوں۔ سجاد میری بہن زینب کہاں ہیں۔ سید سجاد پر سکتہ کا عالم طاری ہو گیا کیسے فرمائیں کہ حسین مارے گئے۔ ایک دیہری سارا گھر تباہ ہو گیا۔

بھائی بھتیجے، چچا انصار واقعہ سب قتل ہو گئے زینب اسیر ہو گئی۔ بچے چپا کس طرح عزن کر دیں میرے گلے میں طوق اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں پاؤں میں بیڑیاں تھیں۔ اور کچھ بھی زینب اور سب مخدرات کا سر کھلا تھا اور ہم اسیر ہو کر ان زیاد ملعون کے دربار میں گئے اور دربار یزید میں اہل محرم کھڑے رہے۔ یہ بھی روایت میں ہے کہ جناب محمد حنیفہ نے سید سجاد کی گردن میں باہیں ڈالیں۔ تو آپ نے فرمایا چچا جان گردن میں طوق گرانا ہر کی وجہ سے زخم پڑ گیا ہے۔ بعد آپ اپنی بہنوں کے پاس گئے۔ جیسے آپ کی نگاہ زینب تفتیدہ جگر پر پڑی۔ آپ پہچان نہ سکے کہ یہ زینب ہیں۔ صرف اتنا کہا انت اختی، کیا تو ہی میری بہن زینب زبان حال سے آتا کہا ہے

اگر تو زینبی پس کو حسرت

اگر تو زینبی کو نور عینت

حضرت زینب نے فرمایا ہے

سین داد غریبی سر بریدند

تن پاکش بجاک و خون کشیدند

مختصر یہ ہے کہ جناب محمد حنفیہ اس واقعہ کے بعد تین دن تک گھر میں رہے اور باہر نہیں نکلے۔ تین دن گزرنے کے بعد گھوڑے پر سوار ہوئے اور صحرا کی طرف چلے گئے۔ وقت تک کے لیے کہ جناب مختار نے خروج کیا۔ اللعنة الله على القوم الظالمین۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا نعتان قافلہ سالار کو رخصت کرنا

صاحب مخزن الیکتا تحریر فرماتے ہیں کہ نعتان بن بشیر کہ جو شام سے روانگی کے وقت سے قافلہ سالار تھا اور اس نے اہلبیت اطہار کو بغیر کسی رحمت و اذیت مدینہ پہنچایا چنانچہ تین دن تک مدینہ میں مجالس عزاء امام حسینؑ منعقد ہوتی رہیں اور نو روزہ ماتم برپا رہا۔ لیکن اہلبیت اطہار نے نو شبانہ روز صف عزاء امام حسینؑ پہنچائی اور شہیدان کو پر گریہ و بکا ہوتا رہا کہ نعتان قافلہ سالار حضرت سید سجاد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اذن مراجعت طلب کیا۔ بروایت اخبار الدول جب قافلہ سالار نے اذن رخصت طلب کیا۔ تو حضرت سید سجاد علیہ السلام نے اپنی پھوپھی حضرت زینب خاتون سے فرمایا کہ نعتان قافلہ سالار اب واپس جانا چاہتا ہے اس کو رخصت کریں اور اس کو اس کی رحمت سفر پر بطور تحفہ کچھ احسان بھی کریں۔ فصول المہمہ لکھتے ہیں کہ حضرت زینب خاتون نے فرمایا کہ اے بیٹا سجاد اب ہمارے پاس نہ مال و زر ہے نہ زیوریں دو عدد دینا تو دو عدد یاقوت اور نخل پام میں حضرت زینب خاتون نے یہ تمام چیزیں ایک کتیز کو دیں کہ وہ قافلہ سالار کو ہمدی طرف سے بطور استحسان پیش کرے۔ اور اس سے

عذر کرے کہ اگر اس سے زائد کچھ ہوتا تو ہم ضرور دیتے۔ بروایت فصول قافلہ سالار نے بعد زیورات قبول کئے بلکہ عرض کیا کہ میری طرف سے مخدرات اہلبیت سے کہو کہ میں نے خوشنودی خدا و رسول کے لیے آپ لوگوں کی خدمت کی ہے البتہ میری ایک خواہش ہے اور وہ یہ ہے کہ میدان حشر میں آپ میری سفارش کریں پس نعمان اہلبیت اطہار سے رخصت ہوا۔

مدینہ میں صف عزاء امام حسینؑ علیہ السلام

اسیران آل محمد نے مدینہ پہنچ کر بروایت تین دن تک صف عزاء امام حسینؑ پہنچائی اور عورات مدینہ جوق در جوق پر سہ دینے آتی رہیں۔ مردان مدینہ امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس پر سہ دینے آتے اور کربلا کے حالات سنتے تھے۔ پوری فضا فضا مدینہ سو گوار تھی۔ بعد اسیران آل محمد اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ ویران گھر آباد ہوئے مگر شہید ہونے والوں کی یاد تڑپاتی رہی۔

علامہ محبیؒ بحوالہ میں رقمطراز ہیں کہ داہدی للکلبیۃ جہا لتسعین بھا علی ماتم الحسین۔ ایک روز کسی نے حضرت امام حسینؑ کے مکان میں آپ کی زوجہ ام بیاب کے لیے مرغ بریان بھیجا۔ جناب ام ارباب نے فرمایا کہ نانی عرس۔ یعنی کہ گھر خوشی کا گھر نہیں ہے نہ خانہ عروسی ہے۔ خانہ بیضا صاحب ہے یعنی اس گھر کا مالک کربلا میں مقتول ہے آپ نے بریان مرغ قبول نہیں کیا۔ وہ مرغ بریان چلا گیا یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آسمان پر چلا گیا یا زمین میں قریب قریب چھ سات سال تک اہلبیت اطہار کے گھروں سے دھواں بلند نہیں ہوا۔ اور عمدہ غذا نہیں

یکایک ٹھنڈ پانی اسقدر دیا کرتے تھے کہ پانی میں آنک مل جاتے تھے اور پھر چپانی پھینک دیتے تھے حضرت سید سجاد علیہ السلام ہمہ وقت امام حسینؑ کو یاد کر کے روتے تھے۔ فرماتے تھے یا اباہ و اسفاہ لقتلک - کبھی فرماتے کہ ہائے بیا تمہیں پیسا شہید کیا۔ ایک مرتبہ آپ کے ایک آزاد غلام نے عرض کیا مولیٰ کی تک روئے گا۔ آپ کا حزن و اندوہ پڑھتا جا رہا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اے غلام یعقوب پیغمبر کے بارہ فرزند تھے۔ ایک ان میں سے نظروں سے پوشیدہ ہو گیا تھا۔ آپ اسقدر روئے کہ حزن و ملال کا اثر آپ کی بینائی پر پڑا۔ میں کوئی نذر و دل میرے سامنے میرے پدر بزرگوار امام حسینؑ اور اٹھارہ ہاشمی جوان کہ جن کا مثل و نظیر نہ تھا دھپہر میں قتل کر دیئے گئے۔ مصعبہ کہتا ہے کہ واقعہ کربلا کے چند سال بعد میں حضرت سید سجاد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ آپ سجادہ عبادت پر ہیں اور سر مبارک سجود میں ہے لیکن آپ اپنا ایک پاؤں دوسرے پر رکھنے میں کبھی بدل دیتے ہیں۔ میں نے عرض کیا فرزند رسولؐ ایسا کیوں ہے آپ نے عبا کا ماسن ہٹایا دیکھا کہ آپ کی پٹیلیاں زنجی ہیں اور ان پر زنجیروں کے نشان ابھی تک باقی ہیں۔ اور زنجوں کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے امام زین العابدین علیہ السلام پر ہی کیا منحصر ہے بلکہ تمام اہلبیتؑ اظہار رسن بستہ تھے زیارت ناحیہ میں وارد ہوا ہے وایدیہم مغلولۃ علی الاعناق - کراں کے ہاتھ پیرس گردن سے بندھے ہوئے تھے۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ حبیب مختار علیہ الرحمۃ نے عمر بن سعد اور حویر بن کاهل اسدی ملعون کے سر امام زین العابدین علیہ السلام کی تندر کئے جو عرب اہلبیتؑ اہل ہمارے سوگ اٹھایا ہے۔ عورات نے بالوں میں لگی کی ہے۔

تحقیق در بارہ دفن سر بریدہ امام حسین علیہ السلام

اہل خیر و شیر میں دفن سر بریدہ امام حسین علیہ السلام کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے بعض محققین کہتے ہیں کہ یزید ملعون نے چند روز سر مطہر امام حسینؑ صمدی دروازہ پر اور زنان رکھا بعد حکم دیا کہ اسے خزانہ میں محفوظ رکھا جائے۔ وہ خزانہ۔ خزانہ بنی امیہ تھا یہاں تک کہ سلیمان عبدالملک کے زمانہ آیا اور اس زمانہ تک سر مطہر خزانہ میں رہا نہ سر مبارک کی سانگی میں فرق آیا اور یہ خوشبو و رنگ میں فرق آیا۔ ہنوز سر مطہر معطو خوشبو خیر تھا۔

سلیمان عبدالملک نے حکم دیا کہ سر مطہر امام حسینؑ کو ایک چھوٹے صندوق میں رکھا جائے چنانچہ سر مطہر صندوق میں رکھا گیا۔ پاکیزہ خوشبو اس پر لگائی گئی اس پر ڈالایا اور مسلمانوں کے قبرستان میں اعزاز و اکرام کے ساتھ دفن کیا گیا جب زمانہ عربی عبدالعزیز آیا اور وہ سر مطہر کے حالات سے باخبر ہوا۔ اس نے حکم دیا کہ وہ جگہ کجہاں سر مطہر دفن ہے کھودی جائے۔ چنانچہ قبر سے صندوق نکالا گیا دیکھا کہ سر مطہر اسی طرح ہے کوئی تفریق نہیں ہوا ہے کہتے ہیں کہ اس نے وہ سر مبارک کربلا بھیجا۔ اور وہاں دفن کیا گیا۔

منصور بن جہور سے روایت ہے کہ میں یزید بن معاویہ کے خزانہ میں گیا دیکھا کہ سر امام حسینؑ رکھا ہوا ہے اور خوشبو سے فہک رہا ہے۔ رنگ خضاب ریش مبارک نمایاں ہے۔ میں نے اپنے غلام سے کہا کہ کپڑا لاؤ تاکہ سر مبارک کو دفن کر دوں۔ چنانچہ اس نے قیمتی کفن دے کر سر مبارک کو بڑے سوم کے نزدیک بجانب شرقی دفن

کیا۔ اہل مصر کی ایک جماعت کہتی ہے کہ شہر ماحانی میں مہشہ اس کے نام سے ایک جگہ مشہور ہے کہتے ہیں کہ وہاں سر مبارک امام حسین علیہ السلام دفن ہے اور مخصوص شب ہمارے ہیکر میں لوگ جوق در جوق زیارت کے لیے آتے رہتے ہیں۔ بعض علماء بیان کرتے ہیں کہ یزید کے سامنے سر امام حسین طشت میں رکھا ہوا تھا اور وہ ملعون شراب پینے میں مصروف تھا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر مطہر کو لے گئے اس طرح سر مبارک دربار سے غائب ہو گیا۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ سر امام حسین حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی قبر مبارک کے نزدیک دفن کیا گیا ہے اور شیعہ حضرات کا عقیدہ و عمل اس بات پر ہے کہ سر مطہر امام حسین علیہ السلام کو بعد طواف قبر امیر المومنین علیہ السلام حضرت امام حسین کے بدن مبارک سے ملحق کر کے کربلا میں دفن کیا گیا۔ یہ ہی حق بات ہے علامہ مجلسی کتاب بحار میں تحریر فرماتے ہیں کہ جیسے سر مطہر امام حسین وارد مدینہ کیا گیا چاروں طرف شور مچا دیا گیا و بکا بلند ہوا اس وقت اہل مدینہ نے یہ آواز سنی کہ دوسرے یہ تھے اور دونوں سر امام حسین کھلاتے تھے کہ ان شخصوں پر مرتب لگی جیسی قتل ہوئے اور ان کے قتل سے حکومت یزید بظاہر مستحکم ہوئی۔ ثم اخذ بیدہ قتیبا فجعل ینکت وجہہ ویقول پس مردان ملعون نے اس سر منور پر چوب دستی ماری۔ اور کہا کہ شکست پائی اور کہا کہ یزید نے بھی ایسا ظلم نہیں کیا تھا۔ اس وقت میں حاکم مدینہ عمر سعید تھا وہ منبر پر گیا اور اس نے لوگوں سے کہا کچھ خبر ہے کہ امام حسین قتل کر دیئے گئے اور آج اہل و عیال امام حسین واپس آئے ہیں اور لوگوں نے سر امام حسین دیکھا دیکھا تو گریہ و زاری کا شور بلند ہوا۔ اس نے کہا کہ کاش یہ سر مبارک مردان ملعون کو نہ ملتا اور اس کی بے حرمتی نہ ہوتی پہلے سے پاس یہ سر مبارک ہوتا تو میں اس کو

قبرستان بقیع میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی قبر کے نزد دفن کرنا۔ الا لعنة الله على القوم الظالمین۔

مؤلف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ شکر ہے کہ کتاب مستطاب ریاض القدس السی بحدائق الانس پایہ تکمیل کو پہنچ کر زیور طبع سے آراستہ ہو گئی علمتس ہوں کہ کہ مومنین کرام کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد سورۃ فاتحہ سے توازیں۔

ترجمہ تمام شد

این حادثت بزر و باز و نیست
تانه بخشد خداے بخشنده